رنگین کہکشاں
ایم اے راحت

ناشر----------محمد عمران انجم

کمپوزنگ ----------نیو مائنڈ کمپیوٹرز

پرنٹرز----------چوہدری طاہر حمید

5۔قطب روڈ لاہور

قیمت----------=/210روپے

ISBN 969-8562-41-9

روبی پبلی کیشنز

ری منزل راجپوت مارکیٹ اردو بازار لاہور۔فون:0303-6416808

پیش لفظ

کسی کتاب کا پیش لفظ عموماً ایک رسم کے طور پر لکھا جاتا ہے۔ آغاز کچھ یوں ہوتا ہے کہ مصنف موصوف کا اسم گرامی پڑھنے والوں کے لئے اجنبی نہیں، خیر سے بڑے حضرت واقع ہوئے ہیں، ان کی تحریروں نے ملک بھر میں تہلکہ مچا رکھا ہے، ان کی کتابیں پہلے شو کی ٹکٹوں کی طرح دستادست بکتی ہیں، پڑھنے والے ان کی طرز اور انداز کے دیوانے ہیں اور ان کا نام سن کر ٹوٹ پڑتے ہیں۔

اس کے بعد کتاب کی تعریفوں کے طومار باندھے جاتے ہیں، مدح میں زمین و آسمان کے قلابے ملائے جاتے ہیں، اسے کلاسک قرار دیا جاتا ہے، اردو ادب میں ایک نئی روایت کا نقیب بنایا جاتا ہے، ایک غیر فانی تخلیق کا رتبہ دیا جاتا ہے، غرضیکہ الفاظ و تراکیب کی ہزار گھاتیں بچھا کر یہ ثابت کرنے کی کوشش کی جاتی ہے کہ اردو تو کیا دنیا کی کسی بھی زبان میں ایسا شاہکار نہ پہلے منظر عام پر آیا اور نہ آئندہ آئے گا۔

سوال یہ اٹھتا ہے کہ آخر پیش لفظ لکھا کیوں جاتا ہے؟ کیا اس لئے کہ مصنف اپنے قارئین کی ذہنی استعداد کے متعلق شبہات کا شکار ہوتا ہے اور اسے خدشہ ہوتا ہے کہ اگر پیش لفظ نہ لکھا گیا تو پڑھنے والے اس کی تخلیقی صلاحیتوں کا کماحقہ ادراک نہ کر پائیں گے اور اس کی تحریر کے محاسن ان کی نگاہوں سے اوجھل رہیں گے چنانچہ پیش لفظ میں ایسے تمام ''اسرار ہائے دور دراز'' کی پردہ دری کر دی جاتی ہے۔؟

اس سوال کا جواب یہ ہے کہ پیش لفظ صرف اس وقت ضروری ہوتا ہے جب مصنف کا نام پڑھنے والے کے لئے نامانوس ہو اور پیش لفظ کے ذریعے مصنف کا تعارف کرانا مقصود ہو۔ یا پھر اس وقت جب لکھنے والے نے تحریر میں موضوع یا بیان کے حوالے

سے کوئی نیا تجربہ کیا ہو اور پیش لفظ کے ذریعے اس کی وضاحت کر دی جائے۔ پیش لفظ کی حقیقی غرض و غایت، سچ پوچھئے، تو یہی ہے۔

اب اگر اس نکتہ نظر کے حوالے سے دیکھا جائے تو زیر نظر کتاب کو سرے سے پیش لفظ کی ضرورت ہی نہیں۔ ایم اے راحت ملک ان کے گنے چنے لکھنے والوں میں بھی امتیازی حیثیت رکھتے ہیں جن کے نام سے ہر وہ شخص واقف ہے جو مطالعے کا تھوڑا بہت شوق رکھتا ہے۔ اور رہا ان کے کام کا سوال تو صرف اتنا کہہ دینا ہی کافی ہے کہ تفریحی ادب میں ان کے برابر وسیع، بھرپور اور متنوع کام شاید آج تک کسی نے نہیں کیا اور اس پر بھی ان کا یہ کہنا ہے کہ ''ابھی تو صرف قلم کی نوک ہی بھیگی ہے۔ انشاء اللہ اتنا لکھوں گا کہ نسلیں پڑھیں گی۔''

کتاب کے بارے میں صرف یہ سن لیجئے کہ راحت صاحب کی تمام تخلیقات کی طرح یہ کتاب بھی ان کے مخصوص طرز بیاں کی عکاس ہے۔ ہونٹوں پر مسکراہٹ بکھیر دینے والی شگفتگی، توجہ جذب کر لینے والے مناظر، برجستہ مکالمے، پیچ در پیچ کہانی، واقعات میں آبشار کا سا تسلسل اور ہمالہ کی سی اٹھان۔

ہماری دعا ہے کہ راحت صاحب اپنے عزم کو پورا کرنے میں نہ صرف کامیاب ہوں بلکہ اس سے بھی آگے بڑھیں اور آنے والی نسلیں بھی ان کے کام سے لطف و مسرت کشید کرتی رہیں۔ آمین!

ادارہ

آسمان کی بلندیوں کو چومتی ہوئی برف پوش چوٹیوں پر سورج کی زرد شعاعیں مچل رہی تھیں ان کے دامن میں وسیع میدان بکھرے ہوئے تھے کہیں کھیتوں کے وسیع سلسلے کہیں چھتنار کے جنگل اور کہیں برف میں چھپی چٹانوں کا عظیم سلسلہ۔ پہاڑی سلسلے کے دامن سے کچھ فاصلے پر ہماری خوبصورت بستی نظر آ رہی تھی جو بہت وسیع تھی کچے پکے ہزاروں مکانات پر مشتمل اور اس کے درمیان زندگی کی چہل پہل۔ پکے مکانوں کی چمنیوں سے دھوئیں کی لکیریں اٹھ رہی تھیں جو کچھ بلندی تک اٹھنے کے بعد فضا میں نمی سے جم سی جاتی تھیں۔ بستی کے چھوٹے بازار کھلے ہوئے تھے اور ان میں خریداری ہو رہی تھی بستی کی مختلف سمتوں میں لمبی لمبی بھوری لکیریں پھیلی ہوئی تھیں جو پگڈنڈیاں تھیں اور مختلف سمتوں کو نکل گئی تھیں۔ انہی میں سے ایک پگڈنڈی پر ہم دونوں سفر کر رہے تھے ہمارا رخ اپنی بستی کی جانب ہی تھا ہمارے جسموں پر بوسیدہ لباس تھے جن میں جگہ جگہ رنگین پیوند لگے ہوئے تھے۔ کپڑوں کی کوئی تخصیص نہیں تھی بس جسم ڈھکنے کا معاملہ تھا لباس بڑے مہنگے ہوتے ہیں چنانچہ انہیں قائم رکھنے کے لئے اگر ان میں پیوند لگا لئے جائیں تو گزارہ کیا جا سکتا ہے اور پھر یہ موٹے موٹے ٹائر سول کے چپل جو ایک مرتبہ پہن لئے جائیں تو زندگی بھر ساتھ دیتے ہیں پھر بھی سخت مشقت سے کبھی کبھی ان میں بھی زخم پڑ جاتے ہیں اور ان زخموں کو ہمارے ہی جیسے لوگ سینا جانتے ہیں جن کا تعلق ہماری ہی بستیوں سے ہوتا ہے اور شہری آبادی میں ان کی کمی نہیں ہے۔ گاڑیوں کا وزن گھسیٹ کر لے جانے والے ٹائر جب جوتوں میں استعمال کئے جاتے ہیں تو بہرحال انہیں ایک ہی انسان کا بوجھ اٹھانا پڑتا ہے چنانچہ ہمارے ان چپلوں میں بھی جگہ جگہ چمڑے کے پیوند لگے ہوئے تھے۔ ان کے رنگ کبھی کسی زمانے میں مختلف ہوں گے لیکن اب مٹی کی تہوں نے ان کا ایک رنگ کر دیا تھا ہم اپنے کاندھوں پر گٹھریاں اٹھائے ہوئے مناسب رفتار سے اپنی بستی کی جانب جا رہے تھے۔ میرا ساتھی دلچسپی کی نگاہوں سے اطراف میں دیکھتا جا رہا تھا اور اس کی آنکھوں میں میرے لاتے کے لئے پسندیدگی کے جذبات تھے۔

ہم دونوں بھوری پگڈنڈی پر آگے بڑھتے رہے اور بستی ہمارے قریب آتی رہی۔ اپنے بارے میں مختصر سی تفصیل بتادوں تاکہ میرا ابتدائی تعارف مکمل ہوجائے۔ میرا قد چھ فٹ ڈیڑھ انچ ہے اور چونکہ بچپن سے ہی ورزش کرتا رہا ہوں اس لئے بدن بھی سڈول ہے۔ پہاڑوں کی نسبت سے میرا رنگ تپے ہوئے تانبے کی مانند عنابی مائل سرخ ہے اور لوگوں کا خیال ہے کہ میری آنکھیں انسانی کھوپڑی کو توڑ کر اس کی گہرائیوں میں گھس جانے کی صلاحیت رکھتی ہیں۔ بس لوگوں کے خیالات ہیں جو مختلف طریقوں سے میرے کانوں تک پہنچے ہیں میں کیا ہوں اس کے لئے تھوڑی سی تفصیل میں جانا ضروری ہے۔ چونکہ میری بستی میرے سامنے آگئی ہے اور انسان جب اپنی جنم بھومی کو دیکھتا ہے تو اگر اس کے دل میں جذبات ہیں اور سینے میں گداز ہوتا ہے تو پھروہ دوسری چیزوں سے بے اختیار ہوجاتا ہے حتیٰ کہ اس وقت میں بھی بے اختیاری کی کیفیت کا شکار تھا جبکہ میرا ساتھی صرف ایسے انسان کی حیثیت سے آگے بڑھ رہا تھا جو کسی نئی چیز کو زندگی میں پہلی بار دیکھ رہا ہو اس نے ایک چٹان کی آڑ سے ایک خچر کو نکلتے ہوئے دیکھا تو جلدی سے بول پڑا۔

"وہ دیکھو ایک آدمی اور ایک........"

"ہاں ہاں وہ چاچا آدم خان ہے۔" میں نے جلدی سے اپنے ساتھی کو جواب دیا۔ چاچا آدم خان اپنے خچر پر قہر برساتا ہوا تیزی سے آگے آرہا تھا۔ اور پھر چاچا آدم خان نے بھی ہمیں دیکھ لیا ایک لمحے کے لئے ٹھٹکا خچر کا رخ دوسری طرف تھا لیکن ذرا سی لگام موڑ دینے سے کیا فرق پڑتا ہے چنانچہ اس کا رخ ہماری جانب ہوگیا اور تیزی سے دوڑتا ہوا خچر ہم تک پہنچ گیا پھر چاچا آدم خان نے اپنے مخصوص انداز میں کہا۔

"ارے مراد خاناں کیسا ہے رے تو ابھی آتا ہے کیا اِدھر؟"

"السلام علیکم چاچا آدم خان۔" میں نے کہا۔

"وعلیکم السلام' میں نے کہا کہ ابھی آتا ہے کیا تو شہر سے؟"

"ہاں چاچا خان۔" میں نے جواب دیا۔

"یہ کون ہے؟" آدم خان نے میرے ساتھی کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"مہمان ہے شہر میں میرے ساتھ کام کرتا ہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے جواب د
اور آدم خان کے ہونٹوں پر ایک طنزیہ مسکراہٹ پھیل گئی اس نے کہا۔

"تو تیرے کو سرکاری نوکری مل گیا ہے۔"

"بالکل مل گیا چاچا آدم خان۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا آدم خان کی مسکراہٹ سکڑ گئی اس نے مجھے اوپر سے نیچے تک دیکھتے ہوئے کہا۔

"تیرا شکل تو نہیں بتاتا یہ تیرے بدن پر سرکاری وردی ہی ہے ناں۔" اس نے کہا اور تحقیر آمیز انداز میں قہقہہ لگا کر ہنس پڑا۔

"اس وقت میں سول ڈریس میں ہوں چاچا آدم خان سرکاری نوکری ملنے کے بعد چہرے پر مہر نہیں لگ جاتی کیا مجھے اپنا دیس اور اپنی بستی میں سول ڈریس میں نہیں آنا چاہئے۔" میری مسکراہٹ سے چاچا آدم خان اور بھی چڑ گیا۔ ایک لمحے کے لئے اس کے چہرے پر ناخوشگواری کے تاثرات ابھرے پھر اس نے کہا۔

"شام کو پھر سے تیرے گھر پر ملاقات کروں گا ابھی مجھے ایک ضروری کام ہے میں چلتا ہوں۔" آدم خان نے کہا اور خچر کو آگے بڑھا دیا میں نے مسکرا کر اپنے ساتھی کی طرف دیکھا اور اس کے شانے کو تھپتھپا کر کہا۔

"چلو آگے چلو۔"

"کون تھا یہ تمہاری بستی کا پہلا آدمی؟"

"ہماری بستی کا سب سے دولت مند اور سب سے کنجوس آدمی آدم خان' بڑی زمینیں ہیں اس کی اور خوب آمدنی ہوتی ہے۔ اس آمدنی نے اسے دولت مند بنا دیا ہے مگر اس کی دولت جتنی بڑھتی جارہی ہے اس کا دل چھوٹا ہوتا جارہا ہے وہ ہمیشہ اس بات سے خوفزدہ رہتا ہے کہ دولت میں کوئی اس کے برابر نہ ہوجائے اور وہ اپنی دولت بڑی سنبھال سنبھال کر خرچ کرتا ہے بلکہ خرچ ہی نہیں کرتا۔

میرا ساتھی ہنسنے لگا پھر اس نے دور سے نظر آنے والی بستی کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"تمہاری بستی بہت خوبصورت ہے۔"

"ہاں میری بستی واقعی بہت خوبصورت ہے ابھی تم آگے دیکھو گے تو تمہیں اندازہ ہوگا کہ اپنی بستی کے بارے میں' میں نے تمہیں جو کچھ کہا تھا غلط نہیں کہا تھا۔" میں نے محبت بھری نگاہوں سے اپنی بستی کے ایک ایک گھر کو دیکھتے ہوئے کہا۔

بلند و بالا پہاڑوں کے دامن میں بکھرے ہوئے کھلونے نما مکان اپنا ایک الگ ہی حسن رکھتے تھے بہرحال اس کے بعد ہم بھوری پگڈنڈیوں سے گزرتے ہوئے بستی میں داخل ہوگئے اور میرے جاننے والے مجھے نظر آنے لگے۔ سبھی نے پیار بھرے انداز میں مجھ سے ملاقات کی تھی' گلے ملے تھے' ہاتھ ملائے تھے اور میں ان سب سے سلام دعا کرتا

ہوا اپنے گھر کی جانب بڑھ رہا تھا جبکہ میرا ساتھی جو اس بستی میں پہلی بار آیا تھا یہ بات اچھی طرح محسوس کر رہا تھا کہ میں اپنی بستی میں سبھی کی نگاہوں کا تارا ہوں یہ سارے لوگ مجھ سے پیار کرتے تھے اور بڑی محبت سے مجھ سے مل رہے تھے میری خیریت معلوم کر رہے تھے۔ اور میری آمد پر خوشی محسوس کر رہے تھے میری بستی میرے لوگ اور پھر میرا گھر اس کے دروازے کی کیفیت ویسی ہی تھی جیسے میں چھوڑ کر گیا تھا اس کے احاطے کی دیواریں بس اتنی ہی تھیں کہ اس کے اندر رہنے والے لوگ اپنی غربت چھپا سکیں دروازے پر بوسیدہ کپڑے کا پردہ پڑا ہوا تھا اور پورا احاطہ ٹوٹ پھوٹ کا شکار تھا۔ میں نے اپنے ساتھی کی طرف دیکھ کر محبت بھرے لہجے میں کہا۔

"یہ میرا گھر ہے۔" میرے ساتھی نے سنجیدہ نگاہوں سے میری جانب دیکھا اور بولا۔

"کیوں؟"

"اس لئے کہ یہ میری اصل ہے سمجھ رہے ہو نا اب میں زیادہ صبر نہیں کر سکتا اپنی ماں اور دونوں بہنوں سے ملنے کی خواہش اس قدر شدید ہو گئی ہے کہ میں ایک لمحے رکنے کے لئے تیار نہیں ہوں۔" اور اس کے بعد میں نے زور دار آواز لگائی۔

"شیرانہ' نور ماں کہاں ہو تم لوگ میں آیا ہوں۔" میرا ساتھی دانت پیس کر خاموش ہو گیا تھا ایسا لگ رہا تھا جیسے اسے مجھ پر بہت زیادہ غصہ آ رہا ہو لیکن میں واقعی اب شدید جذبات کا شکار ہو گیا تھا پھر میں پردہ ہٹا کر اندر داخل ہو گیا اس احاطے کے اختتام پر ایک دالان نما برآمدہ بنا ہوا تھا اور ماں اس برآمدے کے ایک گوشے میں چکی پیس رہی تھی اور میری دونوں بہنیں اپنے اپنے کاموں میں مصروف تھیں انہوں نے مجھے دیکھا اور پھر خوشی سے بے اختیار ہو کر میری طرف دوڑیں وہ چیخ رہی تھیں۔ "ماں' بھائی آ گیا۔ ہمارا بھائی آ گیا۔"

میرے قدم بھی تیز ہو گئے اور میں فاصلہ مختصر کر کے اپنی دونوں بہنوں کے قریب پہنچ گیا۔ میں نے ان کے سر اپنے سینے سے لگا لئے۔ وہ دونوں خوشی سے دیوانی ہوئی جا رہی تھیں۔ پھر ماں نے بھی مجھے دیکھا ایک لمحے کے لئے ساکت رہ گئی۔ چکی پر چلنے والے مضبوط ہاتھ رک گئے۔ پھر وہ آہستہ آہستہ اپنی جگہ سے اٹھی اور اس کے بعد ایک دلخراش چیخ کے ساتھ مراد گل کہتی ہوئی آگے بڑھ آئی اور میں مالا مال ہو گیا۔ ماں کی آغوش' بہنوں کے سروں کا لمس شاید ہی کوئی صاحب دل اس لمس کی لذت سے ناواقفیت کا اظہار کرے اگر وہ اس عالم میں ایک طویل عرصے کے بعد ان سچی محبت کرنے والوں سے ملا ہو۔ میرے

چوڑے چکلے سینے میں وہ سب سما گئے تھے اور میرے لمبے شاخوں جیسے بازو ان سب کا احاطہ کئے ہوئے تھے۔ میری ماں اور بہنیں اس طرح میرے وجود سے سیراب ہو رہی تھیں جیسے برسوں کے پیاسے پانی سے لپٹ جاتے ہیں اور اس وقت میرے سینے کی کیفیت بھی بہت عجیب تھی۔ ماں کی آنکھوں کے آنسوؤں کی ٹھنڈک میرے سینے میں جذب ہو رہی تھی اور مجھے یوں لگ رہا تھا جیسے یہ آنسو براہ راست میرے دل پر پڑ رہے ہوں اور دل ان کی لذت سے سرشار ہو رہا ہو۔ خاصی دیر تک میں اسی طرح ان کے سینوں میں اور وہ میرے سینے میں جذب رہے اور پھر میری ماں نے مجھے اوپر سے نیچے تک دیکھتے ہوئے کہا۔

"کتنا دبلا ہو گیا ہے مراد گل۔ شہر میں ٹھیک سے کھانے کو کدھر ملتا ہو گا۔ باہر سے کھانا لے کر کھاتا ہو گا۔ نہ جانے کیسا کھانا ملتا ہو گا تجھے۔ میں نے تجھے شیروں کی طرح پالا تھا اور شہر تجھے کمزور کئے دیتا ہے۔"

"سب ٹھیک ملتا ہے ماں یہ تو بس تیری آنکھیں ہیں جو مجھے دبلا محسوس کر رہی ہیں۔ میں اب بھی درختوں کو اپنے بازوؤں کی گرفت میں لے کر جڑ سے اکھاڑ سکتا ہوں۔" میں نے ماں کے ذہن کا بوجھ کم کرنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا لیکن وہ فوراً بول پڑی۔

"دیکھ مراد خاناں کتنی بار تیرے کو منع کیا کہ بڑا بول مت بولا کر' درختوں کو قدرت نے زمین پر اُگایا ہے قدرت ہر چیز معاف کر سکتی ہے غرور کی آواز نہیں۔ درختوں کی جڑیں اس نے اتنی مضبوطی سے زمین کے اندر پہنچائی ہیں کہ بڑی بڑی آندھی اور طوفان انہیں نہیں ہلا سکتے۔ تو نے غرور کی آواز کہی ہے۔ خدا سے معافی مانگ۔"

"معافی چاہتا ہوں ماں خدا سے بھی اور تجھ سے بھی' یہ تو میں نے تجھے اطمینان دلانے کے لئے کہا تھا تو ٹھیک کہتی ہے میں صدق دل سے اللہ سے توبہ کرتا ہوں کہ غرور کی بات کبھی زبان سے نہیں نکالوں گا۔"

"تو اندر آ۔ ارے لڑکیو یہ کہاں کھڑا کر رکھا ہے اسے چلو اندر چلو بھائی آیا ہے شہر سے چلو اندر آؤ۔" ماں اور بہنیں مجھے گھسیٹتی ہوئی اندر لے گئیں اور پھر دالان میں بچھی ہوئی چارپائی پر بٹھا دیا تو میں نے کہا۔

"ماں میرا ایک مہمان باہر کھڑا ہے۔"

"مہمان۔" ماں نے پوچھا۔

"ہاں۔"

"کون ہے وہ اور تو نے اسے باہر کھڑا کیوں کر دیا مراد گل۔"

"جوان آدمی ہے ماں اور تمہاری اجازت کے بغیر میں اسے اندر کیسے لا سکتا تھا۔" میں نے جواب دیا۔

"لڑکیو تم اندر جاؤ میں اسے بلا کر لاتی ہوں۔" ماں نے کہا اور دونوں لڑکیوں کو اندر بھیجنے کے بعد وہ تیزی سے دروازے کی جانب چل پڑی میرا ساتھی ابھی تک دروازے کے دوسری جانب کھڑا ہوا تھا ماں نے اسے دیکھا پھر مسکراتی ہوئی بولی۔

"میرے مراد گل کے برابر ہے تمہاری عمر بیٹے۔ باہر کیوں کھڑے ہو اندر آجاؤ۔ مراد گل کی ماں تمہاری بھی تو ماں ہے آؤ بیٹے اندر آجاؤ۔" تو میرے ساتھی نے اسے سلام کیا اور پھر جھجکتا ہوا اندر داخل ہوگیا۔ ماں نے اس سے پوچھا۔

"کیا نام ہے تمہارا بیٹے۔" اور وہ ٹھٹک گیا۔

"مم.......... مم میرا نام۔ میرا نام۔" اس نے سوالیہ نگاہوں سے مجھے دیکھا تو میں جلدی سے اٹھ کھڑا ہوا۔

"میں بتاتا ہوں ماں یہ اپنا خیر خان ہے۔ خیر خان۔ اُدھر شہر میں ہی میرے ساتھ کام کرتا ہے۔"

"خدا ہمیشہ اس کی خیر رکھے آؤ بیٹا بیٹھ جاؤ۔" ماں نے کہا اور محبت سے میرے ساتھی کو لئے ہوئے چارپائی کے قریب آگئی میں نے اس سے اپنی ماں کا تعارف کراتے ہوئے کہا۔

"خیر خان یہ میری ماں ہے اور اپنے باپ کے بارے میں تمہیں بتا چکا ہوں کہ بہت عرصے پہلے اس نے ہمیں اکیلا چھوڑ دیا تھا۔"

"ہاں تم مجھے بتا چکے ہو۔" میرے ساتھی نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"اور میری دو بہنیں بھی ہیں ماں میرا تو خیال ہے کہ نور اور شیرانہ کو بھی بلا لو جب تم یہ بات اپنی زبان سے کہہ چکی ہو کہ خیر خان میری ہی طرح ہے تمہارے لئے تو ان دونوں کے لئے بھی میری ہی طرح ہے۔"

"ہاں کیوں نہیں۔" ماں نے کہا اور پھر اندر کی طرف رخ کر کے بولی۔

"بچیو باہر آجاؤ۔ اپنے بھائی کو سلام کرو۔" اور دونوں لڑکیاں لجاتی ہوئی اندر داخل ہوگئیں۔ میرے ساتھی کی نگاہیں جھک گئی تھیں۔ سلام کا جواب بھی اس نے جھکی ہوئی گردن کے ساتھ دیا تھا۔ ماں نے کہا۔

"مگر مراد گل تو نے اپنے آنے کا چٹھی بھی نہیں بھیجا اگر تو میرے کو چٹھی بھیج دیتا تو

میں تیرے آنے کی خوشی مناتی تیرا انتظار کرتی اور تیری خاطر مدارات کا انتظام کرتی۔"

"ادھر چٹھی آتا کدھر ہے ماں ڈاکیہ جیسے ادھر کو آتا ہے میرے کو معلوم ہے اسی لئے میں نے چٹھی نہیں بھیجا کہ کیا فائدہ میں پہنچ جاؤں گا مگر چٹھی تیرے پاس نہیں پہنچے گا۔"

"تو ٹھیک ہے ناں کوئی تکلیف تو نہیں ہے تجھے۔" ماں نے محبت بھری نگاہوں سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔

"ہاں میں ٹھیک ہوں۔"

"چلو لڑکیو دو بھائی آئے ہیں کھانے کی تیاری کرو دونوں کی خاطر مدارات کرو۔"

دونوں لڑکیاں وہاں سے چلی گئیں' ماں ہم سے باتیں کرنے لگیں وہ ہمیں بستی کے حالات بتا رہی تھی اس نے کہا۔

"پچھلی بار سردی بہت قیامت کا پڑا۔ ابھی تو کچھ بھی نہیں ہے۔ ہر چیز جم گیا تھا تو نے ادھر پڑھا ہوگا تو تو اخبار بھی پڑھ لیتا ہوگا جس میں خبر چھپتا ہے۔ دو آدمی ہمارے بستی میں بھی ہلاک ہوگیا۔"

"کون ماں؟" میں نے تعجب سے پوچھا۔

"وہ جمال شیر خان اور اس کی بیوی' ان لوگ کو پہلے بھی بیماری تھا۔ سردی کا زور برداشت نہیں کر سکا اور بیچارہ رات کو ہلاک ہوگیا۔"

"ہاں وہ تو کمزور بھی بہت تھے۔"

"بس ان لوگ کو تھوڑا اور تکلیف تھا۔ مگر اب میں بھی بہت پریشان ہوں۔ ایک ایسا ہی مصیبت مجھ پر بھی نازل ہوگیا ہے۔" ماں نے کہا اور میں چونک پڑا۔ میں پھٹی پھٹی نگاہوں سے ماں کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"کیا پریشانی ہوگئی ہے ماں؟" میرا دل سینے میں پھڑپھڑانے لگا اور میں نے مضطرب لہجے میں پوچھا ماں خاموشی سے گردن جھکا کر کچھ سوچنے لگی تھی پھر اس نے کہا۔

"بستی گلاب خیل کا حاجی سراج کے بارے میں تو تم جانتے ہو ناں۔"

"حاجی سراج' کیوں نہیں جانتا میں اس کے بارے میں ایک دفعہ جب ہم گلاب خیل گئے تھے ناں تو حاجی سراج نے ہم سے جھگڑا کیا تھا۔"

"حاجی سراج بہت بڑا آدمی ہے لیکن بڑے آدمی ہونے کے ساتھ ساتھ وہ ایک خراب آدمی بھی ہے اور ہمارے لئے وہ دل میں ہمیشہ سے برائی رکھتا ہے اور آخر کار اس

نے ہم سے دشمنی نکال ہی لیا۔" ماں کے الفاظ بڑے سنسنی خیز تھے میں اچھل پڑا تھا میں نے پریشان لہجے میں کہا۔

"دشمنی؟"

"ہاں بات بہت پرانی ہے حاجی سراج کا دادا' زمانہ قدیم میں قتل ہوگیا تھا اور اس کے قاتل کا کوئی سراغ نہیں ملا تھا لیکن تھوڑے دن پہلے حاجی سراج کے دادا کے قتل کا سراغ مل گیا تھا۔ اسی بستی کے ایک بوڑھے آدمی نے جو پاگل ہوگیا تھا اور بعد میں ہوش میں آگیا تھا حاجی سراج کو یہ بات بتایا کہ اس کے دادا کو تمہارے دادا نے قتل کیا تھا حاجی سراج نے لوگوں سے کہنا شروع کردیا ہے کہ پٹھان اس وقت تک پٹھان نہیں ہے جب تک اپنے خاندان کے کسی فرد کے قتل کا بدلہ نہ لے لے اور حاجی سراج نے لوگوں سے یہ بھی کہا ہے کہ اب اس خاندان میں صرف مراد گل ہی بچا ہے اور وہی اس کی دشمنی کا نشانہ بنے گا۔" میں بے چینی سے اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

"تو ٹھیک ہے ماں۔ اگر ایسی بات ہے تو پھر آج ہی رات کو ہم حاجی سراج کا خاتمہ کردیں گے تھوڑا سا سفر تو طے کرنا پڑے گا لیکن اچھا ہے میں بستی آیا ہوں تو یہ کام نمٹا کر ہی چلا جاؤں۔"

"نہیں بیٹا۔ میں تجھے اس کی اجازت کبھی نہیں دوں گی ایسا کبھی نہیں ہوگا میں تجھے کسی کے خون سے ہاتھ نہیں رنگنے دوں گی تو خود بھی خطرے میں پڑ جائے گا۔" ماں نے کہا اور میں نے نگاہیں گھما کر اپنے ساتھی کی طرف دیکھا جس نے دونوں آنکھیں بند کرلی تھیں اور کندھے کانوں سے لگالیے تھے اس کے چہرے پر خوف کے آثار نظر آرہے تھے ماں چند لمحات کے بعد اٹھ کھڑی ہوئی وہ دیکھنے گئی تھی کہ میری دونوں بہنیں ہماری خاطر مدارات کے لئے کیا تیاریاں کررہی ہیں جب وہ آگے بڑھ گئی تو میرے ساتھی نے کہا۔

"اور یہ بات میں نے تجھ سے پوچھی تھی کہ مراد گل کہ تیری بستی میں تیری کسی سے دشمنی تو نہیں ہے اور تو نے مجھے بتایا تھا کہ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ میرے پیارے بھائی نکل چل یہاں سے آخر دشمنی پیدا ہوگئی ہے ناں تیری۔" میں ہنس پڑا میں نے کہا۔

"یار میں تیرے کو کیا بتاؤں تو خود سوچ میرے دوست۔ ابھی تک میں تو یہی دعا مانگتا رہا تھا اللہ سے کہ میرا کوئی دشمن پیدا نہ ہو اس دنیا میں لیکن اب میرے دشمن کی پیدائش ہو ہی گئی ہے تو میں کسی کی پیدائش کو کیسے روک سکتا ہوں۔"

"تو نکل چلو فوراً یہاں سے۔ ماں سے ملاقات کرلی یہی تو چاہتے تھے ناں تم ماں سے

مل لو۔"

"وہ تو ٹھیک ہے لیکن یار فوراً یہاں سے بھاگ جاؤں گا تو ماں کیا سوچے گی کہ کتنا بزدل ہے اس کا بیٹا۔ حالانکہ میرا بھی دل یہی چاہتا ہے کہ اب یہاں سے نکل جاؤں۔"

"ایک بات اور۔" میرے ساتھی نے کہا۔

"ہاں وہ کیا؟"

"کیا تیرے جانے کے بعد ماں کو خطرہ نہیں رہے گا۔ یہاں ہماری جوان بہنیں بھی ہیں۔ اگر ہم اس طرح یہاں سے بھاگ گئے اور حاجی سراج نے ہمارے پیچھے۔"

"نہیں جانِ من۔ ہماری یہ دنیا عجیب ہے۔ پہاڑوں میں رہنے والے بڑے عجیب لوگ ہوتے ہیں۔ مختصر طور پر تو یہ سمجھ کہ ماں اور میری بہنوں کو کوئی خطرہ نہیں ہے۔ حاجی سراج اگر مسلح ہو کر کبھی ماں اور بہنوں کے سامنے آیا بھی تو سر جھکا کر یہی کہے گا کہ وہ ماں اور بہنیں ہیں بس دشمنی تو اس کی مجھ سے ہے کیونکہ میرے دادا نے اس کے دادا کو قتل کیا تھا۔"

"کمال ہے یار کتنا ٹائم ہے تم لوگ کے پاس۔ تو میرے کو ایک بات بتا اگر کسی سے کوئی دشمنی ہوتا ہے تو کیا وہ دشمنی اس کے دوست سے بھی ہوتا ہے۔ جیسے میں تیرا دوست ہوں اور تیرے ساتھ ادھر آیا ہوں اگر تیرا دشمن تجھ سے بدلہ لینے کے لئے ادھر آئے تو کیا وہ مجھے تو نقصان نہیں پہنچائے گا۔"

"دشمنوں کے دوست دشمن ہی ہوتے ہیں وہ تمہیں بالکل اپنا دشمن سمجھے گا۔" میں نے کہا اور خیر خان اچھل کر کھڑا ہوگیا۔

"اوہ خدائی خوار اس کا مطلب ہے کہ میری زندگی بھی خطرے میں ہے اب میں کیا کروں اکیلا تو ادھر سے جا بھی نہیں سکتا یا پھر ایسا کرتا ہوں کہ میں چلتا ہوں اور راستہ تلاش کرلوں گا تم بعد میں آجانا۔"

"بس اتنی ہی دوستی ہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"دوستی تو ہے جو میں تجھ سے نباہوں گا مگر دوستی زندگی کے ساتھ ہوتی ہے اگر زندگی ہے تو سب کچھ ہے میں ان کا کیا کروں جو تیرے دشمن ہیں۔"

"میں جانتا ہوں کہ ماں بھی مجھے زیادہ دن تک رہنے نہیں دے گی ایسا کرتے ہیں خیر خاناں کہ جو کچھ بھی ماں کے لئے لائے ہیں وہ اسے دیئے دیتے ہیں اور اس کے بعد اس سے کہیں گے کہ نوکری بہت سخت ہے ڈیوٹی پر پہنچنا ہے اور اس طرح یہاں سے نکل

چلیں گے ماں سے ملاقات ہوگیا۔ دونوں بہنوں کو بھی دیکھ لیا۔ بس اتنا ہی کافی ہے۔"

"خدا تیرے کو خوش رکھے۔" خیر خان نے مطمئن ہوتے ہوئے کہا۔

"اور ویسے بھی ابھی دشمن کو یہ بات معلوم نہیں ہوگی کہ ہم لوگ ادھر آئے ہیں۔"

باورچی خانے سے کھانا تیار ہونے کی خوشبوئیں اٹھنے لگیں دونوں بہنیں میری آمد سے خوشی سے پھولی نہیں سما رہی تھیں ماں الگ خوشیاں منا رہی تھی اور پھر ماں نے کہا۔

"چلو بچو ہاتھ منہ دھولو کھانا تیار ہوگیا ہے۔" تھوڑی دیر کے بعد کھانا ہمارے سامنے لگادیا گیا ماں اور بہنیں خوشی سے دیوانی ہوئی جارہی تھیں اور طرح طرح سے میری اور خیر خان کی خاطر مدارات میں مصروف تھیں۔ کھانے سے فراغت حاصل کرنے کے بعد میں نے کہا۔

"ایک بات بتاؤ ماں کیا حاجی سراج کا کوئی پیغام پہنچا ہے تمہارے پاس۔"

"نہیں مراد گل ابھی تو مختلف لوگوں کی زبانی یہ بات پہنچی ہے وہ چچا زمان خان ہے نا وہ کہہ رہا تھا کہ مراد گل کو ہوشیار کردو اور اس کے بارے میں کسی کو یہ مت بتاؤ کہ وہ کدھر کام کرتا ہے۔"

"تت تو تم نے کسی کو بتایا ہے ماں۔" میں نے سوال کیا۔

"ابھی کدھر میرے کو خود کہاں معلوم تھا کہ تیرا ٹھکانہ کدھر ہے تم شہر گیا تھا اس کے بعد مجھے پتا ہی نہیں چل سکا اور تو نے اس دوران کوئی چٹھی بھی نہیں بھیجا اور خود بھی اتنے دن کے بعد آیا ہے۔"

"ویسے ماں کیا تم نور اور شیرانہ کے ساتھ میرے ساتھ شہر نہیں چلوگی میں تو بولتا ہوں کہ تم بھی میرے ساتھ شہر ہی چلو۔"

"ابھی کیا بولتا ہے میرے کو ادھر بھلا کیا خطرہ ہے لیکن میں بس تمہارے لئے فکر مند ہوں اور تم سے یہی کہتی ہوں کہ تم اپنا خیال رکھنا۔ اللہ سے تمہارے لئے دن رات دعا مانگتی ہوں پھر بھی تم اپنی حفاظت کرنا۔"

"تم فکر مت کرو ماں وہ لوگ میرا پتا نہیں چلا سکیں گے۔" میں نے پراعتماد لہجے میں کہا۔

"خیر خاناں تو بھی اس کا خیال رکھنا بیٹا ہمارا اس دنیا میں اس کے سوا اور کوئی نہیں ہے۔" ماں نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"آپ بے فکر رہو ماں یہ میرا دوست ہے اور میں اپنے دوست سے پہلے اپنا جان دوں گا اس کے بعد اس پر آنچ آئے گا۔" خیر خان نے کہا اور پھر جلدی سے آنکھیں بھینچ کر زبان دبالی کہ جلد بازی میں اس کے منہ سے کیا بے کار بات نکل گئی ہے پھر میں نے کہا۔

"شیرانہ' نور تم نے یہ گٹھریاں کھول کر نہیں دیکھیں۔ ارے دیکھو تو سہی میں تمہارے لئے کیا کیا لایا ہوں اور دونوں لڑکیاں شرمانے لگیں میں نے خود ہی اپنے ہاتھوں سے یہ گٹھریاں کھول دی تھیں سادہ سادہ سے سستے کپڑے' نقلی زیورات بندے چوڑیاں اور ایسی ہی چیزیں تھیں ماں کے لئے گرم شال۔ ساری کی ساری چیزیں سستی اور معمولی قسم کی تھیں لیکن میں لڑکیوں اور ماں کے چہرے پر جو خوشی دیکھ رہا تھا اس خوشی کو الفاظ میں بیان نہیں کرسکتا تھا۔

البتہ خیر خان برا سا منہ بنائے بیٹھا ہوا تھا اس نے ایک نگاہ ان تمام چیزوں کو دیکھا تھا پھر ماں اور بہنوں کی طرف دیکھا تھا پھر شانے اچکائے تھے اور پھر رخ بدل کر بیٹھ گیا۔ ماں نے تمام چیزوں کو پسند کرتے ہوئے دعاؤں کے ڈھیر لگا دیئے اور اس کے بعد لڑکیاں خوشی خوشی ان چیزوں کو سمیٹ کر اندر لے گئیں۔ ان کے چہرے مسرت سے دمک رہے تھے اور چہرے کی اس دمک کا کوئی مول نہیں تھا۔ ماں شہر کی باتیں کرنے لگی۔ دونوں بہنیں بھی آکر بیٹھ گئی تھیں اور وہ بھی باتیں سن رہی تھیں ان کے حسین چہروں پر معصومیت کے سوا کچھ نہیں تھا اچانک ہی دروازے پر دستک ہوئی اور میری ماں چونک پڑی۔

"کون آیا ہے۔" میں نے اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے کہا۔

"نہیں بیٹا نہیں تو رک میں دیکھتی ہوں۔" ماں نے کہا اور دروازے پر پہنچ گئی میرے کان بھی دروازے پر لگے ہوئے تھے پھر کسی کی آواز سنائی دی۔

"اوہو اکبری خانم تمہارا بیٹا آیا ہے مجھے راستے میں ملا تھا اور میں نے اس سے وعدہ کیا تھا کہ اپنے کام سے فارغ ہونے کے بعد آؤں گا ابھی کیا کر رہا ہے وہ روٹی پانی کھالیا اس نے۔"

"آؤ آدم خان وہ فارغ ہے۔" ماں نے کہا اور آدم خان ہنسنے لگا پھر بولا۔

"بیٹے کے آتے ہی تمہارے چہرے پر رنگ ہی رنگ بکھر گئے ہیں اکبری خانم کدھر ہے مراد گل؟" اور پھر وہ آہستہ آہستہ آگے بڑھنے لگا ماں نے کہا۔

"آجاؤ بھائی آدم خان مراد گل میرا ہی نہیں تمہارا بھی بیٹا ہے۔"

وہ اندر آیا اور ایک دوسری چارپائی پر بیٹھ گیا اور ماں ایک مونڈھے پر بیٹھ گئی تھی آدم خان نے گہری نگاہوں سے ہم دونوں کا جائزہ لیا پھر بولا۔

"ہاں مراد گل اب تم میرے کو بولو کہ تم شہر میں سرکاری نوکری حاصل کرلیا ابھی راستے میں تو تم میرے کو یہی بولا تھا۔"

"ہاں آدم خان چاچا میں نے غلط تو نہیں کہا تھا۔"

"تو کیا تم سرکاری افسر لگ گئے ہو؟ کیا نوکری کرتے ہو تم؟ تمہارا کپڑا تو ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے شہر میں سڑک کھودنے کا کام کرتے ہو' کیوں جوانا کیا تم سچ بولنا پسند کرو گے۔" اس بار آدم خان نے خیر خان کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"میں سچ ہی بولتا ہوں خان۔" خیر خان نے جواب دیا۔

"تو پھر میرے کو بتاؤ یہ شہر میں کیا کام کرتا ہے؟"

"ہم دونوں سڑکوں پر کھدائی کرتے ہیں۔" خیر خان نے کہا اور آدم خان قہقہہ لگا کر ہنس پڑا پھر بولا۔

"ابھی تم بولو اکبری خانم میں کیا بولا تھا تمہارے کو تعلیم حاصل کرکے یہ لوگ سڑک کھودتا ہے میں تو تم کو ایک نظر دیکھ کر ہی سمجھ گیا تھا کہ مراد گل شہر میں تم کیا کرتے ہو۔ ارے میرے تجربے کو تم لوگ نہیں مانتا تھا ہم پہاڑوں کا رہنے والا لوگ شہزادہ نہیں بن سکتا ہماری تقدیر میں تین چار ہی کام ہیں۔ اپنی بستی اپنے لوگوں میں ہم جو کچھ بھی کریں کم از کم ان کے ساتھ تو رہتا ہے اور پھر کھیتی باڑی کرنا کوئی برا کام نہیں ہے۔ میں تم سے پہلے ہی کہتا تھا مگر تم لوگ میرا بات نہیں مانتا تھا میں بستی کا آدمی ہے میں جانتا ہوں میرا تجربہ جانتا ہے ہمارا بستی کا بہت سا لوگ شہر گیا میں فضل خان کو بولا فضل خانا کیوں اس بچے کو خراب کرتا ہے ابھی اس کو قصبہ مت بھیجو پڑھانے لکھانے سے ہم لوگوں کو کوئی فائدہ نہیں ہوتا مگر فضل خان بیچارہ یہ بات نہیں سمجھتا تھا۔ میں نے اس سے کہا کہ بچوں کا بات اتنا ہی مانو جتنا ضروری ہو مگر فضل خان کہتا تھا کہ یہ تعلیم حاصل کرکے ملک کا گورنر بن جائے اس نے اس کو اسکول میں داخل کروا دیا اور یہ تو شکر ہے کہ اسکول سے واپسی پر بھی تو انسان کا بچہ ہی رہا ورنہ اسکول میں پڑھنے والا لوگ کا تو دماغ خراب ہی ہو جاتا ہے۔ اب دیکھو فضل خان زندگی بھر محنت کرکے اس دنیا سے چلا گیا لیکن اس کو کیا بنایا ابھی یہ شہر میں سڑک کھودتا ہے کیا فضل خان کا روح اس بات پر خوش ہوتا ہوگا اور پھر میں تو اس کو بولا تھا کہ جوانا لمبا چوڑا بدن رکھتا ہے زمین میں کدال مارے گا تو درخت

نکال دے گا میرے کھیتوں پر کام کر مگر تم اکبری خانم تم بھی سچ کو دیکھنے کے قابل نہیں تھا تم نے اسے شہر کو بھیجنے کا فیصلہ کرلیا اور تم دیکھ لو آخر وہی ہوا نا جو میں نے تم کو بولا تھا۔ تم لوگ غلط فیصلے کرتا ہے بتاؤ اس کو دس جماعت پڑھایا تم اور آگے پڑھانا ختم کردیا ابھی دس جماعت اس کے کیا کام آتا ہے؟ ارے ہم پہاڑوں کے لوگوں کے بس دو چار کام ہی رہ گئے ہیں ہمارا اپنے ملک میں ہمارے لئے دو چار ہی کام ہیں جوتے پالش کرے' سڑک کھودے' مزدوری کرے' رکشا چلائے وزن اٹھائے اور بس یا زیادہ سے زیادہ ہم لوگ نے تیر مارا تو ٹیکسی چلالیا ٹرک چلا لیا تم نے شہر سے آنے والا لوگ کو دیکھا ہے ایک ہی کام کرتا ہے ابھی میں اس کو بولا کہ میری کھیتوں پر کام کرا اتنا ہی پیسہ دوں گا میں جتنا تو شہر میں کمالے گا۔ اس نے میرے کو منع کیا اور تم نے بھی نہیں سوچا اب تم دیکھا اکبری خانم کہ کیا لایا ہے یہ بچہ لوگ ذرا مجھ کو بھی دکھاؤ۔ یہ سامان یہ جو سامان پڑا ہے یہ لایا ہے تمہارے لئے شہر میں تو بڑا بڑا قیمتی چیز ملتا ہے۔ یہ دو گٹھری بس اور یہ کپڑا وہ سب ہمارے لئے نہیں ہے اکبری خانم بس میں یہی دیکھنے کے لئے آیا تھا تم دونوں سڑک کھودتا ہے نا ادھر؟"

"ہاں چاچا خان۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"سڑک کھودتا ہے اور مسکراتا ہے کھودو کھودو سارا زندگی سڑک کھودو اور ایک بات میرا سنو جھوٹ بولنا بہت برا بات ہے۔"

"میں مانتا ہوں چاچا خان کہ جھوٹ بولنا بہت برا بات ہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"دنیا دیکھا ہے ہم نے دنیا دیکھا ہے شہر سے جو لوگ آتا ہے وہ ایسے ہی باتیں بناتا ہے اور پیسے بچاتا ہے ارے کتنا پیسے ملتا ہے تمہیں سڑک کھودنے کا ادھر؟" آدم خان بولا۔

"اسی روپیہ روز۔" میں نے جواب دیا۔

"ہونہہ اگر میں تیرے کو بولوں کہ یہاں کا دس روپیہ اس اسی روپیہ سے بہت زیادہ ہے۔ میں تم کو پورا تین سو روپیہ مہینہ کا پیشکش کیا لیکن نہیں مانا تم لوگ ٹھیک ہے اسی روپیہ روز کماؤ اب میں چلتا ہوں ہونہہ اسی روپیہ روز اور پہننے کے لئے بدن پر کپڑا نہیں ہے۔" وہ آگے بڑھا تو میری ماں نے کہا۔

"آدم بھائی کوئی شربت پانی تو پیتے جاؤ۔"

"نہیں شربت پانی میں صرف اپنے گھر کا پیتا ہوں۔ خدا حافظ۔" آدم خان نے کہا اور دروازے سے باہر نکل گیا خیر خان مجھے دیکھ رہا تھا پھر وہ تعجب سے بولا۔

"کیا چیز تھی یہ؟"

"تھوڑا بہت تو میں پہلے ہی تمہیں راستے میں بتا چکا ہوں باقی اب تمہیں پتا چل گیا ہوگا بستی کا زمیندار ہے اس کے کھیتوں پر بہت سے لوگ کام کرتے ہیں خوب اچھی کمائی ہے اس کی اس نے مجھے بھی پیش کش کی تھی کہ میں بھی دس روپے روز پر اس کے پاس نوکری کرلوں لیکن میرے دل میں یہی خیال تھا کہ شہر جاکر کوئی ڈھنگ کی ملازمت تلاش کرلوں بس اتنی سی بات تھی۔"

"اللہ خیر کرے۔ اللہ خیر کرے۔" خیر خان نے مسخرے پن سے کہا اور پھر ماں کی طرف متوجہ ہوگیا ماں نے کہا۔

"جب سے مجھے حاجی سراج کی باتیں معلوم ہوئی ہیں میری تو راتوں کی نیندیں اڑ گئی ہیں۔"

"تو پھر میرے لئے کیا حکم ہے ماں؟"

"بیٹا اللہ تیرا زندگی رکھے ابھی ہم لوگوں کو ادھر کوئی پروا نہیں ہے تم ہمیں وہاں سے بھی پیسہ بھیج سکتا ہے اول تو وہ لوگ ہم سے تمہارے بارے میں نہیں پوچھے گا اور صرف تجھے تلاش کرے گا اور اس کے بعد جو بھی اللہ کا حکم ہوا۔"

"ٹھیک ہے ماں ہمارے آنے کی اطلاع ویسے بھی بستی والوں کو مل گئی ہے۔"

"ہاں میں اسی لئے پریشان ہوں وہ کسی نہ کسی ذریعے سے تیری آمد کے بارے میں معلوم کرلیں گے۔"

"تم فکر نہ کرو اب تم سے ملاقات ہوگئی ہے ہم لوگ رات ہوتے ہی یہاں سے نکل جائیں گے۔"

"مجھے بہت افسوس ہے بیٹا کہ میں یہ الفاظ اپنی زبان سے کہہ رہی ہوں لیکن تیرا نکل جانا ہی ہم سب کے لئے بہتر رہے گا۔"

"تم فکر مت کرو ماں۔" میں نے کہا اور ماں غم زدہ نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی پھر جب شام کے سائے جھکے اور ہم کھانے وغیرہ سے فراغت حاصل کرنے کے بعد یہاں سے واپسی کے لئے تیاریاں کرنے لگے تو ماں کی آنکھیں ڈبڈبا آئیں اس نے کہا۔

"کاش یہ سب کچھ نہ ہوتا ایسی کوئی بری خبر مجھے نہ ملتی تو میں بہت عرصے تک تجھے

نہ جانے دیتی۔"

"تم فکر مت کرو ماں ہم لوگ تم لوگوں کو بھی شہر بلانے کی کوشش کریں گے۔" خیر خان نے کہا۔

"نہیں بیٹا تم کدھر کے رہنے والے ہو ہم نہیں جانتا لیکن ہم اپنی زمین نہیں چھوڑتا یہ ہماری زمین ہے کیا ہم اس جگہ کو چھوڑ دے جہاں ہماری زندگی کا بہت سا سال گزرا ہے ہم یہ جانتا ہے کہ ہم یہاں کی رہنے والی نہیں ہوں لیکن ہم اپنے شوہر کے ساتھ بہت سا وقت یہاں گزارا ہے اور میرے شوہر کا انتقال اسی بستی میں ہوا اور میں بھی یہیں مرنا چاہتی ہوں۔"

"مریں آپ کے دشمن اللہ مالک ہے۔" خیر خان بولا۔

"ویسے خیر خان بیٹا تم میرے بیٹے کا خیال رکھنا تم لوگ جس جگہ رہتے ہو وہاں یہ مت بتانا کہ تم لوگ کون ہو اور تمہارا تعلق کس بستی سے ہے۔"

"نہیں ماں ہم نے کسی کو نہیں بتایا۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ویسے تمہارے ساتھ تمہارے ڈیرے پر اور کون کون رہتا ہے؟"

"بہت سا لوگ ہے ناں مگر اس بستی کا کوئی نہیں ہے۔"

"یہ بہت اچھا بات ہے' ویسے تم اپنا خیال رکھنا۔"

"تم بالکل بے فکر رہو۔" میں نے ماں کو تسلی دیتے ہوئے کہا پھر آدھی رات کے قریب ہم لوگ جانے کے لئے تیار ہوگئے ماں نے نمناک نگاہوں سے مجھے دیکھا دونوں بہنیں بھی سسکنے لگی تھیں۔

ہم دونوں آہستہ قدموں سے چلتے ہوئے بستی کے ایسے راستوں سے گزرنے لگے جہاں کتے وغیرہ نہیں تھے اور جہاں انسانوں کے جاگنے کا خوف نہیں تھا۔ ہمیں ایک طویل فاصلہ طے کرکے ایک دور دراز علاقے میں پہنچنا تھا ویسے بستی میں داخل ہونے والے لوگوں کا طریقہ کار یہ تھا کہ وہ یہاں سے خاصے فاصلے پر موجود ایک قصبے تک آتے تھے جہاں چھوٹا سا ہال اسٹیشن تھا اور ریل وہاں رکتی تھی پھر وہاں سے وہ مختلف ذرائع سے بستی تک آتے جاتے تھے کوئی تانگہ وغیرہ نہیں چلتا تھا کبھی کبھی بس خچر گاڑیاں آجاتی تھیں۔ مہذب آبادیوں سے دور یہ آبادی پہاڑوں پر واقع تھی اور یہاں سے ترقی یافتہ علاقے تک جانے کے لئے کوئی موثر ذریعہ نہیں تھا اس لئے یہ سفر پیدل ہی طے کرنا پڑتا تھا۔ یہ الگ بات ہے کہ راستے محفوظ تھے اور جنگلی درندوں کا کوئی ڈر نہیں تھا لیکن رات کے وقت

اس علاقے کو دیکھ کر ہی خیر خان کی ہوا خراب ہو رہی تھی اس نے سہمے ہوئے لہجے میں کہا۔

"یار مراد گل میری تو جان نکلی جا رہی ہے اچھا ایک بات بتاؤ اگر اتفاق سے حاجی سراج کے آدمی یہاں آنکلے تو؟" خیر خان نے کہا اور میں اسے گھورنے لگا۔

"اب یہ اداکاری ختم کرو گے کہ نہیں۔"

"نہیں یار میں نے تمہیں پہلے ہی بتایا تھا کہ میں ایک بزدل آدمی ہوں۔"

"بس اب کان نہ کھاؤ چپ رہو۔"

"ایک بات اور بتاؤ۔" وہ پھر عجیب سے لہجے میں بولا میں اسے گھورنے لگا پھر مجھے ہنسی آگئی اور میں بولا۔

"پوچھو پوچھو وہ کیا بات ہے۔"

"یار تمہیں راستہ تو معلوم ہے نا ہم صحیح سمت سے گزر رہے ہیں نا۔"

"کیوں تم بھول گئے۔"

"بھول جانے کی بات کر رہے ہو میری سمجھ میں تو یہ پہاڑیاں آتی ہی نہیں ہیں کدھر سے گھومے کدھر سے راستہ کاٹا اور کدھر سے کدھر جانکلے پتا نہیں ہم صحیح پہنچ بھی پائیں گے یا نہیں۔"

"پہنچ جائیں گے بابا پہنچ جائیں گے۔" میں نے کہا اور وہ خاموش ہو گیا بہرحال ہم آگے بڑھتے رہے فاصلے کا ہمیں بخوبی اندازہ تھا ہم جانتے تھے کہ ہمیں کتنا فاصلہ طے کرنا ہے پگڈنڈی آگے جا کر گم ہو گئی اور ہمیں ایک درہ نظر آنے لگا اور خیر خان نے اطمینان کی گہری سانس لیتے ہوئے کہا۔

"ہاں میں اسے پہچانتا ہوں اوہ میرے خدا یہ بھی خاصا طویل تھا باپ رے باپ مر گیا میں تو۔"

"چلتے رہو چلتے رہو۔" میں نے کہا اور ہم دونوں خاموشی سے درے میں داخل ہو گئے۔ درے کی دیواریں خاموشی سے کھڑی تھیں مدھم مدھم ہوا چل رہی تھی اور درے کے چھوٹے چھوٹے پتھر ہمارے پیروں کے نیچے آکر جگہ تبدیل کر رہے تھے اور ان کی سرسراہٹیں فضا میں گونج رہی تھیں اس پُراسرار اور سنسنی خیز ماحول میں ہم اس درے میں سفر کرتے رہے اور پھر آخر کار فاصلے ختم ہو گئے درے کے اختتام پر چھوٹے چھوٹے درخت نظر آئے جو تھوڑے سے فاصلے کے بعد گھنے جنگل میں تبدیل ہوتے جا رہے تھے۔

بائیں سمت ایک کچا راستہ دور تک چلا گیا تھا جو آگے جا کر اس قصبے کی سڑک سے مل جاتا تھا جس کے اسکول میں' میں نے تعلیم حاصل کی تھی غرضیکہ ہم درے کا فاصلہ طے کرنے کے بعد جنگل میں داخل ہو گئے ایک پُر پیچ راستے سے گزر کر ہم ایک ایسی جگہ پہنچے جہاں سفید رنگ کی ایک شاندار مرسڈیز ڈیزل کھڑی ہوئی تھی اس پر براؤن رنگ کا ایک کپڑا چڑھا دیا گیا تھا۔ یہاں پہنچ کر خیر خان نے ایک گہری سانس لی اور میری طرف دیکھ کر بولا۔

"Let Hau a look to your stomach and pulse and feel your pulse."

میں قہقہہ مار کر ہنس پڑا تھا تب خیر خان نے گاڑی پر سے کپڑا اتارا اسے طے کر کے جیب سے چابی نکال کر کپڑے کو گاڑی کی ڈگی میں رکھا پھر وہاں سے ایک چھوٹا سا اٹیچی کیس نکالا اور اسے کھول کر ایک سوٹ میری جانب بڑھاتا ہوا بولا۔

"لے بھائی گدڑی کے لعل گدڑی سے نکل آ۔ توبہ توبہ رات کے اس وقت اگر کوئی ہمیں اس عالم مین دیکھ لے تو یہی سمجھے گا کہ ماڈرن بھوتوں کی روحیں مطلب یہ کہ ماڈرن بھوت ان پہاڑوں میں نہ جانے کیسے کیسے پُراسرار عمل میں مصروف ہیں۔ چل پیارے بھائی کپڑے بدل لے۔" میں نے اس کے ہاتھ سے شرٹ' ٹائی' پتلون اور کوٹ لیا اور ایک جانب بڑھ گیا تو وہ جلدی سے بولا۔

"یار بلا وجہ اِدھر اُدھر جانے کی کوشش مت کر مجھے ڈر لگے گا رات کا وقت ہے مجھے تو کچھ ٹھیک سے نظر بھی نہیں آرہا ہے یہیں لباس تبدیل کر لے۔" میں ہنستا ہوا ایک آڑ میں چلا گیا تھا پھر اس نے اٹیچی کیس ڈگی میں رکھا اور اسٹیئرنگ پر آکر بیٹھ گیا میں اس کے قریب ہی بیٹھ گیا تھا اس نے کار اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی اور بولا۔

"راستے بتاتے جانا ورنہ مجھے دقت پیش آئے گی۔"

"تم اسٹیئرنگ سے ہٹ جاؤ سڑک پر پہنچنے کے بعد اسٹیئرنگ تم سنبھال لینا۔" میں نے اس سے کہا اور اس نے کار روک دی پھر انجن اسٹارٹ چھوڑ کر دوسری طرف سے نیچے اتر گیا۔ میں نے اسٹیئرنگ پر بیٹھ کر کار گیئر میں ڈال کر آگے بڑھا دی یہاں سے خاصا کچا فاصلہ طے کرنا پڑتا تھا اور اس کے بعد سڑک آجاتی تھی جو اسی قصبے سے گزرتی تھی جس میں' میں نے تعلیم حاصل کی تھی اور وہیں ریلوے اسٹیشن بھی تھا قصبے کا نام خانیہ آباد تھا چنانچہ میں مہارت کے ساتھ نگاہیں جمائے کار ڈرائیو کر رہا تھا۔ ہم لوگوں کا حلیہ اس قدر تبدیل ہو گیا تھا کہ اگر آدم خان کہیں راستے میں مل جاتا اور ہمیں دیکھتا تو گردن

کھجا کر بس یہی سوچتا کہ یہ دونوں ان دونوں کے کتنے ہم شکل ہیں یہ ایک انوکھی اور پُراسرار کہانی تھی تھوڑی دیر کے بعد مجھے سڑک نظر آئی اور میں نے کار پکی اور شفاف سڑک پر چڑھادی پھر اپنے دوست خیر خان کی طرف دیکھا اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی وہ عجیب وغریب انداز میں خراٹے لے رہا تھا اور بظاہر بالکل سوتا ہوا نظر آرہا تھا۔ میں نے سڑک پر چڑھانے کے بعد کار ایک سائیڈ پر روکی اور انجن بند کردیا اس نے ایک آنکھ میں جھری پیدا کر کے مجھے دیکھا جسے میں نے بخوبی محسوس کیا تھا لیکن پھر سوتا ہی بن گیا تھا میں اسٹیئرنگ سے نیچے اتر کر پچھلی سیٹ کے پاس آیا پچھلا دروازہ کھل کر بند ہوا تب وہ چونک کر اٹھ گیا۔

"کک کیا ہوا کیا بات ہے؟" اس نے حیران لہجے میں کہا۔

"میں کرنل جہانگیر خان کا نوکر نہیں ہوں کہ رات بھر کار ڈرائیو کروں اگر تمہیں شہر چلنا ہے تو اسٹیئرنگ پر بیٹھو اور کار لے چلو۔"

"یار کمال کرتے ہو۔ ایسی بھی کیا بے مروتی' اگر تھوڑے سے چلتے رہے تو کیا حرج تھا۔ آخر میں تمہارے گھر آیا ہوں تمہارا مہمان ہوں۔"

"ہوں نہیں تھے میرے علاقے کی حدود ختم ہوچکی ہے اب یہ قصبہ خانیہ ہے یہاں تمہیں چلنا ہے میں سو رہا ہوں۔"

"بہرحال تمہاری آنکھوں میں سؤر کا بال نہیں بلکہ سؤر کی آنکھوں میں تمہارا بال ہے۔" وہ برا سا منہ بنا کر بولا اور نیچے اتر کر اسٹیئرنگ پر آبیٹھا پھر اس نے جھلائے ہوئے انداز میں گاڑی اسٹارٹ کی اور ایک زور دار جھٹکے سے آگے بڑھا دی۔ میں نے سیٹ سے نیچے گرنے سے بچنے کے لئے سیٹ سے پاؤں ٹکا لئے تھے اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی تھی وہ جھلائے ہوئے انداز میں گاڑی چلا رہا تھا اس کا نام حسن فیروز تھا کرنل جہانگیر کا بیٹا حسن فیروز اور میرے بارے میں ابھی تک جو کچھ آپ کو معلوم ہوا وہ درست ہے یعنی ایک چھوٹی سی پیاری بستی جسے دوآبہ کے نام سے پکارا جاتا ہے وہاں کا رہنے والا ہوں میں۔ فضل خان میرے باپ کی حیثیت سے مشہور ہے میری ماں اور دونوں بہنیں نور اور شیرانہ بستی دوآبہ کے اس چھوٹے سے مکان میں رہتی ہیں جس کے دروازے پر املی کا درخت ہے اور یہ درخت پوری بستی دوآبہ میں واحد درخت ہے۔ بہرحال یہ ہے ساری کہانی اور میری زندگی کا ایک اہم حصہ بات کہیں نہ کہیں سے تو شروع ہوتی ہی ہے مثلاً اس وقت سے جب میں نے چھوٹا سا پہاڑی پتھر بلندی سے اچھالا تھا اور ایک جانور کی

آنکھ پھوٹ گئی تھی جس کی وجہ سے بڑا ہنگامہ ہوا تھا اور میرے باپ فضل خان نے بستی والوں سے معافی مانگتے ہوئے کہا تھا کہ وہ اس جانور کی قیمت ادا کرنے کو تیار ہے مجھے کچھ نہ کہا جائے۔ پھر فضل خان نے میری ماں سے کہا تھا کہ اکبری خانم میں اسے قصبہ خانیہ میں اسکول میں داخل کرانے جارہا ہوں ورنہ یہ بستی کا آوارہ لڑکا نکلے گا اور ہم اس کی وجہ سے مشکل کا شکار رہیں گے میری ماں اس بات پر راضی ہوگئی تھی اور میں اس بات پر خوش تھا کہ اپنی بستی سے باہر کا ماحول دیکھوں گا شاید اس بات پر حیرت کا اظہار کیا جائے کہ میں ایک پہاڑی بستی کا معصوم سا لڑکا لیکن میرے ذہن میں ایسے ایسے گل کھلتے تھے کہ میں صحیح معنوں میں مراد گل ہو کر رہ گیا تھا۔ نہ جانے کیا کیا سوچیں کہاں کہاں سے مجھ تک پہنچی تھیں بس یوں محسوس ہوتا تھا جیسے ہوائیں مجھے عجیب وغریب کہانیاں سنا رہی ہوں میرے ذہن میں ہمیشہ ایسے نت نئے منصوبے آتے رہتے تھے جنہیں میں بستی کے بڑوں کو سنایا کرتا تو وہ دانتوں میں انگلی دبا کر رہ جاتے تھے خاص طور سے یہ آدم خان جو ہمیشہ سے ہی ایسا تھا بلکہ جوانی کے عالم میں یہ اور زیادہ کنجوس تھا یہ کہتا تھا۔

"اس لڑکے کا ذہن میں شیطان رہتا ہے یہ کدھر کدھر کا باتیں سوچتا ہے ایسا باتیں شہر سے آنے والا لوگ سناتا ہے۔ میں بولتا ہے آخر اس کو اتنا سارا باتیں کیسے معلوم ہوگیا یا پھر تم لوگ یقین کرو یا نہ کرو اس پر کسی درویش کا سایہ ہے۔" بہرحال مجھ پر کسی درویش کا سایہ تھا یا نہیں میں خانیہ بھجوا دیا گیا میرے باپ فضل خان نے خانیہ میں میرے لئے تعلیم کا بندوبست کیا اور وہیں میرے قیام کے لئے بھی بندوبست کردیا خانیہ کے ایک بڑے اسکول میں ایک ایسا بیرک بنا ہوا تھا جہاں باہر کے لوگ بھی رہ سکتے تھے اور اس بیرک میں میرے ساتھ سترہ بچے رہا کرتے تھے اس میں زیادہ تر وہ یتیم اور لاوارث بچے تھے جن کا کوئی پُرسان حال نہیں تھا وہ اسکول کے سارے کام کیا کرتے تھے پورا احاطے کی صفائی باغ کی دیکھ بھال دریاں بچھانا پھر شام کو ساری چیزیں سمیٹنا اور تو اور شام کو کھانا بھی پکانا یہ سارے کام وہ اپنے طور پر کیا کرتے تھے۔ باقی بچے تعلیم حاصل کیا کرتے تھے اور حیرانی کی بات یہ تھی کہ اس اسکول میں بہت سے بچے پڑھتے تھے اور یہ اسکول میٹرک تک تھا اسکول کا سب سے بڑا آدمی مہارت خان عمر رسیدہ آدمی تھا دبلے پتلے چھریرے بدن کا مالک لیکن خاموشی ایک عجیب سی سنجیدگی اور ایک عجیب سی محبت اس کے چہرے اور آنکھوں میں رچی رہا کرتی تھی اس کا بڑا رعب تھا وہ اسکول کا چوکیدار تھا لیکن بہرحال سب اس کا کہا مانتے تھے یہاں تک کہ اسکول میں پڑھانے والے استاد بھی۔ میری سمجھ

میں یہ بات نہیں آئی تھی کہ مہارت خان کا اتنا رعب کیوں ہے۔ بہرحال میں نے پڑھنا شروع کردیا اور شاید تعلیم کا حصول میری زندگی کا ایک اہم حصہ تھا مجھے ہر چیز کو جاننے کی کرید تھی میں اپنے استادوں کی نگاہوں کا تارا بن چکا تھا جو کچھ وہ مجھے پڑھاتے میں اس سے کہیں آگے نکل جاتا اور استاد حیران رہ جاتے۔ اکثر وہ کہا کرتے تھے ”شاید یہ میٹرک پاس ہی پیدا ہوا ہے“ بہرحال یہ اپنی تعریف اپنے منہ کرنے والی بات ہے مسئلہ یہ تھا کہ کتاب سے مجھے اہم دلچسپی تھی اور کوئی بھی کتاب مجھے مل جاتی میں کم از کم اسے ہاتھ میں ضرور اٹھالیتا تھا جس کے نتیجے میں یہ صورت حال سامنے آئی کہ میں پوری کلاس میں اول آتا رہا اور پورے اسکول میں میری حیثیت ایک اعلیٰ اسٹوڈنٹ کی ہوتی چلی گئی گھر کے معاملات گھر کے ہی رہا کرتے تھے بچپن ہی سے کہا جائے تو غلط نہیں ہوگا میں ایک پردیسی بن کر رہ گیا تھا پھر میری دونوں بہنیں ظہور میں آئیں تو پہلی بار مجھے یہ احساس ہوا کہ اگر گھر سے دور رہا جاتا ہے تو دو چھوٹی چھوٹی پیاری پیاری بہنوں سے دور رہنا پڑتا ہے لیکن بہرحال نور اور شیرانہ سے مجھے بے انتہا محبت تھی جب بھی چھٹیوں میں اِدھر آتا تھا تو دونوں کو سینے سے لگائے لگائے پھرتا تھا۔

میں کلاسیں پاس کرتا چلا گیا اور پھر میری جسامت بھی دیکھنے کے قابل ہوگئی اس وقت تک کوئی اہم بات نہیں تھی میں ساتویں کلاس میں تھا میرے ساتھ بہت سے لڑکے جوان ہوئے تھے اور باہر کے جوان لڑکے بھی آیا کرتے تھے۔ وہ چھ افراد پر مشتمل گروپ ایک اور بستی سے یہاں پر پڑھنے کے لئے آیا تھا جن کے سربراہ کا نام جاگیر خان تھا جاگیر خان درحقیقت کسی بڑے باپ کا بیٹا تھا اچھے تن و توش کا مالک تھا باقی اس کے پانچ مصاحب تھے جو ہمیشہ اس کے ساتھ رہا کرتے تھے حالانکہ ان سب کی عمریں زیادہ نہیں تھیں لیکن ان کی حرکتیں اپنی عمروں سے زیادہ تھیں۔ ایک بار شام کو سورج چھپنے کے بعد جاگیر خان نے باہر نکلنے کی کوشش کی تو چوکیدار مہارت خان نے اسے روکا جاگیر خان نے مہارت خان کو دیکھتے ہوئے کہا۔

”تمہیں معلوم ہے میں کون ہوں۔“

”بیٹے میں صرف تمہارے لئے کہہ رہا ہوں تمہارے ماں باپ تمہیں استادوں کی نگرانی میں چھوڑ گئے ہیں اس طرف جنگل کے جانور آجاتے ہیں کہیں ایسا نہ ہو کہ کوئی جنگلی جانور تمہیں نقصان پہنچادے۔“ تب جاگیر خان نے اپنا ہاتھ کا پنجہ آگے کرتے ہوئے کہا۔

”بابا جی یہ ہاتھ دیکھا ہے شیر کا پنجہ ہے شیر کا اگر کوئی درندہ اس پنجے کی گرفت میں آگیا تو میں اس کی گردن مروڑ کر رکھ دوں گا۔“ مہارت خان ہنسنے لگا اس نے جاگیر خان کے کاندھے کو تھپتھپاتے ہوئے کہا۔

”بہت اچھی بات ہے بیٹا بہادر ہونا بہت اچھی بات ہے لیکن اصول اصول ہوتے ہیں جاؤ واپس جاؤ میں اس وقت تالا نہیں کھولوں گا اس وقت تالا لگ جاتا ہے اور جو بچے یہاں بیرک میں رہتے ہیں انہیں سورج چھپنے کے بعد باہر جانے نہیں دیا جاتا۔“ بہرحال جاگیر خان وہاں سے واپس چلا گیا تھا لیکن میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا کہ وہ احاطے کی دیوار کود کر باہر چلے گئے ہیں اور بعد میں یہ بات میں نے ہی مہارت خان کو بتائی تھی اور مہارت خان کی آنکھیں غصے سے سرخ ہوگئی تھیں پھر اس نے اسکول کے ایک استاد سے شکایت کی۔ یہ استاد اسکول کے ہیڈ ماسٹر تھے اور بہت اچھی طبیعت کے مالک تھے مہارت خان نے جاگیر خان کے سامنے اس کی شکایت کی اور کہا۔

”صاحب رات کو یہ اسکول سے باہر جانا مانگتا تھا میں نے اس کو روکا تو یہ لوگ احاطے کا دیوار کود کر چلا گیا۔“

”اوہ یہ تو جرم ہے اور اس کی اسے سزا ملے گی۔“

”میں کوئی دیوار کود کر نہیں گیا تم جھوٹ بولتے ہو چوکیدار۔“ جاگیر خان نے کہا اور ہیڈ ماسٹر اٹھ کھڑا ہوا اس نے ایک زور دار تھپڑ جاگیر خان کے منہ پر رسید کرتے ہوئے کہا۔

”تم مہارت خان کی بے عزتی کر رہے ہو‘ جانتے ہو وہ کون ہے۔“

”نہیں صاحب بس اتنا کافی ہے کہ آپ اس کو ڈانٹ ڈپٹ کر دو یہ اسکول کے قانون کے خلاف کوئی کام نہ کرے۔“

”مگر میں کب گیا تھا وہاں کس نے دیکھا ہے مجھے۔“ جاگیر خان نے ہٹ دھرمی کرتے ہوئے کہا۔

”صاحب اس کو ایک دوسرا لڑکا مراد گل نے دیوار کودتے ہوئے دیکھا ہے۔“

”مراد گل کو بلاؤ۔“ استاد نے کہا اور میں نے بے خوفی سے اس بات کا اظہار ہیڈ ماسٹر سے کردیا کہ میں نے اسے دیوار کودتے ہوئے دیکھا ہے بہرحال جاگیر خان کو خوب ڈانٹ ڈپٹ ہوئی تھی اور اس کے بعد اسے واپس بھیج دیا گیا تھا لیکن دوسرے دن جمعہ تھا چھٹی ہوا کرتی تھی اور جو یہاں رہا کرتے تھے ان کو پورا دن گھومنے پھرنے کی آزادی ہوا

کرتی تھی میں بھی سیر کے لئے نکل آیا تھا لیکن آموں کے باغ کے پاس مجھے جاگیر خان اپنے ساتھی لڑکوں کے ساتھ مل گیا اور اس نے مجھے گریبان پکڑ کر روک لیا پھر اس نے میرے گریبان کو جھنجھوڑتے ہوئے کہا کہ میں نے اس کی شکایت کیوں کی۔

"میں نے شکایت نہیں کی تم لوگ نے دیوار کودا تھا۔ میں نے مہارت خان کو بتا دیا۔"

"مہارت خان کیا تمہارا باپ لگتا ہے تمہیں پتا ہے کہ ہم لوگ کون ہیں ہم لوگ تمہاری کھال اتار کر رکھ دیں گے۔" اور اس کے بعد انہوں نے میری کھال اتارنا شروع کردی میں نے حتی الامکان اپنے آپ کو ان سے بچایا تھا لیکن بہرحال وہ بہت سے لڑکے تھے اس لئے میں ان کے ہاتھوں مار کھا گیا البتہ نہ جانے کدھر سے مہارت خان نکل آیا تھا اس نے مجھے پٹتے ہوئے دیکھا تو تیزی سے ان کے قریب پہنچ گیا پھر اس نے جاگیر خان اور اس کے ساتھی لڑکوں کو دو چار تھپڑ مارے اور وہاں سے بھگا دیا پھر وہ مجھے دیکھتا رہا اب میں اکیلا رہ گیا تھا اس نے کہا۔

"تمہارا نام مراد گل ہے۔"

"ہاں۔" میں نے اپنے چہرے سے خون صاف کرتے ہوئے کہا۔

"مراد گل تم دیکھنے میں بہت طاقتور لگتے ہو ان لوگوں سے تم اس طرح پٹ کیوں گئے؟"

"وہ بہت سے لوگ تھے۔"

"ہوں، بہت سے لوگوں کو بھی مارا جاسکتا ہے۔"

"صرف پستول سے اور پستول میرے پاس نہیں ہے۔"

"ہونہہ پستول بزدلوں کا ہتھیار ہے مراد گل مردوں کا ہتھیار ان کا ہاتھ ہوتا ہے۔"

"تو میں انہی ہتھیاروں سے پٹا ہوں۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

"تمہارا چھٹی دو بجے ہو جاتا ہے۔"

"ہاں۔"

"اس کے بعد کیا کرتے ہو؟"

"ہوم ورک کرتا ہوں یا کتابیں پڑھتا ہوں۔"

"ہوم ورک بھی کرو کتابیں بھی پڑھو چھ بجے کے بعد مجھے تھوڑا سا ٹائم دے سکتے ہو۔"

"کیا مطلب؟"

"میں بھی تمہیں پڑھا دوں گا۔"

"تم مہارت خان۔" میں نے اسے دیکھ کر ہنستے ہوئے کہا۔

"ہاں میں۔" وہ سخت لہجے میں بولا۔

"ٹھیک ہے میں پڑھنے کے لئے کسی بھی وقت تمہارے پاس آسکتا ہوں۔" اور اس پڑھائی کے لئے اس نے اسکول کا عقبی گوشہ منتخب کیا جہاں ناریل کے بہت سے درخت لگے ہوئے تھے اور ان کے درمیان ایک چھوٹی سی قبر بنی ہوئی تھی پتا نہیں یہ قبر کس کی تھی ادھر عام طور سے لوگ نہیں آیا کرتے تھے ایک چھوٹا سا احاطہ اس کے گرد بنایا گیا تھا بس وہاں ناریل کے درختوں کا سایہ رہا کرتا تھا اور ان کے نیچے ایک قبر تھی جسے میں نے ایک بار دیکھ لیا تھا دوسرے لوگوں کو بھی ادھر جانے کی اجازت نہیں تھی۔ میں مہارت خان کو تلاش کرتا ہوا وہاں پہنچا تو وہ قبر کے نزدیک بیٹھا ہوا میرا انتظار کر رہا تھا قبر پر تازہ پھول پڑے ہوئے تھے میں نے اسے سلام کیا تو اس نے سلام کا جواب دے کر مسکراتے ہوئے دیکھ کر مجھے کہا۔

"آؤ بیٹھو فاتحہ پڑھنا آتا ہے۔"

"ہاں کیوں نہیں مسلمان کا بیٹا ہوں۔"

"تو فاتحہ پڑھو۔" اس نے کہا اور پھر میری طرف دیکھتے ہوئے بولا۔

"یہ میری ماں کی قبر ہے۔" میں ایک لمحے کے لئے حیران رہ گیا تھا لیکن بہرحال میں نے سب سے پہلے وہاں فاتحہ پڑھی اور فاتحہ پڑھنے کے بعد میں نے مہارت خان کو دیکھا اور کہا۔

"مگر بابا مہارت خان آپ کی ماں کی قبر ادھر کیسے ہے۔"

"بتاتا ہوں میری تمہاری آج دوستی ہوگئی ہے سمجھ رہے ہو نا تم میری ماں کی روح بھی تمہیں محبت بھری نگاہوں سے دیکھ رہی ہوگی۔" اس نے کہا اور اس کی آواز میں ہلکی سی بھراہٹ پیدا ہوگئی میں تعجب سے مہارت خان کو دیکھ رہا تھا وہ کسی سوچ میں ڈوب گیا تھا پھر اس نے مدہم لہجے میں کہا۔

"میں ایک اور بستی میں رہتا تھا میرا باپ میرے بچپن میں مر چکا تھا وہ ایک بڑا آدمی تھا بڑا عزت دار اور نیک نام پڑھا لکھا آدمی تھا وہ اور بستی کے لوگ اس کی بڑی عزت کرتے تھے میری ماں کی خواہش تھی کہ میں بھی اپنے باپ کی طرح تعلیم حاصل کر کے

ایک عزت دار آدمی بنوں مگر باپ کی سرپرستی نہ ہونے کی وجہ سے اور کچھ اپنی فطرت کی خرابی کی وجہ سے میں ماں کے حکم سے انحراف کرتا رہا اس نے کتنی بار مجھے اسکول میں داخل کرایا لیکن میں اسکول میں نہیں ہوتا تھا میرا کام دوسرا ہی تھا لڑائی جھگڑا دوسروں سے دشمنی مول لینا میرا دلچسپ مشغلہ تھا میں کسی غلط کام میں تو نہیں پڑا لیکن میں نے بہت سے لوگوں کو نقصان پہنچایا جس کے نتیجے میں میرا دشمنی بڑھتا چلا گیا میری ماں کی آرزوئیں پامال ہو رہی تھیں وہ بہت کوشش کرتی تھی کہ میں تعلیم حاصل کروں وہ بہت بار روئی اس نے مجھے مارا میرے پیروں کو چھوا لیکن میں جن راستوں پر نکل پڑا تھا اب ادھر سے واپسی میرے لئے ممکن نہیں تھی میں اپنی من مانی کرتا رہا ماں حسرت کرتی رہی کہ میں تعلیم یافتہ ہو جاتا مگر میں نے اس کی بات نہیں مانی پھر وہ بیمار ہو گئی میں اسے علاج کے لئے ادھر خانیہ میں لے آیا اس قصبے میں حکیم اور ڈاکٹر لوگ موجود تھا میں نے کوشش کی کہ علاج سے وہ ٹھیک ہو جائے مگر وہ ٹھیک نہیں ہوئی اور پھر اس نے میرے ہاتھوں میں دم توڑ دیا اس کی آنکھوں میں جو حسرت تھی میرے لئے میں اپنی موت کے بعد بھی اسے نہیں بھول سکوں گا۔ مجھ سے اس نے بس اتنا کہا کہ کاش میں پڑھ لکھ کر ایک بڑا آدمی بن جاتا تو اس کی موت پر سکون ہوتی۔ بیٹا مراد گل جب لوگ ہمارے پاس ہوتا ہے تو ہم اس کو بے حقیقت سمجھتا ہے ہم سوچتا ہے کہ وہ زندہ رہے گا ہمیں ایسی ہی نصیحت کرتا رہے گا اس کا کیا حیثیت ہے لیکن جب وہ دور چلا جاتا ہے اتنا دور چلا جاتا ہے کہ ہمارا کوشش اس کو واپس نہیں لاسکتا تو پھر ہمارا آنکھیں اسے تلاش کرتا ہے ہمارا دل یہ چاہتا ہے کہ ایک بار وہ زندہ ہو کر ہمارے سامنے آجائے تو ہم اس سے وعدہ کرے کہ ہم اس کا ہر خواہش پورا کردے گا۔ میں نے ہزار بار ماں کو پکارا مگر واپس نہیں آیا وہ چلا گیا تو ہم نے سوچا کہ ہم نے بہت برا کیا اور پھر بس ہم نے یہ اسکول بنایا یہ اسکول ہمارا اپنا ہے اور ہم اس کا چوکیداری کرتا ہے ماں کے قبر کے آس پاس ہم نے اس اسکول کی عمارت کی بنیاد رکھا اور اب خدا کا فضل ہے کہ یہاں بے شمار بچہ تعلیم حاصل کرتا ہے۔ ہم اپنی ماں کا نام پر یہ اسکول چلاتا ہے ہمارا غرض اس سے دولت کمانا نہیں ہم تو خود اس کا چوکیدار ہے صرف اپنی ماں کے خواہش کے طور پر مگر افسوس اس بات کا ہے کہ زندگی میں ہم اسے یہ خوشی نہیں دے سکا۔ ابھی محسوس ہوتا ہے ہمارے کو کہ ماں ہمیں غصے کی نگاہوں سے دیکھتا ہے اور بولتا ہے کہ مہارت خان جب میں نے کہا تھا تو تو نے میری بات نہیں مانی اب یہ سارا کھیل کیوں کھیلتا ہے اور ہمارا دل چاہتا ہے مراد گل کہ وہ ہم کو تھپڑ مارے اور ناراض ہو جائے

ہم اس سے معافی مانگے اور بولے کہ دیکھو ماں ہم نے تھوڑا دیر کیا مگر اس اسکول میں تمہارا بہت سا مہارت خان تعلیم حاصل کرتا ہے بس یہ ہے اس کھیل کا ایک حصہ سمجھ رہے ہونا۔"

میں حیرت سے مہارت خان کو دیکھ رہا تھا آج پہلی بار مجھے معلوم ہوا تھا کہ اس اسکول کا مالک خود مہارت خان ہے اور یہ سارے استاد اسکول میں نوکری کرتے ہیں بہرحال میں حیرت سے مہارت خان کو دیکھتا رہا پھر اس نے اپنی آنکھوں میں آئے ہوئے آنسوؤں کو خشک کرتے ہوئے کہا۔

"چلو چھوڑو دیکھو اللہ نے تم کو مضبوط ہاتھ پاؤں دیا ہے انسان کو یہ نہیں چاہیئے کہ وہ کسی کو مارے کسی کو پیٹے' ظلم کرنا گناہ ہے لیکن اپنے آپ پر ظلم برداشت کرنا بھی گناہ سے کم نہیں ہے۔ تم ان لوگوں سے پٹا ہمیں افسوس ہوا ابھی میں یہ چاہتا ہے کہ تم ان لوگوں کو مارو اور اس کے لئے میں تمہیں لڑنے کا فن سکھاؤں گا۔

"میں تم کو بتاؤں گا کہ زیادہ لوگ زیادتی پر آمادہ ہوں تو ان کا مرمت کیسے کیا جاسکتا ہے۔" اور اس دن سے مہارت خان نے اپنی مہارت مجھ میں منتقل کرنا شروع کر دی۔ لڑائی کا ایک بالکل ہی انوکھا اور خوبصورت طریقہ اس نے مجھے بتایا اور میں حیرانی سے اس طریقہ کو دیکھتا اور سیکھتا رہا اس میں جسمانی ورزش بھی ہو جاتی تھی اور لڑائی کے گر بھی آتے تھے۔ داقعی وہ ایک ایسا انوکھا فن تھا جسے آج کے دور میں بھی آپ نہ مارشل آرٹس کا نام دے سکتے ہیں اور نہ ہی کسی اور فن سے اسے منسلک کر سکتے ہیں یوں محسوس ہوتا تھا جیسے وہ صرف مہارت خان کا فن ہے جو اسے ماں کی کسی دعا کے صلے میں ملا ہے اور اپنی ماں کی یہ دُعا اب وہ مجھ میں منتقل کر رہا تھا۔

وہ اپنا یہ فن مجھے مسلسل منتقل کر رہا تھا اور میں اس میں مہارت حاصل کرتا جارہا تھا۔ آخر کیوں نہ کرتا مہارت خان میرا استاد تھا اس نے مجھے یہ بھی بتایا کہ اگر کسی کو بے ہوش کرنا ہو تو بہت معمولی سا پیار بھرا ایک ہاتھ اسے دو تین گھنٹوں کے لئے معطل کر سکتا ہے۔ چنانچہ میں اس فن کو سیکھتا رہا۔ میں تعلیم تو حاصل کر ہی رہا تھا مگر اس کے علاوہ میں یہ جانتا تھا کہ قصبہ خانیہ میں صرف دسویں تک تعلیم حاصل کی جاسکتی ہے لیکن اپنے اسکول میں موجود معزز استادوں سے میں نے دوستی کر لی تھی اور ان کی خدمت گزاری کرکے ان سے آگے کے علم کے بارے میں بھی معلومات حاصل کرتا جارہا تھا۔ ان استادوں کے پاس جتنی کتابیں موجود تھیں انہوں نے مجھے ادھار دے دی تھیں۔ نہ صرف

ادھار دے دی تھیں بلکہ فارغ اوقات میں وہ مجھے ان کتابوں کے بارے میں بتایا بھی کرتے تھے چنانچہ چند ہی شوق رہ گئے تھے میرے۔ پہلی چیز تو یہ کہ ان جنرل بکس کا مطالعہ اور دوسری بات یہ کہ اخبار بھی یہاں آتا رہتا تھا مہارت خان کے بارے میں شاید چند ہی افراد یہ بات جانتے تھے کہ اس بہت بڑے اسکول کا مالک وہی ہے اور خود ہی اس اسکول کا چوکیدار۔ اساتذہ اس کی ہر بات مانتے تھے اور انہیں یہ اندازہ ہوگیا تھا کہ میں مہارت خان کا چہیتا ہوں۔ چنانچہ میرے اوپر خصوصی توجہ دی جانے لگی تھی اور اس خصوصی توجہ سے میں نے اپنی اصل اوقات سے کہیں زیادہ علم حاصل کرلیا تھا مجھے دنیا کے بارے میں اس قدر معلومات حاصل ہوچکی تھیں کہ شاید اس اسکول میں پڑھنے والے کسی بھی شخص کے علم میں یہ ساری باتیں نہ ہوں۔ میں اپنے ان استادوں سے پورا پورا فائدہ حاصل کررہا تھا۔

ایک دن مہارت خان نے مجھ سے ایک دن میری بستی کے بارے میں پوچھا۔

"تمہاری بستی دوآبہ میں سردار کون ہے؟"

"جرگے کا سردار ذیشان خان ہے اور وہی سب سے بڑا زمیندار ہے۔"

"کس طرح کا آدمی ہے؟" مہارت خان نے سوال کیا۔

"یہ تو مجھے نہیں معلوم لیکن بستی کے لوگ اس کے گھر کے سامنے سے گزرتے ہیں تو ان کی گردنیں اور آنکھیں جھکی ہوئی ہوتی ہیں کسی کو اس بات کی اجازت نہیں ہے کہ ذیشان خان کے مکان کے دروازے کی طرف نگاہ بھر کر دیکھ سکے۔"

"کیا وہ لوگوں پر ظلم بھی کرتا ہے؟"

"اپنے ہاریوں پر یا ان پر جو کسی طرح اس کے مقروض ہوتے ہیں یا پھر ان پر جو کبھی اس کے سامنے سر اٹھا کر چلنے کی جرأت کرتے ہیں۔"

"اس کا مطلب ہے کہ خطرناک آدمی ہے اور کون کون سا ایسا آدمی ہے تمہاری بستی میں جو اتنا ہی خطرناک ہو؟"

"وہ تمام لوگ جو ذیشان خان کے منظور نظر ہیں ان میں بڑی بڑی زمینوں کے مالک بھی ہیں۔ میں خاص طور سے چچا آدم خان کا ذکر کروں گا۔ ایک بے حد کنجوس آدمی ہے اور اس چکر میں رہتا ہے کہ ہمیشہ دوسروں کا مال ہڑپ کرجائے۔" "کیا ذیشان خان اسے ان باتوں سے نہیں روکتا؟"

"نہیں اس لئے کہ وہ ذیشان خان کا منظور نظر ہے۔"

"دیکھو ایسی بستی میں جہاں اس قسم کے لوگ حکمرانی کرتے ہوں انسان کو ذرا مختلف طریقے سے رہنا چاہئے۔"

"کیسے بابا مہارت خان؟"

"خود کو ہمیشہ بزدل ظاہر کرو جو ہو کبھی کسی کو نہ بتاؤ بہادری ویسے بھی ڈھول کی طرح پیٹنے کی چیز نہیں ہے بلکہ بہادری کو تم ایسے خانے میں محفوظ رکھو جو کسی کی نگاہوں میں نہ آسکے اس کا استعمال اس وقت کرو جب کہ تمہاری ضرورت بالکل ناگزیر ہوجائے اگر لوگ پہلے سے تمہارے بارے میں یہ جان لیں گے کہ تم کس قدر قوت کے مالک ہو تو پھر وہ تمہاری قوت کے مطابق تیاریاں کرنے کے بعد تم پر حملہ کریں گے اگر انہیں اس بات کا علم ہی نہ ہو کہ اندر سے تم کیا ہو تو وہ ہمیشہ تمہاری طرف سے غلط فہمی کا شکار رہیں گے اور تمہارے بارے میں کوئی صحیح فیصلہ نہ کرپائیں گے ان کا یہ صحیح فیصلہ نہ کرنا تمہاری کامیابی کی دلیل ہوگا چنانچہ طے یہ ہوا کہ خود کو ہر معاملے میں اس قدر بزدل ظاہر کرو کہ لوگ تمہیں بزدل سمجھنے لگیں۔"

"ٹھیک ہے مہارت خان۔" میں نے جواب دیا زندگی کے دن گزرتے رہے میں کلاسیں پاس کرتا رہا۔ باپ سے محروم ہوچکا تھا ماں تھی اور بہنیں تھیں یہ سب میری زندگی کا ایک حصہ تھیں اور میں یہ محسوس کررہا تھا کہ زندگی بڑی آسان سی چیز ہے یہاں تک کہ دسویں کا نتیجہ نکل آیا اور اس کے بعد اس اسکول میں میرا کوئی کام نہ رہا میں اس اسکول سے جدا ہوتے ہوئے بہت زیادہ دکھی تھا مہارت خان نے محبت سے مجھے رخصت کیا اور کہا۔

"جو تحفے میں تمہیں دے سکتا تھا وہ دے دیئے ہیں اور اب میرے پاس تمہیں دینے کے لئے کچھ بھی نہیں ہے جب بھی موقعہ ہو مجھے یاد کرلینا لیکن جو کچھ میں نے بتایا ہے سمجھ لینا وہ تمہاری زندگی کا ایک حصہ بن جانا چاہئے۔" میں گھر واپس آگیا ماں بہت خوش تھی بہنیں بھی بہت خوش تھیں پھر ہم آگے کے بارے میں فیصلے کرنے لگے نہ جانے کیوں ماں کے انداز میں' میں نے ہمیشہ ہی ایک عجیب سی کیفیت دیکھی تھی یوں محسوس ہوتا تھا جیسے اس کی آنکھوں میں میرے لئے نہ جانے کیسے کیسے مستقبل کے خواب مل رہے ہوں لیکن وہ بھی ایک معصوم سی گھریلو عورت تھی اور اسے اس بارے میں کچھ نہیں معلوم تھا کہ زندگی کیسے گزاری جاسکتی ہے باپ کا سایہ بھی سر سے اٹھ چکا تھا اس لئے کوئی صحیح مشورہ دینے والا بھی نہیں تھا ماں نے مجھ سے پوچھا۔

"اب کیا ارادہ ہے؟"

"دل تو چاہتا ہے ماں کہ میں تعلیم کے آخری میدان تک کا سفر کروں اور دنیا کے بارے میں اتنا علم حاصل کرلوں جتنا علم اس دنیا کے بارے میں انسان کو مل سکتا ہے۔"

"بیٹے میں زیادہ نہیں جانتی لیکن مجھے اس بات کا پتا ہے کہ دنیا کا علم تو بڑے بڑے درویشوں کو بھی نہیں ہوا تم تو ایک معمولی سے انسان ہو۔"

"پھر بتاؤ میں کیا کروں ماں؟"

"بیٹے تم خود دیکھ لو اپنے بارے میں جو کچھ تم سوچ سکتے ہو۔"

"تو پھر مجھے شہر جانا ہوگا۔"

"شہر؟"

"ہاں۔"

"وہاں جاکر کیا کرو گے؟"

"دو کام۔"

"وہ کیا؟"

"نوکری بھی کروں گا ماں اور اس کے ساتھ ساتھ تعلیم بھی حاصل کروں گا یہی میرا مقصد ہے۔"

"مگر دیکھ لو مراد گل کرسکو گے ایسا۔"

"کوشش کرنے میں کیا حرج ہے ماں ویسے بھی ہماری بستی کے بہت سے لوگ شہروں میں جاکر نوکریاں کررہے ہیں۔"

پھر آدم خان جو زبردستی ہر گھر میں گھسنے والوں میں سے تھا اور ہر ایک کو اپنے مشوروں سے نوازتا تھا اور چونکہ اس کا تعلق فضل خان سے بھی رہ چکا تھا اس کے گھر آیا اور مجھے دیکھ کر کہنے لگا۔

"اوئے جواناں تو تو ہاتھی نکلا ہے اتنا جاندار اتنا شاندار کہ دیکھ کر حیرت ہوتا ہے مگر میں فضل خان کو پہلے بولا کہ غریب لوگ کو تعلیم حاصل کرکے خوار ہونے کے علاوہ اور کچھ نہیں ملتا ابھی یہ تمہارا بیٹا اگر تعلیم حاصل کرگیا تو یہ گھر کا رہے گا نہ گھاٹ کا اپنے گھر کا کام بھی نہیں کرسکے گا اور شہروں میں اسے نوکری نہیں مل سکے گا کیا فائدہ۔" لیکن فضل خان مسکرا کر خاموش ہوجاتا تھا اس دن بھی آدم خان نے مجھے دیکھ کر اس طرح کے الفاظ کہے تھے پھر اس نے ازراہ کرم کہا۔

"ٹھیک ہے فضل خان سے میرا بہت پرانا دوستی تھا ابھی میرے اوپر بھی یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ میں اس دوستی کو نبھاؤں تم ایسا کرنا مراد گل کل میرے ڈیرے پر آجانا میں تمہیں نوکر رکھ لوں گا اس گھر کا خرچہ مجھے معلوم ہے فضل خان سے دوستی کے حوالے سے میں تم کو تین سو روپے مہینہ تنخواہ دوں گا پورا دس روپے روز بنتا ہے سمجھ رہے ہو آجانا کل میرے پاس۔ اس سے زیادہ اکبری خانم میں تمہارے لئے اور کچھ نہیں کرسکتا۔" ماں کی آنکھوں میں تشکر کے آنسو چھلک آئے تھے۔ مگر میں نے کہا۔

"نہیں چاچا آدم خان میں شہر جارہا ہوں شہر جاکر میں سرکاری نوکری کروں گا۔"

"کیا؟" آدم خان چونک کر بولا۔

"ہاں سرکاری نوکری۔"

"کیا تمہیں حکومت کی طرف سے پیشکش ہوا ہے کہ ادھر آؤ اور وزارت سنبھال لو۔" آدم خان نے جلے کٹے لہجے میں کہا۔

"نہیں۔ مگر نوکری تلاش کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ میں بہت جلدی شہر چلا جاؤں گا اور اس کے بعد سرکاری نوکری تلاش کرلوں گا۔ ہاں اگر تم میرے باپ فضل خان سے دوستی کا اظہار کرتے ہو تو پھر ایسا کرو آدم خان کہ تین مہینے کی تنخواہ مجھے ایڈوانس دے دو۔ اگر مجھے شہر میں سرکاری نوکری نہ ملی تو میں یہاں آنے کے بعد تمہاری نوکری کرلوں گا اور پھر سو روپیہ مہینہ کرکے کٹوا دوں گا۔"

"اکبری خانم! مجھے اس لڑکے کا دماغ خراب معلوم ہوتا ہے۔ اس کو سمجھاؤ۔ اور اگر یہ میرے پاس کام کرنے کے لئے تیار ہو تو اس کو میرے پاس بھیج دو۔ ورنہ اس کی چرب زبانی مجھے غصہ بھی دلا سکتی ہے۔" آدم خان جلدی سے اٹھ کر باہر نکل گیا تھا اور میں ہنسنے لگا تھا۔ ماں نے کہا۔

"سوچ لے۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ تین سو روپے کی نوکری ملنا یہاں بڑا مشکل کام ہے۔ وہ بھی اپنی بستی میں۔"

"نہیں ماں مجھے شہر جانا ہوگا۔ تم مجھے قسمت آزمائی کا موقعہ دو۔"

"میری دعا ہے کہ اللہ تیری قسمت کو اتنی بلندی تک لے جائے کہ تو آسمان پر ستاروں کی طرح چمکے۔"

غرض یہ کہ بات طے پاگئی کہ میں شہر جاکر سرکاری نوکری کروں گا۔ یہ سرکاری کا لفظ اتفاق سے میرے منہ سے نکل ہی گیا تھا لیکن آدم خان نے اسے اتنا مشہور کردیا کہ اب

میرے مقامی شناسا مجھے سرکاری ملازم کہنے لگے تھے لیکن بہرحال مہارت خان نے جو کچھ مجھے سکھایا تھا وہ یہی تھا کہ غصے میں آکر کسی کے ساتھ کوئی سخت سلوک نہ کرو۔ چنانچہ میں خاموشی سے سب کی باتیں سن کر ٹال دیتا تھا۔ اسی دوران دلہا خان شہر سے واپس آیا۔ بہت عرصے پہلے وہ شہر گیا تھا اور وہاں جاکر نوکری کرنے لگا تھا اور پھر اس نے دو آبہ آنے کے بعد ایک ٹریکٹر خریدا تھا اور اب اس کا بڑا بھائی کرائے پر ٹریکٹر چلاتا تھا۔ یہ ایک ایسی مثال تھی جسے رد کیا ہی نہیں جاسکتا تھا۔ میں دلہا خان سے جاکر ملا۔ کافی غلط آدمی تھا۔ تھوڑے سے پیسے آگئے تھے تو اوقات سے بھٹک گیا تھا لیکن بہرحال مجھ سے چونکہ بچپن کی شناسائی تھی اس لئے مجھے دیکھ کر مسکرایا اور بولا۔

"مگر مراد تو' تو یار پہلوانی شروع کردے۔ شہر میں ٹیلی ویژن ہوتا ہے۔ یہ ٹیلی ویژن ہوٹل والے اپنے ہوٹل میں گاہکوں کے لئے لگالیتے ہیں اور ایک چیز ہوتی ہے ڈش۔ ڈش' ڈش۔ سمجھ رہا ہے ناں؟"

"ڈش' ڈس' ڈش۔" میں نے کہا۔

"اوہ نہیں یار۔ صرف ایک دفعہ ڈش۔ بس ایک چیز ہوتی ہے اس سے ٹیلی ویژن پر کشتیاں نظر آتی ہیں۔ اب کیسے نظر آتی ہیں یار میں اس کی تفصیل تجھے نہیں بتا سکتا۔ مگر اس میں جو پہلوان ہوتے ہیں ناں وہ تیری ہی طرح کے ہوتے ہیں۔ لمبے چوڑے طاقتور۔"

"میرے پیارے دلہا بھائی۔ یہاں کھانے پینے کو ترستے ہیں تم پہلوانی کی بات کرتے ہو۔ ارے بھائی پہلوانی تو تم کرسکتے ہو۔ جو اللہ کے فضل سے بستی کے بڑے آدمی بن چکے ہو۔" میرے ان الفاظ پر دلہا خان خوش ہوگیا اور بولا۔

"بس اللہ کا کرم ہے۔"

"ویسے دلہا بھائی کم از کم شہر دیکھا نہیں ہے تو شہر کے بارے میں تھوڑی بہت تفصیل تو بتادو۔"

اور پھر دلہا خان نے مجھے شہر کے بارے میں جو تفصیلات بتائیں میں نے انہیں گرہ میں باندھ لیا۔ خانیہ میں جو کچھ معلومات حاصل کی تھیں۔ جنرل بکس میں جو کچھ پڑھا تھا اور اپنی ذہانت سے جو کچھ حاصل کیا تھا۔ اب اس کے استعمال کا وقت آگیا تھا۔ چنانچہ میں نے ان ساری چیزوں کی گٹھری بنائی اور اپنے سینے میں محفوظ کرلی۔ پھر ماں کی بہت سی دعائیں لینے کے بعد اور بہنوں سے رخصت ہوکر خانیہ چل پڑا۔ ماں سے میں نے کہہ دیا

تھا کہ واپس اسی وقت آؤں گا جب کوئی نہ کوئی نوکری مل جائے گی اور مجھے یقین ہے کہ میں اپنے مقصد میں کامیاب ہوجاؤں گا۔ بہرحال ان سب کی آنسو بھری آنکھیں اور آنسو بھری دعائیں لے کر چل پڑا تھا۔ آدم خان اپنے خچر پر اس وقت بھی مجھے ملا تھا اور اس نے کہا تھا۔

"شہر جارہا ہے مراد گل۔"

"ہاں چاچا تمہاری دعاؤں کے ساتھ۔"

"اوہ! میں دعائیں کیوں دوں گا تجھے بھئی۔ پہلی بات تو یہ کہ میرا تیرا رشتہ ہی کیا ہے۔ وہ تو فضل خان کی دوستی کی وجہ سے میں نے تجھے نوکری کی پیشکش کردی تھی اور اب تو یہ کہتا ہے کہ میں تجھے دعائیں بھی دوں۔"

"دے دو آدم خان چاچا! دعا دینے میں تو تمہارا کچھ خرچ نہیں ہوتا۔"

"تجھے کیا معلوم خرچ ہوتا ہے کہ نہیں ہوتا۔"

"تو پھر تم کالے بلے کی طرح میرے راستے میں کیوں آگئے؟"

"مجھے کالا بلا بولتا ہے۔" آدم خان نے آنکھیں نکالتے ہوئے کہا اور میں ہنستا ہوا وہاں سے آگے بڑھ گیا۔ خانیہ پہنچا۔ دل تو چاہا کہ مہارت خان سے ملوں لیکن پھر نہ جانے کیوں اپنے اس ارادے کو ملتوی کردیا۔ راستے کھوٹے نہیں کرنا چاہتا تھا بلکہ جس سفر پر نکلا تھا اسی سفر پر آگے بڑھتے رہنا چاہتا تھا۔ ویسے یہاں کئی بار اسٹیشن پہنچا تھا اور ٹرین کو آتے جاتے دیکھا تھا لیکن خود اس کے ایک ڈبے میں سوار ہوتے ہوئے جس طرح کے احساسات کا سامنا کرنا پڑا تھا وہ اگر بیان کروں تو شاید خود بھی صحیح الفاظ تلاش نہ کرسکوں۔ خچر پر سواری کرنا اور بات ہے۔ بھینس کی پیٹھ پر بیٹھ کر تالاب میں اتر جانا بالکل مختلف بات ہے لیکن اس لوہے کے گھر میں بیٹھ کر پٹڑی پر دوڑنا نہ جانے کیسے کیسے سنسنی خیز خیالات کا حامل تھا۔ راستے میں جو گڑگڑاہٹ کانوں میں گونجتی رہی وہ مختلف احساسات پیدا کرتی رہی۔ میں نے دیکھ لیا تھا کہ ڈبے ایک دوسرے سے جڑے ہوئے ہوتے ہیں۔ خدانخواستہ اگر کہیں یہ آپس میں کھل جائیں تو کیا ہوگا پھر وہ پتلی سی پٹڑی اگر لوہے کا یہ طوفان اس پٹڑی سے اتر جائے تو کیا ہوگا لیکن کچھ نہیں ہوا۔ میرے علاوہ شاید کسی کے ذہن میں بھی یہ سوچ نہیں تھی۔ لوگ بڑے مزے سے سفر کررہے تھے۔ رات کو وہ آرام سے سو گئے تھے اور پھر جب صبح کی روشنی ہوئی تو اس طرح اپنے اپنے معمولات میں مشغول ہوگئے جیسے اپنے گھر کے کمرے میں بیٹھے ہوئے ہوں۔ بس ایک میں تھا جس کا کوئی

معمول نہیں تھا۔ وہ لوگ ناشتا وغیرہ کر رہے تھے لیکن میں خاموشی سے ایک ایک کو دیکھ رہا تھا۔ زندگی میں انوکھا تجربہ حاصل ہوا تھا مجھے۔ بہرحال ریل سفر کرتی رہی اور آخر کار میں نے جس شہر کا ٹکٹ لیا تھا وہ آگیا۔ ریل بھی یہاں اختتام پذیر ہوجاتی تھی اور تمام مسافروں کو اترنا ہی پڑتا تھا۔ جبکہ راستے میں کئی جگہ ریل رکی تھی اور لوگ جلدی جلدی اترے اور چڑھے تھے۔ لیکن یہاں آکر سب ہی اتر گئے تھے۔ گویا یہ منزل تھی اور باقی سب راستہ۔ میں نے اپنی منزل کی طرف قدم بڑھایا۔ دلہا بھائی نے جو کچھ کہا تھا وہ نگاہوں کے سامنے تھا۔ لیکن بہرحال اس سے مجھے فائدہ یہ ہوا تھا کہ یہاں آکر میں وحشت زدہ نہیں ہوا تھا۔ تقریباً ساری گائیڈ لائن مل گئی تھی اور میں ہر صورت حال سے واقف تھا۔ ٹکٹ سنبھال رکھا تھا کیونکہ یہ سنا تھا کہ بغیر ٹکٹ لوگوں کے ساتھ بہت ہی V.I.P سلوک ہوتا ہے۔ ٹکٹ چیکر کو ٹکٹ دکھا کر باہر نکل آیا اور اس کے بعد بلند و بالا عمارتوں کو دیکھنے لگا کمال تھا صاحب جادو گروں نے کیا جادوگری دکھائی تھی۔ بستی دوآبہ کی سادگی اور شہر کی پرکاری لیکن علم بھی کیا چیز ہے آپ ہی کتابوں میں دنیا تلاش کرلیتے ہیں اور پھر دنیا کا ہر گوشہ آپ کو اپنا اپنا سا لگتا ہے کوئی شے اجنبی نہیں ہوتی اور میں اس وقت اسی کیفیت سے دوچار تھا چنانچہ شہری آبادی میں بیچ بیچ کر چل پڑا۔ دن کا وقت تھا اور ابھی روشنی کے بے شمار گھنٹے موجود تھے مجھے شہر دیکھنا تھا' جائزہ لینا تھا اس کے بعد اپنے لئے کسی مقام کا تعین کرنا تھا۔ چنانچہ مختلف گوشوں میں چلتا رہا پیدل چلنا میرے لئے کوئی مشکل مرحلہ نہیں تھا۔ دوپہر کو ایک ایسی جگہ پہنچا جہاں ایک جھونپڑا ہوٹل بنا ہوا تھا اور وہاں لوگ بینچوں پر بیٹھے کھانا کھا رہے تھے۔ پہلے میں نے جائزہ لیا کہ کھانے کے لئے کیا صورت حال پیش آسکتی ہے اور کتنی رقم خرچ کی جاسکتی ہے پتا چلا کہ زیادہ مہنگا معاملہ نہیں ہے چنانچہ ایک نوٹ نکال کر میں نے مٹھی میں دبایا اور کھانا لانے والے ایک شخص کے پاس پہنچ گیا۔

"مجھے کھانا چاہئے۔" اس نے اوپر سے نیچے تک مجھے دیکھا اور بولا۔

"تو بیٹھ جاؤ بھائی یا لے کر جانا ہے؟"

"نہیں' یہیں کھانا ہے۔"

"تو بیٹھ جاؤ میں ابھی آتا ہوں تمہارے پاس۔" اس کے اشارے پر میں ایک بنچ پر بیٹھ گیا اور چاروں طرف کا جائزہ لینے لگا کم از کم شہر میں یہ اچھی بات ہوتی ہے کہ لوگ کسی کو عجوبے کی طرح نہیں دیکھتے بلکہ سب اپنے کام سے کام رکھتے ہیں یہاں موجود لوگوں میں سارے کے سارے ہی غریب غرباء تھے۔ معمولی سے لباسوں میں ملبوس' پسینے

اور مٹی میں اٹے ہوئے جلدی جلدی کھانا کھا کر اپنے کام میں پہنچنے کے لئے بے چین شاید کہ صرف میں تھا جو اس وقت فارغ البال تھا وہ شخص میرے پاس آگیا اور اس نے مجھ سے پوچھا کہ میں کیا کھاؤں گا اور اس کے بعد اس نے کھانوں کی فہرست گنوا دی میں نے اس کی قیمت پوچھی تو اس نے نہایت سادگی سے مجھے بتا دی اور آخر کار میں نے دال منتخب کی اور اس سے چار روٹیاں طلب کرلیں وہ میری جسامت دیکھتا ہوا چلا گیا تھا۔ مجھ سے کچھ فاصلے پر کچھ اور لوگ بیٹھے کھانا کھا رہے تھے اور قریب ہی پیچھے بنچ پر ایک شخص بیٹھا ہوا حسرت بھری نگاہوں سے اِدھر اُدھر دیکھ رہا تھا اس کے سامنے کوئی برتن نہیں تھا شکل وصورت کا بہت اچھا تھا معمولی جسامت کا مالک چہرے کے نقوش میں سادگی اور دلکشی لباس بوسیدہ تھا' کپڑے پھٹے ہوئے' پیروں میں اسفنج کے چپل' ایک لمحے کے لئے میرے ذہن میں خیال گزرا کہ شاید اس کے پاس کھانے کے لئے پیسے نہیں ہیں۔ غریب اور مفلوک الحال ہے بس دل میں ہمدردی کا طوفان اٹھ پڑا میں نے سوچا کہ کہیں کوئی گڑبڑ نہ ہوجائے لیکن ہمدردی جو ابھر آئی تھی۔ چنانچہ میں نے اسے اشارہ کیا وہ چونک کر مجھے دیکھنے لگا پھر اس نے اپنے سینے پر ہاتھ رکھ کر مجھ سے پوچھا کہ کیا میں اسے ہی مخاطب کر رہا ہوں تو میں نے گردن ہلادی وہ آکر میرے پاس بیٹھ گیا۔

"تم اکیلے بیٹھے ہوئے تھے تو میں نے سوچا کہ چلو تمہیں اپنے پاس ہی بلالوں۔"

"کیا تم کھانا کھاچکے ہو؟" اس نے سوال کیا۔

"ابھی نہیں میں نے کھانا منگوایا ہے۔"

"تب تمہارے پاس بیٹھ کر مجھے خوشی ہوئی لیکن اس سے پہلے یہ بتادو کہ تم مجھے کھانے میں شریک کرو گے؟"

"یہ تو ہر مسلمان کا فرض ہے کہ کھانے سے پہلے اپنے ساتھ بیٹھے ہوئے آدمی سے کھانے کے لئے پوچھے۔"

"ارے کیا واقعی تم مسلمان ہو۔" وہ خوشی سے منہ پھیلا کر بولا اور میں چونک کر اسے دیکھنے لگا پھر میں نے کہا۔

"اور تم کون ہو؟"

"میں مہمان ہوں مطلب یہ کہ مسلمان مہمان اصل میں مسلمانوں میں بھی دو طبقے ہوتے ہیں ایک مسلمان' ایک میزبان تو میرا تعلق مہمان طبقے سے ہے کیا خیال ہے؟" میں ہنسنے لگا میں نے اس کی طرف ہاتھ بڑھا کر کہا۔

"میرا نام مراد گل ہے۔"

"اور میرا نام حسن فیروز جنرل حسن فیروز۔"

"جنرل!"

"ہاں تمہیں کوئی اعتراض ہے؟"

"بھئی تمہارا نام ہے ہمیں کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔"

"کیا منگوایا ہے کھانے میں؟" وہ آنکھ دبا کر بولا۔

"دال اور روٹی۔"

"چلئے گی ویسے بھی گوشت آج کل اچھا نہیں ہوتا دنیا بڑی غلط ہو چکی ہے اب جو کوئی بھی کھلا دے کیا کہا جا سکتا ہے ویسے کیا نام بتایا تم نے اپنا؟"

"مراد گل۔"

"اچھا نام ہے خوبصورت نام ہے خاص طور سے اس لئے بھی کہ تم نے دال منگائی ہے سلاد منگایا ہے یا نہیں؟" وہ بولا۔

"سلاد؟"

"ہاں' گاجر' مولی' ٹماٹر' کھیرا اور سلاد کے پتے۔"

"اس کا کیا کرو گے؟"

"کھانے کے ساتھ۔"

"پتا نہیں وہ میں نے الگ سے تو نہیں منگوایا۔"

"چلو ٹھیک ہے' اڑھائی وقت کے فاقے میں جو بھی نصیب ہو جائے غنیمت ہوتا ہے۔"

"کیسے اڑھائی وقت کا فاقہ؟"

"تمہیں نہیں کہہ رہا یار اپنے آپ کو کہہ رہا ہوں۔"

"ہونہہ۔" اور پھر اس شخص نے جو دوسروں کو کھانا دے رہا تھا ہمارے سامنے کھانا لا کر رکھ دیا اس نے گہری نگاہوں سے میرے معزز مہمان کو دیکھا تھا اور بولا تھا۔

"گویا تم نے اپنا ٹھکانہ بنا ہی لیا۔"

"دو روٹی اور لے آؤ دال کافی ہے۔" میں نے کہا۔

"ایک منٹ' ایک منٹ' ایک منٹ۔ یہ چار روٹیوں کو تم کیا کرو گے؟"

"کھاؤں گا اور کیا کروں گا۔"

"چاروں کھا جاؤ گے۔" وہ حیرت سے آنکھیں پھاڑ کر بولا اور میں ہنسنے لگا۔ تب اس نے کہا۔

"اس میں سے صرف ایک روٹی مجھے چاہئے۔"

"ٹھیک ہے روٹی آنے دو پانچویں بھی میں خود کھالوں گا۔"

"وادی جنات سے آئے ہو؟" اس نے سوال کیا۔

"کیا شہر میں لوگ صرف ایک روٹی کھاتے ہیں؟"

"ایک روٹی کھا کر بھی ہضم کرنا بڑا مشکل کام ہے۔" اس نے جواب دیا۔

"اور سناؤ کیا کرتے ہو؟" میں نے اس سے پوچھا۔

"عیش کرتا ہوں روزانہ کسی نہ کسی کا مہمان بن جاتا ہوں اور بس شہر میں بے شمار لوگ ایسا ہی کرتے ہیں ویسے مجھے یہ لگتا ہے کہ تم کہیں باہر سے آئے ہو؟"

"ہاں ایک پہاڑی بستی سے۔"

"گویا پہاڑی ہو؟"

"نہیں ہوں تو آدمی لیکن پہاڑوں کا رہنے والا ہوں۔" میں نے کہا۔

"میرا مطلب بھی یہی تھا۔" پھر ہم نے کھانا شروع کر دیا وہ بڑی نزاکت سے کھا رہا تھا اور میں یہ دیکھ رہا تھا کہ اس کے ہاتھ بھی نرم و نازک سے ہیں۔ میں نے بہرحال پانچوں روٹیاں چٹ کر لی تھیں دال کم پڑ گئی تھی لیکن بہرحال اس سے زیادہ افورڈ نہیں کر سکتا تھا کھانے کے بعد ہم نے پانی پیا اور پھر وہ اسی شخص کو اشارہ کر کے بولا۔ "ویٹر چائے لے آؤ۔" میں یہ سمجھا کہ چائے وہ مجھے اپنے پاس سے پلا رہا ہے لیکن چائے پینے کے بعد جب ویٹر نے پیسے بتائے تو وہ بولا۔

"بے چارے کو ایک دو روپے ٹپ بھی دے دینا اچھا آدمی ہے۔" اور میں حیرت سے آنکھیں پھاڑ کر رہ گیا بہرحال میں نے ویٹر کو ایک روپیہ ٹپ بھی دیا تھا اور یہ سوچا تھا کہ نکل چلوں یہاں سے ورنہ اگر ایسے دو چار افراد مجھے اور مل گئے تو جیب میں جو کچھ ہے اس کا کباڑہ ہو کر رہ جائے گا۔ وہ بھی میرے ساتھ باہر نکل آیا اس نے کہا۔

"قیلولہ نہیں کرو گے؟"

"نہیں یہاں میرا کوئی ٹھکانہ نہیں ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"یار ہوٹل میں تم ہمارے میزبان بن گئے تھے اب ہم تمہارے میزبان بنے جاتے ہیں بھلا قیلولے کے لئے جگہ کی کمی ہے آؤ۔ میں تمہیں اپنی مملکت میں لے چلوں۔" اور

میں اس کے ساتھ اس کی مملکت چل پڑا ہوٹل کے عقب میں ایک وسیع میدان دھوپ میں تپ رہا تھا میدان کے دوسرے سرے پر کوئی کنسٹرکشن کمپنی کام کر رہی تھی بورڈ لگا ہوا تھا زمین کی کھدائی ہو رہی تھی یہ سلسلہ دور تک چلا گیا تھا بڑے بڑے پائپ پڑے ہوئے تھے اور پھر اس کے بعد ایک اور جگہ نظر آئی یہاں گھنے درخت تھے اور ایک گندا نالہ بہہ رہا تھا۔ جس سے ہلکی ہلکی بدبو بھی اٹھ رہی تھی لیکن نالے کے کنارے دوسری طرف درختوں کی چھاؤں میں گھاس بکھری ہوئی تھی اور اس گھاس پر کچھ لوگ سوئے ہوئے تھے۔ تھوڑے ہی فاصلے پر مٹی کا ایک ڈھیر تھا جس پر ایک بہت بڑا پائپ پڑا ہوا تھا جو توپ کی طرح اپنا دھانہ اوپر کی جانب کئے ہوئے تھا اور دوسری جانب ڈھلان تھا۔ یہاں پہنچ کر اس نے کہا۔

"اوپن ایئر میں آرام کرنا پسند کرو گے یا کسی چھت کے نیچے؟"

"نہیں یہاں ٹھنڈک بھی ہے اور ہوا بھی۔" میں نے درختوں کے نیچے ایک طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"صاحب ذوق معلوم ہوتے ہو چلو۔" اس نے کہا اور میں اس کے ساتھ آگے بڑھ گیا۔ قریب ہی کچھ اینٹیں پڑی ہوئی تھیں اس نے بڑی محبت سے ایک اینٹ اٹھا کر مجھے پیش کی اور بولا۔

"تکیے کی جگہ استعمال کر سکتے ہو۔" اور پھر اس نے اپنا تکیہ اپنے سر کے نیچے رکھ لیا۔ پھر آہستہ سے بولا۔

"ایک بات سنو۔" انداز بڑا رازدارانہ تھا۔ میں نے اس کی طرف کان جھکایا تو وہ اپنا داہنہ رخسار کھجاتا ہوا بولا۔

"دال میں کچھ نمک زیادہ نہیں تھا؟"

"کیسی دال؟"

"یار ابھی جو تھوڑی دیر پہلے کھائی تھی۔" اس نے کہا اور میں تعجب سے اسے دیکھنے لگا عجیب سوال تھا چند لمحوں تک تو اس کا مجھ سے کوئی جواب نہ بن پڑا پھر میں نے کہا۔

"مگر وہ دال تو ہم کھا چکے ہیں۔"

"ہاں میں نے ویسے ہی تم سے مشورہ کیا تھا اس بارے میں کیا' عمدہ ہوا چل رہی ہے ویسے اس درخت کے بارے میں بتا سکتے ہو؟"

"کیا؟" میں نے سوال کیا تو وہ سوچ میں ڈوب گیا پھر بولا۔

"تمہیں میرا نام تو معلوم ہے ناں حسن فیروز ویسے تم مجھے جنرل فیروز کہہ سکتے ہو کیا خیال ہے؟"

"جنرل کا عہدہ ہے تمہارا؟"

"کہہ لینے میں کیا حرج ہے۔"

"ہاں کہنے میں شاید کوئی حرج نہیں ہے۔"

"تم نے اپنے بارے میں کچھ نہیں بتایا؟"

"مجھے فوج میں کمیشن نہیں ملا۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

"میرا مطلب ہے کہ کون ہو' کہاں سے آرہے ہو یہ تمہاری بغل میں جو پوٹلی دبی ہوئی ہے نا اس سے صاف پتا چل رہا ہے کہ کسی دوسرے شہر سے آئے ہو اور یہ کپڑے جہاں سے تم نے سلوائے ہیں وہ جگہ کم از کم یہ شہر نہیں ہو سکتی کہیں اور کے سلے ہوئے کپڑے ہیں؟"

"کیا تم درزی کا کام بھی کرتے ہو؟"

"کچھ نہیں کرتا پیارے بھائی کچھ نہیں کرتا اور اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ میں تمہاری کسی بات کا برا مان جاؤں گا تو یہ خیال بھی اپنے دل سے نکال دو۔ بات یہ ہے کہ نمک حلالی بھی کوئی چیز ہوتی ہے اور میں نے تمہارا نمک کھایا ہے اور کچھ زیادہ کھا لیا ہے کیونکہ دال میں نمک زیادہ ہی تھا۔" اس نے کہا آدمی دلچسپ معلوم ہوتا تھا حالانکہ جس قدر برے حال میں نظر آرہا تھا اس سے تو یہ ظاہر ہوتا تھا کہ زندگی سے بیزار ہوگا اور کوئی اچھی بات نہ کر سکتا ہوگا لیکن اس کے انداز میں ایک عجیب سی ترنگ تھی جس سے وہ ہر بات مستانہ وار بولتا تھا۔ چند لمحات خاموش رہنے کے بعد اس نے پھر کہا۔

"بتایا نہیں کون سی جگہ سے آئے ہو یا پھر میرا خیال غلط ہے؟"

"نہیں تمہارا خیال بالکل درست ہے۔"

"یعنی تم کہیں باہر سے آئے ہو؟"

"ہاں۔"

"کہاں سے؟"

"ایک پہاڑی بستی دوآبہ سے۔"

"بالکل ہوگی یقیناً ہوگی بلکہ بہت خوبصورت ہوگی کیونکہ تم تازہ تازہ کھلے ہوئے

پھول معلوم ہوتے ہو شہر میں ایسے پھول نہیں ہوتے۔ دیکھو نا ایک تو سمندری آب وہوا کی نمی جو پتوں کا رنگ مرجھا دیتی ہے پھر چلچلاتی ہوئی دھوپ اور گرد آلود ماحول جبکہ تمہارا چہرہ بالکل سرسبز وشاداب ہے اور یوں لگتا ہے کہ ابھی ابھی ڈالی سے ٹوٹے ہو۔"

"تم شاعر بھی ہو کیا؟" میں نے سوال کیا۔

"ارے یار میں کیا کیا ہوں تمہیں کیا بتاؤں چلو ایسا کرو پہلے تم مجھے اپنے بارے میں تفصیل بتا دو پھر میں بھی بتادوں گا۔"

"میرے بارے میں کوئی تفصیل نہیں ہے اپنی بستی سے یہاں آیا ہوں نوکری کی تلاش میں اور بس اتنی سی کہانی ہے میری۔"

"گڈ گھر میں ایک ماں چھوڑی ہوگی دو بہنیں چھوڑی ہوں گی اور اور.........."

"یار کیا تم نجومی ہو؟" میں نے حیرت سے پوچھا۔

"فضول بات مت کرنا جھگڑا ہو جائے گا۔"

"کیا مطلب؟"

"نجومی ہوں میں؟"

"مگر یہ کوئی ایسی بری بات تو نہیں کہ تم نارض ہو جاؤ۔"

"ایک نجومی ملا تھا مجھے پوچھا تھا میں نے اس سے اپنے بارے میں ایسی ایسی بے تکی باتیں بتائیں کہ بس تصور نہیں کر سکتے تم ویسے بھی مجھے اس نام سے غصہ آنے لگا ہے۔"

"اوہ اچھا میں تو تمہیں نجومی اس لئے کہہ رہا تھا کہ تم نے بالکل صحیح بتایا یعنی میرے گھر کا کہ میں ایک ماں اور دو بہنیں چھوڑ کر آیا ہوں۔"

"بس تمہاری جیسی آبادیوں سے آنے والے ایسے ہی لوگ ہوا کرتے ہیں کیا نوکری کرو گے یہاں؟"

"جو بھی مل جائے گی محنت مزدوری کروں گا۔"

"ہوں اچھی بات ہے وہ جو کہتے ہیں نا اس موقع کے لئے ایک شعر ہے غالباً کوئی اچھا سا شعر ہے چلو چھوڑو یاد نہیں آرہا کیا فائدہ دماغ پر زور دینے سے۔"

"ہاں یہ بات تو ہے تم کیا کرتے ہو؟"

"تماشائے اہل کرم دیکھتا ہوں۔" اس نے جواب دیا۔

"کیا مطلب؟"

"دیکھو شعر کی توہین نہ کرو یہ مصرعہ ثانی ہے مصرعہ اولیٰ میں صاحب شعر کا نام آجاتا

ہے یعنی اپنے 'مرزا جی کا' مرزا جی سے مجھے بڑا شدید اختلاف ہے یار بڑے عجیب آدمی تھے۔"

"کون مرزا جی؟"

"مرزا غالب کی بات کر رہا ہوں۔"

"اچھا اچھا وہ تو بہت بڑے شاعر تھے۔"

"بالکل یہ بہت بڑے شاعر تھے مگر یہ بتاؤ شاعر کے علاوہ کیا تھے؟"

"کیا مطلب؟"

"چھوڑو تم تازہ تازہ ڈالی سے ٹوٹے ہوئے پھل ہو پتا نہیں کیا جانتے ہو اور کیا نہیں جانتے مزدوری کرنے آئے ہو نا شہر میں؟"

"تم اپنے بارے میں بتا رہے تھے مجھے۔"

"ہاں نام تو بتا ہی چکا ہوں تمہیں اپنا ویسے ایک بات بتاؤں تمہیں سن کر افسوس ہو گا۔"

"کیا؟"

"میری پھوکڑی میں کھوڑا ہے۔" اس نے کہا اور میں متعجبانہ انداز میں اسے دیکھنے لگا۔

"کیا ہے؟" میں نے سوال کیا تو وہ مجھے گھورنے لگا پھر دانت پیس کر غصیلے لہجے میں بولا۔

"ابے میری پھوکڑی میں کھوڑا ہے۔" میں اسے حیرانی سے دیکھنے لگا۔ اچانک ہی وہ جلدی سے بولا۔ "شاید کچھ غلط کہا ہے میں نے سوری سوری میرا مطلب ہے جو ہے نا میری کھوپڑی' کھوپڑی اس میں پھوڑا ہے برین ٹیومر' برین ٹیومر سمجھتے ہو نا ایک منٹ نہیں سمجھو گے۔ میں تمہیں دکھاتا ہوں یہ دیکھو ایکسرے۔" اس نے کہا اور اپنے گریبان کے بٹن کھولنے لگا اندر وہ شاید بنیاد پہنے ہوئے تھا اور اس بنیان کے نیچے براؤن رنگ کا ایک لفافہ رکھا ہوا تھا جو پسینے میں بھیگ کر بری طرح خراب ہو چکا تھا لفافہ نکال کر اس نے اس میں سے ایک ایکسرے نکالا جو دماغ کا ایکسرے تھا اور اس نے وہ میرے سامنے کرتے ہوئے کہا۔

"اب دیکھو' اب سمجھو گے یہ جو بلیک مارکر سے میں نے نشان لگایا ہے نا یہ وہ جگہ ہے جہاں پھوڑا ہے میری کھوپڑی میں سمجھ رہے ہو نا برین ٹیومر سمجھتے ہو نا؟" میں خاموشی

سے اس کی صورت دیکھنے لگا میں نے اب اسے بے حد غور سے دیکھا تھا اچھی پیاری شکل و صورت کا نوجوان آدمی تھا جو کچھ کہہ رہا ہے اگر وہ سچ تھا تو اس سے زیادہ دکھ کی بات اور کوئی نہیں ہو سکتی۔ وہ جلدی سے بولا۔

"دیکھو یار! ذرا ایکسرے دیکھو یہ جو میں نے کالا نشان لگا رکھا ہے نا بس یہ وہ جگہ ہے جہاں پھوڑا ہے۔"

"تمہیں کیسے معلوم؟" میں نے کہا۔

"کمال کرتے ہو یار یعنی مجھے اپنی کھوپڑی کا حال نہیں معلوم ہو گا' ہیں تم سمجھ رہے ہو بس یہ ہے ساری صورت حال اب بتاؤ جو زندگی گزار رہا ہوں اس کے علاوہ کوئی اور زندگی کیسے گزاری جا سکتی ہے بس اتنا ٹھیک ہے ڈاکٹروں کے کہنے کے مطابق سال چھ مہینے اور جیوں گا اب ایک تھوڑی سی زندگی کے لئے انسان زیادہ سے زیادہ کیا کر سکتا ہے ہیں۔"

"نہیں میں تم سے اتفاق نہیں کر سکتا۔"

"مجھ سے یا برین ٹیومر سے؟"

"کسی بھی چیز سے نہیں پہلی بات تو یہ کہ جو کالا دھبا تم نے خود بنا رکھا ہے اس کے نیچے کیا ہے کیا یہ نظر آ رہا ہے؟"

"تمہیں نظر آ نہیں رہا مجھے تو آ رہا ہے نا۔"

"کس ڈاکٹر نے تمہارا یہ ایکسرے اتارا تھا؟"

"میری جان ایکسرے ڈاکٹر نہیں اتارتے لیبارٹری میں اتارے جاتے ہیں۔" اس نے رازداری سے کہا۔

"اور تم اسے لئے کیوں پھر رہے ہو؟"

"اس لئے کہ اس میں میری کھوپڑی کا حال درج ہے۔ کسی کو بتانے میں آسانی ہوتی ہے۔"

"کیا تم بھیک مانگتے ہو؟" میں نے سوال کیا اور وہ اچھل کر دو قدم پیچھے ہٹ گیا پھر اس نے ایکسرے میرے ہاتھ سے چھین لیا تو میں جلدی سے بولا۔

"معافی چاہتا ہوں معافی چاہتا ہوں میرا مطلب یہ نہیں تھا۔ میں تو یہ کہہ رہا تھا۔"

"بس بس یار ایک روٹی کیا کھلا دی۔ دال کے ساتھ اور دال بھی ایسی جس میں نمک بہت زیادہ تھا اور فقیر قرار دے دیا ارے میری جان کے ہزارویں ٹکڑے میں تو تماشائے

اہل کرم دیکھ رہا ہوں فقیروں کا بھیس بنا کر' لوگ کس طرح ایک ایسے شخص کو زندگی گزارتے دیکھتے ہیں جس کی کھوپڑی میں پھوڑا ہو' سمجھ رہے ہو نا بس یوں سمجھ لو کہ ایک تجزیہ کر رہا ہوں ایک جائزہ لے رہا ہوں اگر اتنی سی بات پر فقیر سمجھ بیٹھے تو تمہاری ناسمجھی ہے میں کیا کروں۔"

"فیروز تم آدمی بہت دلچسپ معلوم ہوتے ہو' تمہارا خیال ہے کہ تم سال چھ مہینے زندہ رہو گے؟"

"بالکل اس لئے کہ میری پھوکڑی میں میرا مطلب ہے کہ کھوپڑی میں پھوڑا ہے۔"

"نہیں تم طویل عرصے زندہ رہو گے۔ میں تم سے دوستی کرنا چاہتا ہوں۔"

"مر جاؤں گا تو بوریت ہو گی تمہیں بہرحال انسان کو انسان سے محبت ہوتی ہے سال چھ مہینے اگر تمہارا ساتھ رہا تو تم پر ڈبل مصیبت آ پڑے گی۔"

"ڈبل مصیبت کیا؟"

"یار ظاہر ہے میں تو ہاتھ پاؤں ہلاؤں گا نہیں تم نوکری کرو گے ماں اور دونوں بہنوں کو بھی رقم بھیجو گے میرا پیٹ بھی تمہیں بھرنا پڑے گا ویسے میں ایک روٹی سے زیادہ نہیں کھاتا البتہ دن میں دو چار بار چائے ضرور پی لیتا ہوں تخمینہ لگا لو۔"

"تم فکر مت کرو اللہ تعالیٰ رزق عطا کرنے والوں میں سے ہے۔ دونوں مل کر ساتھ ہی کھائیں گے۔"

"ویری گڈ تو پھر ملاؤ ہاتھ ویسے تم اچھے دوست نظر آتے ہو۔" اس نے کہا اور میں نے اس کی طرف مصافحے کے لئے ہاتھ بڑھا دیا شہر کے اس پہلے دوست کو میں نے بڑی فراخدلی سے خوش آمدید کہا تھا پھر اس نے کہا۔

"مگر نوکری کیا کرو گے یہ تو بتاؤ؟"

"مضبوط ہاتھ پاؤں کا آدمی ہوں اللہ مالک ہے کوئی نہ کوئی کام مل ہی جائے گا۔ ویسے گھر سے یہ کہہ کر نکلا ہوں کہ سرکاری نوکری کروں گا۔"

"ہوں خیر انسان گھر سے کچھ بھی کہہ کر نکل آئے۔ ناواقفیت ایسے ہی جملے زبان سے نکلوا دیتی ہے جو ناممکنات میں سے ہوں لیکن اس شہر میں کام وام تمہیں مل جائے اس کی ذمہ داری میں لیتا ہوں۔" پھر ہم لوگ نہ جانے کیا کیا باتیں کرتے رہے وہ مجھے شہر کے بارے میں بتاتا رہا پڑھا لکھا آدمی معلوم ہوتا تھا لیکن جس حال میں تھا وہ بھی کچھ سمجھ میں نہ آنے والا تھا۔ شام ہو گئی اس نے کہا۔

"آؤ ذرا سیر و سیاحت کریں کہو تو میں تمہیں ساحل سمندر پر لے چلوں؟"

"ابھی نہیں اب تو ہمارا ساتھ رہے گا ہی البتہ ایک بات بتاؤ مجھے تم؟"

"ہاں پوچھو۔"

"تمہارا رات کا ٹھکانہ کہاں ہوتا ہے؟"

"میں نے کہا نا اپنا شہر اپنی آبادیاں ہیں ویسے اوپن ایئر میں نہیں سوسکتے تم اصل میں پولیس والوں کو بھی رات کی ڈیوٹی کرنا ہوتی ہے ناں' بھائی ایسے ہی تو وقت نہیں گزر جاتا۔ پوری رات گزارنی ہوتی ہے۔ تھوڑا سا شغل رہتا ہے ان کا۔ پٹائی وٹائی کرتے رہتے ہیں۔ ملزموں کی سمجھ رہے ہو ناں۔"

"تت......... تو پھر......... پھر رات کو ہم لوگ کہاں رہیں گے؟"

"میں ہوں ناں یار۔ پریشانی کی کیا بات ہے۔ جنرل فیروز تمہارے ساتھ ہے۔ چلو چھوڑو حسن فیروز کہہ لو۔"

"مگر رہو گے کہاں؟"

"وہ جو توپ دیکھ رہے ہو ناں۔ جس کا رخ سیدھا انڈیا کی طرف ہے۔" اس نے بلندی پر پڑے ہوئے پائپ کی جانب اشارہ کیا۔ جس کا ایک سرا اوپر اٹھا ہوا تھا اور دوسرا نیچے زمین پر جھکا ہوا تھا۔ میں ہنس پڑا۔ میں نے کہا۔

"ہاں۔ دیکھ رہا ہوں۔"

"وہ اپنا خفیہ ٹھکانہ ہے۔"

خفیہ ٹھکانہ؟"

"ہاں۔ آؤ تمہیں اس کا نظارہ کرا دیا جائے۔ پولیس والوں کے فرشتوں کو بھی پتا نہیں چلتا کہ اس توپ میں کسی کا بسیرا ہے اور یہ توپ جو آدھی زمین میں گڑی ہوئی ہے یعنی اس کی عمر کا صحیح اندازہ نہیں لگا سکتے تم میں نے سوچا کہ سال چھ مہینے اپنا گزارا یہاں ہو جائے گا۔ اتنے عرصے تک کوئی اسے یہاں سے نکالتا نہیں ہے۔ یہاں سڑکوں کی کھدائی ہوتی ہے۔ اس کی پلاننگ دو سال پہلے ہوتی ہے۔ پھر دو سال کے بعد کھدائی شروع ہوتی ہے اور پھر دو سال تک کھدائی ہوتی رہتی ہے۔ پھر دو سال تک یہ سوچا جاتا ہے کہ اسے بند بھی کرنا ہے۔ سمجھ رہے ہو ناں۔ جبکہ اپنی لائف تو پارٹنر سال چھ مہینے کی ہے لیکن خیر فی الحال اپنے آرام کے لئے اس سے اچھی اور کوئی جگہ نہیں ہے۔ آؤ ذرا تمہیں اس کی زیارت کرا دیتے ہیں۔" اس نے اس ڈھیر پر چڑھنے کے لئے باقاعدہ راستہ بنایا ہوا تھا اور

پھر اس مضبوط اور وزنی پائپ کے دہانے سے اندر داخل ہونے کا راستہ الگ سے تھا۔ البتہ اس کا ٹیڑھا پن ذرا پریشان کن تھا۔ میں نے اس کے بارے میں سوال کیا تو وہ بولا۔

"اندر چلو۔ اندر چلو۔ ذرا دیکھو تو سہی۔ ٹوٹل ائرکنڈیشنڈ ہے۔ مطلب یہ کہ ویسٹ اوپن۔ ویسٹ۔ دیکھ رہے ہو ناں سامنے وہ ویسٹ ہے اور یہ ایسٹ ہے۔ ہوا کی اتنی شاندار کراسنگ ہے کہ اگر چرس کے بیس سگریٹ پی جاؤ یا شراب کی بوتلیں تو وہ نشہ نہ آئے جو اس میں لیٹنے کے بعد انسان کو آتا ہے۔ مشکلات سے پاک علاقہ ہے۔"

"مگر رات کو اس میں سویا کیسے جاتا ہوگا؟"

"مطلب؟"

"اس کا ڈھلان۔"

"یہی تو اپنی انجینئرنگ ہے۔ ذرا اندر چل کے دیکھو۔ میں پائپ میں داخل ہوا تو واقعی بڑی ٹھنڈک محسوس ہوئی۔ نیچے بڑی عمدگی کے ساتھ اینٹیں جمائی گئی تھیں اور ان پر پاؤں ٹکائے جاسکتے تھے۔ اس نے مجھے لیٹ کر دکھایا اور بولا۔

"دو آدمی بڑے آرام سے سو سکیں گے۔ ویسے اگر میں شادی کر لیتا اور اسے اپنا بیڈ روم بناتا تو میری وائف بڑی خوشی سے یہاں رہنا پسند کرتی۔" میں ہنس پڑا۔ بڑے مزے کی چیز ملی تھی مجھے ایک آدمی کا مسئلہ ہی کیا۔ جہاں تین افراد بستی دوآبہ میں پالتا تھے۔ وہاں ایک شخص اگر یہاں میرا ساتھی بنا رہے تھے تو کوئی حرج نہیں ہے لیکن بہرحال مجھے اس بات کا افسوس تھا کہ اگر واقعی اس کے دماغ میں پھوڑا ہے تو اس کے لئے کیا کیا جاسکتا ہے۔ پھر رات ہم لوگوں نے وہیں گزاری۔ رات کا کھانا بھی اسی کی نشاندہی پر ایک سستے سے ہوٹل میں کھایا تھا۔ اس نے کہا تھا۔

"میں جو کچھ تمہارا خرچ کرا رہا ہوں ناں۔ اس کا نعم البدل بھی ادا کروں گا اور تم سے یہ کبھی نہیں کہوں گا کہ کچھ زیادہ خرچ کرو۔ ورنہ وہ جو کہتے ہیں ناں 'یہ' خود سمجھ لو کہ کیا کیا نہیں ہے یہاں مگر سب کے لئے نہیں ہے۔ اب اسے شعر میں ڈھالنے کی کوشش کرو تو اچھا خاصا وقت لگ جائے گا۔ اس لئے چھوڑو۔" صبح کے ناشتے کے بعد میں نے اسے کہا۔

"جناب فیروز صاحب! اب کچھ دھندے وغیرہ کی بات بھی کی جائے۔"

"فکر مت کرو۔ ڈائریکشن میری ہے ناں۔ میری ڈائریکشن میں رہو گے تو کوئی پریشانی نہیں ہوگی یہ میرا وعدہ ہے۔"

"مطلب؟"

"دیکھ بھائی۔ اگر بابو بننا ہے' کوئی اعلیٰ نوکری تلاش کرنی ہے تو بھول جا اس بات کو۔ سرکار کیا کیا کر رہی ہے۔ یا سرکار کے ساتھ لوگ کیا کیا کر رہے ہیں یہ ایک ایسا گمبھیر مسئلہ ہے جسے حل کرنے بیٹھو گے تو خود اس میں حل ہو کر رہ جاؤ گے اور مسئلہ حل نہیں ہو گا۔ محنت مزدوری کرو۔ یہ ساری قوم ایک میز پر بیٹھ کر قلم ہاتھ میں لے کر حرام خوری کرنا چاہتی ہے اور اس کا محور بس یہی حرام خوری ہے۔ ارے میرے پیارے بھائی اس وطن کی مٹی کو تمہاری ضرورت ہے۔ یہ پائپ لائنیں جو پڑی ہیں نا اوپر سے نیچے تک۔ انہیں ان کی صحیح جگہ پہنچانا تمہارا فرض ہے۔ انہیں صحیح جگہ پہنچا دو گے تو شہروں میں خوبصورتی پیدا ہو گی۔ میرا مطلب کہنے کا یہ ہے کہ محنت مزدوری کرنے پر کمر باندھ لو روزی بہت۔"

"میں تیار ہوں۔ مگر تم مجھے گائیڈ کرو۔"

"تو آجاؤ نا میرے ساتھ۔" اس نے کہا اور مجھے لئے ہوئے ایک چوک پر پہنچ گیا۔ چوراہے پر بہت سے لوگ بیٹھے ہوئے تھے۔ تلاش رزق میں منتظر نگاہوں سے وہ چاروں طرف دیکھ رہے تھے کہ ایک شخص ہمارے قریب پہنچ گیا۔ اس نے پہلے فیروز کو اور پھر مجھے دیکھا اور پھر مجھ سے بولا۔

"مزدوری کرو گے؟"

"بالکل کریں گے۔"

"اینٹیں اٹھانی پڑیں گی۔"

"تو اٹھالیں گے۔"

"اسی روپیہ۔"

"ٹھیک ہے۔"

"ایک آدمی آجاؤ۔" میں اپنی جگہ سے اٹھا تو فیروز بھی میرے ساتھ ساتھ ہی چل پڑا تھا۔

"میں نے کہا ایک آدمی آجاؤ۔"

"فکر مت کر ہم دونوں مل کر ایک ہی ہوتے ہیں۔" فیروز نے کہا۔

"کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ یہ اینٹیں اٹھائے گا اور میں اسے سپروائز کروں گا۔ یہ میری ڈائریکشن میں چلتا ہے۔ سوچ سمجھتے ہو ناں سوچ۔ اس کا سوچ میرے ہاتھ میں ہے۔"

"مسخری نہیں چلے گا۔"

"بالکل نہیں چلے گا۔"

"دوپہر کو ایک آدمی کھانا ملے گا۔"

"پروا نہیں۔ آدھا آدھا کھالیں گے۔" فیروز نے سینہ تان کر کہا اور وہ ہنسنے لگا پھر بولا۔

"آجاؤ۔" اور ہم دونوں چل پڑے۔ مکان بن رہا تھا ایک اور وہ شاید ٹھیکیدار تھا۔ اسے ایک مزدور کی ضرورت تھی۔ اینٹوں کے ڈھیر لگے ہوئے تھے اور یہ اینٹیں اس مکان کی دوسری منزل تک پہنچانی تھیں۔ میرا کام مجھے بتا دیا گیا اور میں نے اینٹیں ایک تختے پر رکھ رکھ کر اوپر پہنچانا شروع کر دیں۔ فیروز واقعی مجھے سپروائز کر رہا تھا۔ وہ اس تختے پر اینٹیں سنبھلواتا۔ مجھے بیلنس کرتا اور اوپر روانہ کر دیتا۔ بہرحال اپنی زندگی کی پہلی محنت مزدوری اینٹیں اٹھانے کی شکل میں' میں نے کی۔ جس کے نتیجے میں شام کو مجھے دس دس کے آٹھ نوٹ مل گئے اور میری خوشیوں کا ٹھکانہ نہ رہا یہ آٹھ نوٹ تو بہت عرصے تک میرا ساتھ دے سکتے تھے۔ اگر اس طرح مزدوری ملتی رہے تو شاید میری مشکلات میں کافی کمی واقعہ ہو جائے۔ رات کو اپنے ویسٹ اوپن بیڈ روم میں لیٹ کر میں فیروز سے یہی باتیں کرتا رہا۔ میں نے کہا۔

"فیروز کیا روزانہ اس قسم کی مزدوری مل جایا کرتی ہے؟"

"کیا بات کرتے ہو یار۔ ابھی اگر تم رات میں بھی یہ مزدوری تلاش کرو تو تمہیں مل جائے گی۔ مگر کیوں پوچھ رہے ہو؟"

"نہیں میرا مطلب ہے کہ کل صبح بھی ہم مزدوری کی تلاش میں اسی جگہ جاکر بیٹھیں گے۔"

"دماغ خراب ہوا ہے کیا۔" وہ عجیب سے لہجے میں بولا۔

"کیوں؟" میں نے تعجب سے پوچھا۔

"کیا تم روزانہ مزدوری کرو گے؟"

"تو پھر؟"

"اسی لئے تو کہتا رہا ہوں کہ تمہارا دماغ خراب ہے۔ تمہیں اسی روپے ملے ہیں ناں کم از کم چار دن چل جائیں گے یہ پیسے اگر ہم احتیاط کریں تو۔ خرچہ ہی کیا ہے ہمارا۔ صبح کا ناشتہ' دوپہر کا کھانا اور رات کا کھانا۔ ایک روٹی میں کھاتا ہوں چار تم کھاتے ہو۔ دال

وغیرہ کے ساتھ گزارا کرلیا جائے۔ گدھوں کی طرح کام کرنے کا کیا فائدہ۔"

"اب میں یہ کہوں گا کہ معاف کرنا دماغ میرا نہیں تمہارا خراب ہے ارے میرے پیارے بھائی۔ تفصیلات میں تمہارے گوش گزار کرچکا ہوں۔ ماں اور دو بہنوں کو چھوڑ کر آیا ہوں اپنی بستی میں۔ انہیں بھی تو رقم بھیجنی ہے مجھے۔ کیا وہ بھوکی مریں گی۔ بڑا آسرا کیا ہے انہوں نے مجھ سے اور بڑی آس لگا کر شہر بھیجا ہے۔"

"اوہ۔" وہ سیٹی بجانے والے انداز میں ہونٹ سکوڑ کر بولا۔ پھر اس نے بعد میں کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ رات کے نہ جانے کون سے پہر اپنے اس بیڈ روم میں مجھے نیند آگئی۔ کوئی بارہ ساڑھے بارہ بجے ہوں گے۔ جب سامنے والے پارک میں سوتے ہوئے لوگوں کو پولیس والے پکڑنے لگے اور اچھا خاصا ہنگامہ برپا ہوگیا۔ میں جلدی سے پائپ کے آخری سرے پر پہنچ کر اس ہنگامے کو دیکھنے لگا تو پیچھے سے فیروز نے میری ٹانگیں پکڑ کر مجھے کھینچ لیا۔ ڈھلان تھا اس لئے نیچے پھسلتا ہوا چلا آیا۔

"دماغ خراب ہوا ہے کیا۔ آرام سے سوتے رہو کیوں انہیں اپنی جانب متوجہ کر رہے ہو۔"

"مگر کیا ہو رہا ہے یہ؟"

"کمائی۔" فیروز نے جواب دیا اور کروٹ بدل لی۔

"کیسی کمائی۔ یہ رات میں کیسی کمائی ہو رہی ہے؟"

"میرے بھائی! پولیس والے ہیں سونے والوں سے دو دو روپے وصول کرتے ہیں۔ ابتدا یہیں سے ہوتی ہے۔ پہلے وہ انہیں پکڑ کر ایک جگہ اکٹھا کرلیں گے اور اس کے بعد افسر انہیں اشارہ کرے گا۔ گردن اٹھا کر پوچھے گا کہ ہاں کیا ہو رہا ہے سو رہے ہو؟ بس پھر مذاکرات ہوں گے اور اس کے بعد ادائیگیاں ہوجائیں گی۔ چار روپے بچاؤ۔ ہمارے اس بیڈ روم کے بارے میں کسی کو کوئی شبہ نہیں ہے۔ خاموشی سے پڑے رہو۔" میں ایک ٹھنڈی سانس لے کر خاموش ہوگیا تھا۔ شہری معاملات آہستہ آہستہ میری سمجھ میں آتے جارہے تھے۔ دوسرے دن بھی مزدوری مل گئی اور تیسرے دن بھی۔ اس دوران حسن فیروز مجھے سپروائز کرتا رہا تھا۔ ساتھ ہی ساتھ ہوتا تھا۔ آرام خور قسم کا آدمی تھا۔ خود محنت مزدوری کرنے کا قائل نہیں تھا۔ کہتا تھا برین ٹیومر ہے بہرحال انسان بہت اچھا تھا۔ چوتھے دن نوکری کی تلاش میں بیٹھا ہوا تھا۔ برابر میں اور بھی بہت سے لوگ بیٹھے تھے۔ کافی وقت گزر گیا تھا۔ موسم ذرا گرم اور خشک تھا۔ اس لئے پریشانی ہو رہی تھی۔ جب ساڑھے

دس پونے گیارہ بج گئے تو فیروز نے مسکراتے ہوئے خوش ہو کر کہا۔

"آج اللہ نے تقدیر میں کچھ بہتری لکھ دی ہے۔" میں نے چونک کر اسے دیکھا تو وہ بولا۔

"کوئی منحوس تمہیں وداع کرکے لے جانے کے لئے نہیں آیا۔" اس کے انداز پر مجھے ہنسی آگئی تھی۔ میں نے کہا۔

"میرے گاہکوں کو منحوس کہہ رہے ہو۔"

"اس طرح لے جاتے ہیں جس طرح شوہر بیوی کو وداع کرکے لے جاتا ہے بغیر نکاح کے اور پھر مہر کے اسی روپے ادا کردیئے جاتے ہیں۔ آؤ کم از کم چھاؤں میں تو بیٹھو۔"

"اور کوئی آگیا تو؟"

"انشاء اللہ۔ آج نہیں آئے گا۔ بس ٹائم گزر گیا۔ لوگ بھی بہت چالاک ہیں۔ مزدوری کرنے کے لئے صبح ہی صبح بندے لے جاتے ہیں۔ اب بھلا ساڑھے دس بجے کسے غرض پڑی ہے جو آدھے دن کی مزدوری پوری ادا کرے گا۔ آجاؤ۔ آج اللہ کے فضل سے مزدوری نہیں ملے گی۔" میں ہنستا ہوا اٹھ گیا تھا۔ وہ مجھے ساتھ لئے ہوئے کافی فاصلے پر بنے ایک چائے خانے میں جا بیٹھا اور مسکرا کر بولا۔

"عیش ہی عیش۔ کیش تو تمہارے پاس اچھا خاصا ہے۔ آج میں تمہیں سمندر دکھاؤں گا۔ آہ' تمہیں کیا معلوم۔ سمندر کی لہروں سے باتیں کرو گے تو دنیا جہاں کی کہانیاں سنادیں گی۔ سمجھ رہے ہوناں۔" میں مسکرا کر خاموش ہوگیا۔ اس نے ویٹر کو چائے کا آرڈر دیا اور ویٹر نے ہمارے سامنے چائے کی پیالی لاکر رکھ دی۔ برابر والی میز پر اخبار پڑا ہوا تھا۔ ان کئی دنوں میں' میں نے اخبار نہیں دیکھا تھا۔ میں نے اخبار اٹھا لیا۔ وہ چائے کے چھوٹے چھوٹے گھونٹ لے کر چائے خانے میں بیٹھے ہوئے لوگوں کا جائزہ لے رہا تھا۔ میں اخبار پر نگاہیں دوڑانے لگا۔ سنسنی خیز سرخیاں لگی ہوئی تھیں۔ ان پر نگاہیں دوڑاتا رہا پھر اندرونی صفحہ کھول کر دیکھا اور سٹی پیج پر نگاہیں دوڑانے لگا۔ دفعتاً ہی میری آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں اور میں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اس تصویر کو دیکھنے لگا۔ جو حسن فیروز کے علاوہ اور کسی کی نہیں تھی۔ اس کے نیچے ہی خبر لگی ہوئی تھی۔

"حسن فیروز' عمر چوبیس سال' ذہنی توازن درست نہیں۔ تصویر شائع کی جارہی ہے۔ جس شخص کو بھی دستیاب ہو براہ کرم مندرجہ ذیل پتا پر پہنچا کر پانچ ہزار روپے نقد

انعام حاصل کرے۔“ میں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اس تصویر کو دیکھنے لگا۔ نام بھی حسن فیروز تھا اور تصویر سو فیصد ہی حسن فیروز کی تھی۔ چیک کا خوبصورت کوٹ پہنے ہوئے‘ ٹائی لگائے ہوئے‘ بال سلیقے سے بنے ہوئے۔ لیکن موجودہ حلیے سے بالکل مختلف بہت دیر تک میں اس کی تصویر کو دیکھتا رہا اور اس کے بعد مجھے کوئی شبہ نہیں رہا کہ یہ حسن فیروز ہی کی تصویر ہے۔ میں نے اس پر لکھا ہوا پتا پڑھا اور میرے ذہن میں بہت سے وسوسے جاگ اٹھے۔ اس میں کوئی شک نہیں تھا کہ وہ عجیب وغریب فطرت کا مالک تھا لیکن ابھی تک یہ اندازہ نہیں ہوا تھا کہ اس کا ذہنی توازن درست نہیں ہے۔ چند لمحوں کے لئے تو نیت ڈانواں ڈول ہونے لگی۔ میں نے سوچا کہ کسی طرح چالاکی کے ساتھ اسے درج شدہ پتے پر لے جاؤں اور ان لوگوں کے حوالے کر دوں جنہوں نے اس کے لئے یہ اشتہار دیا ہے لیکن اچانک ہی ضمیر نے ملامت کی اور کہا کہ یہ شخص دوست کی حیثیت سے تیرے پاس آیا ہے اور شہر کا پہلا انسان ہے جس کی وجہ سے بہرحال تجھے شہر سے شناسائی حاصل ہوئی ہے۔ پانچ ہزار روپے کے لئے اس کے ساتھ کیا یہ سلوک کرنا مناسب ہوگا؟ میں کشمکش کا شکار تھا۔ اس نے میری جانب دیکھا اور بولا۔

”اب اخبار ہی پڑھتے رہو گے یا یہاں سے اٹھنے کا ارادہ بھی کرو گے؟“ میں نے اسے عجیب سی نگاہوں سے دیکھا تو وہ چونک پڑا پھر بولا۔

”کیوں کیا کوئی خاص خبر پڑھ لی؟“

”ہاں۔“ میں نے کہا۔

”دکھاؤ تو سہی کیا ہے؟“ اس نے کہا اور میں نے اخبار کا وہ حصہ موڑ کر اس کے سامنے کر دیا۔ حسن فیروز نے پہلے سرسری نگاہ سے اخبار کو دیکھا پھر چونک کر تصویر دیکھنے لگا پھر وہ عجیب سے انداز میں اس خبر کو پڑھنے لگا۔ اس کے ہونٹ آہستہ آہستہ بھنچتے جا رہے تھے۔

”ہونہہ۔ تو کرنل صاحب! یہ بدمعاشی کی ہے آپ نے۔“ میں خاموشی سے اس کی صورت دیکھتا رہا۔ تو اس نے چونک کر مجھے دیکھا پھر بولا۔

”کیا تمہارے دل میں پانچ ہزار روپے حاصل کرنے کا خیال نہیں آیا؟“

”نہیں۔“ میں نے جواب دیا۔

”تب تم بیوقوف ہو۔“

”اگر اس سلسلے میں کوئی بات کی تم نے حسن تو یہ سمجھ لو کہ میرے تمہارے

تعلقات اسی وقت سے ختم ہو جائیں گے۔“

”ارے نہیں نہیں۔ یہ کون احمق چاہتا ہے۔ مگر بات کچھ سمجھ میں نہیں آئی؟“

”تمہارا کیا خیال ہے میں تمہیں اتنا کمینہ نظر آتا ہوں چہرے سے کہ پانچ ہزار روپے کے لئے تمہارے ساتھ غداری کروں گا۔“ میں نے اس کے چہرے پر ایک رنگ آتے ہوئے دیکھا تھا لیکن بس ایک لمحے کے لئے پھر اس کے بعد وہ نارمل ہو گیا تھا اس نے پُرخیال انداز میں کہا۔

”جانتے ہو یہ حرکت کس کی ہے؟“

”ابھی تم نے کسی کرنل کا نام لیا تھا۔“

”ہاں کرنل ہمایوں خان۔“

”کون ہے یہ کرنل ہمایوں خان؟ تم انہیں جانتے ہو؟“

”ہاں۔“

”کون ہیں؟“

”میرے دادا جان۔“ اس نے جواب دیا اور میرا منہ حیرت سے کھل گیا۔

”سس......... سگے دادا جان؟“ میں نے سوال کیا اور وہ مجھے گھورنے لگا۔

”نن......... نہیں۔ مم میرا مطلب ہے۔ پھ......... پھر انہوں نے یہ اشتہار کیوں دیا ہے۔“

”اس لئے کہ میرا ذہنی توازن واقعی خراب ہے۔“

”خیر یہ بات میں نہیں مانتا۔“

”ابے میں کہہ تو چکا ہوں کہ میری پھوکڑی میں کھوڑا ہے۔ مطلب یہ کہ کھوپڑی میں پھوڑا ہے۔“

”یہ بھی نہیں مانتا میں۔“

”یار کمال ہے۔ تم ایکسرے کو جھوٹا ثابت کر رہے ہو۔ میں نے تمہیں ایکسرے تو دکھایا تھا۔“

”دیکھو حسن فیروز۔ کم از کم میں ان ساری باتوں کو نہیں مانوں گا۔ تم نے جس جگہ کو پھوڑا ظاہر کیا ہے اسے تم نے بلیک مارکر سے چھپا رکھا ہے۔“

”پتا ہے کیوں؟“ اس نے کہا۔

”نہ پتا ہے اور نہ پتا کرنا چاہتا ہوں۔“

"یار دیکھو میری بات سنو۔ اچھا چلو چھوڑو۔ تم بہت اچھے' بہت شریف آدمی ہو۔ میں تمہیں مختصر الفاظ میں بتائے دیتا ہوں۔ اصل معاملہ کیا ہے۔ جاننا چاہتے ہو ناں اصل معاملہ؟"

"اگر تم بتانا پسند کرو تو۔"

"میں نے کہا ناں تم بہت شریف انسان ہو۔ بہت اچھے دوست' بہت اچھے ساتھی۔ سنو میں تمہیں بتاتا ہوں۔ میں سڑکوں پر بھیک مانگنے والا فقیر نہیں ہوں سمجھ رہے ہو نا تم۔"

"اس کا مجھے اندازہ ہوگیا تھا۔"

"کیسے؟"

"تمہارے نرم ونازک ہاتھوں سے۔"

"بیوقوفی کی باتیں کر رہے ہو۔ آئے ہو ایک پہاڑی گاؤں سے اور بننے کی کوشش کر رہے ہو بقراط۔ پیارے بھائی کبھی کسی فقیر کے ہاتھ دیکھے ہیں۔ ایک مصور ایک فنکار' سنگ تراش' ان کے ہاتھ بھی اتنے خوبصورت نہیں ہوں گے جتنے فقیر کے ہاتھ خوبصورت ہوتے ہیں اور جانتے ہو کیوں؟"

"کیوں؟"

"اس لئے کہ اس نے زندگی میں کبھی محنت کا کوئی کام نہیں کیا ہوگا۔ ذرا کبھی کسی فقیر کا انٹرویو لے کر دیکھو۔ بلکہ چھپتے رہتے ہیں اخبارات میں۔ اس سے زیادہ عیش میں اس وقت کوئی طبقہ نہیں ہے۔ یوں سمجھ لو اگر کوئی فقیر خاندان میں پیدا ہوگیا یا کسی کو فقیروں کے درمیان تسلیم کرلیا گیا تو اس کی لاٹری نکل آئی۔ مگر دادا جان' خیر چھوڑو۔ ایک سانس ساری باتیں بتانا ناممکن ہے اور نامناسب۔ بات میں اپنی کر رہا تھا۔ میرا مسئلہ یہ ہے کہ میں کرنل جہانگیر کا بیٹا ہوں۔"

"کرنل جہانگیر؟"

"ہاں اور دادا جان بھی کرنل کے عہدے پر ریٹائرڈ ہوئے۔ کرنل ہمایوں۔ ملٹری میں ڈاکٹر تھے اور سنا یہ گیا ہے کہ بہت اچھے آرتھوپیڈک بھی تھے۔ ویسے بھی بہت سارے شعبوں میں اسپیشلسٹ تھے۔ میری اور دادا جان کی گہری دوستی اور گہری دشمنی ہے۔ دونوں چیزیں ساتھ ساتھ چلتی ہیں اور اس کی وجہ پتا ہے کیا ہے؟"

"میں نہیں جانتا۔"

"اماں جان بڑی بدمزاج خاتون تھیں۔ مجھے پیدا تو کردیا انہوں نے لیکن میری پرورش کے معاملے سے منہ موڑ گئیں اور بغیر کسی سے مشورہ کئے ہوئے اس دنیا سے رخصت ہوگئیں۔ والد صاحب قبلہ اس وقت فوج میں لیفٹیننٹ تھے شاید اور بریگیڈیئر صاحب کی صاجزادی سے عشق کرتے تھے۔ کئی مرتبہ کورٹ مارشل ہوا لیکن اس عشق میں کمی نہ ہوئی۔ یہاں تک کہ بریگیڈیئر صاحب کی صاجزادی کی شادی ہوگئی۔ جب ان خاتون کی شادی ہوئی تو ہوش میں آئے اور سوچا کہ اب کچھ حاصل نہیں ہے۔ پھر میری والدہ سے ان کی شادی بھی ہوگئی تھی اور وہ بیوہ بھی ہوگئے۔"

"بب.........بیوہ۔"

"ہاں۔ ہاں والدہ کی موت کے بعد انہیں بیوہ ہی ہوجانا چاہئے تھا۔"

"بیوہ عورتیں ہوتی ہیں مرد نہیں۔"

"دیکھو یار بات سنو۔ مجھ سے گرائمر پر بات مت کرو۔ مسئلہ کہنے کا یہ ہے کہ میری والدہ کا انتقال ہوگیا۔ اس دوران والد صاحب میجر کے عہدے تک آگئے اور اس کے بعد مزید ترقی کرتے چلے گئے۔ بریگیڈیئر صاحب ریٹائرڈ ہوگئے تھے اور ان کی صاجزادی بھی رنڈوا ہوگئی تھیں۔"

"کک کیا؟" میں نے حیرت سے کہا۔

"پھر وہی گرائمر کی بات کرو گے۔ مطلب یہ کہ ثروت آرا بیگم کے شوہر کا بھی انتقال ہوگیا تھا۔ دشمن کی گولی ان کے سینے کے پار ہوگئی تھی۔ والد صاحب کے دل میں پھر عشق کا بھوت جاگا۔ بریگیڈیئر صاحب کی توجہ حاصل کرنے میں کامیاب ہوگئے اور نتیجے میں ثروت آرا بیگم سے شادی ہوگئی یار انسان بڑی عجیب چیز ہے۔ ظاہری حسن پر مرتا ہے اور بس یہ دیکھ لیتا ہے کہ کون سے چہرے کی چمک کیسی ہے' ثروت آرا بیگم بظاہر تو بہت خوبصورت تھیں اور درحقیقت خوبصورت ہیں لیکن تھی وہ بریگیڈیئر صاحب کی بیٹی۔ ایک دم سے فوجی مزاج کی مالک۔ سخت کرخت۔ والد صاحب کے تو ہوش ٹھکانے کردیئے انہوں نے۔ بس اپنی مرضی کی مالک تھیں۔ جو دل چاہتا کرتی رہتیں۔ چنانچہ انہوں نے اپنی مرضی سے کئی لڑکیاں پیدا کیں اور اپنی مرضی سے مجھ سے ہمیشہ دشمنی کا اظہار کرتی رہیں۔ نتیجے میں میری پھوکڑی میں کھوڑا ہوگیا۔" اس نے کہا اور اپنا سر دونوں ہاتھوں سے پیٹنے لگا۔ تھوڑی دیر تک سر پیٹتا رہا پھر بولا۔

"میرے اور والد صاحب کے درمیان اختلافات شدید تر ہوتے چلے گئے

اور اس کے بعد بس دادا جان ہیں اور میں ہوں۔ مگر دادا جان بھی شرارتیں ہی کرتے رہتے ہیں۔ اب اس عمر میں انہیں شرارتیں کرنے کے علاوہ اور کچھ نہیں سوجھتا۔ اپنی کوٹھی کے الگ تھلگ حصے میں ایک ورک شاپ بنا رکھا ہے۔ میرا جہاں تک معاملہ ہے عموماً سوتیلی والدہ کی دشمنی کا شکار رہتا ہوں۔ بہنیں حالانکہ برے مزاج کی نہیں ہیں لیکن بھلا انہیں کیا پڑی ہے کہ اپنی ماں سے کوئی جھگڑا مول لیں۔ ایک دادا جان ہیں جن سے میری گاڑھی چھنتی ہے لیکن جو کچھ وہ کرتے ہیں اس سے میں اتفاق نہیں کرتا۔ چنانچہ کبھی کبھی گھر سے نکل بھاگتا ہوں۔ مہینہ' ڈیڑھ مہینہ' دو مہینے عیش کی زندگی گزارتا ہوں اور جیسا کہ میں نے تم سے کہا کہ تماشائے اہل کرم دیکھتا ہوں۔ مزا آتا ہے یار اس زندگی میں بھی۔ تمہیں اگر کبھی موقع ملے تو انسانوں کا گہری نگاہوں سے تجزیہ کرو۔ لطف آجائے گا تمہیں۔" میں خاموشی سے اسے دیکھتا رہا۔ بڑی عجیب سی کہانی تھی اس کی۔ اگر واقعی یہ سچ ہے' لیکن یہ سچ اخبار میں اس تصویر کی شکل میں بھی میرے سامنے تھا۔ میں نے اس سے کہا۔

"لیکن دادا جان نے تمہاری ذہنی حالت کی خرابی کا یہ اشتہار کیوں دیا ہے؟"

"تم کیا سمجھتے ہو دادا جان کو۔ بڑی آفت چیز ہیں۔" اس نے کہا اور پھر ایک دم خاموش ہو کر کچھ سوچنے لگا۔ میں اس کی صورت دیکھ رہا تھا۔ مجھے اس کے چہرے کے نقوش میں بڑی عجیب عجیب سی تبدیلیاں محسوس ہو رہی تھیں۔ اچانک ہی اس نے نگاہیں اٹھا کر مجھے دیکھا اور سنسنی خیز لہجے میں کہا۔

"مراد گل! تم نے مجھ سے تذکرہ کیا تھا کہ گھر میں ماں ہے' بہنیں ہیں اور انہیں رقم کی ضرورت ہے۔ کیا تھا ناں تذکرہ؟"

"ہاں تو پھر؟" میں نے چونک کر پوچھا اور وہ ایک آنکھ دبا کر مسکرایا۔

"فی الحال پانچ ہزار۔ میرے خیال میں ایک مناسب رقم ہو گی۔ چھوٹی چھوٹی بستیوں میں تھوڑے سے پیسوں سے زندگی گزر جاتی ہے۔"

"مطلب؟" میں نے چونک کر پوچھا۔

"یار دادا جان سے پانچ ہزار روپے وصول کرو اور وہ پیسے ماں کو بھیج دو۔"

"دماغ خراب ہے کیا؟" میں نے غرا کر کہا۔

"دادا جان کا یہی خیال ہے۔ ویسے تمہیں اس پر کیا اعتراض ہے؟" وہ بولا۔

"میں تمہارے نام پر یہ پانچ ہزار وصول کروں گا۔"

"اب تم شہنشاہ جذبات گریگوری پیک بننے کی کوشش کر رہے ہو۔ سنو میری جان دادا کے پاس بہت کچھ ہے۔ وہ ایک عجیب و غریب چیز ہیں۔ ملو گے تو لطف آجائے گا۔ یہ پانچ ہزار ان کے لئے کوئی اہمیت نہیں رکھتے۔ مذاق میں دے سکتے ہیں ہم کیوں نہ فائدہ اٹھائیں۔"

"نہیں فیروز۔ تم سے دوستی ہو گئی ہے۔ تمہارے دادا جان کو.........."

"تب تمہاری پھوکڑی میں بھی کھوڑا ہے۔ مگر سنو' اب تک تمہارے حساب میں کھاتا رہا ہوں۔ تم مزدوری کرتے رہے ہو اور میں عیش کرتا رہا ہوں کیوں؟ میری بات سمجھ رہے ہو ناں۔ تمہیں۔ دادا جان سے پانچ ہزار روپے وصول کرنے ہیں۔ ورنہ میں تم سے دوستی ترک کردوں گا خاموشی سے کہیں چلا جاؤں گا اور دوبارہ نہیں ملوں گا۔"

"میری بات سمجھنے کی کوشش تو کرو فیروز۔ کیا اس کے بعد ہماری دوستی قائم رہ سکے گی؟"

"ہاں رہے گی بلکہ اور مستحکم ہو جائے گی۔ بیٹا چلو میرے ساتھ۔ یہ تصویر دوسروں نے بھی دیکھی ہو گی۔ کوئی بھی پانچ ہزار کے لئے مجھ پر حملہ آور ہو سکتا ہے۔ اس لئے جلدی کرو۔"

"مگر کیا کروں؟"

"آؤ میرے ساتھ۔" اس نے کہا اور میں بحالت مجبوری آمادہ ہو گیا۔ وہ اِدھر اُدھر نگاہیں دوڑانے لگا۔ پھر اس نے ایک ٹیکسی کو اشارہ کر دیا۔

ٹیکسی کے سفر کے دوران بہت سی سوچیں میرے حواس خراب کر رہی تھیں۔ ایک نکمے مفت خور کی شکم پری میرے لئے مشکل مرحلہ نہیں تھی' جیسے تیسے کام چل جاتا لیکن یہ اشتہار' تصویر اور پھر حسن فیروز کی کہانی' انہوں نے میرے ذہن کو الجھا دیا تھا۔ استاد محترم مہارت خان نے زندگی گزارنے کے لئے جو گر بتائے تھے ان میں بنیادی سبق یہی تھا کہ زندگی کی لکیر کو سیدھا رکھو یہ سفر ہر طرح کے خطرات سے پاک رہنا چاہئے' ایک چھوٹی سی بات یا چھوٹے سے لالچ کو ضرورتوں کا محور نہ بناؤ' لیکن اس سے گریز کرو۔ یہ شخص بظاہر تو اچھا آدمی معلوم ہوتا تھا لیکن بہرحال اس میں کوئی شک نہیں تھا کہ میں نے اسے نہیں پکڑا تھا بلکہ اس نے خود ہی مجھے اپنے دادا جان کے سامنے لے جانے کی پیشکش کی تھی' شاید حاصل شدہ پانچ ہزار میں سے وہ اپنی بھی کچھ ضروریات پوری کرنا چاہتا ہے' بہرحال ٹیکسی مختلف راستوں سے گزرتی ہوئی ایک ایسی خوبصورت شاندار کوٹھی کے گیٹ

کے سامنے رکی تھی کہ نیچے اترنے کے بعد میرا دل چاہا کہ چھلانگ لگا کر بھاگ جاؤں' مجھے یقین نہیں آرہا تھا کہ حسن فیروز جیسا نکما اور نالائق شخص اس کوٹھی میں رہتا ہوگا یا اس عالی شان کوٹھی والوں سے اس کا کوئی تعلق ہوگا۔ سنہرے رنگ کا بڑا سا گیٹ تھا جس پر ایک چوکیدار کھڑا ہوا نظر آرہا تھا وہ بھی دیکھنے سے ہی تعلق رکھتا تھا' ایسی عمارتیں تو تصویروں میں دیکھی جاسکتی ہیں لیکن بہرحال وہ میرے سامنے تھی۔

"ٹیکسی کے پیسے دو یار۔" حسن فیروز نے کہا اور میں نے جلدی سے ٹیکسی والے کو اس کا بل ادا کردیا' ٹیکسی اسٹارٹ ہوکر آگے بڑھ گئی تھی تو حسن فیروز نے کہا۔

"آؤ۔" جونہی وہ آگے بڑھا' میں نے تیزی سے اس کا شانہ دبوچ لیا اور وہ ٹیڑھا ہوگیا۔

"کیا ہوا۔" اس نے حیرانی سے پوچھا۔

"دیکھو میرے دوست' تیری ہربات پر میں آج تک صرف ہاں ہاں کہتا رہا ہوں' میری سمجھ میں نہیں آرہا کہ تو مجھ سے دشمنی پر کیوں آمادہ ہوگیا ہے۔"

"دشمنی؟"

"یہ جتنی عالی شان کوٹھی ہے اگر ہم اس میں مکینوں کی اجازت کے بغیر داخل ہوگئے تو ہمارا کیا حشر ہوگا' کیا تونے پہلے سے سوچ لیا ہے۔" لیکن اس سے پہلے کہ وہ میرے سوال کا جواب دیتا باتوں کی آواز سن کر گیٹ کے دوسری جانب کھڑے ہوئے چوکیدار نے ذیلی دروازہ کھولا' باہر جھانکا' غصیلی نگاہوں سے ہمیں دیکھا پھر اس کی نظر حسن فیروز پر پڑی' چونکا تعجب سے اسے دیکھا اس کے بعد کھڑکی سے اس طرح باہر نکلا جیسے پنجرے کا بند دروازہ کھلتے ہی چوزا پھدک کر باہر آجاتا ہے' باہر آنے کے بعد وہ پھر سے اندر گھسنے لگا تو حسن فیروز نے عقب سے اس کا گریبان پکڑ لیا اور وہ رک گیا۔

"یہ کیا کر رہا ہے تو۔"

"صاحب خوش ہو رہا ہوں۔"

"کون سے علاقے کا رہنے والا ہے۔" حسن فیروز نے پوچھا۔

"بب۔ بیری.......... بیری سرائے کا۔" چوکیدار نے جواب دیا' اچھا خاصا لحیم شحیم آدمی تھا مگر اس وقت عجیب احمقوں جیسی شکل بنائے ہوئے تھا۔

"کیا تیری آبادی میں خوشی کا اظہار اسی طرح کیا جاتا ہے۔"

"صاحب یقین نہیں آرہا کہ آپ واپس آگئے۔" چوکیدار نے کہا اور پھر ایک دم

سے سی کی آواز منہ سے نکال کر اچھل پڑا۔ غالباً حسن فیروز نے اس کی گردن کے پاس بہت زور سے نوچ لیا تھا۔

"یقین آگیا۔" حسن فیروز نے اسے گھورتے ہوئے کہا اور چوکیدار نے اٹینشن ہوکر سلیوٹ مار دیا' پھر گردن ہلاتا ہوا بولا۔

"آگیا یقین آگیا صاحب!" پھر اس نے گھور کر مجھے دیکھا تھا اور اس کے بعد اپنی جگہ مستعد ہوکر کھڑا ہوگیا تھا حسن فیروز میرا ہاتھ پکڑ کر آگے بڑھتا ہوا بولا۔

"جانتے ہو کیا ہوا۔"

"نہیں جانتا۔" میں نے بے بسی سے گردن ہلا کر کہا۔

"اگر تم ساتھ نہ ہوتے تو یقینی طور پر فرمائش کر دیتا کہ میں اپنے دونوں ہاتھ اسے پیش کر دوں اور یہ مجھے پکڑ کر دادا جان کے پاس لے جائے' اس وقت اس کے اِدھر اُدھر پھدکنے کی وجہ یہی تھی' اصل میں دادا جان زبان کے بہت پکے آدمی ہیں' تم دیکھ لینا تم کچھ بھی کہو' وہ تمہیں پانچ ہزار روپے دیئے بغیر نہیں رہ سکیں گے اب آؤ یہاں سے راستہ کاٹو۔" اس نے کہا۔ سامنے جو حویلی یا کوٹھی یا جو بھی خوبصورت جگہ نظر آرہی تھی اس کا صدر گیٹ بھی سنگ مرمر کا بنا ہوا تھا' سفید رنگ کی سیڑھیاں اور اس کے بعد عظیم الشان دروازہ' مگر جس طرف حسن فیروز مجھے لے کر جارہا تھا ادھر بھی سرخ پتھر سے ایک حسین عمارت بنی ہوئی تھی' اصل میں عمارت خالص سرخ پتھر کی نہیں تھی بلکہ سامنے کے حصے کو قدیم رنگ دینے کے لئے اس پر سرخ پتھر آویزاں کئے گئے تھے' ویسے انیکسی ہی کہا جاسکتا تھا اس عمارت کو اور انیکسی کا یہ حصہ بھی سامنے والی عمارت سے کسی طرح کم نہیں تھا' حسن فیروز نے کہا۔

"دادا جان اسی طرف رہتے ہیں۔"

"اور اِدھر۔"

"سوتیلی رہتی ہے اور اس کی چھوٹی چھوٹی سوتیلیاں۔" حسن فیروز نے کہا اور تیز رفتاری سے دادا جان کے علاقے کی جانب بڑھ گیا' پھر ہم لوگ صدر دروازے سے اندر داخل ہوگئے جو انیکسی کی عمارت کا حصہ تھا ایک وسیع و عریض ہال میں خوبصورت ساز و سامان کے ساتھ ایک بزرگ موجود تھے' چوڑا چکلا بدن' سفید داڑھی ایسا شاندار بڑھاپا کم ہی دیکھنے کو ملتا ہے' سفید داڑھی کے ساتھ جو سرخ چہرہ تھا اسے دیکھ کر یہ دل چاہتا تھا کہ اس داڑھی کو چہرے سے ہٹا دیا جائے تاکہ یہ جوان مرد رعنا سامنے آجائے' دادا جان کی

بڑی بڑی سرخ آنکھوں میں ایک لمحے کے لئے حیرت کے نقوش بیدار ہوئے‘ دوسرے لمحے ٹھہراؤ آگیا اور انہوں نے تیز آواز میں کہا۔

”جانے نہ پائے‘ بھاگنے نہ پائے۔“ غالباً یہ الفاظ مجھ سے کہے گئے تھے اور اس کے بعد وہ کسی شکاری کی طرح گھات لگا کر ہماری جانب بڑھے‘ ایک ایک ادا سے فوجی پن ٹپکتا تھا اور احساس ہوتا تھا کہ واقعی کوئی کرنل نگاہوں کے سامنے ہے میرے قریب آگئے‘ حسن فیروز کو غور سے دیکھا‘ اپنا چوڑا شکنجے نما ہاتھ اٹھا کر بڑھایا اور اس کا گریبان پکڑ لیا۔

”گڈ ویری گڈ‘ ویری گڈ‘ ویری گڈ‘ کہاں سے پکڑا تم نے اسے۔“

”جہاں سے بھی پکڑا لیکن استاد تم نے اشتہار دے کر اچھا نہیں کیا۔“ حسن فیروز بولا۔

”اگر اشتہار نہ دیتا تو تم نہ جانے کب تک مفرور بکرے بنے رہتے۔“

”دوبارہ بھاگ جاؤں گا۔“ حسن فیروز بولا۔

”دوبارہ اشتہار دوں گا‘ اچھا گر ہاتھ میں آیا ہے‘ انعام کی رقم بڑھا دوں گا اور ساتھ میں یہ بھی لکھوا دوں گا کہ خطرناک پاگل ہے‘ بھاگنے نہ پائے۔“

”ہوں‘ گویا مقصد یہ ہے کہ پیارے دادا جان کہ جان نہیں چھوڑو گے۔“ مگر دادا جان اس کی بجائے اب میری جانب متوجہ تھے وہ مجھے نیچے سے اوپر تک دیکھ رہے تھے پھر انہوں نے غرائی ہوئی آواز میں کہا۔

”ذرا ہاتھ آگے بڑھاؤ۔“ میں نے اپنا ہاتھ آگے بڑھایا تو انہوں نے میرے ہاتھ کو اپنے ہاتھ میں لے لیا‘ دیر تک دیکھتے رہے پھر بولے۔

”کہاں بندھے ہوئے تھے۔“

”جی......!“ میں نے تعجب سے پوچھا۔

”نہیں میرا مطلب ہے کہاں رہتے ہو۔“

”اب تو یہیں رہتا ہوں۔“

”اور اس سے پہلے۔“

”بستی دوآبہ میں۔“

”کہاں گئی وہ بستی۔“ دادا جان نے عجیب سے لہجے میں پوچھا۔

”جہاں تھی وہیں ہے جناب! میں یہاں آگیا ہوں۔“

”محنت مزدوری کرنے۔“

”جی ہاں۔“

”کچھ پڑھے ہوئے ہو۔“

”تھوڑا بہت۔“

”فوج میں کیوں نہیں گئے۔“

”کسی نے بھیجا نہیں۔“

”گڈ ویری گڈ‘ تو تم اسے پکڑ لائے ہو۔“

”جی نہیں۔“ میں نے جواب دیا اور دادا جان کا منہ حیرت سے کھل گیا‘ حسن فیروز نے بھی مجھے چونک کر دیکھا تھا‘ پھر وہ بولا۔

”بھاگ جاؤں دوبارہ۔“

”بھاگنے مت دینا اسے‘ اٹھا کر یہیں پٹخ دینا‘ دو چار ہڈیاں ٹوٹ جائیں پروا نہیں‘ میں ٹھیک کر لوں گا‘ مگر اس بار یہ جانے نہ پائے‘ ٹخنے توڑ دوں گا بھوتنی والے کے سمجھتا کیا ہے اپنے آپ کو؟“ دادا جان نے ایسے جگہ تبدیل کر لی کہ حسن فیروز بھاگنے کی کوشش کرے تو وہ لپک کر اسے پکڑ لیں۔

”میں آپ سے بھاگنے کی بات نہیں کر رہا‘ دادا ابا‘ بلکہ اس شخص سے کہہ رہا ہوں کہ ایک تو مجھے اٹھا کر کندھے پر رکھ کر لایا ہے یہاں پر‘ ذرا بدن دیکھو ہڈیاں پلپلی ہو گئی ہیں میری۔“

”واہ........ واہ........ واہ کیا واقعی........“ دادا جان خوش ہو کر بولے۔

”میں نے آپ سے عرض کیا نا جناب کہ میں انہیں نہیں لایا بلکہ یہ مجھے یہاں لائے ہیں‘ میرے بہت اچھے دوست ہیں ہم کئی دن سے ساتھ رہ رہے تھے‘ ساتھ اٹھتے بیٹھتے تھے ایک پارک ہے جس میں ٹوٹے ہوئے پائپ پڑے ہوئے ہیں ان میں سے ایک میں ہماری رہائش گاہ تھی‘ پانچ ہزار روپے کا اشتہار پڑھنے کے بعد یہ ایثار کرنے کے لئے مجھے آپ تک لے آئے ہیں اور اب میرے ذہن میں پہلا سوال یہ ابھر رہا ہے کہ کیا آپ واقعی ان کے دادا جان ہیں۔“

”ہوں خالص‘ بالکل خالص۔“ کرنل صاحب نے کہا۔

”جانتے ہو ان کا نام کیا ہے۔“ حسن فیروز میری جانب رخ کر کے بولا۔

”ہاں جانتا ہوں۔“

”وہ تو میں نے بتایا تھا ان کا اصل نام کرنل حبیبی ہے سمجھ رہے ہونا۔“

"کیا۔"

"کرنل جیبی۔" حسن فیروز بولا اور دادا جان نے ایک بار پھر قہقہہ لگایا۔

"کہنے دو' کہنے دو اسے جو کہتا ہے کہنے دو' اچھا تو یہ مقصد تھا' ویسے میں اس کا دادا جان ہوں' پانچ ہزار روپے بہرحال تمہاری ملکیت ہوگئے لیکن دوست اس کے ساتھ ساتھ اب تم سے بھی ذرا دو دو ہاتھ کرنے پڑیں گے۔ دادا جان نے مجھے اوپر سے نیچے تک دیکھا پھر بولے۔

""کیا تم اسے نہلا سکتے ہو۔"

"جی!" میں نے حیرت سے پوچھا۔

"یہ کوٹھی دیکھ رہے ہو نا' یہ اس کا بہت بڑا حقدار ہے یوں سمجھ لو کہ تقریباً دس کروڑ روپے کی جائیداد اس کی اپنی ملکیت ہے اس کے علاوہ بھی بہت کچھ' میں وہ بتا رہا ہوں جو اس کی خالص ملکیت ہے' اب تفصیل میں نہ جانا مگر اس نے اپنا حلیہ کیا بنا رکھا ہے ذرا دیکھو۔"

"پیارے دادا جان میری پھوکڑی میں کھوڑا ہے۔"

"ہے سو فیصد ہے۔"

"ہیں۔" حسن فیروز اچانک خوشی سے اچھل پڑا۔

"ہے بالکل ہے' میں کب منع کر رہا ہوں۔"

"تو پھر جھگڑا کیا تھا اس کا ہیں' بلا وجہ مجھے اتنے دن سے گھر سے باہر نکال رکھا ہے' ارے یہی تو میں بھی کہہ رہا تھا کہ میری کھوپڑی میں پھوڑا ہے آہا اس وقت میں نے سیدھا بولا ہے۔"

"تیری کھوپڑی میں پھوڑا نہ ہوتا بیٹے تو اپنے دادا جان کو چھوڑ کر گھر سے نہ بھاگ جاتا' ارے باؤلے دنیا دیکھنے کے لئے میں کیا نہیں فراہم کر سکتا تجھے' چھوڑ یار ہاں بھئی تو تمہارا نام کیا ہے؟" دادا جان پھر میری جانب متوجہ ہوئے اور میں مسکراتی نگاہوں سے حسن فیروز کو دیکھنے لگا پھر میں نے آہستہ سے کہا۔

"گل مراد۔"

"ارے واہ' کیا خوبصورت نام ہے' گل مراد بیٹے ایسا کرو تمہارے سائز کا لباس' اوہو ذرا ایک منٹ۔" کرنل صاحب نے کہا اور آگے بڑھ کر میرے قریب آ کھڑے ہوئے پھر بولے۔

"ویری گڈ' تم تو مجھ سے بھی کچھ نکلتے ہوئے ہو' مگر میرا لباس تمہارے بدن پر آجائے گا' حسن یار چل اب مذاق ختم کرتے ہیں' تیرا دوست مجھے بہت پیارا لگا ہے۔"

"پہلے پانچ ہزار روپے نکالو۔" حسن فیروز نے کہا۔

"خدا کی قسم دوں گا' تیری قسم دوں گا' بس چل یار کتنے دن کے بعد آیا ہے باؤلا' جاؤ لباس تبدیل کرو حسن' میرے کوئی بھی کپڑے نکال کر اسے دے دو۔"

"چلو آؤ' مصیبت کے مارے ہیں ہم لوگ۔" حسن فیروز نے کہا اور میرا بازو پکڑ کر اس بڑے سے ہال کے کئی دروازوں میں سے ایک دروازے میں داخل ہوگیا' میں خاموشی سے اس کے ساتھ چل رہا تھا' ایک راہداری تھی جس میں دونوں طرف کمرے بنے ہوئے تھے' کیا ہی عالیشان کوٹھی تھی' فرش پر چلتے ہوئے پاؤں پھسل پھسل رہا تھا' میں نے بھلا ایسا ماحول کہاں دیکھا تھا لیکن حسن فیروز اندر سے یہ نکلے گا' یہ میرے تصور میں بھی نہیں تھا' پھر ایک کمرے میں داخل ہونے کے بعد حسن فیروز نے ایک الماری کا دروازہ کھولا' بے شمار لباس لٹکے ہوئے تھے اس نے کہا۔

"چلو بوڑھے ہو جاؤ۔"

"کیا؟"

"کرنل جیبی کے کپڑے پہنو گے تو مزا ہی آجائے گا تمہیں' ان میں سے کوئی جوڑا نکال لو۔"

"یار مجھے عجیب سا لگتا ہے۔"

"ٹھیک ہے میں نکالے دیتا ہوں۔" اس نے کہا اور پھر اس نے میرے لئے ایک جوڑی کپڑے نکال لئے تھے اس کے بعد میرے پیروں کا سائز دیکھتے ہوئے بولا۔

"جوتے........ جوتے........ جوتے چلو ٹھیک ہے اس کا بھی انتظام ہو جائے گا' یہ سلیپر نکال لو' پیچھے کچھ بھی نہیں ہے اس میں چنانچہ بڑے چھوٹے ہونے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا ویسے بھی دادا جان کے ہیں اور دادا جان کا پاؤں کسی طرح تمہارے پاؤں سے کم نہیں ہوگا۔" میں نے ٹھنڈی سانس لے کر گردن ہلا دی تھی اور اس کے بعد پھر میں غسل خانے میں داخل ہوگیا اندر داخل ہو کر فوراً ہی باہر نکل آیا تھا اس کے بعد میں نے چاروں طرف دیکھا تھا' حسن فیروز بھی غائب ہوگیا تھا' غالباً وہ بھی اپنا حلیہ درست کرنے کے لئے گیا تھا مگر یہ غسل خانہ تھا' چمکدار ٹائل' نیچے سے اوپر تک اتنی بہت ساری چیزیں کہ دیکھ کر آنکھیں پھٹ جائیں بڑا سا ٹب رکھا ہوا تھا' میرے خدا انسانوں میں بھی آپس میں کتنی

تفریق ہے' کچھ صرف ایسے جو جوہڑوں میں نہاتے ہیں' گائے' بھینسوں کے ساتھ' اور کچھ ان غسل خانوں میں' کتنی تبدیلیاں ہیں انسانوں کی زندگی میں۔ ویسے مہارت خان نے دنیا کے بارے میں اور بھی بہت کچھ بتایا تھا مجھے لیکن ذاتی تجربہ ذرا مختلف چیز ہوتی ہے بہرحال اپنے ہوش سے کام لے کر میں نے اپنے گرد آلود بدن کو پاک صاف کیا' شیو بنانے کا صابن بھی رکھا ہوا تھا' ویسے تو دو آبہ بستی میں میرے چہرے کی شیو رجب خان بنایا کرتا تھا لیکن بہرحال عقل و دانش سے کام لیا جائے تو کام ہو جاتا ہے۔ دیر بے شک لگ گئی تھی لیکن جب سلک کا کرتہ اور شلوار پہن کر باہر نکلا اور بال سنوار لئے تو کمرے میں حسن فیروز نظر آیا مجھے دیکھ کر آنکھیں پھاڑ کر رہ گیا تھا' دیر تک دیکھتا رہا پھر میرا ہاتھ پکڑ کر بولا۔

"ایک بات کہوں تم سے۔ مجھے خوبصورت لوگ بہت پسند ہیں اور تم تو واقعی! واقعی بس اس سے زیادہ میں اور کچھ نہیں کہوں گا' آؤ ذرا دادا جان بھی میرے ہم مزاج ہی ہیں یوں لگتا ہے دوست جیسے تمہارا کام بن گیا کرنل جیبی کو تم نہیں جانتے' جس پر نظر ہو جائے بس سمجھ لو کمال ہی کمال ہے۔" اور ہوا بھی یہی' کرنل ہمایوں نے مجھے دیکھا اپنی جگہ سے کھڑے ہو گئے پھر بیٹھ گئے پھر ان کے چہرے پر کرختگی کے آثار پیدا ہو گئے۔

"گڈ ویری گڈ........ ویری گڈ اچھے لگ رہے ہو' جوان' کیا نام بتایا تھا تم نے؟ شاید گل مراد' یہی بتایا تھا نا تم نے؟"

"جی۔" میں نے جواب دیا۔

"یہ رکھے ہوئے ہیں پانچ ہزار' تم اس لڑکے کو لے کر آئے ہو' یہ انعام کی رقم ہے' میرے مہمان بننا پسند کرو گے یا جانا چاہتے ہو۔"

"کرنل صاحب ایک بات کہوں آپ سے' میرے بارے میں آپ نے کیا سوچا۔" حسن فیروز نے کہا۔

"کیا مطلب۔"

"ہم دونوں ساتھ ہی ساتھ جا رہے ہیں۔"

"مم مگر کیوں۔"

"یعنی کمال ہے' کیا مسئلہ کیا ہے آخر آپ نے مجھ سے۔ میری مرضی ہے رہوں یا نہ رہوں۔"

"دیکھو برخوردار تمہارے دونوں ٹخنے توڑ دوں گا کیونکہ تم جانتے ہو بعد میں انہیں بنا لینا میرے لئے مشکل کام نہیں ہو گا۔"

"لیکن توڑنا مشکل ہو جائے گا دادا جان کیا سمجھے آپ۔"

"چیلنج کر رہے ہو مجھے۔"

"چیلنج نہ کرائیں تو زیادہ اچھا ہے آپ کی شکست بھی میں نہیں دیکھ سکتا۔" حسن فیروز نے کہا۔

"ہوں' اس کے لئے بیڈ روم کا انتخاب تم خود کر لو اور کھلاؤ پلاؤ اسے' یہ پیسے اس کی امانت ہیں جب دل چاہے........"

"جب دل چاہے کیا' آپ کی نیت خراب ہو گئی تو پھر یہ اس بے چارے کو کہاں حاصل ہو سکیں گے' ہم تھوڑی دیر کے لئے جا رہے ہیں۔ آتے ہیں ابھی۔"

"وعدہ؟"

"ہاں وعدہ اور آپ جانتے ہیں کہ حسن فیروز کبھی جھوٹا وعدہ نہیں کرتا۔"

"ڈرائیور کو لے جاؤ۔"

"گاڑی لے جا رہا ہوں چابی دے دیں۔" حسن فیروز نے کہا اور اس کے بعد وہ باہر نکل آیا اسی انیکسی کے عقبی حصے میں ایک خوبصورت کار کھڑی ہوئی تھی اس نے کار کا دروازہ کھولا اور اندر گیا' میری حیرتیں عروج پر پہنچی ہوئی تھیں' یہ ساری کہانی مجھے بے حد عجیب لگ رہی تھی' لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں' ایسے بھی جیتے ہیں بہرحال میں اس کے ساتھ کار میں بیٹھا ہوا تھا' ہم لوگ بہت دیر تک گھومتے رہے حسن فیروز نے اس وقت میرے لئے اچھی خاصی خریداری کی تھی' پتا نہیں یہ رقم اس کے پاس کہاں سے آئی ایک روٹی دال اور پائپ لائن میں سونے والا میرا یہ دوست اتنی حیرت انگیز شخصیت کا مالک ثابت ہو گا مجھے علم نہیں تھا۔ گھومنے پھرنے کے بعد ہم لوگ سورج ڈوبے ہی واپس آئے تھے اور گاڑی انیکسی میں لے جا کر کھڑی کر دی تھی' کسی اور نے ہم سے رابطہ قائم نہیں کیا تھا بہرحال مجھے میرا کمرہ دکھایا گیا رات کا کھانا دادا جان کے ساتھ ہی کھایا تھا اور یہ کھانا تھا' میں تو شرمندہ ہی ہو رہا تھا' بے چارے حسن فیروز کو ایک روٹی کھلا کر جانے کیا سمجھ رہا تھا میں اپنے آپ کو اس کا کفیل اس کا دوست ایک ہمدرد اور مخیر انسان لیکن اس قدر دوستی کے صلے میں جو کچھ اس ڈنر ٹیبل پر میرے سامنے تھا وہ قصے کہانیوں کی سی بات معلوم ہوتی تھی اتنی ساری چیزوں کے ایک ایک دو دو نوالے بھی لو تو پیٹ بھر جائے اور حسن فیروز نے رات کو مسکراتے ہوئے کہا۔

"کوئی اچھا سا شعر سناؤ یار اس وقت جو تمہارے حسب حال ہو۔"

"کاش سنا سکتا۔"

"بہرحال نثر بھی چلے گی' اب تم دیکھو' کبھی کبھی انسان کو ایک روٹی کے لئے ویٹر کی جھڑکیاں کھانی پڑتی ہیں جس ہوٹل میں پہلی بار تم نے مجھے کھانا کھلایا تھا وہاں کا ویٹر مجھے "انٹرنیشنل مفت خورا" کہتا ہے اور مجھے اس لفظ میں مزا آتا ہے خیر بہرحال یہ جمہوریت کا زمانہ ہے بھلا اس پر کیا کہنا' کیا سننا۔" میں خاموش رہا تھا اس شخص نے بہرحال مجھ پر بہت احسان کیا تھا پانچ ہزار روپے کا منی آرڈر ماں کے نام کر کے دل کو اس قدر سکون کا احساس ہوا تھا کہ بیان سے باہر ہے' بہت بڑی رقم تھی اور بستی دوآبہ میں رہنے والوں کے لئے ناجانے کتنے عرصے کے لئے کافی لیکن بہرحال مجھے اس سے زیادہ اور کچھ چاہئے بھی نہیں تھا' ویسے حسن فیروز کا مل جانا میری تقدیر کے دروازے کھولنے کے مترادف تھا کم از کم کرنل ہمایوں اور حسن فیروز میرے لئے کسی ایسی ملازمت کا بندوبست ضرور کر سکتے تھے جو آگے چل کر شاندار ثابت ہو' رات ہوگئی بہت دیر تک باتیں کرنے کے بعد حسن اپنے کمرے میں چلا گیا اور میں اپنے کمرے میں آکر لیٹ گیا' آرام دہ مسہری پر سوتے ہوئے دل تڑپ رہا تھا کہ کاش ماں کے لئے اور بہنوں کے لئے بھی یہی ماحول مہیا ہو سکتا' جانے کیسی کیسی سوچوں کے درمیان نیند آگئی اور آنکھ اس وقت کھلی جب مجھے محسوس ہوا جیسے کوئی میرے دروازے سے پشت رگڑ رہا ہے' چند لمحوں تک تو ماحول سمجھ میں ہی نہیں آسکا پاؤں اس طرح اینٹوں سے ٹکانے کی کوشش کی تھی کہ پھسلنے سے بچ جاؤں' پائپ لائن میں محسوس کیا تھا اپنے آپ کو جس سے ویسٹ اوپن ہوا آتی تھی لیکن اس کمرے میں شاید ائر کنڈیشنر چل رہا تھا کمرہ ٹھنڈا تھا پھر آہستہ آہستہ حواس جاگ گئے اور میں نے کچھ قدموں کی چاپ سنی اور دیوار پر لگی گھڑی میں وقت دیکھا رات کے تین بج رہے تھے' تین بجے یہاں کیا ہو رہا ہے' تجسس نے سر ابھارا' خاموشی سے دروازہ کھول کر باہر جھانکا تو چند افراد کو ایک کمرے میں داخل ہوتے پایا' یہ چہروں پر نقابیں چڑھائے ہوئے تھے ایک لمحے کے اندر اندر بدن کے سارے رونگٹے کھڑے ہوگئے' نقاب پوش یقیناً کسی نیک ارادے سے یہاں نہیں آئے ہوں گے جس کمرے میں وہ داخل ہوئے تھے وہ حسن فیروز کا کمرہ تھا وہاں سے باہر نکلے تو میں ایک ستون کی آڑ میں ہوگیا' وہ آہستہ آہستہ چلتے ہوئے راہداری کے دوسری جانب گھوم گئے تھے میں برق رفتاری سے حسن فیروز کے کمرے کی طرف بھاگا اور اندر داخل ہوگیا' مسہری پر حسن فیروز کو دیکھا جس کے دونوں ہاتھ پشت پر بندھے ہوئے تھے منہ پر کپڑا بندھا ہوا تھا ٹانگیں بھی باندھ دی گئی تھیں۔ میں بے چین

ہو کر اس کی جانب دوڑا' سب سے پہلے میں نے اس کے منہ پر سے کپڑا کھولا' تو وہ جلدی سے بولا۔

"نقاب پوش' نقاب پوش ڈاکو' ڈاکو' اپنے کمرے میں جاؤ' دروازہ بند کر لو اندر سے۔"

میں نے جھک کر اس کے ہاتھ کھولے پھر پاؤں کھولنے کے بعد پھرتی سے باہر کی جانب لپکا تو اس نے مجھ پر چھلانگ لگائی اور پیچھے سے مجھے پکڑتا ہوا بولا۔

"کیا کر رہے ہو' کہاں جا رہے ہو۔"

"وہ لوگ دادا جان کو بھی نقصان پہنچا سکتے ہیں۔" میں نے کہا اور برق رفتاری سے بڑے ہال کی جانب بھاگا چاروں ڈاکو ہال میں موجود تھے اور دادا جان سامنے کھڑے ہوئے تھے میں اور حسن فیروز اندر پہنچے تو ڈاکو میری جانب متوجہ ہوئے پھر ان میں سے ایک نے کہا۔

"پکڑو' یہ کھل کیسے گیا۔" اور اس کے بعد اچانک ہی ایک ڈاکو نے مجھ پر چھلانگ لگا دی تھی لیکن بس اس وقت صورت حال ایسی ہی تھی کہ کسی قسم کی بزدلی کا مظاہر نہیں کیا جا سکتا تھا ویسے مہارت خان نے یہ بھی نہیں کہا تھا کہ جب صورت حال اس قدر سنگین ہو جائے تب بھی بزدلی کا مظاہرہ کرو کم از کم ان لوگوں کا نمک کھایا تھا جس قدر بھی کھایا تھا اس کی ادائیگی تو ضروری تھی۔ چنانچہ چھلانگ لگانے والے ڈاکو کو میں نے دونوں ہاتھوں پر روک لیا' سر سے اونچا اٹھایا اور اس کے بعد زمین پر دے مارا ڈاکو ٹیڑھا ہوگیا تھا اور کمر سیدھی کرنے کی کوشش میں مصروف تھا اگر قالین نہ ہوتا تو یقینی طور پر اس کی ریڑھ کی ہڈی کئی ٹکڑوں میں تقسیم ہو چکی ہوتی۔ اس کے بعد میں دوسرے ڈاکوؤں کی جانب متوجہ ہوگیا۔ جو بڑے احمق ڈاکو تھے صرف نقاب پہن کر ہی اپنے آپ کو ڈاکو سمجھ رہے تھے' ہاتھ میں چاقو چھریاں تک نہیں تھیں حالانکہ ان دنوں ڈاکو پستول' رائفل وغیرہ سے مسلح ہوتے ہیں۔

پہلے ڈاکو کی یہ درگت دیکھ کر باقی تین ڈاکوؤں کو ذرا سی جھجک کا احساس ہوا تھا جسے میں نے محسوس کر لیا لیکن پھر دادا جان زور سے بولے۔

"ہیں ہیں۔ ہیں........ ان کی یہ ہیں ہیں پتا نہیں کیا معنی رکھتی تھی لیکن تینوں ڈاکو مجھ پر بھی پل پڑے اور میں پھرتی سے بیٹھ گیا کیونکہ وہ تینوں بڑی تیز رفتاری سے مجھ پر آئے تھے اور اناڑی پن کے ساتھ آئے تھے میرے بیٹھ جانے کے بعد وہ آپس میں ٹکرا

گئے میں نے ان میں سے ایک کی ٹانگیں پکڑ کر زور سے کھینچا تو وہ چاروں شانے چت گرا' بیٹھے ہی بیٹھے میں نے باقی دو کو لاتیں ماریں تو ان کے حلق سے کربناک آوازیں نکل گئیں اور اس کے بعد میں نے ان کی مرمت شروع کر دی وہ ڈاکو جو ٹیڑھا ہو گیا تھا ہاتھ پاؤں کے بل چل کر دروازے کی جانب جا رہا تھا۔ مجھے شرارت سوجھی تو میں نے ایک ڈاکو کو پکڑ کر اس پر اچھال دیا اور وہ دھپ سے زمین پر گر پڑا اس کے حلق سے ایک تکلیف دہ آواز نکل گئی تھی۔

بہرحال میں ان ڈاکوؤں کی مرمت کرتا رہا تب دادا جان نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"ابے ڈاکو کے پلو بس کرو' اصولی طور پر تو تمہاری ہڈیاں ٹوٹ جانی چاہیں اور تم سب کو چوپاؤں کی طرح چل کر ہی جانا چاہئے بے وقوف' گدھے تم ڈاکو ہو یا گھاس بیچنے والے۔"

"اور یہ آدمی ہے یا جن!" ڈاکوؤں میں سے ایک نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"دفع ہو جاؤ یہاں سے۔" دادا جان غرائے۔

"ارے واہ یہ تو اچھی بات ہے ایک تو ہماری ہڈیاں تڑوا دیں اوپر سے تڑی مار رہے ہو۔" دوسرا ڈاکو جھلائے ہوئے لہجے میں بولا۔

"نقاب پہن کر آئے ہو' ڈاکو بن کر' میں چاہوں تو تمہاری ہڈی پسلی ایک کر سکتا ہوں' جاتے ہو یا۔" دادا جان واپس مڑے اور انہوں نے ایک میز کی دراز میں رکھا ہوا پستول نکال لیا۔ اس پستول کو دیکھ کر ڈاکوؤں نے دوڑ لگا دی تھی لیکن میں ان کے اور دادا جان کے ڈائیلاگ پر حیران رہ گیا تھا یہ کیا قصہ ہے کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا بہرحال اس وقت دادا جان سے کچھ پوچھنا مناسب نہیں تھا۔ میں نے ان سے کہا۔

"کیا میں انہیں باہر تک دیکھ آؤں۔"

"اماں ان کی کیا مجال ہے کہ اب رکیں لیکن تم........ تم نے واقعی کمال کر دیا میرا اندازہ تمہارے بارے میں یہی تھا۔ سنو اب جاؤ جا کر آرام کرو' صبح کو مجھ سے ملنا۔" دادا جان عجیب سے انداز میں بولے۔ بہرحال میں حسن فیروز کے ساتھ واپس چل پڑا۔ حسن فیروز مجھے اپنے کمرے میں لے آیا تھا اس کے چہرے پر عجیب سے تاثرات تھے۔ کمرے میں پہنچنے کے بعد اس نے کہا۔

"بیٹھو۔" میں بیٹھ گیا' وہ میری آنکھوں میں دیکھ رہا تھا' پھر اس نے آہستہ سے سوالیہ انداز میں گردن ہلائی اور بولا۔

"کیا سمجھے؟"

"کچھ نہیں۔"

"سوچ تو رہے ہو گے کہ یہ پاگل خانہ ہے۔"

"نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے۔"

"میرا خیال ہے یہ کرائے کے ڈاکو تھے۔"

"کرائے کے ڈاکو......." میں تعجب سے بولا۔

"سو فیصدی' تم دادا جان کو کیا سمجھتے ہو بیٹھو' بیٹھو میں اب تمہیں ان کے بارے میں تفصیلات بتانے پر مجبور ہوں میرے اور ان کے درمیان معاہدہ ختم ہو گیا ہے' جہاں تک میرا خیال ہے اس وقت دادا جان نے کوئی تجربہ کیا ہے ڈاکوؤں کی اور ان کی گفتگو سے مجھے یہی اندازہ ہوا ہے۔"

"کیسا تجربہ۔"

"یار تم پر تجربہ کیا گیا ہے' میں چیلنج کرتا ہوں اس بات کو۔"

"اصل میں بہت سی باتیں میری سمجھ میں آسانی سے نہیں آتیں اور اس وقت بھی میں کچھ ایسی ہی کیفیت کا شکار ہوں یہ ڈاکو میری سمجھ میں نہیں آئے جنہوں نے نہ لوٹ مار کی نہ کچھ کیا اور ان کے پاس پستول تو کجا کوئی بھی ایسی چیز نہیں تھی جس سے یہ ڈاکہ مار سکیں۔"

"کمال کرتے ہو یار۔ یہ ڈاکو تھے ہی نہیں۔"

"تو پھر کون تھے۔"

"دادا جان کے رشتہ دار۔"

"گڈ' کیا اس طرح وہ ان سے ملنے آیا کرتے ہیں؟" میں نے کہا اور حسن فیروز بے اختیار ہنس پڑا پھر بولا۔

"بہرحال دادا جان بڑی دلچسپ شخصیت کے مالک ہیں اصل میں فوج سے ریٹائر ہوئے ہیں اور بے کار زندگی گزار رہے ہیں۔ دولت ان کے پاس کافی ہے لیکن دولت کا مصرف کوئی نہیں ہے' اپنی دولت اپنے قبضے میں رکھنے کے عادی ہیں صحت جتنی عمدہ ہے تم دیکھ چکے ہو انہیں بہت سے کام کرنے کا شوق ہے کیونکہ فوج میں ڈاکٹر کی حیثیت سے تھے اور بہترین آرتھوپیڈک۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ ٹوٹی ہوئی ہڈیوں کا بہترین علاج کرتے ہیں میں نے تم سے ورک شاپ کا تذکرہ کیا تھا۔ یہ ورکشاپ ایک تہہ خانے

میں ہے جو اس انیکسی کے ایک حصے میں ہے۔ دادا جان نے وہاں جدید ترین مشینیں لگائی ہوئی ہیں۔ تنہا کام کرتے ہیں' کئی لنگڑے لولے' معذور فقیروں کو اٹھوا کر منگوایا اور زبردستی ان کی ٹوٹی ہوئی ہڈیوں کو جوڑا۔ اصل میں تجربے کے لئے لوگ اپنے آپ کو پیش نہیں کرتے کسی اسپتال کا ہونا ضروری ہے اور دادا جان ان چکروں میں نہیں پڑتے لیکن اس بات کو میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ انہوں نے جس کا بھی علاج کیا اس کی معذوری دور کر دی یہ ان کا شوق ہے۔ بہرحال عجیب وغریب انسان ہیں' مجھ سے بڑے مذاکرات چلتے رہے ہیں کہتے ہیں جاسوسی کا ایک شعبہ کھولنے کی خواہش ہے' ملٹری' انٹیلی جنس میں تو انہیں جگہ نہیں مل سکی لیکن ذاتی انٹیلی جنس بنانا چاہتے ہیں۔ یہ ہے ہمارے دادا جان کا جغرافیہ۔ کئی مرتبہ مختلف قسم کی حرکات کر چکے ہیں اور یہ جو تم مجھے دیکھ رہے ہو نا۔ اصل میں باپ کی طرف سے جو کیفیت ہے وہ تو میں تمہیں بتا ہی چکا ہوں اور دادا جان جس چکر میں پڑے ہوئے ہیں میں اس کے بالکل ناقابل ہوں' بس زندگی کچھ اور انداز میں گزر رہی ہے عشق و محبت کا خلیہ ہی نہیں ہے اپنی کھوپڑی میں چنانچہ ادھر سے بھی فراغت ہے۔"

"مگر یار یہ ڈاکو۔"

"یار اب تم میرا دماغ مت کھاؤ۔"

"ٹھیک ہے تم سو جاؤ میں چلتا ہوں۔"

"ہاں جاؤ۔ تم جانتے ہو میری کھوپڑی میں پھوڑا ہے۔" اس نے کہا پھر چونک کر بولا۔ "ابے سیدھا بولا ہے میں نے اس وقت۔"

میں خاموشی سے باہر نکل آیا تھا' اپنے کمرے میں داخل ہونے کے بعد میں نے دروازہ اندر سے بند کر لیا۔ بستر پر لیٹ گیا اور سوچوں میں ڈوب گیا۔ نیند خراب ہو گئی تھی عجیب ڈراما تھا ڈاکوؤں کا اوپر سے حسن فیروز کی باتیں' سارا کھیل ہی عجیب تھا' دیہات کی اپنی چھوٹی سی زندگی تھی' دوآبہ میں رہنے والے لوگ بس معمولی' معمولی باتوں کے قابل تھے' ایک دوسرے سے ہنس بول لئے' لڑ جھگڑ لئے' کوئی گہرائی نہیں تھی وہاں کی زندگی میں لیکن یہاں شہر کے معاملات بھی مختلف تھے گھر' باپ' بیٹا' دادا جان اور یہ سارا ماحول۔ پھر نہ جانے کب انہی سوچوں کے درمیان نیند آ گئی تھی۔

دوسرے دن ناشتے وغیرہ سے فراغت حاصل کرنے کے بعد دادا جان نے کہا۔

"ادھر کے معاملات سے تو ہمیں کوئی تعلق نہیں ہے لیکن حسن فیروز کیا تم مجھے اپنے اس دوست کو تھوڑی دیر کے لئے ادھار دے سکتے ہو۔"

"دادا جان اس کے بارے میں ہمیں بہت سے فیصلے کرنے ہیں۔"

"ہو جائیں گے ہو جائیں گے ابھی جلدی کیا ہے۔"

"مگر آپ نے اس سے جو بھی بات کرنی ہے وہ میرے سامنے کریں۔" حسن فیروز نے کہا۔

"ضد کر رہے ہو۔ چلو خاموش ہوا جاتا ہوں لیکن بات کوئی نہیں کروں گا۔" دادا جان نے کہا۔

"نہیں نہیں ٹھیک ہے لے جایئے میں بھی ذرا مصروف ہوں........" اور دادا جان مجھے لئے ہوئے ایک بڑے سے کمرے میں آ گئے۔ یہ کمرہ بالکل ہی الگ تھلگ تھا۔ ویسے اس انیکسی میں پتہ نہیں کیا کیا تھا۔ مجھے ابھی تک اس کے بارے میں کچھ نہیں معلوم تھا۔ دادا جان نے بہرحال مجھے سامنے بٹھایا اور پرخیال نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگے' میں بھی ان کی شخصیت کا اندازہ لگا رہا تھا۔

شگفتہ مزاج آدمی تھے لیکن بردبار چہرہ اور حقیقت ہے کہ ان کی شخصیت میں ایک ایسی انوکھی کشش تھی جس سے دل کو ایک عجیب سا احساس ہوتا تھا۔ دیر تک مجھے گہری نگاہوں سے دیکھتے رہے' پھر بولے۔

"اب تک تمہارے بارے میں جو معلومات مجھے حاصل ہو چکی ہیں کم از کم تم انہیں ذہن سے مکمل طور پر نکال دو میں از سر نو تمہارے بارے میں جاننا چاہتا ہوں اور یہ بھی تمہیں بتا دوں کہ اس سے تمہیں کوئی نقصان بالکل نہیں پہنچے گا بلکہ تمہارے فائدے کی بات ہے۔"

میں نے گہری نگاہوں سے انہیں دیکھا۔

"آپ جو کچھ معلوم کرنا چاہتے ہیں مجھ سے میرے بارے میں براہ کرم مجھ سے پوچھ لیجئے۔"

"نام۔"

"گل مراد۔"

"باپ کا نام۔"

"فضل خان۔"

"سکنہ۔"

"بستی دوآبہ۔"

"تعلیم۔"

"جواب صیغہ راز میں ہے۔" میں نے جواب دیا اور وہ چونک کر مجھے دیکھنے لگے، پھر بولے۔

"کیا مطلب؟"

"اپنی بستی کے تھوڑے سے فاصلے پر ایک چھوٹے سے قصبے میں دسویں جماعت تک تعلیم حاصل کی، جس کی سند موجود ہے لیکن شوق نے اس سے کہیں آگے بڑھا دیا۔ یعنی آپ یہ کہہ لیجئے کہ باقاعدہ تعلیم صرف میٹرک لیکن بے قاعدہ اس سے خاصی آگے، امتحان لے سکتے ہیں۔"

"رات کو تم نے جو کچھ کیا اس کی تربیت کہاں سے حاصل کی۔"

"ایک ایسے استاد سے جو کاروباری نہیں تھا بلکہ صرف شوقیہ اس نے مجھے یہ سب کچھ سکھایا۔"

"کوئی بہت ہی بڑی شخصیت ہوگی۔"

"ہاں۔"

"مارشل آرٹس میں کیا کیا جانتے ہو۔"

"مارشل کی ایسی تیسی۔" میں نے جواب دیا۔

"کیا مطلب؟" دادا جان چونک کر بولے۔

"کوئی مارشل آرٹ نہیں جانتا بلکہ میرے اس فن کا استاد مہارت خان ہے جس نے مجھے یہ سب کچھ سکھایا۔"

"گڈ، گڈ، گڈ بات سمجھ میں آرہی ہے لیکن چار آدمیوں کی تم نے جس طرح پٹائی کی اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ مہارت خان کو واقعی اپنے فن میں مہارت حاصل تھی۔"

"میرا ایک سوال۔" میں نے پر اعتماد لہجے میں کہا۔

"ہاں ہاں پوچھو۔"

"کون تھے وہ چار آدمی۔"

"کرائے کے ڈاکو۔ یعنی میرے اپنے آدمی جنہیں میں نے یہاں مطلب کیا تھا تمہارا امتحان لینے کے لئے۔"

"ان میں سے کوئی مرجاتا میرے ہاتھوں تو؟"

"ذمہ دار میں تھا۔" دادا جان نے کہا پھر بولے۔

"تم نے تو خود سوالات شروع کردیئے، پہلے میرے سوالات پورے ہوجانے دو اس کے بعد تمہارے سوالات کا سلسلہ شروع ہوگا۔"

"جی۔"

"بستی دو آبہ میں کون کون رہتا ہے۔"

"میری ماں اور دو بہنیں۔"

"اور باپ؟"

"انتقال ہوچکا ہے۔"

"ذمہ دار تم خود ہو یعنی گھر کے کفیل۔"

"جی۔"

"ماں اور بہنوں کو شہر کیوں نہیں بلالیتے۔"

"ابھی مجھے شہر آئے ہوئے چند روز ہوئے ہیں یہاں ملازمت تلاش کررہا ہوں، ویسے دیکھوں گا۔"

"ملازمت کیسی چاہتے ہو۔"

"پچھلے چند روز سے محنت مزدوری کر رہا ہوں اور حسن فیروز مجھے سپروائز کر رہا ہے۔"

"سپروائز۔" دادا جان نے آنکھیں پھاڑ کر کہا اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"ہاں۔ میں سر پر اینٹیں اٹھا کر لے جاتا ہوں اور وہ دیکھ بھال کرتا ہے کہ میرے سر پر سے اینٹیں گر تو نہیں رہیں بس یہ سپرویژن ہے اس کا۔"

دادا جان کے ہونٹوں پر ہلکی سے مسکراہٹ آئی تھی۔ پھر وہ بولے۔

"تو یہ قصہ ہے۔"

"جی۔"

"خیر چھوڑو۔ ملازمت کے مسئلے کو ذہن سے نکال دو ہوسکتا ہے خود بھی تم سے کوئی ایسا ذاتی کام لوں جس کا انتہائی معقول معاوضہ تمہیں ادا کیا جاسکے گا اگر ایسی کوئی پیشکش تمہیں ہو تو کیا تم قبول کرلو گے۔"

"ہزار فیصد۔" میں نے جواب دیا اور دادا جان پھر مسکرا دیئے اور آہستہ سے بولے۔

"سمجھدار آدمی اس دور میں وہی ہے جو بے مقصد ضد نہ کرے' حالات کو سمجھے' بہت زیادہ حساس بننے کی کوشش نہ کرے بلکہ حالات سے سمجھوتہ کرلے' تو بات ہو رہی تھی حسن فیروز وغیرہ کی اور خود تمہارے بارے میں........ یعنی یہ بات تو اب تمہیں ذہن سے نکال دینی چاہئے کہ تمہیں ملازمت کی تلاش میں کہیں اور جانا پڑے گا' کام کی نوعیت تھوڑی سی میں تمہیں ابھی بتادوں میرے اپنے کچھ شوق ہیں' فوج میں رہ چکا ہوں اب یہ الگ بات ہے کہ مدت پوری ہوگئی اور ریٹائر کردیا گیا بعد میں کچھ اور کوشش نہیں کی لیکن دل میں ایک تشنگی رہ گئی کچھ ایسے سماجی کام کرنا چاہتا ہوں جنہیں تم جاسوسی کی حیثیت دے سکتے ہو بہت شوق ہے مجھے ان تمام چیزوں کا۔ اپنے طور پر اگر کچھ کرتا ہوں تو منظر عام پر آنے سے شخصیت داغدار ہونے کا خطرہ ہوتا ہے اس لئے آرزو مند ہوں کہ کچھ ایسے لوگ اپنے ساتھ شامل کروں جو اعلیٰ کارکردگی کے حامل ہوں میرا پوتا تو اس سلسلے میں بالکل ہی ناکارہ ہے تم اگر مناسب سمجھو تو مجھ سے تعاون کرو۔"

"کام کیا ہوگا۔"

"وہ ہوگا جس میں تمہیں لطف آجائے گا فی الحال اس کی تفصیلات نہ پوچھو' میں اس سلسلے میں تمہیں باقاعدہ تربیت دوں گا اور ہر قسم کی ذمہ داری قبول کروں گا۔"

"جی ٹھیک ہے اگر آپ یہ سمجھتے ہیں تو مجھے اعتراض نہیں ہے۔"

"ویری گڈ' ویری گڈ' چلو یہاں تک تو یہ معاملہ طے ہوگیا اب تم اگر چاہو تو سوال کرسکتے ہو۔"

"حسن فیروز کے بارے میں سب سے پہلے پوچھنا چاہتا ہوں۔"

"بہت اچھا بچہ ہے لیکن حالات نے اسے ذہنی طور پر غیر متوازن کردیا ہے اور اس کی وجہ میرا بیٹا جہانگیر خان ہے۔"

"کیوں؟"

"اس کی والدہ کی موت کے بعد اس نے دوسری شادی کرلی۔ سخت قسم کا فوجی آدمی ہے اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ فوج میں ڈسپلن کی پابندی انسان کو پتھر بنادیتی ہے لیکن بہرحال وہ پتھر کا انسان ہوتا نہیں ہے جن جگہوں پر لچک کی ضرورت ہوتی ہے اگر وہاں لچک نہ ہو تو پھر خطرناک بیماریاں جنم لیتی ہیں۔ تمہارے بدن کی ہڈیاں فولاد ہوتی ہیں لیکن ان میں بھی جھکنے کے لئے گنجائش پیدا کی گئی ہے اور ایسے جوڑ بنائے گئے ہیں جن سے یہ ہڈیاں لچک کر اور جھک کر کام کرتی ہیں اگر ان کی لچک اور جھکاؤ ختم ہوجائے تو جہانگیر وجود

میں آجاتا ہے۔ وہ کرنل ہے میں بھی کرنل تھا لیکن اس کا رویہ اولاد کے ساتھ بے حد سخت رہا دو بیٹیاں ہیں اس کی۔ ان کے ساتھ بھی اس کا رویہ وہی فوجی ہے' لیکن وہ بیٹیاں ہیں محدود اور زیادہ نہ سوچنے والی۔ پھر سب سے بڑی بات یہ ہے کہ ان کی ماں موجود ہے اور حسن کی ماں نہیں ہے پھر میری دوسری بہو نے کچھ رویہ بھی ایسا ہی اختیار کیا حسن کے ساتھ کہ اس کی شخصیت میں یہ سب کچھ پیدا ہوگیا۔"

"کیا واقعی اسے برین ٹیومر ہے؟"

"سوال ہی نہیں پیدا ہوتا لیکن وہ اپنے آپ کو مختلف بیماریوں کا مجموعہ بتاتا ہے۔"

"آپ تجزیہ کرچکے ہیں۔"

"یہ سوال تم مجھ سے کر رہے ہو۔ میں جو اسے اپنے بیٹے سے زیادہ چاہتا ہوں۔"

کرنل ہمایوں کے لہجے میں ایک بھراہٹ سی پیدا ہوگئی اور میں نے محسوس کیا کہ کرنل اس وقت جذباتی ہوگئے ہیں۔ میں نے بات کو ہموار کرنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

"اصل میں یہ بات میرے لئے جس قدر خوشی کا باعث ہے جناب آپ خود بھی اس کا اندازہ کرسکتے ہیں انہوں نے جس وقت مجھے اپنے برین ٹیومر کے بارے میں بتایا تھا تو مجھے بے حد دکھ ہوا تھا۔"

"ہاں خدا کا شکر ہے ایسی کوئی بات نہیں ہے وہ بس ایک بھٹکا ہوا نوجوان ہے اور باپ کے رویئے نے اسے دلبرداشتہ کردیا ہے ورنہ وہ ایک تندرست نوجوان ہے بس فطرت ذرا مختلف ہے یعنی یہ کہ دو فوجیوں کی اولاد نہیں ہے وہ ذہنی طور پر۔ ورنہ میں اسے نہ جانے کیا سے کیا بنا دیتا۔"

"دو فوجیوں کی اولاد۔" میں نے سوالیہ انداز میں کرنل ہمایوں کو دیکھا۔

"میرا مطلب ہے ایک تو اس کا باپ' دوسرا اس کا دادا۔ دونوں ہی کرنل مگر وہ ذہنی طور پر بہت نرم مزاج اور فوجی زندگی کے قابل نہیں۔"

"اب دادا جان میرا مطلب ہے مجھے معاف کیجئے گا کرنل صاحب' میرے لئے جو احکامات ہیں وہ صادر فرمایئے۔"

"دادا جان کہا تم نے مجھے اور اس کے بعد معافی مانگ لی۔"

"جی' غلطی سے نکل گیا تھا۔"

"اسے غلطی کیوں کہتے ہو۔"

"جناب اپنی حیثیت کا احساس ہے مجھے۔" میں نے کہا اور کرنل ہمایوں تھوڑی دیر

کے لئے سوچ میں ڈوب گئے' پھر آہستہ سے بولے۔

"خیر ہم اسے موضوع نہیں بناتے بلکہ اسے بعد کے لئے چھوڑ دیتے ہیں کہ تم مجھے کیا کہتے ہو' یہ تو میرے رویے پر ہوگا اور تمہارے بھی لیکن اب مجھے پورے اعتماد کے ساتھ یہ بتاؤ کہ کیا تم نے میری پیش کش قبول کرلی ہے۔"

"خلوص دل سے۔ بلکہ میں یہ سمجھتا ہوں کہ میری یہ چھوٹی سی نیکی میرے کام آگئی۔"

"چھوٹی سی نیکی۔"

"جی ہاں۔"

"وہ کیا؟"

"اپنی آبادی سے آیا تھا' ایک ہوٹل میں بیٹھا ہوا کھانا کھا رہا تھا کہ میں نے اپنے سامنے ایک ایسے شخص کو دیکھا کہ جس کے بارے میں میرا اندازہ تھا کہ کھانا کھانے کا خواہش مند ہے اسے اپنے ساتھ کھانے میں شریک کرلیا اور بات یہاں تک پہنچ گئی۔"

"ایسی ہی حرکتیں کرتا ہے نالائق۔"

"لیکن یہ حرکت میرے حق میں بہت بہتر ثابت ہوئی۔"

"تم نے میرا موقف سمجھ لیا ہے۔"

"کسی حد تک۔"

"میں تمہیں تربیت دوں گا پھر تمہارے سپرد کچھ کام کروں گا۔ ایسے کام جنہیں تم بس یہ سمجھ لو کہ بعد میں ہی تمہیں اس کے بارے میں ساری تفصیلات بتاؤں گا' بلکہ تربیت کے دوران ہی سمجھ میں آجائے گا کہ میں تم سے کیا چاہتا ہوں۔"

"جی میں سمجھ رہا ہوں۔"

"پھر تمہاری شخصیت بھی بہت شاندار ہے آرام سے یہاں رہو اور اس جن کو بوتل میں بند کرنے کی کوشش کرو۔"

"حسن فیروز۔"

"ہاں۔"

"وہ ایک اچھا نوجوان ہے۔"

"اچھا نہیں بلکہ بہت اچھا نوجوان ہے' مگر باپ سے باغی ہے اور کوئی بات نہیں ہے اسے انسان بنانے کی کوشش کرو۔"

"آپ کی اجازت ہو تو پہلے میں اسے اپنا دوست بناؤں' ایک دوسرے پر اعتماد حاصل کرنے کی کوشش کروں۔"

"یہ سب تم پر منحصر ہے۔" کرنل ہمایوں نے مسکرا کر کہا۔

بستی دوآبہ کا ایک پہاڑی انسان جس کی زندگی میں کوئی روشنی نہیں تھی بس اللہ کے سہارے پر ایک عزم لے کر شہر آگیا تھا لیکن تقدیر عزم پورے کرتی ہے۔ ایسی عالی شان کوٹھی میں قیام کے لئے جگہ ملی تھی کہ تصور بھی نہ کیا جاسکے۔ میری وجہ سے حسن بھی یہاں تک آگیا تھا۔

"اصل میں میرا دل یہاں بالکل نہیں لگتا۔ یہاں اکیلا ہوں تو حالات پر رونا آتا ہے۔"

"کیسے حالات۔"

"والد صاحب جب کہ یہیں مقامی چھاؤنی میں تعینات ہیں گھر آتے ہیں تو بیٹیوں سے بڑے پیار سے ملتے ہیں اور مجھ سے کہتے ہیں ہاں یہاں تم ٹھیک ہو' تمہاری بقراطیت کا کیا حال ہے میرے بجائے جواب والدہ صاحبہ دے دیتی ہیں اور اس وقت میں کباب ہوجاتا ہوں۔"

"دادا جان تمہیں بہت چاہتے ہیں۔"

"مجھے اندازہ ہے۔"

"انہیں تنہا چھوڑنا بہتر نہیں۔"

"جب ضبط ممکن نہیں ہوتا تو نکل جاتا ہوں کچھ دن باہر ٹھوکریں کھاتا ہوں پھر دادا جان کے پاس چلا آتا ہوں۔"

"کیا رویہ ہوتا ہے ان لوگوں کا؟"

"والدہ صاحبہ کا تو چہرہ مجھے دیکھ کر بگڑ جاتا ہے۔"

"بہنوں کا رویہ کیا ہوتا ہے؟"

"بچپن سے ان کے دلوں میں میرے لئے آگ بھڑکائی گئی ہے میں نے بھی کبھی کوئی لحاظ نہیں کیا۔"

"گویا حالات خراب ہیں۔"

"بالکل خراب۔"

"کتنی بہنیں ہیں؟"

"تین۔ پہلے نمبر پر صوفیہ' دوسرے پر یاسمین اور تیسرے پر شمسہ ہے۔"

"تینوں ایک ہی مزاج کی ہیں؟"

"تقریباً بڑی صوفیہ خاموش طبع ہے' بس ماں کی تقلید میں صرف مجھے دیکھ کر منہ بنالیتی ہے یاسمین بے حد مغرور ہے شمسہ کسی قدرے بہتر ہے۔"

"اس کا رویہ تمہارے ساتھ کیسا ہے؟"

"میرے لئے سب کی تربیت یکساں ہے۔" اس نے جواب دیا میں گہری سانس لے کر خاموش ہو گیا تھا۔

کوٹھی میں تیسرا دن تھا۔ پہلے دو دن انیکسی میں قید رہ کر گزارے تھے تیسرے دن ناشتے کے بعد فیروز نے دادا جان سے کہا۔

"میں بھاگنا چاہتا ہوں۔"

"گل کو چھوڑ کر........" دادا جان نے برجستہ کہا۔

"نہیں اس کے ساتھ۔"

"بھاگ جاؤ لیکن جس طرح شریف بھاگتے ہیں۔"

"شریف کیسے بھاگتے ہیں۔" اس نے پوچھا۔

"عمدہ لباس میں۔ کار میں بیٹھ کر' بلکہ اپنے دوست کو ڈرائیونگ سکھا دو۔"

"رقم۔" حسن نے کہا اور دادا جان نے اپنا پرس نکال کر میرے حوالے کر دیا۔ اتنے میں حسن نے کہا دادا جان بہت اچھے انسان ہیں تمہارے سلسلے میں وہ بہت پُرامید ہیں کہتے ہیں ہیرا لگا ہے حسن کے ہاتھ۔"

اس نے مجھے ڈرائیونگ سکھانا شروع کر دی' بڑا آسان کام تھا یہ' مجھے کوئی مشکل نہیں ہوئی اور پہلے ہی ایک گھنٹے کے بعد میں نے بڑے اطمینان سے گاڑی چلانا شروع کر دی' بس تھوڑی سی جھجک اور گھبراہٹ تھی' جسے حسن جیسا سُست آدمی دور کر رہا تھا' آدم خان نے مجھے دس روپے روز کی نوکری پیش کی تھی اور اس کے بعد جھلا کر کہا تھا کہ شہر جا کر پتھر کوٹنا میری تقدیر ہے اور اس تقدیر کو میں بدل نہیں سکتا لیکن تقدیر بدلنے والے نے تقدیر بدل دی تھی بے شک چند روز مزدوری کی تھی لیکن اسے میرے اوپر رحم آگیا تھا اور اس نے مجھے بہت بڑا مقام بخش دیا تھا یہ معمولی بات نہیں تھی۔ دادا جان آہستہ آہستہ اپنے نظریات کا پرچار کر رہے تھے اور مجھے سمجھا رہے تھے کہ وہ مجھ سے کیا چاہتے ہیں ادھر میں ہمیشہ حسن فیروز کے ساتھ نکل جاتا تھا اور بڑی بڑی سڑکوں پر ڈرائیونگ کی

مشق کرتا تھا اس دوران کرنل جہانگیر خان تو مجھے نظر نہیں آئے تھے لیکن بیگم صاحبہ کو میں نے ایک شاندار کار میں کئی بار باہر نکلتے ہوئے دیکھا تھا' میں جان بوجھ کر یہ کوشش کر رہا تھا کہ ان کی نگاہوں سے دور رہوں صاحب زادیاں بھی چہل قدمی کرتی ہوئی نظر آئی تھیں۔ عمارت تو خیر تھی ہی بے پناہ خوبصورت۔

دادا جان اور حسن فیروز کی ہدایت کے مطابق اپنے آپ کو محدود رکھے ہوئے تھا اور عمارت میں آگے نہیں بڑھتا تھا بہر حال اتفاقات ایک جگہ رہنے والوں کو سامنے لے ہی آتے ہیں اور یہ اتفاق بھی بڑا دلچسپ تھا' حسن فیروز کسی کام سے گیا ہوا تھا کرنل ہمایوں اپنی جدید تجربہ گاہ میں مصروف تھے ابھی تک اس تجربہ گاہ کا میں نے نظارہ نہیں کیا تھا حسن فیروز مجھے گائیڈ کرتا رہتا تھا اس کا کہنا تھا کہ دادا جان جب تک اپنے طور پر کوئی ذمہ داری سپرد نہ کریں جان بوجھ کر اس میں مداخلت کرنے کی کوشش نہ کی جائے کیونکہ اس مداخلت کو برداشت نہ کرنا ان کی کمزوری ہے میں انیکسی کے عقبی حصے میں باہر ٹہلنے کے لئے نکل آیا اور پھر بے خیالی کے عالم میں سرسبز و شاداب گھاس پر قدم بڑھاتا ہوا اس علاقے میں پہنچ گیا جہاں سیب کے درخت جھول رہے تھے' عمارت بے مثال تھی اس کا اندازہ تو میں پہلے بھی لگا چکا تھا لیکن اس وقت جب میں نے دیکھا تو وہ مجھے بہت ہی حسین لگی اس کے دوسرے حصے تک جانے کے لئے سرخ بجری کی روش بنی ہوئی تھی جس کے دونوں جانب پھلوں کے درخت جھکے ہوئے تھے ان درختوں میں سیب لٹکے ہوئے تھے اور ان کی مہک فضا میں پھیلی ہوئی تھی اور درختوں کے درمیان سے گھاس کے وسیع لان' دونوں جانب نظر آ رہے تھے' یہ اتفاق تھا کہ اس سے پہلے میں اس طرف کبھی نہیں آیا تھا' ویسے بھی چونکہ کوٹھی والوں اور انیکسی والوں کے درمیان ایک تناؤ کی سی شکل تھی' اس لئے نہ وہ اس طرف آتے تھے' نہ ہمارا اس سمت جانا ہوتا تھا میں اس خوبصورت منظر کو دیکھتا ہوا آہستہ آہستہ آگے بڑھ رہا تھا کہ اچانک ہی مجھے بلی کی سی چیخ کا احساس ہوا یہ چیخ عمارت کی عقبی دیوار کے پاس آئی تھی اور میری نگاہیں بے اختیار اس طرف اٹھ گئی تھیں۔ بڑی سی کھڑکی تھی لیکن وہ خاتون کھڑکی اور زمین میں موجود خلاء میں معلق نظر آئی تھیں اور تیزی سے میری جانب بڑھ رہی تھیں' ہوش و حواس کے قائم رہنے کا تو خیر سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تھا' یہ بالکل سمجھ میں نہیں آئی تھی کہ یہ اڑن طشتری کس طرح اور کہاں سے نمودار ہوئی ہے لیکن میں نے اسے سنبھالنے کی تیاریاں کر لی تھیں اور جیسے ہی وہ مجھ تک پہنچی میں نے اسے اپنے بازو میں پکڑ لیا کچھ ایسا انداز تھا کہ خود میں بھی نہیں

سمجھ پایا تھا لیکن جب مجھے اس اڑن طشتری کے وجود کا احساس ہوا تو میں نے جلدی سے اسے چھوڑ دیا اس کے دونوں پاؤں نیچے ٹکے اور اس کے بعد وہ کسی اسپرنگ کے گدے کی طرح اچھلی، پیچھے ہٹی، دوبارہ زمین پر پاؤں ٹکائے ایک بار پھر اچھلی اور اس بار اس کی دولتی میرے سینے پر پڑی، کچھ سمجھ میں ہی نہیں آیا تھا سینے پر دھکا ضرور لگا لیکن وہ بے چاری بری طرح گھاس پر گر پڑی تھی، میں نے خوفزدہ انداز میں ارے باپ رے کہا اور کئی قدم پیچھے ہٹ گیا وہ اٹھ کر کھڑی ہو گئی اس کا چہرہ غصے سے سرخ ہو رہا تھا۔

"گدھے۔" وہ غرائی ہوئی آواز میں بولی اور میں پلٹ کر پیچھے دیکھنے لگا، پھر میں نے حیرت سے دیکھتے ہوئے اس سے کہا۔

"ایک بھی نہیں ہے۔"

"کیا نہیں ہے۔"

"شاید آپ نے گدھے کہا تھا۔"

"تم گدھے ہو۔"

"آپ کی نگاہ کمزور معلوم ہوتی ہے۔"

"چور، ڈاکو۔"

"وہ بھی نہیں ہیں اس وقت، مگر آپ کون ہیں؟"

"کیا تمہارا دماغ خراب ہے۔"

"شاید ہو جائے اگر آپ سمجھ میں نہ آئیں تو۔" میں نے اسے سر سے پاؤں تک دیکھتے ہوئے کہا، سفید ڈھیلا ڈھالا پاجامہ، ایسی ہی ڈھیلی ڈھالی سفید قمیض، کمر میں سیاہ رنگ کی بیلٹ بندھی ہوئی، ننگے پاؤں، بدن پسینے میں شرابور، چہرہ لال بھبوکا، بال بکھرے ہوئے لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہی اگر ذرا غور کی نگاہ سے دیکھا جائے تو حسن و جمال کا ایک ایسا شاہکار کہ انسان پہلے تو اس کے بارے میں تفصیل سے سوچے اور پھر اس کا گریڈ متعین کرے۔

"تم آدمی ہو یا فولاد۔"

"پتا نہیں کیا کیا کہہ رہی ہیں آپ، میری سمجھ میں کچھ نہیں آیا۔"

"میں کہتی ہوں تم ہو کون، کس دیدہ دلیری سے گھر میں گھسے ہوئے ہو اور اس کے بعد مذاق کرنے کی کوشش بھی فرمائی جا رہی ہے۔"

"محترمہ، اگر آپ ایک لمحے کے لئے آدمی کی جون میں نظر آئیں تو میں آپ سے

اپنا تعارف کراؤں۔"

"گولی مار دوں گی تمہیں۔"

"ننگے پیروں سے۔" میں نے اسے دیکھ کر کہا۔

"بہت چرب زبان بن رہے ہو۔"

"اچھا آپ ایسا کیجئے مجھے گولی مار دیجئے، باقی باتیں بعد میں کر لیں گے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور وہ کسی قدر متعجب ہو گئی، پھر تعجب سے بولی۔

"کیا تم ڈاکو نہیں ہو۔"

"شکل سے کیا نظر آرہا ہوں۔"

"شکل سے جو نظر آرہے ہو وہ میں پہلے ہی کہہ چکی ہوں۔" اس نے کہا اور بے اختیار مسکرا دی۔

"یعنی گدھے۔"

"اب میں اپنے منہ سے کیا کہوں، تم خود سمجھدار ہو۔"

"ٹھیک ہے لیکن آپ یہ فضا میں پرواز کیوں کر رہی تھیں۔" میں نے کہا اور وہ پھر چونک کر مجھے دیکھنے لگی پھر بولی۔

"میں نے کتنی لمبی چھلانگ لگائی تھی اور میری یہ چھلانگ عام لوگ برداشت نہیں کر پاتے، مگر تم نے مجھے پکڑ لیا اور پھر میری فلائنگ کک بھی برداشت کر گئے۔"

"میرے اندر بڑی قوت برداشت ہے۔" میں نے کہا۔

"یہ نہیں بتاؤ گے کہ یہاں کیا کر رہے تھے۔"

"وہ محترمہ انیکسی میں رہتا ہوں کرنل ہمایوں صاحب کا ملازم ہوں۔"

"کیا؟" وہ تعجب سے آنکھیں پھاڑ کر بولی۔

"جی! کرنل صاحب نے مجھے کچھ روز پہلے نوکر رکھا ہے۔"

"ہمیں اس بارے میں کچھ نہیں معلوم۔"

"اس میں میرا قصور نہیں ہے۔"

"کیا کام کرتے ہو تم۔"

"ابھی تک کوئی کام بتایا ہی نہیں گیا۔"

"ہوں، ڈاکٹریس، ویری گڈ، تو ڈاکٹریس نے تمہیں ملازم رکھ لیا ہے لیکن ابھی کوئی کام نہیں بتایا۔"

"یہ ڈاکٹریس کون ہیں؟"

"کرنل ہمایوں' ڈاکٹریس ہی کہلاتے ہیں۔"

"میں نے تو آج تک نہیں سنا۔"

"کتنے دن ہوگئے تمہیں یہاں نوکری کرتے ہوئے۔"

"جمعہ جمعہ آٹھ دن۔" میں نے جواب دیا۔

"تو پھر کہاں سے سن لیتے' ابھی تو ڈاکٹریس کے کارنامے تمہارے علم میں آئیں گے' تو تمہیں اس کے بارے میں معلوم ہوگا۔"

"مگر کرنل ہمایوں صاحب ڈاکٹریس۔"

"تم نے ڈاکٹر نو کے بارے میں تو سنا ہی ہوگا وہ ڈاکٹر نو تھا اور دادا جان ڈاکٹریس ہیں کیا سمجھے؟" اس نے کہا اور پھر ایک دم جیسے چونک سی پڑی۔

"اور تم ملازم ہو کر مجھ سے بکواس کر رہے ہو۔"

"جی۔" میں نے حیرت سے آنکھیں پھاڑیں۔

"شٹ اپ اینڈ گٹ آؤٹ۔" وہ غراتے ہوئے لہجے میں بولی۔

"آپ یہاں سے اس کھڑکی میں واپس جاسکتی ہیں۔" میں نے سوال کیا۔

"کیا؟" وہ آنکھیں پھاڑ کر بولی۔

"کچھ نہیں۔" میں واپسی کے لئے پلٹ پڑا' میں نے محسوس کیا تھا کہ وہ مجھے جاتے ہوئے دیکھ رہی تھی' اتنا اندازہ تو ہوگیا تھا کہ ان تینوں میں سے کوئی ہے یعنی حسن فیروز کی سوتیلی بہنوں میں سے۔ایک لیکن ان میں سے کون سی ہے اس کے بارے میں اندازہ نہیں ہوسکا تھا ہاں اگر حسن فیروز کی باتوں پر غور کرتا تو یہ اندازہ ضرور ہوجاتا تھا کہ وہ یاسمین ہوگی کیونکہ بڑی خاموش طبع تھی اور چھوٹی' چھوٹی اس کا نام ذہن سے اتر ہی گیا تھا یاسمین کا نام یاد رہ گیا تھا۔ بہرحال جو کوئی بھی ہو مجھے اس سے کوئی غرض نہیں تھی' میں نے البتہ یہ سوچ لیا تھا کہ بلاوجہ ان لڑکیوں سے کوئی جھگڑا مول نہیں لینا' ویسے بھی حسن فیروز کی بہنیں تھیں سوتیلی ہی سہی' لیکن میرے لئے تو قابل احترام تھیں' اب وہ جو کچھ بھی کہیں وہ ایک الگ بات ہے۔ اس دوران میں ڈرائیونگ اچھی طرح سیکھ گیا تھا اور اب اکثر گاڑی میں ہی چلایا کرتا تھا حسن فیروز نے میرا لائسنس بنوانے کا فیصلہ کرلیا تھا پھر اس دن دادا جان نے مجھے اپنا ورک شاپ دکھایا اور میں اسے دیکھ کر خاصا متاثر ہوا زیر زمین تہ خانہ بے حد خوبصورت تھا ایک طرف لیبارٹری بنی ہوئی تھی جس میں بڑے بڑے شیشے کے

جار بنے ہوئے تھے۔ انسانی بدن کی ہڈیاں' جانوروں کے جسموں کی ہڈیاں' کچھ ٹوٹی ہوئی ہڈیاں نمونے کے طور پر اس کے علاوہ سرجری کے آلات' بے شمار ایسی چیزیں موجود تھیں' دادا جان صرف مجھے یہاں لے آئے تھے حسن فیروز آج کل یہیں رہ رہا تھا اور دادا جان اس بات پر بہت خوش تھے کہ میری وجہ سے وہ بقول ان کے آدمی بنتا جارہا ہے پھر دادا جان کہنے لگے۔

"بہت دن سے میں نے کوئی تجربہ نہیں کیا' کبھی کبھی ہم سڑکوں سے فقیروں کو اغوا کرلیتے ہیں ایسے فقیر جو واقعی معذور ہوں ویسے تو وہ بڑے چیختے چلاتے آتے ہیں اور بہت شور مچاتے ہیں لیکن بعد میں جب اپنے پیروں پر چل کر جاتے ہیں تو دعائیں ہی دیتے ہیں یہ انسان کی فطرت ہے لیکن ان کا مسئلہ کچھ اور بھی ہے۔"

"وہ کیا سر؟" میں نے سوال کیا۔

"یہ فقیروں کا مسئلہ بھی عجیب ہے ان میں سے بعض قدرتی طور پر معذور نہیں ہوتے بلکہ ان کے ٹھیکیدار انہیں بچپن سے ہی معذور کر دیتے ہیں ہاتھ پاؤں توڑ دیتے ہیں' تاکہ بھیک مانگنے میں آسانی ہو۔"

"میرے خدا" "دنیا کے بارے میں جتنا معلوم کرتے چلے جاؤ' معلومات ہوجاتی ہیں' بڑے دردناک پہلو ہیں' ویسے یہ میرا مشغلہ ہے کہ انسانی مسائل میں دلچسپی لیتا ہوں تھوڑا سا تجسّس بھی فطرت میں ہے اس سلسلے میں کوشش کرتا ہوں اور کئی ایسی پراسرار گتھیوں کا سراغ لگا چکا ہوں میں جس کے بارے میں شاید وہ لوگ بھی کبھی معلومات حاصل نہ کر پاتے جن کا اس سے تعلق تھا مجھے بہت لطف آتا ہے اس کا میں پچھلے دنوں سے یہ شدت سے محسوس کررہا تھا کہ کوئی ایسی شخصیت ساتھ ہو جو میرے لئے کام کرے میری رپورٹیں تیار کرے تو میں اس بارے میں سوچوں' غور کروں اور پھر ہم مل جل کر کارنامے سرانجام دیں' تمہاری جسمانی قوت اور ذہنی صلاحیتوں سے مجھے یہ امید ہوچکی ہے کہ تم نے مجھ سے تعاون کیا تو اس کام میں تم میرے بہترین معاون ثابت ہوگے ہو۔"

"لیکن اس سے فائدہ سر؟" میں نے سوال کیا۔

"فائدہ ہر چیز میں نہیں دیکھا جاتا اور پھر کبھی کبھی مالی فائدہ بھی حاصل ہوجاتا ہے' جس کی اللہ کے فضل سے مجھے اب چنداں ضرورت نہیں ہے لیکن پھر بھی۔"

"جی۔"

"بولو کیا تم میرے ساتھ اس کام کے لئے تیار ہو؟"

"بستی سے چلا تھا تو چاچا آدم خان نے کہا تھا کہ سڑکوں پر کھدائی کروں گا یا ٹیکسیاں چلاؤں گا' لیکن آپ نے مجھے جاسوسی کا کام سونپ دیا ہے۔"

"برا تو نہیں ہے اور پھر نہ تم سڑکوں پر کھدائی کرنے کے لئے ہو' نہ ٹیکسی ڈرائیور بننے کے لئے تمہاری صلاحیتیں تمہیں بہت اونچا مقام دینے کے لئے بے چین ہیں' ہاں اگر تم مجھ سے تعاون کرو تو۔"

"سر آپ نے مجھے ملازم رکھا ہے میرے لئے تنخواہ مقرر کی ہے میں آپ کی ہر ہدایت پر عمل کروں گا۔"

"تو بس یہ سمجھ لو آج تمہیں یہاں لانے کا مقصد تمہاری تربیت کا آغاز ہے!" اور میں نے اس بات پر گردن ہلادی۔ دادا جان کی تربیت بڑی شاندار تھی مجھے بہت سے جسمانی عمل بھی آتے جارہے تھے اور دادا جان نہ جانے کیا کیا سکھا رہے تھے مجھے' ویسے آدمی بہت شاندار تھے اور مجھے خود بھی یہ احساس ہو رہا تھا کہ جس مقصد کے لئے وہ مجھے تیار کر رہے ہیں وہ خود میری زندگی کے لئے انتہائی دلچسپ ثابت ہو سکتا ہے کافی عرصہ ہو گیا تو میرے ذہن میں یہ تصور پیدا ہوا تھا کہ کم از کم ماں اور بہنوں کی خبر تو لے لی جائے اس کا تذکرہ میں نے حسن فیروز سے کیا تو وہ بولا۔

"میں بھی تمہارے ساتھ چلوں گا۔"

"بستی دو آبہ اس قابل نہیں ہے کہ تم وہاں چلو۔"

"کیا فضول باتیں کرتے ہو' کیا تم وہاں نہیں رہے؟" اس نے کہا۔

"کیوں نہیں' میں نے تو وہیں ہوش سنبھالا ہے۔"

"جب تم جیسا باہوش آدمی وہاں رہ سکتا ہے تو میں تو تم سے بہت پیچھے کی چیز ہوں' ہاں مجھے بس ایک بات سے خوف محسوس ہوتا ہے۔"

"کیا؟" میں نے مسکرا کر پوچھا۔

"وہاں تمہاری کسی سے دشمنی تو نہیں ہے۔"

"دشمنی۔"

"ہاں' پہاڑی آبادی میں دشمنی کے بڑے تذکرے چلتے ہیں ہر ایک کی کسی نہ کسی سے دشمنی ضرور ہوتی ہے دشمنی کے بغیر لوگوں کو رہنے کا اور جینے کا مزا ہی نہیں آتا ہے۔"

"خدا کا شکر ہے کہ میری کسی سے دشمنی نہیں ہے۔"

"تب تو پھر میں تمہارے ساتھ ضرور چلوں گا ورنہ دشمنوں سے مجھے بڑا خوف محسوس ہوتا ہے ان پہاڑی علاقوں کے بارے میں' میں نے بہت سی کہانیاں سنی ہیں۔"

اصل میں تو میں یہ چاہتا ہوں کہ جب اپنی بستی میں داخل ہوں تو لوگ کسی بہت بڑی حیرت کا شکار نہ ہوں۔ اسی لئے تمہیں منع کر رہا ہوں۔"

"مطلب۔"

"مطلب یہ کہ جس شکل میں بستی سے باہر نکلا تھا اسی شکل میں بستی میں واپس جاؤں گا۔"

"یہ تو بہت اچھی بات ہے' میں بھی تمہارے ساتھ اسی ماحول' اسی رنگ میں تمہاری بستی چلوں گا۔"

"سوچ لو چل سکو گے یا نہیں۔"

"یار اگر نہیں لے جانا چاہتے اپنے گھر تو وہ الگ بات ہے۔"

"ایسی کوئی بات نہیں' دادا جان سے اجازت لے لینی چاہئے۔" اور پھر کرنل ہمایوں نے مجھے کچھ دن کے لئے بخوشی اجازت دے دی تھی انہوں نے کہا تھا۔

"تم واپس آؤ' میں تمہاری تربیت تیزی سے کرنا چاہتا ہوں اور اس کے بعد میرے پاس کئی ایسے مشن ہیں جو ادھورے پڑے ہوئے ہیں ان کی تکمیل کرنی ہے تمہیں۔"

"جی سر' میں صرف چند روز کے لئے اجازت چاہتا ہوں۔"

"ہو سکے تو اپنی ماں اور بہنوں کو بھی وہاں سے لے آؤ کوئی ایسی بات نہیں ہے تم دیکھ چکے ہو انیکسی میں کافی گنجائش ہے اور پھر وہ یہاں آجائیں گی تو مجھے بھی آسانی ہوجائے گی کیونکہ کوٹھی والے مجھے زیادہ گھاس نہیں ڈالتے اور ویسے بھی میں نے گھاس کھانا چھوڑ دی ہے' مجھے گھاس سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔"

میں اور حسن فیروز کار میں ہی چلے تھے لیکن ہم لوگوں نے ایک راستہ طے کرلیا تھا' میں نے حسن فیروز کو اپنی جغرافیائی کیفیت کے بارے میں بتایا تھا تو حسن فیروز نے کہا تھا کہ راستے میں کہیں کار پوشیدہ کریں گے اور پھر اسی لباس میں دونوں چلیں گے جس لباس میں بقول تمہارے وہاں کے لوگ رہتے ہیں میں ہنسنے لگا اور ہم دونوں نے اپنے لئے ایسے لباس خرید لئے جو ہمیں مزدور ظاہر کریں پھر حسن نے کہا۔

"مجھے بھی تم اپنی بستی یا کسی اور پہاڑی آبادی کا ہی باشندہ ظاہر کرنا۔"

"مگر تمہیں پہاڑی زبان نہیں آتی۔"

"اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا تمہاری بستی میں اردو زبان تو بولی جاتی ہے نا؟"

"اردو ہی بولی جاتی ہے' باقی اگر کبھی ضرورت پیش آتی ہے تو ہم لوگ پہاڑی زبان میں بات کرتے ہیں۔"

تو بات ختم ہوگئی' پھر مطلوبہ جگہ ہم نے کار چھپائی تھی اور اس کے بعد وہاں سے پیدل چل پڑے تھے بعد کے واقعات جو پیش آئے ان کا تذکرہ پہلے ہوچکا ہے بہرحال بستی پہنچنے کے بعد کئی نئی باتوں کا انکشاف ہوا تھا اور شہر روانہ ہوتے ہوئے جب حسن فیروز ڈرائیونگ کر رہا تھا تو میرے ذہن میں بہت سے ایسے خیالات جنم لے رہے تھے جن کے بارے میں صحیح طور پر کوئی فیصلہ نہیں کیا جاسکتا تھا' حاجی سراج والا معاملہ بھی دماغ میں تھا اور ماں کی تشویش بھی' ویسے اندازہ یہ ہوگیا تھا کہ ماں کبھی نور اور شیرانہ کو لے کر شہر نہیں آئے گی' کچھ روایتیں ہوتی ہیں انسانوں کی اور بہرحال ماں کی زندگی میں' میں اسے مجبور نہیں کرسکتا تھا کہ ان روایتوں کو توڑ دے۔

ہم کوٹھی واپس آگئے کرنل ہمایوں نے مجھ سے میری ماں اور بہنوں کے بارے میں سوالات کئے تو میں نے انہیں ساری تفصیل بتا دی تھی' تب انہوں نے کہا۔

"ٹھیک ہے' روایتی قسم کے لوگ' روایتوں کو نہیں توڑتے اور بہرحال اس سلسلے میں کم از کم یہ لوگ مستقل مزاج ہوتے ہیں' تم بھی جہاں تک میرا خیال ہے اپنی ماں کو اس کے لئے مجبور نہیں کرپاؤ گے کہ وہ اپنی بستی چھوڑ دے لیکن بہرحال تم ان کی پوری پوری خبر گیری کرتے رہو اور خبردار انہیں کسی قسم کی تکلیف نہ ہونے پائے یہ میری خاص ہدایت ہے تمہیں۔"

"جی سر۔" میں نے مہذب لہجے میں کہا کوٹھی والوں کا رویہ واقعی بہت اجنبی اجنبی تھا' دادا جان تک کو نظرانداز کر رکھا تھا انہوں نے' ہاں بس کبھی کبھی کرنل جہانگیر جب مناسب سمجھتے تو دادا جان سے ملاقات کرلیا کرتے تھے' میرے یہاں آنے کے بعد پہلی بار میرے سامنے ان کی ملاقات ہوئی تھی کرنل جہانگیر خود یہاں آئے تھے اور اتفاق کی بات یہ کہ سب سے پہلے میں ہی سامنے آیا تھا' پہلی بار میرا اور ان کا سامنا ہوا تھا جب کہ میں انہیں دور سے کئی بار دیکھ چکا تھا' وہ چونک کر ٹھٹک گئے' رخسار کھجاتے رہے پھر آہستہ سے بولے۔

"حسن تو نہیں ہو تم؟"

"نہیں سر' میرا نام گل مراد ہے۔"

"یہاں کیا کر رہے ہو؟"

"نوکری۔" میں نے جواب دیا۔

"حسن کہاں ہے؟"

"پتا نہیں سر۔" پھر اتنی دیر میں دادا جان آگئے تھے اور کرنل صاحب انہیں سلام کرکے ان کے ساتھ اندر چلے گئے تھے اس سے زیادہ انہوں نے میرے بارے میں اور کچھ نہیں پوچھا تھا۔ ویسے شخصیت واقعی شاندار تھی۔ میں نے انہیں قریب سے پہلی بار دیکھا تھا لیکن ان کے سوال نے مجھے حیرت زدہ کردیا تھا۔ انہوں نے مجھ سے کہا تھا کہ میں حسن تو نہیں ہوں۔ کیا باپ' بیٹے کے درمیان اتنی خلیج حائل ہوگئی ہے کہ باپ کسی اجنبی شکل کو دیکھ کر سوچتا ہے کہ وہ اس کا بیٹا تو نہیں ہے۔ اگر ایسا ہے تو اس سے زیادہ افسوس ناک بات اور کوئی نہیں ہوسکتی یہ بھی شکر تھا کہ حسن بیٹا اس وقت یہاں موجود نہیں تھا۔

کرنل جہانگیر بہت دیر تک کرنل ہمایوں کے پاس رہا میرے دل میں کئی بار خیال آیا کہ ان کے درمیان ہونے والی گفتگو سنوں لیکن یہ ہر طرح غلط تھا غیراخلاقی بھی اور میرے لئے خطرناک بھی۔ بہت دیر کے بعد کرنل جہانگیر اندرونی کمرے سے نمودار ہوا اور میری طرف توجہ دیئے بغیر آگے بڑھ گیا۔ بہرحال میں مؤدب کھڑا رہا یوں لگا جیسے کرنل نے مجھے دیکھا ہی نہ ہو لیکن دو قدم کے قریب پہنچ کر وہ رکا پلٹ کر مجھے دیکھا اور پھر قریب آنے کا اشارہ کیا تو میں جلدی سے آگے بڑھ گیا۔

"کون ہو؟" اس نے پوچھا۔

"گل مراد۔"

"فوج میں ہو؟"

"نہیں۔"

"کیوں؟" کرنل جہانگیر نے پوچھا۔

"موقع نہیں ملا۔" میں نے جواب دیا۔

کرنل جہانگیر ایک جھٹکے سے واپس گھوما اور تیز قدموں سے باہر نکل گیا۔ میرے لئے سر کھجانے کے علاوہ اور کوئی چارہ کار نہیں تھا۔ بہرحال مجھے ایک مقام حاصل ہوا تھا۔ دادا جان یعنی کرنل ہمایوں بے مثال شخصیت کے مالک تھے اور آہستہ آہستہ ان کے راز مجھ پر کھلتے جا رہے تھے۔ ابھی یہ تو ممکن نہیں تھا کہ میں ساری تفصیلات جان لیتا لیکن اپنی خداداد ذہانت سے کام لے کر مجھے جو تھوڑی بہت معلومات حاصل ہوئی تھیں وہ یہ تھیں

کہ ایک ریٹائرڈ فوجی کی حیثیت سے ہی نہیں بلکہ شاید ریٹائرڈ ہونے کے بعد کرنل ہمایوں نے اس حیثیت سے بھی بہت سے ملکی اور غیر ملکی معاملات اپنے سر لے رکھے تھے اب چونکہ میری رسائی کرنل کی خفیہ ورکشاپ تک ہوگئی تھی تو آہستہ آہستہ مجھ پر یہ انکشافات ہوتے جا رہے تھے کہ یہ ورکشاپ واقعی انتہائی غیر معمولی نوعیت کی حامل ہے یہاں جو کچھ ہے وہ آسانی سے نہیں سمجھا جاسکتا۔

کرنل کے پاس برقی مشینیں تھیں' ٹیلی پرنٹر تھے' کمپیوٹر تھے' جن پر پیغامات موصول ہوتے رہتے تھے' یہ پیغامات عموماً کرنل ہی موصول کیا کرتا تھا اور اس کے لئے اس نے خفیہ فائلیں بنا رکھی تھیں اور یہ خفیہ فائلیں ایسی تجوریوں میں رکھی جاتی تھیں جو الیکٹرک تھیں اور جنہیں کھولنا آسان بات نہیں تھی یوں محسوس ہوتا تھا جیسے کرنل کے رابطے دنیا کے بہت سے ملکوں سے ہوں' جہاں تک کرنل کی شخصیت کا تعلق تھا تو پہلی بات تو یہ کہ کوئی فوجی کبھی وطن کا غدار نہیں ہوتا۔ دوسری بات خود کرنل کی اپنی شخصیت جس میں شرافت کے ایسے ایسے پہلو نمایاں تھے کہ انسان کو اس کی ذات پر اعتماد ہوجائے۔ چنانچہ اس خدشے کو تو ذہن میں لانا ہی حماقت تھی کہ کرنل کوئی اینٹی اسٹیٹ شخصیت ہوسکتی ہے' وہ یقینی طور پر ملکی مفاد کے لئے تو کام کرسکتا ہے لیکن ملک کے خلاف کچھ نہیں اور میری اس بات کی تصدیق بھی آہستہ آہستہ ہوتی جا رہی تھی۔

اب کرنل کے اور میرے درمیان تمام موضوعات پر خاصی گفتگو ہوتی رہتی تھی۔ کرنل نے مجھے اپنے معاملات میں الجھا لیا تھا اور آہستہ آہستہ مجھے سمجھا رہا تھا کہ اس کی شخصیت کیا ہے' جو پہلو میری نگاہوں کے سامنے آئے تھے' وہ یوں تھے کہ کرنل فوج میں ایک ڈاکٹر ہونے کے علاوہ ملٹری انٹیلی جنس کے لئے بھی بے شمار کارنامے سرانجام دے چکا تھا اور فوجی معاملات میں بھی اس سے کبھی کبھی مشورے لئے جاتے تھے' دو تین بار میں کرنل کے ڈرائیور کی حیثیت سے یا باڈی گارڈ کی حیثیت سے فوجی چھاؤنیوں میں اس کے ساتھ گیا تھا ایسے موقع پر مجھے باقاعدہ وردی پہننا ہوتی تھی' اس دوران میرا واسطہ حسن فیروز سے کٹا نہیں تھا بلکہ حسن فیروز زیادہ تر کوٹھی میں ہی رہا کرتا تھا۔ کبھی کبھی میرے ساتھ ہوتا اور کبھی کبھی خود تنہا باہر نکل جاتا لیکن واپس کوٹھی ہی آجاتا اس بات کو بھی کرنل ہمایوں نے بڑا خوش آئند تصور کیا تھا اور کئی بار دلسوزی سے مجھ سے کہا تھا۔

"میں اسے جانتا ہوں' اچھی طرح جانتا ہوں' اتنا اچھا نوجوان ہے وہ کہ شاید بہت کم لوگ ایسے ہوتے ہیں لیکن بس جہانگیر نے جس عورت کا انتخاب کیا وہ مناسب نہ نکلی اور

پھر اس نے بھی بیٹے کی جانب سے آنکھیں بند کرلیں۔"

"معافی چاہتا ہوں کرنل صاحب' آپ نے اپنے بیٹے کو سمجھایا نہیں۔"

"سمجھایا' لیکن بڑی دلچسپ بات ہے کہ وہ ننھا سا بچہ جو ماں باپ کے سینے پر اپنی ننھی ننھی ٹانگیں مار کر جوان ہوتا ہے' جب اپنی ٹانگوں کو مضبوط پاتا ہے تو ماں باپ کے سینے کو بھول جاتا ہے اور یہ نہیں سوچتا کہ ان ٹانگوں کو مضبوطی سے کھڑا کرنے میں ماں اور باپ کا کتنا ہاتھ ہے بلکہ وہ اس انداز میں ماں باپ کو دیکھتا ہے جیسے کہہ رہا ہو کہ کسی مضبوط توانا شخص پر آپ کو جتنا حق حاصل ہوسکتا ہے اس حق سے تجاوز کرنے کی کوشش مت کیجئے گا کیونکہ وہی آپ کا مرکز ہے' تو میں نے جب بھی اسے سمجھانے کی کوشش کی اس نے ایسی نگاہوں سے مجھے دیکھا جن میں ایک دیوار چنی ہوئی نظر آرہی تھی' آئی ایم سوری مائی سن' بس اس سے زیادہ مجھے جذباتی کرنے کی کوشش مت کرو' میں غم زدہ ہوجاؤں گا۔" میں خاموش ہوگیا' کرنل ہمایوں کے انداز میں بڑے جذبات جھلک رہے تھے پھر اس نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"اور تم نے جس طرح میرے بچے کو سہارا دیا ہے میں اس کے لئے الگ سے تمہارا شکر گزار ہوں' اسے آہستہ آہستہ عقل و ہوش کی منزل میں لاؤ اس سے کہو کہ کسی ایک شخص کی بے التفاتی پوری زندگی پر مسلط نہیں ہونی چاہئے' زندگی اپنی ہوتی ہے متعلقین تو جب تک ساتھ دیتے ہیں' دیتے ہیں اس کے بعد کسی نہ کسی شکل میں ان کا ساتھ چھٹ جاتا ہے' جب ایک ننھا سا بچہ باپ کی پذیرائی حاصل نہیں کرسکتا تو اسے بھی یہی چاہئے کہ اپنی زندگی کے بارے میں سوچے۔"

غرض یہ کہ زندگی بڑی دلچسپی سے گزر رہی تھی اور اس دن بھی بادلوں کی چھاؤں میں' میں باہر نکل آیا تھا' حسن فیروز حسب معمول آوارہ گردی کے لئے باہر نکل گیا تھا اور کرنل ہمایوں مجھے اطلاع دئے بغیر ورکشاپ میں چلے گئے تھے۔ یہ ایسے لمحات کی بات ہوتی تھی جب وہ خصوصی طور سے پیغامات وصول کیا کرتے تھے اور میری ضرورت انہیں نہیں ہوا کرتی تھی سو میں ٹہلتا ہوا باہر نکل آیا۔

پورچ میں وہ شاندار لینڈ کروزر موجود نہیں تھی جس میں بیگم صاحبہ آتی جاتی تھیں اس کا مطلب تھا کہ بیگم صاحبہ اور بچیاں کہیں گئی ہوئی تھیں میں اطمینان سے لان پر آگے بڑھتا رہا' موسم کی خوش رنگی ذہن پر اثر انداز ہو رہی تھی اور میں نہ جانے کیا کیا سوچ رہا تھا کہ دفعتاً پتھر کا ایک ٹکڑا میری پشت سے آکر لگا اور میں چونک کر رک گیا۔

میں نے حیرانی سے اِدھر اُدھر دیکھا۔ پھر کوٹھی کی کھڑکیوں کی جانب' سب کچھ بند تھا اور پھر بیگم صاحبہ تو موجود تھی ہی نہیں پتا نہیں پتھر کا یہ ٹکڑا کدھر سے آیا میں احمقوں کی طرح گردن گھما گھما کر اِدھر اُدھر دیکھنے لگا تھا کہ ایک بار پھر اتنا ہی بڑا پتھر کا ٹکڑا آ کر میری پشت سے لگا اور اس بار مجھے اس کی سمت کا اندازہ ہو گیا' درختوں کا ایک حصہ ایسا بھی تھا جو گول دائرے کی شکل میں تھا اور اس سے پار نہیں دیکھا جاسکتا تھا جب کہ اس کے درمیان صاف و شفاف جگہ تھی اور یقینی طور پر پتھر کا یہ ٹکڑا اس طرف سے آیا تھا۔ کسی نے پھینکا ہو' مقصد کچھ بھی ہو لیکن اپنے تجسّس کو باز تو نہیں رکھا جاسکتا تھا۔

میرے قدم تیزی سے اس جانب اٹھ گئے اور میں درختوں کے درمیان پہنچ گیا لیکن وہاں کوئی موجود نہیں تھا۔ میں نے درختوں کی بلندیوں پر بھی نگاہیں دوڑائیں کہ ہو سکتا ہے کوئی کسی درخت پر چڑھا ہوا ہو لیکن ایسا بھی نہیں تھا' میں ایک ایک قدم پیچھے ہٹ رہا تھا کہ اچانک میری ٹانگوں میں کوئی چیز الجھی اور پوری قوت سے گھوم گئی' عمومی طور پر جب انسان بے خیالی کے عالم میں کھڑا ہوتا ہے تو زمین پر پیروں کا جماؤ اتنا طاقت ور نہیں ہوتا کہ وہ مضبوطی سے اپنی جگہ قائم رہے اور کبھی کبھی کوئی چھوٹی سی کوشش بھی اسے گرا دیتی ہے اس وقت بھی ایسا ہی ہوا تھا لیکن اللہ کا شکر ہی ادا کرسکتا ہوں کہ بدن کا وزن ہی اتنا تھا کہ جن پیروں نے میرے پیروں میں الجھ کر یعنی مارشل آرٹس کی اصطلاح' میرے پیروں میں سوئپ لگائی تھی وہ اتنے طاقتور نہیں تھے کہ مجھے زمین سے اکھاڑ سکتے بلکہ اس کوشش میں خود ان پیروں میں ہی تکلیف ہوئی ہوگی اور یہ بھی جھلاہٹ ہی کا عمل تھا کہ جب سوئپ لگا کر مجھے گرانے کی کوشش ناکام ہوئی تو اچانک ہی پاؤں سمیٹ کر میری پنڈلیوں پر بھرپور ٹھوکر ماری گئی۔ ضرب تو خیر لگی لیکن اس کے علاوہ اور کوئی کامیابی حملہ آور کو حاصل نہیں ہوسکی اور اس کی آواز سنائی دی۔

"خدا نارت کرے انسان ہے یا ہاتھی۔" آواز ایک دم سماعت کو شناسا لگی اور نگاہوں نے تصدیق کردی۔

مس یاسمین ہی تھیں جنھوں نے پلٹ کر کروٹ بدلی اور پھرتی سے اپنی جگہ سے کھڑی ہوگئیں۔

"تمہیں خدا غارت کرے گا۔"

"یقیناً یقیناً۔ اس کے علاوہ بھلا کس کی مجال ہے۔" میں نے کہا اور وہ پاؤں پٹختی ہوئی کنج سے باہر چلی گئی۔

لیکن اب میں واقعی حیران رہ گیا تھا پہلی بات تو یہ تھی کہ میں تو سمجھا تھا کہ تمام گھر والے کہیں گئے ہوئے ہیں لیکن مس یاسمین یہاں موجود تھیں اور مجھ پر گھات لگائے ہوئے تھیں لیکن کیوں' وجہ سمجھ میں نہیں آئی' عجیب وغریب شخصیت تھی آخر یہ لڑکی مجھ سے کیوں الجھ رہی ہے ویسے جس گھر سے اس کا تعلق تھا اس گھر سے میرا بھی تعلق تھا اس کے بعد اس بات کی قطعی گنجائش نہیں تھی کہ میں اس لڑکی کے احترام میں کوئی کمی کروں یا اس سے فلرٹ کرنے کی کوشش کروں۔ ناممکن تھا چنانچہ میں نے اسے مخاطب نہیں کیا۔ دل میں یہ فیصلہ بھی کرلیا تھا میں نے کہ کرنل ہمایوں یا حسن فیروز تک سے اس کا کوئی تذکرہ نہیں کروں گا۔ کبھی کبھی باتوں کو ہضم کرجانا بھی بڑا فائدہ مند ہوتا ہے چنانچہ بالکل ہی خاموشی اختیار کرلی۔ مزید کچھ دن گزر گئے معمولات میں کوئی نیا پن نہیں تھا۔

پھر ایک دن میں نے یاسمین کو کرنل ہمایوں کے پاس دیکھا ایک ملازم کے ساتھ چلی آرہی تھی ملازم کچھ برتن اٹھائے ہوئے تھا یاسمین میرے سامنے سے گزر کر کرنل ہمایوں کے کمرے میں پہنچ گئی' ملازم بھی اس کے پیچھے پیچھے اندر گیا تھا اب اس قدر شریف بھی نہیں تھا کہ اس اجنبی بات کو نظرانداز کر دیتا کم از کم میرے سامنے یاسمین پہلی بار کرنل ہمایوں کے پاس آئی تھی اور ساتھ میں یہ برتن بھی تھے۔

میں پھرتی سے ایک ایسی جگہ پہنچ گیا جہاں سے اس کمرے کا بھرپور جائزہ لے سکوں جس میں کرنل ہمایوں اس وقت موجود تھا۔ میں وہاں کی آوازیں بھی سن سکتا تھا۔ کرنل ہمایوں نے یاسمین کو دیکھا اور پھر ملازم کو۔ پھر بولا۔

"واہ' یہ خوشبو بتا رہی ہے کہ بھینس کے پائے ہم تک پہنچے ہیں۔"

"آپ بھی باکمال انسان ہیں دادا جان۔"

"غلط تو نہیں سوچا ہم نے۔"

"نہیں اور آپ یہ سمجھ لیجئے کہ ابھی تک کسی نے ایک نوالہ بھی نہیں چکھا سوائے میرے اور جیسے ہی رمضان نے دیگچہ کھولا اور مجھے خوشبو محسوس ہوئی تو میں نے کہا۔ "لعنت ہے اس پر جو دادا جان کے بغیر یہ پائے کھائے۔ چنانچہ آپ رمضان سے پوچھ لیجئے سیدھے برتن میں نکلوا کر آپ کے پاس آرہی ہوں۔"

"تو اس میں رمضان سے پوچھنے کی کیا ضرورت ہے کیا ہمیں اپنی بیٹی پر اعتبار نہیں ہے۔" کرنل ہمایوں نے کہا۔

"جی دادا جان شکریہ۔"

"لیکن اگر تم یہی دعویٰ کر رہی ہو تو ذرا اپنے اس دعوے کی تصدیق کرو۔"

"کیا؟" یاسمین نے سوال کیا۔

"اگر گرم گرم اور خمیری روٹیاں ساتھ نہیں ہیں تو سمجھ لو کہ تمہارا سارا پیار جھوٹا۔"

"روٹیاں موجود ہیں جناب دادا جان۔" یاسمین نے کہا اور رمضان نے دسترخوان کھول کر سامنے رکھ دیا۔

"ویری گڈ' ویری گڈ' امتحان میں پاس مانگ بچہ کیا مانگتا ہے۔" دادا جان نے مستانہ پن سے کہا۔

"پندرہ ہزار روپے اور بازار جانے کے لئے ڈرائیور کا انتظام۔" یاسمین نے کہا۔

"ایں۔ ابے تو کیوں کھڑا منہ دیکھ رہا ہے چل بھاگ جا یہاں سے۔" دادا جان نے رمضان کی طرف اشارہ کرکے کہا اور رمضان مسکرا کر وہاں سے چلا گیا۔

"ذرا مشکل مسئلہ ہوگیا' بھینس کے پائے پندرہ ہزار روپے میں۔"

"دادا جان مجھے شاپنگ کرنی ہے' امی کبھی کبھی اتنی کنجوسی کرتی ہیں کہ آپ سمجھ لیجئے کہ میرا دل ٹوٹ جاتا ہے میں کچھ ایسے سوٹ خریدنا چاہتی ہوں جو مجھے بے حد پسند ہیں ابو بھی کتنے دن سے آپ کو پتا ہے کہ گھر واپس نہیں آئے' مجھے اپنی ایک دوست کی پارٹی میں شرکت کرنا ہے بس آپ مجھے پندرہ ہزار روپے دے دیجئے۔"

"ٹھیک ہے ٹھیک ہے پائے مہنگے پڑ گئے۔"

"دادا جان آپ کا کیا خیال ہے' کیا یہ پائے میں اس لئے لائی ہوں۔ وہ تو آپ نے خود پوچھ لیا۔"

"ہاں خیر' چلو ٹھیک ہے تم سے زیادہ تو کچھ بھی نہیں ہے۔"

"ایک بات اور دادا جان۔"

"ہاں بولو۔"

"وہ یاسمین کو ممی نہیں جانے دیں گی اور پوچھیں گی کہ کہاں لے جا رہی ہو اسے۔ آپ پلیز مجھے اپنی گاڑی دے دیجئے۔"

"گاڑی تو دے دوں گا' مگر ڈرائیونگ کی اجازت نہیں دوں گا تمہیں کیونکہ وہ بات ذرا غلط ہوجاتی ہے۔"

"تو آپ اپنے ڈرائیور کو میرے ساتھ بھیج دیجئے۔"

"میرا ڈرائیور؟"

"ہاں وہ جو ہے لمبا سا۔"

"لمبا سا؟"

"ہاں' میں بہت بار اسے گاڑی ڈرائیو کرکے باہر لے جاتے ہوئے دیکھ چکی ہوں۔"

"اوہو مراد گل۔"

"اب مجھے یہ نہیں معلوم کہ وہ مراد ہے یا نامراد۔"

"نہیں بیٹا ایسا نہ کہو' ٹھیک ہے مراد گل کو آواز دیتا ہوں' وہ تمہیں لے جائے گا۔"

"دادا جان جلدی......... دیر ہوگئی تو کہیں ممی کوئی گڑبڑ نہ کر ڈالیں۔"

"ٹھیک ہے ٹھیک ہے بھئی پیسے تو نکال دوں تمہیں۔ اچھا تو تم تیار ہو کر آئی ہو۔"

کرنل ہمایوں نے پہلی بار اسے اوپر سے نیچے تک دیکھتے ہوئے کہا اور یاسمین مسکرانے لگی۔ لیکن میں سر کھجا رہا تھا کیا واقعی میں اسے لے کر یہاں سے جاؤں گا۔ نہیں مسٹر مراد گل یہ صورت حال ذرا خطرناک ہے' اس لڑکی سے زیادہ پینگیں بڑھانے کا مقصد ہے کہ کوئی گڑبڑ شروع ہوجائے اور گڑبڑ تو کسی طرح مناسب ہی نہیں ہے' پہلی بات تو یہ کہ ایک غیور پٹھان کسی طرح برداشت نہیں کرسکتا کہ جس تھالی میں کھائے اس میں چھید کرے۔ اس گھر میں کوئی بھی ایسی غیر اخلاقی حرکت نہیں ہونی چاہئے جو کسی کی دل آزاری کا باعث ہو' بہرحال حسن فیروز میرا دوست ہے اور یہ اس کی بہنیں ہیں سوتیلی ہیں تو کیا ہوا اس کے باپ کی اولاد تو ہیں اس کی غیرت تو ہیں۔ میں انہیں بہنوں کا درجہ تو دے سکتا تھا لیکن اس سے زیادہ کچھ سوچنا میرے لئے ممکن نہیں تھا۔

لیکن بات مجھ پر منحصر تو نہیں تھی' میں وہاں سے ہٹ آیا اور پھر کرنل ہمایوں نے مجھے طلب کرلیا۔

"مراد گل۔"

"یس سر۔"

"تھوڑی سی تکلیف دوں گا تمہیں ذرا میری بیٹی کو لے جاؤ' تعاون کرنا اس سے اس نے کچھ شاپنگ کرنی ہے پلیز۔"

میں نے خاموشی سے گردن ہلادی اور اس کے بعد باہر نکل گیا' تھوڑی دیر کے بعد وہ اندر سے برآمد ہوئی میں نے پچھلا دروازہ کھول دیا تھا' وہ مجھے گھورتی ہوئی اندر بیٹھ گئی اور میں نے ڈرائیونگ سیٹ سنبھال کر گاڑی اسٹارٹ کردی میں کوٹھی سے باہر نکل آیا

تھا۔ تب میں نے کہا۔

"میڈم براہ کرم مجھے راستہ بتاتی جائیے' میں زیادہ راستوں کے بارے میں نہیں جانتا اور پھر مجھے یہ بھی نہیں معلوم کہ آپ کون سے بازار میں جانا پسند کریں گی۔"

"چلتے رہو۔" وہ نرم لہجے میں بولی۔

"سڑک سیدھی تھی اور چلتے رہو کا مقصد یہ تھا کہ گاڑی جس راستے پر جا رہی ہے وہ درست ہے چنانچہ میں گاڑی دوڑاتا رہا۔ تھوڑی دیر کے بعد اس نے کہا۔

"گونگے تو نہیں ہو۔"

"جی نہیں۔" میں نے جواب دیا۔

"پھر بولتے کیوں نہیں۔"

"آپ جو سوال کر رہی ہیں' میں اس کا جواب دے رہا ہوں۔"

"میں سوال کر رہی ہوں تو جواب دو۔" اس نے برجستہ کہا اور بولی۔

"کہاں کے رہنے والے ہو؟"

"پہاڑی آدمی ہوں۔"

"انسان ہو یا جانور۔"

"لوگ کہتے ہیں کہ انسان ہوں؟"

"مارشل آرٹس کی تعلیم کہاں سے حاصل کی؟"

"مارشل کی ایسی تیسی' میں نے کسی مارشل آرٹ کی تعلیم حاصل نہیں کی۔"

"بکواس کرتے ہو۔"

"آپ جو کچھ بھی سمجھ لیں۔"

"ہوں' گویا مجھ سے فرار حاصل کرنا چاہتے ہو تم مارشل آرٹس کے بہت بڑے ماہر معلوم ہوتے ہو۔ دادا جان نے تمہیں کس طرح ملازم رکھا کیا یہ بات بتانا پسند کرو گے۔"

"نہیں۔"

"مگر میں تمہارے مالک کی پوتی ہوں۔"

"جی ہاں میں جانتا ہوں۔"

"میری بات کا جواب دینا تمہارا فرض ہے۔"

"بے شک ہے لیکن بعض باتوں کا جواب دینا فرض نہیں ہوتا۔"

"تم کسی خاص مقصد کے تحت دادا جان تک پہنچے ہو' کسی کی جاسوسی کرنے کے لئے

یا دادا جان کو لوٹنے کے لئے کیونکہ وہ بہت دولت مند آدمی ہیں۔"

"ہو سکتا ہے ایسا ہو۔"

"میں تمہیں گولی مار دوں گی۔"

"یہ بات آپ پہلے بھی کہہ چکی ہیں۔"

"ہوں' گویا تم میرے ہر چیلنج کو قبول کر رہے ہو۔"

"آپ نے ابھی تک مجھے کوئی چیلنج کیا نہیں ہے۔"

"تو پھر چیلنج کرتی ہوں تمہیں۔"

"کیجئے۔"

"کل گھر میں کوئی نہیں ہو گا اسی جگہ جہاں میں نے تمہیں سوئپ لگائی تھی' مجھ سے مارشل آرٹ کا مقابلہ کرو۔"

"نہیں میں خواتین سے نہیں لڑتا۔"

"میں خواتین نہیں ہوں۔"

"خاتون تو ہیں۔"

"نہیں ہوں' تین بار کچے انداز میں' میں نے تم پر حملہ کیا اور تم اپنی جسامت کی وجہ سے اسے بچا گئے لیکن یہ نہ سمجھنا کہ تم مارشل آرٹ کے بہت بڑے ماہر ہو' میں بلیک بیلٹ ہوں سمجھے' تمہاری ہڈی پسلی ایک کر دوں گی۔"

"مگر میرے پاس ازار بند کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے' میرا مطلب ہے کہ میں کوئی بیلٹ نہیں ہوں۔"

"مذاق فرمانے کی کوشش کی جا رہی ہے۔"

"جی نہیں۔"

"خیر میں نے تمہیں بتا دیا ہے اور اگر تم کل شام ساڑھے پانچ بجے وہاں نہ پہنچے تو پھر دیکھنا تمہارا میں کیا حشر کرتی ہوں۔"

"جی۔" میں نے جواب دیا' عجب ٹیڑھی لڑکی تھی لیکن بہرحال مجھے اس کی باتوں میں لطف آ رہا تھا' مہارت خان نے مجھے جو داؤ پیچ سکھائے تھے' میں یہ تو نہیں جانتا تھا کہ مارشل آرٹس سے ان کا کیا تعلق ہے لیکن بہرحال وہ مارشل آرٹس کے نام سے مجھ تک نہیں پہنچے تھے اس لئے میں اسے مہارت خان آرٹ تو کہہ سکتا تھا' مارشل آرٹس نہیں' میں نے ایک بار پھر اس سے کہا۔

"اب کس طرف جانا ہے میڈم!؟" وہ بری طرح جھلا رہی تھی غالباً میرے انداز گفتگو نے اسے مزید مشتعل کر دیا تھا۔

"شہر کے بارے میں کچھ بھی نہیں جانتے؟؟"

"میں نے کہا نا زیادہ دن نہیں ہوئے یہاں آئے ہوئے؟؟"

"کیا نام بتایا تھا تم نے اپنی بستی کا؟"

"دو آبہ۔" میں نے جواب دیا۔

"پہاڑی بستی ہے۔"

"جی ہاں۔"

"تم نے ڈرائیونگ کہاں سے سیکھی۔"

"بس یہاں شہر آکر۔"

"ڈرائیونگ سیکھ لی اور کہتے ہو شہر کے بارے میں نہیں جانتے' لائسنس ہے تمہارے پاس۔"

"جی ہاں۔"

"کہاں سے آیا؟"

"کرنل ہمایوں صاحب نے بنوایا ہے۔"

"دادا جان کے شوق بھی بس عجیب وغریب ہیں۔" وہ آہستہ سے بولی۔

"آپ راستہ نہیں بتا رہی ہیں مجھے' باتیں کئے جا رہی ہیں۔"

"کہہ تو رہی ہوں چلتے رہو' چلتے رہو اور رفتار ذرا تیز کرو' ویسے تمہیں یہاں آئے ہوئے کتنا عرصہ ہو گیا۔"

"آپ کتنی بار یہ سوال کر چکی ہیں۔"

"میرا مطلب ہے دادا جان کی کوٹھی میں آئے ہوئے۔"

"زیادہ دن نہیں ہوئے۔"

"کیسے آئے؟"

"اخبار میں اشتہار پڑھ کر۔" میں نے کہا اور مجھے بے اختیار ہنسی آگئی۔

"کیا دادا جان نے ڈرائیور کے لئے اشتہار دیا تھا۔"

"اشتہار دیا تھا' کس کے لئے دیا تھا یہ وہی بہتر جانتے ہیں۔"

"تمہارے انداز گفتگو میں بھی سرکشی ہے' اس سے پہلے کہیں ملازمت کی ہے؟"

"نہیں۔"

"تبھی' ویسے خاصے بے ہودہ اور بدتمیز معلوم ہوتے ہو۔"

"گاڑی روک دوں۔" میں نے بھناتے ہوئے لہجے میں کہا اور وہ خاموش ہو گئی' پھر میں ایک دم چونک پڑا میں نے محسوس کیا تھا کہ ہم بہت دور نکل آئے ہیں اور واقعی ان علاقوں کے بارے میں مجھے کچھ بھی نہیں معلوم تھا' شہری آبادی پیچھے رہ گئی تھی اور جس سڑک پر میں اس وقت جا رہا تھا آگے جانے کے بعد وہ شاید ڈھلان میں اتر گئی تھی' میں نے رفتار سست کر دی اور پھر تھوڑا سا فاصلہ طے کرنے کے بعد اس سڑک کا اختتام آگیا' آگے یہ سڑک زیر تعمیر تھی۔

"یہ تو ٹوٹی ہوئی ہے میڈم اور بازار ہم لوگ بہت پیچھے چھوڑ آئے ہیں۔" وہ ایک لمحے کے لئے سوچ میں ڈوب گئی' پھر اس نے کہا۔

"واپس موڑ لو۔"

"آپ کے علم میں نہیں تھا کہ سڑک ٹوٹی ہوئی ہے آگے؟" میں نے سوال کیا۔

"تم نے پھر سوال کیا مجھ سے' گاڑی واپس موڑ لو' بلکہ ایسا کرو تم اسٹیئرنگ سے ہٹو' ہٹو ذرا۔"

"دادا جان نے گاڑی آپ کو نہیں دی تھی' ڈرائیونگ میں کرتا ہوں۔"

"دیکھو مجھ سے بہت زیادہ الجھنے کی کوشش نہ کرو' چلو تم پچھلی سیٹ پر بیٹھ جاؤ۔"

میں نے ایک لمحے کے لئے سوچا' واقعی اس سے الجھنا مناسب نہیں تھا' کرنل ہمایوں کا معاملہ بالکل مختلف تھا لیکن اگر اس نے میری کرنل جہانگیر سے شکایت کر دی تو ہو سکتا ہے صورت حال بگڑ جائے اور ان دونوں کے درمیان کوئی بات پر ٹھن جائے چنانچہ میں نے خاموشی سے سوئچ آف کیا اور اسٹیئرنگ سائیڈ کا دروازہ کھول کر پیچھے کی طرف بڑھ گیا وہ آگے آکر اسٹیئرنگ پر بیٹھ گئی تھی میں ابھی گھوم کر پچھلی سیٹ تک پہنچا بھی نہیں کہ اس نے برق رفتاری سے کار ریورس گیئر میں ڈال کر چھوڑ دی اور مجھے اچھل کر ایک جانب ہٹنا پڑا' ورنہ کار کی زد میں آکر میں شدید زخمی ہو سکتا تھا۔ وہ ریورس میں گاڑی بہت دور تک لے گئی اور رفتار بھی خوب تیز رکھی پھر اس نے بریک دبا کر گاڑی کو موڑا اور اس کے بعد ہوا ہو گئی' میرا منہ کھلے کا کھلا رہ گیا تھا میں نے چند ہی لمحوں میں گاڑی کو نگاہوں سے اوجھل ہوتے ہوئے دیکھا اور پھر حیران نگاہوں سے چاروں طرف دیکھنے لگا' اس نے مجھے زبردست چوٹ دی تھی' سڑک ٹوٹی ہوئی تھی یقینی طور اس جانب سے کسی گاڑی کے

آنے کا کوئی چانس نہیں تھا میں اس سے لفٹ لے کر واپس چلا جاؤں‘ اس نے جو کچھ بھی کیا تھا میرے لئے بڑا پریشان کن تھا۔ کیا کروں‘ کیا نہ کروں‘ کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا‘ دور دور تک نگاہیں دوڑائیں‘ پیدل واپسی کے سوا اور کوئی چارہ کار نہیں تھا چنانچہ میں واپس چل پڑا‘ دماغ کو ٹھنڈا رکھنا ضروری تھا پتھر کوٹنے‘ سڑکوں کی مرمت کا کام کرنے‘ جوتے گانٹھنے یا اینٹیں اٹھانے سے ہزار درجے بہتر یہ نوکری تھی جو میرے لئے نہ جانے کیسی کیسی دلچسپیوں کا باعث تھی اور پھر تقدیر نے مجھے مہارت خان کے بعد ایک ایسا شخص عطا کر دیا تھا جو مالی طور پر بھی میرے لئے منافع بخش تھا اور ذہنی طور پر بھی‘ میری تو شخصیت ہی بدل کر رکھ دی تھی اس نے۔ چنانچہ کم از کم اس کوٹھی میں کسی سے کوئی جھگڑا مول لینے کے بجائے دل و دماغ کو قابو میں رکھنا بے حد ضروری تھا‘ غصے کو پینا تھا‘ چنانچہ میں پیدل چلتا رہا‘ حالانکہ میں جانتا تھا کہ جن راستوں سے گزر کر آیا ہوں ان پر کسی سواری کے مل جانے کا کوئی امکان نہیں تھا‘ لیکن خوش قسمتی بھی کبھی کبھی انسان کا ساتھ دیتی ہے‘ میں تھوڑا ہی سا آگے بڑھا تھا کہ نیلے رنگ کی ایک اور کار مجھے آتی ہوئی نظر آئی اور تیزی سے میرے پاس سے گزر کر آگے بڑھ گئی‘ اس میں ایک لڑکی اور ایک نوجوان بیٹھا ہوا تھا‘ غالباً ان لوگوں کو بھی یہ بات معلوم نہیں تھی کہ آگے جا کر سڑک ٹوٹی ہوئی ہے‘ میں رک کر ان کی واپسی کا انتظار کرنے لگا اور میرا اندازہ درست نکلا‘ کار وہاں سے واپس پلٹی تھی‘ میں سڑک کے کنارے کھڑے ہوا ہاتھ ہلانے لگا‘ کار کی رفتار سست ہو گئی اور پھر میرے قریب آ کر رک گئی خوبصورت نوجوان ڈرائیونگ کر رہا تھا اور اس کے برابر بیٹھی ہوئی لڑکی کسی قدر پریشان نظر آ رہی تھی‘ نوجوان نے میرے قریب آ کر کہا۔

”ہاں کیا بات ہے؟“

”معافی چاہتا ہوں جناب آپ کو تکلیف دی لیکن ایک دوست کے مذاق نے شدید مشکل میں ڈال دیا ہے‘ وہ مجھے یہاں لا کر چھوڑ کر چلا گیا ہے اور میں سخت پریشان ہوں اس علاقے میں سواری کا ملنا ناممکن ہے یہ آپ دیکھ رہے ہیں سڑک ٹوٹی ہوئی ہے اور ناواقف لوگ ہی ادھر آ سکتے ہیں۔“

”ٹھیک ہے‘ ٹھیک ہے آپ جائیں گے کہاں؟“ نوجوان نے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔

”بس کسی ایسی جگہ جہاں سے ٹیکسی میں بیٹھ کر چلا جاؤں۔“

”آیئے پیچھے تشریف رکھئے۔“ اس نے دروازہ کھول دیا اور میں کار میں بیٹھ گیا‘ نوجوان نے گاڑی آگے بڑھا دی تھی اس کی رفتار بھی بے حد تیز تھی‘ نوجوان تیز رفتاری

سے کار چلاتا رہا‘ اس کے بعد اس نے خاموشی سے کافی فاصلہ طے کرنے کے بعد کار ایک بھرے پرے بازار میں روک دی۔

”آپ کہیں تو کہیں اور.........“

”نہیں بے حد شکریہ.........“ میں نے جواب دیا اور کار سے اتر گیا اور اس کے بعد تقدیر کے اتفاقات کا کیا تذکرہ کیا جائے کہ میں نے ایک بڑے سے ڈیپارٹمنٹل اسٹور کے سامنے دادا جان کی کار کھڑی ہوئی دیکھی‘ گویا اب محترمہ یاسمین صاحبہ وہ پندرہ ہزار حلال کر رہی ہیں‘ ایک لمحے تک سوچتا رہا اور اس کے بعد آہستہ آہستہ چلتا ہوا کار کے قریب پہنچ گیا‘ بڑے آدمی کی بیٹی جو کچھ کر سکتی تھی وہی اس خاتون نے کیا تھا‘ یعنی کار کی چابی اگنیشن میں لگی ہوئی تھی‘ دروازہ کھلا ہوا تھا‘ یہ لوگ اتنے ہی بے پروا ہوتے ہیں اور ایسی باتوں کی زیادہ فکر نہیں کرتے‘ میں نے دروازہ کھولا اور اسٹیئرنگ پر بیٹھ گیا۔ یہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ کوئی ایسی ویسی بات کی جائے بڑے آدمی بڑے ہی ہوتے ہیں۔ البتہ جب وہ بڑے آدمی کی بیٹی کچھ پیکٹ ایک اسٹور کے ملازم کے ہاتھوں میں سنبھالے ہوئے کار تک پہنچی تو اسٹیئرنگ پر مجھے بیٹھے دیکھ کر ایک دم ساکت رہ گئی‘ کچھ لمحوں کے لئے اس کا رنگ پیلا پڑ گیا تھا اسی وقت ساتھ آنے والے نے اسے مخاطب کیا۔

”یہ گاڑی ہے میڈم!“

”ایں‘ ہاں رکھ دو۔“ اس نے پچھلا دروازہ کھول کر کہا اور ملازم نے سارے ڈبے اندر رکھ دیئے‘ اس نے اسے ٹپ دی اور ملازم چلا گیا‘ وہ خشک ہونٹوں پر زبان پھیر کر مجھے دیکھ رہی تھی پھر اس نے آہستہ سے کہا۔

”تت.........تم‘ تم یہاں کیسے پہنچ گئے؟“

”کرنل صاحب نے میری ڈیوٹی لگائی تھی میڈم اور میں ڈرائیور کی حیثیت سے آپ کو لے کر آیا ہوں‘ آپ نے تو خیر جو کچھ کیا لیکن میرے لئے یہ بات بڑی مشکل تھی کہ میں آپ کو چھوڑ دیتا‘ آخر کرنل صاحب کو بھی کوئی جواب دینا ہی تھا۔“

”خدا کے بندے تم انسان ہو یا بھوت؟“

”آپ نے مجھے خدا کا بندہ کہا ہے۔ بس خدا کا بندہ ہوں میں۔“

”میں کہتی ہوں تم یہاں تک پہنچ کیسے گئے؟“

”آپ نے غالباً عقب نما آئینے میں دیکھا نہیں۔“

”کیا مطلب؟“

"میں آپ کی گاڑی کے پیچھے دوڑتا ہوا چلا آرہا تھا۔"

"کیا؟" وہ حیرت سے منہ پھاڑ کر بولی۔

"بہت تیزی سے دوڑتا ہوں' کبھی اندازہ لگا کر دیکھ لیجئے۔"

"خیخ خدا کی قسم میں حیرت سے مر جاؤں گی۔"

"نہیں حیرت سے موت واقع نہیں ہوگی۔"

"تم پیدل دوڑتے ہوئے آئے ہو۔"

"آپ کو پتا ہے کہ سڑک آگے جا کر بند تھی اور اس کے سوا اور کوئی چارہ کار نہیں تھا۔"

"مگر اتنی جلدی' ارے مجھے کتنے منٹ ہوئے ہیں یہاں آئے ہوئے۔"

"مجبوری تھی میڈم۔"

"نہیں مان سکتی۔"

"کبھی دیکھ لیجئے گا میں آپ کو دوڑ کر دکھاؤں گا۔"

"بکواس مت کرو' جھوٹ بول رہے ہو تم؟"

"آپ جو دل چاہے کہہ سکتی ہیں' ظاہر ہے میں کرنل صاحب کا ملازم ہوں۔"

"دیکھو تم جو کچھ بھی ہو' مم میں' میں افوہ۔" اس نے جھلائے ہوئے انداز میں کار کا دروازہ کھولا اور بولی۔

"چلو' گھر چلو۔" اور میں نے کار اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی' راستے میں اس کا جائزہ لیتا رہا تھا میں' سخت پریشان نظر آرہی تھی اور مجھے گھورے جارہی تھی لیکن میں نے کسی ردعمل کا اظہار نہیں کیا اور کار کوٹھی میں داخل ہوگئی' پھر میں نے اسے پورچ میں روکا' اس نے ایک ملازم کو اشارہ کیا اور کہا کہ سامان کے پیکٹ اٹھا کر اندر پہنچا دے مجھ سے اس نے کچھ نہیں کہا تھا۔ جب ملازم نے یہ تمام پیکٹ نکال لئے تو میں نے کار اسٹارٹ کی اسے واپس موڑ کر ٹیکسی میں لے جا کر کھڑا کر دیا لیکن اس سارے واقعہ کا میں نے کرنل ہمایوں سے کوئی تذکرہ نہیں کیا تھا۔

حسن فیروز غائب تھا اس کی مصروفیات کے بارے میں مجھے علم تھا کہ کوئی خاص نہیں ہیں' بس طبیعت میں لاابالی پن تھا' اپنے لئے کوئی نہ کوئی مشغلہ تلاش کر لیا کرتا تھا اس رات بھی وہ واپس آگیا اور اس کے بعد رات کا کھانا ہم تینوں نے ساتھ ساتھ ہی کھایا تھا' کھانے کے بعد وہ میرے کمرے میں آگیا' کرنل ہمایوں اپنی مصروفیات میں لگ گئے

تھے' میرے کمرے میں میری مسہری پر لیٹنے کے بعد اس نے کہا۔

"ایک بات بتاؤ دوست ماں تو یاد نہیں آتی؟"

"نہیں۔ یاد تو خیر ذہن میں سے کبھی نہیں نکالی جا سکتی لیکن مرد کا کام یہی ہوتا ہے کہ تلاش رزق کے لئے نکل پڑے' یاد سے زیادہ اس کے ذہن پر وہ ذمہ داری سوار ہوتی ہے جو ماں اور بہن بھائیوں کے لئے ہوتی ہے' بس اتنی ہی یاد آتی ہے کہ وہ مجھے یاد کرتی ہوگی۔"

"دیکھو تمہارا جب دل چاہا کرے چلا کرو وہاں' خیر خان بھی تمہاری خیر چاہتا ہے' وہاں وہ حاجی سراج والی بات ذرا گڑبڑ تھی کیونکہ بہرحال میں نے قبیلوں کی دشمنیوں کے بارے میں سنا ہے۔"

"یار حاجی سراج نے تو بلاوجہ دشمنی نکال لی ہے ورنہ بات اتنی پرانی ہے اور غیر یقینی ہے کہ سمجھ میں ہی نہ آئے۔

ویسے ایک بات پوچھوں تم سے۔"

"ہاں ضرور۔" حسن فیروز نے جواب دیا۔

"حسن تم نے اپنی دوستی کی بنیاد پر یہاں تک پہنچایا لیکن تم سے زیادہ مجھے دادا جان کے پاس رہنا پڑے گا' تمہیں اس پر کوئی اعتراض تو نہیں۔"

"تمہیں ہے؟" حسن فیروز نے پوچھا۔

"نہیں' میں تم سے پوچھ رہا ہوں یہ بات۔"

"بات اصل میں یہ ہے کہ میرے پاس بہت سے پیسے فالتو پڑے ہوئے ہیں جو میرا حصہ ہیں' میں نہیں جانتا کہ مجھے ان کی ضرورت پیش آئے گی کہ نہیں ویسے میری فطرت جو بن چکی ہے اس کے تحت شاید میری زندگی سے سنجیدگی تو رخصت ہو چکی ہے لیکن دادا جان نے تمہیں اپنے کام کا آدمی سمجھ کر اپنے ساتھ شامل کیا ہے' میں تمہیں کام کا آدمی ہی دیکھنا چاہتا ہوں' اپنی صحبت میں تمہیں بگاڑنا نہیں چاہتا میں تو بگڑا ہوا انسان ہوں' بس میں نے اس لئے تمہیں دادا جان کے ساتھ چھوڑ دیا ہے لیکن یہ بات بھی ذہن میں رکھو کہ اگر تم دادا جان کے معاملات سے بور ہوئے تو اللہ کے فضل سے میرے پاس بہت کچھ ہے تمہیں کوئی پریشانی نہیں ہوگی' اصل میں میرا تو بچپن ہی بگڑ چکا ہے' میں خود بھی اپنے بارے میں سوچتا ہوں تو مجھے یہ احساس ہوتا ہے کہ اگر میں کوشش بھی کروں تو کام کا آدمی نہیں بن سکتا ایسی احمقانہ کوششوں سے کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوگا مجھے' سوائے اپنے اور

دوسروں کے وقت کی بربادی کے لیکن بہرحال تمہارا اپنا ایک مقام ہے اور تمہیں زندگی میں بہت آگے بڑھنا ہے اس لئے میں تمہارے راستے میں نہیں آتا' ہاں یہ ضرور ہوا ہے کہ تمہاری قربت نے میرا دل سنبھال لیا ہے' تمہاری محبت اور دوستی کو میں بڑا قیمتی سمجھتا ہوں' سمجھ رہے ہونا' میری بات؟"

میں سنجیدگی سے اسے دیکھ رہا تھا کیا عجیب وغریب شخصیت تھی' کس قدر ایثار پسند تھا وہ' دنیا میں ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں' کمال کی بات تھی' پھر کافی دیر تک مجھ سے گفتگو کرنے کے بعد جب وہ آرام کرنے کے لئے چلا گیا تو میں نے دل میں سوچا کہ وہ تو میرے لئے ایثار کا پہاڑ بن چکا ہے کیا میں صرف اس پہاڑ پر بیٹھا ہوا پاؤں ہلاتا رہوں۔ میرے اوپر بھی تو کچھ فرائض عائد ہوتے ہیں' کرنل جہانگیر نے اس کی ماں کی موت کے بعد اس سے اس کا بچپن چھین لیا اور اپنی خواہش' اپنی خوشی پوری کرنے کے لئے ایک ایسی عورت کو اس پر مسلط کردیا جو اس کے لئے ذہنی کرب کا باعث بنی' خود کرنل کی فطرت کا اندازہ مجھے اس بات سے ہوگیا تھا کہ مجھے دیکھ کر وہ حیرت سے کہہ رہا تھا' "تم حسن تو نہیں ہو۔" یعنی اپنے بیٹے کی شکل بھی اس کے لئے اس قدر اجنبی ہوگئی تھی' ایسا شخص اپنے فرائض کی بجا آوری کے علاوہ اور کچھ نہیں دیکھتا اور سوچتا' کرنل جہانگیر صرف اپنے فوجی فرائض سرانجام دے رہا تھا' گھر میں پتا نہیں بیوی اور بیٹیوں کے ساتھ اس کا سلوک کیا ہو' لیکن حسن کے ساتھ بہرطور یہ زیادتی تھی اور حسن اپنے آپ سے اس قدر مایوس تھا کہ کہتا تھا کہ "اس کی زندگی تو برباد ہوگئی لیکن وہ میری زندگی برباد نہیں کرنا چاہتا تھا۔" جب اس کے دل میں میرے لئے اتنا بڑا مقام تھا تو کیا میں اسے بے پرواہی کی نذر کروں' ہرگز نہیں' یہ تو میرا بھی فرض ہے کہ اسے زندگی کی جانب واپس لاؤں' ماں تو اس کی واپس نہیں لاسکتا تھا لیکن خود حسن فیروز کی زندگی میں کچھ حسین لمحات لانا میرے لئے ضروری تھا اور انسان کی ازلی کمزوری یہی ہے کہ ماں باپ' بہن بھائیوں کے بعد عالم جوانی میں جو چیز اسے متاثر کرتی ہے وہ ایک خوبصورت لڑکی' زندگی کی ایک حسین ساتھی جو بہرطور انسان کو سنبھالنے کی صلاحیت رکھتی ہے' تجربہ تو نہیں تھا' سوچ تھی اور یہ سوچ غلط نہیں تھی' چنانچہ اسے ایسی کسی شخصیت سے آشنا کرایا جائے جو بہرحال اسے سنبھال لے۔ بہت سی سوچیں دل میں آتی رہیں اور آہستہ آہستہ آنکھوں میں نیند رینگ آئی' شاید یہ نیند گہری نہیں ہوئی تھی کہ ٹیلی فون کی گھنٹی بجی اور میں چونک پڑا' دیوار پر لگی ہوئی گھڑی میں وقت دیکھا ایک بج رہا تھا کون ہوسکتا ہے' ٹیلی فون کی لائنیں الگ تھیں اور مجھے یہ بات

معلوم تھی کہ میرے کمرے میں لگے ہوئے ٹیلی فون کی لائن الگ ہے' مجھے براہ راست فون کرنے والا کون ہوسکتا ہے بہرحال یہ تمام باتیں سوچ کر پریشان ہونے کے بجائے میں نے ریسیور اٹھالیا اور بولا۔

"ہیلو۔"

"سوگئے تھے۔" ایک نسوانی آواز سنائی دی جو میں بالکل نہیں پہچان سکا۔

"کون ہیں آپ؟"

"میں نے پوچھا سوگئے تھے۔"

"جی ہاں' آپ نے بے شک یہ پوچھا کہ سوگئے تھے لیکن آپ ہیں کون؟"

"پاس کون ہے تمہارے۔"

"محترمہ آپ کون ہیں؟"

"بہت جاہل آدمی ہو' آخر ہو نا پہاڑی' میں پوچھتی ہوں اکیلے ہو یا کوئی پاس موجود ہے' میرا نام یاسمین ہے۔" میں ایک لمحے کے لئے سکتے میں رہ گیا تھا لیکن پھر میں نے آہستہ سے کہا۔

"ایک بج چکا ہے۔"

"معلوم ہے مجھے' معلوم ہے' اسی لئے تو پوچھ رہی ہوں کہ مرگئے تھے یا زندہ تھے؟"

"اچھا سوال ہے' کیا جواب دوں اس کا' میرا خیال ہے زندہ ہی ہوں' زندہ نہ ہوتا تو بول کیسے رہا ہوتا۔"

"ایک بات بتاؤ سب سے پہلے۔"

"جی پوچھئے۔"

"دادا جان نے ابھی تک مجھے فون کرکے تمہارے ساتھ کی جانے والی حرکت کے بارے میں کیوں نہیں پوچھا۔ میں نے دیکھا ہے کہ حسن بھی تمہارے ساتھ ہے' مجھے بتاؤ کیا تم نے دادا جان کو منع کردیا تھا اس بات کے لئے؟" جواب میں' میں ہنس پڑا تھا میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

"یاسمین صاحبہ آپ میرے لئے ایک محترم شخصیت ہیں' میرے مالک کی پوتی اور وہ جن کے گھر کا میں نمک کھاتا ہوں' حالانکہ میں نے ابھی تک کوئی ایسی حرکت نہیں کی جو آپ کی شان میں گستاخی ہو' نہ آئندہ میں یہ حرکت کروں گا کیونکہ غصہ اپنے برابر

والوں پر کیا جاتا ہے‘ ہاں یہ الگ بات ہے کہ آپ نے میری پٹائی کرنے کی کوشش کی اور میں نے اپنے آپ کو اس سے بچالیا‘ یہ تو ہر انسان کو حق حاصل ہے البتہ اگر آپ مجھے مارنا چاہتی ہیں تو مجھے یہ حکم دیجئے کہ میرے سامنے بیٹھ جاؤ اور میں تمہاری جتنی مرمت کروں‘ اس کے لئے اف تک نہ کرو‘ بلکہ پٹتے رہو‘ اگر مجھے نوکری کرنی ہے تو میں آپ کے اس حکم کی تعمیل کروں گا یا خاموشی سے نوکری چھوڑ کر چلا جاؤں گا۔ جہاں تک مسئلہ اس بات کا ہے کہ دادا جان نے آپ سے اس بارے میں سوال کیوں نہیں کیا تو اس کا معمولی سا جواب ہے کہ کرنل صاحب سے میں نے اس واقعہ کا تذکرہ ہی نہیں کیا اور بہرحال تذکرہ کرنا بھی نہیں چاہئے تھا۔“ میں خاموش ہوگیا لیکن دوسری جانب بھی کافی دیر تک خاموشی طاری رہی۔ جب دیر تک کوئی آواز نہیں آئی تو میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

”ہیلو۔“

”ہاں۔ ہاں میں ذرا سوچنے لگی تھی۔ اچھا تم یہ بتاؤ وہاں سے اتنی جلدی اسٹور کیسے پہنچ گئے تھے۔“

”آپ نے عقب نما آئینے میں دیکھا ہی نہیں۔ اگر ایک بار نگاہ ڈال لیتیں تو میں آپ کی کار کے پیچھے دوڑتا نظر آجاتا“ میں نے کہا۔

”کیا یہ بات سچ مانی جاسکتی ہے۔“ اس نے سنجیدگی سے پوچھا۔

”میں آپ کا خادم ہوں‘ آپ کے سامنے جھوٹ نہیں بول سکتا۔“ میں نرم لہجے میں بولا۔

”سوچ لو!“

”میں سمجھا نہیں۔“

”میں تمہارا امتحان لے سکتی ہوں۔“

”آپ کو اختیار ہے۔“

”گویا تم تیار ہو۔“

”انکار کی مجال نہیں رکھتا۔“

”کار کے پیچھے دوڑاؤں گی۔“

”غلطی کریں گی۔“

”کیا مطلب؟“

”پیچھے رہ گیا تو کیا فرق پڑے گا۔“

”میں نہیں سمجھی۔“

”مجھے کار کے آگے دوڑائیے تاکہ اگر دعوے کو پورا نہ کرسکوں تو کچلا جاؤں۔“ میں نے کہا وہ سکتے میں رہ گئی پھر بولی۔

”تب تم انسان ہی نہیں ہو۔ اچھا سنو کل شام کو پانچ بجے اس جگہ ضرور آنا‘ میرا حکم ہے۔ ویسے بھی تم کہہ چکے ہو کہ میں اگر چاہوں تو تمہاری پٹائی کرسکتی ہوں۔“

”آپ مجھے کبھی اپنے آپ سے منحرف نہیں پائیں گی۔“ میں نے کہا۔

”اوکے ٹھیک ہے‘ کل پانچ سے لے کر ساڑھے پانچ بجے تک۔“ اور پھر دوسری جانب سے فون بند ہوگیا۔ میں نے ایک گہری سانس لے کر ریسیور رکھ دیا اور مسکرانے لگا۔ میں نے دل میں سوچا کہ ویسے تو میں ابھی اپنے مسائل کو ختم نہیں سمجھ سکتا مس یاسمین‘ لیکن اگر تم لوگوں نے مجھے یہاں برداشت کرلیا تو کوشش کروں گا کہ اس کوٹھی میں زندگی کی ان نفرتوں کو نیست ونابود کردوں جو یہاں کے مکینوں کو ایک دوسرے سے دور کئے ہوئے ہیں۔

بہرحال اس کے بعد میں نے دل میں بہت سے فیصلے کئے تھے ذہنی طور پر مطمئن تھا‘ اگلے دن شام کو پانچ بجنے میں چند منٹ باقی رہ گئے تو میں اپنی جگہ سے اٹھا آج کے پروگرام اسی طرح ترتیب دیئے تھے کہ اگر بیچ میں دادا جان کی جانب سے کوئی کام نکل بھی آئے تو کم از کم پانچ بجے فرصت ہو چنانچہ اس وقت نہایت اعتماد کے ساتھ اور قدرے ایسے لباس میں جس میں اگر یاسمین صاحبہ کے مشق ستم بھی ہوں تو بہت زیادہ مشکل کا شکار نہ ہوجاؤں‘ آخر کار اسی جانب بڑھ گیا جہاں کے لئے ہدایت دی گئی تھی۔ ساری سچوئشن ذہن میں ترتیب پاچکی تھی اب تک کا جو تجربہ تھا وہ محتاط کئے ہوئے تھا۔ پہلے تو یہ طے کرلیا تھا کہ شروع میں دو چار لاتیں کھالوں گا اور اگر جارحیت حد سے آگے نہ بڑھی اور چہرے کی بناوٹ میں فرق لانے کی کوشش نہ کی گئی تو آج محترمہ کو تھوڑا سا خوش کردوں گا یعنی ان سے مار کھالوں گا۔ یہی نظریہ لے کر اس جگہ پہنچا تھا اور پھرکنی کی طرح ناچتا رہ گیا تھا اس رقص کے نتیجے میں یاسمین سامنے آگئی تھی‘ ایک درخت کے تنے سے ٹیک لگائے بیٹھی ہوئی تھی‘ ویسے یہ منظر توقع کے خلاف تھا‘ کچھ لمحوں تک کے لئے تو یقین نہ آیا اس کے بعد میں خود پوزیشن لے کر کھڑا ہوگیا تو وہ بے اختیار ہنس پڑی پھر بولی۔

”آج تم مجھے مارو گے۔“

"توبہ توبہ مرنے کے بعد بھی یہ حرکت نہیں کرسکتا۔"

"آؤ بیٹھو۔"

"پہلے ایک بات کا وعدہ کیجئے؟" میں نے کہا اور وہ سوالیہ نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی' پھر آہستہ سے بولی۔

"کیا؟"

"دیکھئے میری ماں ہے' دو بہنیں ہیں جو مجھے بہت چاہتی ہیں' میری آرزو ہے کہ آپ میرا چہرہ نہ بگاڑیں یا اگر مجھے کوئی زخم بھی دیں تو ایسا جو جان لیوا نہ ہو' بات اگر میری اپنی ذات کی ہوتی تو میں سب کچھ مان لیتا لیکن جو کچھ میں نے بتایا ہے آپ اس کی تصدیق کرلیں غلط نہیں ہوگا۔"

وہ ایک دم کھوسی گئی اس نے گردن جھکالی تھی پھر اس نے گردن اٹھا کر کہا۔

"آؤ بیٹھو۔ بیٹھ جاؤ۔" کم از کم لہجوں کی پہچان اب مجھے ہوچکی تھی اور ویسے بھی یوں محسوس ہوتا تھا جیسے دادا جی نے کوئی ایسی دوا پلادی ہے جس نے دل و دماغ روشن کردیئے ہیں اور انسانی احساسات اور خیالات خودبخود مقناطیسی عمل کا شکار ہوکر میرے ذہن میں آبستے ہیں۔ سو اس وقت اس کے لہجے میں بھی جو کیفیت تھی وہ یہی تھی کہ وہ مجھے کوئی نقصان نہیں پہنچائے گی البتہ حد ادب کو نگاہوں میں رکھا اور اس سے تھوڑے فاصلے پر ایسی جگہ بیٹھ گیا جہاں بیٹھنا میرے لئے جائز ہوسکتا تھا۔

اس نے ایک گہری نگاہ مجھ پر ڈالی اور مجھے دیکھتی رہی پھر بولی۔

"اب تو کم از کم اس قدر غیریت نہ برتو ہم سے' بتا دو ہمیں اپنے بارے میں کون ہو؟"

"بتا دیتا ہوں' لیکن ایک وعدہ آپ کو کرنا پڑے گا۔"

"کیا؟" وہ بولی۔

"جو بتاؤں گا اس پر شک نہیں کریں گی بلکہ ایک سچے مخلص اور اچھے دوست کی حیثیت سے وہ مان لیں گی جو میں کہوں۔"

"چلو وعدہ۔ چاہے جتنے جھوٹ بول لو۔"

"وعدہ وعدہ ہوتا ہے اور میں نے آپ سے جھوٹ نہیں کہا۔ ایک دیہاتی ہوں' بستی دوآبہ سے نوکری کی تلاش میں آیا تھا' حسن فیروز سے ملاقات ہوگئی اور وہ مجھے یہاں کرنل ہمایوں کے پاس لے آئے' اب یوں سمجھ لیجئے کہ کرنل ہمایوں نے از راہ کرم مجھے

اپنے پاس رکھا ہے ان کے لئے ہر طرح کی خدمات انجام دینے کا ذمہ دار ہوں اور ابھی تک کوئی ایسی خدمت مجھ سے نہیں لی گئی جو کسی بھی طرح میرے لئے باعث پریشانی ہو مطمئن ہوں' خوش ہوں' باقی سب کچھ آپ کے علم میں ہے۔"

"کیا پہاڑی آبادیوں کے لوگ تمہاری ہی طرح خوبصورت' چست و چالاک اور تیز دوڑنے والے ہوتے ہیں۔"

"کچھ ہوتے ہیں اور کچھ نہیں۔"

"اچھا وہ کار کے پیچھے دوڑنے کا واقعہ کیا ہے؟"

"مذاق تھا' ایک ایسے شخص سے لفٹ مل گئی تھی جسے خود بھی اس بات کا علم نہیں تھا کہ راستہ ٹوٹا ہوا ہے' ورنہ ادھر گاڑیاں نہیں آتی ہیں۔"

وہ دھیرے سے مسکرا دی پھر بولی۔ "مارشل آرٹس کے بارے میں کیا کہو گے؟"

"اب تک جو کہا ہے اس سے میرے پچھلے الفاظ کی تصدیق ہوتی ہے' دیہاتوں میں مارشل آرٹس سکھانے کے ادارے نہیں ہوتے' ایک بزرگ سے ملاقات ہوئی تھی انہوں نے دنیا سے مقابلہ کرنے کے لئے کچھ گر بتا دیئے تھے' بس یہ کہا تھا کہ اپنے آپ کو بچاتے رہو' سو آپ کو اندازہ ہے کہ اپنے آپ کو ہی بچاتا رہا ہوں۔"

"دیکھو' ویسے تو مجھے بہت سے شوق ہیں' مارشل آرٹس سے مجھے بہت دلچسپی ہے اور میں نے ممی کی شدید مخالفت کے باوجود انہیں آمادہ کیا تھا اس بات پر کہ مارشل آرٹس سیکھ کر میں ناقابل تسخیر ہوجاؤں گی' اور یہ وعدہ بھی کیا تھا کہ اگر میں کسی کے ہاتھوں مار کھا جاؤں تو وہی دن میری تربیت کا آخری دن سمجھا جائے اور ممی کے سامنے مظاہرے کر بھی چکی ہوں' لیکن تم نے جس طرح مجھے دو کوڑی کا کر کے رکھ دیا اگر ممی کو اس کا پتا چل جائے تو ساری بات ختم ہوجائے گی۔"

"پتا کیسے چل سکتا ہے۔" میں نے کہا۔

"ہوسکتا ہے کبھی تمہارا مجھ سے واسطہ پڑجائے۔"

"اگر ایسا ہوا تو آپ اطمینان رکھئے گا میں کبھی اس کا تذکرہ نہیں کروں گا۔"

"اور میں بھی نہیں کروں گی۔" ایک طرف سے آواز آئی اور ہم دونوں اچھل پڑے' میں نے اسے پہچان لیا' بہرحال دور ہی سے سہی لیکن تعارف تو ہوچکا تھا وہ شمسہ تھی۔

ایک لمحے کے لئے یاسمین کا چہرہ اتر گیا' شمسہ مسکراتی ہوئی قریب آگئی تھی۔

"بات اصل میں کچھ اور تھی' معذرت چاہتی ہوں وہ جناب گل مراد صاحب یا مراد گل صاحب' میں سمجھی آپ کی شخصیت نے میری بہن کو متاثر کرلیا ہے اور درختوں کی اس چھاؤں میں کوئی رومانی معاہدہ پایہ تکمیل کو پہنچنے والا ہے لیکن معلوم یہ ہوا کہ یہاں صرف انا کا تحفظ کیا جارہا ہے۔"

میں سکتے میں رہ گیا تھا اتنی بے باکی میرے تصور میں نہیں تھی کچھ لمحے خاموشی کے عالم میں گزر گئے' پھر یاسمین تند لہجے میں بولی۔

"کیا بولنے سے پہلے سوچنا مناسب نہیں ہوتا شمسہ۔"

"مطلب' وہ میں نے رومان والی بات جو کردی ہے!؟"

"تمہیں کم از کم اس بدتمیزی سے گریز کرنا چاہئے تھا۔"

"دیکھئے بھئی اگر ایسی ویسی بات ہے تو ہم سے بڑا راز دار اور کوئی نہیں ہوسکتا اور اگر نہیں ہے تو خوف کی بات ہی نہیں ہے دل میں جو آیا وہ کہہ دیا اس میں اتنا برا ماننے کی کیا بات ہے۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"بہنوں اور بھائیوں کے درمیان کم از کم اتنی یگانگت تو ہونی چاہئے مس شمسہ کہ ان کی قربت کو فوراً ہی رومان کی طرف نہ موڑ لیا جائے۔"

میرے ان الفاظ پر دونوں بہنوں نے چونک کر مجھے دیکھا' دیکھتی رہیں' پھر شمسہ آہستہ سے بولی۔

"کیا کہنا چاہتے ہو؟"

"چاہے گھر کا کوئی ادنیٰ سا ملازم ہی کیوں نہ ہو اگر وہ اپنے سینے میں مالکوں کے لئے جذبہ رکھتے ہوئے انہیں اپنی بہن کہہ دیتا ہے تو یہ لفظ اتنا مقدس اور پاکیزہ ہے کہ قابل اعتراض نہیں سمجھا جاسکتا' دو بہنیں بستی دوآبہ میں اور تین بہنیں یہاں دیکھی ہیں' دل تو یہی چاہتا ہے کہ ان تینوں کو بھی اسی نگاہ سے دیکھوں جس طرح نور اور شیرانہ کو۔ لیکن معافی چاہتا ہوں' مقام الگ الگ ہوتے ہیں' کبھی کبھی جذبات میں انسان بہت آگے کی بات کہہ جاتا ہے ہاں دل تک آپ کی نگاہ نہیں پہنچ سکتی چنانچہ آئندہ وعدہ کرتا ہوں کہ الفاظ کو زبان تک رکھوں گا بلکہ دل تک اور زباں تک نہیں آنے دوں گا۔ پھر تو آپ کو شکایت نہیں ہوگی۔"

دونوں پر سکتہ سا طاری تھا' یاسمین نے دور سے دیکھ کر کہا۔

"اوہو یہ ممی کدھر سے آرہی ہیں' واقعی کوٹھی کے گیٹ سے محترمہ مسز جہانگیر نکل

رہی تھی' دونوں لڑکیاں تیز رفتاری سے درختوں کی آڑ لے کر چل پڑیں۔ میں سمجھ رہا تھا کہ اس وقت ممی کا آنا اصل مسئلہ نہیں ہے بلکہ اصل مسئلہ وہ الفاظ ہیں جو میں نے کہے ہیں اور جن کا تاثر اس قدر درھم رکھتا ہے کہ کوئی بھی شخص اپنے ذہن کو نہیں سنبھال پاتا جب کہ یہ بے باک لڑکیاں شہری ماحول میں اپنے آپ کو بے حد ایڈوانس سمجھتی تھیں۔ بہرحال میں نے ایک پانسہ پھینکا تھا رزلٹ کچھ نہ کچھ تو آئے گا اور میں سمجھتا تھا کہ رزلٹ برا نہیں ہوگا۔

بیگم صاحبہ تو ٹہلتی ہوئی دوسری طرف نکل گئی تھیں میں بھی خاموشی سے انیکسی کی جانب چل پڑا۔ دل میں بے شمار خیالات آرہے تھے' کہنے کو تو میں نے بڑی دلسوزی سے اپنا موقف بیان کردیا تھا لیکن اس بات کا مجھے خود بھی احساس تھا کہ بات میری بساط سے بہت آگے کی ہے۔ ان لوگوں کا طرز زندگی کرنل جہانگیر کی شخصیت' بیگم صاحبہ کی شان و شوکت' ساری چیزیں نگاہوں کے سامنے تھیں ان کے درمیان اپنے آپ کو کوئی حیثیت دلانے کی کوشش سورج کو چراغ دکھانے کے مترادف تھی۔ اس بات کو بھولنا نہیں چاہئے تھا کہ سڑکوں پر اینٹیں اٹھاتے اٹھاتے یہاں آپہنچا تھا' مقام اتنی آسانی سے تو نہیں بنتے لیکن طہارت خان کے اقوال ذہن میں زندہ تھے۔

نمبرایک۔

"کام کتنا ہی بڑا کیوں نہ ہو اگر نیک جذبوں سے اس کا آغاز کیا ہے تو راستے کی مشکلات پر توجہ نہ دو۔"

نمبردو۔

"انسانوں میں کوئی تفریق نہیں' ہر شخص زمین سے کونپل کی شکل میں پھوٹتا ہے' یہ وقت کی ہوائیں ہوتی ہیں جو اسے ایک کمزور ٹہنی یا تناور درخت بنادیتی ہے۔"

نمبرتین۔

"جب سچے دل سے کوئی کام کرنے کا فیصلہ کرلو تو خود کو تنہا نہ سمجھو' نیکی کی قوتیں تمہارے ہمراہ ہوتی ہیں۔"

ایسی ہی بہت سی باتیں دل و دماغ میں تھیں۔ انداز ان لڑکیوں کا بھی برا نہیں تھا ویسے بھی حسن فیروز نے کبھی مجھ سے ان کے بارے میں کچھ نہیں کہا تھا بس اسے بیگم صاحبہ ہی سے شکوہ تھا۔ تو دیکھنا ہے کہ آنے والے وقت کی کہانی کیا ہوتی ہے۔

وقت انسان کو اپنے آپ سے روشناس کراتا ہے۔ بستی دوآبہ کے کچھ بزرگ کبھی

کبھی میرے بارے میں باتیں کرتے تھے انہی میں سردار علی بھی تھے۔ شاید بستی کے سب سے خوبصورت بزرگ تھے وہ۔ سفید براق داڑھی‘ سفید لباس کے ساتھ بڑی پروقار لگتی تھی ایک دن کچھ لوگوں کے سامنے کہنے لگے۔

”میں نہ تو نجومی ہوں۔ نہ خدانخواستہ خود کو صاحب علم کہتا ہوں کچھ آوازیں دل سے اٹھتی ہیں۔ میرے دل میں اس بچے کو دیکھ کر جو خیالات پیدا ہوتے ہیں وہ بڑے عجیب ہیں جسے سن کر تم لوگ ہنسو گے۔“

”کیا سردار صاحب!“ ایک اور بزرگ نے پوچھا۔

”فضل خان اسی بستی کا رہنے والا ہے اس نے کسی دوسری بستی میں زندگی گزاری اور وہیں سے شادی کرکے بیوی اور بچے کے ساتھ بستی واپس آیا اور یہیں بودوباش اختیار کی لیکن نہ جانے کیوں میں جب بھی اس بچے کو دیکھتا ہوں مجھے یہ احساس ہوتا ہے جیسے یہ بستی کا اجنبی ہے۔“

”اجنبی؟“

”ہاں‘ جیسے فضل خان سے اس کا کوئی رشتہ نہیں‘ جیسے یہ کوئی اور ہو‘ خیر یہ تو میرا احساس ہے لیکن یہ یقین ہے کہ ایک دن یہ بہت بڑا آدمی بنے گا۔“

یہ سب کچھ میں نے سنا تھا اور سن کر خاموش ہو گیا تھا۔ بزرگ بچوں کے بارے میں ایسی باتیں کرتے ہی ہیں‘ ہاں جو طرز زندگی میری تھی بہرحال وہ بستی کے دوسرے لوگوں سے مختلف تھی اور اب میں یہاں پہنچ گیا تھا۔ کرنل ہمایوں نے ایک بڑا منصب بڑی ذمے داری مجھے سونپ دی تھی یہاں تک کہ اس کی انتہا قریب آ گئی۔ اپنے خاص کمرے میں اس وقت جب حسن بھی مجھ سے کچھ فاصلے پر بیٹھا لطیفوں کی ایک کتاب پڑھ رہا تھا کرنل صاحب نے مجھے مخاطب کیا۔

”گل مراد۔“

”یس سر!“ میں نے مستعدی سے کہا۔

”اب تک جو کچھ میں نے تمہیں سکھایا ہے کیا تمہاری سمجھ میں وہ آ گیا ہے۔“

”پہلے بھی یہی کہتا رہا ہوں۔“ میں نے جواب دیا۔

”اب امتحان دینا ہو گا۔“

”میں حاضر ہوں۔“

”ان سارے معاملات کے سلسلے میں میرے مؤقف پر غور کیا ہے تم نے؟“

”نہیں۔“

”کیوں؟“ کرنل ہمایوں نے گہری نظروں سے مجھے دیکھا۔

”آپ نے اس کی اجازت نہیں دی۔“

”کیا مطلب؟“

”صاف اور واضح ہے۔ آپ نے کہا تھا کہ جو کچھ میں بتا رہا ہوں صرف اس پر غور کرو کیوں بتا رہا ہوں‘ اس کے بارے میں نہ سوچو‘ کیونکہ یہ میں تمہیں بعد میں بتاؤں گا۔“

”ہاں‘ میں نے کہا تھا۔“ کرنل ہمایوں کے لہجے میں ہلکی سی خوشی کا احساس تھا۔

”میں نے اس ہدایت کو ذہن میں رکھا ہے۔“

”لیکن انسانی فطرت میں تجسّس ہوتا ہے۔“

”بے شک۔“

”کیا اس تجسّس نے تمہیں مجبور نہیں کیا۔“

”نہیں۔“

”وجہ۔“

”آپ پر اعتماد‘ اور آپ کو خود پر اعتماد دلانے کی کوشش اور ایک ذاتی نظریہ۔“

”ذاتی نظریہ؟“ کرنل صاحب نے دلچسپی سے کہا۔

”جی۔“

”وہ کیا۔“

”کائنات میں کسی پر کلی اعتبار نہ کرو اور اگر یہ غلطی کر ہی ڈالو تو پھر زندگی کی قیمت پر اسے نبھاؤ۔“

”کیا تمہیں مجھ پر اتنا ہی اعتماد ہے۔“

”جی ہاں۔“

”شکریہ۔ اب میں ایک مہم تمہارے سپرد کرنا چاہتا ہوں‘ جتنا کام میں نے تم پر کیا ہے اسے مدنظر رکھتے ہوئے میں یقین رکھتا ہوں کہ اس سنسنی خیز اور شاندار مہم میں تمہیں کامیابی حاصل ہو گی۔ یوں سمجھو ایک بہت بڑے کام سے تمہاری اس امتحانی زندگی کا آغاز ہو رہا ہے میرا مختصر مؤقف یوں سمجھو کہ میں زندگی میں آخری لمحے تک تحریک کا عادی ہوں‘ ذہنی اور جسمانی ورزش ضروری سمجھتا ہوں۔ اخلاقی اور ساجی جرائم کے خلاف

اپنا فرض پورا کرنے کا دل سے قائل ہوں جس حد تک بھی کرسکوں۔ اس کے علاوہ اگر کوئی ایسی مہم درپیش ہو جس میں کوئی بڑا مالی منافع ہو رہا ہو تو اسے سرکوبی دینے سے گریز نہیں کرتا' ہرچند کہ مجھے اپنے لئے دولت کی ضرورت نہیں لیکن بہت سے ایسے ہیں جنہیں ضرورت ہے ان کی تفصیل صیغہ راز میں ہے' میری باتوں سے بور تو نہیں ہو رہے۔"

"نہیں۔" میں نے جواب دیا۔

"جو کچھ میں کہہ رہا ہوں سمجھ رہے ہو۔"

"ہاں۔"

"ایک مہم درپیش ہے' اس میں تمہیں اپنے ایک مہرے کی حیثیت سے آگے بڑھانا چاہتا ہوں۔"

"کچھ سوالات کرنا چاہتا ہوں۔" میں نے کہا۔

"ویری گڈ ضرور کرو۔"

"اس مہم جوئی میں آپ کا کردار کیا ہوتا ہے۔"

"ایک شاطر کا' جو چالیں چلتا ہے' مہرے آگے بڑھاتا ہے اور وہ ہارتا ہے یا جیتتا ہے۔"

"گویا مہم میں آپ براہ راست شریک رہتے ہیں۔"

"نہیں۔"

"تو پھر۔"

"بازی لگا دیتا ہوں' نگاہ رکھتا ہوں اور ضرورت ہوتی ہے تو بساط پر نمودار ہو جاتا ہوں۔"

"گویا چالیں آپ کی ہوتی ہیں۔"

"بالکل۔"

"میں احکامات کا منتظر ہوں۔" میں نے کہا اور کرنل ہمایوں کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی' کچھ لمحے خاموش رہ کر اس نے کہا۔

"چنار پور' رانا اختیار خلجی۔"

"اعتراض۔" اچانک حسن فیروز کتاب رکھ کر کھڑا ہو گیا اور کرنل ہمایوں نے گھور کر اسے دیکھا تو وہ بولا۔ "یہ ساری تفصیل مجھے بتائی جائے کیونکہ سپرویژن میری ہوگی خواہ وہ

اینٹیں اٹھانا ہو یا........ چنار پور........ رانا خلجی۔"

"رانا اختیار خلجی۔" کرنل صاحب ڈپٹ کر بولے۔

"اختیار میرے حوالے کیا جائے۔" حسن نے کہا۔

"سوچ لو۔"

"سوچ لیا۔"

"او کے۔ پھر تفصیلات نوٹ کرلو۔" کرنل صاحب نے کہا اور ہم دونوں سنجیدگی سے ان کے سامنے بیٹھ گئے۔ یہ سب کچھ بڑا دلچسپ تھا اور مزید دلچسپیاں سامنے آنے والی تھیں۔

حسن فیروز بھی خاصا سنجیدہ نظر آرہا تھا' اس نے کرنل ہمایوں کو انگلی سے اشارہ کر کے ایک لمحے کو رکنے کے لئے کہا اور پھر اپنی جگہ سے اٹھ کر ایک پین اور بال پوائنٹ اٹھا لایا' کرنل ہمایوں کے چہرے پر مکمل طور پر سنجیدگی نظر آرہی تھی کچھ لمحے خاموش رہنے کے بعد اس کی سرد آواز ابھری۔

"پہلا جملہ لکھو۔ ڈسپلن' ڈسپلن ہوتا ہے' میرے اور تم لوگوں کے درمیان آج تک کے رشتے اپنی جگہ ایک مستحکم حیثیت رکھتے ہیں' لیکن جب کوئی ذمہ داری سپرد کی جائے تو ایک جنبش بھی ایسی نہیں ہونی چاہئے جو قابل اعتراض ہو۔ ہم اگر اصولوں کو نظرانداز کر دیں تو سمجھ لو کہ پھر ہمارے پاس کچھ باقی نہیں رہتا چنانچہ آئندہ جب کرنل ہمایوں کے سامنے بیٹھو تو ہر اس چیز سے مسلح ہو کر جس کی ضرورت محسوس کی جاسکے اور اس کے بعد جو کچھ کہا جا رہا ہے وہ تمہارے ذہن کی گہرائیوں میں منجمد ہو جانا چاہئے۔"

حسن فیروز نے نگاہیں اٹھا کر کرنل ہمایوں کو دیکھا لیکن کرنل کے چہرے پر بے پناہ سختی تھی اس کی بھاری آواز پھر ابھری۔

"رانا اختیار خلجی' چنار پور' تم دونوں وہاں جاؤ گے' میرا ایک خط تمہارے پاس ہوگا' یہ خط تم رانا اختیار خلجی کو پیش کرو گے اور اگر موقع پر وہ نہ ملے تو رانا کا ایک دیوان کہہ لو' گھر کا نگراں کہہ لو' ایک صاحب اختیار شخصیت وہاں اور بھی ہے اور اس کا نام فاروق احمد ہے' عمر رسیدہ آدمی ہے' فاروق احمد کے بارے میں معلومات حاصل کر کے یہ خط تم فاروق احمد کو بھی دے سکتے ہو اس کے بعد تم وہاں ایک پرسکون رہائش گاہ لو گے اور مجھے اس کے بارے میں رپورٹ دو گے' اس کے لئے میں تم سے خود رابطہ قائم کرلوں گا۔ تمہیں سات دن دیئے جائیں گے' سات دن میں مجھے ان واقعات کی رپورٹ درکار ہوگی

جس کے لئے یوں سمجھ لو کہ رانا اختیار خلجی کو ہماری ضرورت پیش آئی' ابھی مجھ سے کوئی سوال نہ کیا جائے۔ میں چند الفاظ میں تمہیں مختصر تفصیل اور بتا دوں۔ رانا اختیار خلجی میرا بہترین دوست ہے حالانکہ اس کی عمر اتنی زیادہ ہے لیکن دوستی کے لئے عمر کا تعین نہیں کیا جاتا' اس کی کچھ وجوہات کچھ محرکات ہوتے ہیں۔ رانا اختیار خلجی کسی ایسی الجھن کا شکار ہے جسے وہ تفصیل سے نہیں بتا سکتا لیکن جب تم چنار پور میں اس کی حویلی میں قیام کرو گے تو بات یا تو خود بخود تمہاری سمجھ میں آجائے گی یا رانا تمہیں بتانے کی کوشش کرے گا' اب تم سوال کرتے ہو۔"

جہاں تک میرے مؤقف کا معاملہ ہے تو میں تم سے پہلے ہی کہہ چکا ہوں کہ

"اخراجات کا کیا ہوگا؟" حسن فیروز نے کہا۔

"چھوٹے لوگ چھوٹی باتیں کرتے ہیں کوئی بڑی بات کرو۔"

"دس لاکھ تیس ہزار روپے ادا کر دیئے جائیں۔" حسن فیروز نے کہا اور کرنل ہمایوں اچھل پڑا۔

"ابے کیا بک رہا ہے۔ بھتنی کے؟"

"ٹھیک عرض کر رہا ہوں دادا جان' بڑی بات تو یہی ہو سکتی ہے۔"

"اس کا مطلب ہے کہ اختیار تجھ سے واپس لے لیا جائے۔"

"اختیار خلجی کو واپس لے لیں' اختیار نہیں لیا جا سکتا۔"

"اچھا فضول باتیں بند' کیوں گل مراد تم بتاؤ' کیا کہتے ہو اس بارے میں۔"

"آپ کا حکم کرنل صاحب۔"

"سر اور آنکھوں پر؟" کرنل نے سوال کیا۔

"اصل میں' میں تو پہاڑی آدمی ہوں' تھوڑا بہت جو علم آپ لوگوں نے مجھے دے دیا ہے اسے سیدھا سیدھا جانتا ہوں' حکم کو نہ سر پر رکھا جا سکتا ہے نہ آنکھوں پر' چنانچہ یہ بے کار محاورے ادا کرنے سے کوئی فائدہ نہیں' جو احکامات آپ نے دیئے ہیں ان کے بارے میں آپ کی تربیت کے مطابق صرف عمل کرنا ہے اور میں اس کے لئے تیار ہوں۔"

"کیا حسن فیروز کو تم اپنے سر پر مسلط رکھنا پسند کرو گے؟"

"ہرگز نہیں۔" میں نے جواب دیا اور دادا جان کے ساتھ ساتھ حسن فیروز بھی اچھل پڑا۔

"کیا؟" وہ آنکھیں پھاڑ کر بولا۔

"ہاں' حسن فیروز اپنے قدموں سے میرے ساتھ جائے گا یہاں بھی میں اس محاورے کو بالکل بے مقصد سمجھتا ہوں' میں کہتا ہوں کرنل صاحب جب انسان سیدھی سیدھی بات کر سکتا ہے تو پھر یہ الٹے سیدھے محاوروں کی کیا ضرورت ہے۔"

"ویری گڈ' ویری گڈ' ٹھیک ہے بالکل ٹھیک ہے۔"

"ایک منٹ' کیا ٹھیک ہے کیا کہہ رہے تھے تم' میں ساتھ نہیں جاؤں گا۔" حسن نے نتھنے پھلا کر کہا۔

"جاؤ گے پیارے بھائی جاؤ گے' مگر کیا میرے سر پر بیٹھ کر ہی جاؤ گے؟"

"تمہارے سر پر اتنی جگہ کہاں سے آئی اور پھر دوسری ضروریات زندگی بھی تو ہوتی ہیں۔"

"اس کے لئے تمہیں میرے ساتھ پیدل چلنا ہوگا۔"

"چنار پور یہاں نہیں رکھا ہوا۔"

"آپ نے کہا تھا کرنل صاحب کہ ہم آپ سے سوالات کر سکتے ہیں۔"

"ہاں کیوں نہیں۔"

"چنار پور کا فاصلہ یہاں سے کتنا ہے اور ہمیں کس ذریعے سے وہاں میرا مطلب ہے ہمارا ذریعہ سفر کیا ہوگا؟"

"ٹرین سے جاؤ گے حسن جانتا ہے۔"

"اوکے۔" میں نے پتھریلے لہجے میں کہا۔ پھر بولا۔

"روانہ کب ہونا ہے؟"

"کل شام ساڑھے پانچ بجے تمہیں چنار پور جانے کے لئے ٹرین مل جائے گی۔"

اس کے بعد سلسلہ گفتگو ختم ہو گیا تھا' ہمیں باہر جانے کی اجازت مل گئی' حسن میرے ساتھ باہر آ گیا اور بولا۔

"کیا کہتے ہو اس بارے میں' میں نے اپنی سپرویژن کی پیشکش کر کے تمہاری مرضی کے خلاف کوئی کام تو نہیں کر ڈالا؟"

"نہیں یار! تیرے بغیر تو مجھے مزا بھی نہ آتا' ویسے کیا خیال ہے حسن' کیا ہم دونوں اپنی ان کوششوں میں کامیاب ہو سکیں گے؟"

"بات اصل میں یہ ہے گل کہ دادا جان نے کتنی ہی بار میرے اوپر اپنے داؤ پیچ

آزمانے کی کوشش کی، میں تو جال میں پھنسا نہیں کیونکہ میری کھوپڑی میں پھوڑا ہے او اس نے مجھے ہمیشہ میری مرضی کے خلاف دوسرے کے عمل کو رد کیا، لیکن اگر تم ساتھ ہو تو پھر زندگی کو محدود کرنے کی کیا ضرورت ہے، ہم دونوں چلتے ہیں، ذرا دیکھیں چنار پو کے ان بے اختیار صاحب کو ہیں کیا چیز اور کیا چاہتے ہیں۔

میں گہری سانس لے کر خاموش ہو گیا تھا لیکن اس رات اپنی آرام گاہ میں بستر لیٹ کر میں نے اس بارے میں بہت کچھ سوچا، کہاں بستی دوآبہ کا ایک معمولی سا پہاڑ نوجوان اور کہاں انٹیلی جنس کا یہ اہم ترین سلسلہ، دادا جان کی تربیت سے گزرتے ہو دل تو یہی چاہتا کہ کسی عمارت کی تعمیر میں حصہ لوں، سر پر اینٹیں اٹھا کر چار چار چھ چ منزلیں طے کروں، غالباً یہ فطرت کی طلب تھی، تقدیر کا عطیہ کچھ اور ہوتا ہے۔ وہ فطرت کی طلب کو نہیں دیکھتی جو قسمت میں لکھ دیا جائے بھلا اسے رد کرنے والا کون، رات ک نہ جانے کیا کیا سوچیں دامن گیر رہیں۔

بہرحال زندگی ہنگاموں سے بھرپور تھی اور کم از کم میں یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ میر یکسانیت کا شکار ہوں قدرت نے میرے لئے ماحول میں بڑی خوبصورت تبدیلیاں پیدا ک تھیں اور میں اس ماحول میں بہت خوش تھا۔ بہرحال انہی بہت سی سوچوں کے درمیان نیند آگئیں۔

صبح کو جاگا تو طبیعت تروتازہ تھی، انسان کی زندگی میں جب کوئی تبدیلی رونما ہوتی ہے تو وہ کچھ خوبصورت احساسات کا شکار بھی ہو جاتا ہے۔ جاگنے کے بعد مجھے یاد آیا ک آج ساڑھے پانچ بجے مجھے چنار پور روانہ ہونا ہے تیاریاں بھی کرنی ہیں بہرحال چونک سپروائزر اپنا حسن فیروز تھا اس لئے کوئی مشکل مسئلہ نہیں تھا کوئی حسن کے بارے میں کچھ بھی کہہ دے لیکن اس دوران تھوڑی بہت قدرتی ذہانت یا پھر ماحول پر گہری نگاہ رکھنے کی بناء پر یہ اندازہ مجھے بخوبی ہو گیا تھا کہ ساری باتیں اپنی جگہ لیکن حسن فیروز ضروری معاملات میں اتنا لاابالی بھی نہیں ہے کہ اس پر بھروسہ نہ کیا جاسکے وہ ایک ذمے دار شخصیت ثابت ہو سکتا تھا بشرطیکہ کوئی بات اس کے ذہن میں بٹھا دی جائے اور یہاں چونکہ اس نے خود اپنی سپرویژن کی پیش کش کی تھی اس لئے کوئی مسئلہ ہی نہیں تھا، دن کے معمولات جاری تھے کرنل ہمایوں اپنی رہائش گاہ میں نظر نہیں آیا تھا اور نہ ہی حسن فیروز گھر میں موجود تھا۔ میں تھوڑا سا الجھ گیا تھا۔ بہرحال اسی الجھن میں باہر نکل آیا اور صوفیہ کو دیکھا، صوفیہ کو پہلے بھی دیکھ چکا تھا، شمسہ کے بارے میں تو مجھے یہ علم ہو گیا تھا کہ بہت

ہی منہ پھٹ لڑکی ہے۔ جہاں تک معاملہ یاسمین کا تھا تو یاسمین اب بالکل مختلف کیفیت میں نظر آنے لگی تھی، حالانکہ مجھ سے ملاقات نہ ہونے کے برابر تھی بیگم صاحبہ خاص طور سے اس سلسلے میں رکاوٹ تھی، میں نے یہی سنا تھا کہ وہ اس ملازم کو بھی ناپسند کرتی ہیں جو کرنل ہمایوں کے علاقے سے بھی گزر جائے اور اس سے باقاعدہ ان کی ٹھن جاتی ہے چنانچہ میں جانتا تھا کہ وہ مجھے پسند نہیں کریں گی، لیکن اس وقت صوفیہ کی توجہ میری جانب مبذول ہو گئی تھی اس نے انگلی کے اشارے سے مجھے اپنے پاس بلایا میں نے سوچا کہ چلو ان خاتون کو بھی دیکھ لیا جائے ویسے تو بہت سے مشن میں نے اپنی زندگی کے لئے پال لئے تھے میرے دل میں یہ احساس بھی تھا کہ اب جب اس کا گھر کا نمک کھا رہا ہوں تو اس کے مسائل میں اگر اپنی ذات سے کوئی کمی پیدا کر سکوں تو خوش قسمتی کا باعث ہو گی۔ بہرحال میں صوفیہ کے پاس پہنچ گیا۔

"گل مراد ہے نا تمہارا نام۔" اس نے بغیر کسی تمہید کے کہا۔

"جی چھوٹی بی بی صاحبہ۔"

"جاہل ہو۔" خاتون بھی کسی سے کم نہیں تھیں۔

"جی بالکل جاہل ہوں۔ جاہل نہ ہوتا تو آپ کے ہاں نوکری نہ کر رہا ہوتا۔"

"طنز کر رہے ہو۔"

"نہیں جی، جوتے پر پالش کر رہا تھا۔" میں نے پوری سنجیدگی کے ساتھ اس سے کہا اور صوفیہ ایک بے اختیار مسکراہٹ کو روک گئی۔ پھر بولی۔

"وہ دونوں لڑکیاں اس کا مقصد ہے کہ بالکل ہی گدھی ہیں۔"

"اگر لڑکیاں ہیں تو گدھی ہی کہہ سکتے ہیں۔ چھوٹی بی بی صاحبہ۔"

"میں اپنی بہنوں کی بات کر رہی ہوں۔" اس نے غرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"جی!" میں نے چونکنے کی اداکاری کی۔

"لیکن میں دعوے سے کہتی ہوں کہ تم بننے کی کوشش کر رہے ہو۔"

"جی چھوٹی بی بی صاحبہ آپ نے بالکل ٹھیک کہا کوشش تو میں بہت دن سے کر رہا ہوں جی، اصل میں وہ بیچاری بھی میرے ہی نام پر بیٹھی ہوئی ہے بچپن کا رشتہ ہے چھوٹی بی بی صاحب اور پھر بھی۔" میں نے شرما کر آنکھیں جھکا لیں۔ صوفیہ منہ پھاڑ کر مجھے دیکھ رہی تھی پھر اس نے اِدھر اُدھر دیکھتے ہوئے کہا۔

"ذرا اِدھر تو آؤ۔" اور وہ پیچھے کھسک گئی اس بار وہ مجھے ایک ایسے درخت کی آڑ

میں لے گئی تھی جس کا تنا بہت چوڑا تھا اور کوئی اِدھر اُدھر سے ہمیں نہیں دیکھ سکتا تھا۔

"تم واقعی سنجیدگی سے مجھے بتاؤ دیکھو اگر ڈرامہ کر رہے ہو تو مجھ سے بڑے ڈرامہ باز نہیں ہو، تمہاری طبیعت درست کردوں گی میں۔

"کیوں۔ کوئی غلطی ہوگئی چھوٹی بی بی صاحبہ۔"

"تم کیا فضول باتیں کر رہے تھے، کون بچپن کی دوست ہے میں نے تم سے پوچھا تھا کہ تم بن رہے ہو یا بننے کی کوشش کر رہے ہو۔"

"کرنل ہمایوں صاحب نے یہی کہا ہے چھوٹی بی بی صاحبہ کہ اگر کچھ بننا چاہتے ہو تو محنت کرو اب دیکھئے نا ڈرائیوری سیکھ لی ہے میں نے جی، دیہاتی آدمی ہوں پہاڑی علاقے سے آیا تھا اس کا نام شکیلہ ہے بچپن کی محبت ہے ہماری، میں یہی کہہ کر آیا ہوں اس سے کہ شکیلہ تو بے فکر رہ شہر جاکر میں کچھ نہ کچھ بن کر آؤں گا اور پھر یہاں آکر تیرا دولہا بن جاؤں گا میں وہی بتا رہا تھا بی بی جی آپ کو۔"

"خدا تمہیں سمجھے، خدا تمہیں سمجھے اور خدا نہیں بھی سمجھے۔"

"خدا نے تو ہم سب کو سمجھا ہے جی، جبھی تو ہماری اوقات مقرر کردی ہے مگر بی بی صاحبہ آپ پتہ نہیں کیوں صاف بات نہیں کرتیں۔"

"ارے، خاک صاف بات کروں وہ شمسہ مجھ سے کہہ رہی تھی کہ یاسمین تم سے محبت کرنے لگی ہے۔"

"ہاں جی، بڑی مہربان ہیں وہ، مجھے بالکل چھوٹے بھائیوں کی طرح چاہتی ہیں، مگر میں کوئی ان سے چھوٹا ہوں جی، میں تو بڑا ہوں ان سے، میں تو آپ سے بھی بڑا ہوں اور شمسہ بہن سے بھی بڑا ہوں میں تو آپ تینوں سے بڑا ہوں جی۔"

"بہن!"

"تو اور کیا جی، ملازم غلام ضرور ہوتے ہیں لیکن یہ رشتے تو بڑے اچھے ہوتے ہیں جی، آپ بھی اگر چاہیں تو کبھی غلطی سے مجھے بھائی کہہ دیا کریں۔"

"دفع ہوجاؤ۔ یہاں سے چلو۔" صوفیہ نے کہا اور میں فوجی انداز میں مارچ کرتا ہوا وہاں سے چل پڑا۔ کافی دور جاکر پلٹ کر دیکھا، صوفیہ عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی میں اپنے رویے سے بہت مطمئن اور خوش تھا۔ یہ سچی بات ہے کہ فطرت میں غلاظت نہیں تھی اور فوراً ہی کسی حسین چہرے کو دیکھ کر دل مچل نہیں اٹھتا تھا۔ زندگی کی لطافتیں اپنی جگہ لیکن معیار زندگی بھی کوئی چیز ہوتی ہے میرا اپنا ایک معیار تھا یہ الگ بات

ہے کہ ابھی تک اس معیار پر کوئی شکیلہ نہیں پوری اتری تھی۔ یہ تو صرف ایک فرضی نام تھا جو میں نے تفریح کی غرض سے لے دیا تھا، ویسے صوفیہ صاحبہ کو بھی لطف آجائے گا، چلی تھیں مجھ پر رعب جمانے۔ خیر یہ سب تو بعد کی باتیں ہیں، پہلے تو یہ مسئلہ دیکھا جائے کہ یہ رانا اختیار خلجی صاحب کون ہیں، چنار پور میں کیا چکر چلا ہوا ہے اور دادا جان کو شہر کا اندیشہ کیوں ہے مگر یہ سب چلے کہاں گئے واپس انیکسی میں پہنچا اور پھر دادا جان کو تلاش کرتا ہوا اس تہہ خانے تک جا پہنچا جہاں میری تربیت ہوئی تھی لیکن اس کے بارے میں مجھے یہ ہدایت کردی گئی تھی کہ بے مقصد ادھر نہ آیا کرو۔ ویسے دادا جان نے یہاں اپنے لئے ایک بہترین حفاظت گاہ بنائی تھی تہہ خانے میں جانے کا جو راستہ تھا اس پر سرخ رنگ کی ایک پلیٹ لگی ہوئی تھی اور جب کسی کا سایہ اس پر پڑتا تو اندر موجود کرنل ہمایوں کو اس بات کا علم ہوجاتا اور وہ فوراً احتیاطی تدابیر کرلیتے چنانچہ اس وقت بھی جیسے ہی سرخ پلیٹ پر میرا سایہ پڑا فوراً ہی اس کے اندر ننھے ننھے تین بلب اسپارک کرنے لگے اور نیچے لگے ہوئے اسپیکر سے آواز سنائی دی۔

"کون ہے؟"

"میں ہوں کرنل صاحب، مراد۔"

"ہوں۔ آجاؤ۔" کرنل صاحب نے کوئی اور سوال نہیں کیا بس تہہ خانے کا دروازہ کھل گیا میں سیڑھیاں عبور کرکے نیچے پہنچ گیا کرنل ہمایوں سفید رنگ کی ایک میز کے پیچھے پڑی ہوئی کرسی پر بیٹھے ایک لفافے کو بند کر رہے تھے لفافے کو ہتھیلی سے دبا کر انہوں نے مجھے سامنے بیٹھنے کا اشارہ کیا اور پھر لفافے پر رانا اختیار خلجی، چنار پور لکھنے لگے، مار کر سے یہ نام لکھنے کے بعد انہوں نے گویا اپنا کام مکمل کرلیا پھر بولے۔

"وہی خط لکھ رہا تھا اچھا ہوا تم یہاں آگئے ویسے خط میں حسن فیروز کو دوں گا اور تم سے ایک درخواست کروں گا۔"

"کرنل صاحب۔"

"فضول باتیں بند، جو کہا جارہا ہے اسے غور سے سنو، درخواست یہ ہے کہ حسن فیروز کو راہ راست پر لانے کے لئے کچھ ایسے کام بھی کرنا پڑ رہے ہیں جو خود مجھے ناپسند ہوتے ہیں، اپنے معاملات میں کسی کی مداخلت بے جا کو میں قطعی طور پر ناپسند کرتا ہوں لیکن جہاں تک میں محسوس کر رہا ہوں، حسن فیروز تمہارے ساتھ رہ کر شاید کام کا آدمی بن جائے ویسے تو میں اسے اپنے راستے پر لگانے کی کوشش میں ہمیشہ ہی ناکام رہا ہوں لیکن

پتہ نہیں تم نے اس پر کون سی جادو کی چھڑی گھمادی ہے کہ اب وہ انسانوں جیسی حرکتیں کرنے لگا ہے اور میں اس بات پر اس قدر خوش ہوں کہ تم تصور بھی نہیں کر سکتے' چنانچہ بقول اس کے اختیارات تو اس نے لے لئے ہیں اور اس معاملے کی سپرویژن کر رہا ہے لیکن اس پر ذرا نظر رکھنا کہیں ایسا نہ ہو کہ اس کا لاابالی پن نقصان دہ ثابت ہو۔"

"اصل میں کرنل صاحب' چونکہ صورت حال کو میں بالکل نہیں جانتا اس لئے کوئی تبصرہ بھی نہیں کروں گا اور اس بارے میں اپنی طرف سے کوئی بات نہیں کہوں گا۔"

"اگر تم سمجھتے ہو کہ تمہارے ان الفاظ سے متاثر ہو کر میں تمہیں چنار پور رانا اختیار خلجی کے بارے میں کوئی کہانی سنانے بیٹھ جاؤں گا تو اس غلط فہمی کو دل سے نکال دو' جو کچھ بھی کرنا ہے وہاں جاکر تمہیں خود کرنا ہے۔ مختصراً میں تمہیں یہ بتا دوں کہ رانا اختیار خلجی کوئی ایسی مہم تمہارے سامنے پیش کرے گا جس کے بارے میں ہوسکتا ہے کہ تم مشکل کا شکار ہو جاؤ لیکن تمہیں یہ مہم سرانجام دینی ہے پوری ذمہ داری کے ساتھ۔"

"جی۔"

"تو پھر میری کھوپڑی کیوں کھا رہے ہو' کوئی کام ہے مجھ سے؟ یہ خط تو ظاہر ہے میں حسن فیروز کو دوں گا۔"

"جی مم......... میں آپ کو تلاش کرتا ہوا آگیا تھا۔"

"کیوں میں کوئی سوئی ہوں جو گم ہو جاؤں گا۔" کرنل کی بھرائی ہوئی آواز ابھری اور میں جلدی سے کرسی سے کھڑا ہو گیا اور پھر تیزی سے قدم بڑھاتا ہوا تہہ خانے سے باہر نکل آیا۔ حسن فیروز نظر آگیا تھا مسکراتا ہوا بولا۔

"کرنل جیبی کے پاس سے آرہے ہو؟"

"یار کمال ہے' تمہارا سارا خاندان اسی کیفیت کا شکار ہے۔"

"ہائے کیا مزے کی بات کہی ہے میرا خاندان' آؤ آؤ دیکھو تمہارے لئے کیا لے کر آیا ہوں۔ دیکھو گے تو خوش ہو جاؤ گے۔" وہ مجھے کمرے میں لے آیا اور پھر اس نے سامنے رکھا ہوا ایک کپڑا کھول دیا۔ پوریاں' ترکاری اور حلوہ موجود تھا' گرم تھا تازہ تھا' لیکن میں نے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اسے دیکھا تھا۔

"یہ کیا ہے؟"

"کھا کر دیکھو لطف آجائے گا۔"

"مگر یار یہ تو اس وقت۔"

"پھر ہی جاہلوں جیسی باتیں شروع کر دیں کھانے پینے کی اشیاء کے لئے کوئی وقت ہوتا ہے' سامنے آجائیں کھا لو بات ختم۔"

میں ایک گہری سانس لے کر اس کے ساتھ بیٹھ گیا۔

بہرحال ساری باتیں اپنی جگہ پوریاں اور ترکاری واقعی مزیدار تھی چنانچہ نہ چاہنے کے باوجود کافی کچھ کھا پی گیا اور تعریفیں بھی کرتا رہا کیونکہ حسن فیروز ان تعریفوں سے خوش ہوتا تھا۔

وقت مقررہ پر ہم لوگ اسٹیشن پر پہنچ گئے' کسی کو اطلاع تو دینی نہیں تھی معاملہ صرف کرنل ہمایوں سے تھا' اسٹیشن پر پہنچنے کے بعد البتہ حسن فیروز ہوشیار ہو گیا سب سے پہلے اس نے چنار پور کے بارے میں تفصیلات معلوم کی تھیں کہ ٹرین کس وقت یہاں آئے گی اور کس وقت وہاں پہنچے گی۔ پتہ یہ چلا کہ چنار پور تک کا راستہ یہاں سے ٹرین کے لیٹ ہوئے بغیر دس گھنٹے کا ہے اور جہاں تک ریلوے کے نظام کا تعلق ہے تو اسے کسی بھی ہندسے سے ضرب دیا جاسکتا ہے یہ الگ بات ہے کہ ڈرائیور اچھے موڈ میں ہو اور راستے کے حالات سازگار ہوں تو دس گھنٹے کے اندر بھی کام بن سکتا ہے گویا ٹرین یہاں ساڑھے پانچ بجے پہنچے گی۔ فرض کرو چھ بجے روانہ ہو گئی تو صبح چار بجے وہ چنار پور پہنچ جائے گی ٹکٹ وغیرہ خرید لئے گئے جو آسانی سے حاصل ہو گئے تھے بس ذرا قلی کو آنکھ مارنی پڑی تھی اور جواب میں اس نے بھی آنکھ ماری تھی پھر ہاتھ سے کچھ فحش اشارے بھی کئے تھے اور یہ فحاشی تکمیل کو پہنچ گئی۔ قلی نے ہمیں ایک آرام دہ جگہ بٹھا دیا اور ہماری ہر طرح کی تسلی کرنے کے بعد جیب میں ہاتھ ڈالے ہوئے باہر نکل گیا جس میں اچھی خاصی رقم پہنچی تھی ٹرین ڈرائیور غالباً گھر سے وعدہ کر کے آیا تھا کہ صبح کا ناشتہ گھر پر ہی کرے گا چنانچہ وقت سے پہلے ہی ٹرین روانہ ہو گئی اور اس کے بعد راستے طے ہونے لگے چنار پور کے بارے میں جو معلومات حاصل ہوئی تھیں وہ یہ تھیں کہ ایک خوبصورت پہاڑی علاقہ ہے پہلے کبھی کوئی چھوٹی سی جگہ ہو گی لیکن اب اس کے اطراف میں بہت سی صنعتیں پھیل گئی ہیں لیکن شہر کی خوبصورتی اپنی جگہ قائم ہے اور نواحی علاقوں میں رہنے والے شہریوں سے مقابلہ کرنے کی کوشش کر رہے ہیں یعنی یہ کہ چنار پور کے موسمی حالات سے فائدہ اٹھا کر وہ چنار پور کو خوبصورت بنانے میں مصروف ہیں بس یہ مختصر معلومات تھیں راستے میں حسن فیروز بھی سوچ میں ڈوبا رہا تھا کبھی کبھی اچانک منہ اٹھا کر وہ ایک دو باتیں کر لیا کرتا تھا اور اس کے بعد پھر مراقبے میں چلا جاتا تھا۔ میں نے ایک دوبار

اس سے کہا بھی۔

”قرب و جوار میں بیٹھے ہوئے لوگ غالباً تمہیں کوئی پہنچا ہوا بزرگ سمجھ رہے ہیں‘ یہ تم پر کیا کیفیت طاری ہے؟“

”بس یار غلطی سے نیند کی گولی کھا بیٹھا ہوں۔“

”کیا؟“ میں چونک کر بولا۔

”یقین کرو‘ سر میں درد ہو رہا تھا میں نے سوچا کہ کوئی سر درد کی گولی لے لوں‘ اب تم سے تذکرہ کرتا تو تم پریشان ہو جاتے۔ نہ جانے کس طرح اب تک اپنے آپ کو سنبھالے رہا ہوں۔“

”خدا کی پناہ‘ کاش تم زندگی میں کبھی عقل کا کوئی کام کر لیتے۔“

”کیا ہے کیا ہے ایک بار۔“ حسن فیروز پھیکی سی ہنسی کے ساتھ بولا۔

”خاک کیا ہے؟“

”نہیں یقین کرو کیا ہے۔“

”بھلا کیا۔“

”چھوڑو یار نیند کی گولی کھائے ہوئے ہوں صحیح جواب نہیں دے سکوں گا۔ آرام کرو۔“

اس کے بعد میں نے حسن فیروز کو پریشان نہیں کیا تھا۔ ٹرین سفر کر رہی تھی جب رات زیادہ گہری ہو گئی تو سارے مسافر سو گئے میں اکیلا بیوقوف جاگ کر کیا کرتا ہاں یہ معلومات حاصل کر لی تھیں کہ ٹرین چنار پور پر صرف پانچ منٹ کے لئے رکتی ہے اب مسئلہ یہ تھا کہ اگر سو گیا تو بے تکی بات ہوتی بھلا کس کو پڑی ہے کہ مقررہ وقت پر جاگ کر ہمیں چنار پور اتارے‘ وہ تو سونے ہی کا وقت ہو گا ایسا کروں کہ جاگتا رہوں تو زیادہ بہتر ہے تاکہ کوئی دقت پیدا نہ ہو سکے۔

اس کے برعکس حسن فیروز میرا نگران اعلیٰ آرام سے سو رہا تھا اور دنیا کی کوئی خبر ہی نہیں تھی اسے‘ بس گہری اور مست نیند لاکھ جاگنے کی کوشش کی‘ لیکن نہ جانے کتنی دیر کے بعد نیند آ گئی۔ پھر آنکھ کھلی اِدھر اُدھر دیکھا تو ایک دم دہشت زدہ ہو گیا۔ کھڑکی سے دوسری جانب آگ کے شعلے اٹھتے ہوئے نظر آ رہے تھے‘ ٹرین کے دونوں جانب آگ بھڑکی ہوئی تھی میں نے خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے دوسرے مسافروں کو دیکھا سب آرام کی نیند سو رہے تھے یہاں تک کہ حسن فیروز بھی۔ دل چاہا چیخ کر آگ آگ

پکاروں لیکن اچانک ہی یہ احساس ہوا کہ یہ کیسی آگ ہے جس میں تپش ہی نہیں ہے ٹرین کی رفتار بھی سست ہو رہی تھی پھر ذرا حواس جاگے تو ایک دم احساس ہوا کہ یہ صرف ذہنی دباؤ تھا جس نے سرخ پھولوں والے ان درختوں کو آگ سمجھنے پر مجبور کر دیا تھا ٹرین کے دونوں جانب درختوں کے جنگل کے جنگل بکھرے ہوئے تھے اور ان پر ایسے سرخ روشن پھول کھلے ہوئے تھے کہ معلوم ہوتا تھا جیسے شعلے لپک رہے ہوں اور ایک دم ہی میرے ذہن میں ایک واقعہ گھوم گیا۔ بابر جب کشمیر کی طرف رواں دواں تھا تو اس نے وادی کشمیر میں داخلے سے پہلے چناروں کا درخت دیکھا تھا اور حیرت سے گھوڑے کی لگامیں کھینچتا ہوا بولا تھا۔

”چہ نار‘ یعنی کیا یہ آگ ہے۔“ جس کے جواب میں اسے بتایا گیا کہ یہ آگ نہیں بلکہ چنار کے درخت ہیں گویا اگر اس مثال کو سامنے رکھا جائے تو یہ جگہ چنار پور ہو سکتی ہے گھڑی میں وقت دیکھا تو پانچ بج کر بیس منٹ ہو گئے تھے شکر تھا ٹرین لیٹ تھی اور میری آنکھ صحیح وقت پر کھلی تھی تھوڑی دیر کے بعد پلیٹ فارم پر چنار پور کا بورڈ بھی دیکھ لیا اور پھر میں نے حسن فیروز کو جھنجھوڑ کر جگا دیا اس نے آنکھیں کھول کر پوچھا۔

”کیا قیامت آ گئی؟“

”قیامت نہیں چنار پور آ گیا۔“ میں نے جواب دیا۔

”کون سا چنار پور؟“

”نیچے اترو بتا دوں گا۔“

”دھمکی دے رہے ہو۔“ وہ غرا کر بولا۔

”اٹھ جا بھائی کیوں پریشان کر رہا ہے۔“ ٹرین کچھ وقت کے بعد رک گئی۔ حسن فیروز بھی ہوش میں آ گیا تھا میں نے باہر کے مناظر دیکھے۔

بے شک ایک خوبصورت پہاڑی شہر تھا لیکن خاصی عمدہ عمارتیں نظر آ رہی تھیں اسٹیشن کے آس پاس‘ شہر بھی زیادہ چھوٹا نہیں تھا یہ الگ بات ہے کہ پس منظر میں سرمئی رنگ کی دھند میں لپٹی ہوئی پہاڑیوں کے وسیع و عریض سلسلے نظر آ رہے تھے جن میں کہیں جگہ جگہ برف چمک رہی تھی گویا خاصا خوبصورت علاقہ تھا اور خاص بات سرخ پھولوں والے درخت تھے جو چنار پور کو واقعی چنار پور بنا رہے تھے۔

ہم لوگ اپنا مختصر سامان لئے نیچے اتر آئے بہت عمدہ لباس منتخب کئے گئے تھے اور اس کے لئے کرنل ہمایوں نے خاص طور سے ہدایات جاری کی تھیں اور یہ کہا تھا کہ ہمیں

رانا اختیار خلجی کی کوٹھی میں بڑی شان وشوکت کے ساتھ جانا ہے چنانچہ پلیٹ فارم پر کھڑے ہو کر چاروں طرف نگاہیں دوڑاتے ہوئے حسن فیروز نے کہا۔

"محترم گل مراد صاحب کیا ارادے ہیں پہلے کسی ہوٹل میں قیام کیا جائے یا پھر یہ دو گدھوں کا بوجھ سر پر رکھ کر رانا اختیار صاحب کی حویلی چلا جائے؟"

"نہیں خیر تم ایک ہی گدھے کا بوجھ اٹھالو اور پلیٹ فارم سے تو باہر چلو۔" حسن فیروز نے میری بات پر توجہ بھی نہیں دی۔

تھوڑا سا آگے بڑھا اور اس کے بعد ہم دونوں اسٹیشن سے باہر نکل آئے حالانکہ ابھی صبح ہوئے دیر نہیں ہوئی تھی لیکن اسٹیشن کے باہر زندگی پوری طرح رواں دواں تھی۔ پہاڑی مقام ہونے کی وجہ سے غالباً ملک کے بیشتر حصوں سے سیر وسیاحت کے رسیا یہاں آتے جاتے رہتے ہوں گے چنانچہ کچھ ضرورت مند ہماری جانب بھی لپکے تھوڑے فاصلے پر صبح کا ناشتہ فروخت ہو رہا تھا جن میں طرح طرح کی چیزیں تھیں۔ ایک انتہائی اسمارٹ سے شخص نے ہمارے پاس پہنچ کر کہا۔

"مجھے یقین ہے سر کہ آپ کو میری مدد کی ضرورت ہوگی۔" حسن فیروز نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"لو یہ بیگ سنبھالو۔" اور پھر اس نے اپنے بیگ کے ساتھ میرے ہاتھ میں پکڑا ہوا بیگ بھی اس شخص کے ہاتھ میں دے دیا' وہ ایک لمحے کے لئے جھجکا تھا لیکن پھر اس نے دونوں بیگ سنبھال لئے۔

"دراصل میں اپنا تعارف کرانا چاہتا ہوں آپ سے۔"

"کون سی دکان ہے تمہاری اور ناشتے میں کیا کیا ہے؟" حسن فیروز نے پوچھا۔

"نہیں سر دکان نہیں ہے میری میں ہوٹل کوہسار کا نمائندہ ہوں۔"

"فی الحال ہم ناشتے کی کسی دکان کے نمائندے کی تلاش میں ہیں تم نے ہم سے پوچھے بغیر ہمارے یہ بیگ اٹھائے ہیں چنانچہ ہمیں عمدہ سا ناشتہ کرانا بھی تمہارا فرض ہو گیا ہے۔" میں تو ایک لمحے کے لئے الجھ گیا تھا حسن فیروز کی فطرت کو اچھی طرح سمجھتا تھا' لیکن وہ شخص بھی شاید خوش مزاج آدمی تھا اس نے کہا۔

"آپ بھی کیا یاد کریں گے کہ چنار پور میں کوئی میزبان ملا تھا۔ آئیے آپ چنار پور میں قیام کریں یا نہ کریں میں آپ کو ناشتہ ضرور کراؤں گا۔"

اور پھر وہ سچ مچ ناشتے کی ایک دکان کی جانب بڑھ گیا' میں غصیلی نگاہوں سے حسن

فیروز کو دیکھ رہا تھا لیکن ایسے موقع پر حسن فیروز کبھی مجھ سے نگاہیں نہیں ملاتا تھا' اس شخص نے ہمارے دونوں بیگ ناشتے کی دکان پر رکھ دیئے اور پھر لکڑی کی بنچوں کی طرف اشارہ کر کے بولا۔

"تشریف رکھئے جناب۔"

"شکریہ' شکریہ۔" حسن فیروز بنچ پر بیٹھ گیا تو وہ شخص ناشتے کے لئے دکاندار سے کہنے لگا پھر ہمارے سامنے ایک بنچ گھسیٹ کر بیٹھتا ہوا بولا۔

"میرا نام انور حسین ہے۔"

"بڑی خوشی ہوئی آپ سے مل کر انور حسین صاحب' ویسے یار گھاٹے کا سودا نہ کیا کرو' اب تمہیں کیا معلوم کہ ہم کسی ہوٹل ہی میں ٹھہرنا چاہتے ہیں' ممکن ہے میری خالہ زاد ممانی یا نانی زاد خالہ یہاں چنار پور میں رہتی ہوں اور ہم کسی ہوٹل کی تلاش کے بجائے کوئی تانگہ تلاش کر رہے ہوں۔"

"کوئی فرق نہیں پڑتا جناب' ناشتے کے بعد آپ یہ فیصلہ کر لیجئے کہ آپ کو ہوٹل چاہئے یا تانگہ وہ بھی میں آپ کو مہیا کردوں گا۔"

"معاوضہ کیا ہوگا؟" حسن فیروز نے پوچھا۔

"بس دوستی کے انداز میں ہاتھ ملا لیجئے' ہم بھی فقیر نہیں ہیں دل کے شاہ ہیں۔"

اتنی دیر میں دکان کے ملازم نے تازہ پکے ہوئے پراٹھے قیمے آلو کی ترکاری اور چند ایسی چیزیں ہمارے سامنے رکھ دیں۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ حسن فیروز کا بے تکا پن ہمیشہ کی طرح اس وقت بھی ناقابل برداشت تھا لیکن اس وقت جو ناشتہ کیا وہ اس برفیلے موسم میں لطف دے گیا۔ بڑے بڑے مٹی کے پیالوں میں گاڑھی گاڑھی چائے جو شاید دودھ میں پتی ڈال کر بنائی گئی تھی اور دودھ بھی بس خاص قسم کا کچھ عرصے پہلے کی داستانیں یاد آگئیں' یہ سب کچھ میری زندگی کا ایک حصہ تھا حالانکہ یہ الگ بات ہے کہ شروع ہی سے میں ایک نفاست پسند انسان رہا اور ایک جاہل دیہاتی ہونے کے باوجود کھانا' پینا' پہننا اور کچھ نہیں تو کم از کم صاف ستھرا ضرور رہا' یہ ساری چیزیں بڑی قیمتی تھیں میرے لئے لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ کرنل ہمایوں کی صحبت نے طبیعت میں جو نکھار پیدا کر دیا تھا وہ اب اس قسم کی باتوں میں آڑے آجاتا یعنی سڑک کے کنارے بنچ پر بیٹھ کر کھانا' جبکہ ایک اصل اور اہم کام کچھ اور ہی تھا پتہ نہیں کرنل ہمایوں نے' رانا اختیار خلجی کے پاس کس حیثیت سے بھیجا تھا' خود رانا اختیار خلجی یا حویلی کا کوئی اور آدمی اگر ہمیں

اس انداز میں سڑک کے کنارے بیٹھے دیکھ لیتا اور جب ہم وہاں پہنچتے تو ہمیں پہچان لیتا تو ہمارے بارے میں کیا سوچتا' اصل میں اپنی حیثیت سے بڑھنے کا تصور خود میرے ذہن میں بھی نہیں تھا لیکن کرنل ہمایوں نے ڈسپلن کی پابندی کو خصوصی طور پر اہمیت کا حامل قرار دیا تھا جہاں تک حسن فیروز کا معاملہ تھا تو وہ دادا جان کا پوتا اور بابا جان کا بیٹا تھا بھلا اس کے لئے کیا مشکلات ہو سکتی تھیں' مجھے اگر کرنل ہمایوں کی نگاہوں میں گرا دیا جاتا تو میرے لئے پھر وہی سڑکیں ہوتیں اور ہاتھ میں کدال' جو اب واقعی بڑا مشکل کام تھا میرے لئے ادھر یہ جناب انور حسین صاحب آ گئے تھے' شاہ دل فراخ دل کام دھندہ چھوڑ کر ہمارے ساتھ بیٹھے ہوئے ناشتہ اڑا رہے تھے۔ ہوتا ہے' بعض اوقات پاگلوں کو پاگل مل ہی جاتے ہیں' ناشتہ مکمل ہوا تو میں نے جیب سے رقم نکالی انور حسین صاحب کہنے لگے۔

"دیکھو بھائی کبھی کبھی کسی کی مشکل دیکھ کر انسان رکتا ہے نا' تو اسے نقصانات تو برداشت کرنے ہی پڑتے ہیں آج ٹرین سے آنے والی کسی سواری کو بھی نہ پکڑ سکا۔ تم لوگوں کے چکر میں پڑ گیا۔ سمجھا یہی تھا کہ تم لوگ ہوٹل میں قیام کرو گے اور اپنا کام بن جائے گا لیکن بات کچھ بھی نہیں ہے۔ چلو ٹھیک ہے کچھ دوستوں کے ساتھ دوستی ہی ہو گئی' اب جب دوستی کی بات ہو گئی ہے تو پھر بھلا چنار پور میں تمہارے ناشتے کا بل دینے کا کیا سوال ہے۔"

"تانگے میں وہاں پہنچا دو گے بھائی جان' جہاں ہمیں جانا ہے!" حسن فیروز تو تھا ہی بے غیرت انسان۔

"نہ صرف وہاں پہنچا دوں گا بلکہ جتنے دن یہاں رہو گے دوست اتنے دن کے اخراجات بھی میرے ذمے۔"

"خدا تم جیسا دوست ہر ایک کو نصیب کرے۔" حسن فیروز اسے دعائیں دینے لگا' میں ہنس کر خاموش ہو گیا تھا' حسن فیروز تو تھا ہی بدمعاش' لیکن میں انور حسین کی فطرت کو سمجھ رہا تھا ایسے لوگ ہوتے ہیں جو بلاوجہ کسی کے دوست بن کر اپنے آپ کو نقصان پہنچانے سے نہیں چوکتے' لیکن میرا اپنا نظریہ یہ تھا کہ قدرت ایسے لوگوں کی مدد کرتی ہے اور وہ اپنی نیک فطرت کا پھل ضرور پاتے ہیں اور اس وقت یہ سب کچھ جیتی جاگتی شکل میں موجود تھا یعنی یہ کہ ہمیں ہوٹل میں ہی جانا تھا ایک دو دن قیام کرنا تھا حسن فیروز منہ صاف کر کے اپنی جگہ سے اٹھ گیا اور پھر ہم وہاں سے آگے بڑھ گئے۔ انور حسین نے ہمارے سوٹ کیس پھر اپنے ہاتھوں میں اٹھا لئے تھے' میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

"اب تو تمہارا نمک کھا چکے ہیں انور بھائی' اب اتنا شرمندہ نہ کرو ہمیں' لاؤ یہ سوٹ کیس ہمارے ہاتھ میں دے دو۔"

"ایک.......... ایک تو نمک بھاجی میں تھا ہی نہیں' البتہ شکر پر بھی کوئی پابندی نہیں ہوتی' یقین کرو میں نے تو نمک کھایا ہی نہیں میں نے تو شکر کھائی ہے' اگر اس کی ترکاری میں نمک زیادہ پڑ گیا ہو تو اس کا سوٹ کیس اسے واپس دے دو۔"

"میں تو دونوں ہی سوٹ کیس اٹھائے ہوئے ہوں۔ اچھا یہ بتائیے تانگے والے سے کہاں کا تذکرہ کروں' اسے بتانا پڑے گا کہ آپ لوگ کہاں جا رہے ہیں؟"

"یہ تو ہے مگر پیارے بھائی یہاں تو ٹیکسیاں بھی نظر آ رہی ہیں۔"

"ٹیکسی میں جائیں گے آپ لوگ' چلئے کوئی بات نہیں وہ سامنے ٹیکسی اسٹینڈ بھی ہے میں پہنچائے دیتا ہوں جانا کہاں ہے؟"

"تمہارے ہوٹل کا کیا نام ہے ڈیئر انور؟" میں نے سوال کیا۔

"ہوٹل الفلاح۔"

"زندہ باد اس کا مقصد ہے کہ وہاں فلاحی کام ہوتے ہیں مگر کیا وہاں قیام کا معاوضہ بھی لیا جاتا ہے؟"

"ہوٹل صرف ہوٹل ہے جناب' اس علاقے کے بارے میں بتا دیجئے' اپنا ایڈریس بھی مجھے دے دیجئے تاکہ دوبارہ آپ سے ملاقات کروں تو آسانی ہو جائے۔"

"ہمیں ہوٹل الفلاح جانا ہے۔" میں نے کہا اور انور حسین پریشان نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگا پھر بولا۔

"آپ کی مرضی ہے جتنی دیر چاہیں مذاق کر لیں' اب تو میں بھی فارغ ہوں' دوسری ٹرین پونے گیارہ بجے آئے گی آئیں آپ کو گھر تک چھوڑ آؤں۔"

"بھائی جان ہمیں ہوٹل الفلاح جانا ہے۔" میں نے مضبوط لہجے میں کہا۔

"یعنی.......... یعنی۔"

"ارے بھائی یہ میرا دوست ہے نا حسن فیروز بیچارہ ایک مشکل کا شکار ہے تم نے نیم پاگلوں کے بارے میں سنا ہو گا۔"

"یعنی یہ دلچسپ آدمی ہے۔"

"لو بھائی غلط فہمی کا شکار ہو گئے' اماں بھائی جان میری پھوکڑی میں کھوڑا ہے۔ پھوکڑی میں کھوڑا سمجھتے ہیں آپ؟"

"جی؟"

"حسن کھوپڑی کا پھوڑا کہنا چاہتے ہیں، یعنی برین ٹیومر۔"

"نہیں!" انور حسین ایک دم سنجیدہ ہوگیا۔

"جو ہے وہ بھی نہیں، آپ براہ کرم ہوٹل الفلاح چلیئے گا۔" میں نے اس بے چارے شریف آدمی کو مزید پریشان کرنا مناسب نہیں سمجھا۔ وہ کہنے لگا۔

"واقعی اگر آپ ہوٹل میں قیام کریں گے تو پھر میرے پاس ہوٹل کی کار بھی موجود ہے۔"

"تو پھر اب تک بے کار باتیں کیوں کر رہے تھے، کار موجود ہے تو کار آمد باتیں کرو، پیارے بھائی چلو یہ سامان کار میں رکھو۔" حسن فیروز نے کہا اور انور حسین ہنستا ہوا ایک جانب بڑھ گیا، یہاں پرائیویٹ کاریں کھڑی ہوئی تھیں اس نے ایک کار کی ڈگی کھولی اور اس میں ہمارے دونوں سوٹ کیس رکھ دیئے پھر کار کا اسٹیئرنگ والا دروازہ کھول کر عقبی سیٹوں کا دروازہ کھول دیا اور بولا۔

"سر تشریف رکھیے۔"

"لو بھائی کا لہجہ ہی بدل گیا۔" حسن فیروز نے کہا اور ہم دونوں کار کے عقبی حصے میں بیٹھ گئے۔ انور حسین نے اسٹیئرنگ پر بیٹھ کر کار اسٹارٹ کر دی تھی۔

"میں ہوٹل الفلاح کا ایک معمولی سا نمائندہ ہوں، تھوڑی سی تنخواہ ملتی ہے۔ چھوٹا سا گھر ہے جس میں چند افراد کی کفالت کرتا ہوں، لیکن زندگی سے اتنی دور کا انسان بھی نہیں ہوں کہ اچھے اور دلچسپ لوگوں کو نظر انداز کر دوں، آپ لوگ قابل احترام ہیں کہ میرے ہوٹل میں قیام کر رہے ہیں اور مجھے یقینی طور پر آپ کو وہاں تک پہنچانے کا کمیشن بھی ملے گا لیکن پتہ نہیں کیوں آپ لوگ اچھے لگے ہیں، مجھے اجازت دیں گے کہ آپ سے اپنی ڈیوٹی کے بعد ملتا رہوں۔"

"ہم تم سے خود ملاقات کریں گے انور حسین، فکر نہ کرو فی الحال ہم ذرا مصروف ہوں گے۔"

"نہیں فرصت کے وقت کی بات کر رہا ہوں اور جہاں تک چنار پور کا تعلق ہے تو کوئی بھی ضرورت ہو تو مجھے طلب کر لیں یہ میرا کارڈ ہے نیچے گھر کا پتہ اور ٹیلی فون نمبر بھی لکھا ہوا ہے، آپ جب مجھے طلب کریں گے میں حاضر ہو جاؤں گا۔"

"چراغ کے بغیر؟" حسن فیروز نے سوال کیا؟ اور انور حسین ہنسنے لگا، پھر ایک دم

سنجیدہ ہوگیا شاید کس سوچ نے اسے سنجیدہ کر دیا تھا۔

ہوٹل الفلاح خوبصورت ہوٹل تھا، یہ اندازہ ہمیں سڑکوں سے گزرنے کے بعد ہی ہوگیا تھا کہ چنار پور کسی زمانے میں ایک پسماندہ شہر رہا ہوگا۔ صرف ایک پہاڑی شہر، لیکن اس وقت صنعتوں نے چار چاند لگا دیئے ہیں، جن کی اطلاع ہمیں مل چکی تھی، کرنل ہمایوں نے چنار پور کے بارے میں تھوڑی بہت تفصیلات بتا دی تھیں جو اس وقت ہمارے کام آ رہی تھیں بہرطور ہوٹل الفلاح کی تیسری منزل کے ایک کمرے میں ہم دونوں کو رہائش مل گئی اور اس کے بعد جب میں نے انور حسین کو ٹپ کی رقم ادا کی تو اس نے عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھا تھا پھر اس نے کہا۔

"یہ دینا ضروری ہے۔"

"ہاں، جو شخص اپنے پیشے سے مخلص نہیں وہ اپنے دوستوں سے بھی مخلص نہیں ہو سکتا اور یہ تمہارا پیشہ ورانہ امتحان ہے۔" اس نے میرے دیئے ہوئے نوٹ جیب میں رکھ لئے اور کہنے لگا۔

"میرا کارڈ آپ کے پاس ہے آئندہ ٹپ کے لئے آپ سے ملاقات نہیں کروں گا اور نہ ہی اس وقت کی تھی لیکن جب بھی آپ طلب کریں گے حاضری میرا فرض ہوگی۔" میں نے اس سے پرجوش مصافحہ کیا حسن فیروز مسکرا کر بولا۔

"بھائی میری کسی بات کا برا مت ماننا، درحقیقت میں اپنے بارے میں ابھی تک الجھنوں کا شکار ہوں، خیر اپنی الجھنیں تمہیں وقت سے پہلے نہیں بتاؤں گا اب تم جاؤ۔ خداحافظ۔" اور اس کے بعد حسن فیروز نے دروازہ بند کر لیا تھا بہرحال اس کی کئی باتیں مجھے ناگوار بھی گزری تھیں، لیکن اپنی حیثیت کو مدنگاہ بھی رکھنا ضروری تھا حسن فیروز نے کہا۔

"اصل میں میرا ایک شوق اور بھی ہے تمہیں شاید اس پر بھی ہنسی آئے۔"

"نہیں مجھے تو آج تک تمہارے کسی شوق پر ہنسی نہیں آئی۔"

"میں نے کسی شوق کا اظہار نہیں کیا تم پر۔"

"کیوں۔ پائپ لائن میں سونے کا شوق نہیں ہے تمہیں؟"

"وہ شوق نہیں، ضرورت ہے، سمجھ رہے ہو نا۔"

"ٹھیک ہے اپنے نئے شوق کے بارے میں بتا دو۔"

"غسل خانہ جہاں بھی ہوتا ہے نہ جانے کیوں اسے دیکھ کر میری طبیعت مچلنے لگتی

ہے اور دل چاہتا ہے کہ مینڈک کی طرح اچھل اچھل کر غسل خانے میں داخل ہو جاؤں اور پانی کا شاور اپنے سر پر کھول لوں' اس وقت بھی یہی دل چاہ رہا ہے' چلو مینڈک کی طرح تو نہیں اچھلوں گا لیکن جانے کی اجازت چاہتا ہوں۔" اور پھر وہ غسل خانے کی جانب چل پڑا۔

میں کمرے کا جائزہ لینے لگا پھر عقبی کھڑکی کے قریب پہنچ کر میں نے کھڑکی کھولی اور اس کی دوسری جانب بکھرے ہوئے اونچے نیچے مکانات دیکھنے لگا' یہ شہر قدیم وجدید کا امتزاج تھا نئی عمارتیں بہت خوبصورت بنی ہوئی تھیں لیکن انہی کے درمیان بھدی اور بدنما عمارتیں بھی تھیں بعض تو کچی مٹی تک سے بنائی گئی تھیں اور اس سے یہ اندازہ ہوتا تھا کہ چنار پور اپنی ایک الگ ہی تاریخ رکھتا ہے۔ بہرحال اب یہاں رک کر پہلے صورت حال کا جائزہ لینا تھا۔ بستی دوآبہ کے جوانوں کے لئے اس سے زیادہ کچھ تھا بھی تو نہیں اس دنیا میں۔ بمشکل تمام حسن فیروز نے غسل خانے سے باہر جھانکا اور کہنے لگا۔

"آجاؤں؟"

"مرضی ہے تمہاری۔"

"یار اب تو پگھلنا شروع ہو گیا تھا۔"

"میں نے کہا نا تمہاری مرضی ہے۔"

"تم نے میرے کپڑے نہیں نکالے۔"

"نکال دوں۔" میں نے اپنی جگہ سے کھڑے ہوتے ہوئے کہا تو وہ ہنسنے لگا پھر بولا۔

"یار کم از کم شرافت سے مذاق کرلیا کرو۔ اب میں نے مذاق میں کہا اور تم سنجیدگی سے تیار ہو گئے' خبردار ایک لفظ بھی آگے نہ کہنا' ورنہ اچھا نہیں ہوگا۔" حسن فیروز کی فطرت کے بہت سے پہلو مجھے پسند تھے' وہ کبھی کسی لمحے یہ باور کرانے کی کوشش نہیں کرتا تھا کہ میرے سرپرست کا پوتا ہے' اور ظاہر ہے مجھ تک اس کی پہنچ کسی حوالے سے نہیں ہوئی تھی ہم دونوں براہ راست ملے تھے بہرحال پھر سنجیدگی سے باتیں ہوئیں۔ طے یہ کیا گیا کہ چونکہ کرنل صاحب نے ہم سے یہ نہیں کہا کہ ہم اپنا یہ کام گھنٹوں میں یا دنوں میں نمٹا کر واپس آجائیں۔ صورت حال کا بھرپور طریقہ سے جائزہ لیں اور جس طرح کے بھی حالات پیش آئیں اس کے مطابق عمل کیا جائے۔ پہلے چنار پور کا بھرپور جائزہ لے لیا جائے' اس کے مقامات سے واقف ہوا جائے اور اس کے بعد پھر رانا اختیار خلجی کی حویلی کا رخ کیا جائے' انور حسین کو اس سلسلے میں تکلیف دینا مناسب نہیں سمجھا تھا' ٹیکسیاں

ہوٹل الفلاح کے سامنے بھی تھیں۔ چنانچہ ایک ٹیکسی ہمیں لے کر چل پڑی اور پھر خاصی رات گئے تک ہم چنار پور کی سیر کرتے رہے اور آخر میں حسن فیروز نے کہا۔

"خیر میں تو گدھا ہوں' لیکن کیا تم نے بھی کبھی چنار پور نہیں دیکھا۔"

"نہیں کیوں؟"

"یار بڑی خوبصورت جگہ ہے' میں گدھا اس لئے ہوں کہ یہاں پہلے نہیں آیا۔"

"ایسی بہت سی جگہیں ہوں گی جہاں ہم پہلے کبھی نہیں گئے ہوں گے۔"

"ابھی کل کا دن اور مصروف رہیں گے میرا خیال ہے کہ کل شام کو ہم رانا اختیار خلجی کے گھر چلیں گے۔"

"ٹھیک ہے۔" رات خوشگوار گزری' موسم بھی بہت اچھا تھا اور رہائش گاہ بھی بہت حسین تھی دوسرے دن بھی ہم مختلف مقامات کی سیر کرتے رہے اور پھر تین بجے ہوٹل واپس آگئے' اس کے بعد اپنا سامان وغیرہ سمیٹ کر ہم نے ہوٹل کا کمرہ چھوڑا' انور حسین موجود نہیں تھا لیکن اس کا کارڈ ہمارے پاس تھا جب چاہتے اس سے رابطے کرسکتے تھے۔ ٹیکسی ہمیں لے کر رانا اختیار خلجی کی حویلی کی جانب چل پڑی' ہم نے ٹیکسی ڈرائیور کو پتہ بتا دیا تھا لیکن ٹیکسی جس عظیم الشان اور بلند و بالا دروازے کے سامنے رکی' ہمیں قدیم زمانے کے شاہی محل یاد آگئے' جن کے بارے میں صرف کہانیاں ہی سنی تھیں یا پھر کہیں کسی تاریخی مقام پر کسی راجہ یا بادشاہ کے محل کے ٹوٹے پھوٹے کھنڈر دیکھے تھے لیکن یہ حویلی درحقیقت کسی شاہی محل ہی کا سا وقار اور شان رکھتی تھی' گیٹ پر دربان کھڑے ہوئے تھے' بڑا سا چوبی دروازہ تھا جس پر پیتل کی کیلیں لگی ہوئی تھیں اور اس کا ایک پٹ کھلا ہوا تھا ہم اندر داخل ہوئے تو یوں محسوس ہوا جیسے دربان ہماری آمد کے منتظر ہوں۔ انہوں نے جھک کر ہمیں فرشی سلام کیا' پھر ان میں سے ایک نے ایک دروازے کی جانب اشارہ کیا۔ گیٹ کے قریب ہی ایک چھوٹا سا آفس نما کمرہ بنا ہوا تھا' جس میں چند میزیں پڑی ہوئی تھیں اور ان پر لوگ بیٹھے ہوئے کاموں میں مصروف تھے۔

"براہ کرم یہاں سے رابطہ کریجئے' اس کے بعد آپ کا وہاں جانا مناسب ہوگا۔"

"آؤ' میں نے سخت لہجے میں حسن سے کہا اور اس کی کلائی پکڑلی' اس شخص کو ہینڈل کرنا بڑا مشکل کام تھا خصوصی طور پر دادا جان نے یہ میری ڈیوٹی لگائی تھی اور مجھے ہر طرح کا خیال رکھنا تھا بہرحال میں حسن کے ساتھ آفس میں داخل ہوا اصل میں بات یہ ہے کہ کوئی دفتر ہو' گھر ہو یا کوئی بھی جگہ اگر وہاں کا سربراہ مستحکم ہوتا ہے تو ڈسپلن کا ہونا

لازمی قرار پاتا ہے' اندازہ یہ ہوتا تھا کہ رانا افتخار خلجی بہت سخت گیر اور اصولوں کا پابند آدمی ہے' یہی وجہ ہے کہ دربان پرادب تھے اور یہ آفس جو غالباً مرکز کی حیثیت رکھتا تھا اور جس میں تین افراد بیٹھے ہوئے تھے لوگوں کو اچھے انداز میں خوش آمدید کہنے کی روایت جانتے تھے' درمیان والی میز پر بیٹھے ہوئے شخص نے ہمیں سلام کیا اور بولا۔

"تشریف رکھئے جناب' اور فرمایئے ہم آپ کی کیا خدمت کر سکتے ہیں۔"

"رانا افتخار خلجی کے مہمان ہیں ہم' ایک دوسرے شہر سے آئے ہیں رانا صاحب سے ملنا چاہتے ہیں۔"

"اوہ' آنے سے پہلے آپ نے یہ معلوم کرنے کی کوشش نہیں کی تھی کہ رانا صاحب حویلی میں موجود ہیں یا نہیں؟"

"کیا کہنا چاہتے ہو؟"

"آپ چونکہ دوسرے شہر سے تشریف لائے ہیں رانا صاحب کے مہمان ہیں اس لئے آپ کو فاروق احمد سے ملاقات کرنا ہوگی' کیونکہ رانا صاحب تو اس وقت آؤٹ آف اسٹیشن ہیں۔"

"تم ہمیں دھمکی دے رہے ہو؟" حسن فیروز نے درمیان کی میز پر بیٹھے ہوئے شخص سے کہا۔

"جج جی میں سمجھا نہیں؟"

"تمہارا انداز یہی ہے نا کہ ہمیں دیوان فاروق احمد سے ملنا ہوگا۔"

"نہیں' معاف کیجئے گا' میں نے تو آپ کو ایک راستہ بتایا ہے' اگر آپ باہر کے کسی شہر سے نہ آئے ہوتے اور آپ کے ساتھ یہ سامان نہ ہوتا تو ہم آپ سے معذرت کر کے کہتے کہ آپ پھر تشریف لایئے گا لیکن بہتر یہ ہوگا کہ آپ دیوان فاروق احمد سے ملیں اور اس وقت تک آپ کو فاروق احمد صاحب کے ملاقاتی کمرے میں بیٹھنا ہوگا' ہم آپ کو وہاں پہنچائے دیتے ہیں' اصل میں ابھی تھوڑی دیر قبل فاروق احمد صاحب بھی کہیں گئے ہیں۔"

"آؤٹ آف اسٹیشن؟" حسن فیروز نے سوال کیا۔

"نہیں' وہ ابھی کچھ دیر کے بعد واپس آجائیں گے' جاؤ ضمیر تم انہیں فاروق احمد شاہ کی رہائش گاہ پر چھوڑ آؤ' براہ راست تو حویلی میں جانے کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔"

"آیئے ضمیر صاحب ویسے آپ حویلی میں زندہ ہیں حیرت کی بات ہے۔" ضمیر نامی

شخص ہمارے ساتھ چلنے لگا تھا' حسن فیروز کی بات پر اس نے کچھ بھی نہیں کہا تھا' حسن فیروز نے چند قدم آگے بڑھاتے ہوئے کہا۔

"ویسے تمہیں اپنی زندگی کا یقین ہے۔"

"آپ نہ جانے کیا باتیں کر رہے ہیں صاحب' میں اپنے ماں باپ کا اکلوتا بیٹا ہوں۔"

"اوہ' تب تو پھر ہم بھی تمہاری زندگی کی دعائیں مانگتے ہیں۔" میں نے گھور کر حسن فیروز کو دیکھا اور حسن فیروز جلدی سے نگاہیں نیچی کر کے خاموش ہوگیا۔ بس اداکاری ہی تھی ورنہ بھلا وہ مجھ سے کیا ڈرتا' میں حویلی کی شان دیکھ رہا تھا' سرخ پتھروں کا یہ محل قابل دید تھا' داہنی سمت ابتداء میں ملازموں کی رہائش گاہیں بنی ہوئی تھیں' سیڑھیاں غالباً کوئی دو سو گز لمبی تھیں اور ان سیڑھیوں سے گزر کر اس راہ داری میں پہنچا جاسکتا تھا جس کے بعد رہائش گاہوں کے دروازے تھے پھر کچھ اور انیکسی ٹائپ کی عمارتیں تھیں' بائیں سمت بڑے خوبصورت انداز میں حویلی کی دیواریں اور ستون نظر آرہے تھے اور یہاں موجود ملازمین' پھر انتہائی بائیں سمت سے لے کر گیٹ تک ایک وسیع و عریض سبزلان پھیلا ہوا تھا' دیواروں کے ساتھ ساتھ کوئی پندرہ فٹ کی چوڑائی میں حسین پھولوں کے جھنڈ' جنہیں دیکھ کر آنکھیں تروتازہ ہوجاتی تھیں' داہنی سمت کے آخری حصے میں بنی ہوئی ایک انیکسی کے دروازے کے سامنے رک کر ضمیر نے گھنٹی بجائی' ایک عمر رسیدہ عورت نے دروازہ کھولا ہمیں دیکھ کر گردن خم کی اور پھر اندر آنے کا اشارہ کیا اور پھر ہم دونوں اندر داخل ہوگئے۔ ضمیر واپس چلا گیا تھا بڑے دروازے سے اندر قدم رکھتے ہی داہنی سمت ایک اور خوبصورت دروازہ نظر آرہا تھا۔ وہ عورت ہمیں لئے ہوئے اس دروازے سے اندر داخل ہوگئی اور یہاں پہنچ کر یہ اندازہ ہوا کہ یہ ڈرائنگ روم ہے' لیکن سارے کا سارا قدیم چیزوں سے آراستہ' ملازمہ نے ہمیں بیٹھنے کی پیش کش کی اور اس کے بعد کمرے سے باہر نکل گئی' ہم نے اپنا سامان ایک طرف رکھ دیا تھا اور ایک صوفے پر بیٹھ گئے تھے' حسن فیروز نے کہا۔

"دادا جان کی ایسی تیسی۔"

"ہیں؟" میں ایک دم چونک پڑا۔

"اپنے آپ کو بہت بڑا تیس مار خاں سمجھتے ہیں' یہ کرنل خاندان آخر سمجھتا کیا ہے اپنے آپ کو۔"

"ارے بھائی کیا ہوگیا تجھے؟"

"یار اس حویلی کو دیکھ کر کہہ رہا ہوں' ذرا شان و شوکت دیکھ رہے ہو' لگتا ہے کسی راجہ کے محل میں آگئے۔"

"ہاں یہ بات تو ہے۔"

"ویسے ایک بات کہوں' اگر کرنل جیسی اس حویلی کو دیکھ لیں تو تم یقین کرو سب کی شامت آجائے گی۔"

"کس کی؟"

"کرنل جہانگیر خاں صاحب کی اور گھر کے تمام افراد کی۔"

"کیوں؟"

"بس حویلی کا نقشہ بدل کر یہ نقشہ استعمال کیا جائے گا جگہ چاہے کتنی ہی ہو۔"

"کرنل اس قسم کے آدمی ہیں۔"

"دادا جان کو مجھ سے زیادہ اور کون سمجھ سکتا ہے میرا خیال ہے ابا جان نے انہیں سمجھنے کی کوشش ہی نہیں کی یا پھر دوسری بات بھی ہے۔"

"وہ کیا؟"

"اصل میں دادا جان ابا جان کو فوراً ہی فوجی بنانے پر تل گئے تھے' سنا یہ گیا ہے کہ بچپن میں ابا جان کے کھلونے بھی اصلی رائفلوں' بندوقوں اور ریوالوروں پر مشتمل ہوا کرتے تھے' دادا جان انہیں ایک اعلیٰ پائے کا فوجی بنانا چاہتے تھے اور وہ بن گئے' وہ تو اصل میں' میں ان کے ہاتھ میں نہ آسکا ورنہ پتہ نہیں میرا بھی کیا حشر کرتے۔

"خیر فوجی بننا بڑی شان کی بات ہے۔"

"وہ تو ٹھیک ہے یار مگر دادا جان' جس کی فوجی تربیت کریں' بیٹے ابھی تو تم اپنے بارے میں سوچو' آگے دیکھتے جاؤ' ہوتا کیا ہے۔" اس نے اپنی ہی بات کاٹ کر رخ بدلتے ہوئے کہا اور میں ہنسنے لگا' ہم لوگ بیٹھے ہوئے انتظار کر رہے تھے کہ دیکھئے اب کیا ہوتا ہے کوئی آتا ہے یا نہیں' چند ہی لمحوں کے بعد ایک خوبصورت نوجوان خاتون اندر داخل ہوئیں' بڑا عمدہ لباس پہنا ہوا تھا' چہرے پر ایک عجیب سی کیفیت تھی جسے بس محسوس ہی کیا جاسکتا تھا اسے الفاظ نہیں دیئے جاسکتے تھے' اندر آئیں تو ہم دونوں نے انہیں سلام کیا اور وہ بیٹھ گئیں۔

"چلئے دکھائیے۔" انہوں نے ہم دونوں کو دیکھتے ہوئے کہا اور ہم دونوں ایک دوسرے کی صورت دیکھنے لگے۔

"کیوں کیا بات ہے؟"

لے کر تو آئے ہیں نا؟"

"ک ک کیا؟" حسن فیروز نے کہا۔

"آپ کے ان بیگوں میں کیا ہے؟" خاتون نے مشتبہ نگاہوں سے ہمیں دیکھتے ہوئے کہا۔

"ہمارے کپڑے ہیں' شیو کا سامان ہے ضرورت کی دوسری چیزیں ہیں۔" حسن فیروز نے جواب دیا۔

"کیا؟" خاتون چیخ کر بولیں۔

"جج جی ہاں۔"

"تم لوگ کپڑا بیچنے والے نہیں ہو۔"

"ارے توبہ توبہ ہم نے آج تک اپنا ضمیر نہیں بیچا' کپڑا کیا بیچیں گے۔"

"مذاق کرنے تشریف لائے ہیں آپ لوگ' آخر آپ ہیں کون؟"

"رانا.......... رانا.......... اختیار خلجی کے مہمان ہیں۔" میں نے کہا۔

"تو یہاں کیوں آئے ہیں؟"

"اس لئے کہ رانا صاحب آؤٹ آف اسٹیشن ہیں۔"

"میں پوچھ رہی ہوں یہاں کیوں آئے ہیں؟"

"اس لئے کہ ناروق احمد صاحب بھی آؤٹ آف گیٹ ہیں۔" حسن فیروز نے سہمی ہوئی آواز میں کہا اور خاتون ہمیں حیرت سے دیکھنے لگیں' پھر ان کے چہرے پر نرمی پھیل گئی وہ آہستہ سے بولیں۔

"مجھے افسوس ہے' اصل میں غلطی میری ملازمہ سے ہوئی ہے کچھ دکانداروں سے میرا رابطہ ہے' ٹیلی فون پر گفتگو ہوتی رہتی ہے' انہوں نے کہا کہ باہر سے کچھ کپڑا آیا ہے' زنانہ کپڑا خاص جاپانی' میں نے کہا لے کر آجائیں' عموماً ان سے کپڑا خریدتی رہتی ہوں میں' میں سمجھی کہ آپ لوگ وہی ہیں۔"

"اللہ کی مار ہو ہم پر۔ اب اپنے چہروں سے کپڑا بیچنے والے لگنے لگے ہیں' اصل میں یہ سب محترمہ ہمارے دادا جان کا قصور ہے۔"

"نہیں' نہیں خیر چہروں کی بات آپ چھوڑیئے' آپ بڑے دلکش لوگ ہیں بلکہ میں تو حیران ہو رہی تھی کہ کپڑا بیچنے والے بھی ایسی صاف ستھری شخصیتیں رکھتے ہیں۔"

"جی!" حسین فیروز نے حیرت سے آنکھیں پھاڑ کر کہا۔

"جی ہاں' واقعی مجھے غلط فہمی ہوئی اب مجھے یہ بتایئے کہ میں کیا کروں آپ کے لئے؟"

"کچھ نہ کیجئے' جو آپ کو کرنا تھا وہ آپ کر چکی ہیں۔" حسن فیروز بولا۔

"طنز کر رہے ہیں آپ مجھ پر' بھئی دیکھئے نا غلط فہمی بھی کوئی چیز ہوتی ہے۔"

"نہیں بالکل نہیں' نہ طنز کر رہے ہیں' نہ ہم کسی غلط فہمی پر نقطہ چینی کر رہے ہیں' میرا مطلب ہے آپ نے ہمیں جو کچھ کہا ہے اس نے ہماری عزت بحال کردی ہے' اب یہ فرمایئے کہ آپ کے ڈیڈی کب تک واپس آجائیں گے' ڈیڈی کہتی ہیں آپ انہیں یا ابو جان۔"

"کسے؟"

"فاروق احمد صاحب کو؟"

"کیسی باتیں کر رہے ہیں آپ' وہ میرے شوہر ہیں۔"

"جج جی' اوہو' معاف فرمایئے گا' یہ سامنے رکھی ہوئی تصویر کس کی ہے؟" حسن فیروز نے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر سامنے رکھی ہوئی تصویر دیکھتے ہوئے کہا۔

"فاروق احمد صاحب کی ہے۔"

"کب کب کی ہے' میرا مطلب ہے کیا یہ ان کے بڑھاپے کی تصویر ہے؟"

"بڑھاپے کی تصویر جوانی میں کھینچی جاسکتی ہے۔"

"خدا کے واسطے آپ تو بتا دیجئے۔"

"یہ ان کی تازہ تصویر ہے۔"

"اور آپ کی کوئی تازہ تصویر نہیں ہے۔"

"میں خود تازہ تصویر کے طور پر آپ کے سامنے موجود ہوں۔" مسز فاروق احمد کافی خوش مزاج معلوم ہوتی تھیں' لیکن حسن فیروز غور سے کبھی انہیں دیکھتا' کبھی فاروق احمد صاحب کو' تب مسز فاروق نے کہا۔

"دیکھئے ہماری عمروں پر تبصرہ نہ کیجئے' آپ کا تبصرہ مجھے ناگوار گزرے گا' فاروق احمد بہت اچھے شوہر ہیں' میں ان کی دوسری بیوی ہوں' پہلی بیوی کا انتقال ہوچکا ہے بس یہ میرا تعارف ہے' نام میرا حنا فاروق ہے۔"

"اللہ آپ جیسی نیک بیوی کو اس دنیا میں قائم رکھے آپ ہی کے دم سے شرافت

کے معیار قائم ہیں۔"

"وہ کیسے؟"

"آپ پہلی بیوی کے انتقال کے باوجود فاروق احمد سے شادی کرنے پر آمادہ ہوگئیں' یہ نہ سوچا آپ نے کہ آخر پہلی بیوی کا انتقال کیسے ہوا؟"

"دیکھئے انسان کو پہلی ملاقات میں کم از کم غیر شریفانہ گفتگو نہیں کرنا چاہئے۔"

"ٹھیک ہے یہ باتیں میں دوسری ملاقات کے لئے رکھ چھوڑتا ہوں۔"

"کیا پینا پسند کریں گے آپ؟"

"زہر کے علاوہ جو بھی مل جائے۔" حسن فیروز نے کہا اور خاتون اپنی جگہ سے اٹھ کر اندر چلی گئیں میں نے حسن فیروز کو دیکھا اور کہا۔

"حسن۔!

"ڈانٹو گے' ڈانٹو گے میں جانتا ہوں کہ مجھے ڈانٹو گے۔"

"دیکھو کسی جگہ آنے کے بعد پہلے وہاں کے ماحول کا جائزہ لیا جاتا ہے۔ ہوسکتا ہے یہ لوگ ہماری خوش مزاجی کے متحمل نہ ہوسکیں ایسی صورت میں تم یہ بتاؤ کہ کرنل صاحب کو جواب دہی کون کرے گا۔"

"تم۔"

"میں کیوں کروں گا؟" میں نے کہا۔

"اس لئے کہ میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ مجھے بلاوجہ اختیارات دے کر بھیجا گیا ہے سارے اختیارات تو تمہیں حاصل ہیں۔"

"نہیں پیارے بھائی' نہیں میری جان' اب تم دیکھو نا سوچے سمجھے بغیر تم نے اس لڑکی سے اپنی واقفیت کا اظہار کردیا۔"

"لڑکی کہہ رہے ہو نا اسے' اور ذرا اس شاہ فاروق کو دیکھو تو۔"

"شاہ فاروق۔"

"میرا مطلب ہے فاروق احمد' کیا یہ مصر کا شاہ فاروق نہیں لگ رہا کھوسٹ کہیں کا' اتنی خوبصورت لڑکی سے شادی کرلی۔"

"یار خدا کے لئے' خدا کے لئے۔"

"ابے کیا خدا کے لئے' یہ لڑکیاں بھی اندھی ہوتی ہیں شاید اور ان محترمہ کو دیکھو خوشی کا اظہار کر رہی ہیں بڑے میاں کے ساتھ شادی کرکے۔"

"تجھے خدا کا واسطہ خاموش رہ' دیکھ کوئی آرہا ہے۔" میں نے کہا وہی ملازمہ کمرے میں داخل ہوئی تھی ہاتھوں میں ٹرے پکڑے ہوئی تھی' جس میں غالباً کسی مشروب کا جگ اور گلاس رکھے ہوئے تھے' ٹرے سامنے رکھ کر وہ خاموشی سے واپس چلی گئی' ویسے میں نے اس کی آنکھوں میں ناگواری کے تاثرات دیکھے تھے ممکن ہے اندر کوئی ایسی بات ہوئی ہو' کچھ لمحے اسی طرح گزر گئے پھر حسن فیروز نے کہا۔

"میں تو شربت پی رہا ہوں۔" وہ اپنی جگہ سے اٹھا اور جگ سے شربت کے دونوں گلاس بھرے ایک میرے سامنے رکھا دوسرا خود لے کر بیٹھ گیا۔ اس کے بعد ہمارے پاس کوئی نہیں آیا تھا اور ہم خاموشی سے مشروب کے چھوٹے چھوٹے گھونٹ لیتے رہے تھے۔

کافی دیر اسی طرح گزر گئی' پھر حسن فیروز نے کہا۔

"کچھ عجیب نہیں محسوس ہورہا' میرا خیال ہے واپس چلیں اور ہوٹل ہی میں قیام کریں۔ بلکہ چنار پور تو دیکھ ہی لیا ہے اچھی طرح اب اپنے گھر چلتے ہیں' جناب قبلہ ڈاکٹر لیس سے کہیں گے کہ کوئی کام نہیں بنا' چنار پور میں شربت کے ایک گلاس کے علاوہ اور کوئی پذیرائی نہیں ہوئی ہماری۔"

"انتظار کرلینا چاہیئے ظاہر ہے ان لوگوں کو ابھی یہ تو پتہ نہیں ہے کہ ہم کون ہیں اور کہاں سے آئے ہیں۔"

"میں تو پہلے ہی مرحلے پر دل برداشتہ ہوگیا ہوں۔"

"کیوں؟"

"یار ذرا غور کرو' وہ کتنی نوعمر ہے اور یہ بڑے میاں دیکھ دیکھ کر غصہ آرہا ہے۔"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا' جانتا تھا کہ حسن فیروز اس طرح کی باتیں کرنے کا عادی ہے اور اسے اس سلسلے میں خاموش رکھنا بے حد مشکل ہوگا۔ آخر کار انتظار کی گھڑیاں ختم ہوئیں ہم نے فاروق احمد کو ایک لمحے میں پہچان لیا۔ شخصیت پروقار تھی آنکھوں سے شریف آدمی معلوم ہوتا تھا اندر آیا تو ہم دونوں احتراماً کھڑے ہوگئے' میں نے کہا۔

"میرا نام گل مراد ہے اور یہ حسن فیروز ہیں۔"

"جی فرمائیے مجھے آپ کے آنے کی اطلاع ملی تھی' تشریف رکھئے آپ لوگ۔" فاروق احمد نے کہا اور میں نے حسن فیروز کو اشارہ کیا۔ حسن فیروز نے وہ لفافہ نکال کر فاروق احمد کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

"یہ آپ کے لئے ہے' کرنل ہمایوں نے یہ کہا تھا کہ اگر رانا اختیار خلجی سے فوری طور پر ملاقات نہ ہوپائے تو لفافہ فاروق احمد صاحب کو دے دیا جائے۔"

اوہو کرنل ہمایوں صاحب' آپ ان کے پاس سے آئے ہیں؟"

"جی ہاں۔"

"انتہائی معذرت خواہ ہوں' بلکہ شرمندہ ہوں کہ صورت حال کا علم نہیں ہوسکا تھا۔ کرنل صاحب تو بہت بڑی شخصیت ہیں آپ براہ کرم اوہو۔"

"کیا کریں؟" حسن فیروز یہاں بھی باز نہ رہ سکا تھا۔

"نن......... نہیں میرا مطلب ہے کہ آپ کو اس دوران کوئی تکلیف تو نہیں ہوئی۔"

"بس تھوڑی سی تکلیف میرے سر میں رہتی ہے' باقی اللہ کا شکر ہے' البتہ ایک بات آپ سے پوچھنا چاہتا ہوں۔" حسن فیروز نے کہا اور میں سٹپٹا گیا' میں نے التجا آمیز نگاہوں سے اسے دیکھا تو اس کی آنکھوں میں کچھ نرمی نظر آنے لگی پھر وہ بولا۔

"خیر ابھی تو آپ سے تعارف بھی نہیں ہوا ہے اگر ہم یہ تصویر نہ دیکھ لیتے اور یہ نہ معلوم ہوجاتا کہ تصویر آپ کی ہے تو آپ کو پہچان بھی نہ پاتے' بہرحال۔"

"دیکھئے اصل میں رانا صاحب تو شہر سے باہر گئے ہیں۔ ہوسکتا ہے رات کو کسی وقت واپس آجائیں۔ ہوسکتا ہے واپسی میں انہیں دو تین دن لگ جائیں مجھے اس بات کا علم ہے کہ آپ یہاں تشریف لارہے تھے' آپ کے قیام کا بندوبست تو اندرونی کوٹھی میں ہی ہوگا' بہرحال آپ ہمارے معزز مہمان ہیں' چونکہ آپ کی آمد کے وقت کا کوئی تعین نہیں تھا اس لئے رانا صاحب آپ کے منتظر ہونے کے باوجود اپنے ایک کام سے چلے گئے ہیں۔"

"آپ ہمارے لئے جو کچھ بھی کرنا چاہیں کرلیجئے' رانا اختیار سے ملاقات کے بعد ہی ہم واپس جائیں گے۔" حسن فیروز نے کہا اور فاروق احمد نے گردن خم کردی پھر بولا۔

"بس تھوڑا سا وقت آپ مجھے دیجئے گا' ابھی حاضر ہوتا ہوں اور کوئی شے درکار ہو تو بتا دیجئے۔"

"نہیں آپ براہ کرم ہمارے لئے بندوبست کردیجئے گا۔"

فاروق احمد باہر نکل گیا تھا میں نے حسن فیروز کو دیکھا اور کہا۔

"حسن اگر تمہاری حرکتوں سے یہاں ہمیں اس مقصد میں ناکامی ہوئی جس کے لئے دادا جان نے مجھے یہاں بھیجا ہے تو تم یقین رکھو میں دادا جان کو ساری حقیقت بتانے میں

کوئی تکلف نہیں کروں گا۔"

"کچھ کہا میں نے، بولو بولو کچھ کہا ہے۔ یار کمال کرتے ہو تم، شرافت کا زمانہ ہی نہیں ہے، زبان پر سو سو تالے لگا رکھے ہیں میں نے، بھلا غور کرو اس پیاری بچی نے یہ زہر کا پیالہ اتنی خوشی سے پی لیا ہے، میں تو اسے دیکھ کر یہ کہنے والا تھا کہ بیٹے ابو کو بھیجو، ذرا غور کرو، خدا کی پناہ، خدا کی پناہ۔"

"تمہیں خدا کا واسطہ۔"

"ٹھیک ہے ٹھیک ہے یار کسی سے کچھ نہیں کہہ رہا بس اپنے مقدر کا قصور ہے۔"

"یار تیرا مقدر اس میں کہاں سے شامل ہوگیا؟"

وہ خاتون پھر واپس آگئیں اور میں خوف سے زرد پڑ گیا۔ کوئی بھی بات غلط ہو سکتی تھی، وہ مسکراتی ہوئی اندر آئی تھی اس بار معذرت کرتے ہوئے کہنے لگی۔

"میں نے آپ کو کپڑے والا سمجھا تھا اس کے لئے شرمندہ ہوں، فاروق کہہ کر گئے ہیں کہ بڑے معزز لوگ ہیں میں نے سوچا کہ آپ سے معذرت کرلوں۔"

"پھر چلے گئے۔"

"نہیں کہیں باہر نہیں گئے۔" خاتون نے حسن فیروز کو دیکھتے ہوئے کہا پھر بولیں۔

"آپ لوگ کم از کم اپنا تعارف تو کرا دیجئے۔"

"اب کیا فائدہ؟" حسن فیروز بولا۔

"جی کیا مطلب؟"

"میرا مطلب ہے کہ آپ کم از کم اپنا تعارف کرا دیں، اچھے معلوم ہوتے ہیں، خاصے خوش مزاج ہیں، ہوسکتا ہے آپ سے دوبارہ ملاقات ہو۔"

"آپ کا نام کیا ہے؟" حسن فیروز نے پوچھا۔

"بتا تو چکی ہوں۔ حنا فاروق۔"

"یہ حسن ہیں حسن فیروز اور میرا نام گل مراد ہے۔"

"آپ کے نام بھی بڑے خوبصورت ہیں۔"

"دیکھئے خاتون ایسا نہ کہیں آپ، ورنہ نہ جانے کیا ہو جائے؟"

"میں چلتی ہوں دوبارہ آپ سے ملاقات کروں گی اس وقت کچھ مصروفیت ہے۔"

"اگر آپ مصروف تھیں تو بلاوجہ آپ نے یہاں تک آنے کی زحمت کی۔"

"نہیں فاروق کہہ رہے تھے کہ ذرا آپ کا خیال رکھوں آپ تو بڑے معزز لوگ

ہیں۔"

"کیا مطلب ہے آپ کا، کیا آپ چوروں کو معزز کہتی ہیں؟"

"میں جو کچھ بھی کہتی ہوں یا کہہ رہی ہوں اسے چھوڑیئے ایک وعدہ کیجئے آپ؟"

"کمال ہے، یعنی اس کے باوجود بھی؟"

"ہاں اس کے باوجود بھی۔"

"کیا وعدہ لینا چاہتی ہیں آپ؟"

"یہ کہ ملاقات کرتے رہئے۔ آپ جیسے ہنسنے ہنسانے والے لوگ مجھے بے حد پسند ہیں۔"

"جی، جی، جی آپ کو کسی سے کچھ اور کہنے کے لئے نہیں ملنا ہوگا، ویسے صرف ایک بات اور بتا دیجئے گا۔"

"کیا؟"

"آپ نے آخر اس عمر میں فاروق احمد سے شادی کیوں کرلی۔"

"ارے کمال کرتے ہیں آپ جب مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے تو آپ کو کیا تکلیف ہے؟"

"سر میں تکلیف ہے میرے اور سر کی یہ تکلیف مجھے کبھی چین نہیں لینے دیتی۔"

"چلو باہر نکلو اٹھو، ذرا باہر کے مناظر دیکھتے ہیں، فاروق صاحب بھی بڑی کوٹھی کی طرف ہی گئے ہوں گے، اچھا محترمہ! اس شخص کی زبان تو میں بند نہیں کرسکتا، آپ سے ملاقات ضرور ہوگی۔ ہمارے یہ بیگ رکھے ہوئے ہیں، جب ہمارے لئے کمرے کا بندوبست ہوجائے تو آپ ملازموں کے ہاتھ بھجوا دیجئے گا۔"

"سنئے اس میں صرف ہمارے کپڑے ہیں، وہ کپڑا نہیں ہے جو آپ خریدنا چاہتی ہیں۔" حسن فیروز نے کہا اور میں اسے دھکیلتا ہوا باہر لے گیا۔

"میں نہیں جانتا میری یہاں کیا درگت بنے گی لیکن بہرحال مجھے کہیں اور ملازمت نہیں ملتی، جس چھوٹی سطح کا انسان ہوں تمہیں اس کے بارے میں معلوم ہے اور تم اس سے پورا پورا فائدہ اٹھا رہے ہو۔"

"اب رونے لگو، مجھے آنسو پونچھنے کی عادت نہیں ہے، یار تم ان لوگوں سے خوفزدہ کیوں ہو، کیا کرلیں گے یہ لوگ ہمارا؟"

"یہ تو کچھ نہیں کریں گے، لیکن تمہاری ان شرارتوں نے اگر کوئی مشکل کھڑی

کردی تو دادا جان کیا سوچیں گے۔"

"دادا جان کا سوئچ میرے ہاتھ میں ہے' تم ان کی پرواہ نہ کرو۔" پھر دور سے ہمیں فاروق احمد آتا ہوا نظر آیا اور اس کی رفتار تیز ہوگئی' ہمارے قریب آکر بولا۔

"اوہو آپ لوگ باہر کیسے نکل آئے؟"

"بس یونہی' ہم نے سوچا کہ آپ ہمیں باہر سے بلائیں گے ہی ہمارے بیگ اندر رکھے ہوئے ہیں۔"

"آپ ان کی فکر نہ کیجئے تشریف لائیے۔ آپ کے لئے کمرے تیار کردیئے گئے ہیں۔"

"دو کمرے ہیں؟"

"جی ہاں' دو کمرے تیار کئے گئے ہیں' لیکن اگر آپ چاہیں تو ایک ہی میں قیام کرسکتے ہیں' دونوں میں دو دو بیڈ لگے ہوئے ہیں۔"

"ویری بیڈ۔" حسن نے آہستہ سے کہا اور فاروق احمد کے ساتھ اصل کوٹھی کی جانب چل پڑا۔

اصل کوٹھی کی شان کے بارے میں کچھ کہنا ہی بے کار تھا یہاں چاروں طرف جو کچھ نظر آرہا تھا بڑی کوٹھی اس کا حاصل تھی زمین پر ایرانی قالین بچھے ہوئے تھے اور انہی پر سے گزرنے کا راستہ تھا' ابتدائی گیٹ کے بعد ہی وہ دو کمرے تھے جو ہمارے لئے مخصوص کئے گئے تھے' فاروق احمد نے ایک کمرے کا دروازہ کھولا اور ہم اس ایک کمرے کو دیکھ کر ہی حیران رہ گئے' اس میں کم از کم دس بستر لگائے جاسکتے تھے' دو بستر لگے ہوئے تھے میں نے جلدی سے کہا۔

"فاروق احمد صاحب! یہ ایک کمرہ ہم دونوں کے لئے کافی ہے' دوسرے کمرے کے لئے زحمت نہ کیجئے گا۔"

"میں رمضان کو بلاتا ہوں' وہ آپ کا اٹینڈنٹ ہے اور وہی آپ کی دیکھ بھال کرے گا' سامان بھجواتا ہوں آپ کا اور یہ کہنا ضروری نہیں ہے کہ آپ یہاں اپنی ضرورتوں کی تکمیل کے سلسلے میں کوئی تکلف نہ کیجئے گا۔ آپ رانا اختیار خلجی کے معزز مہمان ہیں اور میں آپ کا خادم۔"

"ارے نہیں اب ایسا بھی کیا۔ ٹھیک ہے ٹھیک ہے آپ آرام سے جائیں اور ہمارا سامان احتیاط سے بھجوا دیجئے گا۔"

پھر فاروق احمد مڑا بھی نہیں تھا کہ بہت عمدہ لباس میں ملبوس ایک عمر رسیدہ شخص اندر داخل ہوگیا اور فاروق نے میری اور حسن فیروز کی جانب اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"رانا صاحب کے معزز مہمان' ان کی تمام تر ذمہ داری تم پر عائد ہوتی ہے رمضان۔" اور اس کے بعد فاروق احمد باہر نکل گیا۔ حسن فیروز نے اس آنے والے شخص کو اوپر سے نیچے تک دیکھتے ہوئے کہا۔

"پیارے بھائی ایک بات بتانا پسند کرو گے؟"

"فرمائیے جناب۔"

"یہ تمہارا نام رمضان کس نے رکھا ہے؟"

"میں سمجھا نہیں سر۔"

"اچھے خاصے شریف آدمی لگتے ہو چہرے سے۔"

"نام تو بہت بڑا ہے جناب۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اسی لئے تو حیران ہوں کہ اتنا بڑا نام تم جیسے شخص کا کیوں رکھ دیا گیا؟"

"خیر کوئی بات نہیں ہے' یہ بتاؤ کہ جب تمہیں بلانا ہو تو کون سی چیز رگڑی جائے۔"

"میں جن نہیں انسان ہوں' جنوں کو بلانے کے لئے چراغ وغیرہ کی ضرورت پیش آتی ہے' میرے لئے بس یہ سیاہ بٹن دبا دیجئے گا۔" رمضان نے کہا۔

"گڈ ویری گڈ۔" حسن فیروز بولا اور رمضان کمرے سے باہر نکل گیا۔

"تم سے کچھ کہنا اپنے آپ کو ذلیل کرنے کے مترادف ہے کئے جاؤ شرارتیں' اگر تم سمجھتے ہو کہ جس شخص سے تم اس طرح کی باتیں کرتے ہو وہ خوش ہوتا ہے تو یہ تمہاری غلط فہمی ہے۔"

"کمال کرتے ہو یار مجھے الجبرا پڑھا رہے ہو' ارے جانتا ہوں میں دنیا کو' تم کیا سمجھتے ہو خوش ہوتے ہیں لوگ' خوش ہوتے ہیں اگر ہم کسی بڑے آدمی کے نام سے یہاں نہ آئے ہوتے تو یہ لوگ ہمیں دھکے مار کر نکال دیتے۔ بات بڑے آدمی کی ہے' ڈاکٹر لیس نے ہمیں یہاں بھیجا ہے اور ہم رانا خلجی کے مہمان ہیں' یہ لوگ ہماری گھٹیا سے گھٹیا بات کو خندہ پیشانی سے سنیں گے' اسے سراہیں گے ہمارے بے ہودہ سے بے ہودہ لطیفے پر ہنسیں گے' یار گل مراد اپنے آپ کو گل مراد ہی رہنے دو بقراط مت بنا کر پیش کرو' میں تمہیں دنیا کے رنگ دکھا رہا ہوں سمجھے' دیکھتے رہو میری جان دیکھتے رہو۔ اب اس قدر بھی احمق مت سمجھو مجھے' دنیا سے تھوڑی سی واقفیت مجھے بھی ہے۔"

میں ایک ٹھنڈی سانس لے کر خاموش ہوگیا تھا اور پھر اس کے بعد یہاں ہماری پذیرائی ہونے لگی' رمضان' حسن فیروز سے بہت متاثر معلوم ہوتا تھا۔ اسے دیکھتے ہی مسکرانے لگتا تھا۔ یہ دن گزر گیا دوسری رات اور دوسرا دن بھی آدھے سے زیادہ گزر گیا ہم حویلی میں باہر ضرور نکلے تھے فاروق احمد نے ہمیں ایک کار بھی پیش کردی تھی اور کہا تھا کہ اگر باہر کی سیر کرنا چاہیں تو سیر کرسکتے ہیں لیکن بہرحال ہم باہر نہیں گئے تھے حسن فیروز نے مجھ سے کہا تھا۔

"کیا خیال ہے حنا سے ملاقات کرنے چلیں۔"

"کون حنا؟" میں نے حیرت سے پوچھا۔

"ارے یار وہی اپنی حنا' جو سامنے والی انیکسی میں رہتی ہے اور اپنی مجبوریوں کو بڑی خندہ پیشانی سے برداشت کررہی ہے۔"

"تم جاؤ' جب پیٹتے ہوئے باہر آؤ گے تو میں تمہیں پہچاننے سے انکار کردوں گا۔" میں نے غصیلے انداز میں کہا اور وہ ہنسنے لگا' پھر آہستہ سے بولا۔

"بزدل کہیں کے؟"

"ہاں' میں اپنی یہ بزدلی تسلیم کرنے کو تیار ہوں۔"

"چلو ٹھیک ہے' میرا کیا جاتا ہے' جھک مارتے رہو' ویسے ڈاکٹریس نے ہماری بے عزتی کی ہے۔"

"کیوں؟"

"ایسی جگہ ہمیں بھیجنا ہی نہیں چاہئے تھا' جہاں وہ شخص موجود نہ ہو جس سے ہم ملنے آئے ہیں' اب تم دیکھو نا کہ حویلی میں اندرونی طور پر ہماری کوئی پذیرائی نہیں کی گئی' لے دے کر بھائی رمضان ہیں' ویسے کیا خیال ہے اس آدمی کے نام پر تمہیں تعجب نہیں ہوتا۔"

"کیوں؟ اچھا نام ہے۔"

"مگر رمضان' اس کی شخصیت سے ہم آہنگ نہیں ہے۔"

"بچپن سے تو وہ ایسا نہیں ہوگا۔"

"مطلب؟"

"میرا مطلب ہے کہ اس کی شخصیت اس کی تعلیم اور اس کی حیثیت نے بنائی ہے ماں باپ تو پیار سے ہی کوئی نام رکھتے ہیں اور پھر رمضان کوئی ایسا نام نہیں ہے' جسے تم

کسی بھی طرح ہلکا قرار دو۔"

"رمضان!" حسن فیروز نے کہا' میں اسے کوئی جواب بھی نہیں دینے پایا تھا کہ اچانک ہی ہر طرف چلتے پھرتے ملازم مستعد نظر آنے لگے' گیٹ پر کھڑے ہوئے دربانوں نے بڑے احترام کے ساتھ دروازہ کھولا تھا اور گردنیں خم کرکے کھڑے ہوگئے تھے۔ ۱۹۴۰ء کے سن کی ایک مرسڈیز اندر آرہی تھی' بالکل اسی طرح چمچماتی ہوئی جیسے ابھی ابھی شو روم سے نکالی گئی ہو' دیکھنے کے قابل گاڑی تھی' مرسڈیز میں کچھ شخصیتیں نظر آرہی تھیں اور یہ سمجھنے میں ذرا بھی دقت نہیں ہوسکتی تھی کہ وہ رانا اختیار خلجی ہے جو واپس آگیا ہے۔

"آؤ!" حسن فیروز نے تحکمانہ انداز میں کہا اور دو قدم آگے بڑھا۔ میں نے جھپٹ کر اس کا بازو پکڑ لیا تھا اس نے چونک کر مجھے دیکھا پھر بولا۔

"کیوں' کیا بات ہے' کیا ہم اس شخص سے ملنے نہیں آئے؟"

"ملیں گے' مگر ابھی نہیں۔"

"ٹھیک ہے' ڈرتے رہو اس دنیا سے میرا کیا جاتا ہے۔" وہ بولا اور میں خاموشی سے مرسڈیز کو دیکھتا رہا' جو آگے جاکر رکی تھی' ملازم اس کے اردگرد پھیل گئے تھے' مرسڈیز سے رانا اختیار خلجی کے علاوہ دو خواتین بھی اتری تھیں' دونوں بہت شاندار شخصیتوں کی مالک تھیں' ہم دور سے مکمل طور سے انہیں کچھ دیکھ نہیں پائے تھے لیکن بس یہ اندازہ ہوگیا تھا کہ کس پائے کی خواتین ہیں' حسن فیروز نے اپنا رخسار کھجاتے ہوئے کہا۔

"اب بات سمجھ میں آئی۔"

"کیا سمجھ میں آیا؟"

"اندر کوئی معزز شخصیت موجود ہی نہیں تھی' خیر چلو آنے والے وقت میں اپنی حیثیت کا بھی اندازہ ہو ہی جائے گا' میں نے اس کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ درحقیقت فوراً ہی رانا اختیار خلجی پر مسلط ہوجانا مناسب نہیں تھا اس کے لئے' مزید کچھ وقت کا انتظار کرلیا جائے' ظاہر ہے فاروق احمد' رانا صاحب کو اس بارے میں ضرور بتائے گا' پھر ہمیں بہت زیادہ انتظار نہیں کرنا پڑا' اسی رات تقریباً سات بجے فاروق احمد ہمارے پاس پہنچا اور اس نے کہا۔

"رانا صاحب کو آپ کا وہ خط بھی پہنچا دیا گیا ہے اور آپ کے قیام کے بارے میں بھی بتا دیا گیا ہے' اصل میں کچھ ایسی مصروفیات تھیں ان کی کہ آپ کو اتنا وقت انتظار کرنا

پڑا۔"

"کوئی ہدایت تو نہیں دی رانا صاحب نے؟"

"دی ہے رات کا کھانا آپ انہی کے ساتھ کھائیں گے اس کے لئے براہ کرم تیاریاں کرلیجئے۔"

"ڈنر ٹیبل پر ہمیں کیا لباس استعمال کرنا ہوگا؟" حسن فیروز نے اپنی عادت کے مطابق سوال کیا۔

"بس بدن ضرور ڈھک لیجئے گا' میرا خیال ہے اگر لنگوٹی باندھ کر بھی آپ ڈنر پر جائیں گے تو رانا صاحب اعتراض نہیں کریں گے وہ بہت سادہ لوح آدمی ہیں۔"

"لنگوٹی!" حسن فیروز پریشان نگاہوں سے اسے دیکھنے لگا۔ "لنگوٹی کہاں سے لائیں گے یار!" مجھے ایک دم ہنسی آگئی تھی' فاروق احمد کے ہونٹوں پر بھی مسکراہٹ کی لکیر کھنچ گئی تھی' پھر اس نے کہا۔

"آپ کو لنگوٹی مہیا کی جاسکتی ہے' لیکن بہتر یہ ہوگا کہ لباس پہن کر ہی جائیں آپ رانا صاحب کے پاس' کیونکہ وہاں خواتین بھی ہوتی ہیں۔"

"خنخ......... خنخ!" حسن فیروز اتنا ہی کہہ کر رہ گیا اور میں نے شکر گزار نگاہوں سے اسے دیکھا' اس کی زبان کے آگے بھلا لگام کہاں تھی' خاموش ہوگیا تھا یہی اس کا احسان تھا فاروق احمد چلا گیا تو حسن فیروز نے کہا۔

"ویسے ایک بات تمہیں بتا دوں' اسسٹنٹ۔"

"جی فرمایئے۔"

"ہر جگہ میرے راستے روکنے کی کوشش نہ کیا کرو' ورنہ پھر وہی ہوگا جو اس شاعر نے کہا تھا۔"

"کیا؟" میں نے سوال کیا۔

"شعر سنو۔"

راستے بند کئے دیتے ہو دیوانوں کے
ڈھیر لگ جائیں گے بستی میں گریبانوں کے

"مطلب کیا ہے؟"

"یار حنا سے نہیں ملنے دے رہے' پتہ نہیں وہ بے چاری کس طرح انتظار کر رہی ہوگی۔" حسن فیروز بگڑے ہوئے لہجے میں بولا' اور میں بے اختیار ہنس پڑا میں نے کہا۔

"حسن فیروز تم میرے لئے بڑے محترم ہو' کیونکہ تمہاری وجہ سے مجھے یہ زندگی ملی ہے' مجھے مجبور مت کرو کہ تمہارے بارے میں کوئی سخت رویہ اختیار کروں۔"

"اچھا جی' نوبت اب یہاں تک پہنچ گئی کہ آپ ہمارے بارے میں سخت رویہ اختیار کرنے کے بارے میں سوچ رہے ہیں۔"

"نہیں' نہیں میں بالکل نہیں سوچ رہا لیکن اصل میں دادا جان نے مجھے بھی اپنی قربت میں جگہ دی ہے' اس لئے اتنی بات بھی کرلیتا ہوں ورنہ جرأت تو میری یہ نہیں ہونی چاہئے۔"

"اتر گئے پٹڑی سے۔" حسن فیروز نے برا سامنہ بنا کر کہا۔

"نہیں' بات تو سچ ہے' یقینی طور پر تم نے جو بے تکلفی کا ماحول مجھے دیا ہے اس میں کچھ باتیں میں بڑی بے تکلفی سے کر ڈالوں گا اور ہوسکتا ہے کبھی کسی وقت ایسی بات تمہیں پسند نہ آئے اس کے لئے پیشگی معافی مانگے لیتا ہوں۔"

پھر اس کے بعد ہم نے تیاریاں کی تھیں۔

ہم مقررہ وقت پر ایک ملازم کے ساتھ اس ہال میں پہنچ گئے' جو ڈائننگ ہال تھا' قدیم فرانسیسی طرز کا فرنیچر وہاں موجود تھا۔ آبنوس کی بنی ہوئی لکڑی کی لمبی میز' جس کے گرد تقریباً پچاس کرسیاں پڑی ہوئی تھیں اور ان پچاس کرسیوں میں سے صرف تین کرسیوں پر لوگ بیٹھے ہوئے تھے' ایک کرسی پر رانا اختیار خلجی' اس کے بائیں طرف عمر رسیدہ خاتون اور بائیں طرف اسی خاتون کی شکل و صورت کی ایک تقریباً چھبیس ستائیس سالہ لڑکی' شوخ لباس میں ملبوس' چہرے پر شوخیاں بجی ہوئیں' عمر رسیدہ خاتون کے بارے میں یہ اندازہ ہو رہا تھا کہ وہ رانا صاحب کی بیگم ہیں' دوسری شاید ان کی بیٹی ہوسکتی تھی' ہم دونوں کمرے میں داخل ہوئے تو رانا صاحب نے گردن خم کرکے ہمارا استقبال کیا۔

ویسے میں نے دونوں خواتین کے چہرے پر ایک عجیب سی کیفیت دیکھی تھی۔ دنیا کے بارے میں بہت تجربہ تو نہیں تھا لیکن بہرحال ایک چھوٹی سی نظر میری بھی دور دور تک جاتی تھی اور یہ تجربہ وقت نے دیا تھا' میں نے ان دونوں خواتین کے چہرے پر ایک ایسی کیفیت محسوس کی تھی' جسے شاید میری اپنی جوانی کی غلط فہمی کہا جاتا ہے' یعنی یہ کہ ان کی آنکھوں میں میرے لئے پسندیدگی کے تاثرات تھے۔ رانا صاحب نے کہا۔

"آؤ' تم دونوں تو بالکل جوان بچے ہو' میں تو یہ سمجھتا تھا کہ کرنل صاحب نے بڑے خرانٹ قسم کے بوڑھے اور تجربے کار لوگ بھیجے ہوں گے' ویسے میں اس بات پر یقین

رکھتا ہوں کہ نوجوان خون بے شک زندگی کے گہرے تجربات سے ذرا دور ہوتا ہے لیکن اس کے اندر کارکردگی کی بہترین صلاحیتیں ہوتی ہیں۔ کوئی بھی ناکامی اسے معطل نہیں کرسکتی' بلکہ وہ اپنی جسمانی قوتوں سے کام لیتے ہوئے اس ناکامی کو کامیابی کی شکل دینے کے لئے بھرپور جدوجہد کرتا ہے۔ بیٹھو' اس طرف آجاؤ۔" ہم ان سے تھوڑے فاصلے پر بیٹھنے لگے تھے' انہوں نے بالکل اپنے سامنے والی کرسیوں کی طرف اشارہ کیا' ملازموں نے دو کرسیاں ہمارے لئے رانا اختیار خلجی کے عین سامنے گھسیٹ دی تھیں رانا صاحب نے کہا۔

"ویسے تو کرنل صاحب نے اپنے خط میں تم دونوں کے بارے میں ساری تفصیلات لکھ دی ہیں' لیکن پھر بھی تم اپنی زبان سے اپنا تعارف کراؤ' تم میں سے گل مراد کون ہے؟"

"یہ گل مراد ہے اور میرا نام حسن فیروز ہے۔" حسن نے تعارف کراتے ہوئے کہا۔

"ابھی تم سے ہاتھ نہیں ملاؤں گا' کیونکہ کھانے کے لئے ہاتھ دھوئے ہوئے ہیں' میری فطرت میں یہ برائی موجود ہے کہ کھانا کھاتے ہوئے جب ہاتھ دھو لیتا ہوں تو پھر کسی سے ہاتھ نہیں ملاتا' ورنہ اس کے بعد دوبارہ مجھے واپس جاکر صابن سے ہاتھ دھونا پڑتے ہیں۔"

"آپ کون سا صابن استعمال کرتے ہیں؟" حسن فیروز نے بڑے ادب سے کہا۔

"کیوں' کیا بات ہے؟"

"نہیں بس ایسے ہی' مجھے صابن کے بارے میں پوچھنے کا شوق ہے۔" حسن فیروز نے کہا' نوجوان لڑکی ایک دم مسکرا دی تھی غالباً اس نے حسن فیروز کی شرارت کو سمجھ لیا تھا' لیکن اس نے صرف مسکرانے پر ہی اکتفا کیا' کچھ کہا نہیں' رانا اختیار خلجی نے کہا۔

"کھانا لگواؤ۔" ملازم جو وہاں موجود تھا گردن خم کرکے چلا گیا اس کے بعد رانا اختیار خلجی بولا۔

"ویسے تو ہر انسان بڑی معمولی حیثیت کا حامل ہوتا ہے لیکن اگر زندگی میں کچھ اصول بنالئے جائیں تو بری بات نہیں ہوتی ہے۔"

"کھانے کے معاملے میں' میں اصولوں پر بہت زیادہ پابندی کرتا ہوں۔" حسن فیروز نے نگاہیں جھکائے جھکائے کہا۔

"کیا مطلب۔" رانا اختیار خلجی نے کہا۔

"مطلب تو شاید میں بھی اس بات کا نہ بتاسکوں جس طرح صابن کی بات کا نہ بتاسکا' حسن فیروز بولا۔

"ہوں!" رانا اختیار خلجی گہری نگاہوں سے اسے دیکھنے لگا لیکن پھر بات ملازموں کی اس فوج پر ٹل گئی جو مختلف قسم کے کھانے سنبھالے ہوئے اندر آرہی تھی' پھر یہ کھانے میز پر سجادیئے گئے اور اس کے بعد اختیار خلجی نے کہا۔

"بلا تکلف شروع ہوجاؤ۔" حسن فیروز نے اپنی پلیٹ سیدھی کرلی' میں نے بھی پلیٹ سیدھی کرلی تھی' لیکن حسن فیروز نے رانا اختیار خلجی کے اس حکم کو بڑے خلوص دل سے مانا تھا یعنی وہ بے تکلفی سے ایسے شروع ہوا تھا کہ باقی سب کھانا کھاچکے اس نے رکنے کا نام نہیں لیا اور مجھے شرمندگی ہونے لگی' لڑکی دلچسپی سے حسن فیروز کو دیکھ رہی تھی اور عمر رسیدہ عورت کو میں نے کئی بار اپنی جانب دیکھتے ہوئے محسوس کیا تھا' میری سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اس عورت کی نگاہیں میرے اندر کیا ٹٹول رہی ہیں' کھانے سے فراغت حاصل کرنے کے بعد اختیار خلجی نے کہا۔

"اب تو ایک دوسرے سے سب کا تعارف ہوگیا' ظاہر ہے کرنل ہمایوں نے تم لوگوں کو میرے پاس کسی خاص مقصد کے لئے بھیجا ہے لیکن پھر بھی میں تم سے کم از کم چوبیس گھنٹے کی مہلت چاہتا ہوں کیونکہ کچھ ایسی ذمہ داریاں میرے شانوں پر ہیں جنہیں فوری طور پر نمٹانا ضروری ہے' کرنل ہمایوں نے ذرا سا غلط کیا' وہ یہ کہ وقت کا تعین نہ کیا' ورنہ کم از کم یہ وقت میں کرنل سے ضرور مانگ لیتا تم لوگوں کو اگر کوئی خاص تکلیف نہ ہوتو یہاں آرام کرو' اور کسی بھی قسم کی تکلیف نہ اٹھاؤ' پھر چوبیس گھنٹے کے بعد میں دوبارہ تم سے رابطہ قائم کروں گا اور وہ بات بتاؤں گا جس کے لئے تمہیں یہاں تک آنے کی زحمت دی گئی ہے۔"

"ہماری طرف سے آپ چوبیس گھنٹے اس میں اور شامل کرلیں ہمیں اعتراض نہیں ہوگا حسن فیروز نے کہا اور اس بار رانا اختیار بول ہی پڑا۔

"تم جو باتیں کرتے ہو نا' ان میں سے ایک بات بھی ابھی تک میری سمجھ میں نہیں آئی ہے۔"

"ہم پراسرار لوگ ہیں ہماری باتیں بھی پُراسرار ہیں' آسانی سے سمجھ میں نہیں آتیں۔"

"یعنی یہ کہ میں کون سا صابن استعمال کرتا ہوں' یہ عجیب بات ہے؟" رانا اختیار خلجی نے کہا اور حسن فیروز مسکرانے لگا پھر بولا۔

"اس سوال کے پس منظر میں جو کہانی پوشیدہ ہے رانا صاحب آپ اس کا یقین نہیں کرسکتے' اصل میں یہی تو صحیح طریقہ کار ہوتا ہے۔"

"میری سمجھ میں تو کچھ نہیں آیا کہ اس سوال کے پس منظر میں کون سا پُراسرار نقطہ ہے؟"

"اگر یہ سمجھ میں آجائے تو پھر ہمارا یہاں آنا بے مقصد ہو جاتا ہے۔"

"ٹھیک ہے' ٹھیک ہے ویسے گل مراد' ان کی نسبت تم خاموش طبیعت کے مالک معلوم ہوتے ہو۔"

"گل مراد کا خاموش رہنا انتہائی ضروری ہے' خلجی صاحب۔"

"کیوں؟"

"یہ اپنے باس کے سامنے بھلا کیا بول سکتے ہیں۔"

"اوہو' تو آپ ان کے باس ہیں؟"

"ہاں آپ نے تو خود میرا انٹرویو شروع کر دیا اب باقی ساری باتیں اڑتالیس گھنٹے کے بعد ہوں گی۔ تو پھر ہمیں اجازت دیں۔"

"نہیں چوبیس گھنٹے بعد۔"

"اور وہ جو اضافہ میں نے کیا تھا۔"

"وہ بے معنی ہے۔" اختیار خلجی نے کہا۔

"اوہو' یعنی میں بے معنی گفتگو بھی کر سکتا ہوں' چلو ٹھیک ہے آؤ گل مراد چلیں۔"

اور اس کے بعد ہم دونوں وہاں سے چل پڑے' میں محسوس کر رہا تھا کہ رانا خوش مزاج آدمی ہے اور اس نے حسن فیروز کی کسی بات کا برا نہیں مانا ہے لیکن بہرحال حسن فیروز اب پھکّڑپن پر اتر آیا تھا' اپنے کمرے میں پہنچ کر میں نے اس سے پہلی بات یہی کہی۔

"حسن یہ صورت حال میرے لئے تکلیف دہ ہوتی جارہی ہے۔"

"مسہری کا گدا پلٹ لو۔ اسپرنگ باہر نکلے ہوئے ہیں ویسے فوم کے گدے مجھے اس لئے پسند ہیں کہ اس میں اسپرنگ نہیں ہوتے' پتہ نہیں فوم سے کیوں گھبراتے ہیں' تمہارا کیا خیال ہے اس بارے میں؟"

"کبھی کبھی تم اپنے مذاق میں اس قدر نچلی سطح پر آجاتے ہو کہ شرمندگی اٹھانی پڑتی

ہے۔"

"یار دیکھو ایک بات سنو' تم کم از کم اس واقعہ سے ناواقف تو نہیں ہوگے جب ارسطو سکندر اعظم کو عورت کے بارے میں بتارہا تھا اور خود گھوڑا بن گیا تھا' عورت کے سامنے بہت کم لوگ ایسے ہوتے ہیں جو ہوش و حواس قائم رکھ سکیں اور وہ بھی خاص طور سے اس عورت کے سامنے جو نئی نئی پہلی بار ملی ہو اور خوبصورت ہو۔"

"کاش میں تم سے زیادہ بے تکلف ہوتا تو اس کے جواب میں کچھ کہتا۔" میں نے دانت پیستے ہوئے کہا اور حسن فیروز سنجیدہ ہو کر مجھے گھورنے لگا پھر بولا۔

"اب تک جتنی باتیں کی ہیں نا تم نے اس میں سب سے بری بات یہی ہے اور اس بات کے تاثر میں' میں خاموش ہورہا ہوں' تم اگر چاہو تو پوچھ سکتے ہو کہ مجھے یہ بات اس قدر بری کیوں لگی ہے۔"

"سب سے پہلی بات تو یہ کہ کون سی بات بری لگی ہے تمہیں ذرا یہ بتادو۔"

"یہی کہ تم مجھ سے بے تکلف نہیں ہو' صحیح معنوں میں یہ میری توہین ہے' یعنی اب تک کی اتنی ساری کوششوں اور محبتوں کا حاصل یہ ہے کہ جناب ابھی تک مجھ سے بے تکلف نہیں ہوئے۔" حسن فیروز بولا اور میں محبت بھری نگاہوں سے اسے دیکھنے لگا' چند لمحات میں اسے اسی طرح دیکھتا رہا تو پھر حسن فیروز بولا۔

"عشق بگھارنے کی ضرورت نہیں' جن حقیقتوں کے بارے میں کہہ چکے ہو ان سے منحرف ہونے کی اجازت بھی نہیں ملے گی' اس طرح دیکھنے سے کام بھی نہیں چلے گا' سمجھ رہے ہو نا۔" مجھے میری بات کا اصل جواب دو۔"

"اصل جواب دوں؟"

"ہاں۔"

"حسن' تم میرے ساتھ میری بستی جاچکے ہو' آدم خان نے تمہارے سامنے مجھ سے پوچھا تھا کہ کیا مجھے سرکاری نوکری مل گئی تو میں نے اسے بتایا تھا کہ میں سڑکوں پر پتھر توڑتا ہوں حقیقت یہ ہے حسن فیروز کہ تھوڑا بہت پڑھا' بس اتنا کہ دنیا سے بالکل ناواقف نہ رہوں' لیکن جتنی تعلیم حاصل کی تھی اس نے تھوڑی سی شناسائی انسانوں کے درمیان پیدا کر دی' البتہ یہ نہیں سوچا تھا کہ شہر آکر کوئی بہت اچھی ملازمت مل جائے گی' تمہارے ذریعے دادا جان تک پہنچا ہوں اور دادا جان سے مجھے جو حاصل ہوا ہے وہ اتنا ہے کہ میرا تصور بھی اس تک نہیں پہنچ سکتا۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ میں اسے قائم رکھنے کے

لئے کیا کروں' اور حسن بہرحال تم دادا جان کے پوتے ہو' مجھے خوف یہ رہتا ہے کہ تم میری کسی بات کا برا نہ مان جاؤ' یہ تو ہے سچ اس کے علاوہ اگر جھوٹ سننا چاہتے ہو تو جو کہو کہہ لیتا ہوں۔"

"جھوٹ نہیں سننا چاہتا اور تمہارے اس سچ کے کہنے کا خواہش مند ہوں' بس یہ سمجھ لو کہ میں تم سے دوستی چاہتا ہوں اور جب دوستی ہوتی ہے تو تکلف کا کوئی پہلو سامنے نہیں ہوتا' اگر اس دوستی کے باوجود تکلف قائم رہا تو پھر لفظ دوستی بے معنی ہو جاتا ہے اگر اپنے باس کا پوتا سمجھتے ہو' یا کچھ اور سمجھتے ہو تو اب اس بات کا پورا پورا یقین رکھنا کہ تکلف کا یہ ماحول نہیں چاہئے اور تکلف ختم ہو جانا چاہئے' زبان پر جو کچھ آئے اگر تم نے اسے کہنے سے احتراز کیا تو تین بار کے بعد میں تم سے تعلقات ختم کر لوں گا اور پھر اگر تم مجھے ۔بے وقوف سمجھتے ہو تو دوسری بات' نا سمجھو تو تمہارا شکر گزار ہوں مجھے یہ بات معلوم ہے کہ دادا جان نے تمہیں میرے سلسلے میں کیا ہدایت دی ہے۔"

"کیا مطلب؟" میں نے چونک کر کہا۔

"ابے چھوڑو پتہ نہیں کیوں اپنے آپ کو زیادہ چالاک سمجھ رہے ہو' دادا جان نے مجھے تمہارا باس بنا کر مجھے تمہاری شاگردی میں دے دیا ہے تم سمجھتے ہو یہ بات میں جانتا نہیں ہوں۔" مجھے ہنسی آگئی پھر میں نے کہا۔

"نہیں بھائی ایسی کوئی بات نہیں ہے۔"

"جھوٹ مت بولو' جھوٹ مت بولو' چلو خیر اب جو کچھ بھی ہے لیکن یہ بات تو اب ہمارے تمہارے درمیان طے ہو گئی نا کہ اب ان احمقانہ چکروں سے نکل آئیں گے۔"

"ٹھیک ہے ٹھیک ہے۔"

"تو اب آجاؤ دونوں خواتین پر بقول تمہارے کہ جن کے سامنے میں جھک رہا تھا۔ یار یہ بڑے آدمی آخر اپنے آپ کو سمجھتے کیا ہیں اور پھر کیا دادا جان نے ہمارے ساتھ یہ غلط سلوک نہیں کیا۔"

"کیسا غلط سلوک؟"

"مثلاً یہ کہ انہوں نے ہمیں نچلی سطح کا انسان بنا کر بھیجا ہے ارے بھائی اگر یہ بڑے لوگ ہیں تو ان کی اوقات کیا ہے ہمارے سامنے ہم کسی سے کم ہیں' رانا اختیار خلجی نے بڑی حویلی' بنالی ہے تو اس سے کیا فرق پڑتا ہے آرہا ہو گا کہیں سے وہ اس انداز میں خرچ کر رہے ہیں۔

"آخر تم رانا اختیار خلجی کی کس بات سے ناراض ہوئے ہو؟"

"تم اس سے ناراض نہیں ہو۔"

"میں؟" میں نے ہنس کر کہا۔

"تو اور کیا تم خود سوچو ہمارا تعارف حاصل کر لیا ان دونوں خواتین کے بارے میں ہمیں کچھ بتایا؟" حسن فیروز نے کہا اور میرے حلق سے بے اختیار قہقہہ نکل گیا۔

"گویا تم اس بات پر ناراض ہو کہ انہوں نے ان خواتین سے تمہارا تعارف نہیں کرایا۔"

"یار ناراض ہونے کی بات ہے انہوں نے ہماری پوزیشن ان کی نگاہوں میں ہلکی کر دی۔"

"کوئی ہلکی نہیں ہوئی ہے' بس ہمیں ان فضول باتوں میں نہیں پڑنا ویسے جاسوسی کرنے آئے ہو' کچھ اندازہ نہیں لگا سکے ان کے بارے میں۔"

"ہوں' ہوں' اندازہ لگا چکا ہوں۔"

"کیا؟"

"ظاہر ہے رانا اختیار خلجی ہم سے اپنے اہل خاندان کے ساتھ ملا ہے' یعنی اختیار خلجی' خلجا اور خلجینہ۔" حسن فیروز نے کہا اور میں بے اختیار قہقہے لگانے لگا۔ "خلجی' خلجا اور خلجینہ' واہ کیا مثلث بنائی ہے تم نے۔"

"اندازہ غلط نہیں ہے میرا۔ یعنی وہ رانا کی بیوی اور دوسری بیٹی لیکن آخر یہ رانا کی شادی کون سی عمر میں ہو گئی لڑکی کی عمر بھی اچھی خاصی معلوم ہوتی ہے۔"

"اب تم اپنا دماغ انہی چکروں میں کھپاتے رہو مجھے تو نیند آرہی ہے۔"

"چلو پھر سو جاؤ۔" اور اس کے بعد نہ جانے کیوں اس نے میرا پیچھا چھوڑ دیا تھا' حالانکہ میرا خیال تھا کہ وہ کافی دیر تک میرا دماغ چاٹتا رہے گا۔

دوسرے دن ہم نے رانا اختیار خلجی کو کار میں بیٹھ کر جاتے ہوئے دیکھا۔ وہ غالباً کسی اہم کام سے جا رہا تھا کیونکہ اس وقت فاروق احمد بھی اس کے ساتھ تھا اور دو افراد اور بھی تھے۔ خواتین البتہ ساتھ نہیں تھیں' حسن فیروز کہنے لگا۔

"واہ یہ تو بڑی اچھی بات ہے۔"

"کیا؟"

"مطلب یہ کہ اب ہمیں اس عمارت میں تحقیقات کرنے کے بڑے مواقع حاصل

ہو گئے ہیں۔"

میں نے گردن جھٹکتے ہوئے اسے دیکھا اور کہا۔ "حسن فیروز جب میری تم سے پہلی ملاقات ہوئی تھی تو تم مجھے نہ جانے کیا نظر آئے تھے۔ پھر ہر ملاقات میں تمہارا ایک نیا روپ میری نگاہوں میں آتا چلا گیا لیکن اب تک وہ نہیں محسوس کیا تھا میں نے جو یہاں آنے کے بعد محسوس کر رہا ہوں۔"

"یعنی کیا مطلب؟"

"کیا تحقیقات کرو گے تم؟"

"یار ہر وقت میری نیت پر شک نہ کرتے رہا کرو تم سے کچھ کہا ہے میں نے۔" وہ عجیب سے انداز میں بولا اور مجھے ہنسی آگئی۔ پھر اس کی تقدیر جاگی تھی' ایک ملازمہ ہمارے پاس پہنچ گئی اور اس نے پُرادب لہجے میں کہا۔

"مالکہ کہہ رہی ہیں کہ اگر آپ کسی کام میں مصروف نہ ہوں تو ان کی طرف آجائیں۔"

"نہیں۔ نہیں۔ ہم بالکل مصروف نہیں۔ میرا مطلب ہے میں تو بالکل ہی مصروف نہیں ہوں۔"

"آیئے۔"

"چلئے!" حسن فیروز فوراً ہی بولا۔ پھر میری طرف دیکھ کر کہنے لگا۔"

"تم بھی اگر آنا چاہو تو آجاؤ۔"

"نہیں ٹھیک ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"ہاں اگر ضرورت پڑی تو میں تمہیں طلب کرلوں گا۔" حسن فیروز بولا اور اس ملازمہ کے ساتھ باہر نکل گیا۔

بہرحال اب حد سے زیادہ تشویش بھی حماقت کی بات تھی' سمجھدار تھا اپنے معاملات خود جانتا تھا' ویسے میرے دل میں یہ خیال ضرور آتا تھا کہ اسے اکیلا نہیں جانا چاہئے تھا۔ پتہ نہیں کس قماش کا آدمی تھا۔ پھر میں شانے ہلا کر رہ گیا۔ اصلی کام تو رانا اختیار خلجی سے تھا' جس کے لئے دادا جان نے مجھے یہاں بھیجا تھا چند شکایات تو حسن فیروز کی کبھی نہیں کروں گا ان سے لیکن ہاں یہ تشویش ضرور تھی کہ کہیں کوئی ایسی ویسی بات نہ ہو جائے' جو حسن فیروز کے لئے نقصان دہ ثابت ہو' یہ تصور ذہن میں کچھ الجھن پیدا کر رہا تھا پھر زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ مسز اختیار خلجی اندر داخل ہوئیں وہی خاتون جن کے بارے

میں میرا یہ اندازہ تھا۔ انہوں نے مجھے دیکھا اور بولیں۔

"تمہارا ساتھی کہاں ہے؟"

"جی شاید آپ نے اسے طلب کیا تھا۔"

"میں نے؟" وہ تعجب سے بولیں۔

"جی ہاں' ایک ملازمہ آئی تھی۔"

"نہیں بھئی' میں نے تو کسی ملازمہ کو نہیں بھیجا یہاں۔"

"جی۔"

"ہو سکتا ہے' رامنہ نے اسے طلب کیا ہو۔ خیر یہ کوئی ایسی تشویش کی بات نہیں ہے۔ تم سے تمہارے بارے میں چند سوالات کرنا چاہتی ہوں؟"

"جی فرمایئے؟"

"کس سلسلے میں آئے ہو یہاں کیا مسئلہ ہے بتانا پسند کرو گے؟"

"معذرت چاہتا ہوں۔" میں نے فیصلہ کن لہجے میں کہا۔

"کیا مطلب؟"

"جو سوالات آپ کر رہی ہیں میں ان کا جواب نہیں دے سکتا۔"

"کیوں؟"

"کیونکہ جہاں سے مجھے بھیجا گیا ہے وہاں سے یہاں بھیجتے ہوئے مجھے ہدایت کی گئی ہے کہ میرے جتنے بھی واسطے ہیں رانا اختیار خلجی سے ہیں کسی اور کو اس بارے میں کچھ بتانا میرے لئے ممکن نہیں ہے۔

"ٹھیک ہے' مجھے جانتے ہو میں کون ہوں۔"

"نہیں اس لئے کہ رانا صاحب نے آپ سے میرا تعارف نہیں کرایا۔"

"اس سے اندازہ لگا لو کہ رانا اختیار خلجی کس قدر عجیب انسان ہے اور ان کے انداز میں کس قدر ڈکٹیٹر شپ ہے۔ حالانکہ میں ان کی بیوی ہوں۔ ایک طویل عرصے کی رفاقت ہے میری ان سے۔ میں بے اعتباری کی بات نہیں کرتی رانا مجھ پر ہر طرح سے اعتبار کرتے ہیں لیکن کم از کم یہ ساری باتیں تو مجھے بتانی چاہئے تھیں ناں۔"

"جی۔"

"اور پھر تم بھی اس طرح کی باتیں کر رہے ہو ویسے جہاں تک میرا اندازہ ہے تمام مرد ایک ہی طرح کے ہوتے ہیں بس اپنے آپ کو بااختیار رکھنا چاہتے ہیں چاہے کسی جگہ

وہ بے اختیار ہی کیوں نہ ہو چکے ہوں۔"

میں نے نیاز مندی سے کہا۔

"بیگم صاحبہ آپ یہ سمجھ لیجئے' میں آپ کے احکامات سے ذرا بھی روگردانی نہیں کرسکتا' لیکن جس شعبے سے میرا تعلق ہے جس جگہ سے مجھے یہاں بھیجا گیا ہے وہاں کچھ معاملات بحالت مجبوری صیغہ راز میں رکھے جاتے ہیں اور یہ معاملہ بھی ایسا ہی ہے' مجھے یقین ہے کہ آپ میری مجبوری کو نظرانداز کردیں گی۔"

"کہاں سے آئے ہو اور کس شعبے سے تعلق ہے؟"

"جواب میں' میں ہنسنے لگا۔ پھر میں نے کہا۔

"ہوسکتا ہے بیگم صاحبہ۔ چوبیس گھنٹے کے بعد جب رانا صاحب مجھ سے ملاقات کریں تو آپ غیر موجود نہ ہوں۔"

"بہت غلط آدمی ہو۔" ابھی بیگم صاحبہ نے اتنا ہی کہا تھا کہ وہ دوسری لڑکی اندر آگئی۔

"ہیلو باجی آپ یہاں ہیں' میں بہت سی جگہوں پر آپ کو تلاش کرتی پھری ہوں۔"

"کیا تم نے ان صاحب کے ساتھی کو کسی ملازمہ کے ذریعہ بلایا تھا؟"

"میں نے' نہیں تو!"

"تم نے بھی نہیں بلایا تھا!"

"نہیں بالکل نہیں۔" اس نے کہا اور میں ایک دم اچھل پڑا۔

"یہ کیسے ہوسکتا ہے؟"

"کس طرح کا آدمی ہے وہ ویسے وہ اپنے آپ کو بہت زیادہ ہوشیار ثابت کرنے کی کوشش کرتا ہے۔"

"نہیں بیگم صاحبہ وہ تھوڑی سی تکلیف کا شکار ہے۔"

"کیسی تکلیف۔"

"خیر اس بارے میں وہ خود ہی آپ کو بتانا چاہے تو بتائے' میں نہیں بتاؤں گا۔"

"تم تو کچھ بھی نہیں بتاؤ گے۔ آؤ رامنہ چلتے ہیں۔"

"چلئے باجی لیکن بات کیا ہے؟"

"کچھ نہیں آؤ چلتے ہیں۔ یہ بہت محتاط بنتا ہے اور اپنے آپ کو بہت ہی پُراسرار شے سمجھتا ہے۔" بیگم صاحبہ ناراض ہوگئی تھیں لیکن مجھے اس بات کی پروا بھی نہیں تھی ظاہر

ہے میرا ان لوگوں سے اتنا رابطہ بھی نہیں تھا البتہ مجھے حیرت تھی کہ حسن فیروز کہاں چلا گیا' کہیں اسے کسی سازش کے تحت کسی چکر میں تو نہیں لایا گیا۔ میں بے اختیار باہر نکل آیا اور حسن فیروز کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کے لئے بے چین ہوگیا لیکن باہر نکلتے ہی مجھے حنا فاروق کا خیال آیا۔ کہیں حنا فاروق نے تو اسے طلب نہیں کیا اور اس وقت میری بات کی تصدیق ہوگئی' جب میں نے اسی ملازمہ کو انیکسی سے باہر نکلتے ہوئے دیکھا جو حسن فیروز کو بلا کر لے گئی تھی۔ میں نے گہری سانس لی اور ایک لمحے کے لئے کچھ سوچا لیکن اسی وقت ملازمہ نے مجھے دیکھ لیا اور تیزی سے میری طرف آئی۔

"جناب بیگم صاحبہ آپ کو بھی طلب کر رہی ہیں۔"

"چلو۔" میں نے کہا اور ملازمہ کے ساتھ حنا فاروق کی طرف چل پڑا۔ اب مجھے پتہ چلا تھا کہ حسن فیروز کو کس نے بلایا تھا اور وہ کہاں چلا گیا ہے۔

ملازمہ کے ساتھ میں انیکسی میں داخل ہوگیا اور پھر اس کی رہنمائی میں اس کمرے تک جا پہنچا جہاں حسن فیروز بیٹھا ہوا تھا اور حنا فاروق پیٹ پکڑ پکڑ کر قہقہے لگا رہی تھی' مجھے دیکھ کر اس نے ہاتھ اٹھایا اور سامنے بیٹھنے کا اشارہ کرنے لگی۔ غالباً اس سے ہنسی نہیں رک رہی تھی حسن فیروز مسمی سی شکل بنائے بیٹھا ہوا تھا۔ حنا نے بمشکل تمام ہنسی روکتے ہوئے کہا۔

"خدا کی قسم آپ لوگ اگر کسی کو مل جائیں تو وہ زندگی بھر اداس نہ رہے' ہائے کیسے آپ لوگوں کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اپنے ساتھ رکھ لوں۔"

"اعتراض۔ حنا صاحبہ اعتراض۔" حسن فیروز نے کہا۔

"وہ بھی کر ڈالئے؟"

"آپ نے اچانک ہی دونوں کا تذکرہ شروع کردیا۔ یہ تو قطعی غیر دلچسپ آدمی ہے۔"

"نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے ان کے اندر جو دلچسپیاں ہیں میں انہیں بھی دیکھ رہی ہوں۔"

"اچھا چلئے پھر ٹھیک ہے۔"

اس کے بعد حنا فاروق ہم سے بہت دیر تک باتیں کرتی رہی تھی اس نے ہم سے ہمارے بارے میں پوچھا بھی تھا اور ضد بھی کی تھی کہ ہم اسے اس بارے میں بتائیں کہ ہمارا یہاں کیسے آنا ہوا اور ہم کب تک یہاں قیام کریں گے۔ بہرحال ظاہر ہے ساری

تفصیلات تو بتانا ممکن نہیں تھا حسن فیروز اسے چٹکیوں میں اڑاتا رہا' یہ اندازہ ہوگیا تھا مجھے کہ باہر کی دنیا کے رہنے والے یا کچھ خاص حیثیت کے لوگ اس انداز میں نہیں سوچتے جس انداز میں ایک خاص علاقے کے لوگ سوچتے ہیں مثلاً یہ کہ کوئی ایسی شخصیت جو دیکھنے میں بہت اچھی لگ رہی ہو اور دل کو بھا رہی ہو اس کے بارے میں اپنے خیالات کا اظہار اتنی بے باکی سے نہیں کیا جاسکتا۔ خاص طور پر صنف مخالف کا معاملہ تو بہت ہی سنجیدہ ہوجاتا ہے لیکن شہری علاقوں میں ان پر کوئی خاص پابندی نہیں ہوتی۔ آپ جو کہنا چاہتے ہیں جس حیثیت کے مالک بھی ہوں کہہ سکتے ہیں بہرحال یہ اندازہ کم از کم میں نے تو لگا لیا تھا کہ یہاں بات صنف مخالف کی تو ہے ہی نہیں' اب جہاں تک حسن فیروز کا معاملہ تھا تو وہ شخصیت ہی بڑی عجیب ہے۔

کافی دیر تک ہم مسز فاروق کے پاس رہے اس نے ہماری خوب خاطر مدارت کی۔ اس کے بعد ہم اپنی رہائش گاہ میں واپس آگئے۔ یہاں تھوڑا وقت گزرا تھا کہ لنچ کے لئے طلبی ہوگئی۔ البتہ اس وقت لنچ پر بیگم صاحبہ نہیں تھیں بلکہ ان کی صاحبزادی نے ہمارا استقبال کیا تھا اور بڑی دلچسپی سے مسکرا کر کہا تھا۔

"ہیلو مسٹر حسن فیروز اور مسٹر گل مراد۔ ویسے مسٹر گل مراد آپ کا تعلق کون سے علاقے سے ہے؟"

"خطرناک علاقے سے۔ راستے میں بڑے کورخ ملتے ہیں دھمکیاں دینے والے۔"

"میں نے آپ سے نہیں گل مراد صاحب سے پوچھا ہے۔" لڑکی نے حسن فیروز کی طرف رخ کرکے کہا۔

"انچارج میں ہوں۔" حسن فیروز بولا۔

"ان کے انچارج ہیں آپ!"

"جی۔"

"گڈ' لیکن پھر بھی میں انہی سے پوچھنا پسند کروں گی۔"

"پہاڑی آدمی ہوں چھوٹی بیگم صاحبہ۔"

"چھوٹی بیگم۔" وہ ہنس پڑی۔ پھر بولی۔ "بیٹھئے نا آپ لوگ۔ اصل میں باجی اس وقت کھانا نہیں کھائیں گی۔ ان کی طبیعت پر کچھ گرانی ہے۔"

"مجھے اندازہ تھا حالات اتنے ہی برے ہوتے جارہے ہیں' مہنگائی اتنی ہی بڑھ گئی ہے کہ اب وہ طبیعتوں پر حاوی ہونے لگی ہے۔" حسن فیروز مدبرانہ انداز میں بولا۔

"مہنگائی!؟"

"جی ذرا دیکھ لیجئے۔ لوگوں کے بجٹ فیل ہوگئے' بے چارے سر پکڑے بیٹھے ہوئے ہیں۔"

"مگر مہنگائی کا یہاں کیا تذکرہ؟" لڑکی بولی۔

"آپ ہی نے تو کہا تھا کہ ان کی طبیعت پر کچھ گرانی ہے۔"

"خدا آپ سے سمجھے۔ بات کہاں سے کہاں لے گئے۔ گرانی سے میری مراد یہ ہے کہ طبیعت بوجھل ہے۔"

"گرانی کے بوجھ سے نا!؟"

"جی نہیں گرانی کا مطلب پہلے معلوم کرکے آیئے۔ پھر بات کیجئے۔ میں گل مراد صاحب سے بات کر رہی ہوں۔"

"ہماری مراد کہیں پوری ہوتی نظر نہیں آتی ٹھیک ہے اسسٹنٹ تمہارے بارے میں غور کرنا ہی پڑے گا ویسے آپ نے ابھی تک اپنا نام ہمیں نہیں بتایا' یہ بڑی زیادتی ہے۔"

"ارے میرا نام بھائی صاحب نے نہیں بتایا آپ کو۔"

"کون سے بھائی صاحب!"

"میرا مطلب ہے رانا اختیار خلجی۔"

"وہ آپ کے بھائی ہیں۔"

"نہیں بہنوئی۔"

"اوہو اس کا مطلب ہے کہ آپ مسز خلجی کی بہن ہیں۔"

"تو آپ کو کیا لگتی ہوں۔"

"نن' نہیں۔ بہن ہی لگتی ہیں۔" حسن فیروز بولا۔

"میرا نام رامنہ ہے اور میری بڑی بہن کا نام سلمیٰ خلجی۔"

"ہوں' آپ تو خلجی نہیں ہیں۔"

"میں کیوں ہوتی۔" رامنہ نے جلدی سے کہا۔ پھر کھانے کے بعد ہم لوگ اپنے اپنے کمرے میں آگئے اور بہت دیر تک رامنہ اور سلمیٰ کے بارے میں باتیں کرتے رہے' شام کو پانچ بجے اختیار خلجی بھی واپس آگیا اور اس کے بعد اس نے سنجیدگی سے ہمیں اپنے کمرے میں طلب کرلیا اور بولا۔

"اب ضروری ہے کہ میں آپ لوگوں کو اپنے بارے میں ذرا مکمل تفصیل بتادوں اور آپ کی ذمہ داریاں آپ کو سونپ دوں' ویسے میری گفتگو کرنل ہمایوں سے ہوئی تھی۔"

"کب؟"

"دوپہر کو۔ لنچ کے بعد۔"

"اوہو کیا آپ وہاں گئے تھے؟"

"نہیں ٹیلی فون کی بات کر رہا ہوں۔"

"جی جی۔"

"تم لوگوں کے بارے میں پوچھ رہے تھے تو میں نے کہا ابھی صورت حال میں ان کے علم میں نہیں لایا کچھ ایسی معلومات انہیں بہم پہنچائی ہیں جن کے لئے تھوڑا سا مواد درکار ہوگا۔"

جسن فیروز نے یہاں پھر شرارت کا مظاہرہ کیا تھا اور ناک سکوڑی تھی' مواد کا نام سن کر لیکن شکر تھا کہ اختیار خلجی نے اس جانب توجہ نہیں دی تھی' وہ سوچ میں ڈوب گیا تھا۔ پھر اندرونی دروازے سے سلمٰی خلجی اندر داخل ہوگئی۔ اختیار خلجی نے ایک ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔

"میں تمہارا ہی انتظار کر رہا تھا' اچھا ہوا تم آگئیں' ان دونوں کے بارے میں' میں نے تمہیں مختصر الفاظ میں بتا دیا ہے اور اب میں انہیں صورت حال سے آگاہ کرنے جارہا ہوں۔"

سلمٰی ایک صوفے پر بیٹھ گئی اور اس نے آہستہ سے کہا۔

"جہاں تک میرا خیال ہے رانا' تم صرف اپنا وقت ضائع کر رہے ہو ان تمام کوششوں سے ہمیں کچھ حاصل نہ ہوگا۔"

"سلمٰی میں تم سے ہزار بار کہہ چکا ہوں کہ اس سلسلے میں کوئی مخالفت نہ کرو۔ میں جانتا ہوں کہ تم کیوں میرے کسی قدم کی مخالفت کرنا چاہتی ہو لیکن براہ کرم مجھے کچھ تو کرنے دو۔"

"میں نے تمہارے راستے میں کبھی رکاوٹ کھڑی کرنے کی کوشش نہیں کی' لیکن بہرحال اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ اپنی ان کوششوں سے تم کوئی نتیجہ خیز عمل کرسکتے ہو تو ٹھیک ہے جیسا تم کرو۔"

"اصل میں دوستو' صورت حال یہ ہے کہ تم نے وادی ہنگاریہ کے بارے میں سنا ہے۔"

"میں نے سنا ہے۔" میں جلدی سے بولا۔ "وادی ہنگاریہ کی کہانیاں بستی دوآبہ میں بڑی دلکشی کی حامل تھیں ہمارے اپنے جیسے علاقے کی بات تھی ہمارے ہاں ایک بزرگ تھا پیر شاہ۔ پیر شاہ کا تعلق وادی ہنگاریہ سے تھا اور وہ جب کبھی موڈ میں ہوتا تھا تو اپنی وادی کی داستانیں سناتا تھا اور بتاتا تھا کہ وادی کے لوگ کس طرح زندگی گزارتے ہیں' وہ بڑے پراسرار لوگ تھے اور اپنی وادی میں مختلف ذرائع سے ضروریات زندگی حاصل کرتے تھے' حالانکہ ہنگایہ کا علاقہ ہمارے ہی ملک کی تحویل میں تھا لیکن اب بھی اسے علاقۂ غیر کہا جاتا تھا اور وہاں حکومت کے قوانین مکمل طور پر کام نہیں کرتے تھے ہاں وہاں کے اندرونی معاملات بہرحال ملک ہی کی تحویل میں تھے۔"

رانا اختیار خلجی کی آواز نے مجھے میرے خیالات سے چونکا دیا تھا وہ کہہ رہا تھا۔

"یہ اچھی بات ہے پہاڑی نوجوان کہ تم وادی ہنگاریہ کے بارے میں جانتے ہو۔ میرا ایک رشتے کا بھائی رانا رحمان شاہ خلجی اس وادی میں فارسٹ آفیسر کے طور پر تعینات کیا گیا اور کئی سال سے وہ وہاں زندگی گزار رہا ہے۔ میری بیٹی ثانیہ خلجی' جو اس وقت غالباً عمر کی اکیسویں منزل میں ہے' اپنے چچا کی طلبی پر ایک بار پہلے وادی ہنگاریہ گئی تھی اور وہاں کے بڑے خوشگوار تاثر لے کر واپس لوٹی تھی۔ اب سے کچھ عرصے قبل وہاں کے بہتر موسم کی بنیاد پر رحمان شاہ نے پھر سب لوگوں سے کہا کہ کچھ عرصہ وہاں گزاریں' میں تو اپنی مصروفیات کی بناء پر نہیں جاسکا۔ سلمٰی بھی تیار نہیں ہوئی لیکن ثانیہ ضد کرنے لگی کہ وہ اپنے چچا کے پاس ضرور جائے گی اور پھر یہی ہوا کہ ہمیں اسے وہاں بھیجنا پڑا۔ وہاں وادی ہنگاریہ میں سرکاری ریسٹ ہاؤس میں رحمان شاہ کا سالہا سال سے مستقل قیام ہے بہت سے لوگ اس کی تحویل میں ہیں وہ اپنے اہل خاندان کے ساتھ وہاں رہتا ہے لیکن پھر وہ ایک حادثے کا شکار ہوگیا۔

یہ تمام تر لوگ سیروسیاحت کے لئے ہنگاریہ کے مشرقی علاقے میں گئے تھے کہ ڈاکوؤں کا ایک ٹولہ جو مقامی ہی تھا ان پر آن پڑا اور خاصا سخت مقابلہ رہا۔ پھر یہ ڈاکو تمام خواتین کو اغوا کر کے لے گئے' ان میں رحمان شاہ کی بیوی ان کی دو بہنیں اور ماں بھی شامل تھیں اور ثانیہ بھی۔" ایک لمحے کے لئے رانا اختیار خلجی کی آواز بھرا گئی۔

میں چونک گیا پھر میں نے آہستہ سے کہا۔

"اوہ مجھے یہ سن کر افسوس ہوا۔"

"ڈاکوؤں نے رحمان شاہ سے رابطہ قائم کرکے اس سے تاوان کی رقم طلب کی۔ رحمان شاہ جانتا تھا کہ اس کے بغیر چارہ کار نہیں ہے' چنانچہ اس نے ان کی مطلوبہ رقم مہیا کی اور ان لوگوں نے ان کی بہنیں اور بیوی واپس کردیں لیکن ثانیہ کو واپس نہیں کیا۔"

"کیوں؟" میرے منہ سے بے اختیار نکل گیا اور رانا اختیار خلجی گردن جھکا کر بیٹھ گیا اس نے دیر تک کچھ نہیں کہا تھا۔

"کچھ نہیں پتہ چل سکا تھا کیونکہ اس کے بعد ڈاکوؤں نے اس سے رابطہ ہی نہیں قائم کیا۔"

"رابطہ نہیں قائم کیا؟" میں نے کسی قدر حیران کن لہجے میں پوچھا۔

"ہاں بھئی رابطہ کس سے قائم کیا جاتا ان خطرناک لوگوں نے رحمان شاہ سے اغوا شدہ لوگوں کے سلسلے میں تاوان طلب کیا رحمان شاہ خلجی نے وہ تاوان انہیں ادا کردیا اس کے نتیجے میں خواتین ان کے حوالے کردی گئیں اور ان میں ثانیہ خلجی نہیں تھی۔"

"تو کیا اس سلسلے میں رحمان شاہ نے ان سے گفت و شنید نہیں کی۔"

"کوششیں بہت کیں' جتنے بھی ذرائع وہ اختیار کرسکتا تھا کئے لیکن کام نہ بن سکا ان لوگوں تک پہنچ نہیں ہوسکی جو اغوا کے ذمہ دار تھے۔"

"آپ نے حکومت سے مدد بھی نہیں لی۔"

"سب کچھ کرلیا' پولیٹیکل ایجنٹ نے ہر داؤ استعمال کرلیا ہم نے معاوضوں کی ادائیگی کے لئے بھی کبھی بخیلی سے کام نہیں لیا لیکن کچھ انوکھی اور پراسرار رکاوٹیں راستے میں آتی رہیں اور ناکامی کا سامنا کرنا پڑتا رہا۔

"رحمان شاہ صاحب نے بھی اور کوششیں نہیں کیں؟"

"آج تک کر رہا ہے بیچارہ' آج تک کر رہا ہے اصل میں ہمارے خاندان میں وہ منافرت نہیں ہے جو آج کل عام خاندانوں میں پھیل گئی ہے اور لوگ آپس میں ہی ایک دوسرے سے نفرت کرنے لگے ہیں اور ایک دوسرے کی برائی کے خواہشمند ہوتے ہیں' رحمان شاہ بے شک میرا سگا بھائی نہیں ہے دور کے رشتے سے وہ میرا بھائی لگتا ہے لیکن ہم دونوں بھی آپس میں اسی انداز میں محبت کرتے ہیں جس طرح سگے بھائی ایک دوسرے کو پیار کرسکتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ثانیہ اپنے چچا کے پاس جاکر بہت خوش رہتی تھی۔" رانا اختیار نے کہا۔ اس دوران بیگم صاحبہ اپنی جگہ سے اٹھ کر ایک کھڑکی کے پاس کھڑی

ہوگئی تھیں اور باہر دیکھ رہی تھیں۔ میں نے ایک ہلکی سی "ہنہ" کی آواز سنی اور یہ آواز سلمٰی ہی کی تھی لیکن اس نے رخ تبدیل نہیں کیا تھا۔ بڑی عجیب سی بات تھی لیکن ظاہر ہے اس کا اظہار ممکن نہیں تھا رانا اختیار کچھ لمحے خاموش رہنے کے بعد کہنے لگا۔

"تم یوں سمجھ لو دوست کہ ہم نے ہر ممکن کوشش کرلی لیکن ایک طویل عرصہ گزر چکا ہے اور ہم اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہوسکے۔"

"کتنا عرصہ گزر چکا ہے اس واقعہ کو؟"

"تقریباً یوں سمجھ لو اٹھارہ ماہ۔" میں نے حیرت سے اس پرسکون خاندان کو دیکھا تھا پھر میں نے سوال کیا؟

"آپ کے کتنے بچے ہیں رانا صاحب؟"

"وہ میری اکلوتی بیٹی تھی۔" رانا صاحب کا لہجہ پھر سسکی میں تبدیل ہوگیا تھا۔

"اچھا ایک بات اور بتایئے' کیا ان خواتین سے ثانیہ خلجی کے بارے میں نہیں پوچھا گیا' جو تاوان وصول کرنے والوں کی قید میں تھیں۔"

"پوچھا گیا' انہوں نے کہا کہ شروع ہی سے ثانیہ ان کے ساتھ نہیں تھی اسے کہیں اور رکھا گیا تھا۔"

"اغوا کے وقت ثانیہ اور وہ خواتین ساتھ ہی تھیں۔"

"ہاں۔"

"انہوں نے اور کوئی تفصیل نہیں بتائی۔"

"سوائے اس کے کہ انہیں قید رکھا گیا' لیکن ان کے ساتھ کوئی بدسلوکی نہیں کی گئی بلکہ انہیں دلاسے دیئے جاتے رہے اور کہا گیا کہ بس تھوڑا سا کام ہوجائے انہیں عزت کے ساتھ ان کے مقام پر پہنچا دیا جائے گا۔"

"کہیں ایسا تو نہیں ہے رانا صاحب کہ ثانیہ شروع ہی سے تاوان وصول کرنے والوں کے ہاتھ نہ لگی ہو؟"

"رحمان شاہ کا کہنا ہے کہ سب کو ایک ساتھ ہی اغوا کیا گیا تھا اور ثانیہ کو بھی ان لوگوں کی تحویل میں جاتے ہوئے دیکھا گیا تھا۔"

"ٹھیک اب اس سلسلے میں ہمارے لئے کیا احکامات ہیں؟"

"میں بھلا کیا احکامات دے سکتا ہوں' میں نے اس دوران تمام تر کوششیں کی ہیں اور یہ کوششیں میں شاید زندگی کی آخری سانس تک جاری رکھوں' کیونکہ بہرحال کوئی بھی

اپنی اولاد کو اس طرح نظرانداز نہیں کرسکتا وہ میرے دل میں ایک زخم کی مانند ہے اور زخم جب تک بھر نہ جائے دکھ تو دیتا رہے گا۔ چنانچہ ہر ممکن ذریعہ استعمال کر رہا ہوں میں، تم لوگوں سے بھی درخواست ہے کہ اپنی بھرپور کوششیں کرو اور اب اس سلسلے میں تم سے کچھ کہنا میں غیر مناسب ہی سمجھتا ہوں کہ میں ثانیہ کے حصول کے لئے اپنا سب کچھ نچھاور کرنے کے لئے تیار ہوں اور اخراجات میں کوتاہی نہیں کروں گا' یا پھر جس شخص نے میری ثانیہ کو مجھ تک پہنچا دیا میں اسے زندگی بھر کے لئے فکر معاش سے دور کردوں گا شاید یہ ایک گھٹیا سی بات ہے لیکن کیا کیا جائے مجبوری ہوتی ہے ہر شخص کہیں نہ کہیں' کسی نہ کسی مجبوری کا شکار ہوتا ہے۔"

"ٹھیک ہے جناب ہمیں تھوڑا سا وقت دیجئے اس سلسلے میں ہم آپس میں گفتگو کرنے کے بعد آپ سے دوسری نشست رکھیں گے۔"

"دیکھو میں بہت دیر سے خاموش ہوں' لیکن اس سے زیادہ خاموشی شاید میرے لئے ممکن نہ ہو' یہ سب کچھ وقت ضائع کرنے والی بات ہے' اٹھارہ مہینے سے کوششیں ہو رہی ہیں اور کہیں سے کوئی نشان نہیں مل سکا' لکیر پیٹنے سے فائدہ نہیں' میں تو کتنی ہی بار رانا صاحب کو یہ بات سمجھا چکی ہوں۔"

"کیسی باتیں کرتی ہو تم' میں لکیر نہیں پیٹ رہا' کوشش کر رہا ہوں اپنی بچی کے حصول کے لئے۔"

"ٹھیک ہے کرتے رہو' مجھے اعتراض نہیں ہے۔" سلمٰی خلجی نے سرد لہجے میں کہا' رانا اختیار خلجی بولا۔

"آپ لوگ اس سلسلے میں آپس میں جو بھی گفتگو کرنا چاہیں کرلیں۔ میں آپ کی طرف سے ہونے والے فیصلے کا انتظار کروں گا۔"

پھر اس کے بعد میں اور حسن فیروز اپنے کمرے میں آگئے تھے' حسن فیروز نے کمرے میں داخل ہونے کے بعد دونوں ہاتھ ٹانگوں کے نیچے سے نکال کر کان پکڑ لیے اور مرغے کی بولی بولنے لگا' ایسی حرکتیں وہ عموماً کیا کرتا تھا اور اب میں نے اسے ان حرکتوں پر ٹوکنا چھوڑ دیا تھا اور یہ زیادہ بہتر رہا تھا اگر میں حسن فیروز سے اس وقت اس کی اس حرکت کے بارے میں پوچھتا تو یقینی طور پر وہ بہت دیر تک اپنا یہ مسخرہ پن جاری رکھتا' لیکن چند ہی سیکنڈ کے بعد وہ اس ڈائریکشن میں تھک گیا اور سیدھا کھڑا ہوگیا' پھر وہ میرے پاس خاموشی سے آکر بیٹھ گیا تھا۔

"عجیب بہت عجیب' غریب تو کہہ نہیں سکتا' کیونکہ ان لوگوں کے عیش و عشرت دیکھ کر پتہ نہیں کیا کیا یاد آجاتا ہے۔"

"شکر ہے اللہ نے ہمیں سمجھنے کی توفیق دے دی۔"

"میں جانتا تھا کہ تم میری کسی حرکت پر نکتہ چینی کئے بغیر باز نہیں آؤ گے' انسان کا اپنا اپنا انداز ہے۔ کوئی چیونگم چبا کر سوچتا ہے کوئی سگریٹ پی کر' کوئی بانسری بجا کر اور کوئی کچھ کرکے' میں مرغا بن کر سوچتا ہوں تمہیں اس پر کوئی اعتراض ہے؟؟"

"میں نے تو اس موضوع پر بات ہی نہیں کی۔"

"اب تک کی کہانی سے کیا نتیجہ حاصل کیا۔" حسن فیروز نے کہا۔

"انچارج تم ہو' میری بھلا کیا مجال کہ میں اپنی سوچ کا اظہار کروں۔"

"میں نے صرف ایک بات سوچی ہے۔"

"کیا؟"

"ثانیہ اغوا ہوگئی۔"

"بالکل۔"

"بس ہوگئی۔" حسن فیروز عجیب سے انداز میں بولا' اور میں ہنس پڑا پھر میں نے کہا۔

"دوسری بات نہیں سوچی آپ نے انچارج صاحب۔"

"کیا؟"

"کیا یہ دنیا کے سب سے انوکھے ماں باپ نہیں ہیں' اٹھارہ مہینے سے ان کی بیٹی غائب ہے جوان اور اکلوتی بیٹی اور ان کے انداز میں وہ بے سکونی نہیں ہے جو ہونی چاہئے۔"

"اٹھارہ مہینوں کا صبر بھی تو شامل ہے اس میں اور جہاں تک معاملہ رانا اختیار خلجی کا ہے تو اس کے اندر میں نے ایک کسک محسوس کی ہے' حیرت مجھے سلمٰی خلجی پر ہے' وہ ایک سپاٹ اور جذبات سے عاری عورت ہے' یہ کیا چکر ہے' یہ سمجھ میں نہیں آیا۔" میں نے حیرت سے حسن فیروز کو دیکھا تھا بڑے پائے کی بات کہی تھی وہ بات جو میرے اپنے ذہن میں بھی تھی اور کانٹا بن کر چبھ رہی تھی۔ ویسے یہ بات تو میں اچھی طرح جانتا تھا کہ حسن فیروز بالکل ہی احمق نہیں ہے' بلکہ قطعی احمق نہیں ہے' یہ الگ بات ہے کہ نہ جانے کون کون سے عوامل نے مل کر اس کی شخصیت مسخ کردی ہے اور وہ اپنے مخصوص انداز میں جی رہا ہے' بہرحال معاملات واقعی بڑے دلچسپ تھے اور میں ان سے لطف لے رہا تھا۔ میں نے اس سے کہا۔

"اب یہ بتاؤ کہ دادا جان کو اس سلسلے میں اطلاع دی جائے گی یا ہم اپنے طور پر ہی کام شروع کریں گے۔"

"پہلے یہ بتاؤ کام شروع کرنے کا موڈ ہے بھی یا نہیں۔"

"کیا مطلب؟" میں نے حیرت سے حسن کو دیکھا۔

"ایک اور تجویز میرے ذہن میں ہے۔" حسن فیروز بولا۔

"کیا؟"

"رانا اختیار خلجی اس سلسلے میں زبردست اخراجات کرنے کو تیار ہے اور ہمیں بہرحال وادی ہنگاریہ روانہ ہونا ہے۔ ہمارے کچھ ایسے ذرائع ہیں جن سے ہم اس لڑکی کے حصول کے لئے کوششیں کرسکتے ہیں تم ویسے ہی پہاڑی آدمی ہو' اپنے طریقہ کار سے کام لے سکتے ہو۔ ہمیں فوری طور پر کچھ رقم درکار ہوگی اور رانا اختیار ہمیں یہ رقم فراہم کرے گا۔"

وہ خاموش ہوگیا تھا۔ پھراس کے بعد ہم لوگ اس سلسلے میں بہت دیر تک باتیں کرتے رہے اور اس واردات کے مختلف پہلوؤں پر غور کرتے رہے' یہ بات تو طے تھی کہ ہمیں وادی ہنگاریہ جانا تھا' یہ بات بھی طے ہوئی کہ دادا جان نے ہمیں مکمل اختیارات دے کر یہاں روانہ کیا تھا اور اس بات کی بالکل گنجائش نہیں تھی کہ اب دوبارہ ان سے رابطہ قائم کیا جائے' ڈنر ہم نے اپنے کمرے میں ہی کیا' کیونکہ ہمیں اس کی اطلاع دے دی گئی تھی اور یہ بتایا گیا تھا کہ رانا صاحب مصروف ہیں' غرض یہ کہ ڈنر سے فراغت حاصل کرنے کے بعد ہم آرام کرنے لیٹ گئے تھے' یہ الگ بات ہے کہ ہمارا کمرہ ایک ہی تھا اور ہم ہر وقت ہر موضوع پر باتیں کرنے کے لئے تیار تھے' ہم اس وقت بھی اپنے بستروں پر لیٹے باتیں ہی کر رہے تھے کہ دروازے پر ہلکی سی دستک ہوئی دروازہ کھلا ہوا تھا اور اسے اندر سے لاک کرنے کی ضرورت ہی پیش نہیں آئی تھی۔ پھرایک آواز سنائی دی۔

"میں اندر آنا چاہتی ہوں۔" ہم آواز نہیں پہچان پائے تھے لیکن آنے والے نے بس اطلاع دی تھی اوز اس کے بعد اندر داخل ہوگیا تھا' ہم مسز خلجی کو دیکھ کر تھوڑے سے حیران بھی ہوئے تھے اور اس کے بعد پُراحترام انداز میں اٹھ گئے تھے۔

"کیا تم مجھے ستر سالہ بوڑھی سمجھتے ہو؟" مسز خلجی نے عجیب سے انداز میں کہا۔

"اوہ نہیں' مسز خلجی۔ آپ کو یہ احساس کیوں ہوا؟" میں نے جلدی سے کہا۔

"اس طرح بے تکلفی سے میں تمہارے کمرے میں داخل ہوگئی ہوں' لیکن تم جو انداز اختیار کر رہے ہو' اس سے مجھے یہ احساس ہوتا ہے کہ جیسے تم اپنی کسی بزرگ کا استقبال کر رہے ہو۔"

"اصل میں بزرگی کے بھی مختلف مدارج ہوتے ہیں مسز خلجی' آپ رتبے میں ہم سے بہت بڑی ہیں۔"

"اور اگر میں تم سے درخواست کروں کہ کچھ وقت کے لئے پاسبان عقل کو تنہا چھوڑ دو' تو کیا تم میری درخواست قبول کرلو گے۔"

"چھوڑ دیا۔" میرے بجائے' حسن فیروز جلدی سے بول پڑا اور وہ مسکرانے لگی پھر بولی۔

"شکریہ' ہر انسان اپنی زندگی میں کچھ ایسے لوگوں کی شمولیت کا طلب گار ہوتا ہے جو اس کے ہم عمر ہوں اور اس سے بے تکلفی سے پیش آسکیں' ہم چند پیسے والے لوگ دنیا سے اس طرح محترم ہوتے ہیں کہ اگر کوئی صاحب دل ہو' تو اس محرومیت پر جیتا نہ رہ سکے۔"

"جی!" میں نے پُرخیال انداز میں گردن ہلائی' سلمیٰ خلجی کچھ دیر خاموش بیٹھی رہی پھر بولی۔

"سمجھ میں نہیں آتا کس انداز میں تم لوگوں کو صورت حال سمجھاؤں یا بتاؤں' اصل میں جو کام رانا خلجی تم سے لینا چاہتے ہیں اس کے لئے تو بڑے بڑے جغادری کوششیں کر چکے ہیں اور نہ جانے کیا کیا عمل کئے جاچکے ہیں۔ میں یہ الفاظ رانا خلجی کے سامنے اپنی زبان سے ادا نہیں کرنا چاہتی' میں جانتی ہوں کہ وہ ثانیہ کے لئے کس قدر جذباتی ہیں' لیکن قدرت نے مجھے بڑی قوت بخشی ہے اور میں ہر قسم کے خیالات کو خندہ پیشانی سے قبول کرنے کی اہلیت رکھتی ہوں۔ رانا اس بات کو تسلیم کرنے کے لئے کبھی تیار نہیں ہوں گے' لیکن حالات کا تجزیہ کرکے میں یہ بات کہہ سکتی ہوں کہ کیا ضروری ہے کہ ثانیہ زندہ ہی ہو؟" تم نے ایک موڑ پر یہ سوال کیا تھا کہ ہوسکتا ہے وہ ان لوگوں کی گرفت سے نکل بھاگی ہو اور کسی حادثے کا شکار ہوکر' میرے منہ میں خاک اب وہ زندہ نہ ہو' ورنہ اپنی ساری کوششیں کی گئیں' کہیں نہ کہیں تو کامیابی حاصل ہوتی لیکن آج تک کہیں سے کوئی سراغ نہیں مل سکا اس کا۔" میں نے حیرت سے سلمیٰ خلجی کو دیکھا بڑی تعجب خیز بات تھی' لہجہ بھی جذبات سے عاری محسوس ہوتا تھا وہ طنزیہ انداز میں مسکرائی اور بولی۔

"مجھے چہرے کے نقش پڑھنے کا شوق ہے اور یہ دعویٰ بھی رکھتی ہوں کہ تھوڑی بہت مہارت حاصل ہے' تم اس وقت یہ سوچ رہے ہو کہ کیا کوئی سگی ماں اپنی بیٹی کے لئے اس قدر غیر جذباتی انداز میں یہ جملے اپنی زبان سے ادا کرسکتی ہے' تو میں تمہیں یہ بات پہلے ہی بتا چکی ہوں کہ مجھ میں حقیقتوں کو قبول کرنے کی سکت بھی ہے اور اہلیت بھی۔"

"معاف کیجئے گا۔ سوال فطری اور قدرتی ہے۔ آپ ثانیہ کی سگی ماں ہیں نا۔"

"ہاں' بالکل سگی وہ ہم دونوں ہی کی اولاد ہے۔"

"ماں کے دل کے بارے میں سنا ہے کہ وہ حقیقتوں کا مرکز ہوتا ہے خصوصاً اپنی اولاد کے لئے' اگر دل کی بات مان لی جائے تو آپ کا دل اس سلسلے میں کیا کہتا ہے کیا ثانیہ زندہ ہے؟" میں نے سوال کیا اور جواب میں وہ تلخی سے مسکرا دی پھر بولی۔

"میں اپنے آپ کو کوئی بہت ہی ماڈرن اور بے تاثر عورت ظاہر نہیں کرنا چاہتی' لیکن اتنا ضروری جانتی ہوں کہ دل کا کام خون پمپ کرنا ہے اور جسم کا ہر عضو اپنا کام اسی انداز میں سرانجام دیتا ہے۔ یہ صرف شاعروں کی لن ترانیاں ہیں کہ کہانیوں کو کہیں سے کہیں پہنچا دیتے ہیں' میں حقیقتوں کی دنیا میں رہنے کی عادی ہوں' ہم کائنات کی کسی شے پر اختیار نہیں رکھتے تو پھر وہی والی بات آجاتی ہے کہ لکیر پیٹتے رہو بھلا کچھ حاصل۔"

"آپ اگر ہمیں کوئی بات سمجھانا چاہتی ہیں محترمہ تو براہ کرم کھلے الفاظ میں کہئے۔" حسن فیروز نے کہا اور میں اسے تعریفی نگاہ سے دیکھنے لگا۔ اس طرح لہجہ بدل کر کسی بھی بڑی سے بڑی شخصیت سے گفتگو کرلینا حسن فیروز کا ہی کمال تھا۔ ایک لمحے کے لئے سلمٰی خلجی اسے چونکے ہوئے انداز میں دیکھتی رہی تھیں' پھر اس نے کہا۔

"سادہ سی بات ہے تم اگر وادی ہنگاریہ جاکر اپنے شوق کی تکمیل کرنا چاہتے ہو تو ظاہر ہے میرا تم پر کوئی اختیار نہیں اور اگر مجھ سے رائے لینا پسند کرو تو میں تمہیں بتاؤں گی کہ جس پیمانے پر کاوشیں ہوچکی ہیں اس کے بعد کسی کاوش کی گنجائش نہیں ہے۔ میں خدا سے یہی دعا کرتی ہوں کہ اگر میری بچی زندہ سلامت ہے تو خیریت سے میرے پاس پہنچ جائے ورنہ باقی اس کی مرضی۔ تم جوان بچے ہو' میں نہیں جانتی کہ تمہارا ماضی کیا ہے اور اپنے کام میں تمہاری مہارت کیا حیثیت رکھتی ہے لیکن دیکھنے میں تم مجھے دو معصوم خرگوش محسوس ہوتے ہو' اور خرگوش خوبصورت ہوتے ہیں تو اے خوبصورت خرگوشو! غور کرلینا اور درخواست کرتی ہوں میں تم سے کہ فیصلہ کچھ بھی کرو لیکن کسی مسئلے میں مجھے سامنے لانے کی کوشش نہ کرنا کم از کم رانا خلجی کے سامنے۔ چلتی ہوں' تمہیں غور

کرنے کے لئے دعوت دیئے جارہی ہوں۔" وہ اٹھی اور اپنی جگہ سے اٹھ کر کمرے سے باہر نکل گئی' حسن فیروز دیر تک دروازے کو دیکھتا رہا' پھر میری طرف رخ کرکے بولا۔

"خرگوش ون خرگوش ٹو۔" میں مسکرا دیا تھا۔

حسن کچھ دیر سوچ میں ڈوبا رہا۔ پھر بولا۔ "اور ہم دو خرگوشوں کا واسطہ ایک خطرناک لومڑی سے ہے۔ تم اب بھی اس عورت کے بارے میں کچھ نہیں کہو گے۔"

"میں کسی بھی عورت کے بارے میں کچھ نہیں کہوں گا۔ کرنل ہمایوں نے مجھے رانا خلجی کے پاس بھیجا ہے بس مجھے اس سے تعاون کرنا ہے یہ تو راستے کے پتھر ہیں جن کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔"

حسن مجھے دیکھتا رہا۔ پھر بولا۔ "دروازہ بند کردو۔ وہ دوبارہ نہ آجائے۔" پھر اس نے بستر پر لیٹ کر سر تک چادر اوڑھ لی تھی۔

حسن فیروز کے بارے میں کچھ کہنا میرے بس کی بات نہیں ہے۔ وہ ایک باکمال شخصیت کا مالک تھا میں اس کے بارے میں اکثر یہ سوچتا تھا کہ قدرت نے اسے بہت سی نعمتوں سے نوازا ہے۔ مثلاً یہ کہ دنیا کا مشکل سے مشکل مسئلہ ہو' وہ اپنے ذہن میں اسے کوئی جگہ نہیں دیتا تھا۔ بات کتنی ہی بگڑی ہوئی کیوں نہ ہو' وہ اس کی پرواہ ہی نہیں کرتا تھا اس کا خیال تھا کہ جو ہوگا دیکھا جائے گا۔ اس وقت بھی اس قدر الجھے ہوئے معاملات ہونے کے باوجود اس نے سر پر چادر اوڑھی اور اس طرح سوگیا تھا جیسے اسے دنیا کی کوئی فکر ہی نہ ہو لیکن میں نیند سے کوسوں دور تھا اور میرے ذہن میں کھچڑی پک رہی تھی۔ پتا نہیں کیا قصہ ہے' ایک عجیب سی سوئی دماغ میں چبھ رہی تھی۔ حالانکہ اب تو یہ بات بھی معلوم ہوچکی تھی کہ بیگم صاحبہ' ثانیہ کی سوتیلی ماں نہیں ہیں بلکہ سگی ماں ہیں۔ باپ کے دل میں بیٹی کی جدائی کی تڑپ اب بھی محسوس ہوئی تھی' لیکن نہ جانے کیوں سلمٰی کے انداز میں وہ کیفیت نہیں محسوس ہوئی تھی' جو روایتی شکل رکھتی ہے۔ بہرحال استاد محترم کے احکامات سب سے اول حیثیت رکھتے تھے اور انہی کا معاملہ اس سارے مسئلے کی بنیاد تھا' وہ اگر اس بات کے خواہشمند ہیں کہ دنیا کی کوئی مشکل ہو' کوئی عمل ہو' مجھے اس کام میں مصروف ہوجانا ہے تو پھر بھلا مجھے اس میں کیا اعتراض ہوسکتا تھا البتہ مہارت خان نے جو کچھ کیا تھا اس نے کم از کم اس قدر قوت ارادی ضرور ذہن میں پیدا کردی تھی کہ اگر سونے کی کوشش کی جائے تو اس میں ناکامی نہ ہو' اور صبح تک نیند پوری ہوچکی تھی یعنی یہ نہیں کہا جاسکتا تھا کہ رات کو نیند نہیں آئی پھر حسن فیروز بھی جاگ گیا اور اس طرح غسل

خانے کی جانب چل پڑا جیسے اسے پتا ہی نہ ہو کہ وہ میرے ساتھ ہے' میں مسکراتی نگاہوں سے اسے دیکھتا رہا تھا' غسل خانے میں کافی وقت صرف کرنے کے بعد وہ باہر آیا اور اسی طرح چلتا ہوا' ایک کرسی پر جابیٹھا پھر بڑبڑانے والے انداز میں بولا۔

''اخبار' اخبار نہیں ہے۔''

''میں حاضر ہوں جناب' فرمایئے؟ کہاں کی خبریں سناؤں آپ کو؟'' وہ اس طرح اچھلا' جیسے ایک بالکل غیر متوقع بات ہوئی ہو' پھر بولا۔

''ارے تم تم یہاں کیسے.........؟''

''کم از کم صبح کا آغاز بھی ہنستے بولتے ہی کرلیا کرو' اچھے لگتے ہو۔'' وہ سر کھجانے لگا اور پھر بولا۔

''اوہ واقعی' میں تو بھول ہی گیا تھا' اوہو' رات کو تو میں اس بارے میں بہت سے خواب دیکھتا رہا ہوں۔''

''اور یقینی طور پر وہ خواب عجیب وغریب ہوں گے۔''

''خیر میرے خوابوں میں غربت کا کوئی دخل نہیں ہوتا' بلکہ غربت ہی عجیب لگتی ہے' ویسے تمہیں ایک بات بتاؤں۔''

''بتادیجئے' مہربانی ہوگی۔''

''کیا نام ہے اس کا' سلمیٰ خلجی۔''

''جی ہاں ایک سلمیٰ خلجی ہیں تو سہی۔''

''پراسرار شخصیت کی مالک ہے' اس کے کردار میں کہیں نہ کہیں گڑبڑ ہے اور یوں محسوس ہوتا ہے' جیسے وہ اپنی بیٹی کی تلاش میں کوئی اہم قدم نہیں اٹھانا چاہتی' پتا نہیں کیوں' مجھے یہ احساس ہوتا ہے کہ وہ اس بارے میں بہت کچھ جانتی ہے۔ اب آگے یہ سارا سلسلہ کیا ہے' یہ تو کچھ نہیں کہہ سکتا۔ یار یہاں بیڈٹی کا انتظام نہیں ہے؟'' اس نے بس ابھی اتنا ہی کہا تھا کہ ایک ملازمہ چائے کی ٹرالی دھکیلتی ہوئی اندر آگئی اور حسن فیروز اپنی جگہ سے کھڑا ہوگیا' وہ تعجب بھری نگاہوں سے ملازمہ کو دیکھ رہا تھا اور ملازمہ اسے اس طرح دیکھتے ہوئے دیکھ کر کچھ سہم سی گئی تھی حسن فیروز اس کے قریب پہنچا تو وہ گھبرا کر سمٹ گئی۔

''معاف کرنا' یہ دیکھ رہا ہوں کیا چابی سے چلتی ہو یا الیکٹرانک ہو.........؟''

''نہیں صاحب جی چائے ہے۔'' ملازمہ نے جواب دیا اور حسن فیروز نے دانت باہر

نکال دیئے۔

''ارے کیا واقعی' اوہو دیکھو' یہ تو سچ مچ چائے ہے' یہ بھاپ کی لکیر دیکھ رہے ہو' واہ سوندھی سوندھی۔'' ملازمہ تیزی سے باہر نکل گئی تھی' میں نے حسن فیروز سے کہا۔

''حسن اپنا وقار بھی کوئی چیز ہوتی ہے۔''

''گڈ ویری گڈ' چلو اٹھو' چائے بنا کر دو۔'' اس نے کہا اور کرسی پر بیٹھ کر ٹانگ پر ٹانگ رکھ لی' جب میں نے اسے چائے کی پیالی دی تو اس نے شکریہ ادا کرکے قبول کرلی۔ پھر بولا۔

''اصل میں چائے کا نام ہی لیا تھا میں نے کہ وہ چراغ کے جن کی مانند چائے لے کر آگئی' میں تو بس یہ معلوم کررہا تھا کہ وہ انسان ہے یا روبوٹ' یا پھر جن وغیرہ وغیرہ۔ ویسے ایک بات کہوں' اگر میری بات مان لو تو۔''

''فرمایئے انچارج صاحب۔''

''لاحول ولا قوۃ' ہربار یہ بات بھول جاتا ہوں کہ اختیار خلجی کے معاملات میں مجھے اختیارات حاصل ہیں' اپنی حیثیت سے کبھی فائدہ نہیں اٹھاتا میں۔''

''چلو خیر تو میں یہ کہہ رہا تھا کہ اس بارے میں ہم اپنی حنی حنی سے بات کریں گے۔''

''حنی حنی.........؟''

''ارے وہی اپنی حنی۔ وہ کہنے لگا۔''

''جب میری سمجھ میں آجائے گا تو میں انکار یا اقرار کروں گا۔''

''کیا سمجھ میں نہیں آرہا؟''

''یہ حنی حنی کیا چیز ہے؟''

''نہیں ایک دفعہ حنی۔''

''ہنی کہنا چاہتے ہو؟''

''یار حنا کہنا چاہتا ہوں' اب اگر پیار سے اسے ہنی کہوں یا حنی کہوں' کیا حرج ہے؟''

''خدا تمہیں سمجھے حسن فیروز۔''

''تو میں یہ کہہ رہا تھا کہ اس بارے میں اپنی حنا فاروق کافی کارآمد ثابت ہوسکتی ہے۔''

''مطلب؟''

"اس سے معلومات حاصل کرسکتے ہیں۔"

"فاروق احمد کے بارے میں کیا خیال ہے؟"

"یار وہ آدمی نہ جانے کیوں اس بے چاری لڑکی کی جان کے پیچھے پڑ گیا ہے' بس اسے دیکھ کر بڑا غصہ آتا ہے۔"

"بہت شریف آدمی ہے' تم بلاوجہ فضول باتیں کرتے رہتے ہو۔"

"نہیں سچ کہہ رہا ہوں' وہ بڑی مظلوم عورت ہے۔"

"کاش کسی اچھی عورت کے بارے میں تم بری باتیں نہ کرتے' مگر کیا کروں انچارج ہو۔" میں نے کہا۔

"اور تم پر ایک ہزار ایک سو اکتیس بار لعنت ہے۔" ناشتا ہم دونوں نے تنہا ہی کیا تھا' کوئی بات آخری طور پر نہیں کی جاسکتی البتہ فاروق احمد اور رانا اختیار خلجی کو ایک کار میں بیٹھ کر باہر جاتے دیکھ کر حسن فیروز پر ایسی بے خودی طاری ہوئی تھی کہ میرا ہنستے ہنستے برا حال ہوگیا تھا' بڑی مسرت کے عالم میں کہہ رہا تھا۔

"یوں سمجھ لو اس وقت اس حویلی پر ہماری حکومت قائم ہے' یعنی' رافیہ' سلمٰی اور حنا جس سے چاہیں ملیں' جس سے چاہیں باتیں کریں ویسے ایک بات کہوں۔ یہ رافیہ صاحبہ تھی خاصی آگے کی چیز نظر آتی ہیں' ذرا پیچھے ہی رہنا۔"

بظاہر کوئی خطرہ نہیں تھا ویسے رانا صاحب کے بارے میں مجھے اندازہ تھا کہ فوراً ہی مجھ سے ملاقات کریں گے' جو تفصیلات بتائی تھی انہوں نے اس میں کوئی شک نہیں کہ دلچسپی سے خالی نہیں تھی' غرض یہ کہ معاملات خاصے بہتر تھے اور ابھی تک کوئی ذہنی پریشانی نہیں ہوئی تھی' ہم دونوں انیکسی کی جانب چل پڑے اور کچھ دیر کے بعد اس میں داخل ہوگئے' وہ ملازمہ جو اب تک ہمارے درمیان رابطہ بنی رہی تھی۔ ہمیں دیکھ کر مسکرائی اور بولی۔

"صاحب!" ہمیں ہدایت کی گئی تھی کہ باہر نکل کر آپ کو دیکھیں اور جیسے ہی آپ ہمیں ملیں' ہم آپ کو پکڑ لائیں۔"

"تو پھر؟ حسن فیروز دلچسپی سے بولا۔

"ہم باہر نکلنے والے ہی تھے کہ آپ نظر آگئے۔"

"چلو پکڑو ہمیں۔" حسن فیروز آگے بڑھا اور ملازمہ ہنستی ہوئی پیچھے ہٹ گئی۔

"ایسے تھوڑی' بس ہاتھ پکڑ کر لانے کے لئے کہا تھا۔"

"پھر کیا فائدہ۔" حسن فیروز مایوسی سے بولا' مگر وہ بے چاری سیدھی سادی لڑکی تھی' ہنستی ہی رہی' کچھ وقت کے بعد ہم حنا کے سامنے پہنچ گئے' حنا کافی بے تکلفی سے پیش آئی تھی' اس نے پہلے میری جانب مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھایا اور ایک ہلکی سی جھجک کے بعد میں نے اس کا نرم و نازک ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا اور تھوڑا سا چھو کر چھوڑ دیا' لیکن حسن کے بارے میں مجھے جو اندازہ تھا' بات اس سے مختلف نہیں نکلی' ایک لمحے میں' میں نے محسوس کیا کہ حنا اپنا ہاتھ چھڑانے میں ناکام رہی ہے' حسن کہنے لگا۔

"کیا کروں خاندانی روایت ہے' بہت عرصے سے ہاتھ پر پٹی باندھے رہتا تھا' لوگ پوچھتے تھے کہ میاں ہاتھ ٹوٹ گیا ہے' یا انگلیاں اکھڑ گئی ہیں' مگر میں انہیں حقیقت کیا بتاتا۔"

"اب ہاتھ تو چھوڑیئے میرا!" حنا کہنے لگی۔

"وہی تو بتانے جارہا ہوں' پٹی اس لئے باندھتا تھا کہ حنا یاد رہے کہ کسی خاتون سے ہاتھ نہیں ملانا' مگر کیا کروں یہ میرا اسسٹنٹ جو ہے نا اس کا بس چلے تو میرے سارے بدن کی بوٹیاں کھلوا دے۔"

"اُفوہ' ہاتھ تو چھوڑیئے نا پلیز میرا۔"

"زندگی بھر کا خلاصہ تباہ ہوجائے گا۔"

"کیا مطلب؟"

"بزرگوں کی روایت ہے کہ کسی کا ہاتھ پکڑو تو پھر اسے کبھی دغا نہ دو' کسی لڑکی کا ہاتھ پکڑ لو' تو پھر سمجھ لو کہ اس سے زندگی بھر کا ساتھ ہوگیا۔"

"منہ دھو رکھئے حسن فیروز صاحب!" حنا نے اچانک ہی ایک جھٹکے سے اپنا ہاتھ چھڑا لیا اور پھر اسے مسلتی ہوئی بولی۔

"غلطی میری ہی ہے لیکن سمجھ لیجئے آپ' اس حویلی میں ایک فائرنگ اسکواڈ بھی ہے جو مجرموں کو دیوار سے لگا کر کھڑا کرتا ہے اور گولیوں سے اڑا دیتا ہے اور اس کے انچارج فاروق احمد صاحب ہیں۔"

"ہیلو' حنا باجی کیسی ہیں آپ' خیریت سے تو ہیں نا' بالکل بجھی بجھی سی لگتی ہیں' ہاں ایک بات بتاؤ' گل مراد' اگر میری کوئی بڑی بہن ہوتی تو کیا بالکل حنا باجی جیسی ہوتی؟" حنا کا ہنستے ہنستے برا حال ہوگیا تھا' میں بھی قہقہہ لگانے سے باز نہیں رہ سکا تھا۔ یہ بڑا ظاہر معاش آدمی ہے اتنا اندازہ تو مجھے بھی ہوگیا تھا کہ فطرت میں غلاظت کا کوئی پہلو نہیں

ہے لیکن مذاق میں اس انتہائی حد تک پہنچ جاتا تھا جو اجنبی لوگوں کے لئے ناقابل برداشت
ہو' حنا خوب ہنسی تھی' پھر وہ کہنے لگی۔
"بیٹھو' بغیر بلائے تو آتے ہی نہیں ہو۔"
"اس وقت تو بغیر بلائے ہی آئے ہیں۔"
"جی نہیں' میں نے ملازمہ کو بھیجا تھا۔ اب اصل میں مسئلہ یہ ہے کہ حویلی کے اند
سے تو آپ لوگوں کو بلانا بڑا خطرناک کام ہے۔"
"خطرناک؟"
"ہاں' اس کی تفصیل نہیں بتائی جاسکتی' مختصر یہ سمجھ لیجئے کہ کسی پسندیدہ مہمان
بلانے کا مطلب جو ہوسکتا ہے' بس وہی' اور سنا ہے آج کل تو رافیہ بیگم بھی آئی ہو
ہیں۔"
"ہم بیٹھ جائیں؟" حسن فیروز نے کہا۔
"ارے معاف کیجئے گا' بلکہ پہلے یہ بتایئے کہ کیا کھائیں گے؟"
"ناشتا کرلیا ہے اور زیادہ دیر نہیں ہوئی۔"
"ناشتے میں جو چائے تھی نا اس میں پتی کم پڑی ہوئی تھی۔ مجھے تو بالکل مزا نہیں
آیا۔" حسن فیروز نے کہا۔
"میں آپ کے لئے بہت عمدہ سی چائے بنواتی ہوں۔"
"ارے کہاں تکلیف کریں گی۔"
"نہیں کوئی بات نہیں ہے۔" حنا نے ملازمہ کو بلا کر چائے کے لئے کہا' حسن فیروز
حنا کو دیکھ رہا تھا پھر وہ بولا۔
"اس دوران آپ کو کبھی حویلی کے اندرونی حصے میں جاتے ہوئے نہیں دیکھا۔"
"نہیں کوئی خاص وجہ نہیں ہے۔"
"پھر بھی کوئی عام وجہ تو ہوگی۔"
"بس فاروق صاحب' برسوں سے یہاں ملازمت کرتے ہیں میرے یہاں آنے سے
بہت پہلے سے ان کی پرانی بیگم کے بھی کوئی بہت گہرے تعلقات نہیں تھے۔ بڑی حویلی
والوں سے اصل میں لوگ فاصلے رکھتے ہیں اور خیر یہ تو سچ ہے کہ فاروق صاحب حویلی کے
منتظم اعلیٰ ہی سہی' لیکن بہرحال ملازم ہیں' اب یہ عجیب بات ہے کہ ملازموں کی بیویاں
بھی' ملازمائیں ہی سمجھی جائیں' صاحب ظرف لوگ تو ایسا نہیں کرتے' لیکن ہر شخص میں

کوئی نہ کوئی کمی ہوتی ہے' میں تو عید' بقرعید پر بھی بڑی حویلی میں نہیں جاتی۔"
"کیوں؟"
"اب بھی پوچھنے کی گنجائش رہ گئی ہے۔"
"گنجائش تو ہے۔"
"میں سمجھتی ہوں نہیں ہے۔"
میں نے بے چینی سے اس کو دیکھا۔ میری خواہش تھی کہ اس وقت صرف میری
بات ہو۔ حنا نے کہا۔
"رانا صاحب بہت اچھے انسان ہیں اکثر یہاں بھی آجاتے ہیں فاروق کو تلاش کرتے
ہوئے لیکن ان کے انداز میں' میں نے کبھی غرور نہیں پایا۔ اب کیا کہوں اپنی زبان سے'
چھوڑیں۔"
"ارے واہ یہ کیا بات ہوئی' آپ سے ہماری دوستی ہوگئی ہے اگر دوستوں کو
دوستوں کے بارے میں کچھ نہ معلوم ہو تو لعنت ہے ایسی دوستی پر اور پھر بھلا ہم اس شخص
کی عزت کیوں کریں گے' جو آپ کی عزت نہ کرے' سوال ہی پیدا نہیں ہوتا آپ دیکھئے تو
سہی آگے کیا ہوتا ہے۔"
حنا' بدمعاش حسن کی باتوں سے متاثر ہوگئی تھی' کہنے لگی۔
"چھوڑیں چھوڑیں' آپ لوگوں کا پتا نہیں کیا قصہ ہے' کس کام سے یہاں آئے
ہیں' اپنا کام کریں' چند روز کے لئے آئے ہیں' پھر یہاں سے چلے جائیں گے اور میں یاد ہی
کرتی رہ جاؤں گی آپ لوگوں کو۔"
"ہم جہاں بھی رہیں گے آپ سے ملنے آتے رہیں گے حنا صاحبہ۔"
"میں کیا کروں۔ دنیا سے میرا یقین اس قدر اٹھ گیا ہے کہ اب تو سچی بات یہ ہے کہ
کسی کو دوست بنانے کو دل بھی نہیں چاہتا۔"
"وہ آپ کی مرضی ہے' زبردستی تو کوئی کسی کا دوست نہیں بنتا۔ چلو یار اٹھو غلط جگہ
آگئے ہیں۔" حسن نے کہا اور اپنی جگہ سے اٹھ گیا۔ حنا کا منہ حیرت سے کھلے کا کھلا رہ گیا
تھا۔
"یہ کیا شروع کردیا آپ نے' بھلا اس میں بھی کوئی ناراض ہونے والی بات ہے؟"
"ہے نا!" حسن نے کہا۔
"کیوں ہے' آپ نے مجھے اپنے بارے میں کچھ بتایا۔" حنا بولی۔

"خدا سے ڈریں' خدا سے ڈریں۔ میرا نام حسن فیروز ہے اور یہ گل مراد۔"

"بس۔"

"اور کچھ پوچھا آپ نے۔"

"یہاں کیسے آئے ہیں آپ۔"

"جاسوسی کرنے۔"

"کیا.........؟"

"جی ہاں جاسوس سمجھتی ہیں آپ.........؟"

"کس کی جاسوسی کرنے آئے ہیں.........؟"

"ایک واقعہ ہوا ہے اس حویلی میں........."

"کیسا واقعہ.........؟"

"آپ یہ بتایئے کہ کیا یہاں سے کچھ عرصے قبل رانا اختیار خلجی کی صاحبزادی ثانیہ خلجی گم ہوئی ہیں؟" حسن فیروز نے کہا اور میں نے حنا فاروق کے چہرے پر نگاہیں جما دیں۔ اس نے آہستہ سے کہا۔

"کچھ عرصے قبل کہہ رہے ہیں آپ' تقریباً ڈیڑھ سال ہوچکا ہے اس واقعہ کو........."

"ہم اسی واقعہ کا سراغ لگانے کے لئے یہاں آئے ہیں۔"

"ڈیڑھ سال کے بعد.........؟"

"جب بھی بلایا گیا' آپ نے پوچھا تھا نا کہ آپ یہاں کیسے آئے.........؟ ہم نے بتا دیا۔"

"تو آپ لوگ پولیس کے آدمی ہیں؟"

"نہیں۔"

"تو پھر آپ کا اس کیس سے کیا تعلق بنتا ہے؟"

"ہم پرائیویٹ جاسوس ہیں۔"

"تب تو بڑے خطرناک لوگ ہیں آپ۔"

"جائیں؟" حسن فیروز پھر اسی انداز میں اٹھتا ہوا بولا۔ اور حنا ہنس پڑی۔

"بیٹھئے' بیٹھئے۔"

"اچھا اب جب یہ بات نکل ہی آئی ہے تو اس موضوع پر تھوڑی سی بات کرہی لی

جائے اور اس موضوع پر گفتگو کرنے کے لئے میں دعوت دیتا ہوں جناب گل مراد کو۔ اصل میں سنجیدہ پہلوؤں کے انچارج یہی ہیں' مسٹر گل مراد۔" حسن نے مسکراتے ہوئے کہا اور حنا فاروق ایک بار پھر ہنس پڑی تھی لیکن میں نے سنجیدگی سے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

"محترمہ حنا اب بات آپ کے کانوں تک پہنچ ہی گئی ہے تو سنجیدگی سے ہماری مدد کیجئے گا۔" میرے لہجے کی سنجیدگی پر حنا بھی سنجیدہ ہوگئی۔ پھر مدہم لہجے میں بولی۔

"آپ یقین کیجئے کہ اس سلسلے میں' میں شاید ہی آپ کو کچھ بتا سکوں' پھر بھی آپ مجھے بتایئے آپ کیا معلوم کرنا چاہتے ہیں۔"

"پہلا سوال یہ ہے کہ رانا اختیار خلجی صاحب کے ان کی بیگم محترمہ سلمٰی خلجی کے ساتھ کیسے تعلقات ہیں؟"

"جہاں تک میرا خیال ہے رانا صاحب ایک پُروقار شخصیت کے مالک ہیں اپنے معاملات نہایت خوش اسلوبی سے سنبھال لیتے ہیں لیکن جہاں تک محترمہ سلمٰی خلجی کا سوال ہے۔ ان کا خاندان بھی ایک بڑا خاندان ہے۔ ہاں ایک چھوٹی سی بات اگر آپ کے لئے کارآمد ہو تو وہ یہ کہ سلمٰی خلجی کے خاندان کے تعلقات محترم رانا خلجی کے خاندان سے شروع سے ہی بہتر نہیں تھے اور نہ ہی بہتر ہیں' بس ایک کشمکش ہے ہلکی سی' سوائے کچھ کرداروں کے جو ان لوگوں سے ملتے جلتے ہیں' ورنہ زیادہ میل جول بھی نہیں ہے۔"

"گڈ۔ تو کیا ان تعلقات کی خرابی کی بنیاد پر محترمہ سلمٰی خلجی بھی اپنے اہل خاندان سے نہیں ملتیں؟"

"ہاں......... اور وہ صرف شوہر پرستی کی بنیاد پر نہیں ہے اصل میں والدین تو ہیں نہیں بیگم خلجی کے' کچھ بھائی بہن ہیں' لیکن وہ بھی سب اپنی اپنی زندگی میں مست۔ پھر بات رانا خلجی ہی کی نہیں بلکہ سلمٰی سے بھی ان کے تعلقات بہتر نہیں ہیں۔ یہ تذکرہ میں کسی خاص وجہ سے نہیں کر رہی بلکہ دو جاسوسوں کو مدد دے رہی ہوں۔"

"بہت عمدہ بات ہے بڑی کارآمد' ویسے آپ بتا سکتی ہیں کہ اس خاندان کے کتنے کردار ہیں۔"

"سوال ہی نہیں پیدا ہوتا' صرف سنا ہے اور کچھ نہیں۔"

"اور رانا صاحب کی ایک ہی اولاد تھی یعنی ثانیہ۔"

"جی ہاں۔"

"کس طرح کی لڑکی تھی۔"

"بہت ہی اچھی، خوش اخلاق، ملنسار، ماں کی طبیعت سے بہت مختلف، بہت ہی حسین۔ ماں اگر اس پر کچھ پابندیاں لگاتی بھی تھی تو کم از کم دل سے انہیں پسند نہیں کرتی تھی۔"

"آپ سے کیسے تعلقات تھے۔" میں نے سوال کیا اور حنا فاروق سنجیدہ ہو گئی۔ کچھ دیر خاموش رہی پھر بولی۔

"یونہی بس، رسمی سی سلام دعا تھی۔ حالانکہ شروع میں وہ دو تین بار میرے پاس آئی بعد میں اس پر پابندی لگا دی گئی۔"

"کیوں؟" میں نے سوال کیا۔

"اس کا جواب میں نہیں دے سکتی۔"

"اوہ، آپ کا لہجہ بتاتا ہے کہ اس کے پس منظر میں کوئی خاص بات تھی۔"

"بالکل خاص بات نہیں تھی۔ اب میں یہ نہیں کہہ سکتی کہ میری شکل وصورت کیسی ہے اللہ نے جو کچھ بنا دیا اس پر ہمیشہ اس کا شکر ادا کرتی رہی ہوں کہ بدشکل نہیں ہوں اور نا ہی میں نے کبھی اپنے آپ کو خوبصورت سمجھا۔ اب جب بات اس قدر کھل ہی گئی ہے تو اس اعتماد کے ساتھ میں آپ سے یہ بات کر رہی ہوں جیسے اپنے قریبی رازداروں اور گہرے دوستوں سے کہہ رہی ہوں۔ اصل میں بیگم خلجی خود پرست ہیں خود ستائی کی مریضہ ہیں، ان کے سامنے انہی کی تعریف کی جاتی رہے تو وہ خوش رہتی ہیں اور دوسرے کو ان کی توجہ اور دلچسپی حاصل رہتی ہے ورنہ دوسری صورت میں وہ کسی کو بھی اپنی ناپسندیدہ شخصیت قرار دے سکتی ہیں اور شاید مجھ سے فاصلے اسی بنیاد پر ہوئے۔ کسی بدبخت نے اس کے سامنے میری تعریف کر دی تھی بس ذہنی طور پر وہ مجھ سے کھنچ گئیں اور بے چاری ثانیہ کو بھی مجھ سے زیادہ نہ ملنے دیا گیا۔"

"ہوں تو یہ مسئلہ ہے۔"

"جی ہاں چاہیں تو اس میں بھی میرا مذاق اڑا لیں۔"

"نہیں آپ کیسی باتیں کر رہی ہیں حنا۔" چونکہ اس ڈپارٹمنٹ کا انچارج مجھے بنایا گیا ہے اس لئے کم از کم اس میں حسن کی مداخلت کی کوئی گنجائش نہیں ہے، اور میں سنجیدگی سے ہی آپ سے سارے سوالات کروں گا۔"

حسن حیرت انگیز طور پر خاموش تھا ان الفاظ پر بھی اس نے کسی ردعمل کا اظہار

نہیں کیا تھا۔ تھوڑی دیر تک خاموشی رہی۔ پھر میں نے کہا۔

"کیا کسی بھی شکل میں ثانیہ اور بیگم صاحبہ کے درمیان کوئی ایسی بات ہوئی جس کی وجہ سے بیگم صاحبہ نے اپنی بیٹی کو ناپسند کیا ہو۔"

"خدا کی قسم ایسی کوئی بات میرے علم میں نہیں ہے۔"

"ثانیہ کی گمشدگی کے بعد کیا کیفیت رہی؟"

"بھرپور سوگ منایا گیا۔ بیگم صاحبہ اور رانا صاحب دیوانوں کی طرح ثانیہ کی تلاش میں مصروف رہے۔ میرا خیال ہے لاکھوں روپیہ خرچ کردیا گیا، ہر طرح کی کوششیں کی گئیں، مہینوں حویلی میں پولیس کیمپ لگا رہا، جس علاقے میں یہ واقعہ ہوا تھا، وہاں بھی کوششیں کی گئیں لیکن کوئی نتیجہ نہیں نکلا۔ پھر گزرنے والا وقت کم از کم اتنی تسلی تو دے دیتا ہے انسان کو کہ وہ پرسکون ظاہر کرسکے اپنے آپ کو، چاہے وہ پرسکون ہو یا نہ ہو۔"

"ایک بات بتائیے حنا صاحبہ۔"

"جی پوچھئے۔"

"بیگم خلجی ماں ہیں، لیکن میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ ان کی نسبت رانا اختیار بیٹی کے لئے زیادہ غمزدہ ہیں اس کی کیا وجہ ہو سکتی ہے۔"

"اصل میں سلمٰی خلجی بہت زیادہ مضبوط اعصاب کی خاتون ہیں، جبکہ رانا صاحب سادہ لوح آدمی ہیں، بس اس کے علاوہ اور کیا کہا جاسکتا ہے۔"

"اب آجائیے رحمان شاہ خلجی کی طرف۔ اس شخص کے بارے میں سنا ہے کہ وادی ہنگاریہ کی جنگلی زندگی میں اس کا بڑا کام ہے۔"

"سیدھی سیدھی بات کہیں آپ، رحمان خلجی فاریسٹ آفیسر ہے، بہت ہی اچھی طبیعت کا انسان، ملنسار، خوش اخلاق اس کا اپنا بھی پورا خاندان ہے اور وہ وہاں بڑے سکون سے رہتا ہے، ان سب لوگوں سے بہت اچھے تعلقات ہیں اس کے۔ یہاں تک کہ جب کبھی یہاں آتا ہے تو ہم لوگوں کے لئے بھی تحفے تحائف لاتا ہے، بہت ہی اچھا ہے حالانکہ رانا صاحب کا سوتیلا بھائی ہے لیکن پھر بھی۔"

"ہاں یہ پوائنٹ ذرا اہمیت رکھتا ہے۔ کیا رانا صاحب کی سوتیلی ماں زندہ ہیں۔"

"ہاں زندہ ہیں۔"

"والد تو مرچکے ہیں۔"

"بہت عرصہ ہوا۔"

"سوتیلی ماں اور رانا اختیار کے درمیان تعلقات کیسے ہیں۔"

"بالکل نہیں ہیں۔"

"یعنی؟"

"وہ یہاں کبھی نہیں آتیں۔"

"رانا اختیار کبھی وہاں جاتے ہیں۔"

"نہیں رانا اختیار بھی بہت مصروف رہتے ہیں۔ شاید ایک آدھ بار ہی وہاں گئے ہوں۔ یا پھر اس دوران میرا مطلب ہے سال ڈیڑھ سال پہلے ان ہنگامہ آرائیوں میں شریک رہے ہیں وہ۔"

"رانا رحمان خلجی کی بیوی یہاں آتی ہے۔"

"ہاں۔ بہت ہی خوبصورت اور بے حد خوش مزاج عورت ہے اس کا بھی چھوٹا سا خاندان ہے جس کے افراد وہاں رہتے ہیں۔"

"آپ کبھی وادی ہنگاریہ گئی ہیں؟"

"نہیں میرا بھلا وہاں کیا کام' میں بتا چکی ہوں کہ میں ایک ملازم کی بیوی ہوں۔" حنا نے جواب دیا اور اس کے بعد میرے پاس پوچھنے کے لئے اور کچھ نہیں تھا چنانچہ میں نے حسن فیروز کی طرف دیکھا اور بولا۔

"انچارج صاحب آپ کی طرف سے کوئی اور سوال؟"

"نہیں۔ میرا خیال ہے حنا صاحبہ نے جس قدر معلومات انہیں حاصل تھیں ہمیں فراہم کردی ہیں اس سے زیادہ انہیں تکلیف دینا مناسب نہیں ہے۔"

"ارے یہ تو بالکل سنجیدہ ہوگئے۔"

"ہاں کھوڑے میں تکلیف ہو رہی ہے۔"

"کھوڑا؟"

"پھوکڑی کا کھوڑا۔" اس نے جواب دیا اور اپنی جگہ سے اٹھ گیا۔ حنا آوازیں ہی دیتی رہ گئی تھی لیکن وہ باہر نکل گیا تھا۔ جب میں بھی جانے کے لئے اٹھا تو حنا نے کہا۔

"سنئے گل مراد صاحب۔" میں رک گیا تو وہ بولی۔

"کیا واقعی انہیں برین ٹیومر ہے؟"

میں نے ایک لمحے کے لئے حنا کا چہرہ دیکھا اور پھر مسکرا کر بولا۔ "ایک تصوراتی کھوڑا' جسے وہ پھوڑا نہیں بلکہ کھوڑا کہتا ہے اور کھوپڑی کو پھوکڑی' پتا نہیں یہ مرض

اسے کیسے لاحق ہوا لیکن اچھا انسان ہے میں چلتا ہوں حنا صاحبہ یقیناً آپ سے پھر ملاقات ہوگی۔"

"دیکھئے میں کوئی بری عورت نہیں ہوں لیکن میری اور میرے شوہر کی عمر میں جو فرق ہے اس میں تھوڑا سا مزاج کا فرق بھی شامل ہے آپ لوگ پلیز جب تک یہاں ہیں اگر کبھی فاروق نہ ہوں تو بغیر بلائے آجایا کریں آپ سے باتیں کرکے بہت اچھا لگتا ہے۔"

"ضرور!" میں نے کہا اور پھر تیزی سے باہر نکل آیا حسن فیروز زیادہ دور نہیں تھا لیکن اس وقت اس پر سنجیدگی کا دورہ پڑا ہوا تھا۔

ہم لوگ خاموشی سے اپنی رہائش گاہ میں واپس آگئے اس دوران ہمارے درمیان کوئی گفتگو نہیں ہوئی تھی۔ پھر اسی رات کو ڈنر کے بعد رانا اختیار اچانک ہی ہمارے کمرے میں آگیا جب کہ ڈنر پر وہ موجود نہیں تھا اور ہم لوگوں نے ڈنر تنہا اپنے کمرے میں ہی کیا تھا۔ بیگم بھی موجود نہیں تھیں۔ نہ ہم نے ان کے بارے میں کوئی چھان بین کی تھی۔ اندر داخل ہونے کے بعد رانا اختیار خلجی نے خود ہی دروازہ اندر سے بند کردیا تھا۔ ہم دونوں اس کے لئے کھڑے ہوگئے تھے تو اس نے کہا۔

"بیٹھو پلیز میری بات چیت ہوئی ہے آج ہی کرنل ہمایوں سے۔ کرنل صاحب نے بڑا دلاسا دیا ہے مجھے اور گل مراد' خاص طور سے تمہاری بڑی تعریفیں کی ہیں۔" رانا اختیار خلجی بے تکلفی سے بولا۔

خیر میں تمہارا زیادہ وقت نہیں ضائع کروں گا جو کہنا چاہتا ہوں اس کو فوراً ہی کہہ دینا مناسب ہے کیونکہ اس کے بعد ممکن ہے کچھ رکاوٹیں برداشت کرنی پڑیں سمجھ رہے ہو نا تم۔"

"جی!" میں نے آہستہ سے کہا۔

"جیسا کہ میں نے تمہیں ثانیہ کے بارے میں بتایا اصل میں بار بار ایسے شواہد ملتے رہتے ہیں جن سے یہ علم ہوتا ہے کہ ثانیہ زندہ سلامت ہے جن لوگوں نے اسے اپنے قبضے میں کر رکھا ہے ان کے مقاصد بھی سامنے نہیں آتے۔ اگر دولت کے حصول کی بات ہوتی تو میں اپنی اوقات کے مطابق وہ سب کچھ ادا کرنے کو تیار ہوں جو اس کے عوض طلب کی جائے لیکن ایسی بھی کوئی بات سامنے نہیں آتی واقعات اس قدر پُراسرار نوعیت کے ہیں کہ کوئی بھی شخص فیصلہ کرنے میں ناکام رہے گا۔"

"جناب کچھ ایسے سوالات ذہن میں آجاتے ہیں جن کا کرنا ایک مشکل عمل ہے۔"

میں نے کہا۔

"میں جانتا ہوں' وہ سوالات کیا ہوں گے لیکن میں تمہیں ترتیب کے ساتھ تفصیلات خود بتائے دے رہا ہوں اور یقینی طور پر تمہیں ان تفصیلات کا علم ہونے کے بعد صورت حال کا صحیح اندازہ ہو جائے گا۔"

"جی۔"

"دیکھو میں اس وقت کسی بھی شخصیت کو اس سلسلے میں مشکوک قرار نہیں دے رہا بلکہ یوں سمجھ لو کہ اگر کسی مخصوص شخصیت پر مجھے شک ہوتا تو میں اتنا نرم انسان نہیں ہوں کہ اس کے لئے کسی دوسرے سے مدد طلب کرتا اپنے معاملات میں عموماً خود ہی نمٹ لیا کرتا ہوں حالانکہ کبھی کسی کے خلاف کوئی بڑا قدم اٹھانے کی ضرورت پیش نہیں آئی لیکن پھر بھی بہرحال یہ سارا سلسلہ ایسا ہے کہ اگر میرے علم میں آجاتا تو میں آسانی سے برداشت نہیں کرسکتا تھا۔ اٹھارہ مہینے ہوگئے' پورے اٹھارہ مہینے میری بیٹی کو مجھ سے جدا ہوئے اور میں برداشت کر رہا ہوں اپنے طور پر میں نے جو کوششیں ہو سکتی تھیں کر ڈالی ہیں اور ان میں کوئی کسر نہیں چھوڑی میں انتہا پر بھی اتر سکتا ہوں لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کوئی ٹارگٹ تو ہو کس کے خلاف قدم اٹھاؤں یہ بات بالکل سمجھ میں نہیں آتی۔"

"آپ نے ابھی کہا کہ آپ پورے وثوق کے ساتھ ثانیہ خلجی کی زندگی کے بارے میں پُرامید ہیں۔"

"ہاں۔"

"وجہ؟"

"وجہ زبانی ہی بتائے دیتا ہوں عملی طور پر تم جو چاہو مجھ سے وہ سوال کرسکتے ہو۔ بات جیسا کہ تمہارے علم میں آئی کہ ثانیہ اپنے چچا رحمان شاہ کے پاس گئی تھی اور وہاں رحمان شاہ کے خاندان کے ساتھ اسے کسی قبیلے کے لوگوں نے اغوا کرلیا تاوان کی ادائیگی کے بعد بقیہ افراد تو چھوڑ دیئے گئے لیکن ثانیہ نہیں مل سکی۔"

"ہاں یہ تمام تفصیلات میرے علم میں آچکی ہیں۔"

"میں نے سرکاری پیمانے پر بھی بہت کچھ کیا ہے اور قبائلی علاقوں میں ہمارے پولیٹیکل ایجنٹ تمام سرکردہ لوگوں سے رابطے قائم کرچکے ہیں وہاں جو قبائل آباد ہیں ان کے سرداروں سے گفتگو کی جاچکی ہے لیکن ثانیہ کے بارے میں کوئی خبر نہیں مل سکی۔"

کیا اس سلسلے میں کوئی مشترکہ عمل نہیں ہوسکتا۔" میں نے سوال کیا۔

"تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ جرگوں کے سرداروں نے اس مسئلے کو چھپایا۔"

"ممکن ہے۔"

"نہیں میں نے ایسے لوگوں کا سہارا بھی لیا جن کی صدیوں کی دشمنی چلی آرہی ہے ان سے بھی کچھ پتا نہیں چل سکا۔"

"کیا یہ ممکن نہیں ہوسکتا کہ ثانیہ صاحبہ اس علاقے میں اغوا ہوئی ہوں اور اس کے بعد کسی شکل میں اس علاقے ہی سے نکل گئی ہوں۔" میرے اس سوال پر رانا اختیار خلجی خاصی دیر تک خاموش رہا پھر بولا۔

"بہت سی باتیں ابھی ایسی ہیں جو تمہیں بتانا ضروری ہیں۔"

"جی میں انتظار کر رہا ہوں۔"

"پہلی بات تو یہ کہ اب سے تقریباً ڈھائی ماہ قبل ایک ایسا واقعہ ہوا ہے جو حیران کن ہے لیکن ناممکن نہیں۔ شہر میں ایک جوہری ہے جو یوں سمجھ لو کہ قیمتی زیورات اور ہیروں وغیرہ کا ان علاقوں میں سب سے بڑا سوداگر ہے۔ دنیا کے کئی ملکوں سے اس کا کاروبار چلتا ہے۔ جب بھی کوئی قیمتی چیز اس کے پاس آتی ہے وہ اسے لے کر چنار پور ضرور آتا ہے مجھے دکھاتا ہے میری بیوی اور خصوصاً ثانیہ ہیروں کی بڑی شوقین ہے۔ تھوڑے عرصے پہلے یعنی ثانیہ کے اغوا سے کوئی ایک سال پہلے ایک بہت ہی خوبصورت انگوٹھی جو شاید فرانس کی بنی ہوئی تھی اور اس میں ایک ایسا حسین بے داغ ہیرا جڑا ہوا تھا جو اپنی نوعیت کا منفرد تھا اس جوہری کے پاس آئی اور اس نے انگوٹھی مجھے دکھائی۔ میں نے وہ انگوٹھی اس سے خرید لی اور اسے ثانیہ کی سالگرہ کا تحفہ دے دیا رحمان شاہ کے پاس جاتے ہوئے انگوٹھی ثانیہ کے پاس ہی تھی لیکن ڈھائی ماہ پہلے یہ انگوٹھی پھر اس جوہری کے پاس آئی جس نے اسے میرے ہاتھ فروخت کیا تھا۔"

"اوہ۔" میں نے آہستہ سے کہا۔

"جوہری نے اس انگوٹھی کو پہچان لیا وہ مجھے اچھی طرح جانتا ہے جو شخص اسے بیچنے آیا تھا وہ بھی اس حیثیت کا مالک نہیں تھا کہ اس کے پاس اتنی قیمتی انگوٹھی موجود ہوتی اس کے علاوہ وہ انگوٹھی کی ملکیت کے بارے میں ٹھیک طور سے بتا بھی نہ سکا جوہری نے انگوٹھی رکھ کر اسے تھوڑی سی رقم ایڈوانس کے طور پر دے دی اور اس سے کہا کہ بقیہ رقم دوسرے دن لے جائے پھر اس نے مجھے خبر کردی اور میں پہنچ گیا یہ شخص ہنگاریہ کے نواح کا ایک باشندہ تھا اور اس نے یہ انگوٹھی ایک پہاڑی باشندے سے خریدی تھی۔"

"پہاڑی باشندے سے؟"

"ہاں اور بہت سستی قیمت پر۔ پھر وہ یہاں بیچنے آیا تھا۔"

"انگوٹھی سوفیصد وہی تھی۔"

"بالکل۔" رانا اختیار خلجی نے جواب دیا۔

"جو شخص اس انگوٹھی کو بیچنے آیا تھا اس سے اس پہاڑی شخص کے بارے میں کوئی بات معلوم ہو سکی آپ کو؟"

"نہیں' اس نے یہ بتایا تھا کہ وہ وادی ہنگاریہ کا ایک پہاڑی باشندہ تھا جو اس انگوٹھی کو بیچنے کے لئے آبادی میں آیا تھا اور بہت تھوڑی سی قیمت وصول کرنے کے بعد چلا گیا بعد میں اس شخص نے اپنے کسی بزرگ کو یہ انگوٹھی دکھائی تو اس نے کہا کہ انگوٹھی میں تو ایک قیمتی ہیرا جڑا ہوا ہے اور اس انگوٹھی کو فروخت کرنے کے لئے شہر جانا ہی مناسب ہو گا چنانچہ وہ انگوٹھی بیچنے چلا آیا اور پھر اس جوہری کے پاس ہی پہنچا تھا۔"

"کیا آپ نے اس سلسلے میں پولیس سے رابطہ قائم کیا؟" میں نے سوال کیا۔

"اور رانا اختیار گہری سوچ میں ڈوب گیا۔ پھر کچھ دیر کے بعد بولا۔ "اصل میں ہم اس مسئلے کو بہت زیادہ آگے بڑھانا نہیں چاہتے تھے تمہیں صورت حال کو سمجھنا چاہئے ویسے ثانیہ کے اغواء کے سلسلے میں پولیس سے وہ قانونی رابطے تو مسلسل رہے تھے جو اصولی طور پر ہونے چاہئے تھے لیکن پھر ہم نے بعد میں اپنی ساکھ سنبھالنے کے لئے مختلف قسم کی کہانیاں گھڑلی تھیں اور لوگوں کو یہ بتادیا تھا کہ ہماری غلط فہمی نے یہ کہانی تراشی' ورنہ ثانیہ خلجی اپنے چچا کے پاس سے کسی اور سہیلی کے ساتھ ملک سے باہر چلی گئی ہے اور کچھ عرصے کے بعد واپس آجائے گی۔"

"لیکن مسئلہ یہ ہے جناب کہ آپ لوگوں نے یہ پراسرار طریقہ کار کیوں اختیار کیا؟ ظاہر ہے آپ کی اکلوتی بیٹی اس طرح سے اغوا ہو گئی ہے اور اصولی طور سے آپ کو اس سلسلے میں اپنے اختیارات سے فائدہ اٹھا کر تمام تر سرکاری مشینری کو حرکت میں لے آنا چاہئے تھا۔"

"اصل میں ایک عجیب بات ہے دل میں جو تمہیں بتانا نہیں چاہتا تھا۔" رانا اختیار خلجی نے الجھے ہوئے لہجے میں کہا اور میں رانا اختیار خلجی کو عجیب سی نگاہوں سے دیکھنے لگا ساتھ ہی ساتھ میری نظریں حسن فیروز کی جانب اٹھ گئی تھیں میں جانتا تھا کہ میں تو ٹھنڈے دماغ کا آدمی ہوں لیکن حسن فیروز رانا اختیار کے ان الفاظ کو برداشت نہیں کر

پائے گا اور میں نے اس کے چہرے پر ایسے ہی تاثرات محسوس بھی کر لئے لیکن اس سے پہلے کہ وہ کچھ بولے میں نے خود ہی کہا۔

"دیکھئے رانا صاحب آپ نے کرنل ہمایوں پر اعتماد کیا ہے تو پھر آپ یوں سمجھ لیجئے کہ اس سلسلے میں کوئی بات چھپانے کی کوشش نہ صرف ہماری بلکہ کرنل صاحب کی بھی توہین ہوگی اور میں سمجھتا ہوں کہ آپ نے ہمیں کم از کم توہین کرنے کے لئے یہاں نہیں بلایا۔"

"اوہو نہیں میرے بچو نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے براہ کرم اگر میری زبان سے کچھ ایسے الفاظ نکل جائیں جو تمہیں ناگوار گزریں تو تم ان کے لئے مجھے معاف کردینا کیونکہ میں آج بھی ذہنی طور پر منتشر ہوں۔"

"نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے رانا صاحب لیکن کچھ باتیں وضاحت طلب ہوتی ہیں۔"

"میں جانتا ہوں یہ بات میں اچھی طرح جانتا ہوں۔"

میں نے محسوس کیا ہے کہ ثانیہ خلجی کے بارے میں تذکرہ کرتے ہوئے آپ کے لہجے اور آواز میں ایک رقت پیدا ہو جاتی ہے اور یوں محسوس ہوتا ہے کہ جیسے آپ ان کی جدائی سے سخت دلبرداشتہ ہوں لیکن اس کے برعکس محترمہ سلمٰی خلجی زیادہ متاثر نہیں معلوم ہوتیں جب کہ یہ بات ہمارے علم میں آچکی ہے کہ وہ ان کی سگی ماں ہیں۔"

ان الفاظ پر رانا اختیار خلجی کچھ لمحوں کے لئے سوچ میں ڈوب گیا پھر آہستہ سے بولا۔

"میری نسبت سلمٰی بہت مضبوط اعصاب کی مالک ہے اور بیٹی کے لئے اس کے دل میں ایک غلط فہمی بھی ہے۔"

"غلط فہمی۔"

"ہاں۔"

"کیسی غلط فہمی؟"

میں نے سوال کیا تو رانا اختیار خلجی کی چہرے کی ہچکچاہٹ یہ بتانے لگی کہ وہ آگے کے الفاظ ادا کرنے میں کچھ دقت محسوس کر رہا ہے پھر اس نے کہا۔

"اصل میں سلمٰی کا خیال ہے کہ اس گمشدگی میں ممکن ہے خود ثانیہ کی اپنی مرضی کا بھی کوئی نہ کوئی دخل ہو اور وہ ہم سے دور رہنے کی خواہش مند ہو۔"

"یعنی؟" میں نے حیران لہجے میں کہا۔

کچھ دیر کے بعد رانا اختیار خلجی نے کہا۔

"بہت سی باتیں ایسی ہوتی ہیں بیٹے جسے بتانا کسی طور ممکن نہیں ہوتا حالانکہ انسان اسے چھپانے کا خواہش مند بھی نہیں ہوتا۔ میں تم سے معافی چاہتا ہوں کہ بعض معاملات میں میری زبان خاموش ہی رہے گی۔"

"لیکن رانا صاحب اس طرح تو ہمیں ہمارے اپنے کام میں بہت دقت پیش آئے گی۔"

"دیکھو ایک کام کرو۔"

"جی۔"

"کیا تم وادی ہنگاریہ جانا پسند کرو گے؟"

"یہ کرنل ہمایوں پر منحصر ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"لیکن کرنل نے تو مجھ سے یہ کہا ہے کہ وہ جن افراد کو بھیج رہا ہے انہوں نے انہیں مکمل اختیارات دے دیئے ہیں اور فیصلہ انہی کو کرنا ہے۔"

"ہم فیصلہ تو اسی وقت کرسکتے ہیں نا جناب جب ہمیں تمام تر صورت حال کا علم ہوجائے۔"

"ہاں، بس کچھ ایسے شکوک و شبہات ہیں جن کے بارے میں ہمارے پاس کوئی صحیح نام یا الفاظ نہیں ہیں جہاں تک رحمان شاہ کا تعلق ہے تو تم یہ سمجھ لو کہ رحمان شاہ ہر طرح سے قابل اعتماد ہے اور جس قدر ہم لوگ پریشان ہیں اس سے کہیں زیادہ خود رحمان شاہ پریشان ہے اور اس سلسلے میں اس نے اپنے اختیارات سے فائدہ اٹھا کر جتنا ممکن ہوسکتا ہے، کیا ہے لیکن وہ ابھی تک ناکام رہا ہے حالانکہ کرنل ہمایوں سے رابطہ صرف میرا اپنا رہا ہے رحمان شاہ کو اس بارے میں، میں نے کوئی تفصیل نہیں بتائی اور اس کی وجوہات یہی تھی کہ پہلے میں تم لوگوں سے گفتگو کرلینا چاہتا تھا۔ میں تو پھر بھی ثانیہ کے لئے افسردہ ہوں اور میں نے تھوڑی سی گنجائش رکھی ہے کہ ثانیہ کو مکمل طور پر ہی اس کے لئے مجرم قرار نہ دوں، ہوسکتا ہے یہ صرف ہماری غلط فہمی ہو۔"

"یعنی آپ کا مطلب ہے کہ اٹھارہ ماہ کی اس گمشدگی میں محترمہ ثانیہ کی اپنی مرضی کا دخل بھی ہوسکتا ہے۔"

"کم از کم میں اس بات سے اتفاق نہیں کرتا۔"

"کیوں؟"

"اس لئے کہ ثانیہ کو میں شاید اس کی ماں سے بہتر جانتا ہوں وہ بہت ہی نفیس طبیعت کی مالک ہے اس کے اندر حماقت کے جراثیم بالکل نہیں ہیں۔"

"حماقت کے جراثیم؟"

"ہاں مستقبل کے بارے میں سوچ سمجھ کر فیصلے کرنے کی عادی ہے وہ۔"

"تو پھر؟"

"اگر یہ کہا جائے کہ اس نے ذہنی طور پر وہاں کی رہائش کو قبول کیا ہے یا کسی ایسی کیفیت میں مبتلا ہوگئی ہے جسے فی زمانہ تم عشق و محبت کی جہالت کہہ سکتے ہو تو کم از کم میں اس بات کو تسلیم نہیں کرتا۔"

"کیا اس بات کے امکانات ہیں؟"

"میری نگاہ میں بالکل نہیں۔"

"کوئی شک؟"

"یقین کرو کوئی نہیں۔"

"پھر محترمہ سلمیٰ خلجی کو اس بات کا شبہ کیوں ہے؟"

"بس عورت کی حماقت۔"

"کوئی وجہ تو ہوگی اس کی؟"

"بظاہر کوئی وجہ نہیں ہے وہ کہتی ہے کہ اگر ثانیہ نے ہمیں اپنی مرضی سے چھوڑا ہے تو ہم کیوں اس کے لئے دیوانگی کا شکار ہوں۔"

"معاف کیجئے گا رانا صاحب کہ یہ عجیب بات نہیں ہے کہ ایک ماں اپنی بیٹی کی جانب سے اتنی لاپرواہ ہوجائے؟ دو ہی صورتیں ہوسکتی ہیں یا تو سلمیٰ خلجی کو اس بارے میں کوئی مکمل شبہ ہو کہ ایسی کوئی بات ہے یا پھر......... مگر......... اس کے لئے فیصلہ کن الفاظ وہی ادا کرسکتی ہیں۔"

"تم یقین کرو بعض اوقات میں خود حیران رہ جاتا ہوں اور مجھے یقین نہیں آتا کہ سلمیٰ نے اس طرح اپنی بیٹی کے لئے دل کے دروازے بند کرلئے ہیں بلکہ جب کبھی میں اپنی بیٹی کے لئے افسردہ ہوتا ہوں تو سلمیٰ کا موڈ خراب ہوجاتا ہے۔"

"تب تو پھر رانا صاحب ایک اہم مسئلہ یہیں پیدا ہوجاتا ہے ہمارے لئے۔"

"کیا اہم مسئلہ؟"

"پہلے تو ہمیں یہ معلوم کرنا ہوگا کہ محترمہ سلمیٰ خلجی کا یہ رویہ اپنی بیٹی کے سلسلے میں

کیوں ہے؟" رانا اختیار خلجی کے چہرے پر ایک لمحے کے لئے جھنجلاہٹ کے آثار نظر آئے اور پھر اس نے کہا۔

"بے شک تم لوگ کرنل ہمایوں کے کہنے سے یہاں آئے ہو اور لازمی عمل ہے کہ کرنل ہمایوں نے کسی بے کار انسان کو یہاں نہیں بھیج دیا ہوگا لیکن بعض معاملات ایسے ہوتے ہیں جن میں بہت زیادہ کرید مناسب نہیں ہوتی۔"

"اور اگر انسان کو اپنی سوچ کے لئے بہتر راستے نہ ملیں تو پھر وہ کام خوش اسلوبی سے نہیں کرسکتا۔ آپ کرنل ہمایوں صاحب سے یہ کہہ سکتے ہیں کہ آپ نے ہم لوگوں کو اس قابل نہ سمجھ کر یہاں سے واپس کردیا۔"

"کیا مطلب؟" رانا اختیار نے چونک کر مجھے دیکھا۔

"دیکھئے میں نہیں جانتا کہ کرنل صاحب کے اور آپ کے کیا معاملات ہیں اور آپ نے کرنل صاحب کو اپنے ذاتی معاملات میں مداخلت کا کتنا حق دے رکھا ہے لیکن کم از کم میں اس بات کو تسلیم نہیں کرتا جب تک کہ مجھے تمام صورت حال کا اندازہ نہیں ہوجائے گا میں اپنے طور پر اس کام کو شروع کرنے کی ذمے داری نہیں لے سکتا۔"

"تو تم چاہتے کیا ہو؟"

"پہلے مجھے محترمہ سلمٰی سے کم از کم یہ بات معلوم ہونی چاہئے کہ اپنی بیٹی کے لئے ان کے دل میں کیا خیالات ہیں؟"

"اور تم یہ بات معلوم کرسکو گے؟" رانا اختیار خلجی نے طنزیہ انداز میں کہا۔

"مطلب؟"

"مطلب یہ کہ جو بات میں اس سے آج تک نہیں معلوم کرسکا تم کیسے معلوم کرسکو گے۔"

"ہاں رانا صاحب یہ بات قابل غور ہے۔" میں نے کہا اور رانا گہری سوچ میں ڈوب گیا کچھ لمحے سوچتا رہا اور پھر میری طرف دیکھ کر مسکرایا اور بولا۔

"اس کے باوجود اگر تم اس سے کچھ معلوم کرسکتے ہو تو میں تمہیں اس کی اجازت دیتا ہوں۔ اپنے طور پر تم کوشش کرسکتے ہو لیکن میں اس سلسلے میں تمہاری کوئی مدد نہیں کرسکوں گا۔"

"آپ اتنی مدد تو کرسکتے ہیں کہ مجھے اپنے طور پر معلومات حاصل کرنے کی اجازت دے دیں۔"

"ٹھیک ہے۔"

"اس میں کچھ وقت بھی لگ سکتا ہے۔"

"میں جانتا ہوں لیکن ظاہر ہے اٹھارہ ماہ سے صبر کررہا ہوں۔"

"اس کے باوجود ہم وعدہ کرتے ہیں اس بارے میں کہ جس قدر جلد ممکن ہوسکے گا اپنا کام سرانجام دیں گے۔"

"آہ کاش تم لوگ ہی میری بچی کا کچھ سراغ لگا سکو میں نہیں جانتا کہ سلمٰی کے دل میں کیا ہے؟ لیکن بہرحال کوئی ذریعہ ایسا بھی نہیں ہے جس سے میں اپنے طور پر کچھ معلوم کرسکوں۔" میں نے محسوس کیا کہ رانا اختیار خلجی اپنی بیوی کے سامنے ایک بے بس آدمی ہیں اور بہرحال کچھ حقیقتیں ایسی ہوتی ہیں جنہیں بحالت مجبوری تسلیم کرنا پڑتا ہے اور رانا اختیار خلجی کسی بھی حیثیت کا مالک ہو لیکن وہ اس حقیقت کو تسلیم کرتا ہوا نظر آتا تھا کچھ دیر کے بعد اس نے کہا۔

"مجھ سے کچھ اور معلوم کرنا چاہتے ہو؟"

"فی الحال نہیں رانا صاحب آپ کی اجازت سے ہمیں یہاں تھوڑا سا کام کرنا ہوگا۔"

"دیکھو میں چاہتا تھا کہ تم اگر ان تمام معاملات کو معلوم کرنے کے بعد وادی ہنگاریہ روانہ ہوجاؤ تو زیادہ بہتر رہے گا رحمان شاہ میری ہدایت پر تم سے پورا پورا تعاون کرے گا تمہیں تمام حقیقتوں کا علم ہوجائے گا اور اس کے بعد خاصی آسانیاں ہوسکیں گی۔"

"آپ بالکل ٹھیک کہتے ہیں لیکن مجھے امید ہے کہ اگر آپ مخلصانہ طور پر محترمہ ثانیہ کی بازیابی کے لئے ہم لوگوں کا تعاون چاہتے ہیں تو پھر ہماری مرضی کے مطابق ہمیں کام کرنے دیں۔"

"میں تمہیں اس سے نہیں روک رہا بس یونہی میری آرزو تھی کہ تم وہاں روانہ ہوجاتے اور معلومات حاصل کرتے۔"

"یہ بہتر ہوگا کہ ہم اپنے طور پر یہاں سے مطمئن ہوکر آگے قدم بڑھائیں۔"

"ٹھیک ہے مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔" رانا اختیار خلجی نے کہا پھر بولا۔ "اس سلسلے میں میری ضرورت ہے؟"

"بالکل نہیں۔"

"اصل میں، میں کچھ ایسے امور کے لئے باہر آتا جاتا رہتا ہوں جو میرے بغیر نہیں

نمٹائے جاسکتے ہوسکتا ہے کل پھر مجھے کسی وقت جانا پڑ جائے۔"

"تو اس میں پریشانی کی کوئی بات نہیں ہے رانا صاحب' ہم آپ کی غیر موجودگی میں یہ عمل کر رہے ہیں اور باقی معاملات کے لئے بھی کوئی ایسی پریشانی کی بات نہیں۔ آپ کی واپسی کب تک ہوجائے گی۔"

"زیادہ وقت نہیں لگے گا۔"

"تو ٹھیک ہے اگر ہم نے کچھ معلوم کرلیا تو وہ ہمارے لئے ایک منافع کی حیثیت رکھتا ہے نہ معلوم کرپائے تب بھی کوئی پریشانی کی بات نہیں ہے ہم آخر کار وادی ہنگاریہ روانہ ہوجائیں گے۔"

"میری اور کوئی ضرورت؟"

"نہیں!" میں نے کہا اور رانا اختیار خلجی باہر نکل گیا وہ چلا گیا تو حسن فیروز کی آواز سنائی دی۔

"سوفیصدی اس کی پھوکڑی میں بھی کھوڑا ہے۔" مجھے بے اختیار ہنسی آگئی تھی میں نے کہا۔

"یار تمہاری یہ پھوکڑی کسی دن میرا دماغ خراب کردے گی۔"

"سوجاؤ۔"

"کیا ان حالات میں سوسکوں گا۔"

"جاگتے رہو۔" اس نے کہا اور کروٹ تبدیل کرلی بہرحال وہ ایک غیر متوازن آدمی تھا حالانکہ رانا اختیار سے اس وقت جو گفتگو ہوئی تھی اسے برداشت کرکے ہضم کرجانا ایک بے حد مشکل کام تھا۔ لیکن وہ کروٹ بدل کر سوگیا تھا میرے اپنے ذہن میں تو خیالات کی چرخی چل رہی تھی میں نے دل میں سوچا کہ وہ سوتا ہے سوجائے مجھے تو ابھی نیند آنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اور حقیقت یہ ہے کہ نہ جانے کب تک میں جاگتا رہا تھا اور میرے ذہن میں ان الفاظ کی چرخی چل رہی تھی جو رانا اختیار نے ادا کئے تھے۔ معاملہ بے حد دلچسپ اور پراسرار تھا اور میں سوچ رہا تھا یہ تو واقعی کمال ہوگیا بہت ہی عجب بات ہے یہ کہ سلمٰی خلجی اس قدر مضبوط اعصاب کی مالک ہے ویسے اس میں کوئی شک نہیں کہ اس عورت کے اندر مجھے کچھ ایسی باتیں نمایاں نظر آئی تھیں جو باعث غور تھیں اور میں یہ سوچتا رہا تھا کہ وہ کچھ عجیب سی شخصیت کی مالک ہے لیکن بہرحال اس دلچسپ واقعہ سے میں انکار نہیں کرسکتا تھا۔

دوسری صبح ملازمہ ناشتے کے لئے پوچھنے آئی تو میرے بجائے حسن فیروز بول اٹھا۔

"ناشتہ ہم اپنے کمرے میں کریں گے۔"

"بہت بہتر!" میں نے حسن فیروز کی طرف دیکھا تو وہ بولا۔

"یار رات کو اصل میں نیند آرہی تھی اور میں تم سے گفتگو کئے بغیر سوگیا تھا اب اس وقت اگر ہم ناشتے کے کمرے میں چلے جاتے ہیں اور کچھ موضوع چھڑ گیا تو ظاہر ہے اس سلسلے میں پورے اعتماد کے ساتھ گفتگو نہیں کرسکیں گے میں نے اسی لئے ناشتے کو منع کردیا ہے یعنی یہ کہ ہم ناشتہ اپنے کمرے ہی میں کریں گے۔" میں نے مسکراتی نگاہوں سے حسن فیروز کو دیکھا اور بولا۔

"جب کبھی تم سمجھداری کی باتیں کرتے ہو نا حسن فیروز تو یقین کرو مجھے بڑی حیرت ہوتی ہے۔"

"اس غلطی کے لئے میں تم سے معافی چاہتا ہوں۔" حسن فیروز نے نہایت سنجیدگی سے کہا اور میرے حلق سے بے اختیار قہقہہ نکل گیا۔

"کون سی غلطی کے لئے؟"

"یہی کہ میں کبھی کبھی تم سے سلیقے کی گفتگو کرلیا کرتا ہوں۔"

"لیکن ایک بات کہوں کہ جب تم سلیقے کی گفتگو کرتے ہو تو نہ جانے کیوں مجھے دلی خوشی ہوتی ہے۔" حسن فیروز مجھے گھورتا رہا اور پھر بولا۔

"ناشتہ آجانے دو' ناشتہ آنے سے پہلے میں تم سے کوئی بات نہیں کرنا چاہتا۔" پھر ہم خاموشی سے ناشتے کا انتظار کرتے رہے تھے اور تھوڑی دیر کے بعد ملازموں نے ناشتہ ہمارے سامنے لگادیا۔ حسن فیروز خاموشی سے ناشتے میں مصروف ہوگیا اور میں نے بھی اس وقت تک اسے اس سلسلے میں مجبور نہیں کیا جب تک کہ ناشتہ ختم نہ ہوگیا۔ ناشتہ ختم ہوا تو حسن فیروز بولا۔

"میرے لئے چائے کی ایک اور پیالی بناؤ اصل میں چائے کی دوسری پیالی مجھے سوچنے میں مدد دیتی ہے۔" میں نے بڑی سادگی کے ساتھ چائے کا دوسرا کپ بنا کر اس کے سامنے رکھ دیا تھا۔ اس نے حکیمانہ انداز میں کہا۔

"تم کچھ بھی کہہ لو جو کچھ میں نے کہا ہے وہ ایک حقیقت ہے اس کا تجزیہ کرکے دیکھ لو۔"

"جی حکیم صاحب!" میں نے کہا اور چائے کا دوسرا کپ بنا کر اپنے سامنے رکھ لیا

حسن فیروز بڑے مدبرانہ انداز میں چائے کے چھوٹے چھوٹے گھونٹ لیتا رہا اور میں اس کی صورت دیکھتا رہا پھر اس نے کہا۔

"تم جانتے ہو کہ میں انچارج ہوں۔"

"جی۔" میں نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"اس بات کو ہمیشہ اپنے ذہن میں رکھا کرو کہ میرے فیصلے سے پہلے خود کبھی کوئی فیصلہ کرنے کی کوشش نہ کرنا کیونکہ بہرحال میں انچارج ہوں۔"

"تو جناب میں نے کب انکار کیا ہے۔" میں نے کہا۔

"شکریہ رات کی تمام باتوں پر میں نے غور کیا اور ان سے نتائج اخذ کرنے کی کوشش کرتا رہا۔"

"یقینی طور پر آپ نے کوئی موثر صورت حال دریافت کرلی ہوگی۔"

"ہاں۔"

"کیا؟"

"یہی کہ حنا فاروق کافی خوبصورت ہے اور کم از کم میں اس کے لئے اپنے دل میں ایثار کا بڑا جذبہ پاتا ہوں۔" مجھے بے اختیار ہنسی آگئی۔ میں نے کہا۔

"اس وقت حنا فاروق کا کیا ذکر ہے یہاں۔"

"کمال کرتے ہو یار آخر جذباتی رشتے بھی کوئی چیز ہوتے ہیں' انسانیت بھی کوئی چیز ہوتی ہے تم نے اس کے الفاظ نہیں سنے کیا کہہ رہی تھی وہ۔"

"جی ہاں مجھے یاد ہیں وہ کہہ رہی تھی کہ جب بھی فاروق احمد صاحب موجود نہ ہوا کریں ہم لوگ ان کے پاس پہنچ جایا کریں۔"

"ہم لوگ نہیں صرف میں۔" حسن فیروز بولا۔

"یہ بھی ٹھیک ہے لیکن ہم بات کر رہے تھے انچارج صاحب' محترمہ سلمٰی خلجی کی جن کے بارے میں رانا خلجی کا کہنا ہے کہ وہ ایک پراسرار خاتون ہیں سخت مزاج اور سخت گیر' انتہائی مضبوط اعصاب کی مالک اور ان خاتون سے کچھ معلوم کرلینا بڑا مشکل کام ہے۔"

"سمجھا کرو سمجھا کرو' معصوم آدمی سمجھا کرو۔" حسن فیروز نے کہا۔

"سوری میرا سر ذرا کمزور ہے چنانچہ جو کچھ مجھے سمجھانا ہوا کرے تفصیل سے سمجھا دیا کریں۔"

"حنا اس سلسلے میں ہماری مددگار ثابت ہوگی ہم اس سے کچھ معلومات حاصل کرسکتے ہیں سلمٰی خلجی کے بارے میں۔" اس نے کہا اور میں چونک کر اسے دیکھنے لگا میں نے کافی دیر تک حیران نگاہوں سے حسن فیروز کو دیکھا اور پھر کہا۔

"کبھی کبھی تم کام کی باتیں کرنے لگتے ہو۔"

"بس اس سلسلے میں مجھ سے کوئی سوال نہ کرنا ویسے کیا کہتے ہو۔"

"ہوسکتا ہے کہ ہم کامیاب ہوجائیں لیکن کیوں نا ہم دو الگ الگ راستے اختیار کریں۔" میرے ان الفاظ پر حسن فیروز چونک پڑا تھا۔

"الگ الگ راستے؟"

"ہاں۔"

"وہ کیسے؟"

"آپ محترمہ حنا فاروق سے رابطہ قائم کرکے اس بارے میں معلومات حاصل کیجئے' میں براہ راست سلمٰی خلجی تک پہنچنے کی کوشش کرتا ہوں۔"

"ہیں؟" حسن فیروز نے آنکھیں پھاڑ دیں۔

"مسٹر حسن فیروز میں ایک شریف آدمی ہوں۔"

"اور میری شرافت پر تمہیں کوئی شبہ ہے۔" اس نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"نہیں شبہ تو اب تک نہیں ہوسکا لیکن آگے کچھ نہیں کہا جاسکتا۔"

"گویا تم اپنی صلاحیتوں کو الگ طریقے سے آزمانا چاہتے ہو۔"

"سر آپ کی اجازت سے بہرحال آپ انچارج ہیں۔"

"ہاں کوشش کرلینے میں کوئی حرج نہیں ہے اپنی اپنی معلومات ایک دوسرے کو بتائیں گے۔"

"ٹھیک ہے جیسا آپ پسند کریں۔" میں نے کہا اور حسن خاموش ہوگیا پھر ہم لوگ باہر نکل آئے تھے لیکن زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ ہم نے رانا اختیار خلجی اور سلمٰی خلجی کو کار میں بیٹھ کر جاتے ہوئے دیکھا حسن فیروز نے کہا۔

"گئی بھینس پانی میں۔"

"ہاں میرا خیال ہے کہ ہم نے پہلی بار ان دونوں کو ایک ساتھ جاتے ہوئے دیکھا ہے۔"

"ہم نے نہیں دیکھا تو کیا؟ دنیا نے تو دیکھا ہوگا آخر کار وہ میاں بیوی ہیں مگر تمہارا

منصوبہ تو ادھورا رہ گیا۔"

"یہ بات سچ ہے۔"

"تو پھر آؤ تم بھی کیا یاد کرو گے ہماری حنا کے پاس چلو۔" حسن فیروز نے کہا۔

"حسن بے شک تم انچارج ہو لیکن کبھی کبھی کچھ معاملات میں، میں بھی انچارج بن سکتا ہوں۔"

"تو یار میں کون سا بری نیت سے جا رہا ہوں۔ بلاوجہ آنکھیں نکال لیا کرتے ہو آؤ چلو۔" پھر تھوڑی دیر کے بعد ہم حنا کی رہائش گاہ کے پاس پہنچ گئے۔ فاروق صاحب کے بارے میں پتا نہیں تھا موجود ہیں کہ نہیں۔ ویسے وہ ایک اچھے انسان تھے ہمارے ساتھ اب تک جتنی ملاقاتیں ان کی ہوئیں تھیں ان میں وہ نہایت اخلاق کے ساتھ پیش آئے تھے حالانکہ حنا فاروق نے کہا تھا کہ جب بھی کبھی مسٹر فاروق گھر پر نہ ہوں اس وقت ہم ان سے دوستانہ ملاقاتیں کرلیا کریں لیکن اس وقت ہمیں نہیں معلوم تھا کہ فاروق صاحب موجود ہیں یا نہیں۔ البتہ شاید حسن فیروز خوش قسمت تھا کیونکہ جس ملازمہ سے ہمارا مسلسل رابطہ قائم رہتا تھا وہ ہمیں دیکھ کر چونک پڑی تھی اور پھر تیزی سے ہماری جانب بڑھی تھی۔

"ہاں ہاں تم شاید ہمیں بلانے آرہی تھیں۔"

"آپ کو کیسے معلوم ہوا سر؟" ملازمہ نے کہا۔

"تو واقعی تم ہمیں بلانے آرہی تھیں۔" حسن فیروز نے دانت نکالتے ہوئے کہا۔

"ہاں جی ابھی ابھی بیگم صاحبہ نے کہا تھا کہ آپ دونوں کو تلاش کروں اور اگر مل جائیں تو لے آؤں۔"

"فاروق صاحب کیا کر رہے ہیں؟"

"صاحب جی تو گئے ہوئے ہیں۔" ملازمہ نے جواب دیا اور ہم مسکراتے ہوئے اس کمرے کی جانب چل پڑے جہاں حنا ہماری منتظر تھی اچھی عورت تھی، ہنسنے بولنے والی اس کے بارے میں کسی غلط فہمی کا شکار ہونا خود ہماری نادانی ہوسکتی تھی۔ حیرانی سے ہمیں دیکھا اور کہا۔

"ارے اتنی جلدی، ابھی ابھی تو اسے میں نے بھیجا تھا۔"

"ہم خود آپ کے پاس آرہے تھے۔ محترمہ حنا۔" میں نے کہا۔

"ہوں یہ بات ہے آیئے آیئے پتا نہیں آپ لوگوں سے کیا دلی انسیت ہوگئی ہے ہر

وقت دل چاہتا ہے کہ آپ کا ساتھ اختیار کیا جائے۔"

"میں نے انہیں بتایا تھا۔" حسن فیروز نے میری جانب رخ کر کے کہا۔

"کیا؟"

"یہی کہ آپ کا دل چاہتا ہوگا کہ ہر وقت ہمارے ساتھ رہا جائے۔"

"ہاں بہت اچھے دلچسپ لوگ ہیں آپ۔"

"دونوں؟"

"تو اور کیا آپ میں سے ایک بھی کم ہو تو لطف ادھورا رہ جاتا ہے۔" اس نے کہا اور حسن فیروز ٹیڑھا منہ کر کے چھت کی جانب دیکھنے لگا۔ حنا نے اس بات پر غور نہیں کیا تھا وہ کسی اور سوچ میں ڈوب گئی تھی۔ پھر بولی۔

"ویسے آپ لوگوں نے یہ نہیں بتایا کہ آپ کا قیام یہاں کب تک ہے؟"

"اصل میں آج ہم آپ سے کچھ پوچھنا چاہتے ہیں۔" حسن فیروز نے کہا۔

"مجھ سے؟" حنا بولی۔

"جی۔"

"پوچھئے اب تک جو ہمارے درمیان گفتگو ہوتی رہی ہے اس میں ہم نے ایک دوسرے کے بارے میں جو کچھ پوچھنا چاہا ہے وہ بے تکلفی سے پوچھ لیا ہے۔ کیا کوئی ایسی بات ہے جسے پوچھنے کے لئے آپ اتنی تمہید باندھیں۔"

"نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے لیکن بعض باتوں میں انسان الجھ جاتا ہے اور اگر آپ یوں سمجھ لیجئے کہ کسی نے دوستی کا اظہار اس انداز میں نہ کیا تو پھر وہ الجھن ذرا غلط ہوجاتی ہے۔"

"بھئی کہئے نا ایسی الجھی ہوئی باتیں آپ لوگ ذرا کم ہی کرتے ہیں اور میں بھی سچ بتاؤں آپ کو کہ الجھی ہوئی باتوں کو سن کر میں خود الجھ جاتی ہوں۔"

"ہم آپ کو زیادہ الجھانا پسند نہیں کریں گے محترمہ حنا بلکہ کچھ ایسے ذاتی سوال آپ سے کرنے ہیں جنہیں بتاتے ہوئے ہوسکتا ہے آپ کو دقت پیش آئے۔"

"بھئی پوچھئے تو سہی پوچھا تو ہے نہیں آپ نے اب تک۔"

"یہ یہاں اس حویلی میں یا کوٹھی میں ایک صاحب رہتے ہیں کیا آپ انہیں جانتی ہیں؟" حسن فیروز نے کہا۔

"کون؟"

"رانا اختیار خلجی کے نام سے پکارے جاتے ہیں۔" حسن فیروز بولا۔

اور حنا ہنسنے لگی اور بولی۔ "جی ہاں جانتی ہوں۔"

"ایک مسز بھی ہیں ان کی۔"

"جی ہاں ' ہیں۔"

"غالباً سلمیٰ خلجی نام ہے ان کا۔"

"جی بالکل۔"

"ذرا یہ بتایئے محترمہ حنا کہ رانا خلجی صاحب کیا سلمیٰ خلجی سے خوفزدہ رہتے ہیں؟"

حنا فاروق کا چہرہ ایک لمحے کے لئے سنجیدہ ہوگیا تھا اور وہ ہم دونوں کو دیکھتی رہی اور پھر بولی۔

"یہ تو بڑے ذاتی سے معاملات ہیں اور اس کے لئے آپ نے میرا انتخاب ذرا غلط کیا ہے۔"

"گڈ یہ ہوتا ہے انسانوں کو پرکھنے کا طریقہ آپ صرف اس لئے ہم لوگوں کو گھاس ڈالتی ہیں کہ ہم آپ کے لئے ہنسنے مسکرانے کا ذریعہ بن جاتے ہیں گویا ایک طرح سے آپ ہمیں سرکس کا مسخرہ اور جوکر سمجھتی ہیں۔ یہی بات ہے نا محترمہ حنا۔" حسن فیروز نے کہا اور حنا بدستور سنجیدہ نگاہوں سے حسن فیروز کو دیکھنے لگی اور پھر بولی۔

"نہیں ایسی بات نہیں ہے میں نے تو اپنے آپ کو آپ کا دوست سمجھا ہے اور آپ کو اپنا۔"

"اور اس کے بعد آپ یہ الفاظ کہہ رہی ہیں جن پر اگر خود بھی غور کرلیں تو شاید آپ کو افسوس ہو۔" حسن فیروز نے جس لہجے میں یہ بات کی تھی اس پر مجھے حیرت ہوئی تھی بہرحال آدمی بالکل بے وقوف نہیں تھا۔ حنا گہری سوچ میں ڈوب گئی تھی کچھ دیر وہ غور کرتی رہی پھر بولی۔

"کچھ عجیب سے معاملات ہیں بس میں کیا بتاؤں ان کے بارے میں ویسے ایک بات کا شاید آپ لوگوں نے بھی اندازہ لگایا ہوگا بیگم صاحبہ بے شک ہماری مالکہ ہیں۔ فاروق احمد ان کے ہاں ملازمت کرتے ہیں لیکن انسانیت بھی کوئی چیز ہوتی ہے وہ خصوصی طور پر مجھے نظرانداز کرتی ہیں حالانکہ میں اسی کوٹھی میں رہتی ہوں لیکن تم لوگوں نے کبھی مجھے ان کے پاس جاتے ہوئے نہیں دیکھا ہوگا نہ انہیں مجھ سے کوئی رغبت ہے۔ مغرور ہیں البتہ یہی احساس ہے ان کا کہ وہ صرف فاروق احمد صاحب ہی کو ملازم سمجھتی ہیں۔ مجھے انہوں

نے ملازم سمجھنے کی کوشش نہیں کی۔ خیر یہ بالکل الگ بات ہے بالکل ذاتی معاملات ہیں۔ ان کے واقعات آپ نے سن رکھے ہوں گے ثانیہ خلجی اپنے چچا کے پاس گئی ہوئی تھی وہاں اسے اغوا کرلیا گیا کچھ واقعات پیش آئے اور بات ختم ہوگئی میرا خیال ہے کہ اب تو ایک ڈیڑھ سال گزر چکا ہے اس واقعے کو بظاہر اس کو تلاش کرانے کی کوشش کرائی جاتی رہی ہے لیکن میرا اندازہ کچھ اور ہے۔"

"کیا؟" حسن فیروز نے پوچھا۔

"ثانیہ ویسے تو ایک بہت اچھی لڑکی ہے لیکن اس کی فطرت میں بھی ضد ہے جو فیصلہ کرلیتی ہے اس پر اٹل ہوتی ہے اور ماں باپ اسے اس کے فیصلے سے باز نہیں رکھ سکتے۔ آپ لوگ یقین کریں اس کے بارے میں کوئی ایسی بات میرے علم میں نہیں ہے لیکن جہاں تک میں سمجھتی ہوں میرے خیال میں سلمیٰ خلجی کا یہ اندازہ ہے کہ ثانیہ کسی سے محبت کر بیٹھی ہے اور اپنی مرضی سے روپوش ہوگئی ہے۔ اندر کے معاملات تو ہمیں بالکل نہیں معلوم کہ وہ کون شخصیت ہے یا اس سلسلے میں ثانیہ کے ساتھ کیا واقعات پیش آئے ہیں یہ صرف ایک اندازہ ہے۔"

"کس کا؟" حسن فیروز نے کہا۔

"کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ آپ تو وہاں سے غیر متعلق ہی ہیں۔"

"ہاں لیکن فاروق احمد کی بیوی تو ہوں۔"

"گویا یہ اندازہ فاروق احمد صاحب کا ہے۔"

"نہیں۔"

"تو پھر؟"

"فاروق احمد تو بہت وفادار قسم کے آدمی ہیں لیکن وہاں اندرونی حصے میں آنے جانے والوں کا رابطہ مجھ سے بھی ہے تھوڑی بہت معلومات میرے علم میں بھی آجاتی ہیں۔"

"کون ہے وہ جو آپ کو یہ معلومات فراہم کرتا ہے۔" حسن فیروز نے کہا اور حنا کے چہرے پر کچھ کرختگی آگئی۔

"کیا مجھے اس سوال کا جواب دینا چاہئے؟"

"کیا حرج ہے؟"

"جی نہیں کسی بھی مسئلے کو اس حد تک ذاتی نہیں بنانا چاہئے۔ آپ بھی پلیز خیال رکھیئے گا۔"

"اوہو نہیں میرا مطلب ہے کہ........"

"اور بہتر ہو گا کہ اب اس موضوع پر کوئی بات نہ کریں فاروق احمد اس گھر کا نمک کھاتے ہیں۔ میں ان کی بیوی ہوں اور اگر آپ صرف اسی موضوع پر گفتگو کرنا چاہتے ہیں تو میں آپ سے معذرت طلب کرتی ہوں۔"

"نہیں' اصل میں حنا صاحبہ آپ کو معلوم نہیں ہم ابھی........" حسن فیروز نے ابھی اتنا ہی کہا تھا کہ میں بول پڑا۔

"ہاں' ہم خود بھی ان لوگوں کے ہمدرد ہیں بس اس لئے یہ معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ شاید ہم ان کی کوئی مدد کر سکیں۔"

"نہیں' میں اس موضوع پر آئندہ بھی آپ سے کوئی گفتگو نہیں کروں گی آپ لوگ براہ کرم برا نہ منائیے گا۔" پھر اس کے بعد حسن فیروز کی ہمت بھی کچھ پوچھنے کے لئے نہیں پڑی تھی البتہ وہ کچھ خجالت محسوس کر رہا تھا جب ہم وہاں سے واپس آئے تو اس نے کہا۔

"دیکھو ایسا تو ہوتا ہی ہے میں نے کوشش کی تھی معلومات حاصل کرنے کی' نہیں ہو سکی اس سلسلے میں میرا خیال ہے حنا فاروق کا سوچنا بھی بالکل درست ہے۔ ظاہر ہے وہ کچھ اجنبی لوگوں کو اندر کے معاملات بتا کر کیوں اپنی گردن پھنسانے کی کوشش کرے گی۔"

"بالکل۔"

"تو پھر اب کیا خیال ہے؟"

"تھوڑا سا اور کوشش کرتے ہیں پھر اس کے بعد جہاں تک میرا اندازہ ہے وادی ہنگاریہ چلنا ہو گا۔"

"ٹھیک ہے چلتے ہیں۔ ویسے بھی جناب رانا صاحب ہمیں اس کے لئے معقول اخراجات دینے کے لئے تیار ہیں اور تم اسسٹنٹ میری بات ماننے کے لئے تیار نہیں ہو۔"

"جو بات تم کہہ رہے ہو وہ بات تو میں زندگی بھر نہیں مانوں گا۔ جانے دو ان باتوں کو اوہو دیکھو ان خاتون کو دیکھو ہم انہیں کیوں بھول جاتے ہیں۔" میں نے سامنے اشارہ

کیا سامنے ہی ہمیں رافیہ نظر آ رہی تھی یہ لڑکی بھی الگ ایک پر اسرار کردار رکھتی تھی خوبصورت' شوخ و شنگ اور ابھی تک عجیب سے کردار کی مالک ہاتھ اٹھا کر ہمیں اشارہ کیا تھا جواب میں حسن فیروز نے بھی ہاتھ اٹھا دیا تھا۔ پھر وہ جلدی سے بولا۔

"آؤ۔"

"کہاں؟"

"بلا رہی ہے یار۔"

"دماغ خراب ہوا ہے کیا۔"

"کیوں؟"

"اس نے تو بس شناسائی کے اظہار میں ہاتھ اٹھایا ہے۔"

"اور تم وہ محاورہ بھول گئے۔"

"کون سا محاورہ؟"

"وہی کہ کوئی انگلی پکڑے میرا مطلب ہے کہ پہلے کسی کی انگلی پکڑو تو پھر کلائی بھی پکڑ لو۔"

"میں ایسا نہیں کرتا۔"

"اسسٹنٹ!"

"جی۔"

"آجاؤ۔" اس نے سخت لہجے میں کہا اور میں نے رافیہ کی جانب دیکھا لیکن پھر میں نے محسوس کیا کہ وہ اشارہ ہمیں بلانے کے لئے ہی ہے۔ جب وہ بلا رہی تھی تو مجھے جانے میں کوئی اعتراض نہیں تھا ہم لوگ اس کے پاس پہنچ گئے تو وہ کہنے لگی۔

"بھئی آپ دونوں کو دیکھ کر عجیب عجیب سے الفاظ ذہن میں گونجتے ہیں ادا اس لئے نہیں کرتی کہ آپ برا مان جائیں گے۔"

"اگر آپ یہ سمجھتی ہیں کہ آپ کے کہے ہوئے الفاظ ایسے ہیں جن پر برا مانا جا سکتا ہے تو پھر آپ کو وہ الفاظ اپنی زبان سے ادا کرنے کی اجازت بھی نہیں دی جا سکتی۔"

"گڈ حالانکہ آپ کو یہ بات معلوم نہیں ہے جناب کہ میں اپنے معاملات میں کسی سے اجازت نہیں لیتی۔"

"آپ کے سر میں کتنی جگہ ٹانکے لگے ہوئے ہیں؟"

حسن فیروز ہی یہ سوال کر سکتا تھا اور رافیہ چونک کر اس کی جانب دیکھنے لگی۔

"کیا مطلب میں سمجھی نہیں۔"

"اوہو تو یہ مسئلہ ہے بات دیر سے آپ کی سمجھ میں آتی ہے میرا مطلب ہے کہ بعض اوقات بلکہ بزرگوں کا یہ کہنا ہے کہ زبان بڑی نابکار چیز ہے کچھ نہ کچھ کہہ کر حلق میں جا چھپتی ہے اور شامت سر کی آتی ہے۔"

"آپ دھمکیاں دے رہے ہیں مجھے۔" رافیہ نے آنکھیں نکال کر کہا۔

"کیا میں نے انہیں کوئی دھمکی دی ہے؟" حسن فیروز میری طرف مڑ کر رازدارانہ انداز میں بولا اور میں بات کو سنبھالنے کے لئے ہنس پڑا اور میں نے کہا۔

"مس رافیہ آپ نے اشارے سے ہمیں اپنے پاس بلایا تھا۔"

"ہاں لیکن ایسی گفتگو کے لئے نہیں۔"

"تو پھر ٹھیک ہے اجازت دیجئے۔" میں نے کہا اور حسن پیشانی پر ہاتھ رکھ کر بولا۔

"آؤ۔"

"سنئے سنئے یہ صاحب آخر اپنے آپ کو سمجھتے کیا ہیں۔"

"آپ کو اصل صورت کا علم نہیں ہے۔" میں نے کہا۔

"کیا مطلب؟"

"مطلب بھی ابھی نہیں بتا سکتا۔"

"اوہو کیا۔" رافیہ نے اپنے کان کے پاس انگلی گھمائی مطلب یہ تھا کہ وہ یہ معلوم کرنا چاہ رہی تھی کہ حسن فیروز غیر متوازن ذہن کا مالک ہے وہ خود ہی بول اٹھا۔

"ان لوگوں کا خیال ہے کہ میں برین ٹیومر کا شکار ہوں۔"

"ارے نہیں۔" رافیہ کا لہجہ ایک دم بدل گیا۔

"جی ہاں۔"

"پھر تو سوری' سوری' سوری آپ لوگ آئیے نا باجی بھی گئی ہوئی ہیں میں تنہا بور ہو رہی ہوں یہاں تو بہت ہی احمق قسم کے لوگ رہتے ہیں ویسے آپ لوگوں سے مکمل تعارف حاصل ہونے کی خواہش پہلے بھی میرے دل میں تھی۔"

"یہ تو اچھی بات ہے آپ اس خواہش کو پورا کرلیجئے۔"

"آئیے پھر اندر چل کر بیٹھیں گے۔"

"جیسا آپ پسند کریں۔" حسن فیروز تیار ہو گیا اور تھوڑی دیر کے بعد ہم ایک اندرونی حصے میں جا کر بیٹھ گئے تھے میں نے کہا۔

"ویسے رانا صاحب کہاں گئے ہیں؟"

"کسی دوست کا کوئی معاملہ ہے باجی کو بھی ان کے ساتھ جانا پڑ گیا کوئی فیملی پرابلم ہے۔"

"اچھا اچھا ویسے مس رافیہ آپ کہاں رہتی ہیں؟"

"میں ایک دوسرے شہر میں رہتی ہوں۔"

"والدین وغیرہ ہوں گے آپ کے؟"

"نہیں والدین تو نہیں ہیں بڑے بھائی ہیں ماموں وغیرہ ہیں ہمارا اپنا ایک الگ مکان ہے ہم ساتھ رہتے ہیں۔"

"اچھا اچھا ٹھیک' آپ کے مشاغل کیا ہیں؟"

"تعلیم ختم کر چکی ہوں بس بی اے کرنے کے بعد آگے پڑھنے کو دل نہیں چاہا۔"

"تو اب شادی کا انتظار کر رہی ہوں گی۔" حسن فیروز نے کہا۔

"جی!"

"میرا مطلب ہے کہ آپ کی شادی تو نہیں ہوئی نا ابھی۔"

"جی نہیں۔" رافیہ نے کہا۔

"تو ظاہر ہے لڑکیاں تعلیم مکمل کرنے کے بعد یا تو کوئی راستہ اختیار کر لیتی ہیں یا پھر شادی کر لیتی ہیں۔ ویسے آپ نے کہیں کسی ملازمت وغیرہ کے بارے میں نہیں سوچا۔"

"ملازمت اور میں۔" رافیہ ہنس پڑی۔

"ارے کیوں؟ کیا آپ ملازمت کو بہت بری چیز سمجھتی ہیں؟"

"جناب عالی میرے بھائیوں کی تین فرمیں ہیں' فیکٹریاں ہیں' ملیں ہیں' تقریباً دس ہزار آدمی ہماری ملوں اور فیکٹریوں میں کام کرتے ہیں اور ان تمام چیزوں کی آمدنی میں میرا پانچ فیصد ہے جو ماہانہ لاکھوں روپے بنتا ہے۔"

"توبہ توبہ پھر تو ہمیں کان پکڑنے چاہئیں۔" حسن فیروز نے کہا اور میرے کانوں کی جانب ہاتھ بڑھا دیئے میں نے اس کی دونوں کلائیاں پکڑ لی تھیں اور رافیہ ہنس پڑی۔

"اندازہ تو مجھے تھا آپ لوگوں کے بارے میں کہ آپ بہت دلچسپ ہیں' ویسے آپ بڑے عجیب لگتے ہیں۔"

"اچھا۔" حسن فیروز دانت نکال کر بولا۔

"بالکل سچ کہہ رہی ہوں میں مجھے آپ کے بارے میں سب کچھ پتا چل گیا ہے۔"

"اوہو یہ تو بہت برا ہوا کس نے بتایا آپ کو ہمارے بارے میں؟"

"باجی نے۔"

"کیا بتایا؟"

"یہی کہ بدقسمتی سے آپ جاسوس ہیں۔"

"آپ کی بدقسمتی سے؟"

"میری بدقسمتی کیوں ہوتی۔"

"نہیں تو آپ کس کی بدقسمتی کا تذکرہ کر رہی ہیں؟"

"بھلا یہ بھی کوئی کام ہے۔ بلاوجہ دوسروں کی کھوج میں پڑے رہنا۔"

"چلئے ٹھیک کہتی ہیں آپ لیکن کیا آپ کو اس بات سے بھی دلچسپی نہیں ہے کہ آپ کی بھانجی دستیاب ہو جائے۔"

"نہیں، خیر ایسی بات تو نہیں ہے اور پھر سچی بات تو یہ ہے کہ میری اور ثانیہ کی عمر میں بہت کم فرق ہے۔ ہم دونوں بہت گہری دوست تھیں۔"

"اب آپ اپنی اہمیت ظاہر کرنے کی کوشش کر رہی ہیں۔" حسن فیروز بولا اور رافیہ کی تیوریاں ایک بار پھر چڑھ گئیں۔

"آپ ضرورت سے زیادہ بے تکلف نہیں معلوم ہوتے۔"

"نہیں ضرورت کے مطابق ہی ہوں۔"

"جو الفاظ آپ ادا کر رہے ہیں ان کا مطلب تو بتا سکتے ہیں۔"

"میں کوئی ایسا لفظ نہیں کہتا جس کا مطلب مجھے نہ آتا ہو۔"

حسن فیروز نے کہا اور میں مطمئن نگاہوں سے اس کی طرف دیکھ رہا تھا اور کچھ تھا یا نہیں لیکن کم از کم یہ شخص بکواس کرنے کا عادی تھا اور اس کی بکواس میرے کام آجاتی تھی اس نے رافیہ کو کسی حد تک چڑھا دیا تھا۔ وہ کہنے لگی۔

"آپ مجھے اپنے الفاظ کا مطلب سمجھایئے۔"

"پتا نہیں کیا الفاظ کہے تھے میں نے، مجھے یاد ہی نہیں رہے، لیکن بہرحال مطلب یہ ہے کہ بے چاری ثانیہ پتا نہیں کس مشکل میں گرفتار ہوگی ہاں اگر آپ اس سے دوستی کا دعویٰ کرتی ہیں اور اس کی عمر سے تھوڑی سی ہی بڑی ہیں تو چاہے معاملہ خالہ بھانجی کا ہی ہو لیکن ایک انڈر اسٹینڈنگ تو ہوتی ہے نا کیا آپ یہ نہیں بتا سکتیں کہ مس ثانیہ کہاں روپوش ہوگئی ہیں یہ بات گو طے ہے کہ انہیں اغوا نہیں کیا گیا بلکہ وہ خود کہیں روپوش

ہوئی ہیں۔"

"تمہیں کیسے معلوم یہ بات؟" اچانک ہی رافیہ کے چہرے پر عجیب سے تاثرات پھیل گئے۔

"آپ خود ہی کہہ چکی ہیں کہ بدقسمتی سے ہم جاسوس ہیں۔"

"نہیں میرا مطلب یہ نہیں ہے مجھے یہ بتاؤ کیا یہ حقیقت ہے۔"

"خود آپ کا اپنا کیا خیال ہے؟"

"بھئی اس بارے میں، میں کوئی ذاتی رائے نہیں رکھتی باجی کہتی ہیں کہ ثانیہ ان کی اولاد ہے ان سے زیادہ اسے کون جان سکتا ہے اگر کوئی اس سلسلے میں ان سے زیادہ جان کاری کا مظاہرہ کرے تو وہ احمق ہے۔"

"بات بالکل ٹھیک ہے محترمہ سلمیٰ کی۔"

"لیکن بھائی صاحب قبلہ وہ اسے فرشتہ سمجھتے ہیں۔"

"ثانیہ کو؟"

"جی۔"

"آپ کا کیا خیال ہے کیا وہ فرشتہ ہے؟"

"خیر لڑکی بری نہیں ہے اچھے مزاج اچھی فطرت کی مالک ہے لیکن انسان تو ہے۔"

"انسان ہے؟" حسن فیروز نے چونک کر پوچھا۔

"کیا مطلب؟"

"نہیں میرا مطلب ہے واقعی انسان تو ہے اور انسان کسی بھی لمحے بھٹک سکتا ہے۔"

"کیوں نہیں بھٹک سکتا۔"

"مگر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر رحمان شاہ صاحب کی بھی کچھ ذمے داریاں تھیں۔"

"یہ آپ نے خدا لگتی بات کہی۔"

"کہی نا۔" حسن فیروز خوش ہو کر بولا۔

"بالکل آپ دیکھئے نا ایک شخص ذمے داری کے ساتھ کسی کو بلاتا ہے۔ انہوں نے مجھے آج تک نہیں بلایا۔"

"رحمان شاہ صاحب نے؟"

"جی۔"

"بالکل کتنی افسوس اور شرم کی بات ہے کہ انہوں نے آج تک آپ کو نہیں بلایا۔"

"حالانکہ مجھے جنگلات اور خاص طور پر وادی ہنگاریہ دیکھنے کا کتنا شوق ہے میں آپ کو کیا بتاؤں۔"

"آپ چاہتی تو خود بھی وہاں جاسکتی تھیں۔"

"جی نہیں میں بن بلائی مہمان بن کر کہیں بھی نہیں جاتی بہت خود دار ہوں میں۔"

"یہ تو آپ کے چہرے سے ہی پتا چلتا ہے۔" حسن فیروز اسے چڑھانے لگا۔

"رحمان شاہ صاحب کی ذمہ داری تھی کہ جب انہوں نے ثانیہ کو اپنے پاس بلایا تھا تو ہر طرح سے اس کی حفاظت کرتے ارے میں تو یہ کہتی ہوں کہ اغواء کی بھی ایک کہانی ہے جس میں انہوں نے اپنے خاندان کو بھی شامل کردیا ہے سب کو کہیں بھیج دیا ہوگا اور اس کے بعد اس کے بعد ثانیہ کو رہنے دیا۔"

"اوہو کیا رحمان شاہ صاحب ایسا کرسکتے ہیں؟"

"کون کیا نہیں کرسکتا ہر شخص میں کوئی نہ کوئی مارجن ہوتا ہے۔ چلو میں مان لیتی ہوں کہ ایسا نہیں تو کیا یہ ان کی ذمے داری نہیں ہے کہ ثانیہ کو برآمد کریں۔ اب معاملہ بھائی صاحب کا آجاتا ہے یعنی رانا اختیار صاحب کا تو وہ اپنے بھائی پر پورا پورا اعتبار کرتے ہیں۔ حالانکہ ایک دو دفعہ باجی سے جھڑپیں بھی ہوچکی ہیں باجی کا کہنا یہ ہے کہ ہوسکتا ہے رحمان شاہ صاحب کوئی اور ہی گیم کھیل رہے ہوں جب کہ بھائی جان یعنی رانا اختیار خلجی اس مسئلے میں باجی کی بات سے اتفاق نہیں کرتے۔"

"بات کچھ سمجھ میں نہیں آئی رافیہ صاحبہ۔"

"بھئی آپ کیا جانتے ہیں رانا اختیار صاحب جو ہیں نا یہ پہلے ہمارے ہاں منیجر تھے۔"

"آپ کے ہاں؟"

"جی میرے والد صاحب کے ہاں۔"

"منیجر تھے۔" حسن فیروز نے چونک کر پوچھا۔

"جی ہاں منیجر۔"

"مم........ مگر پھر؟"

"بب........ بس پھر کیا باجی صاحبہ ان سے متاثر ہوگئیں اور اس طرح سے ضد کی کہ والد صاحب اختیار صاحب سے باجی کی شادی کرنے پر مجبور ہوگئے اور اس کے بعد

اختیار صاحب کے تمام مقاصد پورے ہوگئے۔ زمینیں' جائیدادیں یہ سب کچھ جو آپ کو نظر آرہا ہے نا یہ سب باجی کی ملکیت ہے ہماری' ہم نے دیا ہے یہ سب کچھ باجی کو جہیز میں ورنہ رانا صاحب کے پاس کیا تھا وہ خود ہمارے ہاں نوکری کرتے تھے اور ان کے بھائی فاریسٹ آفیسر ہیں خاندان کے دوسرے لوگ بھی معمولی درجے کے لوگ ہیں بس یوں گزر رہی ہے زندگی پہلے صرف اختیار علی خان تھے ہمارے خاندان میں شامل ہوجانے کے بعد رانا اختیار علی خان خلجی بنے۔"

"یعنی رانا اور خلجی کے نام بھی آپ لوگوں نے اپنی باجی کو جہیز میں دیئے ہیں۔" حسن فیروز نے کہا اور رافیہ چونک کر اسے دیکھنے لگی۔

"نہیں' میرا مطلب ہے کہ کمال ہے بھئی' اوہو تو ایسی حالت میں تو رانا صاحب کو آپ کی باجی کا ہمیشہ شکر گزار ہونا چاہئے۔"

"نہیں ہوں گے تو کیا کریں گے' مجال ہے جو باجی کی کسی بات سے انحراف کرسکیں۔ ویسے ایک بات بتاؤں آپ کو' کیا نام ہے آپ کا۔"

"حسن' حسن' حسن۔"

"حسن صاحب' مرد کے اندر اگر مردانگی نہ ہو تو وہ کیا لگتا ہے۔"

"گل مراد۔" حسن نے میری طرف اشارہ کرکے کہا اور میں چونک کر اس کی طرف دیکھنے لگا۔

"کیا۔"

"نہیں' ان کا نام گل مراد ہے۔ میں آپ سے ان کا تعارف کروا رہا تھا۔"

"کمال کرتے ہیں آپ' اس وقت تعارف کی کیا تک تھی۔"

"نہیں' بس یونہی منہ سے نکل گیا تھا۔" حسن نے کہا اور میں اسے گھورنے لگا تھا۔

"میں آپ سے کہہ رہی تھی کہ اگر مرد کے اندر مردانگی نہ ہو تو وہ کیا لگے گا۔"

"عجیب وغریب لگے گا۔"

"کیا آپ کو رانا صاحب عجیب وغریب لگتے ہیں۔"

"غور ہی نہیں کیا اور پھر غریب تو نہیں ہیں وہ عجیب بے شک ہوسکتے ہیں۔"

"ہاں' اب وہ بھلا کیا غریب ہوں گے لیکن باجی کے سامنے روح کانپتی ہے ان کی۔ مجھے ایسے مرد پسند نہیں ہیں۔"

"میں ایسا مرد نہیں ہوں۔" حسن نے گردن کو خم دے کر کہا۔

"ہونا بھی نہیں چاہئے۔" رافیہ اس بات کو نہ سمجھتے ہوئے بولی لیکن میرے لئے ہنسی روکنا مشکل ہو رہا تھا اور رافیہ بولی۔

"دیکھئے ایک بات بتائیں آپ مجھے۔"

"جی پوچھئے۔"

"آپ لوگ جاسوس ہیں نا۔"

"جاسوس اعظم' وہ جو شرلاک ہومز تھا نا' بس سمجھ لیں ہم اسی پائے کے لوگ ہیں۔"

"آپ اس کا سراغ لگانے کے لئے وادی ہنگاریہ جائیں گے۔"

"ثانیہ کا؟"

"جی۔"

"ہاں امکانات تو ہیں اس بات کے۔"

"مجھے بھی اپنے ساتھ لے چلئے گا۔"

"ارے کیوں۔"

"وادی ہنگاریہ دیکھنا چاہتی ہوں۔"

"آپ نے کبھی اپنی باجی سے نہیں کہا کہ آپ وہاں جانا چاہتی ہیں۔"

"باجی کبھی اجازت نہیں دیں گی۔"

"کیوں؟"

"بس نہیں دیں گی۔ رحمان شاہ صاحب کو پسند نہیں کرتیں۔"

"رحمان شاہ شادی شدہ ہیں نا۔"

"ہاں' کیوں نہیں' اچھی خاصی عمر ہے ان کی۔"

"تو پھر باجی کیوں نہیں پسند کرتیں۔"

"بس' اختلافات ہیں' نہیں بنتی ان کی ان سے۔"

"مگر ثانیہ کو تو انہوں نے بھیج دیا تھا۔"

"ثانیہ خود ضد کر کے جاتی رہتی تھی ان کے پاس' چاچو' چاچو کہہ کر اس کی زبان نہیں سوکھتی تھی۔"

"ہوں' تو یہ مسئلہ ہے لیکن آپ کو ساتھ جانے کی اجازت کیسے مل جائے گی۔"

"وہ میرے اوپر چھوڑ دو۔"

"مشکل ہے۔"

"بھئی آپ لے چلنے کا وعدہ کریں تو میں کوشش کرتی ہوں۔"

"ذرا سا مشورہ کر لیں ہم لوگ آپس میں؟"

"کیوں' اس میں مشورہ کرنے کی کیا بات ہے' اخراجات میرے ذمے ہوں گے جناب' بالکل آپ چاہیں تو آپ کے اخراجات بھی میں اٹھا لوں گی۔"

"اخراجات کا مسئلہ نہیں ہے۔"

"تو پھر کیا مسئلہ ہے۔"

"دیکھئے نا' آپ کو تو پتا ہی ہے کہ ہم رانا صاحب کے بلانے پر یہاں آئے ہیں۔"

"ایک بات کہوں' تم لوگ اگر امریکہ بھی چلے جاؤ نا تو اس کا پتا نہیں لگا سکتے۔ گھوم پھر آؤ علاقہ بہت اچھا ہے۔ اخراجات رانا خلجی کے سپرد ہوں گے۔ اپنی ترپ میں خود لگا لوں گی۔ بس تم ہاں کر دو۔"

"میں اپنے ڈیڈی سے وعدہ کر چکا ہوں کہ ان کی مرضی کے بغیر ہاں نہیں کروں گا۔" حسن فیروز نے کہا۔

"ڈیڈی سے۔"

"ہاں' میرا مطلب ہے کہ والدین کی مرضی سے ہی شادی کرنا چاہئے۔"

"کیا بکواس کر رہے ہو۔"

"آہ' کیا بتاؤں آپ کو محترمہ' میری پھوکڑی میں کھوڑا ہے۔"

"کیا۔"

"کھوپڑی میں پھوڑا۔" میں نے جلدی سے کہا۔

"بس سوچ لینا اور سنو اگر تم لوگ مجھے ساتھ نہ لے گئے تو پھر یہ سمجھ لینا کہ میں خود تمہارا پیچھا کروں گی اور اس طرح کروں گی کہ تمہارے فرشتوں کو بھی پتا نہیں چلے گا۔"

"منظور ہے۔" حسن فیروز نے کہا اور میں نے اس کا شانہ دباتے ہوئے کہا۔

"باہر کسی گاڑی کے رکنے کی آواز سنائی دی ہے۔ میرا خیال ہے کہ رانا صاحب اور بیگم صاحبہ آ گئے ہیں۔ ہمیں ان کی غیر موجودگی میں یہاں نہیں ہونا چاہئے۔"

"چلو۔" حسن فیروز نے کہا اور میں اس کو لے کر باہر کی جانب چل پڑا جبکہ ایسی کوئی آواز مجھے باہر سے نہیں آئی تھی۔ باہر نکل کر حسن فیروز نے چاروں طرف دیکھا اور

پھر بولا۔

"وہ گاڑی تو نظر نہیں آرہی۔"

"ہاں چیف، لیکن ہمارا وہاں سے چلے آنا ضروری ہوگیا تھا۔"

"فراڈ، چیٹنگ۔"

"آپ جو کچھ بھی سمجھ لیں، آئیے۔" میں نے کہا اور حسن فیروز میرے ساتھ آگے بڑھا پھر ہم اپنے کمرے میں داخل ہوگئے۔

"یہ کیا حرکت تھی۔"

"ضروری تھی۔" میں نے جواب دیا حسن فیروز کچھ دیر سوچتا رہا اور پھر بولا۔

"یار ایک بات بتاؤ سنجیدگی سے، مذاق اپنی جگہ۔"

"جی۔"

"جانا ہے وادی ہنگاریہ۔"

"اندازہ تو یہی ہو رہا ہے کہ جانا ہوگا۔"

"تو پھر بیچاری کو ساتھ لے لیتے ہیں نا، کیا حرج ہے۔"

"انتہائی احمقانہ باتیں کر رہے ہیں چیف آپ۔"

"ارے، ارے، ارے احترام شرط ہے۔"

"جی نہیں، بالکل نہیں۔"

"کیا حرج ہوگا اسے ساتھ لے جانے میں۔"

"کوئی عقل کی بات ہے ہم وہاں حالات کا تجزیہ کرنے جا رہے ہیں۔ معلومات حاصل کرنے جا رہے ہیں یا پکنک منانے۔"

"اصل میں وہی مسئلہ ہوجاتا ہے نا کہ زندگی کو اگر تفریحی انداز میں جاری رکھا جائے تو زندگی زیادہ پرلطف ہوجاتی ہے اب کم از کم اور کچھ نہیں تو ایک خوبصورت لڑکی کا ساتھ رہے گا۔"

"پہلی بات تو یہ کہ رانا اختیار اجازت نہیں دیں گے۔ دوسری بات یہ کہ ان کی اجازت کے بغیر ہم نے رافیہ کی بات مان لی تو کرنل صاحب کیا کہیں گے اس بارے میں۔"

"کرنل صاحب کہاں آگھسے بیچ میں یار۔"

"یہ بات نہ کہو حسن فیروز، جتنا میں جاننے لگا ہوں کرنل صاحب کو شاید تم بھی اس کا دعویٰ نہ کرسکو۔"

"ہوں، کرنل جیسی، خیر اب میں کیا کہوں۔" حسن خاموش ہوگیا اور پھر نہ جانے کس وقت اختیار خلجی اور بیگم صاحبہ واپس آگئے تھے۔ رانا اختیار خلجی نے رات کے کھانے پر مجھے طلب کرلیا اور ہم دونوں ڈنر روم میں داخل ہوگئے۔ رانا اور بیگم صاحبہ موجود تھے۔ کھانا مخصوص انداز میں خاموشی سے ہی کھا گیا اور اس کے بعد رانا اختیار نے کہا۔

"آپ لوگ آئیے، ہم لوگ آپ سے آخری گفتگو کرنا چاہتے ہیں۔" جس کمرے میں وہ لوگ ہمیں لے گئے وہ ایک بالکل نیا کمرہ تھا بہت خوبصورتی سے سجا ہوا تھا ہم پہلی بار یہاں آئے تھے۔ رانا نے اندر داخل ہو کر کہا۔

"یہ ثانیہ کا کمرا ہے۔ اس کی خواب گاہ ہے یہ، جس وقت سے وہ گئی ہے یہ اسی طرح خالی پڑی ہوئی ہے ہم لوگ بہت کم اس طرف آتے ہیں یہاں آکر اصل میں ہم پر جذباتی کیفیت پیدا ہوجاتی ہے۔"

"جی۔"

"اور اب ہم یہ چاہتے ہیں کہ تم جس قدر جلد ممکن ہوسکے اپنے کام کا آغاز کرو۔ بات اصل میں یہ ہے کہ میں اس سلسلے میں تمہیں ایک بہتر انسان سمجھتا ہوں۔ اب کیونکہ آخری فیصلہ ہوچکا ہے تو اس لئے اب تم مجھے بتاؤ کہ تم کب تک روانہ ہو رہے ہو۔"

"جلد سے جلد۔ اور جبکہ آپ یہاں تشریف لے آئے ہیں تو میں چاہتا ہوں کہ تھوڑی سی اس کمرے کی تلاشی بھی لے لوں۔" میرے ان الفاظ پر حسن فیروز نے چونک کر مجھے دیکھا تھا لیکن کوئی مداخلت نہیں کی تھی۔

"یہاں کی تلاشی ہم لے چکے ہیں۔ ایک ایک چیز دیکھ چکے ہیں اس خیال کے تحت کہ ہوسکتا ہے کسی چیز سے ثانیہ کے بارے میں کوئی علم ہوسکے۔ اس کی ڈائری تک الماری میں موجود ہے۔ ویسے تم لوگ چاہو تو تلاشی لے سکتے ہو۔" ہم نے اپنے کام کا آغاز کردیا۔ اس دوران مسز خلجی نے ایک لفظ بھی اپنی زبان سے ادا نہیں کیا تھا۔ اس کے چہرے کے تاثرات میں وہی پتھریلا پن تھا۔ جو اس عورت کی فطرت کا حصہ معلوم ہوتا تھا۔ اس دوران رانا اختیار خلجی اپنی بیٹی کے بارے میں بتاتا چلا جا رہا تھا۔ ایک پورا البم ثانیہ کی تصویروں سے بھرا پڑا تھا۔ اس کی چھوٹی سی عمر سے لے کر اس وقت تک کی تصویریں البم میں موجود تھیں جب وہ گم ہوئی۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ انتہائی حسین لڑکی تھی۔ ایک نگاہ دیکھ کر ہی احساس ہوتا تھا کہ کوئی بھی اس کے لئے ہوش و حواس کھو سکتا ہے۔ تقریباً آدھے گھنٹے تک ہم ہر چیز کا جائزہ لیتے رہے اور میں نے وہ ڈائری بھی

پڑھی۔ البتہ ڈائری سے کچھ چند چیزیں نئی معلوم ہوئیں اور جب ان کے بارے میں رانا سے سوالات کیے گئے تو اس نے کہا۔

"ہاں' وہ بہت ہی نرم خو' خوش مزاج اور لوگوں میں مقبول لڑکی تھی۔ مجھ سے یا سلمٰی سے اس نے کبھی نافرمانی نہیں کی لیکن کبھی کبھی اس پر عجیب سی کیفیت طاری ہوجاتی تھی اور وہ کسی کو بھی خاطر میں نہیں لاتی تھی۔ اس وقت وہ انتہائی سخت گیر ہوجاتی تھی۔"

"ان میں سے کچھ تصویریں میں رکھ سکتا ہوں۔"

"ہاں' کیوں نہیں۔"

"یہ چند تصاویر آپ مجھے دیجئے۔" میں نے کہا اور رانا نے البم ہی میرے حوالے کردیا۔ پھر میں نے ڈائری میں سے کچھ صفحات پڑھے اور ایک صفحے پر خاص طور پر میری نگاہیں ٹک گئیں۔ جس میں ایک خوبصورت تحریر میں لکھا ہوا تھا۔

"شہری زندگی پتھر اور سیمنٹ کی دیواروں کے درمیان ایک ایسی قید ہوتی ہے جسے اگر محسوس کیاجائے تو انسان اپنی کیفیت پنجرے میں بند اس ننھی سی حسین چڑیا سے زیادہ مختلف نہیں محسوس کرتا' جسے پالنے والے اپنے طور پر ہر طرح کی آسائش فراہم کرتے ہیں لیکن اس کے اردگرد باریک تیلیوں کی دیواریں ہوتی ہیں جن سے وہ باہر نہیں جاسکتی۔ کیا انسان کے دل میں ان ننھے پرندوں کو دیکھ کر یہ خواہش نہ ابھرتی ہوگی کہ آسمان کی وسعتیں اس کے لئے بھی اتنی ہی آسان ہوں' بلندیوں سے گرتے ہوئے جھرنے' ان کے دامن میں بکھرے ہوئے جنگل' سرسبز وشاداب گھاس کے اتنے بڑے بڑے وسیع میدان' جن میں اگر دوڑا جائے تو جسم کی ساری قوتیں ختم ہوجائیں اور پھر جب انسان تھک جائے تو اس نرم گھاس پر لیٹ جائے۔ اس کا ٹھنڈا ٹھنڈا لمس رخساروں کو چومے تو زندگی کی قیمت وصول ہوجائے۔ آہ' کاش میں بھی کسی پنجرے میں بند ایک چڑیا نہ ہوتی۔"

میں نے یہ تحریر حسن فیروز کی جانب بڑھادی اور وہ بھی اسے پڑھنے لگا پھر اس نے کہا۔

"کیا آپ کی اجازت سے ہم یہ ڈائری رکھ سکتے ہیں۔"

"نہیں۔" اس بار رانا اختیار خلجی کی بجائے محترمہ سلمٰی خلجی نے لب کشائی کی تھی اور پھر ڈائری لینے کے لئے ہاتھ آگے بڑھادیا تھا۔ رانا اختیار خلجی کے چہرے پر بے بسی نظر آئی اور حسن فیروز نے ڈائری سلمٰی خلجی کو واپس کردی تھی۔ بعد میں ہم اپنے کمرے میں واپس آگئے تھے تو حسن فیروز نے کہا۔

"ویسے تو میں اچھی سے اچھی شخصیت کو خاطر میں نہیں لاتا لیکن کبھی کبھی ایسی پابندیاں عائد ہوجاتی ہیں کہ انسان معمولی معمولی شخصیتوں سے مرعوب ہونے لگتا ہے۔"

"تمہیں سلمٰی خلجی کی بات چبھی ہے۔"

"ایسی ویسی' میں اس عورت کو سبق دینا چاہتا ہوں۔"

"بے وقوفی کی بات مت کرو' میں سمجھتا ہوں جتنا کچھ ہمیں معلوم ہوچکا ہے اس کے بعد ہمیں اپنے کام کا آغاز کردینا چاہئے بجائے اس کے کہ ہم فضول باتوں میں اپنا وقت ضائع کریں۔"

"ارے' ارے' ارے' تم ہر دوسرے منٹ میں یہ بات کیوں بھول جاتے ہو کہ انچارج میں ہوں۔"

"انچارج صاحب۔ جو میں کہہ رہا ہوں وہ اب ذرا ذہن نشین کرلیجئے ہمیں جلد از جلد یہاں سے روانہ ہونا ہے۔" میں نے کہا اور حسن فیروز مسکرانے لگا اور پھر بولا۔

"ٹھیک ہے بھائی' ہم کب انکار کر رہے ہیں۔" پھر ہم انہی سوچوں میں گم تھے کہ دروازے پر ہلکی سی آہٹ ہوئی اور اس سے پہلے کہ ہم آنے والے کے بارے میں پوچھتے یا کوئی ہمیں اپنے بارے میں بتاتا' محترمہ سلمٰی خلجی اندر داخل ہوگئی تھیں اور ہم دونوں ہی سنبھل گئے تھے۔ اس وقت ان کے چہرے پر کچھ نرمی کے آثار نظر آرہے تھے۔ کہنے لگیں۔

"بیٹھ جاؤ اور سنو۔ میری یہاں آمد کا تذکرہ رانا اختیار سے کبھی نہ کرنا۔ میں نے انہیں نہیں بتایا ہے کہ میں تمہارے پاس جارہی ہوں۔"

"جی' آپ براہ کرم تشریف رکھئے۔" میں نے کہا۔ اس وقت کوئی احمقانہ عمل نہ میرے لئے مناسب تھا اور نہ ہی حسن فیروز کے لئے۔ وہ آہستہ آہستہ چلتی ہوئی ایک صوفے پر جا بیٹھی۔ بہرحال ہم لوگوں نے اس کی فطرت کے پیش نگاہ مؤدب ہونے کا اظہار کیا تھا۔ وہ خاموشی سے ہم دونوں کو دیکھتی رہی پھر اس نے میری طرف رخ کرکے کہا۔

"جہاں تک مجھے تمہارے بارے میں علم ہے مجھے یہی بتایا گیا ہے کہ تم ملٹری انٹیلی جنس کے بڑے عہدے دار کے تربیت یافتہ ہو اور ایک ذہین آدمی تصور کئے جاتے ہو۔ ذہانت اپنی جگہ ایک بہترین بات ہوتی ہے اور قدرتی صلاحیتیں انسان کو بہت کچھ دیتی ہیں لیکن ایک اور مسئلہ ہے جو ذرا قابل غور ہے۔ بعض معاملات ایسے ہوتے ہیں جن کے

لئے انسان صحیح فیصلے نہیں کر پاتا۔"

"آپ براہ کرم اپنے الفاظ کی وضاحت کرتی جایئے۔" میں نے بے خوفی سے کہا۔

"مطلب یہ ہے کہ تمہیں اپنی زندگی سے کس حد تک دلچسپی ہے۔"

"آپ کا یہ سوال بھی عجیب ہے محترمہ' اور جب تک آپ کا کوئی سوال میری سمجھ میں نہیں آئے گا شاید میں آپ کو کوئی جواب نہیں دے سکوں گا۔" میں نے کہا اور حسن فیروز کے چہرے کی جانب دیکھا۔ وہ مطمئن نظر آ رہا تھا بلکہ میرے اس طرح بے باکی سے گفتگو کرنے پر کچھ خوش بھی تھا لیکن شاید میرے انداز اور الفاظ سے سلمٰی خلجی خوش نہیں ہوئی تھی۔ اس نے کہا۔

"جس مقصد کے لئے تمہیں رانا خلجی وادی ہنگاریہ بھیجنا چاہتے ہیں' اس کے نتیجے میں پیش آنے والے واقعات کا کچھ اندازہ ہے تمہیں؟"

"کس طرح کے واقعات؟"

"وہاں تمہیں خاک و خون میں بھی نہلایا جا سکتا ہے۔"

"ہم صرف غسل خانے میں نہاتے ہیں لیکن اگر کسی مقصد کے لئے خاک و خون میں بھی نہانا پڑا تو ہمارے لئے یہ تجربہ دلچسپ ہوگا۔" حسن فیروز اب تک نجانے کس طرح اپنی زبان روکے ہوئے تھا بہرحال ہنستے سے اکھڑ گیا اور سلمٰی خلجی کے الفاظ پر اپنی زبان بند نہ رکھ سکا لیکن سلمٰی خلجی کے چہرے پر طنزیہ تاثرات بکھر گئے تھے۔ اس نے کہا۔

"شہروں میں رہ کر چھوٹے موٹے جرائم کا سراغ لگا لینا ایک بالکل الگ بات ہے۔ یہ قبیلوں کا معاملہ ہے اور قبیلوں میں جو کچھ ہوتا ہے تم لوگ اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔"

"مثلاً؟"

"مثلاً یہ کہ وہاں پہلا تعارف گولیوں کی زبان سے ہوتا ہے۔"

"ہو سکتا ہے ایسا ہو۔"

"گویا تمہیں قتل و غارت گری کا بازار بھی گرم کرنا پڑے تو اعتراض نہیں ہوگا۔"

"شاید ایسا نہ ہو۔" میں نے جواب دیا۔

"یہ سب کچھ تم دولت کے لئے کر رہے ہو؟"

"جی نہیں۔" میں نے سخت لہجے میں کہا۔

"تو پھر کیا یہ سب اللہ واسطے کر رہے ہو یا رانا اختیار خلجی سے تمہارے خاندانی

تعلقات ہیں؟"

"ان ساری باتوں کا جواب آپ کو نہیں دیا جا سکتا محترمہ سلمٰی خلجی صاحبہ۔"

"کیوں نہیں دیا جا سکتا؟"

"اس لئے کہ ہمیں رانا اختیار خلجی کا نام لے کر یہاں بھیجا گیا ہے۔"

"رانا اختیار خلجی صرف وہ کرتے ہیں جس کی اجازت میں انہیں دوں۔"

"بہت اچھی بات ہے۔ بہت اچھے شوہر ہیں وہ آپ کے' لیکن بہرحال ہمیں انہی کے بارے میں بتایا گیا ہے' آپ کے بارے میں نہیں۔"

"تم یہ سمجھ لو کہ جو کچھ تم کر رہے ہو وہ صرف دولت کے لئے کر رہے ہو۔ ویسے اگر تم مجھے یہ بتا دیتے کہ اس کام کا معاوضہ تمہیں یا کرنل ہمایوں کو کتنا ملے گا تو شاید میں تمہاری کوئی مدد کر سکتی۔"

"کرنل صاحب کا نام لینے سے پہلے آپ اپنا لہجہ تبدیل کیجئے' مسز خلجی۔"

"دیکھو' ابھی تمہاری زندگی گزری ہی کتنی ہے۔ نوجوانی کی عمر میں ہو چہرے کے نقوش سے معصومیت ٹپکتی ہے۔ زندگی کو تم نے شاید بہت دور سے دیکھا ہے' میں نہیں سمجھتی کہ کسی شخص نے تمہیں اس نوخیزیت کے عالم میں ان خطرناک کاموں میں مصروف کر دیا ہے۔ ابھی تو تمہیں نوجوانی کی عمر میں زندگی کی ان لطافتوں سے لطف اندوز ہونا چاہئے تھا جو اس عمر کا حصہ ہوتی ہیں۔ کس مشکل میں پڑ گئے' جو کام تم کرنے جا رہے ہو' اس میں لمحہ لمحہ زندگی کے لئے خطرہ ہے۔ تم صرف تھوڑی سی دولت کی لالچ میں اپنی زندگی کو موت کے حوالے کر رہے ہو۔"

"فرض کیجئے اگر ایسا ہے' تو آپ کیا کہتی ہیں اس بارے میں۔ کیا ہر وہ شخص جو اپنی زندگی گزارنے کے لئے میدان عمل میں آتا ہے' خطرات مول نہیں لیتا۔ بلند و بالا عمارتوں پر رنگ کرنے والے' کھڑکیاں صاف کرنے والے یا زندگی کے اور ہزاروں شعبوں سے متعلق افراد کیا زندگی کو خطرات میں ڈال کر اپنے لئے زندگی گزارنے کا انتظام نہیں کرتے۔ یہ حقیقت ہے کہ ہمیں ہمارے کام کا معاوضہ دیا جائے گا لیکن بہرحال ہمیں یہ کام تو کرنا ہے۔"

"اور اگر میں تمہیں ایک بڑی رقم دے دوں تو کیا تم اپنا یہ خیال ترک کر دو گے؟"

"جی نہیں۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ ہم ایسا نہیں کر سکیں گے۔" میں نے جواب دیا اور وہ عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی۔ پھر اس نے اپنے لباس سے ایک براؤن

رنگ کا لفافہ نکالا اور اسے میری جانب بڑھاتی ہوئی بولی۔

"اس میں اتنی بڑی رقم ہے کہ شاید اس سے زیادہ معاوضہ تمہیں رانا اختیار خلجی نہ دے سکیں' اسے قبول کرو اور مجھ سے اس کے بعد گفتگو کرو۔" لفافہ میری جانب بڑھا دیا گیا تھا۔ ایک لمحے کے اندر میں نے محسوس کیا کہ حسن فیروز کی آنکھوں میں لالچ کے سے تاثرات پیدا ہوئے ہیں لیکن میں نے جس خونخوار انداز میں اسے گھورا تھا اس نے اس کے حوصلے پست کر دیئے اور اس نے بڑے مسخرے پن کے ساتھ لفافے کی جانب سے اپنا رخ تبدیل کر لیا۔ غالباً سلمیٰ خلجی اس بات کو محسوس کر رہی تھی' اس کے ہونٹوں پر ایک خفیف سی مسکراہٹ پیدا ہوئی' پھر وہ آہستہ سے بولی۔

"یہ لفافہ رکھ لو' رکھ لو' یہ میں کہہ رہی ہوں تم سے۔" اس نے دوبارہ لفافہ میری جانب بڑھایا لیکن میرے چہرے پر تلخیاں پھیل گئی تھیں۔ میں نے سلمیٰ خلجی کو دیکھا اور کہا۔

"میں یہ لفافہ بخوشی قبول کر لوں گا میڈم لیکن لفافے قبول کرنے کا مطلب یہ ہے کہ میرے اور آپ کے درمیان ایک رابطہ قائم ہو جائے۔ میں یہ رابطہ آپ سے قائم کرنا چاہتا ہوں۔" میرے ان الفاظ پر اس نے چونک کر مجھے دیکھا تھا اور میں نے حسن فیروز کے چہرے پر بھی حیرت کے آثار محسوس کئے تھے۔ غالباً میرے الفاظ ان دونوں میں سے کسی کی سمجھ میں نہیں آئے تھے۔ سلمیٰ نے کہا۔

"میں سمجھی نہیں' رابطے سے تمہارا کیا مطلب ہے؟"

"وہ رابطہ جو ایک دوسرے پر اعتماد کرنے کے بعد پیدا ہوتا ہے۔"

"یعنی؟"

"یعنی یہ کہ رقم تو میں قبول کر لوں گا اور فرض کیا کہ اپنا فیصلہ بھی ترک کر دیتا ہوں اور اختیار خلجی کے بجائے آپ سے تعاون کرتا ہوں لیکن ہر مسئلے کی کوئی وجوہ ہوتی ہیں' ہر چیز کا کوئی عمل ہوتا ہے۔ کیا آپ اس سلسلے میں مجھ سے تعاون کریں گی؟"

"صاف صاف بات کرو۔"

"کیا آپ مجھے یہ بتانا پسند کریں گی کہ آپ مجھے اس مہم سے کیوں روکنا چاہتی ہیں؟"

وہ خاموش ہو گئی' چند لمحے سوچتی رہی پھر بولی۔ "یہاں تم جس مقصد کے لئے آئے ہو' وہ مقصد میں پورا کر رہی ہوں تمہارا۔ میں جانتی ہوں کہ نہ تو تمہیں میری بیٹی سے کوئی

دلچسپی ہے' نہ ہی تمہارا رانا اختیار سے کوئی رشتہ ہے' تم جو کچھ کر رہے ہو' اس کے پس پردہ صرف معاوضے کا حصول ہے اور یہ معاوضہ میں تمہیں رانا سے زیادہ دے رہی ہوں۔ اس کے بعد تمہیں اور کیا چاہئے' اپنا الو سیدھا کرو اور یہاں سے رفوچکر ہو جاؤ۔"

"یہی تو آپ کی غلط فہمی ہے میڈم۔ آپ نے الو سیدھا کرنے کی جو بات کہی ہے نا' بس وہیں آپ غلطی کر رہی ہیں۔ نہ کوئی میرا الو ٹیڑھا ہے اور نہ میں اسے سیدھا کرنا چاہتا ہوں۔ آپ سیدھا سیدھا یہ بتائیے کہ آپ اپنی بیٹی کا حصول کیوں نہیں چاہتیں؟"

"تمہارا کیا خیال ہے اس سلسلے میں؟" وہ دانت پیس کر بولی۔

"صرف ایک۔"

"کیا؟"

"یہی کہ آپ جانتی ہیں کہ ثانیہ خلجی جہاں بھی ہے' وہاں اپنی مرضی سے رہ رہی ہے اور آپ نہیں چاہتیں کہ کوئی اسے تلاش کر کے واپس یہاں لے کر آئے' ایک سیدھی سیدھی سی بات ہے کہ اس کے وہاں رہنے میں آپ کی مرضی بھی شامل ہے۔"

"حد سے زیادہ بھونکنے والے کتے کو آخر کار یا تو زہر دے دیا جاتا ہے یا گولی مار دی جاتی ہے۔" اس کا لہجہ بگڑ گیا اور حسن فیروز ایک دم اپنی جگہ سے کھڑا ہو گیا۔

"سنو' تمہیں ان الفاظ کا مطلب بتانا پڑے گا۔" حسن فیروز کی زبان بھی بدل گئی تھی اور لہجہ بھی۔

"کیا کہنا چاہتے ہو؟"

"حد سے زیادہ بھونکنے والا کتا کون ہے۔" حسن فیروز بولا اور یہ حقیقت ہے کہ حسن فیروز کے چہرے پر پھیلے ہوئے خوفناک تاثرات سے وہ یک دم خوفزدہ ہو گئی' اس نے کہا۔

"آخر تم میری بات سمجھتے کیوں نہیں ہو۔ میں جو کچھ کہہ رہی ہوں۔"

"باقی بکواس کرنے سے پہلے' مجھے یہ بتاؤ کہ بھونکنے والا کتا کون ہے اور کسے گولی مارنے کی بات ہو رہی ہے؟"

"تم........ تم........ تم حد سے آگے نہیں بڑھ رہے۔"

"ابھی نہیں بڑھا لیکن اس کے بعد بڑھنے والا ہوں بھونکنے والا کتا کون ہے۔"

"بھئی میں نے تم لوگوں سے نہیں کہا' تم سمجھتے کیوں نہیں ہو میں نے تم سے نہیں کہی یہ بات' کیا کچھ نہیں ہو سکا ہے اس سلسلے میں' کیا کچھ نہیں ہو سکا' میں نہیں جانتی'

لیکن یہ بات میرے ذہن میں ہے' صرف میرا خیال ہے کہ ہوسکتا ہے وہ اپنی مرضی سے اس گھر سے دور ہو' بس میں تمہیں کیا بتاؤں اور کیوں بتاؤں؟ تم سمجھتے کیوں نہیں ہو؟ کوئی معمولی سا اسکینڈل بھی ہماری خاندانی عزت کو خاک میں ملا سکتا ہے اگر وہ زندہ ہے اور اس نے اپنے لئے کسی منزل کا تعین کرلیا ہے تو ہمیں بھی ایسا راستہ اختیار کرنا چاہئے جو ہم سب کے لئے محفوظ ہو اور......... اور تم یہ سمجھ لو' تم یہ سمجھ لو......... کہ......... کہ میں اپنی خاندانی عزت اور اپنا وقار قائم رکھنا چاہتی ہوں' بہت سے حالات کا تمہیں علم نہیں ہے رانا اختیار خلجی اس سطح کا انسان نہیں ہے جس سطح پر میرا اپنا خاندان ہے' اب جب تم بدتمیزی پر اتر ہی آئے ہو تو مجبوراً تمہیں مطمئن کرنے کے لئے میں اپنی زبان کھول رہی ہوں۔

اس انداز میں کھڑے ہوئے ہو تم جیسے میرے الفاظ مجھے مار دو گے' جیسے......... جیسے۔" اس کی آنکھوں میں آنسو آگئے اور وہ چند لمحات خاموش رہنے کے بعد بولی۔

"ہاں' میرے خاندان میں ابھی تک کسی کو ان حقیقتوں کا علم نہیں ہے' نہ جانے کس کس طرح ہم نے اپنی عزت چھپا کر رکھی ہوئی ہے۔ میں......... اگر تم میرے اوپر یہ الزام لگانا چاہتے ہو کہ میں نے جان بوجھ کر ایسا کوئی عمل کیا ہے' تو لگا لو یہ الزام تمہاری زبان کون روک سکتا ہے' کیونکہ تم رانا اختیار خلجی کے بلائے ہوئے ہو' رانا بہرحال میرے شوہر ہیں' میں ان سے منحرف نہیں ہوسکتی' لیکن رانا وہ بات نہیں سوچ رہے جو میں سوچ رہی ہوں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ رانا کا اپنا خاندان اس حیثیت سے منظر عام پر نہیں ہے جبکہ میرے لئے اپنے اس گھر کی عزت اور وقار کو قائم رکھنا ضروری ہے اور اپنے میکے والوں کو بھی مطمئن رکھنا ضروری ہے' ہم نے ساری باتوں کو ابھی تک انتہائی طور پر خفیہ رکھا ہے اور اگر یہ بات زبان سے باہر آگئی تو تم جانتے ہو کہ ہر جگہ پھیل جائے گی' میں اس معاملے کو مکمل طور پر خفیہ رکھنا چاہتی ہوں' سمجھ رہے ہو نا یہ بات اور اب بھی اگر سمجھ میں نہیں آئی تو میری طرف سے جہنم میں جاؤ اور تم......... تم انتہائی وحشی اور جانور قسم کے آدمی ہو' تم مجھے......... تم مجھے انسان معلوم ہی نہیں ہوتے' میں تم سے عمر میں بڑی بھی ہوں' کس طرح کھڑے ہوگئے ہو میرے سامنے' بولو......... بولو' جواب دو جو کچھ میں کہہ رہی ہوں' وہ تمہاری سمجھ میں آرہا ہے یا نہیں؟"

"آپ کو معلوم نہیں ہے خاتون' میں بیمار آدمی ہوں' میری دماغی کیفیت بالکل درست نہیں ہے میری کھوپڑی میں کھوڑا ہے' کیسے بتاؤں آپ کو؟" کمبخت حسن فیروز

نے اس انداز میں کہا کہ عجیب و غریب کیفیت ہونے کے باوجود اسے ہنسی آگئی اس نے اپنے آپ کو سنبھالتے ہوئے کہا۔

"میں اس بات کو کبھی نہیں بھول سکوں گی کہ تم نے مجھ سے اس طرح بدتمیزی کی ہے۔"

"بابا ایک بیمار آدمی کو تو ہر شخص ہی معاف کردیا کرتا ہے' ویسے محترمہ اب اس بات میں کوئی شک و شبہ نہیں رہا ہے کہ آپ کے ذہن میں یہ خیال موجود ہے کہ ممکن ہے آپ کی بیٹی اپنی مرضی سے کہیں رہ رہی ہے۔"

"یہ الفاظ کہتے ہوئے تم اس لئے نہیں جھجک رہے کہ ابھی تم عمر کی اس منزل میں نہیں ہو' جہاں رشتوں کی نزاکتیں شروع ہوجاتی ہیں' سنو یہ لفافہ اپنے پاس رکھ لو' پہلے مجھے یہ بتاؤ کہ کیا تم واقعی وادی ہنگاریہ جانے کے لئے تیار ہو؟"

"ہاں......... ہمیں جانا ہے۔"

"میں تمہیں بتاؤں دراصل وہ ایک بھٹکی ہوئی لڑکی تھی اس نے جس ماحول میں آنکھ کھولی اس میں اسے چاروں طرف سے پذیرائی ملی' خدمت گزار اس کے قدموں میں لوٹنے والے اس کی ہر جنبش پر ایک لمحے کے لئے سب کچھ کرنے کے لئے آمادہ ہونے والے' لیکن نہ جانے کیوں وہ ذہنی طور پر بھٹک گئی اس نے زندگی کے دوسرے رخ کو زیادہ پسند کیا اسے امیری اور دولت سے نفرت تھی' وہ اپنی زندگی میں تبدیلی چاہتی تھی اور اکثر کہتی تھی کہ "زندگی ان آزاد پنچھیوں کی مانند ہونی چاہئے جو اپنی مرضی سے فضاؤں میں پرواز کرتے ہیں۔ وہ ننھے ننھے پرندوں کو کھلی فضا میں لیٹی ہوئی دیکھتی رہتی تھی اور اس کی آنکھوں میں رشک کے آثار ہوتے تھے۔ وہ ان پرندوں کی تقدیر پر ناز کرتی تھی' ہم اسے بتاتے تھے کہ ان کی زندگی میں کتنی' تیز بارش میں ان کے لئے کوئی جائے پناہ نہیں ہوتی۔ تند ہوائیں ان کی زندگیاں ختم کردیتی ہیں تو وہ ہنس کر کہتی کہ "زندگی تو یہی ہے کیا موت اس نرم مخمل کے بستر پر نہیں آسکتی' کیا یہ مضبوط دیواریں موت کے راستے روک سکتی ہیں' اگر نہیں تو فضاؤں میں آزادی کا ایک دن لاکھوں برس کی زندگی سے کہیں زیادہ قیمتی کیوں نہیں ہوسکتا۔" وہ بس اسی قسم کی باتیں کیا کرتی تھی۔ دیوانی نہیں تھی وہ' بڑی ہوش مند تھی' لیکن اس کا انداز فکر بہت مختلف تھا اور ہم اس کے انداز فکر کو نہیں بدل سکتے تھے یہی وجہ تھی کہ اکثر وہ رحمان شاہ کے پاس چلی جاتی تھی' بلکہ وہ اپنے چچا کے پاس جانے کے لئے بے چین ہوا کرتی تھی۔"

"ایک بات اور بتایئے خاتون.........؟"

"ہاں پوچھو۔"

"رحمان شاہ صاحب کس قسم کے آدمی ہیں؟"

"میں اس سلسلے میں اپنا تبصرہ محفوظ رکھتی ہوں۔"

"کیوں؟"

"بس۔"

"نہیں' یہ بھی بتا دیجئے پلیز.........؟"

"مطلب کیا ہے تمہارا.........؟"

"کیا کسی بھی شکل میں ثانیہ خلجی کی اس گمشدگی میں رحمان شاہ کا ہاتھ ہو سکتا ہے؟"

"ایک لفظ نہیں کہوں گی اپنے منہ سے چاہے تم کچھ بھی کہتے رہو۔"

"اس کا مطلب ہے کہ ہو سکتا ہے۔"

"ٹھیک' تو پھر فرض کیجئے اگر وہ مجھے حاصل ہو جائے تو میں کیا کروں۔"

"ہاں اس کے لئے بھی میرے پاس ایک حل موجود ہے۔" وہ بولی۔

"کیا؟"

اس نے اپنے اندرونی لباس سے ایک اور چھوٹا سا لفافہ نکالا اور میری طرف بڑھاتی ہوئی بولی۔

"معاوضے کے طور پر اگر تم یہ لفافہ قبول کر لو' جس میں رقم موجود ہے تو میں یہ چھوٹا سا لفافہ تمہیں دینے کے لئے تیار ہوں۔"

"اس چھوٹے سے لفافے میں کیا ہے؟"

ایک ایسی چیز کہ اگر وہ تمہیں مل جائے تو اس لفافے کو اس کے حوالے کر دینا' میں پورے اعتماد سے کہہ سکتی ہوں کہ اس کے بعد تمہارے بہت سے مسئلے آسان ہو جائیں گے۔"

اور آپ یہ بتانے پر تیار نہیں کہ اس لفافے میں کیا ہے؟"

"ارے تم کیسے انسان ہو' کمال کی بات کرتے ہو' میں سب کچھ بھاڑ میں جھونک سکتی ہوں' تم مجھے غصہ دلا رہے ہو' یہ سب کچھ جو میں برداشت کر رہی ہوں اس میں میری اپنی غرض بھی پوشیدہ ہے ورنہ تم کیا سمجھتے ہو' میرے پاس ایسے ذرائع موجود ہیں کہ ابھی ایک لمحے کے اندر اندر تمہاری گردنیں اڑا دی جائیں کیا سمجھتے ہو تم مجھے۔"

"ایک منٹ......... ایک منٹ' ذرا نوٹوں والا لفافہ مجھے دیجئے۔" حسن فیروز نے کہا اور اس نے وہ لفافہ حسن کی طرف بڑھا دیا حسن نے لفالہ لے کر اپنے لباس میں رکھ لیا' پھر بولا۔

"یہ دوسرا لفافہ انہیں دے دیجئے۔ انچارج میں ہوں یہ نہیں۔" میں نے حیرت سے حسن فیروز کو دیکھا تو وہ پھر بولا۔

"تعمیل ہو۔" میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ میں نے لفافہ لیتے ہوئے کہا۔

"آپ نے کہا ہے کہ اگر وہ مجھے مل جائیں' میرا مطلب ہے ثانیہ خلجی تو میں یہ لفافہ انہیں دے دوں۔"

"ہاں۔"

"اور اس کے بعد سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا؟"

"ہاں' اس کے امکانات ہیں۔"

"لیکن اس کے امکانات کیسے ہو سکتے ہیں کہ تجسس سے مجبور ہو کر میں یہ لفافہ نہیں کھول لوں گا!" میں نے معنی خیز لہجے میں اس سے کہا۔

"اس سلسلے میں تمہیں صرف ایک بات بتا سکتی ہوں میں کہ جب تک تم یہ لفافہ نہیں کھولو گے' تمہارا فائدہ ہو گا۔"

"وہ کیسے؟"

"ساری باتیں ایک دم بتانے کے لئے نہیں ہو سکتیں۔"

"لفافہ لے لو اسسٹنٹ۔ اور وعدہ کر لو کہ اگر ثانیہ خلجی ہمیں دستیاب ہو گئیں تو ہم یہ ان کے ہی حوالے کریں گے اور اسے درمیان میں نہیں کھولیں گے۔" میں نے ایک گہری سانس لے کر لفافہ اس کے ہاتھوں سے لے لیا تھا۔

"اس سلسلے میں اور کوئی خاص بات؟"

"بس اور کچھ نہیں' ہو سکتا ہے تمہاری روانگی سے پہلے یہ ملاقات ایک آدھ بار اور ہو جائے' لیکن فی الحال میں تمہیں خدا حافظ کہوں گی' ہو سکتا ہے میری تم سے دوسری ملاقات مشکل ہو جائے' لیکن اس بات کا خیال رکھنا کہ وقت سے پہلے لفافہ کھولنا تمہارے لئے بے حد مضر ہو سکتا ہے۔"

"آپ کہہ رہی ہیں تو یقیناً ایسا ہی ہو گا۔"

"ہم آپ کی ہدایت پر حرف بہ حرف عمل کریں گے آپ ہماری طرف سے بالکل

مطمئن رہیں۔" حسن فیروز نے کہا تو وہ بولی۔

"ٹھیک ہے۔" پھر اس کے بعد وہ ہمارے کمرے سے چلی گئی تھی۔

صورت حال اب کچھ کچھ سمجھ میں آ رہی تھی حالانکہ اب تک یہ حیرت ہوتی رہی تھی کہ اگر سلمیٰ خلجی ثانیہ کی سگی ماں ہے تو اپنی بیٹی سے یہ انحراف کیسا' حسن فیروز نے تو اس سلسلے میں ایک پوری کہانی ترتیب دے دی تھی' تنہائی میں اس نے کہا۔

"اب تو بات تمہاری سمجھ میں آ گئی ہو گی اور اگر نہیں سمجھ میں آئی تو اپنے انچارج سے سوالات کرو۔"

"جی انچارج صاحب' کیا فرماتے ہیں آپ اس سلسلے میں۔"

"سیدھی سی بات ہے کہانی کی ترتیب اس طرح ہوتی ہے کہ جناب رانا اختیار خلجی بذات خود خلجی ہی خلجی ہیں اور ان کا پورا خاندان خلجان میں مبتلا رہا ہے یعنی جیب میں پھوٹی کوڑی نہیں رہی اور وہ جو رانا صاحب ہے نا' اور انہیں جو اختیارات حاصل ہوئے بس یوں سمجھو کہ تقدیر سے لاٹری نکل آئی اور لاٹری میں نکلی محترمہ سلمیٰ' جنہیں بحالت مجبوری خلجی بننا پڑا اور رانا صاحب کے خلجان کا شکار ہو گئیں۔ اب رانا صاحب نے رانا بننے کے بعد نہ جانے کیا کیا گل کھلائے ہوں گے یہ تو دادا جان ہی جانیں' جن کا رانا صاحب کے ساتھ گہرا تعلق رہا ہے۔ مسئلہ یہ ہے کہ جس سرکشی کا اظہار محترمہ سلمیٰ خلجی نے کیا ہے اس سے ان کی فطرت ظاہر ہوتی ہے اور پھر ثانیہ بھی ان کی بیٹی ہے۔ ماں نے لازمی بات ہے کہ بیٹی کو باپ کی اوقات بتائی ہو گی۔ اب میں یہ تو نہیں کہہ سکتا کہ بیٹی باپ سے کسی طور منحرف ہو گی' لیکن ماں کی طرف سے فطرت میں جو ضد ملی ہے اس نے یقینی طور پر ثانیہ خلجی کو بھی کسی مشکل میں گرفتار کرا دیا' میں عشق و محبت کو مشکل ہی کہتا ہوں جب برا وقت انسان کو آواز دیتا ہے تو وہ عشق وغیرہ کے جنجال میں پھنس جاتا ہے اور پھر ایک ایسی نظر نہ آنے والی پھانسی کے پھندے میں لٹک جاتا ہے جس سے اس کا دم بھی نہیں نکلتا' لیکن وہ بے دم ہی رہتا ہے۔ خیر اسسٹنٹ یہ تو رہی ذرا ادبی گفتگو یعنی وہ ادبی گفتگو جسے سوکھے سڑے شاعر اور ادیب ادب کہتے ہیں۔ حالانکہ میں سمجھتا ہوں کہ ان الفاظ میں جس قدر بے ادبی ہے کسی اور چیز میں نہیں' بات ہو رہی تھی محترمہ سلمیٰ خلجی کی۔ تھوڑا بہت علم ہو گا بیٹی کے بارے میں کہ وہ کس قسم کی ہے' ہو سکتا ہے یہاں بھی محبت کا کوئی جال بکھرا پڑا ہو اور محترمہ ثانیہ کے پنجے اس جال میں پھنسے ہوئے ہوں اور وہ اس میں الٹی لٹک رہی ہوں۔ رحمان شاہ صاحب چچا ہیں' ہو سکتا ہے چاچو کو محبت آ گئی ہو

اور بھتیجی کی کچھ مدد کر ڈالی ہو۔ ویسے یار کیا واقعی ہم یہ لفافہ نہیں کھولیں گے۔"

"سنو' مائی ڈیئر مسٹر انچارج کرنل صاحب نے جو اختیارات مجھے سونپے ہیں ان میں یہ گنجائش ہے کہ کبھی کبھی میں انچارج صاحب کی ناک میں نکیل ڈال دیا کروں۔"

"نکیل نہیں یار ناک میں سوراخ ہو جائے گا۔ اس کا کیا ہو گا؟" حسن فیروز نے برا مانے بغیر کہا۔

"رقم کا لفافہ لے کر تم نے غلطی کی ہے۔"

"دیکھو' اس دنیا میں سب سے بڑا تنازعہ دولت کا ہے۔ باقی ساری باتیں مان لوں گا میں تمہاری' لیکن یہ رقم۔"

"خیر' تم اسے رکھ لو' میرا اس میں کوئی حصہ نہیں ہے اور جب کرنل صاحب اس بارے میں مجھ سے رپورٹ طلب کریں گے تو ظاہر ہے میں اس رقم کے بارے میں ان سے تذکرہ ضرور کروں گا۔"

"اور یقیناً تمہیں اس سے دلی خوشی حاصل ہو گی۔" حسن فیروز نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"حسن ساری باتیں مانوں گا تمہاری' کوئی ایسا غیر اخلاقی عمل مت کرنا جس سے مجھے تم سے منحرف ہونا پڑے۔" حسن خاموش ہو گیا تھا پھر دوسرے دن کی گفتگو انتہائی سنجیدہ رہی' وہ تقریباً بارہ بجے کا وقت تھا جب رانا اختیار خلجی میرے پاس پہنچ گئے ان کے ساتھ ایک اور شخص بھی تھا کہنے لگے۔

"تمہیں میرے ساتھ چلنا ہے۔"

"کہاں۔"

"میں تمہیں ایک ایسی شخصیت سے ملوانا چاہتا ہوں جس سے مل کر تمہیں یقینی طور پر خوشی ہو گی۔"

"ایسی کون سی شخصیت ہے؟"

"یہ اس سے ملاقات کے بعد ہی معلوم ہو جائے گا تمہیں۔"

"ٹھیک ہے!" حالانکہ بات میری سمجھ میں نہیں آئی' یہاں چنار پور میں میری کوئی شناسا شخصیت ہو سکتی ہے جس سے مل کر مجھے خوشی ہو' پھر لنچ کے بعد ہم رانا صاحب کی کار میں بیٹھ کر چل پڑے۔ وہ شخص جو ان کے ساتھ آیا تھا کار ڈرائیو کر رہا تھا اور شاندار قیمتی کار میں ہم دونوں بیٹھے ہوئے تھے۔ رانا صاحب بھی ہمارے ساتھ تھے کار ایک

ایسی عمارت کے سامنے جاکر رکی جو سرخ پتھروں سے بنی ہوئی تھی۔ چھوٹی سی لیکن خوشنما عمارت کے صدر گیٹ سے داخل ہونے کے بعد کار پورچ میں رک گئی۔ وہ شخص جو کار ڈرائیو کر رہا تھا ہمارے ساتھ ہی تھا اور عام شخصیت نہیں معلوم ہوتی تھی۔ ہاں' پورے پورے تجسّس کے ساتھ جب ہم اس بڑے کمرے میں داخل ہوئے جو خوبصورت فرنیچر سے آراستہ تھا۔ ایک صوفے پر اس شخصیت کو بیٹھے دیکھ کر ہمارا دم خشک ہوگیا' جو میرے لئے محترم بھی تھی اور معظم بھی بلکہ سب کچھ ہی تھی۔ کرنل ہمایوں تھے جو خاموشی سے بیٹھے ہمیں دیکھ رہے تھے۔ حسن فیروز جس تیزی سے کمرے میں داخل ہوا تھا اتنی تیزی سے واپس پلٹا تھا۔ دروازے پر پہنچا تھا تو دروازہ کھول کر باہر نکلنے کی کوشش کی تھی یہ الگ بات ہے کہ دروازہ اس طرح بند ہوا تھا کہ حسن فیروز کی کافی کوشش کے بعد بھی نہیں کھل سکا' جب کہ ہم تینوں کرنل ہمایوں کے پاس پہنچ گئے تھے۔ حسن فیروز نے دروازہ کھولنے میں ناکام ہوکر ہماری جانب دیکھا اور پھر دانت نکال کر آگے بڑھ آیا اور کرنل ہمایوں نے اس کو بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ رانا اختیار خلجی بیٹھ گیا تھا۔ تب کرنل نے کہا۔

"گل مراد رانا صاحب سے میری ملاقات ہوچکی ہے اور انہوں نے مجھے تمام تفصیلات بتا دی ہیں۔ یقینی طور پر یہاں آنے کے بعد تم دونوں نے وہ سب کچھ سن لیا ہوگا جس کے لئے میں نے تمہیں یہاں بھیجا ہے اور اب میں چاہتا ہوں کہ تم روانہ ہوجاؤ' میں اس سے تمہارا تعارف کرا دوں۔ یہ شخص بڑے کام کی چیز ہے اس کا نام علی دانش ہے۔ علی دانش یوں سمجھ لو ان پہاڑیوں کا کیڑا ہے جہاں تمہیں روانہ ہونا ہے۔ اس کے وسائل بھی ہیں اور ہنگاریہ کے قرب و جوار میں جو قبائل آباد ہیں ان قبائل کے سربراہوں سے اس کے تعلقات بھی ہیں' کچھ عرصہ قبل یہ ایک سرکاری افسر تھا اور ان علاقوں میں تعینات رہ چکا ہے۔ اس وقت یہ تمہاری مدد کے لئے موجود ہے اور مجھے خوشی ہے کہ تم اس کے ذریعے بہت سے مشکل مسائل حل کرلو گے' پروگرام میں کچھ تبدیلی کرنا چاہتا ہوں میں اور اس کے لئے میں نے پہلے ہی رانا اختیار خلجی سے کچھ معذرت کرلی ہے۔ تبدیلی یہ ہے' جسے تم غور سے سن لو رحمان شاہ خلجی' رانا اختیار حسین کا بھائی۔ ہرچند کے وہ سگا بھائی نہیں ہے لیکن پھر بھی ان لوگوں کے درمیان بے حد محبت اور ایک دوسرے سے ایثار و ہمدردی ہے۔ البتہ میرا انداز فکر ذرا مختلف ہے' میں تمام رشتوں کو مانتا ہوں لیکن اس کے ساتھ ساتھ میری زندگی کے تجربات میں ایک بہت بڑا تجربہ یہ ہے کہ ایک بدبخت چیز جسے ہم دولت کہتے ہیں ہمیشہ رشتوں کے درمیان زہر قاتل ثابت ہوئی ہے اور

اس دولت کے ہاتھوں ہمیشہ میں نے رشتوں کو مفلوج ہوتے دیکھا ہے۔ چنانچہ ہم اعتبار کی ہر منزل میں قدم رکھتے ہوئے ڈرتے ہیں اور یہ دیکھتے ہیں کہ کہیں دولت راستے میں مزاحم تو نہیں ہے چنانچہ میرا نظریہ ہے کہ ہر رشتے کو پہلے پرکھ لیا جائے آنکھیں بند کرکے خودکشی کرلینا موت کو گلے لگالینے کے لئے تو بہتر چیز ہے لیکن انسان اگر مرنا نہ چاہے تو ہمیشہ اپنے اطراف سے باخبر رہے۔ میں نے ایک خانہ رحمان شاہ کا بھی رکھا ہے۔ خیال تو یہ تھا کہ یہاں سے تم سیدھے رحمان شاہ کے پاس جاؤ گے اور اس سے معلومات حاصل کرو گے' لیکن بہتر ہے کہ پہلے رحمان شاہ کا بھی جائزہ لے لو اور یہ اندازہ لگا لو کہ وہ اس معاملے میں کس حد تک مخلص ہے۔ جب تمہیں اس حقیقت کا علم ہوجائے کہ رحمان شاہ ہر طرح سے اپنے بھائی کا وفادار اور اپنی بھتیجی کے سلسلے میں مخلص ہے تو پھر تم بے شک اس کی ہر مدد قبول کرلو' لیکن یوں نہ ہو کہ تم اپنے ہاتھوں سے اپنی ہی گردن کاٹ لو' اور ان لائنوں پر کام شروع کردو جن پر کوئی تم سے کام کرانا چاہتا ہے۔ رانا اختیار خلجی' میری بات کا برا نہ ماننا' میں بھی اپنے دو بچوں کی زندگی داؤ پر لگا رہا ہوں ہر وہ کام نہیں کروں گا جس کے تم خواہش مند ہو۔"

"نہیں' کرنل' کیا آپ نے میری کسی بات سے یا میرے چہرے کے تاثرات سے یہ سب کچھ محسوس کیا۔"

"نہیں۔"

"ٹھیک' تو پھر آپ مجھ پر کوئی شک نہ کریں کرنل۔"

"ہاں' مسٹر گل مراد اور جناب انچارج صاحب اس سلسلے میں کوئی سوال۔"

"جی ہاں' میں ایک سوال کرنا چاہتا ہوں۔" میں نے کہا اور سب چونک کر مجھے دیکھنے لگے۔ میں نے علی دانش کی جانب اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"مسٹر علی دانش اس معاملے کے مکمل رازدار ہیں یا کچھ باتیں ان سے پوشیدہ رکھنی ہوں گی۔"

"علی دانش کو رانا اختیار خلجی نے ہم سے متعارف کروایا ہے۔ رانا علی دانش کے بارے میں تم تفصیل بتاؤ۔"

"بچپن سے ہم دونوں نے ایک ساتھ پرورش پائی ہے۔ علی دانش ہمارے خاندان کے ایک ایسے مخلص شخص کے صاحبزادے ہیں جس نے پوری زندگی ہمارے دادا کے ساتھ گزاری اور ان کے دوستوں میں رہے' نتیجہ یہ ہوا کہ علی دانش سے میرے بچپن

کے تعلقات چلتے رہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے کبھی کسی کی مدد قبول نہیں کی، علی دانش نے اپنے طور پر ملازمت کی۔ البتہ ریٹائرڈ ہونے کے بعد میں نے اس کا پیچھا نہیں چھوڑا اور یہ میرا گہرا دوست جو کافی عرصے سے ممالک غیر میں زندگی بسر کررہا تھا، واپس آگیا اور اس کے بعد میں نے ایک مجبوری کیفیت میں اسے اپنے ساتھ منسلک کرلیا۔ میرے اور اس کے درمیان کوئی غیریت کا رشتہ نہیں ہے۔ اسے تمام تفصیلات معلوم ہیں لیکن ریٹائرڈ ہونے کے بعد یہ وقت گزارنے کے لئے ملک سے باہر چلا گیا تھا کیونکہ اس کی بیوی کا انتقال ہوچکا ہے اور یہ لاولد ہے۔ بس یوں سمجھ لو کہ میرا انتہائی مخلص ساتھی ہے۔"

"ٹھیک ہے، یہ اچھی بات ہے۔"

"مجھے تھوڑا سا وقت درکار ہے۔ کیا میں اجازت طلب کرسکتا ہوں۔" علی دانش نے کہا۔

"ہاں، ضرور!" اور علی دانش وہاں سے چلا گیا تو رانا اختیار خلجی نے کہا۔

"وہ خود اتنا مخلص انسان ہے کہ ہم پر مسلط رہنا نہیں چاہتا اور اسی غرض سے وہ یہاں سے اٹھ گیا ہے لیکن میرے خیال میں ایسی کوئی پرائیویٹ بات نہیں ہے جو ہمارے درمیان ہو۔"

"پرائیویٹ بات ہے۔" میں نے کہا اور حسن فیروز چونک کر مجھے دیکھنے لگا، اس کی آنکھوں میں غصے کے تاثرات نظر آئے اور اس نے جلدی سے وہ لفافہ جس میں نوٹ رکھے ہوئے تھے نکال کر سامنے رکھ دیا اور بولا۔

"محترمہ سلمیٰ خلجی نے رقم کا یہ لفافہ ہمیں دیا ہے۔"

"وہ اس بات کی خواہش مند ہیں کہ ہم پوری محنت اور دیانت کے ساتھ ان کی بیٹی کو تلاش کریں اور انہوں نے یہ بھی کہا ہے کہ جب ان کی بیٹی حاصل ہوجائے گی تو یہ رقم دوگنی کردی جائے گی۔" میں نے جلدی سے بات برابر کرنے کی کوشش کی۔ صورت حال ذرا سی غلط ہوگئی تھی ایک اور لفافہ بھی تھا جو بہرطور مجھے پوشیدہ رکھنا تھا۔ حسن فیروز نے اس وقت واقعی حماقت کا ثبوت دیا تھا۔ وہ یہ سمجھا کہ میں ان لوگوں کو سلمیٰ خلجی کی کہی ہوئی باتوں کی تفصیل بتانے جارہا ہوں۔ چنانچہ اس نے اپنی پوزیشن صاف کرلی اور رانا اختیار کہنے لگا۔

"سلمیٰ ایک پراسرار معمہ ہے۔ بس بے چاری کو یہ احساس کھائے جاتا ہے کہ کہیں

یہ بات منظر عام پر نہ آجائے۔ ہم نے بڑی مشکلوں سے اپنی عزت بچائے رکھی ہے کرنل صاحب، کیا بتائیں آپ کو کس ذہنی مشکل کا شکار ہیں ہم، اٹھارہ مہینے ہوگئے، پورے اٹھارہ مہینے، ہم سولی پر لٹکے ہوئے ہیں۔"

"خیر مگر تم لوگوں نے یہ لفافہ کیوں قبول کیا؟"

"آپ یہ سمجھ لیجئے کہ یہ زبردستی ہم تک پہنچا دیا گیا ہے اور ہم نے یہ فیصلہ کیا تھا کہ اسے محفوظ رکھیں گے اور بعد میں رانا اختیار صاحب کو واپس کردیں گے کیونکہ بیگم صاحبہ نے قسم دلائی تھی کہ اس بارے میں کسی کو کچھ نہ بتایا جائے یہ ان کی طرف سے ہمارے لئے ایک پیشگی انعام ہے۔ بہرحال حسن نے کہا تھا کہ ہم یہ لفافہ اپنے پاس نہیں رکھیں گے بلکہ کرنل صاحب کے ذریعے اسے واپس کرا دیں گے حسن ذرا جلدی بازی کر گئے ہیں لیکن بہرحال اس نے آپ تک پہنچنا ہی تھا۔"

"اسے میرے پاس رہنے دو، بعد میں اس کا فیصلہ ہوجائے گا۔ اب تم یہ بتاؤ کہ روانگی کے لئے تیار ہو۔"

"ہاں۔"

"اور تم کیا کہنا چاہتے ہو رانا اختیار خلجی۔"

"صرف یہ کہ جو طریقہ کار آپ نے متعین کیا ہے کرنل، اس کے لئے علی دانش بہترین انسان ثابت ہوگا۔ یہ لوگ چونکہ وادی ہنگاریہ سے مکمل طور پر واقف نہیں ہیں اس لئے علی دانش ان کا بہترین مددگار ثابت ہوگا اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ ان کے حق میں بھی بہت اچھا رہے گا۔"

"چنانچہ اب جب کہ تم روانگی کے لئے تیار ہو تو طے یہ کیا گیا ہے کہ یہیں سے تمہارے سفر کا آغاز ہوگا اور علی دانش بے شک تم سے الگ رہے گا لیکن ہر جگہ تمہارے ساتھ موجود ہوگا اور اپنے وسائل کے ساتھ تم پر نگاہ رکھے گا کوئی اور سوال؟"

"نہیں۔"

"بس ٹھیک ہے تو پھر مجھے اجازت رانا اختیار!"

"کرنل اگر مجھے میری بیٹی واپس مل گئی تو یہ اس خاندان پر تمہارا احسان ہوگا۔" کرنل نے ہم دونوں کو گھورا اور پھر آہستہ سے کہا۔

"مزید کوئی ہدایت نہیں کروں گا میں تمہیں او کے۔"

پھر کرنل کمرے سے باہر نکل گئے تھے۔ رانا اختیار خلجی بھی ان کے پیچھے پیچھے چلا گیا

تھا۔ اور ہم دونوں بے وقوف ایک دوسرے کی صورت دیکھتے رہ گئے تھے۔ حسن فیروز زمین پر بیٹھ گیا اور دھاڑیں مار مار کر رونے لگا۔ حالانکہ یہ رونا مصنوعی تھا لیکن اسے کون روک سکتا تھا میں نے بوکھلائی ہوئی نگاہوں سے دروازے کی جانب دیکھا اور پھر دوڑ کر دروازے کی جانب گیا اور اسے اندر سے بند کردیا حسن فیروز دونوں ہاتھوں سے اپنا سر پیٹ رہا تھا۔

"میرے پھوڑے میں درد ہو رہا ہے۔"

"کیوں؟"

"غلطی میری ہے' ہاں غلطی میری ہے میں سمجھا تم اس لفافے کا ذکر کرنے جا رہے ہو۔ ہائے' میں نے ہاتھ آئی ہوئی دولت ہاتھ سے نکال دی۔ ارے خدا مجھے' مجھے' مجھے۔"

"یار بکواس مت کر' بس کھڑا ہو جا' غیر جگہ ہے وہ لوگ آنے والے ہیں۔"

"ارے تم نقصان کا اندازہ کرو' ذرا سوچو تو سہی' ہم کتنے بڑے خسارے سے دوچار ہو گئے ہیں۔ اف ایک دو تیر ہوں تو سینہ برداشت کر جائے' یہاں تو تیروں کی بارش ہو گئی ہے۔"

"میرا دل چاہتا ہے دیواروں سے سر ٹکراؤں۔"

"خیر اب ایسا بھی نہیں ہے' جتنی رقم تم دادا جان سے مانگو گے وہ تمہیں دے دیں گے' زیادہ ڈرامہ مت کیا کرو۔" بڑی مشکل سے میں نے حسن کو اس کی جگہ سے اٹھا کر صوفے پر بٹھایا تھا اور حسن ہائے ہائے کرتا رہا۔ میں نے دروازہ کھول دیا لیکن نہ تو علی دانش اور نہ ہی رانا اختیار ادھر آئے تھے۔ حسن بین کرتا ہوا کہہ رہا تھا۔

ہائے' حنا سے مل کر بھی نہ آئے' ارے کیسے جئے گی وہ ہمارے بغیر اور پھر رافیہ' میرے خدا میں ان حسین عورتوں کو کیسے دل سے نکال دوں۔ یہاں تک کہ رقم بھی اپنے ہاتھوں سے گنوا دی۔ ارے بس کیا کروں؟ ہائے ہائے ہائے۔" وہ سینہ پیٹنے لگا اور اسی وقت رانا اختیار خلجی اندر داخل ہوا۔ میں نے بوکھلا کر حسن کی طرف دیکھا تو حسن نے سینے پر ہاتھ مار کر ایک چٹکی سامنے کی اور بولا۔

"شاید یہاں مچھر ہیں۔"

"مچھر؟" رانا اختیار خلجی حیرانی سے بولا۔ حسن نے چٹکی دیکھی اور آہستہ سے کہنے لگا۔

"نہیں مجھے غلط فہمی ہوئی تھی۔ مجھے یوں محسوس ہوا تھا جیسے ایک مچھر نے مجھے

کوٹ میں کاٹ لیا ہے۔"

"کوٹ میں کاٹ لیا ہے۔"

"نہیں میرا مطلب ہے کہ کوٹ کے کالر میں اپنا ڈنک داخل کرنے کی کوشش کر رہا تھا لیکن ایسا نہیں ہے اصل میں کوٹ میں نے لانڈری میں دیا تھا اور لانڈری والے پیکنگ کرتے ہوئے کوٹ میں آل پن لگا دیا کرتے ہیں وہ آل پن چبھ رہا تھا میرے سینے میں۔"

"او!" اختیار خلجی نے گردن ہلاتے ہوئے کہا اور پھر سامنے آکر بیٹھ گیا' پھر بولا۔

"اب تمہارے تمام رابطے علی دانش سے رہیں گے۔ علی دانش بہت اچھا انسان ثابت ہو گا۔ تمہارا سامان بھی میں یہاں تھوڑی دیر تک پہنچوا دیتا ہوں۔ اصل میں' میں یہ نہیں چاہتا کہ تمہارے مشن کے بارے میں کسی کو تفصیلات معلوم ہوں۔ میرے لائق اور کوئی خدمت ہو تو بتاؤ' ابھی تھوڑی دیر کے بعد علی دانش یہاں پہنچ جائے گا۔ اب میں چلتا ہوں' مجھ سے کوئی کام تو نہیں ہے۔"

"نہیں' شکریہ رانا صاحب۔" میں نے کہا۔ رانا جب دو قدم آگے بڑھے تو حسن فیروز جلدی سے بولا۔

"اگر ممکن ہو سکے تو چار گلاس ٹھنڈا پانی بھجوا دیجئے گا' سرد ہوا چاہئے' یخ جو سینے میں جلنے والی آگ کو بجھا دے۔" رانا اختیار خلجی نے چونک کر حیرت سے حسن فیروز کو دیکھا تھا۔ پھر آہستہ سے باہر نکل گیا تھا۔ حسن فیروز نے صوفے کی پشت سے گردن ٹکائی اور میں اسے گھورتا ہوا اس کے سامنے بیٹھ گیا۔ اب میں کیا کہتا اس شخص کو جس کے دل میں کسی کے لئے احترام تھا ہی نہیں۔ بہرحال کچھ دیر کے بعد ایک ملازم پانی کا جگ اور گلاس لے کر اندر آ گیا تھا اور حقیقتاً اس پاگل شخص نے چار گلاس ٹھنڈا پانی حلق سے نیچے اتار لیا تھا۔ میں نے اس سے کہا۔ "اس میں کوئی شک نہیں ہے حسن کہ تم ابنارمل ہو۔"

"یہ بات تمہیں اب معلوم ہوئی ہے اور سنو میں ایسی باتوں سے ناراض ہو جاتا ہوں کیونکہ میرے ابنارمل ہونے کی وجہ اب تمہاری نگاہوں سے پوشیدہ نہیں ہے' سمجھ رہے ہو نا تم!" میں گہری سانس لے کر خاموش ہو گیا' بات وہ تقریباً ٹھیک ہی کہہ رہا تھا' بہرحال اس کے بعد ہم لوگ اپنے مخصوص انداز میں باتیں کرتے رہے۔ حسن فیروز اس بات سے بہت خوش نظر آ رہا تھا کہ انہیں سیروسیاحت کا موقع مل رہا ہے اور سب سے بڑی بات یہ کہ ایک ایسے علاقے میں جو اپنی روایات کے لحاظ سے منفرد ہے۔

علی دانش کے بارے میں حسن نے کہا تھا۔

"یہ حضرت بہتر ہے کہ ہم پر مسلط نہ رہیں۔ بلکہ دور دور سے ہی اپنا کام سرانجام دیتے رہیں۔"

"یہ بات تو پہلے سے ہی بتا دی گئی ہے۔"

"جن لوگوں نے بھی یہ فیصلہ کیا ہے۔ میرے خیال سے دانش مندی سے کیا ہے چونکہ ہم دونوں کے درمیان مستقل طور پر کسی تیسرے کی گنجائش ہی نہیں ہے۔ آہ میں اس بے چاری حنا اور رافیہ کے لئے افسردہ ہوں' پتا نہیں انہوں نے ہم سے کیا کیا امیدیں وابستہ کر رکھی ہوں گی۔ ہم نے ان کی آرزوؤں پر پانی پھیر دیا۔"

"جی ہاں۔ وہ تو سب آپ سے عشق کرنے کے لئے تیار ہوں گی۔"

"کیا بات کرتے ہو یار' تیار ہوں گی سے تمہاری کیا مراد ہے کیا تم نے ان کے انداز سے محسوس نہیں کیا۔"

"اچھا میرے بھائی اچھا ٹھیک ہے جو کچھ بھی تم سوچ لو وہی درست ہے۔ اب فضول باتوں سے گریز کرو۔"

"یار اگر اجازت دو تو ایک کام کرلوں۔"

"کیا۔" میں نے چونک کر کہا۔

"بس انہیں بتا آؤں کہ پھر ملاقات ہوگی۔ دیکھو نا کیسی غیر اخلاقی حرکت ہے۔ کیا وہ نہیں سوچیں گی کہ ہم ان سے ملے بغیر روپوش ہوگئے۔"

"انچارج صاحب ہوش و حواس قائم رکھیں زیادہ بے ہوشی نقصان دہ ہوتی ہے۔" میں نے کہا اور وہ خاموش ہوگیا۔ علی دانش سے رات کو تفصیلی ملاقات ہوئی وہ کہنے لگا۔

"میں نے یہ بات معلوم کرلی ہے کہ آپ لوگوں نے اس سے پہلے کبھی وادی ہنگاریہ یا اس کے نواحی علاقوں کا رخ نہیں کیا۔ چنانچہ میں نے بڑی تفصیل سے یہ نقشے تیار کئے ہیں اور ان کے مطابق ہم لوگ سفر کریں گے یا پھر ساری صورت حال آپ کے گوش گزار کرنے کے بعد یہ فیصلہ کیا جائے گا کہ آپ لوگ کس انداز میں کام کا آغاز کرتے ہیں۔"

"پیارے بھائی علی دانش ویسے تو تم شکل وصورت سے خاصے دانشمند نظر آتے ہو اور یہ بھی بتا دیا گیا ہے ہمیں کہ ہمیں ہر وقت تمہارا احترام کرنا ہے لیکن اگر کوئی ایسی چیز جو ہمارے حلق میں اٹک جائے تو اس کے بارے میں اگر تم سے کوئی درخواست کی جائے تو مان لوگے۔" علی دانش خفیف انداز سے حسن فیروز کو دیکھنے لگا اور پھر بولا۔

"جی فرمایئے کیا بات ہے؟"

"وہ اصل میں لفظوں کا استعمال کرتے ہوئے ذرا احتیاط رکھا کرو بہت عرصے سے مجھے قبض کی شکایت ہے حکیم صاحب قبلہ نے خاص طور پر ہدایت کی ہے کہ ثقیل غذا بے شک کھالو لیکن ثقیل الفاظ سے پرہیز کرنا یعنی انہیں سمجھنے سے بھی اور زبان سے ادا کرنے سے بھی چنانچہ آپ کی بڑی عنایت ہوگی کہ اگر آپ ہم سے سادہ زبان میں گفتگو کریں۔"

"اوہ معافی چاہتا ہوں مگر کیا میں نے کوئی ایسی بات کہہ دی ہے۔"

"نہیں اب تک تو نہیں لیکن آئندہ ذرا احتیاط رکھئے گا۔"

"بہت بہتر۔" علی دانش نے خندہ پیشانی سے کہا لیکن بہرحال مجھے یہ بات پسند نہیں آئی تھی۔ علی دانش نے ایک بڑا کاغذ میز پر پھیلا دیا اور کہنے لگا۔

"احتیاط کے تقاضوں کے پیش نگاہ ہمیں پہلے یہاں سے بانگی جانا ہوگا۔ بانگی تک کا سفر بذریعہ ٹرین کیا جائے گا وہی مناسب ہے۔"

"یہ بانگی کیا ہے؟"

"آپ یوں سمجھ لیجئے کہ یہ وادی ہنگاریہ کا دروازہ ہے۔ ایک پہاڑی مقام جسے آپ خوبصورت کہہ سکتے ہیں۔ وہاں سے ہمیں وادی ہنگاریہ کی جانب سفر کرنا ہوگا اصل میں اس علاقے کے بارے میں مختصر تفصیل یہ ہے کہ یہاں جرگہ سسٹم ہے۔ یہاں کے بارے میں تمام تر فیصلے کرنے کے حقوق یہاں کے سرداروں کو حاصل ہیں اور یہ سردار پروقار شخصیتوں کے مالک ہوتے ہیں۔ یہاں کوئی غیر اخلاقی عمل برداشت نہیں کیا جاسکتا اور ویسے بھی یہ علاقے بڑے صاف ستھرے اور کم از کم ان کثافتوں سے پاک ہیں جنہیں اخلاقی کثافت کہا جاسکتا ہے۔"

"بولتے رہو' پیارے بھائی بولتے رہو پیٹ خراب ہونے کی تمام تر ذمے داری تم پر ہوگی۔"

"میں تو اپنی دانست میں جناب کوشش کر رہا ہوں کہ زیادہ سے زیادہ آسان زبان استعمال کروں۔"

"ہاں' ہاں ٹھیک ہے' ٹھیک ہے' جاری رہو۔"

"ان علاقوں میں کچھ قبائل ایسے ہیں جو ذرا سرکش فطرت کے حامل ہیں۔ یہ لوگ پوست کی کاشت کرتے ہیں اور مختلف راستوں سے پوست غیر ممالک بھیجتے ہیں یہ تجارت بظاہر غیر قانونی ہے لیکن ہمارے لئے وہاں اس قسم کے عوامل ہیں کہ اس تجارت کو غیر

قانونی نہیں سمجھا جاتا بلکہ اس کے پس منظر میں کچھ ایسے تصورات بھی ہیں جن پر اگر غور کیا جائے تو مناسب ہی محسوس ہوتے ہیں۔"

"ہم کوئی بین الاقوامی سیاسی بحث نہیں کریں گے کیونکہ ہمارا نقطہ نظر مختلف ہے۔"

"جی بالکل بالکل اس لئے میں اس سے گریز کر رہا ہوں پوست کے یہ سوداگر ذرا سخت مزاج ہوتے ہیں اور انہی میں ایسے لوگ بھی شامل ہیں جو تاوان کی وصول یابی کے لئے ہر طرح کا عمل کر ڈالتے ہیں ہمیں اس سے بھی محفوظ رہنا ہوگا۔ اب یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا آپ لوگ براہ راست رحمان شاہ صاحب کے ٹھکانے پر تشریف لے جائیں گے یا کوئی اور راستہ اختیار کریں گے۔"

"کوئی اور راستہ اختیار کرنے سے تمہاری کیا مراد ہے؟" میں نے سوال کیا۔

"ہمارے پاس ایک ایسا راستہ بھی ہے جسے ہم خفیہ بھی کہہ سکتے ہیں اصل میں پوست کی خریداری کے لئے سوداگر آتے جاتے رہتے ہیں ان میں ہر جگہ ہر رنگ و نسل کے لوگ ہوتے ہیں۔ ہمارے پاس رقم ہونی چاہئے بس باقی سارے معاملات خود بخود حل ہو جاتے ہیں۔"

"کیا یہ رقم لوٹ لی نہیں جاتی؟"

"کچھ اصول ہر جگہ ہوتے ہیں اور بے مثال ہوتے ہیں۔ پوست کی سوداگری ہوتی ہے۔ تاوان کے لئے اغوا کیا جاتا ہے لیکن اگر یہ ظاہر کر دیا جائے کہ آنے والا نیک نیتی سے خود وہاں پہنچا ہے اور کسی نہ کسی کا مہمان ہے مہمان نہ سہی سوداگر ہے تو پھر آپ یہ سمجھ لیجئے کہ اس کی حفاظت کے لئے ہر شخص بندوق سنبھال لیتا ہے اور مجال نہیں کہ اسے کوئی نقصان پہنچ جائے۔"

"ویری گڈ' ویری گڈ کمال کی جگہ ہے بھئی جلدی چلو۔"

"آپ ان نقشوں کو ذہن نشین کر لیجئے۔ میں یہ جاننا چاہتا ہوں کہ ہمیں براہ راست فارسٹ آفیسر رحمان شاہ صاحب کے پاس جانا ہے یا پہلے اپنے طور پر ان کا جائزہ لینا ہے۔"

میں نے ایک لمحے کے لئے سوچا حسن فیروز نے فوراً ہی اس بات کا جواب نہیں دیا تھا اور میں جانتا تھا کہ وہ اس سلسلے میں میرے بولنے کا انتظار کر رہا ہے۔ چنانچہ کچھ لمحے سوچنے کے بعد میں نے کہا۔

"بہتر ہے کہ ہم پوست کے سوداگروں کی حیثیت سے پہلے سفر کا آغاز کریں اور اس کے بعد جب ماحول سے تھوڑی بہت واقفیت حاصل کرلیں تو پھر رحمان شاہ سے ملاقات

کر کے یہ دیکھیں کہ رحمان شاہ صاحب اپنے طور پر ہماری کیا مدد کر سکتے ہیں۔"

"بہت بہتر تو سب سے پہلے بانگی تک کا سفر ہوگا۔ آپ دونوں تنہا یہ سفر کریں گے لیکن میں اس ٹرین میں موجود ہوں گا۔ آپ مطمئن رہیے۔ اگر کہیں کوئی مشکل مرحلہ در پیش ہوا تو میں اسے سنبھالنے کی ذمہ داری دل و جان سے قبول کرتا ہوں۔"

"ہم نے بھی قبول کیا۔" حسن فیروز سینے پر ہاتھ رکھ کر بولا۔ پھر تھوڑی سی رسمی گفتگو کے بعد میں نے اس سے کہا۔

"مسٹر علی دانش جس علاقے میں ہم جا رہے ہیں وہاں کے بارے میں آپ نے جو مختصر تفصیلات بتائی ہیں ان سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ وہاں ہمیں خصوصی طور پر محتاط رہنا پڑے گا۔ کیا اسلحے وغیرہ کا بندوبست ہو سکتا ہے؟" علی دانش نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"جیسا کہ آپ کو میرے معزز دوست رانا اختیار نے بتایا کہ ان علاقوں میں ایک طویل وقت گزار چکا ہوں میں اور وہاں کے پولیٹیکل ایجنٹ کا پرسنل اسسٹنٹ بھی رہ چکا ہوں۔ چنانچہ مجھے بہت سی باتوں کی معلومات حاصل ہیں اگر آپ اسلحے کی بات کرتے ہیں تو آپ یوں سمجھ لیجئے کہ میں آپ کو بہترین اسلحہ فراہم کر سکتا ہوں۔" جب علی دانش وہاں سے چلا گیا تو حسن فیروز نے حیرت ناک طریقے سے سنجیدگی سے مجھ سے سوال کیا۔

"ایک بات بتاؤ اصولی طور پر ہمیں پہلے رحمان شاہ کے پاس جا کر اس سے صورت حال معلوم کرنی چاہئے کیونکہ اس کے بعد یہ فیصلہ کرنے میں ہمیں آسانی ہوگی کہ ثانیہ کے ساتھ کیا حادثہ پیش آیا۔ بجائے اس کے ہم رحمان شاہ صاحب تک پہنچیں۔ ہم اِدھر اُدھر کیوں بھٹکنے کا فیصلہ کر چکے ہیں۔"

"شاید تم پہلے ہونے والی گفتگو بھول گئے ہو مائی ڈیئر حسن ہم نے اپنے طور پر یہ بھی سوچا ہے کہ ہو سکتا ہے کہ اس سلسلے میں کوئی مشکوک کردار رحمان شاہ صاحب کا بھی ہو کم از کم ہمیں قرب و جوار میں اپنے لئے اتنے راستے بنا لینے چاہئیں کہ اگر کوئی ایسی صورت حال پیش آ جائے تو ہم رحمان شاہ کے رحم و کرم پر نہ رہیں۔ بلکہ اپنے طور پر بھی ان علاقوں سے واقفیت رکھتے ہیں۔ ضروری تو نہیں ہے کہ ہم ساری مشکلات کا حل علی دانش کو ہی سمجھ لیں بلکہ ابتدائی طور پر اگر ہمیں علی دانش کے ذریعے کچھ معلومات حاصل ہو جاتی ہیں اور ہم ان علاقوں کے قرب و جوار سے واقفیت حاصل کر لیتے ہیں تو یہ ہماری اضافی حیثیت ہوگی اور ہم اس سے کبھی اور کسی بھی لمحے فائدہ اٹھا سکتے ہیں جب کہ دوسری شکل میں ہمیں صرف رحمان شاہ کے رحم و کرم پر ہی رہنا ہوگا۔"

"یار تم کیوں اتنی طویل کہانی سنا رہے ہو مجھے' کیا میں نہیں جانتا کہ بات ایسی ہی ہے۔" حسن نے اپنے مخصوص مسخرے پن سے کہا اور میں ہنسنے لگا۔

"میں جانتا ہوں چیف' آپ نہایت اعلیٰ صلاحیتوں کے مالک ہیں۔"

"ارے بس وہ میں کیا اور میری اوقات کیا۔" حسن فیروز نے جواب دیا۔ دوسرے دن علی دانش نے تمام انتظامات مکمل کرلئے اور اس کے بعد ہم ایک ٹرین میں سوار ہو کر ایک نامعلوم منزل کی جانب چل پڑے۔ ذہن میں بہت سے خیالات تھے جو عجیب وغریب کیفیات کے حامل تھے۔ ٹرین کے سفر میں نہ جانے کیوں حسن فیروز پر بھی خاموشی کا دورہ پڑ گیا تھا۔ مجھے بھی سوچنے کے لئے وقت مل گیا تھا۔ مختلف سوچوں کے بعد میں نے اس لڑکی کے بارے میں سوچا جس کی تلاش میں ہم جارہے تھے۔ تصویروں میں' میں دیکھ چکا تھا کہ ایک حسین لڑکی تھی اور بلاشبہ اس حیثیت کی حامل کہ اسے چاہا جاسکے۔ اس کے بارے میں سوچ کر ہنسی آگئی تھی کہ آخرکار اس کی ملاقات حسن فیروز سے ہوگی اور حسن فیروز جیسا دل پھینک آدمی بھلا اپنی حرکتوں سے کہاں باز آسکے گا لیکن بہرحال اب مجھے حسن فیروز کو ہینڈل کرنا آگیا تھا وہ طبیعت کا برا انسان نہیں تھا یہ الگ بات ہے کہ ہر حسین عورت کو دیکھ کر پھسل جانا اس کی فطرت میں شامل تھا۔ حسن فیروز میرے سامنے بیٹھا ہوا پلکیں جھپکا رہا تھا۔ بلکہ یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے اسے نیند آرہی ہو تو میں نے اس سے کہا۔

"ٹرین کے سفر میں عموماً نیند آنے لگتی ہے۔ تم اگر چاہو تو آرام سے برتھ پر جاکر سوسکتے ہو۔"

"یار اب تم ضرورت سے زیادہ آگے بڑھتے جارہے ہو۔" اس نے کہا۔

"اوہو کوئی غلطی ہوگئی؟"

"غلطی نہیں میں یہ سوچ رہا ہوں کہ تمہیں آخر میرے دل کی باتیں کیسے معلوم ہوجاتی ہیں میں واقعی سونا چاہتا ہوں۔" میں ہنسنے لگا۔ حسن فیروز جاکر برتھ پر سوگیا تھا علی دانش کا کہیں پتا نہیں تھا اور میں سوچوں کی دنیا میں گم تھا۔ نہ جانے کیا کیا خیالات میرے ذہن کے پردوں پر ابھر رہے تھے اور آخرکار مجھے بھی نیند آگئی۔ ساری رات کا سفر نہ جانے کس طرح کٹا مجھے کچھ اندازہ نہیں تھا۔ غالباً جس جگہ ہمیں جانا تھا وہ کافی فاصلے پر تھی ورنہ علی دانش نے یہ کہا تھا کہ بانگی پہنچنے کے بعد وہ خود ہمیں اطلاع دے گا اور پھر وہاں کے بارے میں ہدایت کرے گا۔ اس جگہ کے بارے میں مجھے بھی کچھ معلوم نہ تھا کہ

کس حیثیت کی حامل ہے یقینی طور پر اگر کوئی پہاڑی مقام ہے تو پس ماندہ ہوگا لیکن جب ٹرین بانگی کے ریلوے اسٹیشن پر رکی تو میں جاگ رہا تھا اور اس ریلوے اسٹیشن کو دیکھ کر میری آنکھیں حیرت سے پھیل گئی تھیں۔ اچھے خاصے جدید شہر کا ریلوے اسٹیشن معلوم ہو رہا تھا جہاں زندگی پورے طور پر رواں دواں تھی۔ شاید حسن فیروز بھی جاگ رہا تھا کیونکہ چند لمحوں کے بعد وہ بھی برتھ سے نیچے اتر آیا تھا۔ ٹرین رکی تو ہم نے علی دانش کو دیکھا جو ہمارے کمپارٹمنٹ کے سامنے آیا تھا اور ہم دونوں کو جاگتے دیکھ کر اشارہ کرکے آگے بڑھ گیا تھا۔ ہم اپنا مختصر سا سامان اٹھائے ہوئے ریلوے اسٹیشن پر اتر آئے۔ حسن فیروز میری جانب دیکھ کر بولا۔

"یار کیا میرے منہ پر پھٹکار برس رہی ہے۔" میں نے چونک کر اسے دیکھا اور پوچھا۔

"کیوں؟"

"وہ لڑکی ایک نگاہ ڈالنے کے بعد اس انداز سے آگے بڑھ گئی ہے جیسے اسے میرے چہرے میں کوئی دلکشی نظر نہ آئی ہو۔"

"رخ بدل کر دوسری جانب چلو اس کے اثرات تمہارے ذہن سے کم ہوجائیں گے۔"

"نہیں مجھ سے ذرا سی غلطی ہوگئی اصولی طور پر مجھے چاہئے تھا کہ پہلے کمپارٹمنٹ کے واش روم میں جاکر اپنا چہرہ وغیرہ دھولیتا لیکن خیر اب جو کچھ ہونا تھا وہ ہوگیا آہا دیکھو ادھر دیکھو اس کی چال کتنی دلکش ہے۔"

"حسن یہ پہاڑی مقام ہے اور جس کی چال کی دلکشی کے بارے میں تم بات کررہے ہو ذرا اس کے عقب میں بھی دیکھ لو۔"

"کب.........کہاں۔" حسن نے کہا۔ ایک لمبا چوڑا آدمی لڑکی کے ساتھ چلا آرہا تھا۔ جس نے اس لڑکی کا سامان اٹھایا ہوا تھا۔ حسن جلدی سے بولا۔

"لاحول ولا قوۃ میں کوئی غلط آدمی ہوں چلو یار آگے بڑھو ویسے یہ علی دانش.........."

"ٹھیک ہے چلتے رہو یقینی طور پر ہم جو کچھ کررہے ہیں وہ بہتر ہی ہے۔"

"ویسے یہ جگہ نام سے تو یوں محسوس ہوتی تھی کہ جیسے چھوٹا سا ہل اسٹیشن ہو لیکن دیکھ رہے ہو سامنے کی عمارتوں کو اچھی خاصی بلند وبالا عمارتیں نظر آرہی ہیں۔"

"ہاں آؤ دیکھو ان عمارتوں میں ہمارے لئے کیا ہے۔"

میں نے کہا اور کچھ لمحوں کے بعد ہم ریلوے اسٹیشن سے باہر نکل آئے۔ ٹیکسیاں کھڑی تھیں، تانگے بھی موجود تھے، آٹو رکشا بھی تھے، زندگی بھرپور طریقے سے رواں دواں تھی اور چھوٹی بڑی عمارتیں بکھری ہوئی نظر آرہی تھیں۔ غالباً یہ کوئی ہل اسٹیشن ہی نہیں تھا بلکہ یقینی طور پر اس کی رونق کی وجوہات کچھ اور بھی تھیں جن کے بارے میں نہ تو علی دانش نے ہمیں بتایا تھا اور نہ ہی سچی بات یہ ہے کہ پوچھنے کی ضرورت پیش آئی تھی بہرحال طے یہ کیا گیا کہ فی الحال کسی ہوٹل میں قیام کریں اور اس کا انتخاب ہمیں خود ہی کرنا تھا۔ ہم تھوڑا سا آگے بڑھے لیکن اس کے بعد میں نے ایک ایسا منظر دیکھا جس نے میری رگوں میں لہو منجمد کر دیا ایک ایسی شخصیت میری نگاہوں کے سامنے آئی تھی جسے میں اچھی طرح پہچانتا تھا اور جو مجھے بھی اچھی طرح جانتا تھا اس کی آنکھوں میں مجھے دیکھ کر ایک لمحے کے لئے سرخی نمودار ہو گئی تھی اس کے عقب میں ایک اور دیوہیکل شخص موجود تھا جسے دیکھ کر ہی یہ احساس ہوتا تھا کہ وہ الہ دین کے چراغ کا جن ہے جو انسانوں کو ہاتھوں سے پکڑ کر مسل دیتا ہو گا۔ ایک لمحے کے لئے میرے قدم ٹھٹک گئے تھے جو تربیت مجھے مہارت خان نے دی تھی اور جس کو کرنل ہمایوں نے جلا بخشی تھی۔ وہ ایک لمحے کے لئے نہ جانے کہاں ختم ہو گئی تھی جب کہ حسن فیروز میری کیفیت سے بے خبر پراطمینان انداز سے چاروں طرف دیکھ رہا تھا۔ پھر وہ اچانک میری طرف متوجہ ہوا اور مجھے دیکھ کر حیران رہ گیا۔ غالباً اسے میرے چہرے پر ایسی بات نظر آئی ہو گی کہ اس نے محسوس کیا اور جلدی سے بولا۔

"ارے تمہیں کیا ہوا۔"

"حسن وہ دیکھو ادھر دیکھو!" میں نے سہمے ہوئے انداز میں انگلی سے اشارہ کیا اور حسن چونک کر ادھر دیکھنے لگا میری نگاہوں کا مرکز حاجی سراج تھا۔ آہ وہی حاجی سراج جو اب میرا دشمن تھا اور میری ماں نے مجھے اطلاع دی تھی کہ حاجی سراج کو یہ پتا چلا ہے کہ میرے دادا نے اس کے دادا کو قتل کیا تھا اور حاجی سراج پر بھی یہ لازم ہو چکا ہے کہ وہ اپنے دادا کے قاتل کے پوتے سے اپنے دادا کے قتل کا انتقام لے۔ حاجی سراج کے ساتھ جو الہ دین کا جن تھا اس کا نام بادل خان تھا۔ بادل خان کو بچپن سے حاجی سراج نے پرورش کیا تھا اور بادل خان ہر اس بات پر آنکھیں بند کر کے عمل کرتا تھا جو حاجی سراج کی زبان سے نکلے۔ ان دونوں کا یہاں نظر آ جانا بڑی ہی خطرناک بات تھی۔ میرے اشارے پر حسن فیروز نے ان دونوں کو دیکھا اور بولا۔

"کیا تم ان دونوں کی جانب اشارہ کر رہے ہو۔"

"ہاں۔"

"مگر کیوں۔ اس میں پریشانی کی کیا بات ہے؟"

"ہے یار۔"

"کیوں۔ کیا بات ہے۔"

"جانتے ہو وہ کون ہے؟"

"کون ہے؟ بھلا میں کیسے جان سکتا ہوں اسے۔"

"یہ حاجی سراج ہے۔"

"اللہ اسے حج مبارک کرے اگر وہ حاجی ہے تو یہ تو اچھی بات ہے۔"

او بھائی تم سمجھتے کیوں نہیں ہو۔ یہ میرا وہی دشمن ہے جس کے بارے میں اس دن میری ماں مجھے بتا رہی تھی اور اس نے مجھے اس سے دور رہنے کی تلقین کی تھی۔"

"ارے باپ رے اچانک ہی حسن فیروز نے میرے پاس سے چھلانگ لگا دی اور مجھ سے ہٹ کر کافی دور جا کھڑا ہوا میں نے تعجب بھری نگاہوں سے اسے دیکھا اور پھر مجھے غصہ آ گیا۔ میں اسے گھورتا رہا پھر آہستہ قدموں سے چلتا ہوا اس کے قریب پہنچ گیا۔

"گڈ، ویری گڈ مجھے تم سے یہی امید تھی حسن فیروز۔"

"اور مجھے تم سے یہ امید بالکل نہیں تھی۔"

"کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ دو بے وقوف آدمیوں سے تم ڈر رہے ہو۔ ارے احمق وہ تمہاری تلاش میں بانگی تو نہیں آئے ہوں گے کسی کام سے آئے ہوں گے اور تمہیں یہاں نظر آ گئے ہیں۔ دوسری بات یہ کہ آخر وہ کون سی مارٹرگنوں سے مسلح ہیں جو تمہیں دیکھتے ہی فوراً گولہ باری کر کے قتل کر دیں گے۔ آخر اس میں پریشانی کی کیا بات ہے یہ دو معمولی سے لوگ ہیں جنہیں ہمیں چٹکیوں میں مسل سکتے ہیں۔" میں ایک لمحے تک سوچتا رہا پھر میں نے آہستہ سے کہا۔

"یار تمہیں ایک بات بتاؤں میں۔"

"ہاں بولو بتاؤ۔"

"بات اصل میں یہ ہے کہ ہم لوگ بچپن سے اپنی دوستی اور دشمنی کا دھیان رکھتے ہیں۔ تم مجھے پچاس آدمیوں میں ڈنڈا دے کر کھڑا کر دو کم از کم پچیس کو زخمی کر دوں گا

لیکن یہ خاندانی دشمنی توبہ توبہ......... بس اس سے جان نکلتی ہے اور یہ بادل خان' یہ بادل خان نہیں ہاتھی خان ہے ہاتھی خان۔"

"اب مجھے تمہارا دماغ خراب معلوم ہو رہا ہے۔ ارے تم شیر ہو شیر' دادا جان نے تمہیں نہ جانے کیا کیا کچھ سکھایا ہے اور تم تو مہارت خان کا نام لیتے ہو جس نے تمہیں بڑی مہارت سے مارشل آرٹ کا ماہر بنایا ہے۔"

"وہ سب اپنی جگہ ٹھیک ہے پیارے بھائی مم......... مگر او......... او......... اوہو دیکھو' دیکھو دیکھ لیا' آہ دیکھ لیا' آخر دیکھ لیا مجھے۔ اوہو اسی طرف آ رہا ہے' وہ اسی طرف آ رہا ہے۔"

نہ جانے کیوں اس وقت مجھ پر ایک عجیب سی کیفیت طاری ہو گئی تھی۔ ایسی کیفیت جس پر میں خود جس قدر ہنستا کم تھا۔ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ یہ کیا ہو گیا ہے۔ کوئی بات سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔ بس یہی کہا جا سکتا تھا کہ ابتداء میں جو کچھ ذہن میں ٹھونس دیا جائے وہ بڑی اہمیت کا حامل ہوتا ہے اور پھر اس سے پیچھا چھڑانا مشکل ہوتا ہے۔ حاجی سراج میرے قریب پہنچ گیا۔ اس کی نگاہیں مجھ پر جمی ہوئی تھیں اور وہ گہری نظروں سے میرا جائزہ لے رہا تھا۔ میرا بس دم نکلا جا رہا تھا اور میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ میں حاجی سراج سے کس طرح آنکھیں ملاؤں۔ ایسے وقت میں حسن فیروز آگے بڑھا اور اس نے حاجی سراج کو سلام کیا۔

"وعلیکم السلام۔" حاجی سراج نے سلام کا جواب حسن فیروز کو دیا تھا اور گھور مجھے رہا تھا۔ پھر اس نے حسن فیروز ہی سے پوچھا۔ "تم کون ہو اس کے؟"

A friend in need is a friend indeed.

"کیا؟" حاجی سراج نے منہ پھاڑ کر اپنے ساتھی بادل خان کی طرف دیکھا پھر بولا۔

"تم کو معلوم ہے میرے دادا کو اس کے دادا نے قتل کیا؟"

No Way. Did he meet a premature death?

"او بھائی تو کیا بک بک کر رہا ہے' میری سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا۔ اب مجھے اس سے بات کرنے دے۔" حاجی سراج بولا اور میری طرف رخ کر کے کہنے لگا۔ "کیا نام ہے تیرا؟"

"مسٹر' مسٹر' جسٹ اے منٹ۔" حسن فیروز نے کہا پھر میری طرف رخ کر کے بولا۔ "In this trouble nobody except God can help you."

حاجی سراج سر کھجانے لگا پھر بادل خان کی طرف متوجہ ہو کر بولا۔ "کوئی غلطی ہو گئی ہے۔ وہ جو کہتے ہیں نا کہ اللہ میاں نے ایک ایک شکل کے دس دس بنائے ہیں۔ یہ سڑکیں کھودنے والا بستی دو آبہ کا رہنے والا نہیں ہو سکتا۔" بادل خان نے مجھے نیچے سے اوپر تک گھورا پھر بولا۔

"اگر یہ وہ نہیں ہو سکتا خاناں تو پھر چلو ادھر کیوں وقت برباد کرتا ہو۔" اور پھر وہ دونوں وہاں سے آگے بڑھ گئے۔ میری جان میں جان آئی۔ حسن فیروز حقارت بھری نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگا پھر بولا۔

"ہوں' بوقت ضرورت کون کام آتا ہے۔ عقل' صرف عقل۔ یار تم اتنے بزدل آدمی ہو مجھے تمہارے بارے میں یہ اندازہ نہیں تھا۔ چلو خیر اس وقت تمہاری حاجی سراج والی مصیبت ٹل گئی لیکن مجھے صرف ایک بات بتا دو۔ عام حالات میں تم سچ مچ ایک دلیر آدمی ہو۔"

"دیکھو یہ کچھ خاندانی باتیں ہیں۔ انہیں اسی طرح رہنے دو۔" میں نے کہا۔

"اگر تم نے سنجیدگی سے یہ سب کچھ کیا ہے تو پھر مجھے تمہاری نفسیات پر غور کرنا پڑے گا۔"

"میری نفسیات پر غور کرنے کے بجائے اب یہ دیکھو کہ علی دانش کہاں مر گیا۔ ہم لوگوں کو بانگی کے بارے میں کچھ معلوم نہیں ہے۔"

"میرا خیال ہے کہ ہمیں کسی کی انگلی پکڑ کر نہیں چلنا چاہئے بلکہ اپنے طور پر ہمت کر کے آگے قدم بڑھانے چاہئیں بعد میں جو کچھ ہو دیکھا جائے گا۔" یہ کہہ کر حسن فیروز نے آگے قدم بڑھا دیئے۔ بہرحال میں نے بھی اس کا ساتھ دیا تھا۔ یہ بات میری سمجھ میں نہیں آئی تھی کہ حاجی سراج کم بخت یہاں کیا کر رہا تھا۔ حالانکہ میرے علاقے کا ایک بزرگ تھا لیکن وہ کافی خطرناک محسوس ہوا تھا مجھے اور یہ میری فطرت تھی کہ اتنا کچھ سیکھنے کے باوجود جو کچھ ذہن میں بیٹھا تھا' اسے نظرانداز نہیں کر سکتا تھا۔ قبیلوں کی دشمنی کا انجام ابھی تک براہ راست میری نگاہوں کے سامنے نہیں آیا تھا لیکن جو کہانیاں ان کے بارے میں سنی تھیں وہ انتہائی خوفناک ہوا کرتی تھیں اور ان سے میں خوفزدہ رہا کرتا تھا یا پھر یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اکبری خانم نے کچھ زیادہ ہی خوف میرے دل میں بٹھا دیا ہو۔ تمام باتوں کو نظرانداز کرنے کے بعد بانگی کا جائزہ لیا اور یہ سوچ کر حیرت ہوئی کہ اتنے خوبصورت شہر کا نام اتنا بے تکا کیوں رکھ دیا گیا ہے۔ یہ بات تو بہت بعد میں معلوم ہوئی

تھی کہ بانگی پہلے بہت چھوٹا سا گاؤں تھا لیکن اس کے نواحات میں صنعتی ترقی ہونے کی وجہ سے وہ پھیلتا چلا گیا اور آج وہ چھوٹا سا گاؤں صفحہ ہستی سے نیست و نابود ہو چکا تھا اور اس کی جگہ بانگی وجود میں آ گیا تھا لیکن اس کا نام تبدیل کرنے کی جرأت کسی نے نہیں کی تھی اور وہ آج بھی بانگی تھا۔ ایک خوبصورت ہوٹل کی چوتھی منزل پر ہمیں دو کمرے حاصل ہو گئے۔ دو کمرے خاص طور پر حاصل کئے گئے تھے حالانکہ حسن فیروز نے اس بات پر سخت اعتراض کیا تھا لیکن میں نے اس کے اعتراض کو مسترد کر دیا تھا اور کہا تھا کہ میں الگ کمرے ہی میں رہنا پسند کروں گا۔ وہ بھی کچھ ناراض سا ہو گیا تھا لیکن بہرحال مجھے اس کی ناراضگی کی پروا نہیں تھی البتہ دو تین گھنٹے تک ہوٹل کے اس کمرے میں آرام کرنے کے بعد جب شام ہوئی اور میں نے سوچا کہ حسن فیروز کا جائزہ لے لیا جائے لہٰذا میں اپنے کمرے سے باہر نکلا تو عین اس وقت سامنے والے کمرے سے ایک شخص باہر نکلا اور یہ حاجی سراج تھا جسے دیکھ کر ایک بار پھر میرے اوسان خطا ہو گئے۔ سراج بھی رک گیا تھا۔ مجھے گھورتا رہا پھر اس نے اندر دروازے پر دستک دی۔ میں بھی اس طرح کھڑا ہو گیا تھا جیسے چوہا بلی کو اپنے سامنے دیکھ کر اپنی اعصابی قوتوں کو سمیٹتا ہے۔ دستک دینے سے اندر سے بادل خان باہر نکل آیا تھا۔ حاجی سراج کی اور میری پوزیشن بڑی عجیب تھی۔ ہمارے درمیان میں صرف کوئی دس فٹ چوڑی راہداری تھی۔ اس کم بخت کو بھی عین سامنے والے کمرے ہی میں رہنا تھا۔ حاجی سراج خان نے بادل سے کہا۔ ”وہی ہے۔“

”نہیں ہے۔“

”میں کہتا ہوں، وہی ہے۔ میں نے اسے بہت بار دیکھا ہے۔“

”آپ سوچ لو حاجی صاحب۔“

”مگر یہ گٹ پٹ گٹ پٹ کیسے کرتا ہے؟“

”آپ کو معلوم ہے اس نے تعلیم حاصل کیا ہے۔“

”اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اس کا یہ، یہ روپ کس طرح بدل گیا؟“

”ابھی نہیں جانتا حاجی صاحب۔“

”اس سے پوچھو۔“ حاجی سراج نے کہا اور بادل خان آگے بڑھ آیا۔ میں خاموش کھڑا تھا۔ بادل خان نے مجھ سے پوچھا۔

”کیا نام ہے تمہارا؟“ میں نے کوئی جواب نہیں دیا تو بادل خان نے غرائی ہوئی آواز میں کہا۔ ”بولتا کیوں نہیں، کیا نام ہے تمہارا؟“

عین اسی وقت برابر کے کمرے سے حسن فیروز باہر نکل آیا۔ اس نے یہ کیفیت دیکھی تو آگے بڑھ آیا اور بادل خان کو گھورتے ہوئے بولا۔ ”کیا بات ہے مسٹر الیکٹرک پول، کیوں اس کے سامنے کھڑے ہوئے ہو؟“

بادل خان نے حسن فیروز کو گھورتے ہوئے کہا۔ ”تم نے مجھے گالی دی ہے۔“

”الیکٹرک پول گالی ہوتی ہے؟“

”کیا ہوتا ہے، میرے کو نہیں معلوم۔“

”پھر اس کا راستہ روک کر کیوں کھڑے ہوئے ہو؟“

”میں اس سے اس کا نام پوچھتا ہوں۔“

”یہ اپنا نام نہیں بتا سکتا۔“

”کیوں؟“

”اس لئے کہ یہ گونگا ہے۔“

”کیا؟“ بادل خان چونک پڑا پھر حاجی سراج کی طرف مڑ کر بولا۔ ”حاجی صاحب یہ بے چارا تو گونگا ہے، جبکہ فضل خان کا بیٹا گونگا نہیں تھا۔“

”او پھر اس سے معافی مانگو ہمیں واقعی غلط فہمی ہوئی تھی۔“ حاجی سراج نے کہا اور واپسی کے لئے پلٹ پڑا۔ بادل خان اپنے کمرے میں جا گھسا تھا۔ میں نے حسن فیروز کو دیکھا اور کچھ بولنے ہی والا تھا کہ اچانک ہی حاجی سراج پلٹ پڑا۔ ”لیکن اس وقت تو یہ بولا تھا جب تم لوگ مجھے ریلوے اسٹیشن پر ملا تھا۔“

حسن فیروز نے حاجی سراج کو دیکھتے ہوئے کہا۔ ”مجھے تمہاری پھوکڑی میں کھوڑا معلوم ہوتا ہے۔“

”کیا؟“

”تم یہ بتاؤ کیا بولا تھا یہ؟“

”کیا بولا تھا، کیا بولا تھا۔ یارا یہ ہماری زبان میں کب بولا تھا؟“

”تو تمہاری زبان ہی میں تو گونگا ہے یہ، بلاوجہ بے چارے کو پریشان کر رہے ہو۔“

”معافی مانگتا ہے، معافی مانگتا ہے۔“ حاجی سراج نے کہا اور وہاں سے آگے بڑھ گیا۔

حسن فیروز خاموشی سے اسے گھورتا رہا تھا لیکن اس کے بعد حاجی سراج وہاں نہیں رکا تھا۔

”یہ یہاں کہاں سے آ مرے؟“ حسن فیروز نے پوچھا۔

”یار نکل چلو یہاں سے یہ تو بڑی گڑبڑ ہو گئی۔ پتا نہیں کیا چکر ہے۔ کس کی تلاش

میں آئے ہیں یہ لوگ؟"

"تم سے تو بعد میں نپٹوں گا۔ یہ آخر ان کو دیکھ کر تمہیں ہو کیا جاتا ہے؟"

"یار یہ ہماری خاندانی روایات ہیں۔ دشمنی دو ہی صورتوں میں نبھائی جاسکتی ہے یا تو دشمن کے سامنے ہتھیار تان کر کھڑے ہو جاؤ یا پھر اس کے سائے سے بھی بچو۔"

"اچھا فضول باتوں سے گریز کرو میرا خیال ہے کہ علی دانش ضرور کسی حادثے کا شکار ہو گیا ہے۔ اب اس کے بارے میں سوچنا بے کار ہے ہمیں آگے کے لئے فیصلہ کرنا ہے۔"

"آگے کے لئے فیصلہ ہم کر چکے ہیں۔"

"یہاں راہداری میں کھڑے ہو کر۔"

"نہیں۔"

"تو پھر۔"

"آؤ نیچے ہال میں چلتے ہیں پھر ہم ہال میں آبیٹھے تھے ہوٹل کا یہ ریفریشمنٹ ہال بھی بے حد خوبصورت تھا اور اسے دیکھ کر یہ اندازہ نہیں ہوتا تھا کہ یہ کسی جدید ترین شہر کے ہوٹل کا ریفریشمنٹ نہیں ہے۔ ہر طرح کی آسائشیں یہاں حاصل تھیں۔ مدہم موسیقی فضا میں ابھر رہی تھی ویٹر خاموشی سے اپنے اپنے کاموں میں مصروف تھے ایک میز پر بیٹھنے کے بعد ہم نے اپنے لئے مشروب طلب کر لیا تو حسن فیروز نے کہا۔

"کچھ بوریت ہو رہی ہے طریقہ کار خیر مجھے تو پہلے ہی پسند نہیں تھا لیکن اب اور ناپسندیدہ ہو گیا ہے میرے لئے۔ صورت حال یہ ہے کہ ہمیں فارسٹ آفیسر رحمان شاہ کے پاس جاکر معلومات حاصل کرنا تھی لیکن طے یہ پایا تھا کہ ہم فارسٹ آفیسر کے پاس جانے کی بجائے پہلے اندرونی علاقے میں چل کر ان جگہوں کو دیکھیں جن کے بارے میں ہمیں علم ہو چکا ہے۔"

"ہاں لیکن ایک بڑا عجیب مسئلہ ہے۔"

"کیا۔"

"معلومات کا ذریعہ علی دانش ہی کو بنایا گیا تھا اور علی دانش اچانک ہی غائب ہو گیا ہے۔"

"اب تو میں یہی سوچتا ہوں کہ کہیں وہ واقعی کسی حادثے کا شکار نہ ہو گیا ہو۔"

"اوہو' ادھر دیکھو ادھر۔" اچانک ہی حسن فیروز نے کہا اور میری نگاہیں سامنے

والے دروازے کی جانب اٹھ گئیں۔ دروازے سے اندر داخل ہونے والا علی دانش ہی تھا غالباً اوپر کے کمروں سے ہو کر آیا تھا اور ہمارے کمرے بند دیکھ کر یہاں پہنچا تھا کیونکہ اس کے ہال میں نگاہیں دوڑانے کے انداز سے یہی پتا چلتا تھا کہ اسے کسی کی تلاش ہے پھر اس نے ہمیں دیکھ لیا اور تیر کی طرح ہماری طرف آیا بڑے پُرسکون انداز میں اس نے ایک کرسی گھسیٹی اور بیٹھتا ہوا بولا۔

"پہلے میں آپ لوگوں کے کمروں کی جانب ہی گیا تھا۔"

"تمہیں ہمارے کمروں کے بارے میں کیسے معلوم ہوا علی دانش۔"

"کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ تمہیں کیسے پتا چلا کہ ہم نے اسے ہوٹل میں قیام کیا ہے۔"

"جناب میں نے آپ لوگوں کا یہاں تک تعاقب کیا تھا۔ آپ کو ہوٹل میں کمرا حاصل کرتے ہوئے دیکھا تھا۔ آپ کے کمرے دیکھنے کے بعد یہاں سے گیا تھا۔"

"تو حاجی سراج کو بھی دیکھا ہو گا۔" میں نے بے اختیار پوچھا۔

"کون حاجی سراج؟"

"چھوڑو یار ان باتوں کو اب یہ بتاؤ مسٹر علی دانش کہ تم غائب کہاں تھے۔"

"اصل میں سب سے پہلے تو مجھے اس بات کا جائزہ لینا تھا کہ آپ کا تعاقب کرنے والا تو کوئی نہیں ہے' کسی کو آپ کے یہاں آنے پر کوئی شبہ تو نہیں ہو سکا ہے۔ اس لئے میں آپ سے ذرا الگ الگ رہ کر صورت حال کا جائزہ لیتا رہا۔"

"ہوں تب تو خیر ٹھیک ہے۔ کوئی ایسی صورت حال سامنے آئی تو نہیں۔"

"نہیں' بالکل نہیں۔"

"ویری گڈ چلو اب بتاؤ کیا کرنا ہے۔"

"آپ لوگوں نے یہ طے کیا تھا کہ رحمان شاہ صاحب کے پاس براہ راست جانے کی بجائے پہلے ان علاقوں کا جائزہ لیں گے جہاں قبیلے کے لوگ رہتے ہیں۔"

"ہاں۔"

"اصل میں' میں سمجھتا ہوں اس سلسلے میں ایک بہت ہی مخصوص علاقہ ہے اس کا نام "راشک" ہے۔ راشک ایک دلچسپ جگہ ہے۔ آپ یوں سمجھ لیجئے کہ پوست کی کاشت کے سوداگر یہاں آتے ہیں تو وہاں قیام کرتے ہیں۔ اس لحاظ سے راشک ایک عمدہ جگہ بن چکی ہے۔ پہلے وہاں پوست کے سوداگروں کی حیثیت سے تھوڑا سا قیام کر لیں تو کیا

زیادہ مناسب نہیں رہے گا۔"

"علی دانش کیا تم اس بات کو بہتر سمجھتے ہو۔"

"نہیں جناب یہ بات اگر آپ کو پسند ہو تو ٹھیک ہے۔"

"تم یہ بتاؤ کہ تمہارا قیام کہاں ہے؟"

"آپ دونوں کے بعد والا کمرہ میرا ہے۔" علی دانش نے کہا اور ہم دونوں واقعی حیرت سے اچھل پڑے۔

"کیا۔"

"جی ہاں۔"

"جھوٹ بولتے ہو۔"

"نہیں جناب بھلا یہ کیسے ممکن ہے۔" علی دانش نے حسن فیروز کو دیکھتے ہوئے کہا جو ہر بات بڑی آسانی سے کہہ دیا کرتا تھا۔ میں نے حسن فیروز کے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

"کیوں تم یہ بات کیسے کہہ سکتے ہو علی دانش کی مرضی ہے اس نے جہاں بھی کمرہ حاصل کیا ہو۔"

"ٹھیک ہے، ٹھیک ہے، اصل میں یہ شخص ہمارے سامنے بہت زیادہ پراسرار بننے کی کوشش کر رہا ہے۔"

"نہیں جناب حقیقت یہ ہے کہ اتنی برق رفتاری سے کام کر رہا ہوں کہ آپ سوچ بھی نہیں سکتے۔"

"ٹھیک ہے، ٹھیک ہے۔ تم برق رفتاری سے کام کرتے رہو اب تو ہمیں پتا چل ہی چکا ہے کہ تم ہمارے برابر والے کمرے میں ہو۔"

"آپ کیا پینا پسند کریں گے مسٹر علی دانش۔"

"جو آپ پی رہے ہیں وہی پلا دیجئے۔" ہم نے مشروب طلب کر لیا اور علی دانش ہمارے سامنے بیٹھا مشروب کے چھوٹے چھوٹے گھونٹ لیتا رہا۔ پھر اس نے کہا۔

"حقیقت یہ ہے کہ مجھے بہت سے انتظامات کرنے ہیں بعد میں آپ جو کچھ بھی سوچیں اور جو کچھ بھی کریں وہ بعد کی بات ہے۔ ویسے میں سمجھتا ہوں کہ ایک نگاہ راشک کا جائزہ لے لینا اچھا ہی رہے گا کیونکہ ہو سکتا ہے کہ آپ کو بعد میں وہیں آنا پڑے۔"

"راشک میں قیام کرنے کے لئے کوئی خاص شرائط تو نہیں ہوتیں۔"

"نہیں بس اصل کام وہاں پہنچنا ہے کیونکہ وہاں ایسے لوگ نہیں پہنچ پاتے جن کے اندر ہمت نہ ہو۔ جو ہتھیاروں کا استعمال نہ جانتے ہوں اور جو......... جو.........."

"تو کیا وہاں جانا اتنا ہی ضروری ہے میں کہتا ہوں کہ ایسی فضول جگہوں پر قدم رکھنا ایک غیر انسانی عمل ہے۔ انسانیت کا تقاضا ہے کہ انسان ہر ایسی بری جگہ جانے سے بچے جہاں اس کی زندگی کو خطرہ لاحق ہو سکتا ہو۔ انتہائی فضول بات ہے۔ رحمان شاہ صاحب سے بات کرتے ہیں ان سے معلومات حاصل کرتے ہیں آخر کار کچھ پتا چل ہی جائے گا اور بالآخر ہم اتنے کمزور فطرت کے مالک بھی نہیں ہیں کہ اتنی سی بات کا اندازہ نہ لگا سکیں کہ......... کہ۔"

"فضول باتوں سے گریز کرو مسٹر انچارج ہمیں ہر قیمت پر راشک جانا ہے۔"

"لعنت ہو تم پر۔" حسن فیروز نے کہا اور خاموش ہو گیا۔ علی دانش بہت دیر تک ہم سے باتیں کرتا رہا تھا پھر مشروب ختم کرنے کے بعد وہ بولا۔

"اب میں چلتا ہوں۔ جو انتظامات راشک تک پہنچنے کے لئے ہمیں کرنے ہیں میں ان کے لئے اجازت چاہتا ہوں۔"

"پھر وہ اٹھ کر چلا گیا تھا اور حسن فیروز نے مردہ لہجے میں مجھ سے کہا تھا۔

"کیا تم مجھے اٹھا کر میرے کمرے تک پہنچا سکتے ہو، اصل میں میرے اعصاب جواب دے گئے ہیں۔"

"بعض اوقات اگر انسان اعصابی طور پر مضمحل ہو جاتا ہے تو اسے بالوں سے پکڑ کر اٹھانا زیادہ مناسب رہتا ہے کیونکہ اس کے اعضاء چھونے کے قابل نہیں ہوتے۔ چنانچہ اٹھو۔" میں نے اس کے بالوں کی جانب ہاتھ بڑھایا تو وہ جلدی سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

"مذاق بھی نہیں سمجھتے یار چلو۔" اس نے کہا اور ہم دونوں اوپر آ گئے پھر حسن فیروز میرے ہی کمرے میں آ گھسا تھا۔ اس نے کہا۔ "تم کبھی کبھی حد سے تجاوز کر جاتے ہو اسسٹنٹ، کیا تمہیں اس بات کا اندازہ نہیں ہے کہ میں تم سے صرف مذاق کر رہا ہوں۔ تمہیں کم از کم اتنی عقل ہونی چاہئے کہ حقیقت اور مذاق کا فرق محسوس کر سکو۔"

"یہ مذاق آپ کس سلسلے میں فرما رہے تھے جناب؟"

"مذاق فرمانے کا کوئی سلسلہ بھی ہوتا ہے کیا، اپنے ماتحتوں سے ہنستے بولتے رہنا چاہئے ورنہ انسان مغرور کہلاتا ہے۔"

"جی، جی یہ تو آپ نے صحیح فرمایا انچارج صاحب۔"

"چنانچہ اب تم مجھے وہ رپورٹ پیش کرو جو مکمل طور پر تمہارے ذہن میں ہے۔ میں جاننا چاہتا ہوں کہ تم نے اس سلسلے میں کیا سوچا ہے' کیا غور کیا ہے۔ مجھے معلومات حاصل ہونی چاہئیں۔"

تب میں نے کہا۔ "علی دانش ایک کام کا آدمی ہے۔ جس طرح سے رانا اختیار خلجی نے کہا ہے کہ علی دانش ہمارے لئے بہت سی سہولتیں فراہم کردے گا تو میری رائے تو یہ ہے کہ پہلے ہم ذرا اس جگہ کے بارے میں معلومات حاصل کرلیں۔ یہ دیکھ لیں کہ وہاں پر کیا ہوتا ہے۔ وہاں کے راستے کیسے ہیں۔ جنگل کے ماحول سے بھی تھوڑی واقفیت حاصل ہو جائے گی۔ یہ اندازہ ہو جائے گا کہ پوست کے سوداگر کس طرح سے اپنا وقت گزارتے ہیں۔"

"دیکھو' صورت حال مجھے خاصی مشکوک نظر آتی ہے۔ جو تھوڑی بہت باتیں ہمارے علم میں آئی ہیں' ان سے کچھ عجیب سے اندازے ہوتے ہیں۔"

"مثلاً؟" میں نے سوال کیا۔

"پہلی بات تو یہ کہ رانا اختیار خلجی ایک بے اختیار آدمی ہے۔ یہ بات کھل کر سامنے آچکی ہے کہ جو شان و شوکت ان لوگوں کی نظر آتی ہے وہ درحقیقت رانا اختیار خلجی کی ملکیت نہیں بلکہ بیگم صاحبہ کی طرف سے مہیا ہوئی ہیں۔"

"چلو ٹھیک ہے مان لیا پھر۔"

"اور یقینی طور پر کچھ ایسے معاملات بھی ہوں گے جن میں بیگم صاحبہ اور رانا صاحب کے خاندان میں اختلاف ہوں گے اور یہ بات آپ اچھی طرح جانتے ہیں کہ رحمان شاہ ثانیہ خلجی کا چچا ہے۔"

"جی انچارج صاحب یار سیدھے سیدھے رحمان شاہ کے پاس چلیں تو کیا حرج ہے؟"

"اور اگر تھوڑی سی معلومات ان علاقوں کے بارے میں بھی ہو جائیں تو کیا حرج ہے؟" میں نے کہا اور وہ پرخیال انداز میں گردن ہلانے لگا پھر بولا۔

"اچھا باس وہ ہے جو معمولی سے معمولی انسان کی بات پر بھی غور کرے۔ چنانچہ ٹھیک ہے' اگر تم اس بات کے خواہش مند ہو تو تمہاری اس خواہش کا خیال رکھا جائے گا۔"

میں ہنسنے لگا تھا۔ بہرحال اس کے بعد ہم بانگی کی تفریحات سے لطف اندوز ہونے

لگے۔ علی دانش کیونکہ غائب ہو گیا تھا اور اس کے کمرے میں مسلسل تالا لگا ہوا تھا۔

پھر علی دانش واپس آگیا اور اس نے کہا۔ "میں نے تمام انتظامات کرلئے ہیں جناب اور سب سے پہلی چیز جو میں آپ کے سامنے پیش کرنا چاہتا ہوں وہ اس وقت میرے کمرے میں ہے۔ کیا آپ میرے کمرے میں تشریف لانا پسند کریں گے؟"

"کوئی حرج نہیں ہے۔" حسن فیروز نے شان سے کہا اور ہم علی دانش کے کمرے میں داخل ہو گئے۔ علی دانش نے جو انتظامات کئے تھے' وہ واقعی دلچسپ تھے اور انہیں دیکھنے کے بعد مجھے خاصا سنجیدہ ہونا پڑا تھا۔ یہ ایک بہت ہی جدید ساخت کا سفری بیگ تھا۔ اس بیگ میں جو کچھ موجود تھا وہ دیکھنے کے قابل تھا۔ سب سے پہلے اس نے ایک چھوٹا سا لیمپ نکالا جو زیادہ سے زیادہ چار انچ چوڑا اور اتنا ہی لمبا تھا۔ سامنے کے حصے میں شیشہ لگا ہوا تھا اور اس کے نیچے ایک بٹن لیکن جب اس نے لیمپ روشن کیا تو یوں محسوس ہوا جیسے کمرے میں سورج اتر آیا ہو۔ اتنی تیز روشنی اتنے چھوٹے سے لیمپ سے منتشر ہو رہی تھی کہ حیرانی ہوتی تھی۔ علی دانش نے کہا۔ "اور یہ مدھم سے مدھم تک ہو سکتا ہے۔ یہاں تک کہ اس کی روشنی ایک چراغ جیسی بھی ہو سکتی ہے۔" اس نے بٹن کو آہستہ آہستہ دبایا اور لیمپ کی روشنی مدھم ہوتی چلی گئی۔

"بہترین چیز ہے۔" حسن فیروز نے پسندیدگی سے اسے دیکھتے ہوئے کہا پھر علی دانش نے اس لیمپ کو الٹا کر کے رکھ دیا اور اس کے اوپر والے حصے کو تھوڑا سا مختلف طریقوں سے کھسکا کر سیدھا کردیا اب اندر اس میں ایک چھوٹا سا شیشہ لگا نظر آنے لگا تھا اور ایک سفید بٹن نمودار ہو گیا تھا۔

"یہ کیمرہ ہے اور یہ مووی بنا سکتا ہے' اس میں ایک بہت ننھی سی ڈسک لگی ہوئی ہے جو تقریباً ڈیڑھ دن کی ریکارڈنگ کرسکتی ہے اور ریکارڈنگ کے لئے یہ سائیڈ والا بٹن دبائے رکھنا ضروری ہے۔ روشنی کا کوئی مسئلہ نہیں ہے چونکہ یہ ایکسٹرا الٹراوائلٹ ریز (شعاعیں) رکھتا ہے جو اندر ہی اندر روشنی کے بغیر کام کرتی رہتی ہیں۔"

"کیا تم جادوگر ہو؟" حسن فیروز نے پوچھا۔

"نہیں یہ جادوگری میری نہیں ہے۔ یہ جرمن ساخت کا کیمرہ ہے اور اسے بڑی جدید ٹیکنیک پر بنایا گیا ہے اور آپ کو تعجب ہوگا کہ یہ کیمرہ ہمیں خاص طور پر بھجوایا گیا ہے۔"

"کس نے بھجوایا ہے۔"

"کرنل ہمایوں نے۔" علی دانش کے الفاظ پر ہم بری طرح چونک پڑے تھے۔

"ہوں دادا جان یہ چیزیں ہمارے حوالے بھی کرسکتے تھے خیر اور تمہاری اس عمرو عیار کی زنبیل میں کیا ہے۔"

"یہ دیکھئے!" علی دانش نے بیگ کے پچھلے حصے کی زپ کھول دی اس میں دو چھوٹے سائز کے پستول نظر آرہے تھے وہ ان کے بارے میں تفصیلات بتانے لگا اور بولا۔

"یہ ننھا سا ایک انچ کا ٹکڑا جو اس پر لگا ہوا ہے یہ ایک نفیس سائیلنسر ہے۔ سب سے بڑی خوبی اس کی یہ ہے کہ اسے آسانی سے لباس میں چھپایا جاسکتا ہے اور جہاں تک اس کے میگزین کا سوال ہے تو آپ کو یہ دیکھ کر بھی لطف آئے گا کہ اس کا میگزین بھی ننھے ننھے چپس پر مشتمل ہے۔ اس کی ٹیکنیک بڑی عجیب ہے میں اسے یہاں استعمال کرکے نہیں دکھاسکتا۔ آپ یوں سمجھ لیجئے کہ یہ بڑے شاندار طریقے سے آپ کے دشمن کا خاتمہ کرسکتا ہے۔"

"گڈ اب آپ یہ بتایئے مسٹر علی دانش ہماری روانگی کب تک ہے۔"

"میں نے یہ کوشش کی ہے بلکہ میں نے کیا کرنل صاحب نے ہمیں جو آسائشیں فراہم کی ہیں وہ یہ ہیں کہ ہم مختصر ترین سامان کے ساتھ اپنی منزل کی جانب روانہ ہوجائیں ایسے چند افراد کا انتخاب میں نے کیا ہے جو اس سلسلے میں ہمارے مددگار ثابت ہوسکتے ہیں اور ان کی مدد سے ہم بہت سے کام کرسکتے ہیں اگر آپ لوگ ذہنی طور پر تیار ہوں تو ہم آج رات کو بارہ بجے اپنے سفر کا آغاز کردیں۔"

"گڈ' یہ وقت کا تعین کسی خاص وجہ سے کیا گیا ہے۔"

"ہاں۔ ہم نہیں چاہتے کہ عام لوگوں کی طرح ہم ان علاقوں میں داخل ہوں جہاں داخل ہونے والوں پر گہری نگاہ رکھی جاتی ہے چیک پوسٹ بنی ہوئی ہیں۔ اصل میں بڑے دلچسپ معاملات ہیں دن کی روشنی میں اگر کوئی گاڑی گزر جائے تو یہ سمجھ لیا جاتا ہے کہ ان میں سیاح ہوں گے اور سیاحوں کو بہرحال ان علاقوں میں جاتے ہوئے پریشان کیا جاتا ہے۔ آپ سمجھ رہے ہیں نا میری بات' شام کے دھندلکوں میں یا رات کی سیاہی میں سفر کرنے والوں کے بارے میں یہ اندازہ ہوتا ہے کہ یہ لوگ پوست کے اسمگلر ہیں اور ان کی خرید و فروخت کا معاملہ کرتے ہیں۔ چنانچہ ایسے لوگوں کے لئے راستے کی آمدورفت کو محتاط رکھا جاتا ہے۔"

"اومائی گاڈ' اس کا مطلب ہے کہ بڑے اعلیٰ پیمانے پر یہ سارے کام ہوتے ہیں۔"

میں نے کہا۔

"تو آپ کیا سمجھتے ہیں ایسے کام سادگی اور آسانی سے ہوجاتے ہیں؟"

"ٹھیک ہے' ٹھیک ہے اور راستے کے سفر کے لئے کیا تیاریاں کی جارہی ہیں مسٹر علی دانش۔"

"دیکھئے اس وقت تک جب تک میں اپنے اختیارات استعمال کرسکتا ہوں میں آپ کو آسائشیں فراہم کرتا رہوں گا لیکن جب بھی ذرا مشکلات کا لمحہ آئے گا آپ کو اپنے طور پر مستعد ہونا ہوگا۔"

"اس کی تم فکر نہ کرو۔"

"ایک لینڈ کروزر حاصل کرلی گئی ہے جسے ہر طرح سے لیس کرنے کے بعد ہم لوگ آگے روانہ ہوں گے۔"

"ایک بات اور بتاؤ۔"

"جی۔"

"اگر سیاحوں کا کوئی قافلہ شام کے دھندلکوں میں سفر کرے تو اس کے ساتھ بھی وہی رعایت برتی جاتی ہے۔"

"جی بالکل۔"

"ایسی شکل میں کیا ایسے لوگ ان علاقوں میں نہیں داخل ہوئے جو وہاں کوئی کارروائی کرنا چاہتے ہوں۔"

"کیوں نہیں داخل ہوئے لیکن وہ کبھی واپس نہیں آئے۔"

"کک.........کک.........کیا مطلب؟" حسن فیروز نے چونک کر پوچھا۔

"جب ان کی کارروائیوں کا علم ہوجاتا ہے تو پھران کی واپسی بڑی مشکل ہوجاتی ہے۔ اب وہ کہاں جاتے ہیں اتنی تفصیل تو میرے علم میں نہیں آسکی۔" علی دانش نے کہا اور حسن فیروز کان دبا کر خاموش ہوگیا لیکن میں ایک عجیب سنسنی محسوس کررہا تھا۔ علاقے بالکل اپنے اپنے لگتے تھے لیکن کم از کم بستی دوآبہ میں ایسا نہیں ہوتا تھا وہ معصوم اور سادہ لوح لوگوں کی بستی تھی یہ الگ بات ہے کہ کہیں دور دراز علاقے میں پوست کے سوداگر اپنی کارروائیوں کو اسی طرح پراسرار رکھتے ہوں جن کے بارے میں مجھے علم نہیں تھا۔ ویسے حقیقت یہ ہے کہ علی دانش بھی مجھے بہت پراسرار شخص نظر آیا تھا اب تک اس نے جو کارروائیاں یہاں آنے کے بعد کی تھیں وہ ناقابل یقین تھیں پتا نہیں بانگی میں

اس کے ان چیزوں کو وصول کرنے کے ذرائع کیا تھے لیکن معمولی نہیں معلوم ہوتے تھے اور پھر رات کے اس حصے میں جس کا تعین کرلیا گیا تھا ہم علی دانش کی رہنمائی میں ایک لمبا راستہ طے کرنے کے بعد اس جگہ پہنچ گئے جہاں سے ہمیں اندرونی علاقوں میں سفر کرنا تھا۔

ایک چھوٹا سا پیٹرول پمپ بنا ہوا تھا جس کے عقب میں ریسٹورنٹ بھی بنایا گیا تھا۔ یہاں علی دانش نے کچھ لمحات آرام کرنے کا فیصلہ کیا اور اس کے بعد وہ ہمیں پیٹرول پمپ کے عقبی حصے میں بنے ہوئے کینٹین یا ریسٹورنٹ میں لے گیا اور یہاں ایک میز پر جس شخصیت کو میں نے دیکھا اسے دیکھ کر میں ایک بار پھر دنگ رہ گیا یقیناً میرے فرشتوں کو بھی گمان نہیں تھا کہ بانگی میں میری ملاقات کرنل ہمایوں سے ہوجائے گی۔ کرنل ہمایوں بالکل بدلی ہوئی شکل میں نظر آرہا تھا۔ ایک موٹا سگار اس کے دانتوں میں دبا ہوا تھا جس کے سلگتے ہوئے سرے سے دھوئیں کی لکیر فضا میں بلند ہورہی تھی۔ وہ گرے کلر پر ریڈ لائنوں والا خوبصورت سوٹ پہنے ہوئے تھا جو اس کی شاندار شخصیت سے بڑا ہم آہنگ تھا۔ اس کے وجود میں کسی قسم کی کوئی کمی نظر نہیں آرہی تھی کسی زمانے میں یہ شخص ملٹری انٹیلی جنس میں ایک بڑا عہدے دار رہ چکا تھا۔ حالانکہ اس کوٹھی کے گھریلو ماحول میں اس کی شخصیت مجھے بڑی عجیب لگی تھی میرے لئے تو وہ خیر ایک رہنما اور ایک مشفق شخصیت کا مالک تھا لیکن اس کے بہت سے پراسرار روپ دیکھ کر میں ہمیشہ دنگ رہ جاتا تھا اس وقت بھی اسے یہاں دیکھ کر میں ششدر رہ گیا تھا اس نے بڑی سرد مہری سے ہمارا استقبال کیا حسن فیروز نے کچھ کہنا چاہا تو وہ انگلی اٹھا کر بولا۔

”جب تک بولنے کی اجازت نہ دی جائے ایک لفظ زبان سے نہیں نکلنا چاہئے سنو گل مراد اب تک تم میری تربیت کے مطابق جس طرح اپنے عمل کرتے رہے رہو میں اس سے مطمئن ہوں اور اس بات کا خواہش مند ہوں کہ آئندہ بھی تم انتہائی ذہانت کے ساتھ اپنے کام سرانجام دیتے رہو گے بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ کچھ کاموں میں ذرا الٹ پھیر اختیار کی جاتی ہے۔ مثلاً اب تک تمہارے ذہن میں خیال تک نہ آیا ہوگا کہ کچھ عرصے کے بعد تم تنہا ایک کارنامہ سرانجام دو گے اتنے تنہا کہ حسن فیروز بھی تمہارے ساتھ نہیں ہوگا۔“

”کک......کک......کک......کیا؟“

”میں نے تم سے کہا تھا نا حسن فیروز جب تک تمہیں بولنے کی اجازت نہ دی جائے

تم ایک لفظ اپنی زبان سے ادا نہیں کرو گے۔“

”مم مگر دادا جان.........“

”شٹ اپ۔“ کرنل ہمایوں کا لہجہ اتنا خونخوار تھا کہ حسن فیروز کی زبان بند ہوگئی لیکن اب اس کے چہرے پر مظلومیت کے آثار نظر آنے لگے تھے اور میں اپنے طور پر یہ سوچ رہا تھا کہ یہ کیا قصہ ہے یہ تو بالکل انوکھی بات ہوگئی۔ اس سے پہلے تو میرے علم میں ایسا نہیں تھا۔ کرنل ہمایوں نے کہا۔

”اور اس ریسٹورنٹ میں تم جو بھی کھاؤ پیئو گے وہ میرے یہاں سے جانے کے بعد کیوں اس وقت تمہارے لئے کوئی چیز منگوانا ڈسپلن کے خلاف ہوگا۔ میں تمہیں صرف ہدایت دینا چاہتا ہوں اور یہ ہدایات اس وقت صرف تمہارے لئے ہیں گل مراد۔

”یس سر۔“ میں نے مستعدی سے کہا۔

”بارہ بجے کے بعد تمہارے سفر کا آغاز ہوگا اور تقریباً ایک بجے ایک گھنٹے کے سفر کے بعد تم ایک ایسی جگہ پہنچ جاؤ گے جہاں پکی سڑک ختم ہوجاتی ہے اور وہاں سے علاقہ غیر شروع ہوجاتا ہے۔ یہاں تمہیں ایک چھوٹا سا کیبن ملے گا اس کیبن میں تمہاری ملاقات ایک شخص سے ہوگی جو غلام حیدر کے نام سے اپنا تعارف تم سے کرائے گا یا پھر ہوسکتا ہے کہ خود غلام حیدر اس وقت وہاں موجود نہ ہو اور تم سے کوئی اور ملاقات کرے لیکن جو کوئی بھی ہوگا اگر اس کیبن سے باہر آئے گا تو یوں سمجھ لو کہ غلط آدمی نہیں ہوگا۔ سامان کا یہ بیگ جو علی دانش نے تمہیں دیا ہے تمہارے پاس رہے گا اور اس وقت تم ایک مہم جو کی حیثیت سے اس شخص سے تعاون کرو گے اور جس طرح وہ کہے گا اس طرح سے عمل کرو گے۔ وہ جو الفاظ تم سے ادا کرے گا ان کا مناسب جواب دینا اب تمہاری ذمے داری ہوگی کیونکہ مکمل طور پر تم اس شخص پر بھی بھروسا نہیں کرسکتے۔ سمجھ رہے ہو نا میری بات۔“

”جی سر۔“ میں نے جواب دیا۔ ایک لمحے کے لئے دل کو افسوس بھی ہوا تھا کہ حسن فیروز جیسا دلچسپ آدمی مجھ سے جدا ہوجائے گا لیکن یہ کرنل ہمایوں بڑی عجیب وغریب شخصیت کا مالک تھا لمحے لمحے اپنے منصوبوں کو تبدیل کرنے والا البتہ اب تک اس کے بارے میں جو اندازہ میں نے لگایا تھا وہ یہی تھا کہ وہ ضرورت کے مطابق سوچتا ہے پتا نہیں اس بات میں کیا مصلحت تھی۔

”اور کوئی سوال؟“

"نہیں جناب میں سمجھتا ہوں اور کوئی سوال نہیں ہے۔"

"اس سے آگے کے معاملات کو تم زیادہ بہتر سمجھتے ہو۔"

"کیا میں اس شخص سے پورا پورا تعاون کرسکتا ہوں جو وہاں مجھے کیبن سے برآمد ہو کر ملے گا۔"

"ہاں لیکن میں تمہیں پہلے بھی کہہ چکا ہوں کہ بعض معاملات میں تمہیں فیصلے اپنے طور پر کرنا ہوں گے اور شاید اس کی ضرورت دیر سے ہی پیش آئے وہ شخص تمہیں کیا سمجھتا ہے تمہارے لئے کیا کرتا ہے یہ اس کی باتوں سے ظاہر ہوجائے گا تم بالکل محتاط رہنا۔"

"جی۔" کرنل ہمایوں ایک دم اٹھ کھڑا ہوا اس کا انداز مشینی تھا اور پھر اسی مشینی انداز سے وہ وہاں سے باہر چلا گیا۔ علی دانش خاموش بیٹھا ہوا تھا۔ حسن فیروز نے اسے غصیلی نگاہوں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"اور تمہیں یہ بات معلوم تھی کہ یہاں اس پیٹرول پمپ تک آنے کے بعد ہمارے ساتھ یہ سلوک ہوگا۔" علی دانش بے اختیار مسکرا اٹھا اور پھر بولا۔

"نہیں جناب آپ یقین کیجئے کرنل صاحب کے معاملات کسی کو نہیں معلوم ہوتے۔"

"یار کمال ہے۔ یہ کرنل صاحب ہیں کیا چیز' مجھے تو یوں محسوس ہوتا ہے جیسے یہ کریلے کی کسی بیل میں کریلے کی طرح اگ آئے ہوں کڑوے کسیلے اور تم تو ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے جاسوس اور مہم جو بننے کے لئے پیدا ہوئے تھے۔ ابے زبان سے کچھ پھوٹ نہیں سکتے تھے یہاں تک لانے کے بعد اکیلا چھوڑ دیا آخر میرا ہوگا کیا؟ او بھائی علی دانش دیکھ یار میں الٹے دماغ کا آدمی ہوں تیری حیثیت کچھ بھی ہو برا مانے تو مان جانا لیکن مجھے بتا دے یار کہ اسے تو تم لوگ ان جنگلوں و پہاڑوں میں جھونک دو گے میرا کیا اچار بنے گا۔

یہ کرنل ہمایوں اور جہانگیر بس میں کیا کہوں مغلوں کی بادشاہت کا خاتمہ ہی اسی وجہ سے ہوا تھا۔ دوسروں کو بے وقوف سمجھتے رہے۔ یہاں تک کہ ہندوستان انگریزوں کے حوالے کردیا۔ یار کمال ہے بس کیا کہوں کیا نہ کہوں۔"

حسن فیروز بڑبڑاتا رہا۔ علی دانش نے آرڈر بھی نہیں لیکن دیا تھا بہت عمدہ قسم کی کافی سینڈوچز کے ساتھ آ کے میز پر رکھی گئی تو حسن فیروز نے چونک کر ویٹر سے پوچھا۔

"کیا تمہاری منگنی ہوئی ہے؟"

"جی سر!" ویٹر تعجب سے بولا۔

"میں پوچھ رہا ہوں کیا تمہاری منگنی ہوئی ہے؟"

"صاحب میرے تین بچے ہیں۔"

"تو یہ پھر کس خوشی میں لائے ہو۔"

"وہ صاحب آرڈر دے کر گئے تھے اور بل کی آپ فکر نہ کیجئے گا وہ بل ادا کر کے گئے ہیں۔"

"کون صاحب؟"

"وہی جو تھوڑی دیر پہلے آپ کی میز پر بیٹھے ہوئے تھے۔"

"چلو شروع ہوجاؤ دادا جان کا مال ہے۔ دشمن کا مال سمجھ کر ٹوٹ پڑو۔" حسن فیروز نے کہا اور سینڈوچز پر ٹوٹ پڑا میں بھی مصروف ہوگیا تھا پر میرا ذہن اس نئی مشکل میں الجھ گیا تھا کیا واقعی میں تنہا رہ کر کوئی ایسا کام سرانجام دے سکوں گا۔ کرنل ہمایوں کی کوئی بات سمجھ میں نہیں آتی تھی پہلے تو یہ کہ وہ رانا اختیار خلجی کے معاملے میں اس قدر ملوث ہوگیا تھا کہ براہ راست دو بار مجھ سے ایسی جگہوں پر ملاقات کرچکا تھا جہاں مجھے اس کی موجودگی کی کوئی توقع نہیں ہوسکتی تھی پھر یہ کہ جو پراسرار طریقہ کار انہوں نے اختیار کیا تھا اس میں بھی ایک ذرا سی الجھن تھی الجھن یہ تھی کہ اگر صورت حال مجھے بتا دی گئی تھی تو اصولی طور پر مجھ پر بھروسہ کیا جانا چاہئے تھا اور مجھے میرے اقدامات میں تنہا چھوڑ دینا چاہئے تھا لیکن کرنل جگہ جگہ آ موجود ہوتا تھا اور نئی ہدایات دی جاتی تھیں لیکن اگر غور کیا جاتا تو اس میں بھی میرے لئے آسانیاں تھیں۔ شاید کرنل کے ذہن میں یہ تصور ہوگا کہ میں پہلی بار ایسی کوئی مہم سرانجام دے رہا ہوں لہٰذا کسی جگہ دھوکا بھی کھا سکتا ہوں لیکن ساری باتیں اپنی جگہ' حسن فیروز سے علیحدگی اب عجیب سی لگتی تھی پھر تمام معاملات سے فارغ ہونے کے بعد جب ہم لینڈ کروزر میں بیٹھ کر اپنی منزل کی جانب چلے تو حسن فیروز واقعی نروس نظر آرہا تھا جب کہ علی دانش ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھا ہوا تھا اور ہم لوگ پیچھے بیٹھے تھے۔ اچانک حسن فیروز نے کہا۔

"جیسا باپ ویسا بیٹا۔"

"کیا مطلب۔"

"کچھ الٹ بول گیا ہوں۔"

"پھر وہی سوال کروں گا کیا مطلب۔"

"مطلب یہ جیسا بیٹا ویسا باپ۔"

"یار کس کے بارے میں کہہ رہے ہو۔"

"ان دونوں فوجیوں کے بارے میں جن میں سے ایک کرنل جہانگیر اور دوسرے ہمایوں۔" مجھے ہنسی آگئی تو حسن فیروز کہنے لگا۔

"اب دیکھو نا' اچانک بیٹھے بٹھائے یہ چکر چلادیا خیر کیا یاد کریں گے کرنل صاحب میں ایسے ناکوں چنے چبواؤں گا کہ زندگی بھر یاد رکھیں گے۔ خوشامد نہ کریں اگر مجھے تم تک پہنچانے کے لئے تو میرا نام بھی حسن فیروز نہیں ہے۔ وہ جو کہتے ہیں نا کیا کہتے ہیں یا چھوڑو جو کچھ بھی کہتے ہوں گے وہ دیکھو شاید وہ چیک پوسٹ نظر آرہی ہے۔" اور پھر گاڑی رک گئی علی دانش ہی سارے معاملات سے نمٹتا تھا۔ چنانچہ چند ہی لمحوں کے بعد لینڈ کروزر آگے بڑھ گئی اور اس کے بعد یہ سفر خاموشی سے جاری رہا۔ پھر تقریباً کوئی بیس منٹ تک ہمیں مزید سفر کرنا پڑا تھا اور اس کے بعد لینڈ کروزر رک گئی تھی اور علی دانش نیچے اتر آیا' اس نے ہم سے بھی نیچے اترنے کے لئے کہا۔

"آہ۔ اس جنگل بیابان میں اب کیا ہوگا۔ میرا خیال ہے کہ میں تمہارے لئے یہیں بیٹھ کر فاتحہ خوانی کرلیتا ہوں۔" حسن فیروز نے کہا اور آلتی پالتی مار کر زمین پر بیٹھ گیا اور علی دانش ہنستے ہوئے بولا۔

"نہیں جناب اس جنگل میں کم از کم درندے نہیں ہیں۔"

"یار یہ بات مجھ سے مت کہا کرو بس ان الفاظ سے مجھے چڑ ہوتی ہے۔"

"آپ براہ کرم اٹھیئے۔ ہمارے پاس زیادہ وقت نہیں ہے۔"

"ٹھیک ہے جاؤ تمہیں سپرد خدا کیا۔ زندہ بچ جاؤ تو واپس آجانا ورنہ فکر نہ کرنا تمہاری ایک جعلی قبر بناکر میں اس پر مجاور بن کر بیٹھ جاؤں گا۔ جھنڈے کا رنگ بتاتے جاؤ کون سے رنگ کا جھنڈا اس قبر پر لگاؤں۔ ویسے جھنڈے اور دھندے میں فرق نہیں ہوتا ایک آدھ لفظ کے الٹ پھیر سے جھنڈا دھندا بن جاتا ہے۔ میرے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ دھندا وہ بھی اچھا ہے اور اگر ذرا سا بھی غور کرو تو خوبصورت لڑکیاں منتیں مرادیں مانگنے آتیں ہیں اب یہ الگ بات ہے کہ ان میں سے زیادہ تر اپنی شادی کی دعائیں مانگتی ہیں۔"

"مسٹر پلیز ہمارے پاس زیادہ وقت نہیں ہے واپس چلنا ہے اور آپ گل مراد آپ آگے بڑھ جائیے وہ ایک مدہم سی روشنی نظر آرہی ہے آپ کو یہ وہ کیبن ہے جہاں آپ کو مطلوبہ شخص مل جائے گا۔"

"اوکے حسن' دیکھیں گے کیا معاملات طے ہوتے ہیں۔" میں نے کہا اور حسن فیروز نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اپنی جگہ سے اٹھا اور لینڈ کروزر میں جا بیٹھا پھر میں نے گاڑی کو اسٹارٹ ہوکر واپس مڑتے ہوئے دیکھا تھا اور اس کے بعد ایک جھرجھری سی لے کر چونک پڑا تھا۔ یہاں سے میری اصل شخصیت کا آغاز ہونا تھا چنانچہ جب لینڈ کروزر کی سرخ روشنیاں نگاہوں سے اوجھل ہوگئیں تو میں نے اس کیبن کی جانب نظریں دوڑائیں اور پھر ادھر چل پڑا۔ سڑک جہاں آکر ختم ہوگئی تھی وہاں سے نیچے تھوڑی سی گہرائی تھی مجھے اس گہرائی میں اترنا پڑا اور پھر راستے کی خطرناک کیفیت سے بے نیاز ہوکر میں اس کیبن کی جانب چل پڑا کینوس کا بیگ میرے شانوں پر مضبوطی سے کس کر بندھا ہوا تھا۔ اس میں ضرورت کی بہت سی اشیاء موجود تھیں لیکن میں ایک نئے گل مراد کو جنم دینا چاہتا تھا' زندگی کی اس پہلی مہم میں مضبوط پیمانے سے میرے سینے میں ایک چٹان ابھر آئی اس چٹان میں خوف یا پریشانی کا کوئی عنصر نہیں تھا بلکہ ایک دلیری کا احساس ہوتا تھا میں نے اپنے ذہن سے سارے خیالات مٹا دیئے تھے اور یہ فیصلہ کرلیا تھا کہ اب جو کچھ بھی کرنا ہے اپنے طور پر کرنا ہے کسی کی کوئی ضرورت نہیں ہے حسن فیروز اگر ساتھ ہوتا تو تھوڑی سی دلچسپیاں بے شک رہتیں لیکن کام میں دقتیں پیش آسکتی تھیں۔ اب مجھے اپنی ساری توجہ اپنے کام کی جانب مبذول کرنا تھی اور اس کے بارے میں سوچنا تھا کیونکہ سب سے پہلی اس مہم میں' میں کرنل کے معیار پر پورا اترنا چاہتا تھا چنانچہ میرے قدم تیزی سے اس کیبن کی جانب بڑھ رہے تھے جس میں مدہم سی روشنی نظر آرہی تھی اور اسی روشنی میں مجھے آگے کے بارے میں سارے فیصلے کرنے تھے۔ میں لکڑی کے اس کیبن کے پاس پہنچ گیا۔ مجھے ایک دم احساس ہوگیا تھا کہ اندر کوئی موجود ہے۔ میرا سفری بیگ میرے ساتھ موجود تھا اور اس میں جو کچھ تھا وہ میرے لئے باعث تقویت بھی تھا انداز اس طرح کا رکھا تھا میں نے کہ اگر چاہتا تو ایک لمحے کے اندر اندر ہر طرح کی صورت حال سے نپٹنے کے لئے اپنے آپ کو تیار کرسکتا تھا۔ بہرحال میرا اندازہ درست نکلا جیسے ہی میں کیبن کے قریب پہنچا کوئی کیبن سے باہر نکل آیا اور میں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اسے دیکھنے لگا اگر میرا اندازہ غلط نہیں تھا تو وہ کوئی سکھ تھا اس نے سکھوں جیسی پگڑی پہن رکھی تھی اور اس کے بدن پر فوجی انداز کا لباس تھا۔ یہ دونوں چیزیں میرے لئے باعث حیرت اور ناقابل یقین تھیں۔ کسی سکھ کی یہاں موجودگی کا بھلا کیا تصور کیا جاسکتا ہے۔ وہ ایک لمبے چوڑے بدن کا آدمی تھا۔ چہرے پر وہی مخصوص انداز کی داڑھی' مجھ سے کہنے لگا۔

"آیئے جی آپ ہمیں دیکھ کر حیران تو ہوئے ہوں گے لیکن کبھی کبھی انسان کو بڑی حیرانی ہوتی ہے۔"

"کیا تم نے سکھ کا میک اپ کیا ہوا۔" میں نے سوال کیا۔

"نہیں جی ہمارا نام ہی بلرام سنگھ ہے بلرام سنگھ' پیار سے ماں باپ بلو کہہ دیا کرتے تھے۔"

"کیا کر رہے ہو یہاں۔"

"آپ کا انتظار۔"

"کیوں؟"

"آپ کو ہمارے ساتھ چلنا ہے۔"

"کہاں؟"

"زیادہ فاصلہ نہیں ہے آگے چل کر گہرائی میں بستی آباد ہے۔ آپ کو راشک ہی جانا ہے نا۔"

"ہاں' جانا تو راشک ہی ہے لیکن۔"

"نہیں جی اگر آپ غلام حیدر صاحب کی بات کرتے ہو تو آپ یوں سمجھ لو کہ انہوں نے ہی ہمیں یہاں بھیجا ہے اور کہا ہے کہ آپ کو ان کے پاس لے آیا جائے۔"

"ہوں' کیا تم فوجی ہو۔" میں نے سوال کیا اور وہ ہنسنے لگا۔

"نہیں جی فوجی بالکل نہیں میں' مگر فوج میں تربیت حاصل کی ہے۔ آپ آجاؤ جی ہمارے ساتھ ڈرنے کی کوئی بات نہیں ہے تھوڑا سا فاصلہ طے کرنا پڑے گا۔ یہ سامان آپ ہمیں دے دو۔" میں نے ایک لمحے کے لئے سوچا علی دانش یا کرنل ہمایوں نے اس بارے میں ذرا برابر کوئی بات مجھے نہیں بتائی تھی اور یہ سب کچھ بڑی عجیب سی کیفیت کا حامل تھا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ میرے لئے یہ بات بڑی پریشان کن تھی کہ مجھے غلام حیدر کی جگہ ایک بالکل ہی مختلف شخص ملے لیکن بہرحال اس تمام حیرت اور الجھن کے باوجود مجھے کوئی نہ کوئی فیصلہ کرنا تھا۔ اصولی طور پر اس شخص کی بجائے مجھے غلام حیدر سے ملنا چاہئے تھا لیکن بات کچھ سمجھ میں نہیں آئی فیصلہ کرنے میں دیر نہیں کرنی تھی اگر میں زیادہ ہچکچاہٹ کا مظاہرہ کرتا تو اس کے حوصلے بڑھ سکتے تھے لیکن استادوں کے قول بھی باکمال ہوتے ہیں اور کبھی کبھی ایسے موقعہ پر کام آتے ہیں کہ انسان اس وقت ان کے بارے میں سوچ بھی نہ سکے۔ ایک بار مہارت خان نے مجھ سے یہ بات کہی تھی کہ "اگر

کوئی ایسی ہی غیر متوقع صورت حال پیش آجائے جو ذہن کو معطل کردے تو انسان صرف ایک کام کرے کہ وہ اپنے وجود کو آتش بنالے اور اس کے بعد اس اندھے کنوئیں میں کود جائے اس کا آتشی وجود اس کا تحفظ کرے گا۔" چنانچہ میں خاموشی سے اس کے ساتھ چل پڑا بلرام سنگھ یا بلو سنگھ مجھ سے ایک قدم آگے چل رہا تھا۔ اس نے وہاں سے چلتے ہوئے کیبن کی روشنی بجھا دی تھی۔ میں نہیں جانتا تھا کہ وہ مسلح ہے یا نہیں لیکن اس بات کی مجھے پوری پوری توقع تھی کہ اس جگہ کسی کا غیر مسلح ہونا ناممکن ہے وہ یقینی طور پر اپنے آپ کو محفوظ رکھنے کے لئے مسلح ہوگا اور اسے ہونا بھی چاہئے تھا لیکن ایک ایسے شخص کو اگر کسی مرحلے پر قابو میں کرنا پڑے تو اس کے لئے کیا طریقہ کار اور کیا پچویشن ہوگی' اس کے لئے مجھے پہلے سے تیار ہونا ہوگا۔ چند قدم آگے بڑھنے کے بعد مجھ سے بولا۔

"راستہ ذرا ناہموار ہے صاحب' احتیاط سے چلئے' جھاڑیوں کے درمیان کبھی کبھی سرخ رنگ کے بچھو بھی نکل آتے ہیں رات کی تاریکی میں ذرا احتیاط کرنا ہوگی۔" میں نے کوئی جواب نہیں دیا اور اس کے ساتھ آگے بڑھتا رہا مجھے خاموش پاکر وہ پھر بولا۔

"بات اصل میں یہ ہے جی کہ غلام حیدر صاحب کو آپ کے آنے کی خبر تھی اور آگے جو کام ہوگا نا وہ اسی میں مصروف ہوگئے تھے میرا نام بلو سنگھ یعنی بلرام سنگھ ہے بڑے عرصے سے ان کی خدمت کر رہا ہوں جی انہوں نے مجھے بھیج دیا۔ اصل میں آپ کو یہ تو پتا ہوگا کہ راشک میں ٹھیکیدار جمع ہوتے ہیں۔ میرا مطلب ہے وہ لوگ جو پوست کے سوداگر ہوتے ہیں اور ایسا وقت زیادہ دور نہیں ہے آپ کو راشک کے اس حصے میں پہنچا دیا جائے گا جہاں وہ لوگ ہوا کرتے ہیں۔ بس پھر جی ہماری یہ کوشش ہوگی کہ آپ کو آپ کے اپنے کام میں دشواری پیش نہ آئے۔" میں نے اس کے ان الفاظ پر غور کیا اور ایک لمحے کے اندر اندر محسوس کیا کہ شاید کرنل ہمایوں نے کوئی ایسی صورت حال پیدا کی ہے جس سے یہ احساس ہو کہ میں بھی پوست کے خریداروں میں سے کوئی ہوں۔ حالانکہ یہ ایک خطرناک بات تھی غفلت کا ایک لمحہ بھی میرے لئے موت کا لمحہ بن سکتا ہے۔ چنانچہ مجھے ضرورت سے زیادہ ہی ہوشیار ہونا پڑا۔ میں بلرام سنگھ کے ساتھ چلتا رہا اور تھوڑی دیر کے بعد بلرام نے مجھ سے پھر کہا۔

"اصل میں غلام حیدر صاحب بڑے زبردست آدمی ہیں ایسے آدمی دنیا میں کم ہی ہوتے ہیں جی کیا آپ پہلے ان سے مل چکے ہیں؟"

"نہیں۔" میں نے جواب دیا۔

”ویسے آپ یہ بتایئے کہ پہلی بار آپ راشک کا سفر کر رہے ہیں۔“

”بلرام سنگھ! اصولی طور پر ہمیں بہت زیادہ باتیں نہیں کرنی چاہئیں میں یہاں غلام حیدر کا انتظار کر رہا تھا اس کی جگہ تم ملے ہو کیا تمہیں میری اصل حیثیت کا اندازہ ہے۔“

”بات وہی آگئی جی' لوگ اصل حیثیت کا تعین کرنے لگتے ہیں فوراً' ارے بھائی انسان کو انسان سمجھتے رہو باقی ساری حیثیت بعد کی بات ہوتی ہے چلو خیر آپ اگر ہمیں کچھ نہیں بتانا چاہئیں تو نہ بتائیں ویسے ایک بات آپ سے پوچھیں اتنا تو کم از کم بتا دو گے۔“

”پوچھو۔“ میں نے مختصراً کہا۔

”ہوشیار ہو کر آئے ہونا۔ میرا مطلب ہے کہ اسلحہ وغیرہ تو ہے نا آپ کے پاس۔ بات یہ ہے کہ یہ پوست کے سوداگر کبھی کبھی آپس میں لڑ بھی پڑتے ہیں اور اس وقت افیون کی منڈی موت کی منڈی بن جاتی ہے۔ بڑے بڑے گھپلے ہو جاتے ہیں جی بڑے بڑے جھگڑے ہو جاتے ہیں۔“

”میں آتشی اسلحہ استعمال نہیں کرتا میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ سب سے بڑا اسلحہ انسان کی عقل ہوتی ہے اور عقل سے کام لیا جائے تو مشکل سے مشکل وقت کٹ جاتا ہے۔“

بلرام سنگھ نے کوئی جواب نہیں دیا۔ خاموشی سے آگے بڑھتا رہا اور پھر جھاڑیوں والی پگڈنڈیوں سے نکل کر وہ ایک ایسی جگہ پہنچا جسے سڑک تو نہیں کہا جاسکتا تھا کیونکہ سڑک تو اسی جگہ جاکر ختم ہو جاتی تھی جہاں تک ہم لوگ آئے تھے لیکن اس علاقے کو سڑک بنانے کی کوشش کی گئی تھی اور خاصا ہموار کرلیا گیا تھا۔ چنانچہ اس پر چلنے سے کوئی خاص دقت نہیں ہوتی تھی آگے چل کر کچھ مدہم مدہم روشنیاں نظر آرہی تھیں میں نے ان پر نگاہیں جمائیں اور ان کے بارے میں اندازہ لگانے کی کوشش کرنے لگا۔ باقاعدہ بستی ہی آباد تھی چھوٹے چھوٹے لکڑی کے مکانات تھے۔ بلرام سنگھ نے فوراً ہی میری اس سوچ کو محسوس کرلیا اس شخص میں کچھ اور تھا یا نہیں لیکن کم از کم اس بات سے میں اچھی طرح واقف ہو چکا تھا کہ وہ موقع شناس ہے اور انسان کی سوچوں سے واقف' اس نے کہا۔

”آپ سوچ رہے ہوں گے جی کہ یہ سب کچھ جو نظر آرہا ہے یہ کیا ہے اصل میں یہ تاجروں کے رہنے کے لئے چھوٹے چھوٹے ہٹ بنے ہوئے ہیں انہیں کرائے پر حاصل کیا جاتا ہے۔ ویسے ایک بات سمجھ میں نہیں آئی صاحب جی۔“

”کیا۔“ میں نے سوال کیا۔

”آپ رقم تو بہت بڑی لائے ہوں گے بات یہ ہے کہ راشک بہت اچھی جگہ ہے

تاجروں کے لئے یہاں سارے اہتمام کردیئے گئے ہیں وہ اگر چاہیں تو خوبصورت لڑکیوں کے درمیان میں ٹھکانہ بنا سکتے ہیں اور اگر چاہیں تو خشک زندگی بھی گزار سکتے ہیں۔ بات یہ ہے جی کہ جہاں دولت کی ریل پیل ہوتی ہے وہاں ہر وہ شخص جو وہاں تک رسائی حاصل کرسکتا ہے اپنے لئے انتظام کرلیتا ہے۔ دولت کمانے کا شوقین کون نہیں ہوتا اور پھر پوست کی خریداری یہاں بڑے اعلیٰ پیمانے پر ہوتی ہے۔“

”میں یہ سب کچھ نہیں سوچ رہا بلرام سنگھ۔“

”ایں نہیں سوچ رہا مگر میں نے تو سنا ہے کہ خاموشی میں انسان کچھ نہ کچھ سوچتا ہی ہے۔“

”ہاں' میں صرف یہ سوچ رہا ہوں کہ غلام حیدر نے خود یہاں آنے کی بجائے تمہیں کیوں بھیج دیا ہے۔“

”بس جی یہ تو اب آپ انہی سے پوچھیے ہم کیا کہہ سکتے ہیں۔“ آگے چل کر ڈھلان شروع ہوگئی اور ان ڈھلانوں سے راشک کی آبادی صاف نظر آنے لگی۔ خاصی روشنیاں بکھری ہوئی تھیں جب کہ آس پاس کے مناظر تاریکی میں ڈوبے ہوئے تھے ویسے صرف چھوٹے چھوٹے لکڑی کے ہٹ ہی نہیں نظر آرہے تھے بلکہ پکی عمارتیں بھی تھیں جن میں لکڑی بے شک استعمال کی گئی تھی لیکن پہاڑی پتھروں اور بعض جگہ اینٹوں سے بھی کام چلایا گیا تھا۔ تھوڑا فاصلہ طے کرنے کے بعد بازار بھی نظر آنے لگے گویا راشک جو پوست کی منڈی تھی ایک اچھے خاصے شہر کی حیثیت رکھتی تھی ویسے رات کی وجہ سے یہاں رونق نہ ہونے کے برابر تھی۔ موسم خاصا خشک اور ٹھنڈا تھا بلکہ ایک طرح سے اسے ناگوار کہا جاسکتا تھا کہیں سے موسیقی کی مدہم آوازیں ابھر رہی تھیں اس دوران میں نے خاموشی اختیار کئے رکھی تھی اس نے خود ہی کہا۔

”یہ آواز سن رہے ہو صاحب جی۔“

”یار مجھے تو یوں لگتا ہے جیسے تم مجھے راشک سے بھی باہر کہیں دور لے جانا چاہتے ہو۔“

”نہیں صاحب جی' یہ بات نہیں ہے آپ نے یہ نہیں دیکھا کہ سڑک جہاں جاکر ختم ہوجاتی ہے وہاں سے راشک کی زندگی شروع ہوتی ہے۔ اصل میں وہی بات ہے کہ آنے والے زیادہ تر دریائی راستوں سے آتے ہیں۔ یہ راستے تو بالکل غیر محفوظ ہیں کبھی کبھی سرکاری دستے یہاں نکل آتے ہیں اور اس وقت پوست کے سوداگروں کو بڑی مشکل کا

سامنا کرنا پڑتا ہے خاص طور پر ایسی حالت میں جب انہوں نے کسی کی مہمانیت قبول نہ کی ہو۔"

"کیا مطلب؟"

"ادھر کے رہنے والے جی اپنے مہمانوں کی بڑی حفاظت کرتے ہیں۔ آپ کسی سے سودا کر لیجئے وہ آپ سے پوچھے گا کہ آپ آسانی سے مال لے کر باہر نکل سکتے ہو یا اس کے لئے بھی اس کی ضرورت پیش آئے گی اگر آپ نے تھوڑی سی رقم اور خرچ کرنے کا فیصلہ کرلیا تو آپ یوں سمجھ لیجئے کہ بہت سی مشکلوں سے بچ گئے آپ۔ سودا ہونے کے بعد یہاں کے لوگ اپنے گاہکوں کو دھوکا نہیں دیتے کیونکہ انہیں آئندہ بھی یہ کام کرنا ہوتا ہے ایسی حالت میں صاحب وہ ہر طرح کی حفاظت کرتے ہیں۔"

"ہوں۔" میں نے صرف اتنا کہنا ہی مناسب سمجھا۔

"ویسے یہاں اور بھی بہت سی تجارتیں ہوتی ہیں۔ اب ساری باتوں کی بتانے کی ذمے داری میرے پاس تو نہیں ہے آگے چل کر آپ کو اور بھی بہت سی باتیں معلوم ہو جائیں گی۔"

"تو میں تم سے پوچھ کب رہا ہوں۔" میں نے کہا اور اس کے بعد ہم اس آبادی میں داخل ہوگئے۔ چھوٹی چھوٹی آبادیاں تھوڑے تھوڑے فاصلوں سے بکھری ہوئی تھیں عمارتیں خاموشی میں ڈوبی ہوئی تھیں حیرت کی بات یہ تھی کہ یہاں باقاعدہ پختہ سڑکیں بھی بنی ہوئی تھیں پھر وہ بکواس کرنے والا شخص ایک عمارت کے سامنے رک گیا۔ ایک منزلہ لیکن کافی وسیع عمارت تھی اور بالکل سنسان نظر آرہی تھی آس پاس کی عمارتوں پر بھی سناٹا طاری تھا اور ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے اس وقت کوئی ذی روح جاگ نہ رہا ہو سارے کے سارے لوگ مکانات میں گھسے ہوئے تھے۔ بلرام سنگھ نے دروازے کی جانب اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"بس جی آپ یہاں سے اندر داخل ہو جاؤ نیچے کی سمت جانے کی کوشش نہ کرنا سیڑھیوں پر چڑھتے چلے جاؤ جو آپ کو دروازے کی دوسری جانب نظر آئیں گی اور اس کے بعد اوپر پہنچ جاؤ آپ کو غلام حیدر نظر آجائے گا۔"

"اور تم کہاں جارہے ہو؟" میں نے سوال کیا۔

"بس جی ہماری ڈیوٹی یہیں تک تھی آپ اندر جاؤ۔" اس نے آگے بڑھ کر دروازہ کھول دیا اور ایک طرح سے مجھے اندر دھکیلنے کی کوشش کی۔ دروازے کی دوسری جانب

کا حصہ تاریک تھا البتہ سامنے زینے نظر آرہے تھے اور زینے کی اوپری منزل پر مدہم سی روشنی لیکن وہ روشنی کافی فاصلے پر تھی جب کہ سیڑھیاں تاریکی میں ڈوبی ہوئی تھیں میں آگے قدم بڑھانے لگا نہ جانے کیوں میرے بدن میں ایک تناؤ سا پیدا ہوگیا۔ مجھے یوں لگا جیسے میں کسی خطرے سے دوچار ہونے جارہا ہوں۔ میں نے یہ جاننے کی کوشش کی کہ بلرام سنگھ خود بھی اندر داخل ہوا ہے یا نہیں حالانکہ اس کے الفاظ تو عجیب تھے اس نے کہا تھا کہ میری ڈیوٹی یہیں تک ہے لیکن اس کی کوئی بھی بات عقل سے منسلک نظر نہیں آتی تھی میں اس کے قدموں کی ہلکی چاپ سن رہا تھا وہ میرے پیچھے ہی آرہا تھا۔ اس نے خود بخود مجھے آگے دھکیل کر آگے جانے کا موقع دیا تھا۔ بہرحال میں تھوڑا سا آگے بڑھا اور ایک لمحے کے لئے رکا مطلب یہ تھا کہ تاریکی میں بلرام سنگھ کچھ سیڑھیاں عبور کرکے میرے سے آگے آجائے لیکن وہ بھی رک گیا اور بولا۔

"کیا بات ہے بھائی جی، چلتے رہو سیڑھیاں تو بہت چھوٹی چھوٹی ہیں اور یہاں پر کوئی خطرہ نہیں ہے۔" میں نے کوئی جواب نہیں دیا البتہ رات کی تاریکی سے فائدہ اٹھا کر میں نے بیگ کے اس حصے کو کھول لیا جہاں پستول موجود تھا اور بلرام سنگھ کے فرشتوں کو بھی یہ بات پتا نہ چلی ہوگی کہ آٹومیٹک کاربائن اس وقت میرے ہاتھ میں ہے اور ایک لمحے کی جنبش کسی کا خاتمہ کرنے کے لئے کافی ہے جب ہم بلندی کے آخری سرے تک پہنچ گئے تو وہاں مجھے دو دروازے نظر آئے بلرام نے ایک دروازے کی جانب اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"غلام حیدر صاحب اس طرف موجود ہیں۔" میں نے ایک لمحے کے لئے رک کر اندازہ لگایا اور پھر بلرام سے کہا۔

"چلو، غلام حیدر کو آواز دو۔"

"جی؟" بلرام سنگھ میرے اس مطالبے پر ایک لمحے کے لئے حیران سا رہ گیا میں نے اسے بازو سے پکڑ کر آگے بڑھتے ہوئے کہا۔

"اسے آواز دو۔"

"جی صاحب۔" وہ آگے بڑھا اور زور سے دستک دیتے ہوئے کہا۔

"آپ کے مہمان آگئے ہیں، غلام حیدر صاحب دروازہ کھولئے۔" اندر سے کوئی جواب نہیں ملا تھا لیکن پھر بلرام سنگھ نے خود ہی مجھے آگے بڑھاتے ہوئے ہینڈل دبا کر دروازہ کھولا کمرا، تاریک تھا اور اس میں جب بلرام سنگھ مجھے لے کر دروازے کے اندر

بڑھ رہا تھا تو مجھے یوں محسوس ہوا جیسے وہ مجھے دھکا دینے کی کوشش کر رہا ہو میں نے ایک لمحے کے لئے اپنی تمام تر قوتوں کو مجتمع کرلیا اور آگے بڑھ کر اس طرح زمین پر بیٹھ گیا جیسے ٹھوکر لگی ہو لیکن اس کے فوراً ہی بعد مجھے یوں محسوس ہوا جیسے مجھ پر کسی نے چھلانگ لگائی ہو رات کی تاریکی میں مجھے یہ اندازہ تو نہیں ہوسکا تھا کہ چھلانگ لگانے والا خود بلرام سنگھ تھا یا کمرے میں کوئی اور بھی موجود تھا لیکن بہرحال میں نے چھلانگ لگانے والے کو اپنے اوپر نہ آنے دیا بلکہ پلٹ کر ایک مخصوص انداز میں جوتے کی ایک ٹھوکر اس کے پیٹ پر رسید کی یہ امید نہیں تھی کہ ٹھوکر اس کے پیٹ پر لگے گی۔ آپ نے بریک ڈانسر تو دیکھا ہوگا زمین پر کمر کے بل لیٹ کر ہاتھ پیروں کو نچاتے ہیں بس اس وقت میرا اسٹائل اسی جیسا تھا میری ٹھوکر اس شخص کے پیٹ پر پڑی تھی جو میرے اوپر آیا تھا اور اس کے حلق سے ایک کراہ سنائی دی تھی وہ بری طرح زمین پر گرا تھا بہرحال اس کے فوراً بعد ہی میں نے محسوس کیا کہ کسی نے میری گردن میں رسی کا کوئی پھندا ڈالنے کی کوشش کی ہے۔ یہاں بھی میں نے عقل سے کام لیا تھا محسوس ہوتے ہی میں نے پھندے میں ہاتھ پھنسایا اور پوری قوت سے اپنی گردن سے دور کرکے اپنا سر اس پھندے سے باہر نکال لیا اور ساتھ ہی اس رسی کو پکڑ کر ایک زور دار جھٹکا لگایا کوئی لڑھکتا ہوا آگے آیا تھا اور میرے اوپر سے گزرتا چلا گیا تھا اصل مسئلہ یہ تھا یہاں تاریکی تھی حالانکہ میرے ہاتھ میں اب پستول تھا لیکن میں چاہتا تھا کہ ابھی پستول استعمال نہ کیا جائے کم از کم اپنے اوپر حملہ کرنے والوں کی صورت تو دیکھ لوں ہوسکتا ہے کسی غلط فہمی کی بنیاد پر ہی یہ کھیل ہو رہا ہو لیکن کمرے کی تاریکی کوئی کام نہیں کرنے دے رہی تھی بہرحال اس کے سوا کوئی چارہ کار نہیں تھا۔ پستول استعمال کیا جائے کیونکہ یہ اندازہ ہوگیا تھا کہ یہاں موجود شخص ایک نہیں دو ہیں اور یقینی طور پر بلرام سنگھ مجھے یہاں دھوکے سے لایا ہے اور یہاں میری زندگی کے لئے خطرہ لاحق ہوسکتا ہے۔ چنانچہ اپنے اوپر آنے والے ہیولے کو دیکھ کر میں نے وقت ضائع کرنا مناسب نہ سمجھا اور آخر کار پہلا خون اپنے ہاتھوں سے کر ڈالا۔ گولی اس شخص کے سینے میں لگی جو میری جانب بڑھ رہا تھا چونکہ سائیلنسر لگے ہوئے پستول سے فائر کیا گیا تھا اور سائیلنسر بھی ایسا نفیس کہ بس یوں محسوس ہوا جیسے کسی نے بوتل کا کارک کھولا ہو البتہ آنے والا لڑکھڑا کر دو قدم پیچھے ہٹا اور میرے دوسرے فائر نے اسے جہنم رسید کردیا اب مجھے یہ اندازہ نہیں ہوسکا تھا کہ وہ بلرام سنگھ تھا یا کوئی اور لیکن پھر ایک لمحے کے اندر میں نے رات کی تاریکی میں عادی ہوجانے والی آنکھوں سے دیکھا کہ پگڑی والا میرے

سامنے ہی موجود تھا اور غالباً وہ شخص جو میری گولی کا شکار ہوا تھا اس کے اوپر ہی گرا تھا اس نے اسے فوراً ہی سنبھال لیا اور ایک جانب دھکا دے کر اپنی پوزیشن تبدیل کرلی غالباً اس کے ساتھ ساتھ وہ جنگ و جدل کا ماہر بھی تھا زمین پر لیٹ کر اس نے میرے پیروں کو سوئپ لگانے کی کوشش کی لیکن اب صورت حال ذرا مختلف ہوگئی تھی میں نے اپنے جوتے کی ٹھوکر اس کی پنڈلی پر ماری اور اس کے حلق سے ایک تیز آواز نکل گئی لیکن کوئی خطرہ مول نہیں لیا جاسکتا تھا یا پھر یہ کہا جاسکتا ہے کہ پہلا خون کرنے کے بعد انسان کی خواہش ہوتی ہے کہ وہ فوراً ہی دوسرا عمل کرے چنانچہ میں نے بلرام سنگھ کے سر کا نشانہ لے کر پھر ایک فائر کردیا اور گولی اس کی پگڑی کو جلاتی ہوئی اس کی کھوپڑی میں داخل ہوگئی۔ گولی نے اس کا بھیجہ بالکل ہی اڑا دیا تھا اور وہ زمین پر اس طرح سکڑنے لگا جیسے کوئی چیز مختصر ہونے لگتی ہے اس کی کمر پیچھے سے اونچی ہوگئی تھی دونوں گھٹنے زمین پر ٹک گئے تھے ہاتھ دونوں طرف پھیل کر زمین پر جاٹکے تھے پھر صرف چند لمحے لگے اور اس کے بعد وہ ساکت ہوگیا۔ فضا پر گہرا سناٹا طاری ہوگیا تھا میں دو انسانوں کو زندگی سے محروم کرنے کے بعد پستول ہاتھ میں لئے کھڑا چاروں طرف دیکھ رہا تھا کہ شاید کوئی اور آہٹ سنائی دے۔ اس وقت میرے ذہن میں خوف کا کوئی عنصر موجود نہیں تھا۔ دو انسانوں کا قتل میرے اندر ایک اور حوصلہ جگانے کا باعث بن گیا تھا میں کافی دیر تک کسی بھی قسم کی آواز سننے کی کوشش کرتا رہا لیکن ہر طرف خاموشی تھی جس کا مطلب یہ تھا کہ اب اس عمارت میں کوئی اور موجود نہیں ہے۔ چند لمحے انتظار کرنے کے بعد اچانک ہی میرے بدن میں برقی رو دوڑ گئی اور اس کے بعد میں نے فوراً ہی یہاں بجلی کے سوئچ کی تلاش شروع کردی اور چند لمحوں کے بعد دیواریں ٹٹولتے ہوئے میرا ہاتھ بجلی کے سوئچ سے ٹکرایا اور سوئچ دبتے ہی کمرے میں روشنی ہوگئی۔ کمرا زیادہ وسیع نہیں تھا بہت مختصر سا فرنیچر یہاں پڑا ہوا تھا۔ اس کے علاوہ ایک موٹا ایرانی قالین بچھا ہوا تھا لیکن اب وہ دو انسانوں کے خون سے اس قدر خراب ہوگیا تھا کہ اسے دیکھ کر وحشت ہوتی تھی میں نے چاروں طرف نگاہیں دوڑائیں اور پھر میری نگاہ ایک طرف پڑے ہوئے بستر پر پڑی۔ بستر پر کوئی لیٹا ہوا تھا لیکن جس انداز میں لیٹا ہوا تھا اسے دیکھ کر مجھے یہ فوراً ہی احساس ہوگیا کہ صورت حال خاصی گڑبڑ ہے اس کے ہاتھ پشت پر بندھے ہوئے تھے اور منہ تکیے میں دھنسا ہوا تھا۔ میرے لئے اس کے علاوہ کوئی اور چارہ کار نہیں رہا تھا کہ پھرتی سے آگے بڑھوں اور اس شخص کے ہاتھ کھولنے کی کوشش کروں میں نے پستول ہاتھ میں لئے لئے

آگے قدم بڑھائے میں اس شخص کے قریب پہنچ گیا اور پھر میں نے اس کے ہاتھوں میں بندھی رسی کو دیکھا اور اس کے بعد گھما کر اس کا چہرہ دیکھا لیکن دوسرے لمحے میرے دل میں ایک عجیب سی کیفیت بیدار ہوگئی جو شخص میرے سامنے پڑا ہوا تھا وہ زندہ نہیں تھا اور اس کی آنکھیں بہت خوفناک انداز میں پھٹی ہوئی تھیں ہونٹ کٹے ہوئے تھے بالکل اس طرح جیسے انہیں تیز دھار والے چاقو سے کاٹ دیا گیا ہو۔ ناک کے دونوں نتھنے اوپر تک ادھڑے ہوئے تھے جیسے اس کے ناک کے دونوں سوراخوں میں انگلیاں ڈال کر انہیں پوری قوت سے چیر دیا گیا ہو غرض یہ کہ اس کی موت انتہائی درندگی اور اذیت رسانی کے ذریعے ہوئی تھی لیکن یہ ہے کون میں نے پہلے اس کے ہاتھوں کی رسیاں کھولیں پھر اس کے بے جان جسم کو سیدھا کردیا میری نگاہیں چاروں طرف بھٹک رہی تھیں اس کے جسم پر شب خوابی کا لباس تھا میں نے اس کے لباس کی جیبوں کی تلاشی لی لیکن کچھ نہ ملا ہاں تکیے کے نیچے ایک پرس موجود تھا جس میں تھوڑی سی مقامی کرنسی تھی اس کے علاوہ کچھ کاغذات۔ میں ایک لمحے تک سوچتا رہا پھر میں نے صورت حال کا جائزہ لینے کے لئے ان کاغذات کا جائزہ لیا مجھے ایک شناختی کارڈ نظر آیا شناختی کارڈ پر ایک تصویر بھی لگی ہوئی تھی جو اسی شخص کی تھی اور شناختی کارڈ کے ذریعے مجھے اس کے نام کا اندازہ ہوگیا یہ غلام حیدر تھا لیکن جو شخص مجھے یہاں تک لایا تھا پھر وہ کون تھا؟ شناختی کارڈ ایک ایسی کمپنی کا تھا جس کے بارے میں کوئی صحیح اندازہ نہیں لگایا جاسکتا تھا لیکن بہرحال میں نے اس کارڈ کو اپنے لباس میں رکھ لیا اور اس کے بعد میں پرس میں دوسری چیزیں تلاش کرنے لگا چھوٹے ٹکڑوں پر کئی ایڈریس موجود تھے ایک ایڈریس مجھے خاص محسوس ہوا یہ کسی مسٹر ڈائسن کا تھا۔ مسٹر ڈائسن اوبے اسکوائر کے فلیٹ نمبر بائیس میں رہتے تھے نہ جانے کیوں ذہن میں یہ احساس ابھرا کہ مسٹر ڈائسن میرے لئے کسی حد تک کارآمد آدمی ثابت ہوسکتے ہیں۔ یہ تمام چیزیں لباس میں رکھنے کے بعد میں نے یہ سوچا کہ اب مجھے کیا کرنا چاہئے سارا کھیل بگڑ گیا تھا علی دانش اور حسن فیروز اب میرے ساتھ موجود نہیں تھے پتا نہیں یہ کیا چکر چلا تھا فوری طور پر کسی ایسے شخص کی ضرورت تھی جو میرے کام آسکے اب اس عمارت سے باہر نکل جانا ہی مناسب تھا کیونکہ بہرحال یہ اجنبی جگہ تھی اور میں نہیں جانتا تھا کہ راشک جیسے خطرناک علاقے میں میرے ساتھ کیا سلوک ہو؟ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جس شخص کے پاس مجھے بھیجا گیا تھا اسے تو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا تھا اب میرا کیا ہوگا اور مجھے اس سلسلے میں کیا کرنا چاہئے۔ چنانچہ کچھ لمحوں کے بعد میں وہاں سے باہر نکل

آیا اس چھوٹی سی آبادی میں اوبے اسکوائر کی تلاش ایک مشکل کام تھا لیکن باہر نکلنے کے بعد میں نے ذہن پر زور ڈالا اور تھوڑی دیر کے بعد میں وہاں سے کسی ایسی پررونق جگہ کی تلاش میں چل پڑا جہاں سے میں اوبے اسکوائر کے بارے میں معلومات حاصل کرسکوں۔ انسان اگر کوشش کرے تو بہت سے کام اس کے لئے آسان ہوجاتے ہیں وہ ایک چھوٹا سا بار تھا۔ بار کے باہر ہی کھڑے ہوئے چوکیدار سے میں نے اوبے اسکوائر کے بارے میں پوچھا تو وہ چونک کر بولا۔

”کیا آپ کہیں باہر سے آئے ہیں جناب۔“

”جی سوداگروں میں سے ہوں۔“

”مسٹر ڈائسن آپ کو سامنے والی عمارت میں مل جائیں گے اب سے ایک گھنٹے پہلے ہی تو وہ یہاں سے اٹھے ہیں۔“

”کیا سامنے والی عمارت اوبے اسکوائر ہے۔“

”وہ اس کے نیو سائن نہیں دیکھے آپ نے۔“ چوکیدار نے بتایا اور میں بہرحال خاموشی سے آگے بڑھ گیا۔ اب مسٹر ڈائسن کون ہیں اور کیا ہیں ان کے بارے میں تفصیل تو مجھے بعد ہی میں معلوم ہوسکتی تھی لیکن بہرحال جب میں فلیٹ نمبر بائیس کے سامنے پہنچا اور میں نے بیل کا بٹن دبایا تو دروازہ کھولنے والی شخصیت بھاری بھرکم جسامت کے انسان کی تھی اس نے مجھے دیکھا اور بری طرح چونک پڑا۔

”او میرے خدا آپ آئیے اندر آجائیے۔“ اس نے کہا اب میرے حیران ہونے کی باری تھی یا تو اس شخص کو میرے بارے میں کوئی غلط فہمی ہوئی ہے جو اس نے مجھے فوراً ہی اندر آنے کی دعوت دے دی ہے یا پھر لیکن اس یا' پھر کے آگے اندھیرا ہی اندھیرا تھا میں اندر داخل ہوگیا' اندر داخل ہوکر میں نے سب سے پہلے اسے کہا۔

”مجھے مسٹر ڈائسن سے ملنا ہے۔“

”میں ہی ڈائسن ہوں آپ آئیے پریشان نہ ہوں مجھے تو صرف اس بات پر حیرت ہے کہ اس قدر برق رفتاری سے آپ مجھ تک پہنچ گئے حالانکہ اصولی طور پر غلام حیدر کو مجھے آپ کے بارے میں بتانا چاہئے تھا اور ہمارے درمیان طے بھی یہ ہوا تھا کہ پہلے غلام حیدر ساری صورت حال سے آپ کو آگاہ کرے گا پھر اس کے بعد ہم لوگ آگے بڑھیں گے۔“

”لیکن جناب میرا آپ تک آنا بالکل اتفاقیہ امر ہے۔“ میں نے کہا۔

”وہ کیسے؟“ اس نے مجھے صوفے پر بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"اس طرح کہ بے چارہ غلام حیدر مجھے آپ کے بارے میں کوئی تفصیل نہیں بتا سکا اور نہ ہی غلام حیدر سے اس کی زندگی میں اس سے میری ملاقات ہو سکی۔"

"کک کیا مطلب اس کی زندگی سے آپ کی کیا مراد ہے؟"

"وہ مرچکا ہے اور اسے انتہائی بدترین طریقے سے قتل کردیا گیا ہے۔" میرے ان الفاظ پر مسٹر ڈائس اس طرح اچھلے تھے کہ اچھل پڑنے کا محاورہ غلط ہوگیا تھا وہ سچ مچ ہی اچھل کر سیدھے کھڑے ہوگئے تھے اور پھر انہوں نے آہستہ سے کہا تھا۔

"او میرے خدا کیا واقعی، کیا واقعی آپ سچ کہہ رہے ہیں؟"

"پہلے آپ بتائیے کہ آپ میرے بارے میں کیا جانتے ہیں۔"

"اتنی جلدی تو میرا خیال ہے کچھ بتانا ممکن نہیں ہوگا لیکن آپ کیا سچ کہہ رہے ہیں غلام حیدر تو میرا بہترین دوست تھا اور اسے، اسے کس نے قتل کیا؟"

"جس شخص نے بھی اسے قتل کیا وہ خود وہاں موجود ہے اور میرے ہاتھوں قتل ہو چکا ہے۔"

"کیا؟" ڈائس ایک بار پھر اچھلا۔

"ہاں۔"

"کیا آپ مجھے وہاں لے جانا پسند کریں گے۔"

"ابھی اور اسی وقت؟"

"ضروری ہے آپ نہیں سمجھتے غلام حیدر کی موت سے ہمیں کیسے کیسے نقصانات کا سامنا کرنا پڑے گا اور پھر ذرا میں دیکھ بھی لوں حالانکہ آپ کی باتیں مجھے بڑی عجیب لگ رہی ہیں لیکن کیا یہ بہتر نہیں ہوگا کہ آپ مجھے راستے میں تمام تفصیلات بتا دیں۔"

"مسٹر ڈائس! غلام حیدر کے پرس سے مجھے یہ شناختی کارڈ، کچھ دوسرے کاغذات پر لکھے ایڈریس حاصل ہوئے تھے جس میں آپ کا یہ پتا درج تھا اور میں اس پتے پر یہاں پہنچ گیا اور اس میں بھی مجھے خاصی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا ہے لیکن بہرحال راستے میں ہی سہی تعارف ہی ہوجائے تو زیادہ اچھا ہے۔"

"بس یوں سمجھ لیجئے کہ آپ جس مشن پر یہاں آئے ہیں میرا مطلب ہے اشارے کے طور پر صرف آپ سے اتنا عرض کروں گا یعنی ایک نام اور یہ نام ہے رانا اختیار خلجی تو اس لئے ہم جتنے افراد کام کر رہے ہیں ان میں میری بھی کچھ ذمے داریاں ہیں اگر آپ اس بات سے مطمئن ہو گئے ہوں تو آئیے بقیہ باتیں راستے ہی میں ہوں گی۔" اور بہرحال

میں اس بات سے مطمئن ہوگیا تھا راستے میں، میں نے مسٹر ڈائس کو تفصیلات بتائیں کہ کس طرح ہم لوگ یہاں پہنچے تھے اور کس طرح اس کیبن میں مجھے وہ شخص ملا اور بعد میں وہ مجھے لئے ہوئے اس عمارت تک آیا ہم اس عمارت تک پہنچ گئے جہاں یہ پُراسرار واقعات پیش آئے تھے۔ مسٹر ڈائس مجھے وہیں لائے تھے انہوں نے کہا۔

"یہی عمارت ہے نا۔"

"ہاں۔"

"اس کا مطلب ہے کہ واقعی غلام حیدر کے ساتھ اگر ایسا ہوا ہے تو یہ ایک بدترین اطلاع ہے میرے لئے۔" کوئی تبدیلی نہیں پیدا ہوئی تھی اس کمرے میں جہاں وہ اور میں گئے تھے۔ دونوں لاشیں وہیں پڑی ہوئی تھیں کمرے کی بند فضا میں عجیب سی گھٹن کا احساس ہو رہا تھا۔ ڈائس نے اس شخص کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"یہ یہ ایک خطرناک آدمی ہے اور ہم اسے ایک بدترین انسان کی حیثیت دیتے ہیں۔ اصل میں اگر آپ کو اس بارے میں کچھ معلومات حاصل ہیں تو آپ یہ سمجھ لیجئے کہ یہاں راشک میں جب منشیات کے سوداگر آتے ہیں تو ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں جو لٹیروں کو لوٹتے ہیں اور اس آدمی کا نام ان لوگوں میں شامل ہے آپ یوں سمجھ لیجئے کہ اس کی موت معمولی بات نہیں ہے بہت سے لوگ یہاں اس کے دشمن ہیں اور یہ دوسرا جو آپ کے ہاتھوں ہلاک ہوا ہے یہ بھی اس کا بدترین ساتھی ہے لیکن میرا دوست غلام حیدر، آہ کاش ایسا نہ ہوتا نہ جانے یہ لوگ کیوں اس کے پیچھے لگ گئے۔ بہرحال اب ان لاشوں کو یہاں سے اٹھوا دینا زیادہ ضروری ہوگا۔ میں اس سلسلے میں غلام حیدر کا ٹیلی فون استعمال کرنا چاہتا ہوں۔"

"ضرور۔" پھر مسٹر ڈائس نہ جانے کسے کسے فون کرتے رہے تھے اور اس کے بعد انہوں نے فون بند کردیا تھا۔ وہ اب ایک اچھی شخصیت کا مالک نظر آنے لگا تھا۔ میں نے اس کے بارے میں پوچھا تو اس نے کہا۔

"بس یوں سمجھ لیجئے کہ سرکاری طور پر میں یہاں کچھ ذمے داریاں کچھ فرائض سرانجام دیتا ہوں لیکن ایک ایسی جگہ جہاں باقاعدگی سے ڈرگز کے اسمگلرز کو تحفظ دیا جاتا ہو وہاں کسی سرکاری آدمی کی کیا حیثیت ہوسکتی ہے اس کا آپ کو بھی اندازہ ہے۔"

"لیکن یہاں تو سرکاری طور پر کچھ ہوتا ہی نہیں ہے۔"

"یہ ایک طویل بحث ہے اصل میں بات تو مقامی حکومت ہی کی ہے نا یہاں مقامی

حکومت کے نمائندے بھی موجود ہیں لیکن اس کے کوئی اثرات نہیں ہیں بس یوں سمجھ لیجئے کہ معمولی پیمانے پر ہم لوگوں کا ایک گروہ ہے جو کام کرتا ہے باقی سب کچھ مقامی لوگوں کی ذمے داری کے ساتھ چلتا ہے۔"

پھر چند افراد آگئے پھر اس کے بعد یہاں مختلف کارروائیاں ہونے لگیں۔ میں ابھی تک نہیں سمجھ سکا تھا کہ مسٹر ڈائس کی اصل حیثیت کیا ہے۔ مسٹر ڈائن نے آخر کار مجھ سے کہا۔

"یہ سارا کام تو خیر ہوتا رہے گا اب چونکہ آپ غلام حیدر سے نہیں مل سکے اور وہ اپنے کام میں کامیاب نہیں ہوسکا تو اس لئے آپ براہِ کرم میرے ساتھ ہی آجائیے میں آپ کے لئے بندوبست کردیتا ہوں۔"

ادبے اسکوائر واپس آجانے کے بعد ہم دونوں اس فلیٹ کے اوپر والے فلیٹ میں پہنچ گئے جہاں میری ملاقات مسٹر ڈائن سے ہوئی تھی اس فلیٹ کا نمبر تینتیس تھا اور شاید یہ مسٹر ڈائن ہی کی ملکیت تھا کیونکہ انہوں نے پہلے بائیس نمبر کے فلیٹ سے اس کے دروازے کی چابی لی تھی اور پھر اوپر والے فلیٹ میں پہنچ گئے تھے بہرحال اچھا فلیٹ تھا جس میں کم از کم تھوڑا سا وقت گزارا جاسکتا تھا۔ انہوں نے مجھے ایک کمرے کا دروازہ کھول کر اندر سے دکھاتے ہوئے کہا۔

"آپ کو یہاں آرام کرنا ہوگا اور میری اور آپ کی ملاقات دن کی روشنی میں ہوگی۔ اس سے پہلے میں ذرا کچھ ضروری کاموں میں مصروف ہوں گا۔ غلام حیدر کی موت بہرحال میرے لئے الگ ہی اہمیت کی حامل ہے ویسے آپ بے فکر رہیں عارضی طور پر آپ کو اپنے معمولات معطل کرنا پڑیں گے لیکن اس کے بعد ہم جو بھی مدد آپ کو فراہم کرسکتے ہیں ضرور کریں گے مجھے امید ہے کہ آپ آرام کریں گے۔" اور اس کے بعد وہ باہر نکل گیا اس کے جانے کے بعد میں نے نہ صرف اس کمرے کا بلکہ وہاں سے نکل کر اس فلیٹ کا جائزہ لیا بس فلیٹ کیا تھا ایک عجیب وغریب جگہ تھی ویسے بھی راشک کی آبادی کے بارے میں ابھی حتمی طور پر کوئی بات نہیں کہی جاسکتی تھی ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے زبردستی ایک شہر بسا لیا گیا ہے اور کچھ لوگوں نے اپنی ضرورتوں کو محسوس کرکے یہاں پر سارے انتظامات کرلئے ہیں۔ اب تک جو کچھ بھی دیکھا تھا وہ سب بس ایسا ہی لگتا تھا جیسے سب کا سب مصنوعی ہو اور ایک رات میں تعمیر ہوگیا ہو میں کچھ عجیب سی کیفیت محسوس کرنے لگا اس میں کوئی شک نہیں تھا کہ مجھے جس خاص مقصد کے تحت بھیجا گیا تھا اس

مقصد میں موت کے ان سوداگروں کے خلاف کوئی کارروائی عمل میں نہیں لائی تھی جو یہاں پوست فروخت کرتے تھے نہ اس منڈی کے بارے میں مجھے کچھ معلومات حاصل کرنا تھی کیونکہ اس کے سلسلے میں کرنل ہمایوں نے مجھ سے کوئی خاص بات نہیں کہی تھی۔ مجھے تو یہاں رانا اختیار خلجی کی بیٹی ثانیہ خلجی کو تلاش کرنا تھا لیکن واقعات اتنے الٹے کردیئے گئے تھے کہ میری کھوپڑی ہی الٹ گئی تھی اس وقت مجھے شدت کے ساتھ حسن فیروز کی کمی محسوس ہورہی تھی جس کی پھوکڑی میں کھوڑا تھا اور جو بہت سی مشکلات کا حل بن جایا کرتا تھا۔ آخر کیا ہوگا یہاں فرض کرو اگر میں یہاں کے بارے میں معلومات حاصل کرلیتا ہوں اور مجھے تفصیلات معلوم ہوجاتیں ہیں تو اس سے اس لڑکی کے حصول کا کیا تعلق ہے۔ منشیات کی اس منڈی میں ظاہر ہے آنے والے اچھے لوگ تو نہیں ہوتے ہوں گے۔ ان خطرناک لوگوں کے درمیان میں کس طرح جگہ بنا سکتا ہوں اور یہ مسٹر ڈائن یقینی طور پر نام کی مناسبت سے یہ شخص عیسائی ہی ہوسکتا ہے کیونکہ انگریز تو معلوم نہیں ہوتا تھا۔ اس دیسی عیسائی کی یہاں کیا حیثیت ہے کہتا تو یہ ہے کہ حکومت کا نمائندہ ہے اور بہرحال لگتا بھی ہے کیونکہ وہ لوگ جو لاشوں کو اٹھانے کے لئے آئے تھے اس سے خاصے متاثر نظر آرہے تھے۔ میرے بارے میں بھی یہی شخص جانتا تھا اور بقول اس شخص کے غلام حیدر مجھے اس کے پاس لے کر آنے والا تھا اب یہ الگ بات ہے کہ بے چارہ غلام حیدر ہی اس دنیا میں نہ رہا پتا نہیں کس قسم کا آدمی تھا اور اسے کیوں قتل کردیا گیا تھا ویسے جس انداز سے اسے قتل کیا گیا تھا اس سے پتا چلتا تھا کہ کوئی اس پر تشدد کرکے اس سے کچھ معلوم کرنا چاہتا تھا۔ بڑے پُراسرار واقعات اور حالات تھے جو مجھ جیسے آدمی کے لئے بڑی سنسنی خیز نوعیت کے حامل تھے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اگر انسان ایڈونچر پسند ہو تو زندگی میں ایسے شاندار ایڈونچر سے کم ہی واسطہ پڑتا ہے لیکن بہرحال اصولی طور پر بات سمجھ میں آنی چاہئے اور بات سمجھ میں آجائے تو ٹھیک ہے ورنہ بڑی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے نہ جانے کب تک میں اسی طرح اس بستر پر لیٹا حالات کا تجزیہ کرتا رہا۔ بات سمجھ میں نہیں آرہی تھی کہ کرنا کیا چاہئے بہرحال وقت گزرتا رہا اور پھر میں سو ہی گیا لیکن دوسری صبح بڑی عجیب وغریب تھی۔ ایک خاص اہمیت کی حامل' میرے نتھنوں میں گوشت بھوننے کی خوشبو آئی تھی اور پتا نہیں اس خوشبو سے جاگا تھا یا پھر کچھ اور آہٹیں جو مجھے سنائی دی تھیں بعد میں اندازہ ہوا کہ روشنی کی اس تیز کرن نے اصل میں میری آنکھوں میں چبھ کر مجھے جگایا ہے جو دروازہ کھلنے سے پیدا ہوئی تھی اور دروازہ کھول کر جو

شخصیت اندر داخل ہوئی تھی اسے دیکھ کر تو آنکھیں خودبخود کھل جانی چاہئیں تھیں اگر حسن فیروز یہاں موجود ہوتا تو بستر پر ہی سر کے بل کھڑا ہوجاتا لڑکی ایسی ہی شخصیت کی مالک تھی۔ سانولے سلونے رنگ پر جو حسین نقوش کنداں تھے وہ ایک بار دیکھنے کے لئے نہیں تھے بلکہ اگر ان پر سے نگاہیں ہٹالی جائیں تو انسان بدذوق کہلاتا۔ اس کی عمر زیادہ سے زیادہ سترہ اٹھارہ سال رہی ہوگی قدوقامت انتہائی خوبصورت' آبنوسی رنگت' چہرے کے نقوش دلفریب' موٹی موٹی سیاہ آنکھیں اور لمبے جھولتے ہوئے سیاہ بال' آنکھوں میں نیند جیسے خمار کی سی کیفیت تھی اور اس خمار نے ان آنکھوں میں ایک عجیب سی کشش پیدا کر دی تھی۔ پیروں میں پازیب سے ملتی جلتی چھوٹی چھوٹی گھنگروؤں جیسی پائلیں تھیں اور ان سے ہلکی ہلکی موسیقی فضا میں بکھر رہی تھی ہونٹوں پر جیسے قدرتی مسکراہٹ چپکی ہوئی تھی آہستہ آہستہ آگے بڑھی اور مجھے دیکھا اور پھر وہاں سے بھی آگے بڑھی ایک الماری میں رکھی ہوئی کچھ چیزیں اٹھائیں اور اس کے بعد خاموشی سے باہر نکل گئی دروازے کے قریب پہنچ کر وہ ایک بار پھر مڑی تھی اور مسکراتی نگاہوں سے مجھے دیکھا تھا یہ مسکراہٹ اس کے ہونٹوں اور آنکھوں کا ایک حصہ معلوم ہوتی تھی۔ میں حیرت سے آنکھیں پھاڑے اسے دیکھتا رہ گیا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ انسان بڑی عجیب وغریب فطرت کا مالک ہوتا ہے کوئی پسند آجائے اور خصوصاً تعلق صنف نازک سے ہوتو خوامخواہ ذہن میں بے شمار شبہات ابھرنے لگتے ہیں۔ لوگ کہتے ہیں کہ جوانی کی عمر ایسی ہی کیفیت کی حامل ہوتی ہے بہرحال اب تک کے تجربات سے فائدہ اٹھاتے ہوئے کم از کم ایسا تو بے شک ہوا تھا کہ میں نے جوانی کی اس عمر کو ہی اولیت نہیں دی تھی لیکن اس وقت اگر غور کرتا تو اس کمرے میں ایک خوشبو سی بکھری ہوئی محسوس ہوتی تھی اور یہ بات بھی دعوے سے کہہ سکتا تھا کہ یہ اس کے بدن کی ہی خوشبو تھی اس میں کسی پرفیوم کا کوئی دخل نہیں تھا اپنی جگہ سے اٹھ کر بیٹھ گیا اور یہ سوچنے لگا کہ اپنے چہرے کی نحوست کس طرح دور کردں کہ اتنی دیر میں دروازے پر ہلکی سی آہٹ ہوئی اور آنکھیں پھر اس حسین جاں فزا کو دیکھنے کی طلب گار ہوگئیں لیکن آنے والی شخصیت مسٹر ڈائن کی تھی جو سلیپنگ سوٹ میں انتہائی بھدے اور بے تکے نظر آرہے تھے۔ اپنے جمالیاتی ذوق کا یہ حشر دیکھ کر دل چاہا کہ کوئی وزنی چیز اٹھا کر مسٹر ڈائن کے سر پر دے ماروں بھلا اس کے بعد ان کی کیا گنجائش تھی لیکن مسٹر ڈائن نے کہا۔

"باہر نکلیں گے تو بائیں طرف ایک چھوٹی سی راہداری نظر آئے گی جس کے اختتام

پر غسل خانہ موجود ہے اصل میں آپ کو ایک بات بتاؤں مسٹر گل مراد کہ راشک باقاعدہ آباد شہر نہیں ہے یہاں تو آپ سمجھ لیجئے کہ انتہائی وحشت صفت لوگوں نے اپنے لئے کچھ عمارتیں تعمیر کرلی ہیں جیسا کہ میں نے آپ کو بتایا کہ سرکاری طور پر اسمگلرز کے آباد اس شہر میں بھی کچھ مداخلت کی گئی لیکن یہاں سرکاری مداخلت کو بالکل بے ضرر پاکر اسمگلروں نے بھی اس کی اجازت دے دی۔ اب یہاں جو کچھ ہے بس یوں سمجھ لیں کہ نہ جانے کس کس کے رحم وکرم پر ہے۔ مسٹر گل مراد اگر آپ حکومت کی جانب سے منشیات کے سوداگروں کے خلاف کوئی کارروائی کرنے کے لئے تشریف لاتے تو آپ یقین کیجئے کہ بڑا مسئلہ بن جاتا اور ہم آپ سے میلوں دور رہنا پسند کرتے' ہوسکتا ہے کہ بے چارے غلام حیدر کی موت کسی غلط فہمی کی بناپر ہوئی ہو وہ غلط فہمی یہ بھی ہوسکتی ہے کہ کچھ اسمگلروں کو اس بات کا شبہ ہوا ہو کہ آپ ان کے بارے میں اعداد وشمار جمع کرنے کے لئے یہاں آئے ہیں اور شاید ان کے خلاف کوئی کارروائی عمل میں لانے کا ارادہ رکھتے ہیں اور غلام حیدر اس کا ذریعہ بننے والا ہے۔ یہ میں ایسے ہی مفروضے کے طور پر کہہ رہا ہوں آپ مکمل طور پر اسے حقیقت نہ سمجھ لیں کیونکہ ہوسکتا ہے کہ میرا خیال غلط ہو۔ غلام حیدر کیوں قتل کیا گیا ہے اور وہ دو افراد آپ کو دھوکے سے وہاں کیوں لائے تھے جہاں غلام حیدر کی موت واقع ہوئی تھی۔ اب یہ تو بعد ہی میں پتا چل سکے گا کہ اصل صورت حال کیا تھی۔ ہاں تو میں آپ سے کہہ رہا تھا کہ اس راہداری کے اختتام پر غسل خانہ موجود ہے آپ وہاں جائیے' منہ ہاتھ دھو لیجئے' شیو بنا لیجئے اور لباس تبدیل کر لیجئے پھر آپ کے لئے ناشتہ آنے والا ہے۔ ابھی آپ نے اپنے کمرے میں ایک لڑکی کو دیکھا ہوگا۔ اس کا نام شیری ہے اور شیری بہترین ناشتہ تیار کرتی ہے کم از کم اور کچھ نہیں تو آپ کو اس کا ناشتہ بے حد پسند آئے گا بعد میں اس کے بارے میں بھی تفصیلات بتا دوں گا جائیے میرا خیال ہے کہ میں زیادہ گفتگو کر چکا ہوں۔"

میں خاموشی سے اٹھا بغیر کوئی جواب دیئے دروازے سے باہر نکل کر راہداری کے اس آخری حصے تک پہنچ گیا جہاں ایک چھوٹا سا دروازہ نظر آرہا تھا۔ غسل وغیرہ سے فارغ ہوا اور اس کے بعد اپنے کمرے میں آیا تو ایک انتہائی نفیس خوشبو نے میرا استقبال کیا۔ سینٹر ٹیبل پر ناشتے کی قابیں ڈھکی ہوئی رکھی تھیں اور ان کے نیچے گرم گرم ناشتہ موجود تھا۔ ویسے میں نے رات کو بھی ڈھنگ سے کھانا نہیں کھایا تھا اس لئے اس وقت بڑی شدت سے بھوک محسوس ہورہی تھی ناشتے کے نام پر جو چیزیں سامنے لائی گئی تھیں وہ

کمال کی چیزیں تھیں۔ چاول ایک مخصوص انداز میں پکے ہوئے اور گوشت کے بھنے ہوئے ٹکڑے پھر اس کے ساتھ ایک خاص قسم کا قہوہ' حالانکہ اس وقت کھانے میں میرے ساتھ کوئی بھی شریک نہیں تھا اور نہ ہی میں نے کسی کو تلاش کرنے کی کوشش کی تھی۔ کم از کم انسان کے اندر زمانہ قدیم کی اتنی وحشت تو ہونی چاہئے کہ بھوکے انسان کے سامنے جب خوراک آئے تو وہ منتظر نہ رہے کہ کوئی آکر اسے کھانے کی دعوت دے اور میرے دوست مسٹر ڈائن نے اس وقت میرے ساتھ رحمدلی کا سلوک کیا تھا البتہ جب میں قہوے کی دوسری پیالی پی رہا تھا تو مسٹر ڈائن اپنی خالی پیالی لے کر میرے پاس پہنچ گئے اور بولے۔

"شیری نے مجھے بتادیا تھا کہ قہوہ کافی مقدار میں موجود ہے بس دوسرا کپ اس نے یہاں نہیں رکھا ہے اس لئے میں اپنا خالی کپ کے لے کر آگیا ہوں لیکن اگر اس کے باوجود تم قہوے کا پورا برتن خالی کرچکے ہو تو مزید طلب کیا جاسکتا ہے۔"

"معافی چاہتا ہوں مسٹر ڈائن۔ اصل میں۔"

"نہیں' نہیں بالکل نہیں اگر مجھے تمہارے ساتھ ناشتے میں شریک ہونا ہوتا تو میں پہلے سے یہاں موجود ہوتا لیکن بہت عرصہ ہوا میں صبح کا ناشتہ نہیں کرتا خیر چھوڑو ان باتوں کو۔" وہ میرے سامنے بیٹھ گیا اور اس نے اپنی پیالی میں قہوہ انڈیلا اور اس کے چھوٹے چھوٹے گھونٹ لیتا ہوا بولا۔

"اب تمہیں راشک کے بارے میں مزید کچھ معلومات درکار ہوں تو مجھے بتا دو راشک کا ایک بھرپور جائزہ لے لو اور اس کے بعد صرف یہ بتا دینا کہ تمہیں یہاں کسی چیز کی حاجت ہے یا نہیں اس سے زیادہ شاید میں کوئی سرگرمی نہ دکھا سکوں ویسے یہ جگہ اس وقت تک تمہارے پاس موجود ہے جب تک کہ تم اپنے طور پر یہاں کوئی مناسب فیصلہ نہ کرسکو۔" اس نے قہوے کا آخری گھونٹ لیا اور پھر اپنی جگہ سے اٹھتا ہوا بولا۔

"راشک کے بارے میں چند الفاظ تمہیں بتائے دیتا ہوں یہاں کسی اجنبی کو بلاوجہ شک کی نگاہ سے نہیں دیکھا جاتا جب تک کہ تم ایسی حرکت نہ کرڈالو کہ دوسروں کے لئے باعث تکلیف یا شک کا باعث ہو۔ اصل میں یہاں شکوک و شبہات کی گنجائش بہت کم ہے کیونکہ یہاں کے رہنے والے اپنے طور پر اپنے آپ سے بہت مطمئن ہیں اور اپنے ماحول سے بھی ہاں جب پوست کے سوداگر آتے ہیں تو ذرا جوڑ توڑ ہوجاتے ہیں باقی سب ٹھیک ٹھاک ہے۔ یہاں اگر کسی نے تم سے شناخت طلب کی تو تم منہ سے کوئی جواب نہیں دو

گے بس دونوں ہاتھ سینے تک اٹھا کر ان کی انگلیاں آپس میں پیوست کرلو گے یہ ایک طرح سے یوں سمجھ لو کہ یہاں کا کوڈ ہے اور لوگ سمجھ جاتے ہیں کہ تم پوست کے سوداگروں میں سے ہو دلال' پوست بیچنے والے' کاشت کرنے والے یا پھر خریدار سب کی شناخت ایک ہی ہے اس کے بعد کوئی تمہیں کچھ نہیں کہے گا ویسے ایک اور خاص بات بتا دوں یہ اس لئے بتا رہا ہوں کہ تمہیں کوئی پریشانی نہ ہو جس جگہ پوست کی منڈی لگتی ہے وہ پوست منڈی کہلاتا ہے لیکن اس وقت جب منڈی نہ لگی ہو تب بھی چھوٹے چھوٹے ریستوران کھلے ہوتے ہیں وہاں جہاں سے تم ضرورتیں حاصل کرسکتے ہو اگر تمہارے پاس کرنسی موجود ہے اور کچھ معلوم کرنا چاہو تو ضرور معلوم کرلو میں اس کے لئے حاضر ہوں۔"

"میں شکریہ ادا کروں گا مسٹر ڈائن واقعی آپ نے مجھے بڑی عمدہ معلومات فراہم کی ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ ہی وہ آسانیاں بھی جن کی مجھے ضرورت تھی۔" اس کے بعد مسٹر ڈائن باہر نکل گئے تھے۔ میں خاموشی سے بیٹھا قہوے کے گھونٹ لیتا رہا اور پھر میں نے فیصلہ کیا کہ باہر نکل کر دیکھا جائے معاملات واقعی بڑے دلچسپ ہیں اور اب اپنی اوقات کو بھول کر کام کرنا بہت زیادہ مناسب رہے گا۔ حالانکہ بات بہت عجیب و غریب تھی میں ایک لڑکی کی تلاش میں یہاں آیا تھا لیکن چونکہ راستوں کا تھوڑا سا انتخاب کرنل ہمایوں نے بھی کیا تھا یعنی یہ کہ کرنل ہمایوں مجھے رحمان شاہ تک بھیج کر یہ معلوم کرانا چاہتے کہ ثانیہ اس طرف آئی ہے تو صورت حال بالکل مختلف ہوگئی تھی ہوسکتا ہے کہ پوست کے ان سوداگروں کے بارے میں بھی کرنل ہمایوں کو کچھ معلومات درکار ہوں بہرحال اب یہ آنے والے وقت پر منحصر تھا۔

میں ناشتے وغیرہ سے فراغت حاصل کرنے کے بعد مختصراً تیار ہوا اور باہر نکل آیا۔

باہر زندگی رواں دواں تھی دکانیں کھل رہی تھیں اور دکاندار اپنا اپنا سامان سجانے میں مصروف تھے جیسا کہ میں نے راشک کے ماحول کے بارے میں بتایا کہ یہاں زندگی کو ضرورتوں سے آراستہ کیا گیا تھا آبادیاں بھی تھیں یہ سارے کے سارے لوگ اپنے طور پر یہاں آکر آباد ہوتے تھے اور ان کچی پکی آبادیوں کے بارے میں کوئی بات حتمی طور پر نہیں کہی جاسکتی تھی۔

کھیتوں سے آنے والی سبزیاں اور پھلوں سے لدی ہوئی گاڑیاں اِدھر اُدھر آجا رہی تھیں کچی سڑک پر دھول کے بادل اڑ رہے تھے اور سبزیوں سے بھری ان گاڑیوں میں سے

کبھی کبھی کچھ سبزیاں نیچے بھی لڑھک جاتیں تھیں جنہیں چھوٹے چھوٹے بچے لوٹ لیا کرتے تھے بلکہ بچوں کے گروہ کے گروہ اِدھر اُدھر چھپے ہوئے ان سبزیوں کی گاڑیوں سے گرنے والی چیزوں کا پیچھا کرکے ان سے لٹکتے ہوئے پھل بھی کھینچ لیا کرتے تھے میں دلچسپی سے یہ مناظر دیکھتا ہوا آگے بڑھتا رہا بڑا لطف آرہا تھا۔ جیسا کہ میں پہلے بتا چکا ہوں کہ یہ بستی بڑے بے تکے طریقے سے آباد تھی دریا بھی تھوڑے فاصلے پر موجود تھا اور اس دریا کو دیکھ کر ایک عجیب سا احساس ہوتا تھا اس کا پاٹ بے پناہ چوڑا تھا اور اس کی روانی بھی خاصی تیز تھی دریا پر چھوٹی چھوٹی کشتیاں سفر کررہی تھیں جو اِدھر سے اُدھر آجا رہی تھیں اس کا مطلب تھا کہ دریا کے دوسری طرف بھی باقاعدہ آبادی تھی حالانکہ دریا کے اس کنارے سے اس طرف کی جگہ واضح نظر نہیں آئی تھی۔

میں اپنے طور پر چلتا رہا اور کافی فاصلہ طے کرنے کے بعد مجھے وہ عظیم الشان دروازہ نظر آیا جس پر کسی طرح کے کواڑ نہیں لگے ہوئے تھے لیکن اس کی بلندی ساٹھ یا ستر فٹ سے زیادہ ہی ہوگی۔ سرخ پتھروں سے زمانہ قدیم کے رومن طرز کے ستون بنائے گئے تھے اور راستہ انہی ستونوں کے درمیان میں سے گزرتا تھا اس کے بعد اینٹوں کی دیواریں تھیں جو اتنی قدیم وسعتوں میں چلی گئی تھیں کہ بس دیکھنے سے تعلق رکھتی تھیں۔ یہ جگہ مجھے بہت پسند آئی میں اس بڑے دروازے کی جانب بڑھ گیا۔ دروازے کو عبور کرنے کے لئے چند سیڑھیاں تھیں جنہیں طے کرکے میں آگے بڑھا تو مجھے وہاں اور بھی لوگ نظر آئے۔ بے شمار افراد تھے اور یہاں بھی باقاعدہ ریسٹورنٹ بنے ہوئے تھے زیادہ تر ریسٹورنٹ اس وقت بند تھے لیکن چند پر کام ہورہا تھا۔ تھوڑے ہی فاصلے پر مجھے ایک اسٹیج جیسی جگہ نظر آئی جہاں میزیں اور کرسیاں بے ترتیبی سے پڑی ہوئی تھیں۔ بہرحال بڑی پُراسرار جگہ تھی اس وقت یہاں کیونکہ لوگ موجود نہیں تھے لیکن ہوسکتا ہے کہ شام کو لوگ سیروسیاحت کے لئے یہاں آنکلتے ہوں یا پھر پوست کی سوداگری سے تعلق رکھنے والے وہ لوگ جو باہر سے آتے ہوں۔ غرض یہ کہ میں نے اسٹیڈیم کا بہت بڑا حصہ دیکھ ڈالا اور مجھے اس بات پر حیرت ہوئی کہ منشیات کی اس سوداگری کو روکنے کے لئے بڑے بڑے ممالک اقدامات کررہے ہیں اگر ان کے کرتا دھرتا یہاں آکر ان لوگوں کے طریقہ کار کو دیکھ لیں تو دانتوں میں انگلیاں دبا کر رہ جائیں اور یہ سوچیں کہ اب تک وہ جو کرتے رہے ہیں وہ ایک بے مقصد عمل ہے۔ پوست کی سوداگری اپنے طور پر مکمل طریقے سے ہورہی ہے۔ میں بہت دیر تک اس اسٹیڈیم میں رہا اور اس کے بعد واپس اپنی آرام گاہ میں آگیا۔

عارضی طور پر میرا یہاں کچھ قیام مناسب تھا پھر اس کے بعد صحیح صورت حال کا جائزہ لے کر یہاں سے واپس پلٹنا تھا۔ اپنے اوپر ایک طرح سے مکمل اعتماد تھا خاص طور سے حسن نیروز کے چلے جانے کے بعد سب کچھ اپنے طور پر ہی دیکھنا اور سوچنا چاہتا تھا اس سے آگے کی کوئی گنجائش نہیں تھی۔ جب اپنی آرام گاہ میں پہنچا تو وہاں مسٹر ڈائن مجھے موجود نہ ملے تھے میں نے تھوڑا سا اِدھر اُدھر گھوم پھر کر اس لڑکی کو تلاش کرنے کی کوشش کی جس کا نام شیری تھا لیکن جب وہ بھی مجھے نظر نہ آئی تو آخر کار میں اپنے کمرے میں داخل ہوگیا۔ میں اسے کمرہ ہی کہوں گا کیونکہ جہاں آرام کرنے کے لئے بستر موجود ہو اور ضرورت کی چند چیزیں تو پھر اسے کمرہ ہی کہا جاسکتا ہے۔ میرے اس کمرے میں بھی ایک پلنگ کے علاوہ دو کرسیاں تھیں۔ ایک طرف پانی سے بھرا ہوا مٹی کا برتن رکھا ہوا تھا ایک طرف دیوار میں الماری بنائی گئی تھی اور بس اس کے علاوہ یہاں اور کچھ نہیں تھا میں بستر پر لیٹ گیا لیکن اس کے ساتھ میں نے بھرا ہوا پستول اپنے ساتھ رکھا تھا نہ جانے کب تک میں اسی طرح آنکھیں بند کئے لیٹا رہا پھر نیند آنکھوں میں گھس آئی نہ جانے کتنا سویا تھا۔ کیا وقت ہوا تھا لیکن اچانک ہی ایسا محسوس ہوا جیسے کوئی میری اس رہائش گاہ میں داخل ہوا ہو آہٹ سن کر میری آنکھ کھل گئی تھی مجھے یوں محسوس ہوا جیسے کوئی دبے قدموں سے میرے کمرے میں چل رہا ہو میں نے اٹھنے کی بجائے آواز کی سمت دیکھا تو دوسرے لمحے چونک پڑا وہ ایک نوجوان لڑکی تھی لیکن اتنے ہوش و حواس ضرور تھے مجھے کہ میں اسے پہچان لوں کم از کم یہ شیری نہیں تھی لڑکی شیری سے ملتی جلتی بے شک تھی لیکن اس کا قد شیری سے کچھ بڑھا ہوا تھا اور بال بھی اس سے مختلف تھے وہ میز پر رکھے پیالے نما برتن میں تازہ پانی بھر رہی تھی اپنے کام سے فارغ ہوکر وہ میرے قریب پہنچی میں نے اس طرح آنکھیں بند کرلیں جیسے گہری نیند سو رہا ہوں لڑکی بالکل میرے قریب پہنچ گئی تھی اچانک ہی مجھے کچھ سوجھا اور میں نے ایکدم آنکھیں کھول دیں لڑکی جو آہستہ آہستہ میری طرف جھک رہی تھی ایکدم سیدھی ہوگئی ایک لمحے کے لئے اس کے انداز میں خوف اور جھجک پیدا ہوا تھا لیکن دوسرے لمحے وہ سنبھل گئی۔

”کون ہو تم اور یہاں کیوں آئی ہو؟“ اچانک ہی لڑکی نے اپنے آپ کو سنبھال لیا مسکرائی اور بولی۔

”یہیں رہتی ہوں یہیں کام کرتی ہوں مسٹر ڈائن نے شاید تمہیں میرے بارے میں کچھ نہ بتایا ہو۔“

"تو تم اپنے بارے میں مجھے کیا بتاتی ہو۔"
"یہ کہ میرا نام سیکا ہے اور میں یہیں کام کرتی ہوں۔"
"اور وہ لڑکی شیری؟"
"شیری اس وقت ڈیوٹی پر نہیں ہے۔"
"تو تم ہو اس وقت ڈیوٹی پر۔"
"ہاں!" اس نے کہا اور پھر مزید کچھ کہے بغیر دروازے سے باہر نکل گئی میں جلدی سے اپنی جگہ سے اٹھ گیا تھا پھر دیر تک میں سوچوں میں گم رہا اور نہ جانے کیا کیا سوچتا رہا کچھ وقت گزرا تو وہ لڑکی کمرے میں داخل ہوگئی شاید میرے لئے کھانا لے کر آئی تھی اس نے ٹرے میز پر رکھی اور عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھا پھر بولی۔
"تمہیں کسی اور چیز کی ضرورت ہے۔"
"ہاں۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔
"بولو کیا چاہئے۔"
"تم۔" میرے منہ سے نکل گیا اور میں نے اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ کی ہلکی سی لکیر دیکھی لیکن ایک لمحے کے اندر اس نے خود کو سنبھال لیا تھا۔
"مطلب؟" وہ بولی۔
"صرف اتنا کہ تم میرے پاس بیٹھو اگر تمہیں کوئی ضروری کام نہ ہو۔"
"نہیں مجھے کوئی ضروری کام نہیں ہے۔"
"تو پھر بیٹھو۔" میں نے کہا اور لڑکی خاموشی سے مجھ سے کچھ فاصلے پر بیٹھ گئی میں نے اسے کہا۔
"کیا تم میرے ساتھ یہ کھانا کھانا پسند کرو گی۔"
"یہ حد سے آگے کی بات ہوجائے گی۔"
"گویا تمہاری کوئی حد مقرر ہے۔"
"ہاں۔"
"چلو ٹھیک ہے تم سے بات تو کر سکتا ہوں میں۔"
"ہاں کیوں نہیں۔"
"پوست منڈی کے بارے میں کیا جانتی ہو۔" میں نے سوال کیا اور لڑکی کے چہرے پر ایک لمحے کے لئے شکنیں ابھر آئیں ان میں خوف کا عنصر بھی شامل تھا میں نے ایک لمحے

کے لئے یہی سوچا کہ لڑکی مجھے بھی پوست کا سوداگر سمجھ رہی ہوگی چنانچہ میں نے فوراً ہی اس کی غلط فہمی دور کرنے کے لئے کہا۔
"سیکا ہے نا تمہارا نام۔"
"ہاں۔" وہ آہستہ سے بولی۔
"ویسے سیکا ایک سوال کروں تم سے۔"
"ہاں ضرور۔"
"کیا مسٹر ڈائن کی ملازمت میں تمہیں پوست کی خرید و فروخت کا کام بھی کرنا پڑتا ہے۔"
"مسٹر ڈائن۔"
"ہاں۔"
"لیکن وہ پوست کے سوداگر تو نہیں ہیں۔"
"در پردہ۔"
"نہیں ایسی بات نہ کرو جیسی تم کر رہے ہو اس میں میری زندگی خطرے میں پڑ جائے گی۔ ویسے تمہیں یہ بات میں بالکل سچائی کے ساتھ بتا رہی ہوں کہ مسٹر ڈائن حکومت کے نمائندے ہیں اور میں بھی ان کے ساتھ ہی آئی تھی یہ الگ بات ہے کہ یہاں قیام کے دوران وہ بھی صرف اپنی ڈیوٹی کے اوقات پورے کر رہے ہیں اور کوئی ایسا عمل نہیں کر رہے جس سے دونوں فریقین کو کوئی شکایت ہو۔"
"دونوں فریقین؟"
"ہاں۔"
"مثلاً؟"
"مثلاً حکومت۔"
"اور۔"
"اور وہ جو یہاں پوست کا کاروبار کرتے ہیں۔"
"گڈ ویسے سیکا کافی عرصے سے ہوگی تم یہاں۔"
"ہاں کیوں نہیں۔"
"کیا تمہاری ذمے داریاں اتنی ہی ہیں کہ تم یہاں مسٹر ڈائن کے آنے والے مہمانوں کی خاطر داری کرو۔"

"نہیں۔"

"پھر؟"

"اس کے بارے میں تمہیں کچھ بتانا پسند نہیں کروں گی۔" اس نے سنگین لہجے میں کہا۔

"چلو ٹھیک ہے میں بھی تم سے وہ سب کچھ نہیں معلوم کرنا چاہتا جو تم نہ بتانا چاہو۔ میرا مطلب ہے یہاں تمہاری ڈیوٹی کے اوقات کیا ہیں۔"

"کوئی تعین نہیں ہے شیری آجائے گی تو میں چلی جاؤں گی۔"

"شیری کہاں گئی ہے۔"

"نہ میں جانتی ہوں اس کے بارے میں اور نہ جاننا چاہتی ہوں اور یہی اس کی بھی کیفیت ہے۔"

"ٹھیک ہے اچھا ایک بات اور بتاؤ سیکا' کیا یہاں راشک میں تمہاری ملاقات کسی ایسی لڑکی سے ہوئی جس کا تعلق یہاں کی شہری آبادی سے نہ ہو اور جسے اس کی مرضی کے خلاف یہاں رکھا جاچکا ہو۔" سیکا کچھ دیر سوچتی رہی پھر اس کے بعد اس نے کہا۔

"نہیں ویسے تو یہاں بے شمار لڑکیاں ایسی ہوتی ہیں جو پوست کے سوداگر اپنے ساتھ لاتے ہیں ان کا مصرف کیا ہوتا۔ اس کے بارے میں براہ کرم نہ تم مجھ سے کچھ پوچھنے کی کوشش کرنا نہ میں تمہیں کچھ بتانا چاہوں گی لیکن یہ سمجھ لو کہ پوست کی سوداگری یہاں کافی حد تک ہوتی ہے اور آرام سے یہ کاروبار جاری ہے۔ ہاں یہاں اس کے خلاف اگر کوئی شخص کارروائی کرنے کی کوشش کرے تو پھر اسے ختم کر دیا جاتا ہے۔ بے شمار واقعات اس طرح کے ہوچکے ہیں یہ میرے سامنے کی بات ہے کہ ایک بار جاسوسوں کے ایک گروہ نے جن کا تعلق کسی مغربی ملک سے تھا پوست کے سوداگروں کی حیثیت سے یہاں کا سفر کیا تھا لیکن بہرحال ان کے بارے میں پتا چل گیا تھا چنانچہ ان میں سے نو افراد قتل کر دیئے گئے اور دو اس عالم میں ملے کہ وہ پاگل ہوچکے تھے اور ان کا یہ پاگل پن تشدد کی بناء پر تھا انہیں تشدد کرکے دیوانہ بنا دیا گیا تھا۔"

"ہوں ویسے منڈی میں پوست کی سوداگری کے لئے کیا انتظامات ہوتے ہیں۔"

"کوئی خاص نہیں بس یہ سمجھ لو کہ پوست کے بہت سے سوداگر جب یہاں جمع ہوجاتے ہیں تو پھر انہیں سب لوگ اپنے اپنے ذخیرے دکھاتے ہیں اور یہاں ایک طرح سے ان کا نیلام ہوتا ہے۔ یہ ساری چیزیں ہیں۔"

"گڈ بہرحال تم بہت اچھی لڑکی ہو سیکا میں اس سے زیادہ تم سے اور کچھ نہیں چاہتا کہ اگر تم میرے بارے میں کسی غلط فہمی کا شکار ہو تو براہ کرم اس غلط فہمی کو دل سے نکال دینا ایک انسان کی حیثیت سے میں تمہاری مدد کرتا ہوں اور ایک دوست کی حیثیت سے تم نے جو میری مدد کی ہے اور جو الفاظ مجھے یہاں کے بارے میں بتائے ہیں ان کے لئے میں تمہارا شکر گزار ہوں۔ ویسے ایک بات اور بتاؤ یہاں جو دکانیں کھلی ہوئی ہیں وہاں خریداری بھی ہوتی ہے۔"

"ہاں کیوں نہیں یہاں کے رہنے والے لوگ زندگی کی ضروریات یہیں سے حاصل کرتے ہیں۔"

"اور یہ دکاندار یہ ضروریات کہاں سے پوری کرتے ہیں۔"

"مختلف ذرائع ہیں ویسے عام طور سے ایک بہت ہی اہم بات تمہیں بتاؤں دریائی راستے سے یہاں بہت سا مال آتا ہے اور ایک بار اس کے بارے میں' میں نے سنا تھا کہ یہ سب کچھ بڑے بڑے سمندری جہازوں سے آتا ہے یعنی سوداگر ان جہازوں سے یہ مال لے کر آتے ہیں اور نہر راستے ہی میں یہ مال بڑی لانچوں سے اتر کر دریائی راستوں سے ہوتا ہوا یہاں پہنچ جاتا ہے۔ یہ بات مجھے یہاں ایسے شخص نے بتائی تھی جو خود بھی سوداگر تھا اور یوں سمجھ لو کہ وہ میرا شناسا تھا۔"

"ہوں یعنی مسٹر ڈائن سے اس کا کوئی تعلق تھا۔"

"نہیں ڈائن سے اس کا تعلق نہیں تھا بلکہ مسٹر ڈائن سے پہلے بھی میری ایک زندگی تھی مگر چھوڑو اس کے بارے میں' میں تمہیں بتانا پسند نہیں کرتی پھر کبھی سہی۔"

"بہرحال جو کام تم نہیں کرنا چاہتی اس کے لئے میں تمہیں کبھی مجبور نہیں کروں گا اوکے ٹھیک ہے۔"

"ایک بات تمہیں اور بتاؤں ابھی کچھ دیر پہلے میں نے دو افراد کو دیکھا تھا یہ دونوں مشکوک انداز میں یہاں آئے تھے اور مجھے یوں محسوس ہوا جیسے وہ یہاں کے بارے میں کچھ معلومات حاصل کرنا چاہتے ہوں کیونکہ مسٹر ڈائن جاچکے ہیں اور مجھے وہ یہ ہدایت کرگئے تھے کہ تمہارے لئے ہر چیز کا خیال رکھوں۔"

"کیا تم ان لوگوں کو پہچانتی ہو۔"

"نہیں میں نے انہیں پہلی بار دیکھا ہے لیکن ان کا انداز ایسا تھا جیسے وہ اپنا چہرہ چھپانا چاہتے ہوں۔"

"کوئی ایسی پہچان۔"

"ہاں دونوں کے چہرے پر گھنی مونچھیں تھیں اور ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے جڑواں ہوں یعنی بہت زیادہ ایک دوسرے کے ہم شکل تھے وہ۔"

"شکریہ' ویسے میں دیکھ لوں گا کہ وہ کون ہیں۔" پھر تھوڑی دیر کے بعد وہ وہاں سے چلی گئی اور میں اس کے بارے میں سوچتا رہا کافی دیر تک میں عجیب وغریب کیفیت کا شکار رہا تھا پھر اس کے بعد میں تیار ہو کر باہر نکل آیا۔ راشک ایک عجیب وغریب جگہ تھی اور یہاں آنے کے بعد سے لے کر اب تک کوئی ایسا عمل نہیں ہو سکا تھا جسے میں اپنے لئے کارآمد سمجھتا۔ اصل میں بات ہی بگڑ گئی تھی۔ حسن فیروز کو کرنل ہمایوں نے شروع سے تو مکمل طور پر اجازت دے دی تھی لیکن بعد میں نہ جانے کیوں یہ پروگرام کچھ تبدیل کر دیا گیا تھا بہرحال مین اپنے طور پر غیر مطمئن نہیں ہونا چاہتا تھا چنانچہ میں باہر نکل آیا پھر اس کے بعد میں نے بیشتر وقت راشک کے بازاروں اور گلیوں میں گھوم کر گزارا یہاں موجود لوگوں سے گفتگو کی کھانے پینے کی چیزیں بھی مین نے باہر ہی سے خریدیں تھیں اور اس کے بعد ایک کارآمد بات بھی ہوئی تھی یعنی بڑی مونچھوں والے وہ ہم شکل میری نگاہوں کے سامنے آ گئے تھے۔ میں نے انہیں کئی جگہ اپنے آس پاس منڈلاتے ہوئے دیکھا تھا اور پھر مختلف جگہوں سے گزرتا ہوا میں دریا کے کنارے پہنچ گیا۔

سورج دریا کے نیلے پانی پر اپنی روشنی ڈال رہا تھا۔ موسم خاصا گرم تھا جس علاقے میں' میں اس وقت موجود تھا وہ دریا کے جنوبی حصے میں تھا اور یہاں لوگ مختلف خریداریاں کر رہے تھے لیکن میں نے یہاں ایک شخص کو دیکھا جو چہرے سے ایک عجیب وغریب شخصیت کا مالک لگتا تھا اس کا رنگ سیاہی مائل گندمی' آنکھیں چھوٹی' ناک لمبی تھی وہ نہ جانے کیا شخصیت رکھتا تھا کہ میں اس کے قریب پہنچ گیا اور اس کا جائزہ لینے لگا نہ جانے کیوں اس شخص کے اندر مجھے جانی پہچانی شخصیت محسوس ہو رہی تھی اور پھر مجھے اچانک ہی یاد آ گیا کہ یہ اس سکھ کی شکل و صورت کا مالک ہے جس نے وہاں مجھ سے کیبن میں ملاقات کی تھی اور پھر مجھے ساتھ لیتے ہوئے غلام حیدر کی طرف آیا تھا حالانکہ یہ وہ سکھ نہیں تھا لیکن اس جیسا ضرور تھا۔ میں نے گردن گھما کر ان دونوں کو دیکھنے کی کوشش کی جو اب تک میرے پیچھے لگے ہوئے تھے اور جن کے بارے میں مجھے سیکا نے بتا دیا تھا۔ لیکن اس وقت وہ بھی موجود نہیں تھے چند لمحوں کے بعد سکھوں جیسی پگڑی والا شخص دکان سے باہر نکل گیا دن بھر کی آوارہ گردی کے بعد شام کو میں پوست منڈی پہنچ گیا

اور اب مجھے اندازہ ہوا کہ یہاں شام کے وقت کافی رش ہوتا ہے۔ بے شمار افراد وہاں موجود تھے دن کی روشنی میں' میں نے وہاں جو چھوٹے چھوٹے ریسٹورنٹ دیکھے تھے اب ان کی تعداد بڑھ گئی تھی گویا شام کو یہاں اچھے خاصے ہجوم کے لئے تفریح کا بندوبست ہو جاتا تھا۔ میدانی ہوٹلوں میں بے شمار لوگ نظر آ رہے تھے اور ان میں مرد وعورتیں سبھی تھے۔ میں آہستہ آہستہ آگے بڑھتا ہوا ہر جگہ کا جائزہ لینے لگا پھر کسی نے اچانک ہی عقب سے میرے شانے پر ہاتھ رکھ دیا اور میں نے بجلی کی طرح گھوم کر دیکھا۔ سیکا کو دیکھ کر ایک لمحے کے لئے مجھ پر ایک عجیب سی کیفیت طاری ہو گئی تھی وہ بے انتہا خوبصورت نظر آ رہی تھی ایک عجیب سا لباس اس نے پہنا ہوا تھا اور اتنا خوبصورت لباس تھا وہ کہ بس یہ کہا جا سکتا تھا کہ اس وقت سیکا اس ماحول کی سب سے حسین لڑکی لگ رہی تھی۔ یہ بھی ایک عجیب بات تھی اور غالباً سیکا ہی کی وجہ سے میں بھی بہت سی نگاہوں کا مرکز بن گیا تھا۔ ہم ایک دوسرے کو نگاہوں ہی نگاہوں میں دیکھنے لگے اور میں نے آنکھوں سے سیکا کی تعریف کر ڈالی وہ کہنے لگی۔

"میں نے اپنی اوقات سے بڑھنے کی کوشش تو نہیں کی ہے۔"

"سب سے پہلے تو تم اپنی اوقات کا تعین کرو۔"

"تمہاری خدمت گار۔"

"نہیں یہ مسٹر ڈائن کی کوشش تھی میرا اس سے کوئی تعلق نہیں۔"

"بیٹھ سکتی ہوں تمہارے ساتھ۔"

"جگہ تلاش کرو۔" میں نے کہا اور وہ بے تکلفی سے میرا ہاتھ پکڑ کر ایک جانب بڑھ گئی۔ میں آہستہ آہستہ چلتا ہوا اس میز پر پہنچ گیا جہاں سیکا مجھے لے گئی تھی میں نے مسکراتی ہوئی نگاہوں سے سیکا کا جائزہ لیا اور کہا۔

"بہت خوبصورت لگ رہی ہو۔"

"شکریہ۔" تقریباً دس منٹ تک ہم دونوں خاموشی سے قرب وجوار کا جائزہ لیتے رہے پھر اچانک ہی میری نگاہیں ایک جانب اٹھ گئیں۔ بڑی مونچھوں والے دونوں آدمی ایک میز پر موجود تھے اور ان کے سامنے مشروبات رکھے ہوئے تھے ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ خاص طور سے گردن جھکا کر بیٹھے ہوں اور کسی کو اپنے بارے میں کچھ نہ بتانا چاہتے ہوں دفعتاً ہی میں نے سیکا کو مخاطب کیا۔

"سیکا۔" وہ چونک کر مجھے دیکھنے لگی پھر ہنس کر بولی۔

"شکر ہے تمہارے منہ سے آواز تو نکلی میں تو یہ سمجھی تھی کہ جس وقت تک تم یہاں بیٹھو گے خاموش ہی بیٹھے رہو گے اور یقین کرو اب مجھے یہ احساس ہونے لگا تھا کہ کہیں میری یہ بے تکلفی اور آمد تمہیں ناگوار تو نہیں گزری ہے۔"

"اس کے جواب میں مجھے کیا کہنا چاہئے۔"

"نہیں میرے اور تمہارے درمیان حیثیت کا اتنا فرق ہے کہ کسی بات کا اگر تم جواب نہ دینا چاہو تو میں تم سے وہ جواب طلب کرنے کی ہمت نہیں رکھتی۔"

"سیکا' بچوں جیسی باتیں نہ کرو میں تمہیں اپنی ایک اچھی دوست اور اچھی ساتھی کہہ چکا ہوں ہو سکتا ہے کچھ وجوہات کی بناء پر میں تمہیں وہ پذیرائی نہ دے سکا ہوں جو تمہارے ذہن میں ہو۔ لیکن دوستوں میں پذیرائی کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ سامنے بیٹھی شخصیت کو صرف ایک خوبصورت لڑکی ہی تصور کر لیا جائے۔" سیکا نے میرے ہاتھ پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

"اور یقین کرو میں بھی اس کی قائل نہیں ہوں۔"

"تو پھر باتیں کرو۔"

"بس اب میرے ذہن سے وہ تصور دور ہو چکا ہے۔"

"کیا واقعی۔"

"ہاں۔"

"تو پھر میں تمہیں ایک دلچسپ چیز دکھاؤں جو یقیناً تم نے دیکھی ہو گی البتہ اسے دیکھ کر تمہیں حیرت ضرور ہو گی۔"

"کیا؟" وہ تعجب سے بولی۔

"بائیں سمت ذرا تھوڑی سی گردن ٹیڑھی کر کے دیکھو' کیا یہ وہی دونوں ہیں جن کے بارے میں تم مجھے ہوشیار کر چکی ہو۔" سیکا کا چہرہ ایکدم سنجیدہ ہو گیا اس نے میری ہدایت کے مطابق گردن گھما کر اس طرف دیکھا اور پھر آہستہ سے بولی۔

"او خدایا واقعی' واقعی یہ تو وہی ہیں۔"

"میں تصدیق چاہتا تھا۔"

"ہوں ایک منٹ میں ذرا ان کا اچھی طرح جائزہ لے لوں۔"

"کیا مطلب؟"

"تھوڑی دیر کی اجازت چاہتی ہوں۔"

"نہیں سیکا تم کوئی خطرہ مول نہیں لو گی۔"

"تم فکر مت کرو میں ذرا دس منٹ کی اجازت چاہتی ہوں تم سے۔" اس سے پہلے کہ میں اسے کوئی جواب دیتا وہ اپنی جگہ سے اٹھ گئی۔ میں اسے دیکھتا رہا آگے جا کر وہ ایک دروازے میں گم ہو گئی تھی حالانکہ میں اس وقت کسی قسم کی جدوجہد کے موڈ میں نہیں تھا دونوں کو دیکھ کر مجھے یہ اندازہ ہو گیا تھا کہ کوئی گڑبڑ ہے اور یقینی طور پر یہ لوگ بلاوجہ میرے تعاقب میں نہیں ہیں۔ پگڑی والا سکھ بھی مجھے یاد تھا جو بلرام سنگھ کا ہم شکل تھا اب پتا نہیں کیا صورت حال ہو دیکھنا تھا کہ آگے کیا ہوتا ہے۔ لیکن سیکا کا اس طرح چلے جانا میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا اس سے پہلے جو لڑکی مجھے ملی تھی وہ بھی دلکش تھی لیکن یوں محسوس ہوتا تھا جیسے ڈائن نے شیری کی بجائے سیکا کو میرے لئے زیادہ مناسب سمجھا ہو بہرحال میں خاموشی سے اپنی جگہ بیٹھا رہا اور جب خاصی دیر گزر گئی تو اچانک میں نے ان دونوں کو ان کی جگہ سے اٹھتے ہوئے دیکھا وہ شاید یہاں سے کہیں جانا چاہتے تھے چند لمحوں کے بعد وہ دو قدم پیچھے گئے پھر آہستہ آہستہ اچانک ہی گھومے اور رخ تبدیل کر کے میری جانب بڑھنے لگے۔ میں کچھ سمجھ نہیں پایا تھا وہ آہستہ آہستہ قدم اٹھاتے میری جانب آ رہے تھے اور اس وقت میرے چہرے پر عجیب سے تاثرات پیدا ہو گئے تھے میں نہیں سمجھ پا رہا تھا کہ انہوں نے یہ بے احتیاطی کیوں کی ہے۔ بہرحال میرے قریب سے گزرتے ہوئے ان میں سے ایک شخص رکا اور اس نے ایک سفید رنگ کا ایک چھوٹا سا کارڈ میرے سامنے میز پر رکھ دیا یہ کام اس نے اتنی برق رفتاری سے کیا تھا کہ میں صورت حال کو سمجھ بھی نہ پایا وہ میرے پاس سے گزر کر آگے بڑھ گئے تھے اور میں اس کارڈ کو دیکھ رہا تھا جس پر لکھا ہوا تھا۔

"اب سے ایک گھنٹے کے بعد کلب کے باہر پتھر کی دیوار کے پیچھے ہم تمہارا انتظار کریں گے ہمیں تم سے بہت ضروری کام ہے۔" بڑا عجیب وغریب پیغام تھا یہ سنسنی خیز اہمیت کا حامل اور میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ یہ کیا کہانی شروع ہو گئی ہے ویسے اس میں کوئی شک نہیں تھا کہ کہانی بے حد پُراسرار تھی اور اگر واقعات کی کڑیاں ملائی جاتیں تو ایک ناقابل یقین اور پُراسرار ماحول نگاہوں کے سامنے آ جاتا تھا۔ سامنے رکھے کارڈ پر نظریں جمائے میں یہی سوچ رہا تھا کہ کیا مجھے واقعی ایک گھنٹے کے بعد ان لوگوں سے ملاقات کرنی چاہئے۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ یہاں آنے کا مقصد ہی تبدیل ہو گیا تھا لیکن میرے لئے راستے

متعین کئے گئے تھے اور میں انہی راستوں پر چل رہا تھا سیکا نے مجھے ان دونوں کی جانب سے ہوشیار کیا تھا اور اب وہ دونوں میرے سامنے تھے۔ اچانک ہی میرے ذہن میں ایک عجیب سی کیفیت ابھری۔ مجھے ان واقعات اور حالات سے متاثر نہیں ہونا چاہئے اصل میں دو تین جال میں پھنس گیا ہوں پہلے حسن فیروز پھر اس کے بعد اور زیادہ الجھن کا باعث میرے لئے علی دانش بنا تھا۔ علی دانش کے بعد کئی اور ایسے نام جنہیں مجھ پر مسلط کرنے کی کوشش کی گئی تھی جیسے غلام حیدر' اصولی طور پر مجھے جو کچھ کرنا چاہئے تھا اپنے طور کرنا چاہئے تھا اور ابھی تک میں صرف انہی لوگوں کے ہاتھوں میں کھیل رہا تھا اگر اپنے طور پر شروعات کر دوں اور جو اپنے ذہن میں آئے وہ کروں تو شاید زیادہ کار آمد صورت حال نکل سکے اور اچانک ہی میں نے ایک فیصلہ کیا اور میرے اندر ایک نئی ہمت بیدار ہو گئی اس کے بعد مجھے کسی کا انتظار نہ رہا اب جو کچھ بھی کرنا ہے اپنے ہی طور پر کرنا ہے اور اس میں سب سے پہلا کام یہ تھا کہ ان لوگوں کے دیئے ہوئے وقت کے مطابق اس جگہ پہنچوں جہاں انہوں نے مجھے طلب کیا ہے پھر دیکھوں کہ صورت حال کیا ہوتی ہے۔

کچھ دیر کے بعد میں اپنی جگہ سے اٹھا اور پُر اطمینان قدموں سے چلتا ہوا عمارت سے باہر نکل آیا۔ اب یہاں آنے کے بعد فوری طور پر کچھ اقدامات کرنا ضروری تھے ورنہ خواہ مخواہ وقت ضائع ہو رہا تھا میں آہستہ آہستہ آگے بڑھتا ہوا پتھر کی اس دیوار کے عقب میں پہنچ گیا جس کا تذکرہ وہ لوگ مجھ سے کر گئے تھے۔ وہاں پہنچ کر میں نے محسوس کیا کہ وہ دونوں دیوار کے پاس کھڑے میرا انتظار کر رہے ہیں میں ان کے قریب پہنچا تو وہ میری جانب متوجہ ہو گئے۔

"نہ تو ہمیں تمہارا نام پوچھنے کی ضرورت ہے اور نہ ہی یہ بتانے کی کہ فی الحال ہم تمہیں کہاں لے جا رہے ہیں۔ ہاں' ایک بات بتا دینا بے حد ضروری ہے وہ یہ کہ اگر تم ہم سے تعاون کرو تو تمہاری زندگی کے لئے کوئی خطرہ نہیں ہے۔ تم ایک ایسے معاملے میں ملوث ہو گئے ہو' جس کے بارے میں کسی کو تم سے کچھ معلومات حاصل کرنا ہیں اور اسی نے تمہیں یہ دعوت دی ہے۔"

"تمہارا مطلب کیا ہے کہ اگر میں اپنی پسند سے تمہارے ساتھ نہ چلنا چاہوں تو کیا اس میں کامیاب نہیں ہو سکتا۔"

"ہاں' ہمیں حکم دے دیا گیا ہے کہ تمہیں ہر قیمت پر اپنے ساتھ لے کر آئیں' دیوار کی اس جانب تین گھوڑے موجود ہیں جن میں سے دو ہمارے لئے اور ایک تمہارے

لئے ہے لیکن یہ بھی ممکن ہے کہ ہم تمہیں زخمی کر کے لے جائیں کیونکہ بہرحال ہماری زندگی خود اسی میں ہے کہ ہم تمہیں وہاں تک پہنچا دیں جہاں تمہیں لے جانا ہے۔"

"ٹھیک' گویا تم مجھے اغوا کرنا چاہتے ہو۔"

"اگر تم الفاظ سے کھیلنا پسند کرتے ہو تو یہ تمہاری مرضی ہے۔"

"تمہارے نام کیا ہیں۔"

"جب ہم نے تمہارا نام نہیں پوچھا تو تم بھی ہمارے نام پوچھنے کی کوشش نہ کرو' تعارف جبھی ہوتا ہے جب دوستانہ تعلقات قائم ہو جائیں۔"

"تو پھر ٹھیک ہے۔ تم لوگ مجھے زخمی کرنے کی کوشش کرو کیونکہ میں خوشی سے تمہارے ساتھ جانا پسند نہیں کرتا۔" میں نے کہا اور سنبھل کر کھڑا ہو گیا۔ میرے ان الفاظ پر وہ دونوں الجھ گئے اور پھر انہوں نے اپنے لباس سے ریوالور نکال کر سیدھے کر لئے اور ان میں سے ایک نے کہا۔

"گولیاں تمہارے پیروں پر ماری جائیں گی اور اس کے بعد تمہیں گھوڑے پر ڈال کر لے جایا جائے گا۔"

"تو ٹھیک ہے' گولیاں چلاؤ میں کب انکار کر رہا ہوں۔" میں نے کہا اور وہ میری بات سے پھر الجھ گئے۔ غالباً وہ مجھے دھمکیاں دے کر اپنے ساتھ لے جانا چاہتے تھے' کوئی ہوش مند ان دھمکیوں کے بعد اپنے آپ کو نہ بچانے کی کوشش کس طرح کر سکتا تھا لیکن سوال کسی ہوش مند کا تھا مجھ جیسے بھٹکے ہوئے انسان کا نہیں کیونکہ بہرطور اور جو کچھ تھا سو تھا ہی لیکن تعلق میرا بھی ایسی پہاڑی بستی سے تھا جہاں کبھی کبھی عقل سے زیادہ جذبات سے کام لیا جاتا ہے۔ پھر ان میں سے ایک نے عاجزی سے پُر لہجے میں کہا۔

"دیکھو ایک بات کا یقین ضرور کر لو تم' وہ یہ کہ ہم تمہیں جہاں لے جا رہے ہیں وہاں تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچایا جائے گا' بہت ہی ضروری معاملہ ہے۔ تمہارا جانا تمہارے حق میں بہت اچھا رہے گا۔ تم سمجھنے کی کوشش کیوں نہیں کرتے۔"

"ارے کیا تم نے مجھے گولی مارنے کا ارادہ ترک کر دیا۔"

"پلیز ہمیں اس کے لئے مجبور نہ کرو۔" ان میں سے ایک نے کہا اور میں حیرت سے اس کی شکل دیکھنے لگا۔ اس بار اس کا لہجہ پڑھے لکھے لوگوں کا سا تھا۔ میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تو پھر ٹھیک ہے چلو اگر ایسی بات ہے تو کوئی مسئلہ ہی نہیں ہے۔" وہ میرے اس

اچانک فیصلے سے ایک بار پھر حیرت زدہ رہ گئے تھے۔ بہرحال پھر میں ان کے ساتھ آگے بڑھ گیا' سامنے کی جگہ سنسان پڑی ہوئی تھی' تھوڑا فاصلہ طے کرنے کے بعد کچھ درخت نظر آئے جو ایک جھنڈ کی شکل میں وہاں موجود تھے' درختوں کے ایک حصے میں گھوڑے نظر آرہے تھے چنانچہ چند لمحوں کے بعد ہم تینوں گھوڑوں کے قریب پہنچ گئے اور پھر ہم گھوڑوں پر سوار ہوگئے۔ میں جو یہ فیصلہ کرکے باہر نکلا تھا کہ اب ہر طرح کا رسک لے لوں گا اور کسی بھی سلسلے میں بہت زیادہ الجھنے کی کوشش نہیں کروں گا' پروقار انداز میں ان کے ساتھ چل رہا تھا۔ لیکن مجھے یہ اندازہ تھا کہ وہ لوگ بھی پوری طرح محتاط تھے اور غالباً انہوں نے یہ سوچا تھا کہ کہیں میں کسی چالاکی کے تحت تو ان کی بات ماننے کو تیار نہیں ہوگیا۔ گھوڑوں کی رفتار بہت زیادہ تیز نہیں تھی اور وہ ایک سیدھ میں چل رہے تھے۔ ایک پُراسرار سناٹا اور خاموشی چاروں طرف پھیلی ہوئی تھی۔ قرب وجوار میں گہری تاریکی بھی تھی لیکن آسمان پر چاند آہستہ آہستہ ابھرتا آرہا تھا' پھر ان میں سے ایک نے کہا۔

"سنو' ایک بات اور سن لو۔"

"وہ بھی سناؤ؟"

"اصل میں بات یہ ہے کہ ہم لوگ ابھی تک تمہاری طرف سے مطمئن نہیں ہیں' ہوسکتا ہے تم نے موقع کی نزاکت کے پیش نگاہ ہمارے ساتھ یہ سفر کرنا مناسب سمجھا ہو' لیکن خدا کے لئے اس وقت تک جب تک اپنے لئے کوئی خطرہ محسوس نہ کرو کوئی ایسا عمل کرنے کی کوشش نہ کرنا جس میں تمہیں یا ہمیں کوئی نقصان پہنچے' کبھی کبھی اندھی دوستی بھی کرلی جاتی ہے۔ اس وقت تم ہم سے اندھی دوستی ہی کرلو کیونکہ ہم تمہیں کم از کم نقصان نہیں پہنچانا چاہتے۔" جواب میں میں نے ہنس کر کہا۔

"......... ٹھیک ہے دوستو' جب دوستی کی بات ہے تو کم از کم عارضی طور پر میں تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچاؤں گا۔ جب تک مجھے اس بات کا خطرہ نہ ہو جائے کہ تم میرے لئے نقصان دہ ہو۔"

"ہمارے راستے میں مداخلت بھی کی جاسکتی ہے اس لئے ذرا ہوشیار رہنا۔"

"ٹھیک ہے' ٹھیک ہے بے فکر رہو۔" پھر اس کے بعد میں واقعی ان کے ساتھ پرسکون انداز میں آگے سفر کرتا رہا' نہ جانے کتنا فاصلہ طے کرلیا گیا تھا' کوئی تیس سے پینتیس منٹ کا سفر کیا گیا تھا اور یہ گفتگو ہونے کے بعد گھوڑوں کی رفتار بھی خاصی تیز ہوگئی تھی۔ اس کے بعد ایک جگہ پہنچ کر انہوں نے اپنے گھوڑوں کی رفتار سست کی اور

مجھ سے کہا۔

"ہمیں بائیں سمت ڈھلوان میں اترنا ہے۔" میں نے بائیں سمت دیکھا' سڑک تھوڑی سی نیچے چلی گئی تھی اور پھر اس کے بعد ایک پگڈنڈی نظر آرہی تھی جو قد آدم گھاس کے ایک حصے کو عبور کرتی ہوئی قرب وجوار میں بکھرے ہوئے ٹیلوں کی جانب چلی گئی تھی۔ البتہ یہ سفر ذرا مشکل رہا لیکن یوں محسوس ہوتا تھا جیسے گھوڑے ان راستوں پر پہلے بھی سفر کرچکے ہیں کیونکہ وہ خاصے پرسکون تھے اور اس نیم تاریک ماحول میں جب کبھی چاند جھانکتا تو قرب وجوار کی چیزیں نظر آنے لگتیں تھیں یہ سفر خاصہ طویل رہا۔ تقریباً ایک گھنٹہ مزید چلنے کے بعد ہم تینوں ایک پہاڑی کے دامن میں پہنچ گئے' یہاں بھی ماحول بہت خوبصورت تھا اور یوں محسوس ہوتا تھا جیسے قرب وجوار میں سبزہ زار پھیلے ہوئے ہوں' پھر آدھی رات کے قریب ہم ایسی چٹانوں کے درمیان پہنچ گئے جہاں راستہ تنگ اور خطرناک تھا لیکن ہمارے گھوڑے یہاں بھی ٹھوکر نہیں کھا رہے تھے بلکہ پرسکون انداز میں آگے کا سفر کر رہے تھے البتہ رفتار کچھ سست ہوگئی تھی۔ ان میں ایک ساتھی نے کہا۔

"دوست ذرا ان راستوں پر احتیاط سے سفر کرنا' گھوڑے ان راستوں پر سفر کرنے کے عادی ہیں۔ اس لئے وہ تو غلطی نہیں کریں گے لیکن انہیں کسی طرح سے کسی غلط فہمی کا شکار نہ کرنا ورنہ ذرا سی بے پروائی ہمیں کسی گہرے کھڈ میں پہنچا دے گی۔" میں نے اب بھی کچھ نہیں کہا تھا۔

آخر کار چٹانوں کا یہ سفر ختم ہوا اور ایک بار پھر کچھ دھندلی دھندلی روشنیاں نظر آنے لگیں۔ یہ روشنیاں بجلی کی نہیں تھیں بلکہ شاید وہ خاص قسم کے مٹی کے تیل کے یا سرسوں کے تیل کے چراغ تھے جو جگہ جگہ روشن نظر آرہے تھے۔ غالباً کوئی بستی ہی تھی جو دور دور تک پھیلی ہوئی تھی' بستی کے پس منظر میں پہاڑوں کی بلند چوٹیاں بھی نظر آرہی تھیں۔ میں خاموشی سے آگے بڑھتا رہا' تھوڑے فاصلے پر پہنچنے کے بعد ڈھلان شروع ہوگئے تھے اور ان ڈھلانوں پر اترتے ہوئے خاصا محتاط رہنا پڑ رہا تھا' خاصی دیر گزر گئی پھر اس کے بعد یوں محسوس ہوا جیسے بستی سے گریز کیا گیا ہو اور ان لوگوں نے جس درے سے یہ سفر اختیار کیا تھا وہ شاید بستی کے دوسری جانب سے گزرتا تھا' نہ جانے کتنی دیر تک یہ سفر جاری رہا' مجھے اندازہ نہیں تھا کہ یہ لوگ مزید کتنی دیر اور سفر جاری رکھیں گے لیکن بہرحال میں نے ان سے اس بارے میں کوئی سوال بھی نہ کیا تھا۔ یہاں تک کہ

کافی فاصلہ طے کرنے کے بعد دن کی روشنی نمودار ہونے لگی۔ وہ لوگ بستی پیچھے چھوڑ آئے تھے جب اجالا آہستہ آہستہ سرابھارنے لگا تو میں نے سوالیہ نگاہوں سے ان دنوں کو دیکھا' اس وقت میرے ساتھیوں میں سے ایک نے کہا۔

"گھوڑے رات بھر کے سفر سے تھک گئے ہیں اور ہم جانتے ہیں تم بھی گھوڑے کی پشت پر اکڑ گئے ہو۔ اس لئے اب تھوڑی دیر کے لئے آرام کرلینا مناسب ہے۔"

"کیا وہاں سے چلتے ہوئے تم نے مجھے یہ بتایا تھا کہ یہ سفر رات بھر جاری رہے گا۔" میں نے کرخت لہجے میں سوال کیا۔ ان دونوں نے ایک دوسرے کی صورت دیکھی' پھر ان میں سے ایک نے کہا۔

"کیا تمہیں اس بات کا علم ہے کہ ہم خود بھی یہ بات نہیں جانتے تھے کہ سفر اتنا طویل ہوگا۔"

"اگر تم اپنے آپ کو بہت زیادہ چالاک سمجھنے کی کوشش کر رہے ہو تو میرا مشورہ ہے یہ کوشش ترک کردو۔"

"نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے جو کچھ ہم تم سے کہہ رہے ہیں وہ سچ ہے۔ ہمیں تو راستے میں ہدایات ملتی رہی ہیں۔"

"راستے میں۔" میں نے سوال کیا۔

"ہاں۔"

"خوب' اس کا ذریعہ کیا ہے۔" میں نے سوال کیا تو پھر ان دونوں نے ایک دوسرے کی شکل دیکھی' پھر ان میں سے ایک نے اپنے لباس میں ہاتھ ڈال کر ایک چوکور ٹرانسمیٹر نکال لیا اور اسے میرے سامنے کرتا ہوا بولا۔

"یہ ٹرانسمیٹر ہے جس پر ہمیں مسلسل ہدایات مل رہی ہیں۔" مجھے یہ اندازہ تو ایک لمحے کے اندر اندر ہوگیا تھا کہ وہ واقعی ٹرانسمیٹر ہے لیکن یہاں اس پہاڑی علاقے میں اور علاقہ بھی ایسا جسے ایک بالکل غیر مہذب اور خالص سیدھا سادا پہاڑی علاقہ کہا جاسکتا ہے۔ یہ ساری چیزیں بھی موجود ہیں لیکن پھر بہت سے خیالات دل میں آئے' پوست کی سوداگری اب معمولی نوعیت نہیں رکھتی۔ دنیا کے بڑے بڑے ممالک اس سوداگری سے تنگ ہیں۔ اس کے خلاف اربوں روپوں کی سرمایہ کاری کی جارہی ہے اور کوششیں کی جارہی ہیں کہ یہ کاروبار بند ہوجائے لیکن یہ کاروبار کرنے والے بھی اسی معیار پر یہ کام کر رہے ہیں' جس معیار پر ان کے خاتمے کا بندوبست کیا جارہا ہے۔ ظاہر بات ہے پوست

وادی کے بارے میں جو تفصیلات میرے علم میں آئی تھیں وہ یہ تھیں کہ سمندر سے دریائی راستے بھی یہ کاروبار ہوتا ہے اور اس کے لئے جدید ترین ذرائع اختیار کئے جاتے ہیں' بلکہ کچھ مخصوص علاقے تو ایسے ہیں جو اس سلسلے میں زبردست سرمایہ کاری کرکے بنائے گئے ہیں اور ڈرگ مافیا اعلیٰ پیمانے پر اس سلسلے میں اپنا کام کر رہی ہے اور یہ راستے خصوصی طور پر ان دشوار گزار علاقوں میں تیار کئے گئے ہیں یہاں عام انسانی سفر ممکن نہیں ہے اور انہیں پوشیدہ رکھنے کے لئے نہ جانے کیسے کیسے انتظامات کئے گئے ہیں۔

کرنل ہمایوں ایک بین الاقوامی شخصیت تھی اس کا اندازہ بہرحال مجھے اس عرصے میں ہوگیا تھا اور میں جانتا تھا کہ کرنل ہمایوں نے جو ذمہ داری قبول کی ہے اور جس کا کچھ حصہ مجھے سونپا گیا ہے ممکن ہے کہ وہ صرف رانا اختیار خلجی کی بیٹی کی بازیابی کا معاملہ ہی نہ ہو بلکہ جو نئی ہدایات مجھے موقع پر پہنچ کردی گئی تو اس کے پس منظر میں یہ تصور بھی ہو کہ میں ان علاقوں میں پوست کی کاشت اور پوست کی سوداگری کے بارے میں معلومات اکٹھی کروں' کچھ تعجب کی بات نہیں تھی کہ ایسا ہی ہو اور بہرحال غیر محسوس طریقے سے ہی میں یہ کام کرتو رہا تھا چنانچہ اس شخص کے پاس ٹرانسمیٹر کا ہونا اس قدر حیرت انگیز بات نہیں تھی یا پھر ان پُراسرار علاقوں میں میری ملاقات ایسے لوگوں سے ہونا جو اپنا ایک الگ معیار رکھتے ہوں ناقابل یقین بات نہیں تھی۔ میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"حالانکہ میں تم لوگوں سے مسلسل تعاون کر رہا ہوں تمہارا ایک اشارے پر تمہارے ساتھ چلا آیا ہوں اور جہاں تک تم یہ سمجھتے ہو کہ میں تم سے خوفزدہ ہوں تو ایسی کوئی بات نہیں ہے' کبھی کبھی اجنبی لوگوں سے بھی گہری دوستی ہوجاتی ہے۔ ٹھیک ہے تم لوگوں نے اپنا نام نہیں بتایا جس کی وجہ سے مجھے خاصی پریشانی ہے لیکن جو سوال میں نے تم سے کیا تھا اس کا جواب تم نے بڑا عجیب دیا ہے۔ گویا کوئی شخصیت تمہیں راستے میں ہدایات بھی دیتی رہی ہے۔"

"ہاں ایسی ہی بات ہے ویسے تم بھی اچھے آدمی معلوم ہوتے ہو۔ دیکھو آخری بار جو الفاظ میں تم سے کہہ رہا ہوں تم ان پر غور کرنا اور اس بات کو اچھی طرح ذہن میں رکھنا کہ ہم کسی سے خوفزدہ نہیں ہوتے' ہم ان پہاڑوں پر پیدا ہوئے یہیں ہم نے زندگی گزاری ہے اور یہیں ہمیں دنیا کے بارے میں معلومات حاصل ہوئی ہیں جو کاروبار ہم کر رہے ہیں وہ ہی ہمارے زندہ رہنے کا ایک وسیلہ ہے چنانچہ بہتر ہوگا کہ ہم سے کوئی فریب کرنے کی کوشش نہ کرنا' تمہیں قتل کرکے ہمیں خوشی نہیں ہوگی۔"

"ٹھیک ہے۔ میرا نام گل مراد ہے۔" میں نے کہا اور وہ چونک کر میری طرف دیکھنے لگے، پھر ان میں سے ایک نے کہا۔

"میرا نام سمندر خان ہے اور یہ رازق خان ہے۔"

"تم دونوں کے چہرے ایک دوسرے سے ملتے ہیں۔ کیا تمہارے درمیان کوئی گہری رشتے داری ہے۔"

"ہاں، رازق خان میرے تایا کا بیٹا ہے۔"

"گھوڑے واقعی تھک گئے ہیں۔ آرام کرلیا جائے۔"

"اب ہم سے یہ مت پوچھنا کہ تمہارے بارے میں ہمیں ہدایات دینے والا کون ہے ویسے میں تمہیں بتادوں گا کہ ہمیں یہ کہہ دیا گیا ہے کہ اگر تمہارا راستہ روکنے کی کوشش کی جائے تو کوشش کرنے والے کو موت کی نیند سلا دیا جائے۔" میں نے خاموشی سے گردن ہلادی تو سمندر خان بولا۔

"تو اب کھانے پینے کا بندوبست کرنا ہوگا۔ ہمارے پاس کھانے کا سامان موجود ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہی اگر تازہ شکار کرکے کھانا چاہو تو اِدھر کمی نہیں ہے۔"

"نہیں، بہتر ہے کہ جنگل کے جانوروں کو معاف ہی کردیا جائے۔ تمہارے پاس کھانے کو کیا ہے۔" انہوں نے اپنے گھوڑوں کی زین سے دو تھیلے اتارے، سامان ان کے پاس واقعی مناسب موجود تھا اور یہ بات ذرا مشکوک ہوگئی تھی جو انہوں نے کہی تھی یعنی یہ کہ ان کو اس سفر کی طوالت کا علم نہیں تھا، ان کے پاس ہلکے گیس کے مخصوص چولہے موجود تھے، برتن بھی تھے اور خشک مچھلی کے ڈبے بھی اس کے علاوہ چائے کا انتظام بھی تھا اور تھوڑی دیر کے بعد جو کچھ انہوں نے تیار کیا وہ ایسا نہیں تھا کہ اس کے بعد انسان صبر کی منزل میں قدم رکھے رہے۔ مچھلی چباتے ہوئے چائے پینا بے شک ایک عجیب مشغلہ تھا لیکن زندگی میں ایسے مشغلے بھی ہوجاتے ہیں۔ وہ لوگ بھی میرے ساتھ ہی شریک تھے اور ابھی ہم لوگ ناشتے سے فارغ بھی نہیں ہوئے تھے کہ فضا میں ہمیں ایک عجیب سی آواز سنائی دینے لگی، اطراف میں سناٹا نہیں تھا۔ آسمان پر پرندوں کی ڈاریں پرواز کر رہی تھیں اور مرغابیوں کی آوازیں بھی سنائی دے رہی تھیں اس وقت مرغابی کا شکار کرلینا ہمارے لئے مشکل کام نہیں تھا چونکہ زمین سے ان پرندوں کی بلندی بھی زیادہ نہیں تھی لیکن جو آواز ہمیں سنائی دی تھی وہ پرندوں کی ڈاروں کی نہیں تھی بلکہ یہ ایک عجیب سی گڑگڑاہٹ تھی۔ سمندر خان اور رازق خان اپنی رائفلیں سنبھال کر کھڑے ہوگئے۔ وہ

کچھ بے چین سے نظر آرہے تھے لیکن حقیقت یہ ہے کہ ہوا کے دوش پر آنے والی یہ آواز کسی گاڑی کی مشین ہی کی تھی، کبھی یہ واضح ہوجاتی اور کبھی ڈوب جاتی لیکن میں نے بھی کان لگا کر اسے سنا تھا اور مجھے یہ اندازہ ہوتا جارہا تھا کہ آواز یقینی طور پر کسی ٹرک کی ہے اور اس کا رخ اسی جانب ہے۔ اب یہ سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ کون ہے اور کیا چاہتے ہیں۔ اچانک ہی سمندر خان نے کہا۔

"اگر تمہیں پستول دے دیا جائے تو کیا تم اسے ہم پر ہی تو نہیں تان لوگے۔" میں نے گہری نگاہوں سے اسے دیکھا اور بولا۔

"اس کا ایک بہترین حل موجود ہے۔"

"کیا؟"

"یہی کہ مجھے پستول ہی نہ دو۔" میں نے کہا اور رازق مسکرانے لگا، پھر بولا۔

"معاف کرنا یہ زیادہ مناسب رہے گا" پھر وہ اِدھر اُدھر دیکھنے لگا اور ایک درخت کی جانب بڑھ کر جوتے اتارے بغیر اس پر چڑھنے لگا۔" کامیابی ذرا مشکل ہی سے ہوئی تھی لیکن وہ ایک اونچی شاخ پر پہنچ گیا اور پھر اتنی ہی پھرتی سے نیچے بھی اتر آیا تھا۔ بہرحال اس نے آتے ہی کہا۔

"ٹرک ہے اور اسی طرف آرہا ہے۔ وہ جو سامنے دو چٹانوں کا راستہ نظر آرہا ہے نا وہ اس کے درمیان سے یہاں تک آئے گا۔ ہمیں گھوڑوں کو محفوظ کرلینا چاہئے کہیں ایسا نہ ہو کہ ٹرک سے فائرنگ ہو اور ہمارے گھوڑے شکار ہوجائیں۔" رازق خان اور سمندر خان نے جلدی سے گھوڑوں کو ایک بڑی چٹان کے عقب میں کھڑا کردیا جہاں سے وہ نظر نہیں آسکتے تھے اور پھر ہم لوگ بھی ایسی محفوظ جگہ پر پوشیدہ ہوگئے۔ زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ ایک چھوٹے سائز کا ٹرک آتا ہوا نظر آیا اور ہم خاموشی سے اس کا جائزہ لیتے رہے۔ ان دونوں نے رائفلیں سیدھی کرلی تھیں اور یہ سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ ان کا اگلا قدم کیا ہوگا۔ میں بھی سامنے نگاہیں جمائے ہوئے تھا اور ان دونوں کا جائزہ بھی لیتا جارہا تھا جو رائفلوں کے گھوڑوں پر انگلیاں رکھے شاید کچھ کرنے ہی والے تھے، میری سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ یہ لوگ بجائے اس کے کہ آنے والوں کا قریب پہنچنے تک انتظار کریں انہیں دور ہی سے ختم کردینے کے کیوں خواہش مند ہیں اور پھر وہی ہوا جس کا مجھے خطرہ تھا، دفعتاً رازق خان نے ٹرائیگر دبا دیا اور ایک خوفناک دھماکا ہوا لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہی ٹرک کا اسٹیئرنگ ہچکولے کھانے لگا، میں نے خود اس کے ونڈ اسکرین کے ٹکڑے

بکھرتے ہوئے دیکھے تھے' پھر ایک اور دھماکا ہوا اور ٹرک اس چٹان سے ٹکرایا جو اس سے کچھ فاصلے پر موجود تھی۔ ٹرک وہیں رک گیا تھا' ٹائروں کی آواز سے درختوں پر بیٹھے ہوئے پرندے خوفزدہ انداز میں چیختے ہوئے مختلف سمتوں میں اڑنے لگے۔ میں سکتے کے سے عالم میں یہ منظر دیکھ رہا تھا۔ ٹرک کا اگلا حصہ برباد ہو گیا تھا اور اس میں جو کوئی بھی تھا' دروازہ کھول کر نیچے اترنے کی کوشش کر رہا تھا۔ دروازے کھل چکے تھے' غالباً ایک سے زیادہ افراد تھے' سمندر خان پھرتی سے پیچھے دوڑا اور رازق خان نے بھی اس کا ساتھ دیا تھا اور اب ظاہر ہے مجھے بھی وہی کرنا تھا جو وہ دونوں کر چکے تھے حالانکہ میں نہتا تھا اور میرے پاس کوئی ہتھیار نہیں تھا۔ یہ الگ بات ہے کہ میرے تھیلے میں وہ کچھ موجود تھا جس کا یہ لوگ تصور بھی نہیں کر سکتے تھے اور میں نے اپنے آپ کو اتنا غیر محفوظ بھی نہیں رکھا تھا' ننھا سا وہ پستول جو مجھے مہیا کیا گیا تھا اور جو ان کی رائفلوں سے کہیں زیادہ خوفناک تھا۔ اس طرح میری آستین میں چھپا ہوا تھا کہ ایک لمحے کی جنبش پر کھسک کر میرے ہاتھ میں آجائے اور اس کے بعد جو تماشہ میں انہیں دکھاؤں وہ ان لوگوں کے لئے ناقابل یقین ہو۔ رازق خان اور سمندر خان نے اپنے گھوڑوں پر سوار ہو کر تیزی سے ٹرک کی جانب رخ کیا' انہوں نے رائفلیں سیدھی کی ہوئی تھیں اور چند ہی لمحوں کے بعد ہم اس ٹرک کے قریب پہنچ گئے' اپنے بارے میں اتنا تو یقینی طور پر کہہ سکتا ہوں کہ بزدلی کا تو خیر تصور ہی نہیں کیا جا سکتا' اپنے طور پر بڑے سے بڑے سنگین اور خوفناک مناظر دیکھنے کی اہلیت رکھتا ہوں لیکن ٹرک کے قریب پہنچ کر جو کچھ میں نے دیکھا تھا اس نے ایک لمحے کے لئے میرے بدن میں لرزشیں پیدا کر دی تھیں۔ ڈرائیونگ سیٹ کا سائیڈ سے دروازہ کھولا ہوا تھا اور اس میں سے ایک شخص اوندھا لٹکا ہوا تھا' غالباً اس نے ٹرک سے اترنے کی کوشش کی تھی لیکن کامیاب نہیں ہو سکا تھا۔ البتہ اس کی جو کیفیت تھی۔ وہ بس ناقابل بیان ہے۔ ان لوگوں کی چلائی ہوئی گولیوں نے اس کا آدھا چہرہ اڑا دیا تھا' چہرے کا اوپر والا حصہ کسی پیالے کی طرح اپنی جگہ سے اڑ گیا تھا اور سفید سفید بھیجہ ٹکڑوں کی شکل میں زمین پر گر رہا تھا' جس کے ساتھ خون کی دھاریں بہہ رہی تھیں اس کے دونوں ہاتھ زمین کی طرف جھول رہے تھے اور خون اس طرح بہہ رہا تھا جیسے کسی بکرے کو ذبح کیا جاتا ہے۔ اس میں وہ سفیدی بڑی اذیت ناک تھی' منہ اور آنکھیں بالکل غائب ہو گئی تھیں۔ اس کے ساتھ ساتھ ہی دوسری جانب بھی جو کچھ نظر آیا تھا وہ ایک لمحے کے لئے تو کوئی خاص اہمیت کا حامل ثابت نہ ہوا لیکن دوسرے لمحے میری آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں'

گولیاں صرف ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھے ہوئے شخص کو نشانہ بنا چکی تھیں' دوسری جانب جو کوئی تھا اس نے بھی نیچے اترنے کی کوشش کی تھی اور اس کے دونوں پاؤں نیچے لٹکے ہوئے تھے البتہ وہ زمین تک نہیں پہنچ پائے تھے۔ میں اس کا چہرہ بخوبی دیکھ سکتا تھا اور جو کچھ میں نے دیکھا تھا اسے دیکھ کر ایک لمحے کے لئے مجھے شدید حیرت ہوئی تھی۔ میں نے اس لڑکی کو پہچان لیا تھا۔ یہ شیری تھی اس نے کچھ وقت کے لئے میری خدمت کی تھی اور اس کے بعد گم ہو گئی تھی اور پھر مجھے سیکا نظر آئی تھی جس کا اب کوئی پتا نہیں تھا لیکن شیری کو میں نے ایک لمحے کے اندر اندر پہچان لیا تھا۔ اس کی آنکھیں خوف سے پھٹی ہوئی تھیں اور وہ اس طرح تشنجی انداز میں ہاتھ پاؤں مار رہی تھی جیسے اپنے آپ کو خلا میں تیرتا ہوا محسوس کر رہی ہو۔ اس دوران رازق خان اپنے گھوڑے کو ٹرک کے عقب سے گھما کر اس جگہ پہنچ گیا جہاں میں موجود تھا اور شیری کو حیران کن نگاہوں سے دیکھ رہا تھا لیکن مجھے اس بات کا اندازہ نہیں تھا کہ بدبخت رازق خان اس کے بعد کیا کرنے والا ہے۔
اچانک ہی دو خوفناک دھماکے ہوئے' پہلا سوراخ شیری کی پیشانی پر ہوا تھا اور دوسرا سینے پر دل کے مقام پر' خون کا فوارہ گولیوں کے دونوں سوراخوں سے بلند ہوا اور میں اچھل کر پیچھے ہٹ گیا لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہی میرے جبڑے بھنچ گئے تھے۔ میرے بدن میں بھی پہاڑی خون تھا اور اس کمینے انسان نے اس نہتی لڑکی کے ساتھ جو سلوک کیا تھا وہ ناقابل برداشت تھا۔ میرا ننھا سا پستول پھسل کر میرے ہاتھ کی گرفت میں آگیا لیکن پھر ایک لمحے کے لئے میں نے اپنے آپ کو بمشکل تمام سنبھالا' اگر میں ان دونوں کو اس جگہ ختم کر دوں تو نہ تو مجھے یہ معلوم ہو سکے گا کہ یہ لوگ مجھے کہاں لے جا رہے تھے جہاں تک معاملہ ان دو افراد کا تھا یعنی شیری اور اس کے ساتھی کا تو اب یہ اس دنیا سے رخصت ہو گئے تھے' لیکن ان دونوں کو کھو کر میں بالکل ہی بے آسرا ہو جاتا۔ ایک لمحے کے اندر اندر یہ تمام خیالات میرے ذہن میں آکر گزر گئے' البتہ اس وقت دل میں' میں نے یہ سوچا تھا کہ کرنل ہمایوں نے یا تو مجھے بے وقوف بنایا ہے یا پھر ضرورت سے زیادہ ہی مجھ پر اعتماد کر لیا ہے کم از کم اور کچھ نہ سہی لیکن علی دانش یا حسن فیروز کو تو میرے ساتھ رہنے ہی دیتا' ایک لمحے کے اندر اندر یہ سارے فیصلے میں نے خود بخود دل میں کر لئے تھے بے چاری شیری کی لاش مڑی تڑی پڑی ہوئی تھی' کمزور لڑکی تڑپ بھی نہیں سکی تھی' دونوں گولیاں اس طرح چلائی گئی تھیں کہ ایک لمحے کے اندر اندر زندگی کا خاتمہ ہو جائے' اس کے علاوہ یہ اندازہ بھی ہو گیا تھا کہ ٹرک میں ان دونوں کے علاوہ اور کوئی نہیں ہے کیونکہ

رازق خان اپنا گھوڑا پیچھے کی سمت سے لے کر گیا تھا۔ ایسے موقعوں پر اپنے آپ پر قابو نہ رکھنا انتہائی مشکل کام ہوتا ہے اور یہ مشکل کام جس طرح اس وقت میں نے سرانجام دیا تھا' میرا دل ہی جانتا ہے۔ واقعی کبھی کبھی انسان کو مصلحت کے ہاتھوں جانور بن جانا پڑتا ہے۔ عام حالات ہوتے تو یہ جانے بوجھے بغیر کہ ایک دوسرے کو قتل کر دینے والے یہ لوگ کون ہیں۔ میں صرف وہ کرتا جو اس وقت ایک انسان کا دل کہہ سکتا ہے یعنی اس بے رحم قاتل سے اس لڑکی کی موت کا انتقام لیتا جو میرا ساتھی تھا لیکن اس کے بعد اس نے میرے دل میں اپنے لئے نفرت ہی نفرت پیدا کر لی تھی۔ ان دونوں کے انداز سے یہ محسوس ہو رہا تھا جیسے ان کو اپنے اس عمل پر ذرہ برابر افسوس نہ ہو میں نے خاموشی سے انہیں دیکھا' وہ دونوں جیسے اب میری جانب سے بالکل مطمئن ہو گئے تھے اور انہیں یہ احساس ہو گیا تھا کہ وہ جو کچھ کر رہے ہیں میں اس میں ان کا ساتھ دوں گا۔ چنانچہ دونوں گھوڑوں سے نیچے اتر آئے' پھر سمندر خان نے مجھ سے کہا۔

"نیچے آجاؤ گل مراد' ٹرک خالی ہے لیکن پھر بھی اس کی تھوڑی سی تلاشی لینا ضروری ہے۔" میں نے گھوڑے کی پشت خالی کر دی تھی۔ ٹرک کی تلاشی میں کچھ نہیں ملا۔ وہ دونوں شیری اور اس شخص کے لباس کی تلاشی لے رہے تھے جو بے چارے اب خون کے لوتھڑوں میں تبدیل ہو چکے تھے۔ شاید ان کو ان کے لباس سے بھی کچھ نہیں ملا تھا۔ چنانچہ انہوں نے اس طرح ہاتھ جھاڑے جیسے ضروری فرض پورا کرنے کے بعد خاموش ہو گئے ہوں۔ پھر ان کے بعد رازق خان نے کہا۔

"کچھ بھی نہیں ہے ان کے پاس لیکن تم جانتے ہو کہ یہ کس کے آدمی ہیں۔" میں نے محسوس کیا کہ سمندر خان نے رازق خان کو کوئی نام لینے سے روکنے کی کوشش کی ہے اور آنکھ سے اشارہ کیا ہے کہ جس کا نام وہ لینا چاہتا ہے وہ نام نہ لے۔ بہرحال مجھ سے تو ان دونوں لاشوں کی اذیت برداشت نہیں ہو رہی تھی۔ میں چاہتا تھا کہ جلد سے جلد وہ یہاں سے آگے بڑھ جائیں۔ وحشی درندے اور اس کے ساتھ ساتھ ہی میرے دل میں یہ عزم پختہ ہو گیا تھا کہ اب مجھے وہ کرنا ہے جو ان حالات میں میرے لئے ضروری ہونا چاہئے وہ کرنل ہمایوں کی مرضی کے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔ کمال کی بات ہے اب تو یہی سوچا جاسکتا ہے کہ چونکہ حسن فیروز اس کا اپنا پوتا تھا اس لئے اس نے اسے اس جہنم میں جھونکنے سے گریز کیا ہے اور بقول شخصے مجھے سولی پر لٹکا دیا ہے۔ اس طرح تو کم از کم میں بھی ہار نہیں مانوں گا' کچھ لمحوں کے بعد میں نے اپنے آپ پر قابو پالیا اور پھر میں نے کہا۔

"تم لوگ تلاشی بھی لے چکے ہو' اب کیا کرنا چاہتے ہو۔"

"کچھ نہیں' ان لوگوں کو مار دینا ضروری تھا اور ہم جانتے ہیں کہ تمہیں ان کی موت کا افسوس ہوا ہو گا لیکن ایسی کسی بات پر دخل اندازی کرنے کی کوشش نہ کرنا جو تمہاری سمجھ سے باہر ہو۔"

"تو پھر یہاں سے چلتے کیوں نہیں ہو' میں زیادہ دیر یہاں نہیں رک سکوں گا۔" میں نے کہا اور ان دونوں نے چونک کر مجھے دیکھا تھا اور ایک لمحے کے لئے میں نے محسوس کیا تھا کہ ان کے چہروں پر بھی کرختگی اور سختی ابھر رہی ہے لیکن پھر میری طرح شاید انہوں نے بھی اپنے آپ پر قابو پالیا تھا اور اس کے بعد ہم لوگ اپنے اپنے گھوڑوں پر سوار ہو کر آگے بڑھ گئے تھے۔ میرے لئے اپنی ذہنی کیفیت پر قابو پانا مشکل ہو رہا تھا۔ میں سوچ رہا تھا کہ اپنے آپ کو کس طرح سنبھالا جائے۔ ویسے ان دونوں افراد نے انتہائی جنگلی پن کا ثبوت دیا تھا' پتا نہیں کہ وہ ہمارے لئے ہی کوئی پیغام لا رہے ہوں' ان کے پاس سے کچھ ملا بھی نہیں تھا۔ سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ قصہ کیا ہے' کہیں ایسا نہ ہو کہ مجھے یہیں راستے میں رکنے اور پلٹنے کی ہدایت کی گئی ہو لیکن بہرحال اب جو کچھ ہونا تھا وہ تو ہو چکا تھا' آگے کا کام آگے ہی جا کر پتا چل سکتا تھا' چنانچہ گھوڑوں کی رفتار کچھ تیز ہو گئی تھی یا پھر اس وقت طبیعت پر کچھ ایسا ہی بوجھ سوار تھا کہ رفتار خاصی تیز لگ رہی تھی۔ بہرحال ہم لوگ آگے بڑھتے رہے اور تھوڑے ہی فاصلے کو طے کرنے کے بعد آگے کا منظر تبدیل ہونے لگا۔ پہاڑی ٹیلوں کی جگہ اب سرسبز و شاداب گھاس نے لی تھی' چھوٹے چھوٹے مخصوص قسم کے درخت اگے ہوئے تھے اور قرب و جوار کی چٹانیں سبزے سے ڈھکی ہوئی تھیں' چاروں طرف ان چٹانوں کا جنگل سا پھیلا ہوا تھا لیکن راستے عام نہیں تھے البتہ جن راستوں پر گھوڑے دوڑائے جا رہے تھے وہ جانے پہچانے اور پگڈنڈیوں کی شکل کے تھے۔ ایک بار پھر میرے کانوں سے ایک آواز ٹکرائی۔ یہ کسی دریا کے پرشور انداز میں بہنے کی آواز تھی' پانی کی مسلسل آواز کو پہچانا جاسکتا تھا' اس کے ساتھ ساتھ ہی ہوا کی نمی بھی اس کا اظہار کر رہی تھی کہ کوئی تیز رفتار عظیم الشان دریا قریب ہی موجود ہے۔ جوں جوں ہم آگے بڑھتے جا رہے تھے پانی کی آواز قریب آتی جا رہی تھی اور پھر میں نے دور سے وہ دریا دیکھ لیا جو واقعی ایک پہاڑی دریا کہلانے کا مستحق تھا' اچھی خاصی لمبائی چوڑائی تھی اس کی اور پانی کے بہنے کی رفتار خاصی تیز محسوس ہوتی تھی لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہی کچھ اور بھی نظر آیا تھا۔ وہ یہ تھا کہ ایک بہت بڑی پہاڑی چٹان کو انسانی ہاتھوں کی تراش

نے قدیم زمانے کا ایک محل سا بنا دیا تھا' اگر غور کیا جاتا تو اسے دنیا کا آٹھواں عجوبہ کہنے میں کوئی حرج نہیں تھا' بہت بڑے پہاڑ کو غالباً اندر سے بالکل کھوکھلا کر دیا گیا تھا اور اسے تراش کر عمارت کی شکل دینے کی کوشش کی گئی تھی۔ چٹانوں میں جھروکے بنے ہوئے تھے' اوپری حصوں پر فصیلوں جیسی تراش بنائی گئی تھی اور اس کا ایک حصہ دریا کے پانی میں دور تک چلا گیا تھا۔ کمال کی جگہ تھی' حالانکہ اس کے بارے میں اگر کوئی لکھنے کی کوشش کرتا تو اسے دنیا کی عجیب وغریب جگہ کہہ سکتا تھا لیکن شاید عام انسانوں کی یہاں تک پہنچ ہی نہیں تھی۔ میرے لئے البتہ یہ ایک ناقابل یقین منظر تھا۔ وہ دونوں اس جگہ کو دیکھ کر کچھ زیادہ سُست ہوگئے تھے اور تھوڑی دیر کے بعد وہ مجھے ساتھ لئے اس عظیم الشان دروازے کے اندر داخل ہوگئے جس پر اسٹین گنوں سے مسلح محافظ موجود تھے اور انہوں نے کڑی نگاہوں سے ہم تینوں کا جائزہ لیا تھا' اندر قدم رکھتے ہی مجھے اندازہ ہوگیا کہ یہ عظیم الشان جگہ دنیا کی واقعی سب سے عجیب جگہ ہے' سامنے کے حصے سے اسے دیکھا جاتا تو ایک بلند و بالا پہاڑ اور اس میں بنا ہوا ٹیلہ نظر آتا تھا لیکن اندر سے اسے باقاعدہ ایک سنگی چبوترے کی شکل دی گئی تھی' جس کے اطراف میں چھوٹی بڑی لاتعداد عمارتیں نظر آرہی تھیں۔ یہ عمارتیں بھی پتھروں کو تراش کر بنائی گئی تھیں' اوپر کا حصہ کافی چوڑا تھا اور داخلے کے لئے سنگی دروازے کے علاوہ اس پہاڑی دیوار پر گول گول سوراخ بنے ہوئے تھے اور ان سوراخوں کے پاس ایک ایک شخص تعینات تھا اور ان کے سامنے مشین گنیں نصب تھیں جن کے دہانے ان سوراخوں سے باہر نکلے ہوئے تھے۔ مشین گنوں میں کارتوسوں کے بیلٹ چڑھے ہوئے تھے اور ان کے عقب میں بیٹھے ہوئے لوگ بالکل مستعد نظر آرہے تھے۔ اس کے علاوہ فصیلوں کے اوپری حصے پر بھی مشین گنیں ہی نہیں بلکہ توپیں فٹ نظر آرہی تھیں جنہیں مشینی ذرائع سے گھمایا جاسکتا تھا۔ میں ایک ایک چیز کا جائزہ لے رہا تھا' یہاں موجود لوگ درحقیقت اس قدر محفوظ تھے کہ باہر کی دنیا میں اس کا تصور ہی نہیں کیا جاسکتا تھا۔ پوست کی وادی میں جو کچھ میں نے دیکھا تھا اگر اسے کسی کتاب کی شکل میں تحریر کرتا تو درحقیقت یہ کتاب بھی دنیا کی بہترین کتابوں میں سے ایک ہوتی۔ یہ کام اس قدر اعلیٰ پیمانے پر ہوتا ہوگا اور ان لوگوں نے اپنے لئے اس طرح کا تحفظ کرلیا ہوگا' اس کے بارے میں سوچا بھی نہیں جاسکتا۔ یہاں کوئی پرندہ بھی پر نہیں مار سکتا' ہر جگہ اس قسم کا بندوبست کیا گیا تھا کہ تصور بھی نہ کیا جاسکے اگر کوئی فضائی راستے سے اس جگہ کو تباہ کرنے کی کوشش کرتا تو خود اپنی حماقت پر افسوس کرتا رہ جاتا کہ

پہاڑوں کو اتنی آسانی سے نہیں اڑایا جاسکتا جبکہ نیچے سے ایسی گنیں بھی اس کا استقبال کرسکتی تھیں جو اینٹی ایئر کرافٹ ہوں۔ اس بڑے سنگی دروازے کے دوسری جانب وسیع چبوترے کے بعد ایک بہت بڑی عمارت نظر آرہی تھی' مرکزی عمارت کے دائیں بائیں کئی چھوٹی چھوٹی عمارتیں بھی تھیں جو اس بڑی عمارت سے ملی ہوئی تھیں' اوپر والے حصے میں بھی چاروں طرف چھوٹی چھوٹی کھڑکیاں نظر آرہی تھیں اور یہ اندازہ لگانے میں ایک لمحے کی دیر نہیں کی جاسکتی تھی کہ اس میں بھی مشین گنیں فٹ ہوں گی' ان کا رخ دریا کی جانب تھا گویا اگر کوئی دریائی راستے سے اس جگہ تک پہنچنے کی کوشش کرے تو اس کا بھی معقول انتظام کیا جاسکے۔

سنگی چبوترے پر یہ گھوڑے باآسانی چڑھ گئے' بارہا ان چیزوں کا اندازہ مجھے ہوگیا تھا اور کوئی تعجب کی بات نہیں تھی کیونکہ بہرحال یہ دونوں افراد اسی علاقے کے تھے البتہ مجھے یہاں کیوں لایا گیا ہے' یہ ابھی تک میرے علم میں نہیں تھا' میدان کے بائیں جانب واقع ایک چھوٹی سی عمارت کے قریب پہنچ کر سمندر خان اور رازق خان گھوڑوں سے اتر گئے۔ میں بھی نیچے اتر گیا تھا۔ سامنے کے حصے میں اصطبل بنا ہوا تھا جہاں بے شمار بہترین گھوڑے پہلے ہی سے موجود تھے' دو افراد باہر نکل آئے اور انہوں نے ان گھوڑوں کو سنبھال لیا جبکہ سمندر خان اور رازق خان مجھے ساتھ لئے ہوئے اصطبل کے قریب والی ایک چھوٹی سی عمارت میں داخل ہوکر مختلف راہداریوں سے آگے بڑھنے لگے' اس طرف بھی وسیع صحن تھا اور لوگ آتے جاتے نظر آرہے تھے۔ سارے کے سارے افراد مسلح تھے اور یوں محسوس ہوتا تھا جیسے ہتھیاروں کے بغیر یہاں زندگی کا تصور ہی نہ ہو' پھر ہم اس عمارت کے عقبی حصے میں پہنچ گئے اس حصے کو بہترین پائیں باغ کہا جاسکتا تھا' مخمل جیسی گھاس کے تختے' پھولوں کی کیاریاں اور جگہ جگہ پانی کی پھواریں اڑاتے ہوئے فوارے عجیب منظر پیش کر رہے تھے' مجھے قدیم کہانیوں میں حسن بن صباح کی جنت یاد آگئی جسے اس نے بڑی چاہتوں کے ساتھ ترتیب دیا تھا اور دنیا کو ہی جنت بنانے کی کوشش کی تھی۔ یہاں پہنچنے کے بعد رازق خان نے کہا۔

"میں تمہیں ایک ایسے آدمی کے حوالے کئے دیتا ہوں جو تمہیں ضرورت کی تمام چیزیں فراہم کرے گا' لیکن دوست ایک بات کو ذہن میں رکھنا اس وقت اپنے دماغ کو عقل سے خالی محسوس کرو' یوں سمجھو کہ تم کچھ سوچنے سمجھنے کے قابل نہیں ہو۔ اب تک تم نے جس طرح ہم سے تعاون کیا ہے اور جس طرح ہماری ہر ہدایت پر عمل کرتے رہے

ہو اس کے تحت ہم چاہتے ہیں کہ تمہیں یہاں کوئی نقصان نہ پہنچے کیا سمجھے' سمجھدار آدمی کے لئے اشارہ کافی ہے۔"

"ٹھیک ہے۔" میں نے جواب دیا اور رازق خان نے ایک طرف اشارہ کیا۔ وہ تقریباً سترہ' اٹھارہ سال کا ایک لڑکا تھا جو تیزی سے بڑھتا ہوا یہاں پہنچ گیا تھا۔

"یہ جنگوش کے مہمان ہیں سمجھ رہے ہونا' جنگوش کی ہدایت کے مطابق اگر انہیں یہاں کوئی تکلیف ہوئی تو تمہیں جواب دینا ہوگا۔"

"آپ اطمینان رکھو خان۔" لڑکے نے کہا اور اس کے بعد مجھ سے بولا۔ "آپ میرے ساتھ آجاؤ بابو صاحب۔" اور میں نے اس کی ہدایت پر عمل کیا۔ وہ مجھے ایک پتھر سے بنے کمرے میں لے گیا جسے مختلف پتھروں کو ترتیب دے کر ہی بنایا گیا تھا اور یہاں ضرورت کی تمام چیزیں موجود تھیں یعنی ایسی چیزیں جن پر آرام کیا جاسکے' بات کچھ سمجھ میں نہیں آئی تھی لیکن پھر بھی اس پُراسرار طلسم خانے میں ایک ایک لمحہ میرے لئے حیرت کا باعث تھا اور میں سوچ رہا تھا کہ خاموشی سے یہاں وقت گزاروں گا چاہے کتنی ہی ذہنی محنت کیوں نہ کرنی پڑے۔ لڑکے نے اپنا نام زمل بتایا تھا۔ زمل خان نے مجھے ایسی جگہ پہنچایا جہاں ایک بہت بڑا ٹب بنایا گیا تھا اور اس میں پانی بھرا ہوا تھا۔ یہ پانی ایک نل جیسے پائپ سے آرہا تھا' اس نے کہا۔

"آپ ادھر آرام سے غسل کرو' آپ دیکھو گے کہ یہ پانی گرم ہے' ٹھنڈا پانی بھی آسکتا ہے' بس تھوڑی سی کوشش کرنا ہوگی۔"

"ٹھیک ہے زمل خان' تم باہر جاؤ۔"

"میں باہر موجود ہوں' ابھی مجھ سے کہا گیا ہے کہ آپ ہمارے معزز مہمان ہیں میں آپ کی ڈیوٹی پر ہوں' جب آپ کا دل چاہے مجھے آواز دے دیں۔ اپنا نام میں آپ کو بتا چکا ہوں۔"

"ٹھیک ہے زمل' تم جاؤ۔" اور پھر درحقیقت اس سفر کے بعد اس انوکھی جگہ غسل کرنے پر جو لطف آیا تھا وہ ناقابل بیان ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ دماغ کے پرخچے اڑ گئے تھے' سوچنے سمجھنے کی قوتیں ساتھ چھوڑ گئی تھیں اور اب دل چاہ رہا تھا کہ اگر موقع ملے تو گہری نیند سو جاؤں۔ بہرحال غسل کرنے کے بعد فراغت حاصل کی اور پھر جب باہر نکلا تو زمل خان موجود تھا۔

"صاحب کھانا تیار ہے۔"

"ایک بات بتاؤ زمل خان کیا یہاں گوشت حلال ہے۔"

"خدا کا فضل ہے صاحب' ہم مسلمان ہے۔ بھیڑ کو اسلامی طریقوں سے ذبح کرکے بنایا جاتا ہے۔" میں نے پتھر کی ایک میز پر بھنے ہوئے گوشت' گرم گرم روٹی اور سرخ سرخ سیب دیکھے۔ اس کے بعد بھلا سوچنے سمجھنے کی قوتوں کو کیسے کنٹرول کیا جاسکتا تھا۔ چنانچہ ان تمام چیزوں کو اپنی ملکیت سمجھنے کے بعد میں ان پر ٹوٹ پڑا۔ زمل خان خاموشی سے باہر نکل گیا تھا۔ میں نے واقعی اس وقت دنیا کا ہر خیال ذہن سے نکال دیا تھا اور زمانہ قدیم کے وحشی کی مانند ان تمام چیزوں سے شکم سیری کر رہا تھا کہ بعد میں نہ جانے کن حالات سے واسطہ پڑے اور کیا کرنا پڑے۔ اب جو ہوگا دیکھا جائے گا' باقی باتیں بعد میں سوچنے کے لئے ہیں۔

کچھ دیر کے بعد زمل خان واپس آیا تو اس کے ہاتھوں میں کچھ اور برتن دبے ہوئے تھے۔ جو اس نے لاکر میرے سامنے رکھ دیئے' ایک تام چینی کی چائے دانی تھی جس کی ٹونٹی سے بھاپ باقاعدہ دھوئیں کی لکیر کی شکل میں نکل رہی تھی اور ایک چھوٹا سا پیالہ تھا جو تام چینی کا بنا ہی معلوم ہوتا تھا۔ یہ بہترین قسم کا قہوہ تھا جس کی خوشبو بھی لاجواب تھی یہاں آنے کے بعد جس طرح میری پذیرائی کی گئی تھی وہ ایک الگ بات تھی۔ ماضی کی بہت سی باتیں ذہن پر کچوکے لگاتی تھیں اور اگر کچھ لمحوں پہلے کے بارے میں بھی سوچتا تھا تو سچی بات تو یہ کہ اس کے بعد کھانا پینا تو خود بخود حرام ہوجاتا ہے۔ اس شخص کی تو شکل بھی پہچانی نہیں جاسکتی تھی جسے کم بخت سمندر خان نے گولیوں سے بھون ڈالا تھا۔ وہ ایک واقعی وحشت ناک عمل تھا جبکہ ان لوگوں کی جانب سے یہ احساس بھی نہیں ہو رہا تھا کہ وہ کوئی خوفناک ارادہ رکھتے ہیں اور ہم لوگوں کو دیکھتے ہی کسی قسم کے رد عمل کا اظہار کرنے کی پوزیشن میں ہیں' ایسی کوئی بات نہیں محسوس ہوئی تھی لیکن ان لوگوں نے انہیں کوئی موقع نہیں دیا تھا۔ کیا اس کی وجہ یہ تو نہیں تھی کہ یہ لوگ کوئی اہم بات میرے کانوں تک پہنچنے سے روکنا چاہتے تھے۔ اتنا تو مجھے معلوم ہے کہ ان لوگوں کے پاس ٹرانسمیٹر موجود تھا' جس پر انہیں ہدایات مل رہی تھیں۔ بہرحال اب جو کچھ بھی ہے سامنے آجائے گا کیا کہا جاسکتا ہے لیکن عقل اس قدر ساتھ نہیں دے پا رہی تھی۔

زندگی اتنی آسانی سے کھونے کے لئے تو نہیں ہوتی۔ اپنی زندگی کے لئے بھی کچھ نہ کچھ کرنا ہے' یہاں جو کچھ دیکھا تھا اسے دیکھ کر ہی اوسان خطا ہوگئے تھے۔ کیا زبردست انتظام کئے گئے تھے میں نے دیکھنا تھا کہ پوست منڈی کیسے لگتی ہے اور اس کا کیا طریقہ کار

ہوتا ہے۔ بشرطیکہ مجھے اس کا موقع ملے۔ ابھی تو میں پورے اعتماد سے یہ بھی نہیں کہہ سکتا تھا کہ یہاں میرے ساتھ سلوک کیا ہوگا۔ بظاہر تو ابھی تک ان لوگوں کا رویہ خطرناک نہیں تھا لیکن ایک نام جو میرے سامنے آیا تھا وہ جنگوش کا تھا۔ جنگوش یقینی طور پر کوئی ایسی ہی شخصیت ہوگی جو یہاں بنیادی حیثیت کی حامل ہوگی۔ بہرحال جو کچھ بھی تھا سامنے آنے والا تھا۔ میرے پاس انتظار کے علاوہ کوئی چارہ کار نہیں تھا۔ وہ لڑکا زل جو میری خدمت گاری پر مامور تھا ہر طرح سے میرا خیال رکھ رہا تھا۔ دو دن تک کوئی عمل نہیں ہوا میں یہاں قیدی بھی نہیں تھا گھومنے پھرنے کی آزادی حاصل تھی مجھے' البتہ جہاں بھی نکلتا زل میرے ساتھ ہوتا' میں نے اس بارے میں اس سے سوال بھی کیا تھا' اس نے کہا۔

"صاحب میرے کو ہدایت کیا گیا ہے کہ آپ کو کوئی مشکل نہ ہونے دوں۔ آپ کے ساتھ رہوں۔ ادھر پہاڑوں میں ایسا راستہ ہے کہ انسان اگر ان میں بھٹک جائے تو اس کے لئے مشکل ہوجاتا ہے اگر ایسا کوئی بات ہوا تو میں کم از کم آپ کو راستہ بتا سکوں گا۔"

بہرحال سب سے بڑی بات اس علاقے کی تھی۔ میں نے اسے بغور دیکھا تھا اور عش عش کرتا رہا تھا۔ ایسی جگہیں بھی بنا دی گئی ہیں جہاں انسان کے لئے کیا کیا انوکھی مشکلات پیش آسکتی ہیں' غرض یہ کہ اس طرح سے وقت گزرتا رہا اور پھر تیسرے دن مجھے جنگوش کے سامنے پیش ہونا پڑا اور واقعی جنگوش ایک شخصیت تھی۔ انسانی جسم کو اتنی خوبصورتی سے سجا لینا کوئی آسان کام نہیں ہوتا' لمبے قد وقامت کا مالک یہ شخص اپنی شخصیت میں بہت شاندار نظر آتا تھا' عمر ساٹھ سال سے کم نہ ہوگی لیکن اندازہ یہ ہوتا تھا کہ کسی مضبوط اور ٹھوس چٹان کو کاٹ کر ایک انسانی جسم بنایا گیا ہے اور اس انسانی جسم کو ریچھ کی کھال سے ڈھک دیا گیا ہے۔ جنگوش کی آنکھیں بڑی جاندار تھیں باقی چہرے کی طرح اس کی پوری شخصیت بے مثال تھی۔ اس نے بغور مجھے دیکھا اور آہستہ سے بولا۔

"بیٹھ جاؤ' تم سے کچھ سوال کرنے ہیں۔ چہرے سے پڑھے لکھے آدمی معلوم ہوتے ہو جو کچھ تم سے کہوں اس پر غور کرلینا اور سوچ سمجھ کر جواب دینا۔" کچھ ایسا سرد اور عجیب لہجہ تھا اس کا کہ رونگٹے کھڑے ہوتے تھے۔ میں نے محسوس کیا کہ واقعی وہ ایک شخصیت ہے۔ اس نے ہاتھ کے اشارے سے اپنے قریب کھڑے ہوئے لوگوں کو ہٹا دیا تھا اور پھر مجھے سپاٹ نگاہوں سے دیکھتا ہوا بولا تھا۔

"نام بتاؤ۔"

"میرا نام گل مراد ہے۔"

"باپ کا نام؟"

"فضل خان۔"

"کہاں کے رہنے والے ہو؟"

"ایک چھوٹی سی بستی ہے جو دوآبہ کہلاتی ہے۔"

"پہاڑی ہو؟"

"ہاں۔"

"کیا کرتے تھے؟"

"کچھ نہیں' تھوڑی سی تعلیم حاصل کی ایک قصبے میں اور پھر اس کے بعد نوکری کی تلاش شروع کردی۔ دو بہنیں ہیں' ماں ہے۔ باپ کا انتقال ہوچکا ہے۔"

"کہاں نوکری کرتے ہو؟"

"ایک شخص ہے جو ریٹائرڈ کرنل ہے۔ بس اس کے پاس کام کرتا ہوں۔"

"کیا کام کرتے ہو؟"

"اس کی خدمت گاری۔"

"ادھر کیوں آئے ہو۔"

"ایک انوکھا واقعہ ہوا ہے اس کی وجہ سے۔"

"واقعہ بتاؤ۔"

"ہوا یہ ہے کہ کرنل کا ایک دوست ہے رانا اختیار خلجی اور رانا اختیار خلجی کا ایک بھائی ہے جو یہاں جنگلات میں فارسٹ آفیسر بن کر آیا ہے' بات یہاں سے بہت دور کی ہے۔ وہ جنگلات کی نگرانی کرتا ہے اور وہیں اس کا قیام بھی ہے' کافی عرصے پہلے کی بات ہے تقریباً دوسرا سال مکمل ہونے کو ہے کہ وہاں ایک بار سفر کے دوران رحمٰن شاہ کے خاندان کے کچھ افراد کو اغوا کرلیا گیا تھا اور ان کے بدلے تاوان طلب کیا گیا تھا۔ رحمٰن شاہ نے وہ تاوان ادا کرکے اپنے خاندان کے افراد کو رہا کرا لیا لیکن ان میں سے ایک لڑکی وہاں رہ گئی اور اس لڑکی کا آج تک پتہ نہیں چل سکا۔ لڑکی کے ماں باپ اس کے لئے آج تک پریشان ہیں اور اسے حاصل کرنے میں ناکام رہے ہیں۔ میرا تعلق چونکہ پہاڑوں سے رہا ہے اور کرنل ہمایوں کا خیال ہے کہ میں چونکہ ایسے علاقے سے واقفیت رکھتا ہوں اور اپنے طور پر معلومات حاصل کرسکتا ہوں۔ چنانچہ انہوں نے مجھے اس لڑکی کے بارے میں

معلومات حاصل کرنے کے لئے ادھر بھیجا تھا۔ مجھے غلام حیدر نامی ایک شخص سے ملنا تھا جو آزاد علاقے میں میرا استقبال کرتا' اس کی جگہ ایک سکھ نے اپنا نام بلرام سنگھ بتایا تھا۔ مجھے ملا اور اس نے کہا کہ وہ مجھے غلام حیدر کے پاس لے جائے گا کیونکہ مجھے وہی جگہ بتائی گئی تھی اور اس نے مجھے غلام حیدر کا حوالہ دیا تھا۔ چنانچہ میں اس کے ساتھ چل پڑا لیکن وہ جس جگہ مجھے لے کر گیا وہاں غلام حیدر موجود نہیں تھا بلکہ وہاں مجھ پر قاتلانہ حملہ کیا گیا اور یہ الگ بات ہے کہ میرا قاتل خود میرے ہاتھوں ہلاک ہوگیا اور وہ سکھ بھی زندہ نہیں بچ سکا۔ دو آدمی ہلاک ہوگئے مگر وہیں اس عمارت میں مجھے غلام حیدر کی لاش بھی ملی۔ غلام حیدر کو قتل کردیا گیا تھا اور وہ بھی اذیتیں دے کر' یہ سارا قصہ ہے۔" اس کے بعد جو واقعات مجھے پیش آئے تھے۔ میں نے جنگوش کو ایک ایک لفظ سچ بتا دیا اور جنگوش خاموشی سے مجھے دیکھتا رہا' سرد آنکھوں والے اس شخص کے چہرے پر آنکھیں جمانا مشکل ہوجاتا تھا۔ بس یوں لگتا تھا جیسے کوئی خوفناک ترین شخصیت نگاہوں کے سامنے ہو۔ اس سے واقعی ایک خوف سا محسوس ہوتا تھا' چند لمحات وہ مجھے دیکھتا رہا' پھر اس نے آہستہ سے کہا۔

"تم جانتے ہو غلام حیدر کو قتل کرنے والے کون ہیں؟"

"نہیں۔ میں نہیں جانتا۔"

"جہاں تمہیں وہ لڑکیاں ملی تھیں اور ایک شخص وہی لوگ اصل میں غلام حیدر کے قاتل تھے' بات ذرا یہاں مختلف انداز میں سوچی گئی تھی۔ وہ یہ سمجھ رہے تھے بلکہ بہت عرصے سے لوگوں نے یہ خبریں پھیلائی تھیں کہ غلام حیدر حکومت کے لئے کام کر رہا ہے اور کسی خفیہ ذریعے سے وہ حکومت کے ساتھ شامل ہو کر کچھ راستے بند کرنا چاہتا ہے۔ وہ دریائی راستے جو سمندر سے جاملتے ہیں اور جہاں سے اس وقت ہمارا کاروبار ہو رہا ہے' بات میری نہیں تھی' غلام حیدر تو میرا اپنا آدمی تھا اور یہ بات میں اچھی طرح جانتا تھا کہ غلام حیدر ایسی کسی سازش میں ملوث نہیں ہے۔ میں نے ان لوگوں کو بتایا تھا کہ ایسا کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ وہ غلط فہمی کے شکار ہوگئے ہیں اور انہیں ایسا نہیں کرنا چاہئے۔ اصل میں کچھ چھوٹے سے واقعات پیش آگئے تھے۔ ہمارے کاروبار کے سلسلے میں کچھ ملکی اور غیر ملکی لوگ ہم سے ملتے رہتے ہیں غلام حیدر نے ایک ایجنٹ کی حیثیت سے کچھ غیر ملکیوں سے ملاقات کی تھی۔ ان میں سے دو آدمی ایسے نکل آئے جن کا تعلق ایک بہت بڑے ملک سے ہے اور وہ بہت بڑا ملک ہمارے کاروبار کو ختم کرنے کے لئے ہر ممکن کوشش کر رہا ہے' بعد میں یہ پتہ چلا کہ اس بڑے ملک نے سازش کے ذریعے یہ کوشش

کی ہے کہ کچھ آبدوزوں کو سمندر کے اس حصے پر پہنچا دے جہاں سے ہماری منشیات کی ترسیل ہوتی ہے اور وہاں ان کشتیوں کو نشانہ بنائے جو اس وقت ہمارے کاروبار کا اہم ذریعہ ہیں۔ چنانچہ کچھ لوگ غلام حیدر کے دشمن ہوگئے تھے خاص طور سے کچھ ایسے افراد جو ہمارے پڑوسی ہیں۔ انہوں نے یہ سوچ کر غلام حیدر کو قتل کردیا کہ غلام حیدر اسی سلسلے میں کام کر رہا ہے اور تم انہی لوگوں کے آدمی ہو جبکہ ایسی بات نہیں تھی۔ بہرحال جن لوگوں نے یہ کام کیا ہے ان سے تو نمٹ لیا جائے گا۔ ابھی تھوڑے عرصے کے اندر اندر ہمارے درمیان ایک بڑی جنگ شروع ہونے والی ہے۔ قبیلوں کی جنگیں آپس میں ہی لڑی جاتی ہیں' غلطی ان لوگوں نے کی ہے اس لئے سارا نقصان انہیں ہی برداشت کرنا پڑے گا۔ ہمارے آدمیوں کو قتل کرنے کے بعد دو ہی صورتیں ہیں یا تو وہ اپنے آٹھ آدمی ہمارے حوالے کریں' ہماری پسند کے مطابق' وہ آٹھوں افراد ہمارے قبیلے کی غلامی کریں گے اور اس قبیلے کے نام پر کریں گے اور اگر انہوں نے ایسا نہ کیا تو پھر ایک جنگ شروع ہوجائے گی اور بہرحال جنگ میں فتح یا شکست کا کوئی فیصلہ نہیں کیا جاسکتا کیونکہ یہ فیصلے خود وقت کرتا ہے اور وقت جو بھی فیصلہ کرے گا وہ ہمیں منظور ہوگا' لیکن تمہارے بارے میں جو بات سامنے آئی ہے وہ یہ ہے کہ تم ایک بالکل غیر متعلق آدمی ہو' میرے پاس تمہیں اس لئے لایا گیا تھا کہ میں تم سے معلوم کروں کہ کیا تم سرکاری آدمی ہو یا کسی بین الاقوامی کمیٹی کے ممبر ہو لیکن مجھے اندازہ ہوگیا ہے کہ تم سچ بول رہے ہو' جانتے ہو کیسے؟" میں نے سوالیہ نگاہوں سے جنگوش کو دیکھا تو پہلی بار اس کے کرخت اور سپاٹ چہرے پر مدہم سی مسکراہٹ نظر آئی تو اس نے اپنا داہنا ہاتھ سامنے کردیا اس کے چوڑے چکلے ہاتھ کی لمبائی چوڑائی کے بارے میں کیا بتاؤں' مبالغہ آمیزی تصور کریں گے آپ لیکن اتنا چوڑا ہاتھ میں نے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ اس ہاتھ کی انگلی میں چاندی کی ایک انگوٹھی موجود تھی اور اس انگوٹھی میں ایک سفید نگینہ لگا ہوا تھا۔ اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"یہ میرے پیر کی دی ہوئی انگوٹھی ہے اور میرے پیر نے مجھے بہت سی باتیں بتائی تھیں جو سب کی سب تمہیں بتا دینا ضروری نہیں ہے۔ اس نے جو اہم بات بتائی تھی وہ یہ ہے کہ جب تم اپنے سامنے کسی آدمی کو بلاؤ گے اور اس سے کوئی سوال کرو گے اور وہ ہمارے سامنے جھوٹ بولے گا تو اس نگینے کا رنگ سرخ ہوجائے گا اور اگر وہ سچ بولے گا یہ سفید ہی رہے گا اور میں نے ہزاروں بار اپنے پیر کے اس تحفے کو آزمایا ہے۔ یہ بالکل سچا ہے اور مجھے ہمیشہ سچائی کی باتیں بتاتا ہے' مطلب یہ ہے کہ تم نے میرے سامنے سچ بولا

ہے اور اس سچ کی قدر کرتے ہوئے میں تمہارے ساتھ ہر طرح کا تعاون کروں گا' دوسری صورت میں میرے دوست' اسی وقت تمہاری گردن کاٹ کر پھینک دی جاتی۔ ہم لوگ خطرات مول نہیں لیتے' دو یا تین دن کی زندگی یہ تصور کر کے تمہیں دی گئی تھی کہ ابھی کچھ وقت ہمارے ساتھ رہ لو' ہو سکتا ہے تمہارے قرب وجوار میں جو کوئی ہو وہ بھی سامنے آنے کی کوشش کرے۔ ہمارے آدمی اس سلسلے میں بھی کوشش کرتے رہے ہیں لیکن ایسا کوئی شخص ہمارے سامنے نہیں آیا۔ سمجھ رہے ہو نا بات۔" میں سرد نگاہوں سے جنگوش کو دیکھتا رہا۔ بہرحال انسان کی اپنی اپنی سوچ ہوتی ہے' اپنا اپنا انداز ہوتا ہے لیکن واقعی انگوٹھی کا مسئلہ اگر صحیح ہے تو اس وقت اس کی انگوٹھی میرے بڑے کام آئی تھی ویسے بھی میں نے جھوٹ بولنا مناسب نہیں سمجھا تھا۔ اصل بات جو تھی وہی دوہرا دی تھی اور میں جانتا تھا اس سے بظاہر مجھے کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا۔ جنگوش کسی سوچ میں ڈوب گیا تھا' پھر اس نے کہا۔

"جو بات تم نے کہی ہے میں اس میں تمہاری مدد کرنے کو تیار ہوں۔ میرے پاس ایک ایسا آدمی موجود ہے جو تمہیں اس وقت صحیح حالات بتا دے گا اور یہ بتا دے گا کہ اتنے عرصے پہلے جو رحمٰن شاہ کے آدمیوں کو اغوا کیا گیا تھا اس کی وجہ کیا تھی۔ وہ لڑکی کہاں گئی۔ ساری باتیں وہ تمہیں بتا دے گا۔ میرے اور تمہارے درمیان اصل بات تو یہ تھی کہ تم سچ بولو اور ایک بات میں بھی تمہیں بتاؤں میرے دو آدمی سمندر خان اور رازق خان جو تمہیں ادھر لے کر آئے تھے اور جنہیں اس لئے بھیجا گیا تھا کہ پہلے تم سے حقیقت معلوم کر لی جائے' اس کے بعد تمہارے خلاف کوئی کارروائی ہو ورنہ دوست اندھیرے سے کسی بھی طرف سے نکل کر آنے والی گولی یہ نہیں دیکھتی کہ سامنے گناہ گار ہے یا بے گناہ' لیکن میرا یہ اصول ہے کہ میں بے وجہ کسی کو نقصان نہیں پہنچاتا' ابھی جن لوگوں نے غلام حیدر کو قتل کیا ہے ان میں سرفہرست جو نام ہے وہ خضر خان کا ہے اور یہ ایک ایسا نام ہے جس نے اس وقت بہت سے لوگوں کو نقصان پہنچا رکھا ہے۔ اس کا قبیلہ بھی اس سے ناراض رہتا ہے لیکن اس نے ادھر اپنا قبضہ جما رکھا ہے ابھی یہ گفتگو ہو رہی تھی کہ اچانک دو آدمی دوڑتے ہوئے آئے اور جنگوش کے سامنے کھڑے ہو گئے۔ جنگوش گہری نگاہوں سے انہیں دیکھنے لگا پھر بولا۔

"کیا بات ہے' ایسا تم لوگوں نے پہلے نہیں کیا' کیسے اس طرح دوڑے چلے آئے ہو' دیکھتے ہو مہمان سے باتیں کر رہا ہوں۔"

"خاناں' خضر خان بدعہدی پر آمادہ ہے۔ اس نے ہمارے چار آدمیوں کو گولی سے اڑا دیا ہے۔ وہ سرحد کے پاس سے گزر رہے تھے۔"

"کیا؟" جنگوش غصے سے غرا کر بولا۔

"ہاں' یہ کام کیا ہے اس نے۔"

"اس کا مطلب ہے کہ اس نے اعلان جنگ کر دیا' ٹھیک ہے ہم ابھی آتے ہیں اور سنو مہمان کیا نام بتایا تم نے اپنا۔"

"گل مراد۔"

"گل مراد خان ابھی تم اپنی جگہ نہیں جاؤ گے بلکہ ادھر ہی آرام کرو' ذرا تھوڑا سا صورت حال کو دیکھ لیں' اس کے بعد فیصلہ کریں گے کہ کیا ہونا چاہئے۔" اچانک ہی میرے کانوں میں بھی فائرنگ کی ہلکی ہلکی آواز آنے لگی۔ یہ آواز شاید کافی دور سے آ رہی تھی۔ جنگوش کا چہرہ آگ کی طرح سرخ ہو گیا۔ درحقیقت وہ ایک دیو معلوم ہوتا تھا' وہ اپنی جگہ سے کھڑا ہوا۔ پھر اس نے ایک آدمی کو اشارہ کیا اور وہ اس کے قریب آ گیا۔

"اس مہمان کا دھیان رکھو' کوئی تکلیف نہیں ہونی چاہئے۔"

"ٹھیک ہے۔" اور اس کے بعد مجھے وہیں اسی جگہ ایک پہاڑی سوراخ سے اندر داخل کر دیا گیا' پہاڑوں کے رہنے والے بہترین زندگی گزارتے تھے اور یہاں جو کچھ نظر آ رہا تھا اسے دیکھ کر انسان حیران ہونے کے سوا کچھ نہیں کر سکتا خیر میں نے تو ابھی دنیا میں دیکھا ہی کیا تھا' لیکن کچھ نہ دیکھنے کے باوجود جو کچھ معلوم ہو چکا تھا وہ بھی بڑی حیثیت کا حامل تھا اور اس وقت میں ان پہاڑوں پر جو انوکھی زندگی دیکھ رہا تھا وہ ناقابل یقین تھی' بہرحال میں اپنی اس رہائش گاہ میں بھی ناخوش تھا کیونکہ یہ پہلی رہائش گاہ سے بھی کچھ بہتر حالت میں تھی اور پھر دلچسپ بات یہ تھی کہ زمل کو میرے پاس بھیج دیا گیا تھا۔ یہ لڑکا میرے مزاج سے آشنا ہو چکا تھا۔ میں نے زمل سے پوچھا۔

"زمل یہ جنگ کیا حیثیت رکھتی ہے۔"

"صاحب بس کوئی حیثیت نہیں رکھتی' آپس میں دشمنیاں چلتی ہیں اور پھر بعد میں عرصے تک لوگ روتے رہتے ہیں اور قسمیں کھاتے ہیں کہ جس نے جس کو مارا ہے اس کے اہل خاندان سے انتقام لیں گے۔" میں ان واقعات پر غور کرتا رہا تھا بہرحال اس غار میں اور تو کچھ معلوم نہ ہو سکا لیکن اس کے بعد ہنگامہ خیزی بڑھتی چلی گئی' لوگوں کے بھاگنے دوڑنے کی آوازیں آنے لگیں اور پھر جوں جوں وقت گزرتا گیا مجھے محسوس ہوا کہ

صورت حال خراب سے خراب تر ہوتی جارہی ہے۔ میں زمل کے ساتھ باہر نکل آیا تھا اور فائرنگ کی آوازیں مسلسل آرہی تھیں' پھر فائرنگ باقاعدہ شروع ہوگئی' آہستہ آہستہ شام ہوتی چلی گئی تھی اور مجھے یوں محسوس ہورہا تھا جیسے فائرنگ مشین گن سے کی جارہی ہو' مگر یہ دور کی آواز تھی۔ شاید اس طرف سے فائرنگ باقاعدہ طور پر شروع نہیں ہوئی تھی۔ میں مسلسل باہر کی صورت حال پر نگاہ رکھے ہوئے تھا۔ میں نے دیکھا کہ لوگ اسلحہ لئے ادھر سے ادھر آجارہے ہیں۔ خود جنگوش کو میں نے اپنے کاندھے پر ایک بھاری مارٹر گن رکھ کر ایک جانب جاتے ہوئے دیکھا اور پھر جیسے ہی سورج چھپا' اچانک ہی اس طرف سے بھی ہولناک فائرنگ شروع ہوگئی غالباً اس دوران زبردست طریقے سے مورچہ بندی کرلی گئی تھی اور اسی لئے اس طرف سے خاموشی اختیار کئے رکھی گئی تھی کہ مورچہ بند ہوجائیں جبکہ دوسری طرف سے ان کا جو بھی دشمن تھا وہ پوری طرح تیار ہوکر حملہ کررہا تھا۔ مشین گنوں کی آوازیں ابھرنے لگیں اور کبھی کبھی ہوا کے دوش پر انسانی چیخوں کی آوازیں بھی سنائی دے جاتی تھیں لیکن اس طرف سے اب مشین گنیں رکے بغیر فائرنگ کررہی تھیں اور ان عظیم الشان پہاڑوں پر ان کی بازگشت بے حد بھیانک لگ رہی تھی' ایسا محسوس ہورہا تھا جیسے باقاعدہ دو فوجیں جنگ کررہی ہوں' چٹانیں ادھڑ رہی تھیں کبھی کبھی چیخیں بھی سنائی دے جاتی تھیں' پھر اچانک سیٹی کی تیز آواز ابھری اور اس کے بعد ایک خوفناک دھماکہ سنائی دیا۔ میں یہ اندازہ لگانے میں کامیاب ہوگیا کہ یہ راکٹ فائر کیا گیا ہے اور یقینی طور پر اب یہ سلسلہ بھی شروع ہوجائے گا۔ میرا اندازہ بالکل درست نکلا' راکٹ کے جواب میں دوسری جانب سے بھی راکٹ فائر کیا گیا تھا۔ میرے اعضاء سن ہونے لگے' دماغ شل ہورہا تھا۔ فائرنگ مسلسل جاری تھی اور سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ یہ جنگ کیسے بند ہوگی۔ نیند بھلا کیا آتی' ادھر سے بھی بھرپور کارروائی ہو رہی تھی اور اُدھر سے بھی جنگوش اپنے آدمیوں کے ساتھ زبردست فائرنگ کررہا تھا۔ لیکن حملہ آوروں کو کوئی نقصان پہنچا یا نہیں یا اوھر کیا ہوا۔ یہ ساری معلومات ممکن نہیں ہو پارہی تھیں۔ بیچارہ زمل بھی میرے ساتھ جاگتا رہا تھا البتہ صبح کا نور پھوٹا تو اللہ اکبر کی صدا فضاء میں گونجی اور جیسے ہی یہ آواز ابھری اچانک ہی میں نے محسوس کیا کہ ساری کائنات خاموش ہوگئی ہو۔ ہولناک سناٹا ہوگیا تھا اور پہاڑ اس طرح سہم کر ساکت ہوگئے تھے جیسے اس آواز نے ان کے سینوں میں اتر کر اللہ کی عظمت یاد دلا دی تھی اور بتا دیا تھا کہ اس وقت دنیا کا ہر کام ختم کردینا چاہئے۔ بہرحال اب وہ سب عبادت کے لئے چل پڑے تھے۔ شاید

کسی کو کسی کی طرف سے کوئی خدشہ نہیں تھا۔ سب جانتے تھے کہ اب کوئی بزدلی کا مظاہرہ نہیں کرے گا۔ ایک بھی گولی نہیں چلے گی چاہے دشمنوں کو ایک ہی صف میں کھڑے ہوکر نماز پڑھنی پڑے۔ ایک عجیب وغریب ماحول تھا اتنا تضاد تھا اس ماحول میں کہ یقین نہ آئے۔ میں نے باہر نکل کر دیکھا تو کچھ خواتین سر سے پاؤں تک ڈھیلے سفید لباس پہنے چہرے ڈھکے ہوئے ایک سمت جارہی تھیں لیکن حیرانی کی بات یہ تھی کہ سب کے کاندھوں سے مشین گنیں لٹکی ہوئی تھیں۔ وہ ایک سمت ایک دیوار کے عقب میں جاکر غائب ہوگئیں۔ میں شدید حیرت سے گنگ رہ گیا تھا۔ کمال ہے' میں نے دل ہی دل میں سوچا اور اس کے بعد میں خاموشی سے اپنی جگہ کھڑا انتظار کرتا رہا۔ صبح کا اجالا آہستہ آہستہ چاروں طرف پھیلتا جارہا تھا اور پھر جب نماز کا وقت ختم ہوگیا تو ایک بار پھر گولیوں کی آوازوں سے پورا ماحول گونج اٹھا اور آج کچھ نئے سلسلے شروع ہوئے تھے۔ جنگوش تو مجھے نظر ہی نہیں آیا تھا۔ وہ غالباً اس جنگ کی کمان کررہا تھا لیکن لڑائی میں جو شدت تھی اسے دیکھ کر میں شدت حیرت سے گنگ تھا۔ پہاڑی غاروں سے جنگی سازوسامان نکالا جارہا تھا' یہاں تک کہ میزائل تک نکال لئے گئے اور انہیں نصب کیا جانے لگا۔ یہ سب کچھ ناقابل یقین تھا۔ ان جگہوں پر یہ سارا سازوسامان بھی موجود تھا' ان کے بارے میں خواب میں بھی نہیں سوچا جاسکتا تھا اور پھر جب دن کی روشنی پوری طرح پھیل گئی تو میزائل فائر کرنے شروع کردیئے گئے اور یہ میزائل پہاڑوں کو ادھیڑنے لگے' راکٹ لانچر اور میزائل بڑی تیز رفتاری سے اپنا کام کررہے تھے اور دوسری جانب سے بھی وہی عمل ہورہا تھا گویا مدمقابل بھی کم نہیں تھا' پھر اچانک چار افراد میرے پاس پہنچ گئے' ان میں سے کوئی میرا شناسا نہیں تھا لیکن ایک شخص نے بڑے نرم اور محبت بھرے لہجے میں مجھ سے کہا۔

"گل مراد' جنگوش نے حکم دیا ہے کہ ہم تمہیں یہاں سے لے جائیں' لگتا ہے ہماری یہ جنگ زیادہ طویل اور زیادہ شدت اختیار کرنے والی ہے' تمہیں ایک طویل سفر کرنا پڑے گا جس کے لئے جنگوش نے تم سے معذرت چاہی ہے۔"

"لیکن تم لوگ مجھے کہاں پہنچانا چاہتے ہو۔" میں نے سوال کیا۔

"ابھی جنگوش کا حکم ہے کہ تمہیں فوری طور پر بدر جلال کے پاس پہنچا دیا جائے۔ جنگوش نے ہمیں تفصیل بھی بتائی ہے اس نے کہا ہے کہ بدر جلال وہ آدمی ہے جو تمہیں تمہارے صحیح مقصد سے آگاہ کرسکے گا' ہم میں سے ایک آدمی تمہارے ساتھ ہی جائے گا

اور وہ تمہارے بارے میں بدر جلال کو پوری تفصیل بتا دے گا۔"

"لیکن یہ سفر کیسے کیا جائے گا؟"

"آؤ' یہ بندوبست کرنا ہماری ذمہ داری ہے۔" ان چاروں نے کہا اور اس کے بعد میرے پاس اس کے سوا کوئی چارہ کار نہیں تھا کہ میں ان کے ساتھ آگے بڑھوں۔ انہوں نے میری رہنمائی کرنا شروع کر دی۔ میں نے زحل کو محبت سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"ظاہر ہے زحل میری تم سے دوبارہ ملاقات نہیں ہو گی لیکن میں تجھے ہمیشہ یاد رکھوں گا تو بہت اچھا لڑکا ہے۔"

زحل خاموشی سے میری صورت دیکھتا رہا تھا اور اس کے بعد میں ان چاروں کے ساتھ چل پڑا' چاروں خطرناک ہتھیاروں سے لیس تھے۔ ہم اونچے نیچے ٹیلوں کو عبور کرتے ہوئے آخر کار ایک پہاڑی کے دامن میں پہنچ گئے جہاں ایک چھوٹا سا سوراخ نظر آ رہا تھا۔ یہ سوراخ اتنا بڑا تھا کہ ہم لیٹ کر اس کے اندر داخل ہو گئے لیکن سوراخ کے دوسری طرف پہنچ کر جو میں نے دیکھا تو اسے دیکھ کر میری آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ ایک وسیع و عریض سرنگ تھی جو کافی کشادہ تھی اور غالباً استعمال میں رہتی تھی اس لئے کہ صاف ستھری بھی تھی اور اس میں زیادہ گھٹن بھی نہیں تھی' خاصا طویل فاصلہ طے کرنا پڑا تھا' آگے جا کر البتہ سرنگ میں کچھ گھٹن سی ہو گئی تھی اور ویسے بھی تھوڑا سا فاصلہ طے کرنے کے بعد اس کی ناہمواری کا احساس ہوا تھا لیکن جب یہ سلسلہ ختم ہوا تو دوسری طرف کا ماحول نہایت خوشگوار نظر آیا' ہوا چل رہی تھی' بلندی سے نشیب کی جانب سفر کیا جا رہا تھا ویسے فائرنگ کی آواز یہاں بھی سنائی دے رہی تھی لیکن فاصلہ اتنا زیادہ تھا کہ ہم اس سے متاثر نہیں ہو سکتے تھے اور پھر ہمیں دور سے ایک بستی نظر آئی اور آہستہ آہستہ ہم اس بستی کی جانب چل پڑے' وقت تیزی سے آگے بڑھ رہا تھا' تھوڑی دور جانے کے بعد یہ راستہ بھی ختم ہو گیا اور ان چاروں میں سے تین نے واپسی کی اجازت مانگی اور ایک شخص میرے ساتھ رہ گیا۔ تین افراد واپس چلے گئے تھے جو شخص میرے ساتھ تھا اس نے اپنا تعارف کراتے ہوئے کہا۔

"میرا نام گلاب خان ہے اور میں بدر جلال سے تمہاری ملاقات کرانے کے بعد اور اسے ساری تفصیلات بتانے کے بعد چلا جاؤں گا کیونکہ میرا جانا بھی ضروری ہے۔ ہم میں سے کوئی بھی اس جنگ سے دور نہیں رہ سکتا۔"

"میں نہیں جانتا کہ مجھے اس سلسلے میں کیا کرنا ہے جس طرح تم مناسب سمجھو' میں

صرف تمہاری ہدایات پر عمل کرنے کے لئے موجود ہوں۔"

پھر اس شخص نے مجھے ایک سرائے نما جگہ پر ٹھہرایا جو ایک چھوٹے سے ہوٹل کی مانند تھی' مقامی لوگ یہاں کافی تعداد میں نظر آ رہے تھے۔ میں اجنبی شخص کی حیثیت سے وہاں بیٹھا رہا' لوگ جنگوش سے ہونے والی جنگ کے بارے میں گفتگو کر رہے تھے اور اس سلسلے میں کافی تشویش کا شکار نظر آ رہے تھے۔ لیکن تھوڑی دیر کے بعد میرا رہبر میرے پاس آیا اور دو افراد اس کے ساتھ تھے دونوں نے بڑے تپاک سے مجھ سے مصافحہ کیا اور اس کے بعد مجھے ساتھ لے کر چل پڑے' جس جگہ مجھے پہنچایا گیا تھا اس سے اندازہ ہوتا تھا کہ چھوٹی سی اس بستی کے کسی بڑے آدمی کی رہائش گاہ ہے۔ پہاڑی پتھروں کے وسیع و عریض احاطے کے اندر دونوں طرف تالاب بنے ہوئے تھے۔ ان تالابوں میں بطخیں تیر رہی تھیں درمیان میں گزرنے کی جگہ تھی' اپنے لحاظ سے انتہائی خوبصورت جگہ بنائی گئی تھی' گھاس اور درختوں کا تو خیر یہاں کوئی مسئلہ ہی نہیں تھا جدھر نگاہ اٹھتی سرسبز و شاداب جنگل نظر آتے اور جنگلوں کی نہ جانے کون کون سی کہانیاں ہوں گی جن کے بارے میں بھلا ابھی کیسے علم ہو سکتا تھا۔ ہاں جس شخص نے میرا استقبال کیا۔ اس کی پیشانی بہت کشادہ تھی اور آنکھیں اس طرح نیم غنودہ جیسے وہ کھڑے کھڑے سو رہا ہو۔ چہرے سے پروقار شخصیت نظر آتی تھی' آگے بڑھ کر دونوں ہاتھ پھیلائے اور مجھ سے سینے سے لگاتے ہوئے کہا۔

"ان پہاڑوں میں کوئی اگر کسی پر احسان کرتا ہے تو ہم احسان ماننے والے اسے زندگی کی آخری سانس تک نہیں بھولتے۔ جنگوش نے میرے خاندان کو ایک ایسے وقت میں بہت بڑی مصیبت سے بچایا تھا کہ میرے پاس بچنے کا کوئی سہارا نہیں رہا تھا۔ اس نے اتنا بڑا احسان کیا ہے مجھ پر کہ میرے لئے وہ جو بھی حکم بھیجے گا میں اسے اپنی زندگی سے زیادہ قیمتی سمجھوں گا اور تمہیں کیونکہ جنگوش نے بھیجا ہے اس لئے تم سے زیادہ معزز مہمان میرے لئے کوئی اور نہیں ہو سکتا۔ بس اب تم لوگ جاؤ اور تم جنگوش سے کہہ دینا کہ ابھی میں نے مہمان سے یہ نہیں پوچھا کہ میری ذمہ داری کیا ہے لیکن وہ جو چاہے گا جنگوش کا غلام وہی کام سرانجام دے گا۔ ان آدمیوں کے جانے کے بعد بدر جلال بولا۔

"ابھی کھانے کا وقت ہے۔ پہلے ہم کھانا کھائیں گے اس کے بعد میں تم سے تمہاری آمد کی وجہ پوچھوں گا اور یہ تو تم سن ہی چکے ہو کہ میں نے جنگوش کے لئے کیا پیغام بھیجا ہے یعنی یہ کہ تم جس کام سے بھی میرے پاس آئے ہو اسے سرانجام دینا میری ذمہ داری

ہے‘ ویسے میرا دل چاہتا ہے کہ میں تم سے اس جنگ کے بارے میں پوچھوں جو شدت سے ہو رہی ہے مگر یہ ساری باتیں کھانے کے بعد ہوں گی۔ تم یہاں آرام کرو میں چلتا ہوں۔“ پھر کھانے کا وقت ہوا تو بڑی بڑی کڑاہیوں میں بھنا ہوا گوشت کھول رہا تھا جس سے بھاپ اٹھ رہی تھی‘ لاکر ہمارے سامنے رکھ دیا گیا اور اس کے ساتھ پیلے رنگ کی موٹی موٹی روٹیاں اور پیاز کی بڑی بڑی گٹھیاں‘ یہ سادہ سا کھانا بدر جلال نے اپنے مہمان کو پیش کیا تھا لیکن اس کھانے کا مزہ کوئی پہاڑی باشندہ ہی جان سکتا ہے اور بہت دن کے بعد مجھے اس لذت کا کھانا ملا تھا۔ میں نے بھی شکم سیر ہو کر کھایا۔ بدر جلال جس کی عمر پچاس سال سے زیادہ نہیں ہوگی خود بھی میرے ساتھ کھانے میں شریک تھا‘ اور خوش نظر آرہا تھا‘ پھر اس نے کہا۔

”تمہارا نام مجھے گل مراد بتایا گیا ہے اور یہ بھی بتایا گیا ہے کہ پہاڑی باشندے ہو۔ مجھے خوشی ہوئی تم سے مل کر اور خاص طور سے یہ دیکھ کر کہ پہاڑی باشندوں کی مانند تم نے بیوقوفی کی کوئی بات کیے بغیر کوئی تکلف نہیں کیا۔ ابھی قہوہ آتا ہے اس کے بعد ہم تفصیلی بات کریں گے۔“ پھر قہوے کے دوران میں نے بدر جلال سے کہا۔

”بدر جلال خان میں ایک خاص سلسلے میں آپ کے پاس آیا ہوں۔“

”ویسے میں تمہیں بتاؤں تمہارے لئے یہ خوشخبری ہوگی کہ جنگوش نے جنگ بندی کردی ہے۔ اس کے دشمن نے اس سے ہتھیار ڈالنے کے بعد معافی مانگ لی ہے۔ جنگوش جتنے قد و قامت کا مالک ہے اتنا فراخدل بھی ہے‘ ہارے ہوئے دشمن پر کبھی وار نہیں کرتا اور ایک طاقتور آدمی کو ایسا ہی ہونا چاہئے۔ مجھے معاف کرنا میں نے بیچ میں مداخلت کردی ہے مگر یہ خبر ابھی تھوڑی دیر پہلے مجھ تک پہنچی ہے اور میں اپنی اس خوشی کو سینے میں دبا نہیں سکا ہوں۔“

”مجھے بھی خوشی ہے چونکہ جنگوش نے میرے ساتھ جو سلوک کیا ہے وہ بہت قابل احترام ہے اور یہ بات تو تم بھی تسلیم کر چکے ہو بدر جلال کہ میں بھی ایک پہاڑی آدمی ہوں۔“

”ہاں‘ ٹھیک ہے۔ اب مجھے یہ بتاؤ کہ میں تمہاری کیا خدمت کر سکتا ہوں؟“

”بدر جلال خان‘ کوئی اٹھارہ مہینے پہلے کی بات ہے۔ ایک قافلہ جس میں کچھ عورتیں تھیں‘ کچھ مرد تھے سیر و سیاحت کے لئے جنگلوں میں نکلا ہوا تھا۔ یہ شمالی علاقے کی بات ہے جہاں ایک فارسٹ آفیسر کو رہنے کے لئے کوئی بنگلہ دیا گیا ہے۔ فارسٹ آفیسر کا خاندان

سیر و سیاحت کے لئے نکلا تھا اور اسے اغوا کر لیا گیا تھا اور اس کے بدلے تاوان طلب کیا گیا تھا۔“ بدر جلال کے چہرے پر ایک لمحے کے لئے پریشانی کے آثار نظر آئے تھے۔ اس کی نیم غنودہ آنکھوں میں بے چینی پیدا ہو گئی تھی۔ وہ بے چین نگاہوں سے مجھے دیکھتا رہا‘ پھر آہستہ آہستہ اس کا چہرہ پرسکون ہو گیا اور اس نے کہا۔

”تم آگے کہتے رہو اگر اس فارسٹ آفیسر کا نام رحمان شاہ ہے تو میں اسے جانتا ہوں‘ کیا تم رحمان شاہ ہی کی کہانی سنا رہے ہو۔“

”بالکل اسی کی بات کر رہا ہوں۔“

”ہاں‘ وہ شہر کا رہنے والا خطرناک آدمی جو عقل و دانش کی دولت سے مالا مال ہے مگر آگے کہو‘ آگے کہو۔“

”ان عورتوں کو تاوان کے لئے اغوا کر لیا گیا تھا۔ کیا یہ سچ ہے بدر جلال خان۔“ بدر جلال خان کا چہرہ ایک بار پھر بے چینی سے سکڑ گیا۔ وہ شدید کشمکش کا شکار نظر آرہا تھا اور میں گہری نگاہوں سے اس کا جائزہ لے رہا تھا۔ مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے بدر جلال مجھ سے بھی مخلص رہنا چاہتا ہو اور کوئی ایسی بات بھی ہو جسے وہ چھپانے کا خواہش مند ہو۔ وہ خود بخود بڑبڑاتا بھی جا رہا تھا اور آخر میں اس نے کہا۔

”زندگی دینا اور لینا خدا کا کام ہوتا ہے۔ اس کے لئے وہ کوئی نہ کوئی ذریعہ بناتا ہے لیکن اس کے بعد زندگی کے معمولات اتنے اہم نہیں ہوتے کیونکہ رزاق بھی خدا ہی ہے‘ وہی روٹی دیتا ہے۔ خیر چھوڑو‘ یہ میرے اندر کی بات ہے جنگوش نے تمہیں بھیجا ہے‘ میں وعدہ کرتا ہوں کہ تم سے سچ کہوں گا۔ رحمان شاہ بہت چالاک آدمی ہے۔ ہم لوگ شہری علاقوں سے ایسے لوگوں کو بے شک اٹھا لیتے ہیں جن سے ہماری کوئی دشمنی ہوتی ہے اور اس کے بعد انہیں یہاں رکھتے ہیں یا پھر ایسے لوگ جو ہماری رقم کھا جاتے ہیں اور وہاں شہروں میں ہم یا ہمارے ساتھی ان سے اپنی وہ رقم وصول نہیں کر سکتے تو ہم انہیں آزاد علاقے میں بلوا لیتے ہیں اور پھر ان کے لواحقین سے کہتے ہیں کہ ہماری رقم واپس کر دی جائے ورنہ وہ لوگ زندہ واپس نہیں جا سکیں گے۔ اس طرح کے اور بھی واقعات ہوتے ہیں‘ ایسا کرتے ہیں‘ ہم لوگ لیکن اگر تمہیں یہ معلوم ہے نوجوان گل مراد کہ ادھر ہمارا کاروبار زیادہ تر دوسرا ہے۔ ہم ادھر سے پوست روانہ کرتے ہیں اور پوست کی زیر زمین کاشت بھی کرتے ہیں۔ یہ کام ہمارا زیادہ اچھا چل رہا ہے۔ چنانچہ اغوا برائے تاوان کے کیس ختم کر دیئے گئے ہیں۔ ہمیں اپنی پیدا کی ہوئی پوست کو جنگل کے راستے ایک جگہ

سے دوسری جگہ منتقل کرنا ہوتا ہے اور حکومت اس سلسلے میں اکثر ہمارا راستہ روکتی رہتی ہیں۔ ہم کوشش کرتے ہیں کہ پولیٹیکل ایجنٹ سے تعاون کریں اور ان کا حصہ ان کو پہنچاتے رہیں لیکن کبھی کبھی کوئی غلط آدمی بھی آجاتا ہے۔ رحمان شاہ بھی بہت ذمے دار آدمی بننے کی کوشش کر رہا تھا۔ ہم نے اسے سمجھایا اور کہا دیکھو ہمارے پاس کوئی اور ذریعہ معاش نہیں ہے ہم مجبور ہیں ان چٹانوں میں کھیتی باڑی نہیں ہوسکتی۔ یہ چھوٹی چھوٹی زمینیں ہم لوگ کھیتی باڑی اور سبزی اُگانے کے لئے بناتے ہیں' برف کے موسم میں وہ تباہ ہوجاتی ہیں۔ اس کے علاوہ اگر ہم بھیڑیں پال کر ان کا اون باہر بھیجتے ہیں تو ہمیں اتنی روزی نہیں حاصل ہوتی کہ ہم اس سے اپنا کام پورا کرسکیں۔ چنانچہ ہمارے پاس دو ہی راستے رہ جاتے ہیں۔ ہم ہتھیار بناتے ہیں یا پوست کاشت کرتے ہیں اور اس سے ہم لوگوں کی زندگی گزرتی ہے۔ رحمان شاہ جب یہاں فارسٹ آفیسر بن کر آیا تو اس نے بہت ہنگامہ خیزی کی لیکن اس کے بعد معمول کے مطابق میں نے اس سے ملاقات کی اور اس کو اپنی مشکل بتائی تو رحمان شاہ اس بات کے لئے تیار ہوگیا کہ وہ ہمیں مخصوص وقت سے جنگل میں راستہ دے دیا کرے گا لیکن اس کے لئے مہینے کی ایک تاریخ مقرر کرنا ہوگی' البتہ رحمان شاہ ایک شریف آدمی ہے۔ اس نے ہم سے اس کام کا کوئی معاوضہ طلب نہیں کیا ہم نے اسے دینے کی کوشش بھی کی تو اس نے کہا کہ ہماری مجبوری کو اس نے تسلیم کرلیا ہے لیکن اس کے بدلے کچھ لینے کا مطلب یہ ہے کہ وہ اس کام میں شریک ہوگیا ہے جس کے لئے اسے شریک نہیں ہونا چاہئے۔ البتہ وہ بول یوں نہیں رہا کہ وہ کام اس کا نہیں ہے اور یہ ذمہ داری پولیٹیکل ایجنٹ کی ہے کہ وہ ہم سے کام کرے' اور پولیٹیکل ایجنٹ سے ہماری دوستی ہے۔ اس دوستی کا ذریعہ مت پوچھنا' ہم بتائیں گے نہیں کیونکہ ہم اس سے وعدہ کرچکے ہیں۔ باقی رہی اٹھارہ مہینے پہلے کی بات تو ہاں ایسا ہوا تھا۔ رحمان شاہ نے خود ہم سے ملاقات کی تھی اور ہمیں وہ جگہ بتائی جہاں وہ لوگ موجود تھے یعنی وہ جو اپنے طور پر پکنک منانے کے لئے اس جگہ آئے تھے۔ رحمان شاہ نے پورا پروگرام بناتے ہوئے کہا تھا کہ جب وہ لوگ پکنک منانے آئیں گے تو ہم انہیں اغوا کرلیں گے' پھر اغوا اور تاوان کی بات ہوگی۔ چنانچہ ایسا ہوا تھا کہ ہم ان لوگوں کو جن میں کچھ خواتین بھی تھیں' کچھ مرد بھی تھے اس انداز میں لائے تھے کہ وہ لوگ یہی محسوس کریں کہ انہیں اغوا کیا گیا ہے اور اس کے بعد ہم باقاعدہ ان لوگوں پر یہ ظاہر کیا کہ ہم ان کے بدلے تاوان مانگ رہے ہیں لیکن اصل معاملہ ہمارے درمیان یعنی میرے اور رحمان شاہ

کے درمیان تھا۔ یہ سب کچھ رحمان شاہ کی خواہش پر ہی ہوا تھا۔ میں تمہیں یہ بات کبھی نہ بتاتا اگر تم جنگوش کے آدمی نہ ہوتے' بات ختم ہوگئی۔ اب اس سلسلے میں کیا بات ہے۔''

''جو بات اب میں آپ سے اس سلسلے میں پوچھنا چاہتا ہوں بدر جلال خان صاحب وہ سب سے زیادہ اہمیت کی حامل ہے۔''

''پوچھو' پوچھو' کہیں ایسا نہ ہو کہ میرا ارادہ بدل جائے اور میرے دل میں یہ بات آجائے کہ میں رحمان شاہ سے کیا ہوا وعدہ توڑ رہا ہوں۔''

''بدر جلال خان صاحب کیا ان میں سے ایک لڑکی کو روک لیا گیا تھا' میرا مطلب ہے سارے لوگ واپس کردیئے گئے۔ کیا ایک لڑکی کسی وجہ سے روک لی گئی تھی۔''

''کیسا بات کرتا ہے۔ ایسا کیسے ممکن ہوسکتا تھا۔ وہ تو رحمان شاہ نے ہم سے ایسی بات کی تھی ورنہ ہم تو ایسی بات کے لئے بھی تیار نہیں تھے کہ عورتوں کو اغوا کرکے لایا جائے۔ اور ہم تم سے یہ بات نہیں کہیں گے کہ ہمارا بات پر یقین کرو۔ تمہیں ہماری ہر بات پر یقین کرنا ہوگا کیونکہ تم جنگوش کے آدمی ہو۔ تم سے جھوٹ بولنے کا مطلب یہ ہے کہ جنگوش سے جھوٹ بولا جارہا ہے۔ بات یہ تھا کہ رحمان شاہ نے بالکل غلط کہا جتنا لوگ وہاں سے لائے تھے ان سب کو عزت و احترام کے ساتھ واپس کردیا گیا تھا اور ہم نے دوستی کے نام پر یہ الزام قبول کرلیا تھا کہ انہیں تاوان لے کر چھوڑا گیا ہے مگر ہم نے یہ کام صرف دوستی کے لئے کیا تھا۔''

''گویا آپ کا مطلب ہے کہ ان میں سے کسی لڑکی کو روکا نہیں گیا تھا۔''

''بالکل نہیں' جتنا لوگ کو یہاں لایا گیا تھا اتنا لوگ کو عزت و احترام کے ساتھ رحمان شاہ کے حوالے کردیا گیا اور بعد میں رحمان شاہ نے اس کا شکریہ بھی ادا کیا تھا' مگر یہ بات ہمارے لئے پریشانی کا باعث ہے تم آخر اس بارے میں کیوں پوچھتے ہو' کیا ایسا ویسا کوئی بات ہوگیا ہے۔''

''ہاں' کچھ ایسی ہی بات ہے۔'' میں نے کہا اور بدر جلال میری صورت دیکھنے لگا' پھر کچھ دیر کے بعد اس نے آہستہ سے کہا۔

''اگر مناسب سمجھو تو میرے کو تفصیل بتاؤ' اس وقت میں عجیب کشمکش میں مبتلا ہوں لیکن فیصلہ کرنے میں دقت نہیں ہورہی ہے مجھے' اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک طرف ایک ایسا انسان ہے جس نے نا صرف مجھے بلکہ میرے خاندان کو زندہ بچالیا تھا اور مجھے

مصیبت سے بچایا تھا لیکن دوسری طرف رحمان شاہ ہے جو صرف میرا کاروباری دوست ہے اور ہمارے درمیان کاروباری بات چیت ہی ہوئی ہے۔ چنانچہ فیصلہ کرنے میں کوئی مشکل نہیں پیش آرہی مجھے' مجھے تھوڑی سی تفصیل اور بتاؤ تاکہ میں اس سلسلے میں تمہاری مدد کرسکوں۔" میں خاموشی سے بدر جلال کو دیکھنے لگا۔ یہ شخص جو کچھ بھی تھا وہ ایک عجیب و غریب کیفیت تھی' لیکن جو لہجہ میں اس وقت سن رہا تھا۔ وہ سچائی سے بھرپور تھا میں نے کچھ لمحے سوچنے کے بعد مختصر الفاظ میں بدر جلال کو ایک ایسی کہانی سنادی جس سے میرا مفہوم بھی مکمل ہوجاتا تھا اور میری بات کا انداز بھی قائم رہ سکتا تھا۔ بدر جلال کچھ بھی تھا لیکن بہرحال جو تھوڑی بہت انسانیت میں نے اس کے اندر پائی تھی وہ اپنی جگہ ایک الگ حیثیت کی حامل تھی۔ بدر جلال نے مختصر تفصیل سننے کے بعد مجھ سے کہا۔

"تمہارے لئے فیصلہ کرنے میں مجھے کوئی دقت نہیں ہوئی۔ ہم لوگوں کے اپنے معاملات ہوتے ہیں اور بعض اوقات ہم نے یہ فیصلہ کرنا ہوتا ہے کہ اپنے دوستوں میں کسے کیا مقام دے سکتے ہیں جنگوش جیسے آدمی نے تمہیں میرے پاس بھیجا ہے بڑے احسانات ہیں اس کے اور اس کے ساتھ ساتھ رحمان شاہ بھی میرے مطلب کا آدمی ہے۔ اب جہاں تک اندرونی حقیقتوں کا تعلق ہے وہ ایک بالکل الگ نوعیت رکھتی ہیں۔ میرے ذہن میں جو تدبیر آتی ہے وہ بالکل مختلف ہے۔"

"کیا؟" میں نے بدر جلال سے سوال کیا۔

"وہ یہ کہ تم ایک بالکل اجنبی حیثیت سے وہاں جاؤ' میں تمہیں اس کے پاس پہنچانے کا بندوبست کرسکتا ہوں اور اس طرح کہ اسے تم پر کوئی شبہ نہ ہوسکے۔ اصل میں چونکہ تمہارا تعلق بھی ایک پہاڑی آبادی سے ہے اور اگر تم تھوڑا سا حلیہ تبدیل کرلو تو بڑے آرام کے ساتھ اس پہاڑی آبادی کے باشندے نظر آسکتے ہو۔ میں تمہیں رحمان شاہ کے پاس ملازمت کے لئے بھیجے دیتا ہوں اور مجھے یقین ہے کہ رحمان شاہ میرے کہنے سے تمہیں باآسانی ملازم رکھ لے گا اور اس کے بعد تم وہاں جاکر صورت حال معلوم کرسکتے ہو۔"

میں نے دلچسپی سے بدر جلال کو دیکھا' تدبیر تو بہت اچھی تھی اور میرے سارے پروگرام کا احاطہ کرتی تھی یعنی یہ کہ کرنل ہمایوں نے مجھے رانا اختیار خلجی کے پاس بھیجا تھا اور اس پروگرام کے تحت بھیجا تھا کہ میں اس کے کام آؤں' اس کے بعد مجھے اس علاقے میں آنے کا موقع ملا تھا اور یہاں جو کچھ میں نے دیکھا تھا مستقبل میں وہ کرنل ہمایوں کے

لئے بہت کارآمد بھی ہوسکتا تھا جو مناظر میں اپنی آنکھوں کے کیمرے میں محفوظ کرکے لے جارہا تھا وہ کرنل ہمایوں کے لئے بڑی دلچسپی کا باعث ہوسکتے تھے۔ اس کے علاوہ یہ پُراسرار مسئلہ بھی میرے لئے باعث کشش تھا' خاص طور پر یہ معلوم ہونے کے بعد کہ بدر جلال ہی وہ آدمی تھا جس کے ذریعے یہ ڈرامہ کیا گیا تھا لیکن کیوں؟ اب اس کیوں کا سوال مجھے رحمان کے پاس پہنچ کر ہی مل سکتا تھا۔ ویسے کچھ چیزیں بڑی سنسنی خیز نوعیت کی حامل تھیں اور میں نے آخر کار بدر جلال سے اس بات کا اقرار کرلیا کہ وہ مجھے باآسانی وہاں تک پہنچانے میں اگر کامیاب ہوسکتا ہے تو میں خوشی کے ساتھ اس کی ہدایت پر عمل کرنے کے لئے تیار ہوں' بدر جلال نے کہا۔

"ہم لوگ جس انداز میں یہاں ساتھ مل کر وقت گزار رہے ہیں اس میں کبھی کبھی رحمان شاہ کو میری ضرورت بھی پیش آجاتی ہے۔ اصل میں حکومت کا کوئی آدمی چاہے وہ پولیٹیکل ایجنٹ ہو یا سرکاری طور پر کسی بھی ذمے داری کا حامل ہم لوگوں کی مدد کے بغیر یہاں ان پہاڑوں' ان جنگلوں میں اپنا کام سرانجام نہیں دے سکتا۔ ہم خود بھی جنگلوں کے اجاڑنے کے شوقین نہیں ہیں کیونکہ زمین سرکار کی ضرور ہے لیکن ان درختوں سے ہمیں اپنی اولادوں کی طرح ہی محبت ہے اور یہاں جو کچھ ہے ہم اسے اپنے اجداد کا ورثہ سمجھتے ہیں۔ چنانچہ ہم خود بھی ایسی کوئی کارروائی نہیں کرتے' البتہ جہاں تک ہمارے کاروبار کا تعلق ہے جیسا کہ تمہیں علم ہوچکا ہے کہ ہمارے پاس اس کے علاوہ کوئی اور ذریعہ معاش نہیں ہے۔ چنانچہ یہ تو ہماری مجبوری ہے۔ ہاں' بڑے بڑے ملکوں کی حکومتیں اگر ہماری پرورش کی ذمہ داریاں سنبھال لیں تو ٹھیک ہے ہم بھی انہیں اس مشکل سے نکال سکتے ہیں لیکن یہ سودا تو صدیوں سے نہیں ہوسکا' بات آج کی نہیں ہے بہت پرانا کھیل ہے یہ تو نہ جانے کب سے کھیلا جارہا ہے۔"

آخر کار یہ طے ہوگیا کہ بدر جلال مجھے ایک ایسی حیثیت سے بھیجے گا جس میں رحمان شاہ مجھے نہیں پہچان سکے گا اور میں بھی بہت زیادہ خوش تھا کہ کم از کم مجھے صحیح صورت حال کا اندازہ ہوجائے گا اور میں اس حیثیت سے زیادہ عمدگی سے اپنا کام سرانجام دے سکوں گا۔ چنانچہ میں خوشی کے ساتھ تیار ہوا اور پھر اس رات بدر جلال کے ہاں قیام کے دوران میں نے بہت سی ایسی باتیں سوچیں جن پر عمل کرکے مجھے آنے والے وقت میں رحمان شاہ کی رہائش گاہ پر معلومات حاصل کرنا تھیں۔ وہ خط بھی مجھے یاد آیا جو سلمٰی خلجی نے مجھے پُراسرار طور پر دیا تھا اور جس کے لئے میں نے پوری دیانتداری کے ساتھ اپنا

فرض سرانجام دیا تھا۔ یہ بھی میری فطرت کا ہی ایک حصہ تھا' حالانکہ جہاں تک میرا خیال تھا اس طرح کی رازداری کو حسن فیروز ایک احمقانہ بات تصور کرتا تھا۔ وہ ان تمام چیزوں کا قائل نہیں تھا لیکن بہرحال کچھ بھی کہہ دیا جائے میری فطرت میں یہ بات تھی کہ جس شخص سے جو وعدہ کیا جائے پہلے تو یہ کہ سوچ سمجھ کر کیا جائے اور کر لیا جائے تو پھر اس کے بارے میں سوچنا سمجھنا چھوڑ دیا جائے اور سلمیٰ خلجی سے میں یہ وعدہ کرچکا تھا کہ میں اس خط کو کھولے بغیر اس وقت اس کی بیٹی ثانیہ خلجی کو دوں گا جب وہ مجھے مل جائے گی۔ چنانچہ یہ خط میں نے زندگی کی طرح چھپا کر رکھا تھا اور وہ اب بھی میرے پاس بقیہ چیزوں سے کہیں زیادہ بہتر طریقے سے محفوظ تھا۔ کرنل ہمایوں کی معیت میں چہروں کی تبدیلی کے بارے میں بھی خاصی مہارت ہوگئی تھی۔ کرنل ہمایوں نے بستی دوآبہ کے ایک بے وقوف سے نوجوان کو اس طرح تبدیل کردیا تھا کہ اگر بستی کے لوگ اسے دوسری شکل میں دیکھتے تو کسی قیمت پر یہ تسلیم کرنے پر تیار نہ ہوتے کہ یہ وہی فضل خان کا بیٹا ہے۔ چنانچہ جب دوسرے دن بدر جلال نے مجھے ایک مخصوص قسم کا لباس پہننے کے لئے دیا اور کہا کہ میں صرف ایک پہاڑی دیہاتی کی شکل اختیار کرلوں تو میں نے بدر جلال سے کہا کہ تھوڑی دیر کے بعد وہ میرا تنقیدی جائزہ لے لے اور جب لباس وغیرہ پہن کر اور ٹوپی پہن کر میں تیار ہوا تو بدر جلال مجھے دیکھ کر ششدر رہ گیا۔ اس نے پرمسرت انداز میں گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"تم ویسے بھی مجھے ایک حیرت انگیز آدمی معلوم ہوئے ہو۔ انسان بعض اوقات بڑی اعلیٰ صلاحیتوں کا مالک نکل آتا ہے۔ تم جیسے لوگ مجھے پسند ہیں۔ بہرحال میں تمہیں بھیج رہا ہوں تمہارا نام کیا ہے؟ جانتے ہو۔" میں نے مسکراتے ہوئے بدر جلال کو دیکھا اور کہا۔

"نہیں' میں نہیں جانتا۔"

"تمہارا نام خوست خان ہے' کیا سمجھے خوست خان۔"

"اچھا نام ہے۔ مجھے پسند ہے۔"

"بس تو پھر تم روانہ ہوجاؤ اور سنو اپنے بازو پر یہ سرخ رنگ کی پٹی باندھ لو۔ یہ سرخ رنگ کی پٹی اس بات کی شناخت ہوگی کہ تم ایک بے ضرر انسان ہو اور جب تم اس علاقے میں داخل ہوجاؤ گے جہاں تمہیں جانا ہے تو یہ پٹی تمہارے کام آئے گی کیونکہ رحمان شاہ جانتا ہے کہ سرخ پٹی والے بدر جلال کے آدمی ہوتے ہیں اور وہ بدر جلال کی طرف سے کوئی پیغام ہی لے کر آتے ہیں۔ میں تمہیں ایک کاغذ پر لکھ کر دے رہا ہوں یہ

کاغذ تم رحمان شاہ کو دے دینا۔" میں نے گردن ہلادی اور اس کے بعد میں رحمان شاہ سے ملاقات کے لئے چل پڑا۔ بدر جلال نے درحقیقت میرے ساتھ بہت ہی اچھا دوستانہ سلوک کیا تھا۔ اس نے مجھے وہ راستے بتادیئے تھے جن سے گزرنے کے بعد میں رحمان شاہ تک پہنچ سکتا تھا۔ بہرحال یہ عجیب وغریب مہم میرے لئے بڑی دلچسپ اور پُراسرار ثابت ہو رہی تھی اگر اس میں کوئی مشکل پیش آگئی تھی تو بس وہ حسن فیروز کے ساتھ جو وقت گزرتا تھا وہ بہت دلچسپ اور دلکش ہوا کرتا تھا اور میں سوچتا تھا کہ حسن فیروز جیسے لوگ بھی اس دنیا میں کم ہی ہوا کرتے ہیں' مسکراہٹوں کا ایک مینار تھا وہ جس کے ساتھ ایک ایک لمحہ دلچسپ اور دلکش گزرتا تھا اگر کبھی اس قسم کی پوزیشن میں آیا کہ کرنل ہمایوں سے خود کوئی مطالبہ کرسکوں تو اس سے صرف ایک ہی مطالبہ کروں گا کہ مجھے اور حسن فیروز کو ایک دوسرے سے جدا نہ کیا جائے۔ یہ ازحد ضروری ہے۔

بہرحال یہ ساری باتیں اپنی جگہ ایک الگ اور منفرد نوعیت کی حامل تھی' جنگلوں کے درمیان سفر کرنا ایک مشکل کام تھا لیکن چونکہ مجھے پہلی بات تو یہ کہ راستوں سے آگاہ کردیا گیا تھا' دوسری بات یہ کہ ضرورت کی تمام اشیاء فراہم کردی گئی تھیں اور یہ بھی بتادیا گیا تھا کہ ان جنگلوں میں درندے بکثرت پائے جاتے ہیں۔ چنانچہ مجھے یہ سفر احتیاط سے کرنا ہوگا' پہاڑی باشندے تو خیر اپنے طور پر ان درندوں سے نپٹنے کی صلاحیت رکھتے تھے لیکن بہرحال میں جن آبادیوں کا رہنے والا تھا پہاڑی آبادیاں بے شک تھیں لیکن انتہائی محفوظ اور کسی قدر مہذب بھی تھیں' پگڈنڈیاں میری رہنمائی کرتی رہیں اور خوش قسمتی سے راستے میں کوئی ایسا واقعہ پیش نہیں آیا جو میرے لئے خطرناک ہو البتہ جنگل میں بہت دور سے وہ عمارت دیکھ کر مجھے جو خوشی ہوئی تھی اسے میں بیان نہیں کرسکتا جو فارسٹ آفیسر کی رہائش گاہ تھی۔

ایک چھوٹی سی آبادی بنالی گئی تھی اور درحقیقت یہ سب کچھ اگر رحمان شاہ نے کیا تھا تو رحمان شاہ بے شک ایک ذہین آدمی تھا۔ یہ رہائش گاہ کسی قدر بلندی پر تھی نیچے تھوڑے فاصلے پر تاحد نظر جنگل بکھرے ہوئے تھے اور جنگل بھی معمولی نہیں تھے البتہ رحمان شاہ نے قرب وجوار میں اس طرح صفائی کا انتظام کر رکھا تھا کہ اگر درندے وغیرہ آکر چھپ جائیں تو انہیں دور ہی سے دیکھا جائے' اس کے ساتھ ساتھ ہی خاردار تاروں کی باڑ بنائی گئی تھی جو درختوں کے تنوں میں اس طرح باندھ دی گئی تھی کہ کسی بڑے جانور کا اس سے اندر آنا ممکن نہیں تھا' عمارت لکڑی کی بنائی گئی تھی لیکن اس میں جگہ

جگہ پہاڑی پتھر بھی استعمال کیے گئے تھے' بلندی پر ایک باقاعدہ سرچ ٹاور تھا اور یہ سارے انتظامات دیکھنے کے بعد مجھے یہ احساس ہوا تھا کہ یہ زندگی کتنی حسین ہوگی اور یہاں رہنے والے یقیناً ایک پرمسرت زندگی گزارتے ہوں گے ویسے بہت زیادہ بلندی پر ایک ٹاور بنا ہوا تھا جس پر ڈش انٹینا لگا ہوا تھا جس کا مطلب تھا کہ جس طرح بھی ممکن ہو سکا ہے یہاں زندگی کی آسائشوں کا پورا پورا بندوبست کیا گیا ہے۔ مجھے بھی دور ہی سے دیکھ لیا گیا تھا۔ چنانچہ دروازہ کھلا اور دو افراد آگے بڑھتے ہوئے نظر آئے' کچھ لمحوں کے بعد وہ میرے قریب پہنچ گئے' انہوں نے پشتو زبان میں مجھ سے میرے بارے میں پوچھا اور یہاں بھی صرف میں ہی تھا جس نے اس مسئلے کو بھی سنبھال لیا کیونکہ بہرحال میں یہ زبان بخوبی جانتا تھا میں نے انہیں بتایا کہ میں بدر جلال کا آدمی ہوں تو ان لوگوں نے میری بات پر کوئی شک نہیں کیا اور مجھے لے کر رحمٰن شاہ کی جانب چل پڑے۔ میں اس عمارت سے اندر داخل ہوگیا' ایک ایک چیز کو غور سے دیکھتا جارہا تھا' تھوڑی دیر کے بعد ان بلندیوں کو عبور کر کے میں اس عمارت میں داخل ہوگیا چونکہ یہ بات میں نے ان دونوں افراد کو بتا دی تھی کہ میں بدر جلال کا آدمی ہوں اور اسی کے پاس سے آیا ہوں اس لئے یہ مطمئن تھے کچھ اس پٹی نے بھی معاملہ حل کر دیا تھا۔ جو میرے بازو پر بندھی ہوئی تھی۔ ایک لمبا مہمان خانہ تھا جس میں چھوٹے چھوٹے در بنے ہوئے تھے اور اتفاق کی بات یہ کہ ہر در کے سامنے کھجور کے ایک ہی انداز کا درخت کھڑا ہوا تھا اور درخت کے تنوں پر چھوٹے چھوٹے نمبر ڈال دیئے گئے تھے' بات کچھ سمجھ میں نہیں آئی تھی لیکن مجھے نمبر تین کے مہمان خانے میں داخل کر دیا گیا تھا' ایک کمرا تھا جو بہت اچھا اور صاف ستھرا بنا ہوا تھا۔ ایک بستر پڑا تھا اس کے پیچھے دروازہ تھا اور ادھر ایک اجتماعی غسل خانہ بنا ہوا تھا وہاں تمام تر ضروریات کا بندوبست کیا گیا تھا' ہوسکتا ہے یہاں دوسرے ملازم بھی آتے ہوں یا پھر اس مہمان خانے کے ملازم بھی یہیں رہتے ہوں بہرحال اس سے زیادہ معلومات نہیں ہو سکی تھیں مجھے لانے والوں میں سے ایک نے کہا۔

"کیا نام ہے تمہارا؟"

"خوست خان۔"

"خوست خان' تم یہاں ٹھہرو' ابھی جب شاہ صاحب کو فرصت ہوگی تو وہ تم سے ملاقات کریں گے اور اس میں زیادہ وقت نہیں لگے گا ویسے تم ایک بات بتاؤ۔"

"جی۔"

"بدر جلال خان نے تمہیں فوری طور پر شاہ صاحب سے ملاقات کے لئے تو نہیں کہا۔"

"مجھے شاہ صاحب سے ملنا ہے لیکن اگر تھوڑا بہت وقت لگ جائے تو ایسی کوئی بات نہیں ہے۔"

"ٹھیک ہے پھر تم آرام کرو' ابھی تمہیں کھانے پینے کا تمام چیز اور ضرورت کی ہر چیز ادھر پہنچا دی جائے گی' اس کے لئے فکر نہ کرنا۔" میری خاطر مدارت پہاڑی انداز میں کی گئی' پھل' خشک میوے' دودھ کا گلاس اور ایسی ہی دوسری اشیاء جنہیں باخوشی اور باخوبی میں استعمال کر سکتا تھا۔

شام کو تقریباً پانچ بجے ایک ملازم میرے پاس آیا اور اس نے مقامی زبان میں مجھ سے بات کرتے ہوئے کہا کہ رحمان شاہ صاحب نے مجھے طلب کیا ہے میں اس کے ساتھ چل پڑا اس عمارت کے ایک مخصوص حصے میں جہاں خوبصورت پھولوں کے تختے لگے ہوئے تھے اور موسم بے حد خوشگوار تھا اور ایک قد آور شخص ایک آرام دہ کرسی پر بیٹھا ہوا تھا کوئی اور اس کے ساتھ موجود نہیں تھا کیونکہ اس نے مجھ سے ملاقات کرنی تھی۔ اس نے گہری نگاہوں سے میرا جائزہ لیا۔ اس وقت میں ایک خالص پہاڑی آدمی نظر آرہا تھا۔ رحمان شاہ نے مجھے دیکھ کر گردن ہلائی اور جو شخص مجھے لے کر وہاں پہنچا تھا اسے واپس جانے کو کہا اور پھر بولا۔

"بیٹھ جاؤ۔"

"شاہ صاحب ہم اتنی بڑی حیثیت کے آدمی نہیں ہیں کہ بیٹھنے کی کوشش کریں۔ آپ ہمیں نیچے گھاس پر بیٹھنے کی اجازت دو۔"

"کرسی پر بیٹھو' ابھی تم میرے مہمان ہو۔ یہ بعد میں پتا چلے گا کہ تم کون ہو' اس کے بعد تم اپنے بارے میں فیصلہ کر لینا' فی الحال جیسا میں کہہ رہا ہوں ویسا ہی کرو مجھے خوشی ہوگی۔" رحمان شاہ کا لہجہ نرم تھا۔ میں نے محسوس کیا کہ وہ زیادہ بڑا آدمی نہیں ہے' چہرے پر بھی شرافت کے آثار تھے۔ ہاں' اس بات سے میں انکار نہیں کرتا کہ ایک عجیب سی تمکنت اس کے انداز میں پائی جاتی تھی جو بہرحال اس کی شخصیت کے لئے عمدہ حیثیت رکھتی تھی۔ اس نے مجھے غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"کیا نام ہے تمہارا۔"

"خوست خان۔"

"ہمارا دوست کیسا ہے؟"

"بدر جلال بالکل ٹھیک ہے۔"

"صحت مند ہے؟"

"ہاں۔"

"ٹھیک، کہو کیا پیغام دے کر بھیجا ہے تمہیں۔" جواب میں' میں نے وہ کاغذ نکال کر رحمان شاہ کو دے دیا جو بدر جلال نے مجھے دیا تھا۔ رحمان شاہ اس کو پڑھنے لگا' ٹوٹی پھوٹی اردو میں جو کچھ بھی لکھا ہوا تھا اس کا مفہوم یہی تھا کہ یہ میرا خاص آدمی ہے' پورے اعتبار کا بندہ ہے اور میں اسے اپنی رہائش گاہ میں کوئی نوکری دے دوں' ایمانداری سے کام کرے گا۔ اچھا آدمی ہے اور میں نے اس سے وعدہ کرلیا ہے۔" رحمان شاہ نے مجھے دیکھ کر گردن ہلائی اور بولا۔

"کیا کام کرسکتے ہو؟"

"شاہ جی جو کام بھی آپ میرے حوالے کرو گے میں خوشی سے کروں گا۔"

"نہیں' میرا مطلب ہے گھر کے کاموں میں دلچسپی رکھتے ہو یا باہر۔"

"گھر پر جب کوئی کام ہو تو گھر کے کاموں میں دلچسپی رکھتا ہوں اور جب باہر کا کوئی کام میرے سپرد کرو گے تو اسے بھی خوشی سے سرانجام دوں گا اس کے لئے بے فکر رہو۔"

"ٹھیک ہے جیسا مناسب سمجھو۔" اس نے کہا اور میں اپنی جگہ سے اٹھ گیا' پھر بولا۔

"اب تو میں تمہارا ملازم ہوگیا شاہ جی' اب میرے کو نیچے گھاس پر بیٹھنے کا اجازت دو۔"

"نہیں' یہاں اس عمارت میں سب انسان ہوتے ہیں' ٹھہرو میں تمہیں ایک شخص سے ملواتا ہوں۔ وہ تمہارا خیال رکھے گا اور سنو یہ رائفل جمع کرا دینا' ہم یہاں اس عمارت میں کسی کو رائفل لے کر رہنے کی اجازت نہیں دیتے' ہتھیار اور تو کوئی نہیں ہے۔"

"نہیں' بس یہ بیگ ہے۔ آپ اس کی تلاشی لے لو۔ اس میں ہماری ضروریات کی چیزیں ہیں۔" میں نے کہا حالانکہ بیگ میں جو کچھ موجود تھا اور اس کی جو ضرورت تھی' رحمان شاہ کے فرشتوں کو بھی اس کا اندازہ نہیں ہوسکتا تھا کہ اس میں ایک پورا اسلحہ خانہ

موجود ہے رحمان شاہ نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔

"میں تمہاری کسی ذاتی چیز کا جائزہ نہیں لوں گا' انسان کو ایک دوسرے پر اعتماد کرنا چاہئے۔ بس تم سے پوچھ لیا ہے اتنا ہی کافی ہے۔ اس سے زیادہ اور کچھ نہیں' رائفل جمع کرا دینا' یہاں صرف چوکیدار کے پاس ہتھیار ہوا کرتے ہیں۔ ہاں اگر جنگل میں کبھی رائفل کے استعمال کی ضرورت پیش آجاتی ہے تو پھر وہ لوگ میرے لئے بڑے کارآمد ہوتے ہیں جو ہتھیاروں کا استعمال جانتے ہوں۔" پھر اس نے اشارے سے ایک آدمی کو بلایا اور جب وہ قریب پہنچ گیا تو اس سے اس نے کہا۔

"کمال خان یہ ہمارا نیا مہمان ہے۔ ہمارے ساتھ ہی کام کرے گا اسے اپنے ساتھ لے جاؤ مہمان خانے میں اس کو جگہ دو۔ بس سمجھ لو جس طرح یہاں دوسرے لوگ رہتے ہیں یہ بھی اسی طرح رہے گا کام اسے بعد میں بتا دیا جائے گا۔ ابھی جلدی نہیں ہے اور سنو خوست خان تمہاری تنخواہ وغیرہ کا مسئلہ بھی تمہاری مرضی کے مطابق طے ہو جائے گا' اپنی بستی میں جب بھی رقم بھیجنا چاہو گے بھیج سکتے ہو' فوری طور پر اگر کچھ رقم بھیجنا ہے تو تم بھیج سکتے ہو۔"

"صاحب بدر جلال خان نے یہ بات نہیں لکھی کہ بستی میں ہمارا کوئی بھی نہیں ہے۔ ہم اکیلے انسان ہیں۔"

"ہاں یہ بات اس نے نہیں لکھی لیکن اگر ایسی بات ہے تو پھر تم میرے لئے بہت زیادہ کارآمد ثابت ہوسکتے ہو کیونکہ قرب وجوار کی بستیوں میں سے کام کے لئے آنے والے چھٹیوں پر بہت زیادہ جاتے ہیں' میں بھی انہیں روکنے کی کوشش نہیں کرتا لیکن ان کے چلے جانے کی وجہ سے بہت سے ایسے ضروری کام رہ جاتے ہیں جو مجھے انہی سے لینے ہوتے ہیں۔ یہ اچھی بات ہے کہ تم اکیلے ہو یہاں بھی تمہیں آسانیاں حاصل ہوں گی اور کوئی فکر کی بات نہیں ہے۔"

"جی صاحب' آپ کی بہت مہربانی۔" میں نے کہا اور اس کے بعد کمال خان مجھے لے کر چل پڑا۔ اس نے مجھ سے پوچھا۔

"ابھی جب تم ادھر آئے تھے تو تین نمبر میں ٹھہرے ہوئے تھے نا۔"

"ہاں۔"

"وہ جگہ تمہیں پسند ہے؟"

"اچھی ہے۔"

"بس تم وہیں قیام کرو۔" مجھے تین نمبر میں ٹھہرا دیا گیا' میرا کام بن گیا تھا اور اب
یہاں قدم جمانے کے بعد مجھے جس قدر جلد ممکن ہو سکتا تھا کوشش کر کے ثانیہ خلجی کے
بارے میں معلومات حاصل کرنا تھیں۔ حالانکہ میں جانتا تھا کہ یہ مشکل کام ہے اس سے
پہلے جن حالات میں مختلف جگہوں پر پہنچا تھا ان میں بڑی آسانیاں تھیں کم از کم ایک
مہذب آدمی کی حیثیت سے میں قرب وجوار کی مہذب خواتین سے باآسانی گھل مل سکتا
تھا لیکن اب اس وقت جو حلیہ اور جو انداز تھا وہ ایسا تھا کہ اس کے لئے مجھے بڑی مشکلات
پیش آسکتی تھیں اور میں یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ کس طرح آگے کی صورت حال کو کنٹرول
کیا جاسکے گا لیکن بہرحال فی الحال یہاں کا جائزہ لینا ضروری ہے۔ رحمان شاہ بذات خود
ایک اچھا انسان تھا' دیکھنا یہ تھا کہ یہاں کی خواتین کس طرح زندگی گزارتی ہیں آزادی
ہے یا پھر پابندیاں ہیں اور پردے وردے کا مسئلہ ہے ایسی صورت میں تو بہت مشکل پیش
آجائے گی لیکن اس مشکل کا حل تھوڑی ہی دیر کے بعد نظر آگیا۔

شام کے سائے ڈھل رہے تھے۔ موسم تو خیر ان سرسبز وشاداب علاقوں کا تھا ہی اتنا
حسین کہ انسان اس کے حسن میں گم ہو کر دیوانہ ہو جائے لیکن مجھے اس کا اندازہ نہیں
تھا۔ میں پچھلے دروازے سے باہر نکلا تھا کیونکہ تھوڑے فاصلے پر وہ پکا غسل خانہ بنا ہوا تھا
جو اجتماعی طور پر استعمال کیا جاتا تھا' صاف ستھرا' بہت ہی اچھا تھا ٹائیل وغیرہ لگے ہوئے
تھے اور غسل خانے کی ایک کھڑکی سے میں نے پیچھے کی جانب دیکھا تھا پائیں باغ میں لانگ
ٹینس ہو رہی تھی اور چار خواتین اس میں حصہ لے رہی تھیں' چاروں نوجوان لڑکیاں
تھیں اور لباس سے اندازہ ہوتا تھا کہ یہ گھریلو ٹائپ کی خواتین نہیں ہیں بلکہ ماڈرن اور
جدید شخصیتوں کی مالک ہیں' باقاعدہ ڈریس پہنا ہوا تھا۔ بہرحال میں نے دل میں سوچا کہ
تھوڑا سا وقت یہاں گزارنے کے بعد کسی ایسی خاتون ہی کو اپنے ٹرانس میں لانا پڑے گا جو
اس سلسلے میں میری معاونت کر سکے اور یہ ایک عمدہ طریقہ تھا جسے میں سوچنے کے بعد
سرانجام دینا چاہتا تھا' سب سے پہلے اس عمارت کا جائزہ لے لینا ضروری تھا۔ چنانچہ تمام تر
تیاریوں کے بعد میں نے اپنے کام کا آغاز کر دیا۔

رات ہو چکی تھی' میں باہر نکل آیا ابھی چونکہ یہاں ابتدائی مہمان تھا اس لئے بہت
زیادہ بھاگ دوڑ نہیں کرنا چاہتا تھا' پھر بھی اس عمارت سے احاطے کے کنارے کنارے
پورے احاطے کا جائزہ لے لیا اور دل ہی دل میں اس جگہ کی تعریف کئے بنا نہیں رہ سکا۔
درحقیقت جنگل میں منگل اسی کو کہتے ہیں' جنریٹر چلنے کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں اور

یہ اندازہ اچھی طرح ہو گیا تھا کہ رحمان شاہ ایک خوش ذوق اور خوش مزاج آدمی ہے۔
بدر جلال سے اس کے بہت اچھے تعلقات ہیں بدر جلال کے خط کو دیکھتے ہی اس نے مجھے ہر
طرح کی آسائشیں بخش دی تھیں ویسے ابھی کسی سے میری کوئی خاص شناخت نہیں ہوئی
تھی۔ کمال خان چودہ نمبر میں رہتا تھا جو یہاں سے کافی فاصلے پر تھا' مزاج بس ایسا ہی تھا
کیونکہ دن میں دو تین بار میرے سامنے آیا تھا اور اس نے مجھ پر کوئی خاص توجہ نہیں دی
تھی اور بھی ملازم تھے یہاں اور یہ جو مہمان خانہ یا پھر اسے ملازموں کی بیرک کہا جاسکتا تھا
پوری طرح آباد نہیں تھا' کچھ ملازم اندر عمارت میں رہا کرتے تھے' صرف چند تھے جو باہر
ہوتے تھے۔ میں ٹہلتا ہوا چوکیدار کے پاس پہنچ گیا جو رائفل سنبھالے مستعد تھا' مجھے دیکھ
کر اس نے گردن ہلائی اور بولا۔

"میں نے دن میں تمہیں ادھر آتے ہوئے دیکھا تھا۔ کیا نام ہے تمہارا؟"

"خوست خان۔" میں نے جواب دیا۔

"اوئے خدائی خوار یہ تو میرے بھائی کا نام ہے۔"

"اچھا تو کیا میں تمہارا بھائی نہیں ہوں' تمہارا کیا نام ہے؟" میں نے سوال کیا۔

"فدا خان۔"

"فدا خان ہم لوگ مذہب کے رشتے سے تو ایک دوسرے کے بھائی ہیں۔ تمہارے
بھائی کا نام خوست خان ہے اس لئے میں بھی تمہیں بڑے بھائی ہی کی حیثیت سے دیکھوں
گا' آرام کرو' آج رات چھوٹا بھائی پہرہ دے گا۔"

"اوئے نہیں' اوئے نہیں' ابھی یہ اچھا ہوا کہ تم ادھر میرے پاس آگیا بہت سی بات
تم نہیں سمجھتا ہوگا لیکن میں تمہیں بتاؤں رحمان شاہ صاحب سخت آدمی ہے خود بھی اپنا
ڈیوٹی اچھا سرانجام دیتا ہے' دوسرے لوگ سے بھی یہی چاہتا ہے۔ وہ کبھی اس بات کو
برداشت نہیں کرے گا۔ ہر شخص اپنا کام صحیح طرح سے ادا کرے ویسے اگر تمہیں
چوکیداری کا شوق ہے تو اس کو بولو کہ دن کا چوکیدار رکھ لے تمہیں۔"

"اب یہ تو وہی فیصلہ کرے گا کہ مجھے یہاں کیا ذمہ داری سونپی جائے گی۔"

"ٹھیک ہے۔"

"ویسے فدا خان مجھے بدر جلال خان نے ادھر بھیجا ہے اور ادھر نوکری کے لئے
میرے کو کوشش کرنا ہے۔"

"اگر بدر جلال خان نے تمہیں ادھر بھیجا ہے تو نوکری تو تم کو مل گیا اور پھر اگر

نوکری نہ ملتا تو تمہیں نوکروں کے کوارٹر میں جگہ کیسے ملتا' ابھی تو تمہارا نوکری تو پکا ہو گیا ہے' دوسرا بات سوچ۔"

"دوسری بات۔"

"ہاں۔"

"وہ کیا۔"

"مطلب یہ کہ ابھی تم آرام سے ادھر ٹھہرو' تمہارا نوکری پکا ہو گیا ہے۔ اب یہ الگ بات ہے کہ رحمان شاہ صاحب تمہیں کدھر ڈیوٹی دیتا ہے ویسے ادھر کام ہی کتنا ہے۔"

"کیسے لوگ ہیں یہ۔"

"بہت اچھے لوگ ہیں۔ رحمان شاہ صاحب بہت شریف آدمی ہے' اپنے دشمنوں کے لئے بہت سخت لیکن دوستوں کے لئے موم کی طرح نرم۔"

"کیا یہاں جنگل میں کبھی رحمان شاہ کا مقابلہ ان لوگوں سے ہوتا رہتا ہے جو پوست کی تجارت کرتے ہیں۔" میں نے سوال کیا اور فدا خان خاموش ہو گیا' پھر وہ آہستہ سے بولا۔ "دیکھو یار بات اصل میں یہ ہے کہ ہم بھی انہی آبادیوں کے رہنے والے ہیں' ادھر کا موسم تمہارے کو معلوم ہے برفباری ہوتا ہے' پتھر کا زمین ہے کتنا سخت ہو جاتا ہے۔ ہم لوگ کے پاس پیٹ بھرنے کا اور کوئی ذریعہ بھی تو نہیں ہے' کیا کرے اس کے علاوہ' آخر زندہ تو رہنا ہے نا' ابھی ادھر جو کچھ ہم کرتا ہے وہ مجبوری ہے ورنہ کون چاہتا ہے کہ انسانیت کے ساتھ دشمنی کیا جائے' بہت دیر کے بعد بدر جلال رحمان شاہ کو یہ بات سمجھانے میں کامیاب ہوسکا اب رحمان شاہ صاحب بھی اپنے دوستوں کو موقعہ دیتا ہے۔ مگر اس کا جو ڈیوٹی ہے اس میں اس کا دوست بھی مدد کرتا ہے۔ یہ بات طے کرلیا گیا ہے کہ حکومت کے علاقے میں نہ تو جانوروں کا شکار ہوگا اور نہ کسی درخت کا کوئی شاخ کاٹا جائے۔ یہ رحمان شاہ کا ڈیوٹی ہے اور جن لوگوں سے ان کا معاہدہ ہو گیا ہے وہ رحمان شاہ صاحب کا کام سرانجام دیتا ہے۔ پہلے جنگل کو جلانے کے لئے لکڑی کاٹا جاتا تھا اب صرف ادھر سے سوکھا لکڑی کاٹا جاتا ہے جو بالکل ہی بے کار ہوتا ہے اور تم کو تو یہ بات معلوم ہوگی کہ دور دور تک کے علاقے میں جنگل کو صاف ستھرا رکھنے کے لئے کام ہوتا ہے حکومت اگر لاکھوں روپیہ خرچ کراکے یہ کام کرانے کی کوشش کرتا تو نہیں کرسکتا تھا کیونکہ دو باتیں تھیں پہلی بات تو یہ کہ حکومت کو گولی کا سامنا کرنا پڑتا لوگ آسانی سے اپنا

روزی نہیں چھوڑتا' اور دوسری بات یہ کہ حکومت کو یہ کام بہت مہنگا پڑتا' بے شمار انسانی زندگیاں ختم ہوتیں' ابھی رحمان شاہ صاحب جتنی آسانی اور آرام سے کام کرتا ہے دوسرا آدمی نہیں کرسکتا۔"

"ہاں یہ تو ہے۔" میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا پھر میں نے پوچھا۔

"عمارت میں کتنے لوگ رہتے ہیں؟"

"بہت لوگ ہیں' کچھ ملازم لوگ اپنے خاندان کے ساتھ ہے ان کا بچہ لوک ہے' باقی شاہ صاحب کا پورا فیملی ہے ان کی والدہ ہے اور دوسرے لوگ ہے۔"

"اچھا ان کی والدہ بھی ہیں۔"

"ہاں ایک بزرگ عورت ہے جس کو وہ اماں بولتا ہے' باقی سب کچھ میرے کو معلوم نہیں' باقی سب کچھ اللہ جانتا ہے۔"

"تو فدا خان صاحب آپ ہمارا بھائی ہوا۔"

"کیا کرے بابا تمہارا ماں باپ نے تمہارا نام خوست خان رکھا۔ وہ میرا بہت چہیتا بھائی ہے۔"

"کدھر ہے وہ؟"

"بہت دور ہے ادھر سے' ان علاقوں میں نہیں رہتا شمالی علاقوں میں رہتا ہے۔"

"اچھا' اچھا۔" یہ میرا پہلا دوست تھا۔ اس سے کم از کم مجھے تھوڑی بہت معلومات حاصل ہوگئی تھیں۔ یہ اندازہ بھی ہوگیا تھا کہ رحمان شاہ ایک ذہین آدمی ہے اور اس نے اپنی ذہانت سے کام لے کر لوگوں کے دل جیت لئے ہیں' بلاوجہ سپاہی بننے کی کوشش نہیں کی ہے بلکہ ان لوگوں کے مسائل کو سمجھا ہے اور انہیں اس کا موقعہ دیا ہے کہ وہ یہاں اپنا کام کرسکیں اور سچی بات یہ تھی کہ ان کی جو ڈیوٹی لگائی گئی تھی وہ صرف اسے ہی سرانجام دے رہا تھا۔ شاید یہی وجہ تھی کہ ماحول اس کے لئے سازگار تھا ورنہ جنگوش جیسے خطرناک لوگ بھلا اسے یہاں کیسے قائم رہنے دیتے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ رحمان شاہ کا اس سلسلے میں کیا کردار تھا اور وہ پُراسرار کہانی جس کا سرپاؤں ابھی تک سمجھ میں نہیں آیا تھا۔ آخر کیا تھی جب بھی اس پر غور کرتا ذہن الجھنے لگتا تھا۔ یہ بات صاف محسوس ہوتی تھی کہ سلمٰی خلجی اپنی بیٹی کے لئے اتنی فکر مند نہیں تھی جتنی فکر مندی کا اظہار رانا اختیار خلجی کے چہرے پر سے ہوتا ہے۔ بہرحال کرنل ہمایوں! میں بھی ذرا مختلف قسم کا انسان ہوں۔ مہارت خان نے جو کچھ مجھے سکھایا ہے اس پر عمل کرنے کے لئے میں

کوشش تو آخری حد تک کروں گا اور دیکھوں گا کہ اس سلسلے میں کیا کر سکتا ہوں۔ بہرحال وقت گزرتا رہا' دوسرا دن بھی میرے لئے پُرسکون تھا۔ میں دوبارہ رحمان شاہ کی نگاہوں میں آیا تھا لیکن رحمان شاہ نے اس طرح مجھے نظرانداز کر دیا جیسے ابھی کوئی مسئلہ ہی نہ ہو اور پھر وہ گھوڑے پر بیٹھ کر کہیں چلا گیا تھا۔ دو مسلح آدمی اس کے ساتھ تھے جو اسٹین گنیں سنبھالے ہوئے تھے۔ رحمان شاہ کی شان صرف ایک فارسٹ آفیسر ہی کی نہیں تھی بلکہ وہ ایک اچھا خاصا رئیس آدمی معلوم ہوتا تھا جو یہاں بڑی شان اور آبرو کے ساتھ رہتا تھا۔ شام ہوگئی' میں گھومتا پھرتا اس علاقے کی طرف نکل آیا تھا جہاں پچھلے دن میں نے ان لڑکیوں کو ٹینس کھیلتے ہوئے دیکھا تھا۔ اس وقت یہاں کافی افراد موجود تھے اور ٹینس کا کوئی باقاعدہ میچ ہو رہا تھا ان میں لڑکے بھی تھے اور لڑکیاں بھی' میں نے ان کے درمیان داخل ہونا مناسب نہیں سمجھا اور وہاں سے واپس پلٹ پڑا لیکن پھر تھوڑا ہی فاصلہ طے کیا ہوگا کہ مجھے دو افراد آتے ہوئے نظر آئے اور ایک دم میرے پورے بدن میں سنسنی کی شدید لہر دوڑ گئی اس وقت جو کچھ میری آنکھیں دیکھ رہی تھیں وہ ناقابل یقین تھا اس پر اعتماد کرنا' اپنے آپ کو دھوکا دینے کے مترادف تھا۔ وہ ایک نوجوان لڑکی اور ایک نوجوان لڑکا تھا جو اس طرف آرہے تھے' لیکن جانتے ہیں آپ نوجوان لڑکی کون تھی' رافیہ یعنی سلمٰی خلجی کی بہن وہ تیز اور چالاک لڑکی جس کے بارے میں' میں نے یہ اندازہ لگا لیا تھا کہ وہ بہت شاطر ہے اور اس سے بچنا ازحد ضروری لیکن دوسری شخصیت اس سے بھی زیادہ حیرت ناک تھی اور اسے دیکھ کر میں جھنجھنا کر رہ گیا تھا۔ یہ حسن فیروز تھا ایک خوبصورت سفاری سوٹ میں ملبوس بے حد اسمارٹ نظر آرہا تھا' صورت حال ایسی تھی کہ میں ان کی نگاہوں سے پوشیدہ بھی نہیں ہونا چاہتا تھا البتہ اس وقت میری ذہانت ہی بہت بڑے اور الجھے ہوئے مسئلے کو ٹال سکتی تھی اور بہرحال اب اس قدر بودم بھی نہیں تھا کہ جو کچھ کرنا چاہتا اسے نہ کر پاتا' ان دونوں کا مجھ سے بخوبی سامنا ہوگیا تھا۔ دونوں ہی نے مجھے دیکھ لیا تھا' دونوں ٹھٹک گئے تھے آنکھیں پھاڑنے لگے تھے' حیرت کے نقوش ان کے چہروں پر منجمد ہوگئے تھے۔ میں صرف ایک لمحے کے لئے ٹھٹکا تھا لیکن دوسرے لمحے میں نے قدم آگے بڑھا دیئے۔ میں نے انہیں اپنے ٹھٹکنے تک کا احساس نہیں ہونے دیا تھا اور ان سے تھوڑا سا ہٹ کر آگے بڑھنے لگا تھا لیکن حسن فیروز نے ایک چھلانگ لگائی اور میرے سامنے آکر کھڑا ہوگیا۔

''او بھائی' او بھائی کیا تیری پھوکڑی میں کھوڑا ہوگیا ہے۔'' میں نے حیران نگاہوں

سے اسے دیکھا اور پھر پشتو زبان میں کہا۔

''کیا بات ہے جناب مجھ سے کوئی کام ہے آپ کو۔''

''کیا' کیا' کیا۔'' اس نے حیرانی سے کہا تو میں نے پھر پشتو زبان میں کہا۔

''آپ کی بات میری سمجھ میں نہیں آئی' مجھ سے کوئی کام ہے آپ کو۔''

''اوئے' اوئے میرے ساتھ یہ سلوک کیا تو اچھا نہیں ہوگا۔ میں جانتا ہوں تم پہاڑی آدمی ہو اور پشتو زبان باآسانی بول سکتے ہو لیکن اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ میں تمہاری آواز نہیں پہچان رہا یا تمہارے چہرے کے نقوش سے مجھے دھوکا ہو رہا ہے تو اپنے اس خیال کو دل سے نکال دو اور میں کہتا ہوں اس حماقت کی وجہ' کوئی وجہ ہے اس حماقت کی۔'' میں نے پریشانی سے اِدھر اُدھر دیکھا اور پھر پشتو زبان میں کہا۔

''آپ کی ایک بات بھی میری سمجھ میں نہیں آرہا صاحب اگر مجھ سے کوئی کام ہے تو بولیں' میں آپ کا خادم ہوں۔'' حسن فیروز نے رافیہ کی جانب دیکھا اور بولا۔

''رافیہ تم بھی اسے نہیں پہچان رہیں۔''

''سوفیصدی گل مراد ہے' بھلا یہ اپنی شکل کیسے تبدیل کر سکتا ہے۔''

''یہ محترم اداکاری فرما رہے ہیں۔''

''کیوں گل مراد کیا بات ہے اور تم یہاں کب اور کیسے پہنچے اور یہ حلیہ کیا بنا رکھا ہے تم نے۔'' میں نے چہرے پر انتہائی بے بسی کے آثار پیدا کر کے کہا۔

''آپ لوگ جو کچھ بھی کہہ رہے ہیں آپ کو یہ معلوم نہیں ہے کہ' کہ.........'' اور اچانک ہی میں نے تھوڑے فاصلے سے گزرتے ہوئے ایک مقامی شخص کو آواز دے کر بلایا۔ یہ میری رہائش گاہ سے چوتھے نمبر کے بیرک کے مہمان خانے میں رہتا تھا اور اس کا نام شہباز خان تھا۔ پشتو زبان میں' میں نے اس سے کہا۔

''شہباز خان تھوڑا ادھر آؤ' میرا ذرا سا مدد کرو۔'' اور شہباز خان میرے قریب پہنچ گیا۔

''کیا بات ہے خوست خان۔'' اس نے پوچھا تو حسن فیروز نے معنی خیز انداز میں گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

''خوست خان۔''

''صاحب کیا بات ہے۔'' شہباز خان نے سوال کیا۔

''یہ کون ہے؟''

"خوست خان ہے اس کا نام۔"

"کیا یہ اردو زبان نہیں جانتا۔"

"پتا نہیں صاحب پہاڑی آدمی ہے۔ ایک چھوٹا سا بستی کا رہنے والا ہے۔"

"کون سی بستی کا۔"

"خاص خیل، خاص خیل ہے اس بستی کا نام۔"

"اور یہ جتنا خاص آدمی ہے اسے میں جانتا ہوں۔ دیکھو گل مراد فضول باتوں سے گریز کرو۔ تم پہنچ گئے ہو یہاں رافیہ کسی بھی طرح ہم سے الگ نہیں ہے۔ تم سے بہت سی باتیں کرنا ہیں مجھے۔ یہ دادا جان نے جو چکر چلایا ہے نا یہ میرے لئے جس قدر اذیت ناک ہے تم نہیں جانتے۔ اب اتفاق سے تم یہاں آگئے ہو تو صرف دادا جان کے حوالے سے یا ان کے نام پر مجھ سے اجتناب مت برتو۔ یہاں مسئلہ ہی دوسرا ہوگیا ہے میں تم سے اس بارے میں بات کرنا چاہتا ہوں۔" حسن فیروز اپنے آپ کو بہت زیادہ چالاک سمجھتا تھا۔ وہ اپنی شرارتوں کو بہت اولیت دیتا تھا لیکن میں نے سوچا ذرا اس کو بھی ٹھیک ہی کر دوں' کیا یاد کرے گا۔ چنانچہ میں نے اپنے چہرے پر پریشانی کے آثار جاری رکھے اور پھر میں نے شہباز خان سے کہا۔

"ان صاحب لوگوں کو بتاؤ کہ میں ان کا زبان نہیں سمجھ رہا اگر ان کو مجھ سے کوئی کام ہے تو یہ مجھے بتائیں ورنہ مجھ سے اس زبان میں بات مت کریں جس زبان میں بات کر رہے ہیں۔" شہباز خان نے میرے الفاظ کا ترجمہ کیا۔ رافیہ کہنے لگی۔

"سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ اسے کیا ہوگیا ہے۔ صرف لباس بدل لینے سے شخصیتیں تو نہیں بدل جاتیں۔ یہ سوفیصد وہی ہے۔"

اچانک میں نے پینترہ بدلا۔ وہ بھی بہت چالاک تھا پہلے تو وہ حیران ہوا تھا اور میرے بدلے ہوئے حلئے کو سمجھ نہیں سکا تھا کہیں پھر اسے اچانک احساس ہوگیا تھا اس نے معنی خیز نظروں سے مجھے دیکھا پھر رافیہ کے کان میں کچھ کہا اور رافیہ مجھے گھورنے لگی۔

"شرط بد رہی ہوں تم سے۔ میری خوبی ہے جسے زندگی میں ایک بار دیکھ لیتی ہوں اسے کبھی نہیں بھولتی۔ اس نے کہا۔

"تمہارا کیا نام ہے دوست.........؟" حسن نے شہباز خان کو مخاطب کر کے کہا۔

"شہباز خان۔"

"گڈ......... شہباز خان صاحب اس آدمی سے کہو کہ اپنا دایاں بازو کھول کر

دکھائے۔"

"ہم سمجھے نہیں رئیس صاحب۔"

"اس کے داہنے بازو پر کہنی کے پاس براؤن رنگ کا ایک نشان ہے۔ اگر یہ جھوٹ بول رہا ہے تو اس کی قلعی ابھی کھل جائے گی۔"

میں نے حسن فیروز کی یہ بات سن کر بمشکل تمام اپنے چہرے کے تاثرات چھپائے تھے۔ پہلی بات تو یہ کہ میرے بازو پر ایسا کوئی نشان ہی نہیں تھا اور پھر......... کہیں شہباز خان نے مجھے زیادہ سوچنے کا موقع نہیں دیا اور بولا۔

"خوست خان؟"

"بولو بابا......... کیا بات ہے.........؟" میں نے کسی قدر بیزاری سے کہا۔

"ایسا بات نہ کرو۔ یہ شاہ جی کا معزز مہمان ہے اس کا عزت کرنا ہمارا فرض ہے۔"

"مگر یہ بولتا کیا ہے؟"

"تمہارے بازو پر کوئی نشان ہے؟" شہباز خان نے پوچھا۔

"کیسا نشان.........؟"

"اپنا بازو کھول کر دکھا سکتے ہو۔"

"او بابا یہ پاگل لوگ۔ مجھے کدھر پھنسا دیا۔" میں مسلسل پشتو زبان بول رہا تھا۔

"او یار مجبوری ہے۔ ان لوگ سے بحث مت کرو۔" شہباز خان نے مجھے سمجھاتے ہوئے کہا۔

"ابھی صرف بازو کھولنا ہے تو کوئی بات نہیں ہے۔ اس کا آگے کچھ بولا تو یہ شہر کا لوگ........."

"تم بازو کھول دو.........!" شہباز خان بولا اور میں نے جھنجھلاہٹ کے انداز میں بازو کھول دیا۔ حسن نے میرے بازو کو دیکھا اور پھر اس کے چہرے پر مایوسی پھیل گئی اور وہ بولا۔

"نشان تو بے شک نہیں ہے لیکن قدرت کے ایسے کرشمے صرف قصے کہانیوں میں تو سنے تھے اتنی مشابہت پہلی بار دیکھی ہے کمال ہے۔ حالانکہ......... کمال ہے۔ واقعی کمال ہے۔ آؤ......... یہ وہ نہیں ہے۔" حسن نے کہا اور اس کے بعد وہ رافیہ کے ساتھ آگے بڑھ گیا۔ میں ان دونوں کے بارے میں اندازہ لگا رہا تھا۔ پھر میں نے شہباز خان سے یہ پوچھا۔

"شہباز خان اب بتاؤ یہ کون ہیں۔"

"شہر سے آیا ہوا مہمان ہے۔ اس سے زیادہ میرے کو کچھ نہیں معلوم' اور بس اب میرے کو جانے دو۔"

بہرحال میں جس قدر حیران تھا اس کی کوئی حد نہیں تھی۔ حسن یہاں کیسے پہنچا۔ علی دانش کہاں ہے۔ مجھے اس جنجال میں پھنسا کر یہ لوگ یہاں آگئے۔ پھر رافیہ کی یہاں موجودگی اور حسن سے اس کی بے تکلفی........ خیر حسن کے لئے یہ کوئی مشکل کام نہیں تھا اور رافیہ کے بارے میں بھی مجھے وہیں چنار پور میں بخوبی اندازہ ہوگیا تھا کہ وہ کس قسم کی لڑکی ہے۔ ویسے حسن بھی بے کردار آدمی نہیں تھا اتنے دونوں کے ساتھ نے مجھے کم از کم اس سے اس قدر روشناس تو کرا دیا تھا۔ پھر یہ کیا معاملہ ہے۔ آخری فیصلہ یہ کیا تھا کہ تھوڑی سی تفریح کی جائے اس کے بعد حسن کو حقیقت بتا دی جائے گی۔ مگر اس نے میرے ذہن میں ایک اور الجھن مچادی تھی۔ اس نے میرے بازو کے نشان کا کیا چکر چلایا تھا جب کہ میرے بازو پر کبھی ایسا کوئی نشان نہیں تھا اور نہ میں نے کبھی حسن سے ایسی کوئی بات کہی تھی۔

رات کو سردی اچانک بڑھ گئی۔ حالانکہ دن کا موسم بے حد خوشگوار تھا لیکن رات کو اچانک ٹھنڈی ہوا چلنے لگی تھی۔ میں اپنے کوارٹر میں تھا اور سوچ رہا تھا کہ اب میرا اگلا قدم کیا ہوگا' رحمان شاہ تک پہنچ گیا تھا بات آگے بڑھانے کا کیا طریقہ ہو۔ ویسے جس علاقے سے میں گھوم کر آیا تھا وہ اپنی نوعیت کے اعتبار سے پُراسرار علاقہ تھا اور وہاں میں نے جو کچھ دیکھا تھا اسے کبھی نہیں بھلا سکتا تھا۔ میری سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اب ثانیہ خلجی کے بارے میں کس طرح معلومات حاصل کی جائیں۔ ویسے حسن کے آجانے سے تھوڑی سی تقویت ہوگئی تھی اور اب کوئی فیصلہ کن عمل کیا جاسکتا تھا۔

ہوائیں سرد ترین ہوگئیں۔ میں اوڑھ لپیٹ کر باہر نکل آیا' سب اندر گھسے ہوئے تھے۔ صرف فدا خان گیٹ پر ڈیوٹی دے رہا تھا۔ مجھے دیکھ کر بولا۔

"اندر جاؤ خوست خان' سردی زیادہ ہوگئی ہے۔"

ہم لوگ کے لئے سردی کیا حیثیت رکھتا ہے خاناں۔" میں نے ہنس کر کہا۔

"ابھی جاؤ دوست۔ مگر ٹھہرو' چینک پئے گا۔"

"مجھے خوشبو آرہی ہے۔ کون چینک بنا رہا ہے۔"

"شہباز خان ہے مگر تم اپنا کوارٹر جاؤ میں شہباز خان کے ہاتھ تمہیں چینک بھیجتا

ہے۔"

"ادھر میں ٹھیک ہوں تمہارے ساتھ ہی پی لوں گا۔"

"دیکھو ضد مت کرو۔ بڑے بھائی کا بات مانو۔" فدا خان نے کہا اور میں شانے ہلا کر واپس چل پڑا۔ زیادہ بحث بھی مناسب نہیں تھی۔ ویسے سردی واقعی مزاج پوچھ رہی تھی۔ میں بھی اب سردی کا زیادہ عادی نہیں رہا تھا۔ بہرحال اپنی رہائش گاہ میں جاکر بستر میں گھس گیا۔ پھر زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ شہباز خان ایک کیتلی اور دو پیالیاں لے کر اندر آگیا کیتلی کی ٹونٹی سے بھاپ کی خوشبودار لہر اٹھ رہی تھی۔

"ابھی تھوڑا برتن دھولوں۔ تمہارے کو چائے دیتا ہوں۔ اس نے کہا۔ اور پیچھے کے دروازے سے باہر جاکر برتن دھونے لگا۔ پھر اس نے دونوں پیالیوں میں چائے انڈیل کر ایک پیالی میری طرف بڑھادی۔ "پھر ہنس کر بولا۔

"ابھی وہ خانہ خراب مل گیا تھا۔"

"کون؟"

"وہ الٹی کھوپڑی والا۔"

"کس کی بات کررہے ہو۔"

"ارے بابا وہی جو تمہارے مغز لگ گیا تھا اور کہتا تھا کہ ہم اس کے دوست ہیں۔"

"رحمان شاہ کا مہمان۔" میں نے پوچھا۔

"ہاں۔ وہی۔"

"لڑکی بھی ساتھ تھی۔"

"کیسی بات بولتا ہے۔ وہ ساتھ ہوتا تو ابھی اس کا میت نہلانے کا انتظام کرنا پڑ رہا ہوتا۔ یہ شہر کا لوگ اتنا سردی نہیں برداشت کرسکتا۔ ویسے وہ آدمی ضرور پاگل ہے۔"

"کیوں........؟" میں نے دلچسپی سے پوچھا۔

"میرا مغز لگ گیا۔ مجھ سے چینک کے بارے میں پوچھنے لگا۔ پھر بولا۔ یہ میرے کو پلا کر دکھاؤ اسے کدھر لے جارہے ہو۔ میں بتایا کہ فداخان نے خوست خان کے لئے بھیجا ہے یہ کیتلی میرے ہاتھ سے لے کر گرم گرم چائے ایک گھونٹ لیا اور سارا منہ جلالیا۔ میں بولا کہ آرام سے پیو کیتلی میرے ہاتھ میں دے کر منہ پیٹتا ہوا بھاگ گیا۔"

"شہر کا لوگ پاگل ہوتا ہے۔"

"ابھی تم چینک پیو میں چلتا ہوں۔" شہباز خان نے کہا اور میں نے گردن ہلادی۔

گرم چائے نے واقعی لطف دیا تھا میں نے ایک چھوٹی پیالی چائے پی تھی دماغ میں عجیب سا سناٹا محسوس ہوا اور پھر پلکیں جڑنے لگیں پھر چند لمحے بھی نہ گزرے تھے کہ ہوش حواس ساتھ چھوڑ گئے اور میں اسی جگہ اوندھا ہو گیا۔

دوسری صبح جاگا تو بستر پر تھا۔ میں کمبلوں سے ڈھکا ہوا تھا لیکن چائے کا برتن اور کیتلی اسی جگہ پڑی ہوئی تھی اور باقی چائے زمین پر گری پڑی تھی۔ گزری رات کے واقعات یاد آئے تو بری طرح اچھل پڑا۔ یہ کیا ہو گیا چائے میں کچھ تھا مگر مجھے بستر پر کس نے پہنچایا۔ چائے کا کیا چکر تھا اور اور.........

نہ جانے کیوں ذہن میں ایک چھناکا ہوا میری نگاہ بے اختیار اپنے بیگ کی طرف اٹھ گئی اور پھر میں نے بستر سے چھلانگ لگائی اور بیگ کھول کر دیکھا بیگ میں زنانہ میک اپ کا سامان بھرا ہوا تھا مجھے بری طرح چکر آ گیا کوئی لمبا کھیل ہو گیا تھا لیکن ایک تہہ کیا ہوا کاغذ بھی نظر آیا جسے میں نے بڑی بے صبری سے کھول کر دیکھا کاغذ پر لکھا تھا۔ اور تم جانتے ہو میری پھوکڑی میں کھوڑا ہے۔"

کچھ دیر تو حیرت سے منہ کھولے بیٹھا رہا۔ پھر ایک ٹھنڈی سانس لے کر بیگ بند کر دیا اور واپس بستر پر بیٹھا حالات پر غور کر رہا تھا اور صورت حال سمجھ میں آتی جا رہی تھی لیکن تھوڑا سا غصہ بھی آیا تھا۔ شہباز خان نے بتایا تھا کہ جب وہ میرے لئے چینک لے کر آ رہا تھا تو اسے مہمان یعنی حسن فیروز مل گیا تھا لیکن بے ہوش کرنے کے لئے اسے ایسی کیا چیز مل گئی جس نے مجھے پوری رات اتنا غفیل رکھا۔ پھر یہ غصہ خود بخود رفع ہو گیا۔ اس نے بہرحال نہ جانے مجھے کس طرح بستر پر پہنچایا ہو گا۔ اس کے بعد ایک اور خیال دل میں آیا اور میں نے بے اختیار اپنے سینے کو ٹٹول کر دیکھا وہ خط میرے پاس موجود نہیں تھا۔ اف خدایا اگر یہ عمل حسن کے علاوہ کسی اور نے کیا ہوتا تو کیا میں کرنل ہمایوں کو منہ دکھانے کے قابل ہوتا یہ تو ایک سبق تھا میرے لئے۔

بہرحال اب سوچنا اور فیصلہ کرنا تھا اور ابھی کوئی فیصلہ نہیں کر سکا تھا کہ دروازے سے ایک آواز سنائی دی۔ "مجھے یقین ہے ابھی تم نے ناشتا نہیں کیا ہو گا۔" زبان پشتو استعمال کی گئی تھی لیکن تلفظ بالکل غلط تھا میں نے ایک لمحے میں خود کو سنبھال کر پشتو زبان میں کہا۔

"یہاں میرے باپ کے ملازم نہیں ہیں جو مجھے اتنی صبح ناشتہ دے دیں گے۔" اتنی دیر میں حسن اندر آ گیا تھا۔

"دیکھو ہوش میں آجاؤ فدا خان سے صرف ایک جملہ پشتو میں پوچھ کر آیا ہوں اور راستے بھر یاد کرتا رہا ہوں۔ اب بھی ہوش نہ آئے تو پھر میری کھوپڑی خراب ہو جائے گی۔"

"نہیں ہوش میں آؤں گا تم سے جو کیا جائے کر لو۔" میں نے غصے سے کہا۔

"آخر کیوں.........؟" وہ بولا۔

"یہ بھی نہیں بتاؤں گا۔"

"میں پوچھتا ہوں آخر کیوں؟" وہ غرا کر بولا۔

"مجھے جہنم میں جھونک کر تم یہاں عیش کر رہے تھے۔"

"ہاں کر رہا تھا۔" وہ بھی جھلا کر بولا۔

"ٹھیک ہے کرتے رہو' مجھے کیا۔"

"میں نے کچھ مشورہ دیا تھا۔" وہ بولا۔

"کیا مشورہ؟"

"دادا جان کرنل جہانگیر کے باپ ہیں۔ یہ پورا خاندان خود غرضوں کا ہے۔ ان سے وفا کی امید رکھتے ہو' اپنا اُلو سیدھا کرنے کے لئے یہ سب کچھ کر سکتے ہیں۔"

"انہوں نے میرے ساتھ کچھ نہیں کیا۔" میں نے کہا۔

"تب پھر تم کیا یہاں بردکھاوے کے لئے آئے تھے؟" وہ جھلائے ہوئے لہجے میں بولا اور مجھے ہنسی آ گئی۔

"کیا کہوں اب تم سے۔"

"بے وقوف بناؤ مجھے۔ وہ رانا اختیار خلجی اچھی خاصی رقم دے رہا تھا تم ایماندار آدمی ہو۔ بددیانتی کیسے کرتے۔ ہائے کیا کیا نہ دیکھتے اس دنیا میں خوب آوارہ گردی کرتے' پہلے افغانستان پھر ایران' پھر ترکی اور اس کے بعد روم' استنبول اور......... اور......... اُف......... اُف۔"

"تم کبھی انسان نہیں بنو گے حسن فیروز۔"

"تمہیں یقین ہے اس بات کا۔" وہ آنکھیں نکال کر بولا۔

"کس بات کا؟"

"یہی کہ میں انسان نہیں بنوں گا۔"

"سنو......... دادا جان سے بددیانتی کا میں تصور بھی نہیں کر سکتا۔ اس بات کو ہمیشہ

ذہن میں رکھنا۔"

"کسی سے بھی تمہیں کچھ نہیں ملے گا۔ تم بھی یہ بات یاد رکھنا۔"

"مجھے میری اوقات سے زیادہ مل گیا ہے۔ مزید کچھ ملا تو وہ منافع ہوگا نہ ملا تو کوئی افسوس نہ ہوگا۔"

"فضول بکواس۔" وہ بولا۔

"یہ بیگ تم نے خالی کیا ہے۔"

"ہاں۔"

"اور وہ خط بھی تمہارے پاس ہے۔"

"ہاں۔"

"کہاں ہے.........؟" میں نے سخت لہجے میں کہا۔

"تمہارے بیگ کے نیچے.........!" وہ اطمینان سے بولا۔

"کیا.........؟" میں اچھل پڑا۔

"دیکھو لو........" اس نے کہا اور میں بے اختیار بیگ کے نیچے جھانکنے لگا۔ واقعی سب کچھ وہاں موجود تھا۔ میں نے ایک بار پھر سر پکڑ لیا تھا۔

"اور یہ میک اپ کا سامان کس کا ہے؟" آخر کار میں نے رو دینے والی آواز میں پوچھا۔

"رافیہ کا۔" وہ اطمینان سے بولا۔

"اللہ میرے گناہ معاف کرے۔ ارے میں بڑی مشکل سے یہاں پہنچا ہوں۔ مجھے یہاں کام کرنا ہے۔"

"پہلے یہ بتاؤ مجھ سے ڈرامہ کیوں کر رہے تھے۔"

"اس لئے کہ یہ ضروری تھا۔"

"کیوں ضروری تھا؟"

"میں بڑی مشکلات سے گزر کر یہاں آیا ہوں۔ ایک ایسے آدمی کی معرفت آیا ہوں جو بے حد خطرناک ہے۔ اس نے مجھے یہاں خوست خان کی حیثیت سے بھیجا ہے۔ یہاں میں اپنی اصلیت نہیں ظاہر کرسکتا تھا۔" میں نے جواب دیا۔

"میں سمجھ گیا تھا۔"

"خاک سمجھ گئے تھے۔"

"مگر رافیہ کو ابھی تک تم پر شک ہے۔ تم نے سوچا نہیں کہ میں نے بازو کے نشان کا چکر اسی لئے چلایا تھا اور بعد میں رافیہ کو یہ یقین دلایا تھا کہ میرے دوست کے بازو پر ایک قدرتی نشان تھا اور یہ شخص اس کا ہم شکل ہے۔"

"بعد میں تم نے ایسا کیوں کیا؟" میں نے سوال کیا۔

"اس لئے کہ پہلے سوچا ہی نہیں تھا۔" وہ پر اطمینان لہجے میں بولا۔

میں پریشان نگاہوں سے اس شیطان فطرت شخص کو دیکھنے لگا جس کی واقعی ابھی تک کوئی کل سیدھی نظر نہیں آئی تھی۔ کرنل جہانگیر نے درحقیقت ایک انسان کو پتا نہیں کیا بنا کر دنیا کے لئے چھوڑ دیا تھا' یہ عجیب وغریب شخصیت' ناقابل فہم تھی' میں نے کہا۔

"لیکن بہت سی باتیں میری سمجھ میں نہیں آئیں' جب تک تم میری تسلی نہیں کرو گے میں تمہیں چھوڑوں گا نہیں۔"

"تو پھر سمجھ لو کہ میں زندگی بھر تمہاری تسلی کرنے کے موڈ میں نہیں ہوں۔" اس نے جواب دیا اور میں حیرت سے منہ کھول کر اسے دیکھنے لگا۔

"کیا مطلب ہے تمہارا.........؟"

"تم خود کہہ رہے ہو کہ جب تک تمہاری تسلی نہیں ہوجائے گی' تم مجھے چھوڑو گے نہیں' تسلی ہوگئی تو چھوڑ دو گے' یہی کہہ رہے ہو نا تم اس میں کوئی غلط فہمی تو نہیں ہے نا میری۔ بھلا میں یہ کب چاہوں گا کہ تم مجھے چھوڑ دو۔"

"الفاظ سے کھیلنے کی کوشش مت کرو' واقعی اس وقت سچویشن تمہارے اپنے ہاتھ میں ہے اور تم نے یہ جو کچھ کر ڈالا ہے بس میں تم سے اس بارے میں کچھ کہنا نہیں چاہتا۔"

"اتنا اہم مسئلہ بھی نہیں ہے کہ تم مجھ سے کچھ کہے بغیر بے چین رہو' آخر پریشانی کیا ہے تمہیں' مجھے یہ بتاؤ۔"

"یار کمال کرتے ہو' ہر کام اٹھا کر رکھ دیا ہے اور کہہ رہے ہو کہ پریشانی کیا ہے' پریشانی نہیں ہوگی مجھے۔ اول تو یہ کہ تم یہاں نظر آرہے ہو' دوسری بات یہ کہ ہمارے کام الٹے سیدھے ہو کر رہ گئے ہیں میری عقل ہی میرا ساتھ نہیں دے رہی۔"

"عقل ہو تو ساتھ دے۔ اپنے آپ کو بڑا تیس مار خان سمجھتے ہو' حالانکہ تمہاری کھوپڑی میں مجھ سے بڑا کھوڑا ہے' پتا نہیں یار کیا شے ہو' کچھ سمجھ میں ہی نہیں آتا۔"

"ٹھیک ہے ٹھیک ہے کہے جاؤ' جو تمہارا دل چاہے کہے جاؤ' میں کب روک رہا

ہوں تمہیں۔"

"خدا کے بندے کوئی تو عقل کی بات کرو' اب یہ بتاؤ یہاں تم کس حیثیت سے پہنچے ہو' کیا تیر مار لو گے ہیں بولو......... کیا تیر مار لو گے یہاں.........!"

"معلومات کروں گا یہاں سے' جو کچھ کر کے آیا ہوں اس کے بارے میں تم سوچ بھی نہیں سکتے۔"

"ہاں ہاں سوچ سکتا ہوں سوچ سکتا ہوں' دادا جان نے ٹھیک ٹھاک بے وقوف بنایا ہے تمہیں' کیا کر کے آئے ہو چلو تبادلہ خیال ہو جائے اس سلسلے میں اندازہ ہو جائے گا کہ تم نے کیا کیا ہے اور میں نے کیا کیا ہے' چلو اس پر فیصلہ رہا۔"

اس نے اس طرح کہا کہ مجھے پھر ہنسی آ گئی۔ بالکل لڑاکا عورتوں کا سا انداز تھا۔ میں نے کہا۔

"اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ تم میرے بہت اچھے دوست' لیکن حقیقتاً کھسکے ہوئے ہو۔"

"اب دل نہ جلاؤ' میرے کھسکنے کی وجہ تم اچھی طرح جانتے ہو' کیا سمجھے۔ بتاؤ کیا صورت حال رہی۔"

"نہیں میں تو بس یوں سمجھ لو کہ ان علاقوں کی سیر کر کے آیا ہوں اس کے علاوہ اور کچھ نہیں کیا ہے میں نے۔"

"ہوں' تو بس یوں سمجھ لو کہ میرے پاس بقیہ کہانی موجود ہے اور اس میں کوئی ایسی ضرورت نہیں ہے جسے ہم کوئی آسمانی عمل کہہ سکیں اب پر سکون ہو جاؤ' میں تمہیں بتاؤں گا کہ تمام مسئلہ کیا ہے؟"

"اچھا یہ بتاؤ کہ یہ محترمہ رافیہ یہاں کہاں سے آمریں؟"

"سب کچھ کہانی ہی کا ایک حصہ ہے' کوئی ایسی اجنبی اور نئی بات نہیں ہے جس کے لئے تم بہت پریشانی کا اظہار کرو۔"

"آدھمکیں گی یہاں' میرا مطلب ہے کہ ہو سکتا ہے ان کا نزول ہو جائے۔"

"ہاں یہ بالکل صحیح اور عقل کی بات سوچی ہے تم نے چنانچہ بہتر یہ ہے کہ آؤ کچھ وقت کے لئے یہاں سے نکل چلیں' میں تمہیں کچھ لوگوں سے ملاؤں گا۔"

"لیکن میرا اس طرح نکل جانا کیا مناسب ہو گا۔"

"مطلب؟"

"بھائی مطلب یہ ہے کہ میں تو یہاں.........!"

"کیا مستقل نوکری کرنے آ گئے ہو' فضول باتیں کئے جا رہے ہو' آؤ میرے ساتھ بس چلے آؤ۔"

"او میرا یہ سامان؟"

"ہاں اسے ٹھیک کر لو' اس کے لئے میں منع نہیں کر رہا۔"

"اور میک اپ کے اس سامان کا کیا کروں؟"

"یہ رکھ لو' حنا کو تحفہ دے دیں گے خوبصورت چیزیں اور خاصی قیمتی بھی ہیں۔"

"کمال کرتے ہو' چوری کا الزام مجھ پر لگواؤ گے؟"

"چلو اس پر بھی لعنت بھیجو' واپس کر دیں گے یہ ساری چیزیں حنا کو میرا مطلب ہے رافیہ کو' لیکن تمہیں ہوش میں لانا ضروری ہو گیا تھا' ہوش ہی ٹھکانے نہیں تھے تمہارے اپنے آپ کو بڑا جاسوس اعظم سمجھ رہے تھے۔"

"چھوڑ یار بور مت کر' میں واقعی بڑے پریشان کن حالات کا شکار رہا ہوں۔"

"رہو گے ہمیشہ رہو گے' ارے دنیا میں ہر شخص صرف اپنا الو سیدھا کرتا ہے' چاہے وہ کرنل ہمایوں صاحب ہوں یا کرنل جہانگیر صاحب' دیکھو ایک بہت بڑا فلسفہ ہے' انسان جو کچھ کرتا ہے صرف اپنی ذات کی تسلی کے لئے کرتا ہے' اس میں محبت بھی شامل ہے اور وہ تمام جذبے شامل ہیں جنہیں طرح طرح کے نام دے دیئے گئے ہیں۔" حضرت مجنوں کیا چاہتے تھے۔ "صرف یہی نا بی بی لیلیٰ کو اپنے گھر لے آئیں۔" اور بس' آگے کیا کہوں الفاظ غلط ہو جائیں گے۔ یہی کیفیت دوسرے تمام افراد کی تھی' جنہوں نے شور مچا مچا کر الٹی سیدھی کہانیوں کی بنیاد ڈال دی' سب اپنے اپنے چکر میں تھے' دادا جان ہوں یا اور کوئی صاحب ہوں کوئی بھی ہو' مفہوم اور مقصد سب کا ایک ہی تھا۔"

"اب تم یہاں فلسفہ بگھارتے رہو گے یا۔"

"اچھا یہ بتاؤ کہ وہ خط کہاں ہے جو تم نے مجھے بے ہوش کر کے لے لیا ہے؟"

"کچھ نہیں...... کچھ بھی نہیں' کوئی حیثیت نہیں ہے اس خط کی' مجھے جو تفصیلات معلوم ہو چکی تھیں' وہ اس خط میں بھی درج ہیں' لیکن ایک چیز بڑی دلچسپ ہے اس میں۔ بعد میں سمجھاؤں گا۔"

"اس کا مطلب ہے تم نے اسے کھول لیا ہے؟"

"ہاں۔" حسن فیروز نے جواب دیا۔

"حالانکہ وہ کسی کی امانت تھی۔"

"دیکھو بکواس مت کرو، چلو یہ سارا سامان واپس بیگ میں رکھو، بیگ کندھے سے لٹکاؤ، یہ میک اپ کا سامان یہیں پلنگ کے نیچے پھینک دو، خط بھی اس کے ساتھ ہی پڑا ہوا ہے اور یہاں سے چلو میرے ساتھ۔"

"کک کہاں؟"

"جہنم کے چوبیس طبق ہیں۔"

"ٹھیک ہے چلو، اپنے گھر لے جارہے ہو تو مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے لیکن بعد کے حالات بھی تمہیں ہی سنبھالنا ہوں گے۔"

"او چل میرے بھائی اگر وہ آگئی تو پھر مصیبت میں گرفتار ہوجائیں گے اور اس کے بعد مجھے مت کچھ کہنا بہت تیز لڑکی ہے ہوش وحواس درست کرکے رکھ دے گی۔" آخر کار میں اس کے ساتھ باہر نکل آیا۔ پھر میں نے کہا۔

"چلو گے کہاں۔"

"بس ایک ایسی جگہ جہاں کے بارے میں تم سوچ بھی نہیں سکتے۔"

حسن فیروز کے بارے میں خیر اتنا اندازہ تو مجھے شروع ہی سے تھا کہ ایک ذہین انسان ہے اسے کچھ زیادہ معلومات حاصل ہوگئی ہیں۔ اس کا یہاں موجود ہونا، علی دانش کی گمشدگی اور پھر رافیہ کا یہاں پایا جانا، کچھ ایسا طلسمی ماحول ہوگیا تھا کہ خود میری عقل بھی میرا ساتھ نہیں دے پارہی تھی اور میں جلد از جلد یہ جاننا چاہتا تھا کہ اصل صورت حال کیا ہے، کوئی ایک بھی بات سمجھ میں نہیں آرہی تھی بہرحال میرا بیگ میرے ساتھ تھا اور ہم دونوں رحمان شاہ کی رہائش گاہ سے باہر نکل آئے تھے، وہ تیزی سے ایک جانب چل پڑا، پھر اس نے تقریباً دو فرلانگ کا راستہ طے کیا، اور ایک ایسی جگہ پہنچ گیا جہاں گھوڑوں کا اصطبل بنا ہوا تھا۔ یہاں ایک شخص چارپائی ڈالے لیٹا ہوا حقہ پی رہا تھا۔ حسن فیروز کو دیکھ کر پُرتپاک انداز میں کھڑا ہوگیا۔

"آؤ خان آؤ، کیا حال ہے تمہارا.........!"

"میں ٹھیک ہوں، سیر کرنے کو دل چاہ رہا ہے دو گھوڑے تیار کردو۔"

"گھوڑے تیار ہیں، بس زین لگائے دیتا ہوں۔" اس نے کہا، اور میں خاموشی سے حسن فیروز کی یہ کارروائی دیکھتا رہا، پھر حسن فیروز نے میری جانب دیکھ کر مسکراتے ہوئے کہا۔

"گھوڑے کی سواری میں کوئی دقت تو نہیں ہوتی۔"

"نہیں۔" میں نے سرد لہجے میں جواب دیا۔

"تو پھر آؤ، اس نے کہا اور ہم دونوں گھوڑوں پر سوار ہوکر چل پڑے، منزل نامعلوم تھی، لیکن میں جانتا تھا کہ یقیناً کوئی پُراسرار انکشاف کرے گا۔

میں نے اسے دیکھ کر کہا۔

کچھ تو کم از کم بتاؤ!"

"خاموش، انچارج میں ہوں۔" وہ مسکرا کر بولا اور میں ٹھنڈی سانس لے کر خاموش ہوگیا۔

جنگل میں ہم کافی دور نکل آئے تو میں نے حسن فیروز سے کہا۔

"تمہاری کوئی منزل بھی ہے یا پھر آج خودکشی کرنے کا ارادہ ہے۔"

"خودکشی کیوں؟" اس نے سوالیہ انداز میں مجھے دیکھا۔

"جگہ جگہ بورڈ لگے ہوئے ہیں کہ یہاں درندے موجود ہیں اپنی حفاظت کا بندوبست کرکے ان علاقوں کا سفر کیا جائے کیا یہ تمہاری نگاہ سے نہیں گزرے۔"

"لیکن اس کے باوجود یہاں چھوٹی چھوٹی بستیاں آباد ہیں اگر تم چاہو تو میں تمہیں ایک بستی کا نظارہ کراؤں۔"

"میرے بھائی یہاں کی بستیوں میں رہنے والے ان درندوں کو بھیڑ بکری سمجھتے ہیں کیونکہ انہوں نے اپنے تحفظ کے لئے جو بندوبست کئے ہوئے ہیں نا اس کی وجہ سے وہ درندے ان کی صورتیں دیکھ کر بھاگتے ہوں گے لیکن ہم شہری چوہے، اپنی اور ان کی کیا بات کرتے ہو۔"

"ہاں یہ بات تو ہے اچھا دیکھو یہاں سے کچھ فاصلے پر ایک چھوٹی سی عمارت ہے بس وہاں تک چلتے ہیں اصل میں اس عمارت میں بھوت رہتے ہیں اور میں انہیں تم سے ملانا چاہتا ہوں۔"

"چلئے اگر آپ کوئی ایڈونچر فرما رہے ہیں تو فرمایئے بھوتوں سے ملاقات کا مجھے کوئی شوق تو نہیں ہے لیکن اگر وہ آپ کے عزیز و اقارب ہیں تو ظاہر ہے مجھے ان کا احترام تو کرنا پڑے گا۔" جواب میں حسن فیروز نے بڑا زوردار قہقہہ لگایا تھا۔

"یار وہ ایسے عزیز ہیں میرے جو درحقیقت ناکارہ، نکمے بلکہ یوں سمجھو میرے باپ دادا کی مانند ہیں اگر کم از کم وہی مجھے لفٹ دے دیں اور ان میں سے کوئی میرا دوست بن

جائے تو تم سے ہزار درجے بہتر ہو گا۔"

"ہاں وہ تو میں سمجھتا ہوں ظاہر ہے تم نے مجھے یونہی فالتو گھاس ڈال دی ہے اور سوچا ہے کہ کچھ نہ ہونے سے ہونا بہتر ہے۔ اس سے زیادہ اگر میری کوئی حیثیت ہوتی تو شاید تم مجھے تمام باتیں بتانا پسند کرتے اب تو ظاہر ہے میں ایک ایسے دادا پوتے کے ساتھ ہوں جنہوں نے بہرطور مجھے اپنی سرپرستی میں لیا ہوا ہے مجھے اس کی خوشامد بھی کرنی ہے اور اس کے متعلقین کی بھی چنانچہ ٹھیک ہے۔"

حسن فیروز خاموشی سے سامنے دیکھتا رہا تھا پھر اس نے آہستہ سے کہا۔

"تمہارا شادی کا کیا ارادہ ہے۔" میں نے چونک کر اسے دیکھا لیکن میں نے اس کا کوئی جواب نہیں دیا تھا وہ کچھ لمحے میرے بولنے کا انتظار کرتا رہا پھر خود ہی بولا۔

"میری ضرورت تو پوری ہو گئی۔"

"کیا مطلب۔" میرے منہ سے بے اختیار نکلا۔

"کبھی کبھی تمہارے انداز بالکل بیویوں والے ہو جاتے ہیں نخرے کرنا' ناراض ہو جانا' شکایتیں کرنا میں نے بیویوں کو ابھی تک اسی رنگ میں دیکھا ہے اور یقین کرو تم سے انسیت کی کچھ وجوہات یہ بھی ہیں۔"

"عزیزی ذرا ہوش و حواس قائم رکھو تم نے شوہروں کو بیویوں کے ہاتھوں پٹتے دیکھا ہے کبھی۔"

"ایں!" وہ چونک پڑا۔

"دیکھا ہے؟"

"مم مطلب کیا ہے تمہارا۔" اس نے بوکھلانے کی اداکاری کی۔

"یہ نمونہ بھی میں تمہیں دکھا سکتا ہوں۔"

"کمینے آدمی ہو اور کوئی بات نہیں ہے۔" اس نے منہ بنا کر کہا۔

"کیا مجھے کمینہ کہہ رہے ہو۔"

"متضاد باتیں کرتے ہو اگر دل میں یہ خیال ہے کہ میں تمہیں اپنے آپ سے کوئی ہلکی شخصیت سمجھتا ہوں تو پھر تمہیں ایسے الفاظ ادا کرنے چاہئیں جیسے تم ادا کر رہے ہو۔" میں اس پاگل آدمی کو دیکھنے لگا نہ جانے کیا چیز تھی۔ یہ صحیح معنوں میں بقول اس کے میری پھوکڑی میں بھی کھوڑا کئے بغیر نہیں رہے گا اس کے بعد میں نے خاموشی اختیار کئے رکھی تھی وہ بھی کچھ روٹھا روٹھا سا ہی نظر آ رہا تھا اور پھر میں نے گھنے درختوں کے درمیان پانی

کی سیلن محسوس کی اور اِدھر اُدھر نگاہیں دوڑانے لگا تب میں نے اس ٹوٹی ہوئی عمارت کو دیکھا غالباً انگریزوں کے زمانے کا بنایا ہوا گیسٹ ہاؤس تھا جتنا فاصلہ طے کر کے ہم یہاں تک پہنچے تھے اس میں کم از کم ایسی کوئی صورت حال تو نظر نہیں آئی تھی جس سے یہ اندازہ ہو کہ اس علاقے میں کبھی کوئی آبادی ہو گی سب کچھ جنگلوں ہی پر مشتمل تھا۔ عمارت خاصی بوسیدہ حالت میں تھی اور اس میں اینٹوں کے ٹوٹے ہوئے ڈھیر جگہ جگہ نظر آ رہے تھے۔ عمارت اس قدر بدصورت اور ہیبت ناک تھی کہ اس کو دیکھ کر دل پر دہشت طاری ہوتی تھی گھوڑے پرسکون تھے اور اندر داخل ہونے کے بعد حسن اپنے گھوڑے سے اتر گیا تھا وہ نیچے اترا تو میں نے بھی اپنے گھوڑے کی پشت چھوڑ دی تب حسن نے کہا۔

"وہ سامنے اس دیوار میں گڑھے نظر آ رہے ہیں گھوڑوں کو ان سے باندھ دو۔" میں نے خاموشی سے اس کی ہدایت پر عمل کیا تھا عمارت کے سامنے والے حصے میں ایک چبوترہ سا نظر آ رہا تھا اور اس چبوترے سے تھوڑا سا آگے ایک برآمدہ بنا ہوا تھا۔ پوری عمارت پُراسرار اور ہیبت ناک کیفیت کی حامل تھی حسن نے کہا۔

"اس برآمدے کے نیچے بیٹھنے کے لئے جگہ بنالی ہے میں نے۔"

"تم نے؟" میں چونک کر بولا۔

"ہاں۔"

"اس کا مطلب یہ ہے تم یہاں آتے رہتے ہو۔"

"کئی بار آچکا ہوں اب تمہارے بارے میں تو کچھ نہیں کہہ سکتا لیکن مجھ جیسے پاگلوں کے لئے یہ جگہ ایک اچھا پاگل خانہ ہے جہاں انسان سکون کے ساتھ خود اپنے ذہنی علاج کے بارے میں سوچ سکتا ہے۔" میں نے کوئی جواب نہیں دیا اور خاموشی سے حسن کی صورت دیکھتا رہا برآمدے کے نیچے ہی ایک عمدہ جگہ صاف ستھری کر لی گئی تھی اور وہاں گھاس کا ڈھیر کچھ اس طرح ڈالا گیا تھا کہ اگر اس پر آرام کرنے کی کوشش کی جائے تو برا نہ لگے ایک پتھر کا ٹکڑا بھی وہاں رکھ کر اس کے اوپر بھی گھاس ڈال کر تکیہ بنا لیا گیا تھا اور یہ جگہ دیکھ کر مجھے ایک عجیب سا احساس ہوا تھا۔ اگر حسن اس ویرانے میں آکر اپنے آپ کو جیسا کہ اس نے کہا تھوڑا بہت ذہنی سکون دینے کی کوشش کرتا ہے تو اس کا مطلب ہے کہ اس کے اندر واقعی لاتعداد طوفان چھپے ہوئے ہیں اور یہ طوفان معمولی نوعیت کے حامل نہیں۔ ایسی جگہ جہاں انسان اپنی فطرت کھو بیٹھے وہاں وہ آکر آرام کرتا تھا اور یہ ایک خوفناک عمل تھا۔ چنانچہ مجھے فوراً ہی سنبھلنا پڑا اس شخص کو کسی بھی صورت میں نظر

انداز نہیں کیا جاسکتا تھا۔ چنانچہ میں نے اپنا رویہ تبدیل کرلیا البتہ اس طرح کہ اسے میری کسی گہری سوچ کا احساس نہ ہو میں نے بدستور ہونٹ بھینچتے ہوئے کہا۔

”جناب کیسے یہاں تشریف لانا ہوا اب بیان فرمانا پسند کریں گے۔“

”کہا ناں اس بھوت گھر میں تھوڑا سا وقت تمہارے ساتھ گزارنا چاہتا تھا۔“

”حسن تم میرے ساتھ زیادتی کر رہے ہو۔“

”غلط تو نہیں کہا تھا میں نے کہ تمہارا ساتھ ہونے کے بعد شادی کرنے کی ضرورت باقی نہیں رہتی تمام اقسام ٹل جاتی ہیں۔ اب کاش تم آئینے میں اپنی صورت دیکھ سکتے بالکل ایک روٹھی ہوئی بیوی محسوس ہو رہے ہو۔“

”نہیں یار حسن سچ کہہ رہا ہوں ساری باتیں اپنی جگہ کبھی کبھی پٹڑی سے اتر جاتا ہوں اس کے لئے جب تک مجھے معاف کرسکو تو معاف کردینا اور جب ناقابل معافی ہوجاؤں تو محبت سے نکال دینا کوئی ایسی بات نہیں ہے۔“

”بس ٹھیک ہے مجھے بھی ناراض ہونے کا حق ہے چنانچہ میں بھی ناراض ہو جاتا ہوں۔“ اس نے کہا۔

”ناراضگی کے دوران کیا خاموشی اختیار کرنی پڑے گی یا گفتگو کی جاسکتی ہے۔“

”نہیں گفتگو کی جاسکتی ہے۔“ اس نے مکمل سنجیدگی کے ساتھ کہا۔

”تو پھر یہ بتاؤ وہاں جنگل میں مجھے جہنم میں جھونکنے کے بعد تم اور علی دانش کہاں غائب ہوگئے تھے۔“ میں نے سوال کیا۔

”تمہیں جنگل میں جھونکنے کا منصوبہ میرا نہیں تھا یہ بات تم اچھی طرح جانتے ہو اور چونکہ تمہاری وجہ سے مجھے ان بڑے میاں سے بھی مکمل تعاون کرنا پڑ رہا تھا اس لئے میں نے علی دانش کو انکار نہیں کیا ورنہ مجال ہے کسی کی کہ مجھے میری مرضی کے خلاف کوئی کام کرنے پر مجبور کردے۔“

”پھر اس کے بعد کیا ہوا؟“ میں نے سوال کیا۔

”کچھ نہیں ہوا تمہیں سرحد پار کرانے کے بعد علی دانش مجھے لے کر چل پڑا ہم نے کچھ وقت ایک جگہ قیام کیا پھر علی دانش نے مجھے دادا میاں کا پیغام دیا اور کہا کہ میں رحمان شاہ کا مہمان بن کر اس کی رہائش گاہ پر پہنچ جاؤں اس کے لئے رحمان شاہ کو ہدایت دے دی گئی ہے اور بس خود علی دانش مجھے یہاں تک پہنچا کر غائب ہوگیا ہے۔ دادا جان اصل میں اس عمر میں بھی اپنے آپ کو بڑی پُراسرار شخصیت سمجھتے بھی ہیں اور ظاہر کرنے

کوشش بھی کرتے ہیں۔ چنانچہ یہ سلسلہ بھی کچھ ایسا ہی ہے بلاوجہ وقت برباد کر رہے ہ۔“

”خیر بلاوجہ تو نہیں کہا جاسکتا بہرحال اس کی تو جگہ جگہ تصدیق ہوچکی ہے کہ ثانیہ ی کو اغوا کیا گیا باقی اہل خانہ مل گئے لیکن ثانیہ خلجی نہیں ملی۔“

”جی ہاں آپ جیسے تجربے کار اور دادا جان کے تربیت یافتہ افراد یہی کہہ سکتے ہیں ن وہ جس کی پھوکڑی میں کھوڑا ہو اور جو کسی قابل ہی نہ ہو اس کا نظریہ اگر آپ جیسے روں سے مختلف ہو تو کیا فرق پڑتا ہے۔“

”مطلب؟“

”کوئی ضرورت نہیں ہے مجھ سے مطلب پوچھنے کی اور نہ ہی میں تمہیں اس کا طلب بتاؤں گا۔“ اس نے کہا۔

”رافیہ یہاں کب نازل ہوگئی۔“

”ہمارے پیچھے ہی پیچھے میرا مطلب ہے جیسے ہی میں یہاں پہنچا تو دوسرے دن ہی وہ اں آگئی میں رانا کا مہمان تھا۔“

”اس نے تمہیں دیکھ کر حیرت کا اظہار کیا یا تمہارے خیال کے مطابق وہ تمہاری اں آمد سے واقف تھی۔“

”کیا اعلیٰ تربیت ہے تمہاری‘ ہماری یہاں آمد کیا صیغہ راز میں ہے کوئی بات اگر ایک ن کو معلوم ہو تو کیا دوسری بہن کو معلوم نہیں ہوسکتی؟ رافیہ نے آتے ہی مجھ سے ہارے بارے میں پوچھا تھا اور میں نے کہا تھا کہ تم ہمیں چھوڑ کر چلے گئے ہو۔ یقین یں آیا تھا اسے اس بات پر اور کیا کہا جاسکتا ہے کہ اب بھی اسے اس بات کا یقین ہو یا نہ د کہ تم وہ نہیں ہو بلکہ کوئی پہاڑی آدمی ہو۔“

”ہوں تو اس کا مطلب ہے کہ معاملات واقعی بہت پیچیدہ ہیں۔“

”لڑاتے رہو پیچ لڑاتے رہو ظاہر ہے دادا جان کے ساتھ رہو گے تو یہی عیش رہیں گے۔“

”بہرحال میں اپنے باس کے خلاف کوئی بات سننا پسند نہیں کروں گا مسٹر حسن فیروز آپ اس بات کا خیال رکھئے گا۔“

”ٹھیک ہے بہت سی باتوں کا خیال رکھے ہوئے ہوں بس انتظار کرد کہ کب تک یہ یال رکھ پاتا ہوں جس دن پھوکڑی کے کھوڑے میں درد شروع ہوا تو اس دن دیکھ لوں گا

"تمہیں بھی اور تمہارے ان کرنل صاحب کو بھی۔" اس نے کہا اور مجھے بے اختیار ہنسی آگئی پھر میں نے رازدارانہ انداز میں پوچھا۔

"رافیہ کچھ زیادہ ہی تم سے متاثر معلوم نہیں ہوتی۔" اس نے مجھے گھور کر دیکھا اور پھر بولا۔

"کل پوچھنا کل' ابھی اتنی جلدی کیا ہے۔"

"کیا مطلب؟"

"حالانکہ میرے پیٹ میں درد ہو رہا تھا' تم دوست نہیں ہو میرے دشمن ہو دشمن' کیا تمہیں میرے پیٹ کے درد کا خیال نہیں رکھنا چاہئے تھا۔"

"پیٹ کا درد؟" میں نے تعجب سے پوچھا۔

"ابے میں تجھے اپنی محبت کے بارے میں بتانا چاہتا تھا معلوم ہے محترمہ رافیہ مجھ سے اظہار عشق کر چکی ہیں۔"

"کیا؟"

"ہاں۔"

"میں تمہاری فاتحہ نہیں پڑھ سکتا حسن فیروز!"

"کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ نہ میں تمہاری تدفین میں حصہ لے سکتا ہوں اور نہ تمہاری فاتحہ پڑھ سکتا ہوں۔"

"ہوگیا نا آخر۔" حسن فیروز پُرمسرت لہجے میں بولا۔

"کیا ہوگیا؟"

"کھوڑا' کھوڑا تمہاری پھوکڑی میں۔"

"نہیں جو کچھ میں کہہ رہا ہوں پاگل پن کے عالم میں نہیں کہہ رہا بلکہ سچائی سے بتا رہا ہوں تمہیں عشق اور رافیہ سے' اس خطرناک لڑکی سے جو صورت سے ہی بھیانک نظر آتی ہے۔"

"جل گئے نا آخر۔"

"میری جوتی جلتی ہے رافیہ جیسی لڑکیوں سے تم دس ہزار بار عشق کرو لیکن ایک بات بتائے دیتا ہوں عشق کرنے کے بعد جب یہاں سے واپس چلو گے نا تو رافیہ کا نام تمہاری زبان سے نہ سنوں' سمجھے!"

"یار کمال کر رہے ہو کچھ زیادہ آگے نہیں بڑھ گئے تم۔"

"بکواس نہ کرو کچھ آگے واگے نہیں بڑھا بہت سارے معاملات میں ڈھیل دے سکتا ہوں۔ دادا جان نے تمہاری ذمے داری مجھے سونپی ہے اس میں کوئی گڑبڑ برداشت نہیں کر سکتا۔" میں نے غرائی ہوئی آواز میں کہا۔

وہ حیرت اور دلچسپی کے عالم میں مجھے دیکھتا رہا پھر بے اختیار ہنس پڑا اور بولا۔

"ٹھیک ہے محترم چچا جان آپ کہہ رہے ہیں تو آئندہ اس بات کا دھیان رکھا جائے گا لیکن اس خادم کی کہانی بھی سن لیجئے۔"

"جی سنائیے۔"

"بھائی دادا جان کے ہی ایماء پر یہاں پہنچایا گیا تھا علی دانش یہاں چھوڑ کر بھاگ گیا۔ رحمان شاہ صاحب نے اچھے طریقے سے استقبال کیا تھا طریقہ کار جو بھی اختیار کیا گیا ہو مجھے پتا نہیں لیکن بہرحال انہیں میری آمد کا علم تھا۔ یہاں آنے کے بعد میں نے یہ سوچا کہ اب میں کیا کروں۔ اصل میں یہ کرنل صاحب جو ہیں نا یہ کرنل ٹو کے بھی باپ ہیں۔ ایسے الٹ پھیر اختیار کرتے ہیں کہ انسان خودبخود اپنی کھوپڑی سے آؤٹ ہو جائے۔ اب بھلا بتاؤ سولی پر چڑھا دیا پہلے وہ رانا بے اختیار کے پاس بھیج دیا اور رانا صاحب نے ایک ایسا اوندھا سیدھا چکر دیا جس کے بارے میں اگر تم خود کوئی اندازہ لگا سکے ہو تو مجھے بھی بتا دو تمہارے بال بچوں کا بھی احسان مند رہوں گا۔ پیچھے پیچھے یہ رافیہ بیگم آگئی بس ذرا سی شناسائی درکار ہوتی ہے جہاں تک عشق کا معاملہ ہے تو یار کسی پاگل آدمی سے اس کی توقع رکھتے ہو تم کہ وہ کسی سے سنجیدگی سے عشق کرے گا بس رافیہ صاحبہ اس کی خواہش مند تھیں کہ کوئی انہیں چاہے تو میں نے سوچا چلو انسان ہی انسان کے کام آتا ہے انہیں کچھ عرصہ کے لئے چاہنے لگو ویسے تمہیں ایک بات بتاؤں صاف ستھری طبیعت کا مالک ہوں فطرت انسان کے تحت اس کی جانب متوجہ ہوگیا ہوں وہ اصل میں اگر ایسا نہیں ہوتا نا تو یہ بائیں پسلی میں درد ہوتا ہے مطلب سمجھ گئے ہو گے انسان کی شخصیت میں یہ بائیں پسلی بڑی اہمیت رکھتی ہے اور عورت کی تخلیق یہیں سے ہوئی ہے! اور جب تک بائیں پسلی کا معاملہ نہ ہو انسان اس درد سے محفوظ نہیں رہ سکتا درد کا معاملہ ہے یار کم از کم اتنی رعایت تو دو۔"

"تمام تر اخلاقی حدود کے ساتھ۔"

"او بھائی اخلاق احمد دوسرے انسان کو بھی اس قدر پس ماندہ ذہنیت کا مالک نہ سمجھ لیا کرو بری بات ہے۔"

"کیا اب تک ہم نے کام کی ایک بات بھی کی ہے۔" میں نے کہا۔

"قصور میرا ہے؟" وہ آنکھیں نکال کر بولا۔

"یہاں تم صرف رافیہ کے ساتھ مٹر گشت کر رہے ہو یا اس کے علاوہ بھی تم نے کچھ کیا ہے۔"

"کیا ہے۔"

"کیا کیا ہے؟"

"حالات معلوم کئے ہیں۔"

"کیسے حالات؟"

"وہ حالات جو ہمارے کام آسکتے ہیں۔"

"مطلب؟"

"مطلب یہ کہ میں نے اس عمارت میں رہنے والوں کے بارے میں تفصیلات معلوم کی ہیں یہ بات تو تمہارے علم میں ہے کہ رحمان شاہ رانا اختیار خلجی کا سگا بھائی نہیں ہے۔"

"ہاں یہ بات میرے علم میں ہے۔"

"اور یہ بات تمہارے علم میں ہویا نہ ہو کہ رحمان شاہ کی اصل والدہ یہیں رہتی ہیں۔"

"یہ بات میرے علم میں نہیں ہے۔"

"رحمان شاہ شادی شدہ ہے اور تین خوبصورت لڑکیوں کا باپ ہے اور یہ تینوں لڑکیاں ہر طرح سے فیشن ایبل بھی ہیں شوخ و شریر بھی ہیں لیکن مغرور بہت زیادہ ہیں میں نے ہمیشہ ان کے گھاس کے گٹھڑ میں سے تھوڑی سی گھاس نکالنے کی کوشش کی لیکن کم بخت بڑی کنجوس نکلیں مجبوراً رافیہ ہی پر انحصار کرنا پڑا ویسے تمہیں یہ سن کر تعجب ہوگا کہ خود رحمان شاہ رافیہ کو بہت زیادہ پسند کرتا ہے اور ایک طرح سے اس سے تھوڑی سی محبت بھی کرتا ہے میرا مطلب ہے اپنے بچوں کی مانند۔"

"حیرت ہے حیرت ہے۔"

"اور کچھ۔" میں نے کہا۔

"وہ تو تم ہی بتاؤ گے۔"

"میں تمہیں جو کچھ بتاؤں گا دوست تم سمجھ لو کہ تمہاری کھوپڑی درست ہو جائے

گی۔" حسن نے اس انداز میں کہا تو میں اسے چونک کر دیکھنے لگا۔

"اچھا یہ بتاؤ کہ کیا ثانیہ کے بارے میں کچھ پتا چلا ہے۔"

"پہلے تم میرے سوالات کے جوابات دو۔"

"چلو ٹھیک ہے مجھ سے جو کچھ پوچھنا چاہتے ہو پوچھو۔"

"کہاں رہے اتنے دن۔"

"سرحد کی دوسری جانب دھکیل دیا گیا تھا وہاں وہ نہیں ہوا جو علی دانش نے کہا تھا۔"

"کیا مطلب؟" حسن چونک کر بولا اور میں اسے تفصیلات بتانے لگا پھر میں نے شروع سے لے کر آخر تک ساری کہانی حسن فیروز کو سنادی حسن فیروز کا چہرہ تصویر حیرت بنا ہوا تھا میرے خاموش ہونے کے باوجود بھی وہ دیر تک خاموش رہا پھر بولا۔

"قسم خدا کی مجھ سے زیادہ دلچسپ زندگی تو تم نے گزاری ہے پہاڑوں کی اس عجیب وغریب دنیا میں کیا انوکھی کہانیاں بکھری ہوئی ہیں کیا نام بتایا تھا تم نے جنگوش!؟"

"ہاں۔"

"اور اس کے بعد بدر جلال نے تمہیں جو حقیقتیں بتائیں وہ۔"

"بدر جلال بہت اچھا انسان ہے اور اگر تم چاہو تو گہرائیوں سے اس بات کی تصدیق کرسکتے ہو ویسے رحمان شاہ کی شخصیت تو بری نہیں ہے۔"

"شخصیتیں تو خیر بری نہیں ہوتیں لیکن انسان بعض معاملات میں مجبور ہوتا ہے لیکن اب یہ بتاؤ کہ ثانیہ کے اغوا کا چکر ہے کیا اور اس کے بارے میں معلومات کس طرح حاصل کی جائیں۔" حسن فیروز نے اس انداز میں کہا کہ میری بائیں آنکھ پھڑکنے لگی اور جب میری بائیں آنکھ پھڑکتی تھی تو مجھے یہ احساس ہوتا تھا کہ سامنے والا مجھے اندر سے کچھ ٹٹولنے کی کوشش کر رہا ہے میں نے اسے چند لمحے دیکھا اور پھر کہا۔

"میں جانتا ہوں حسن فیروز کہ اس سلسلے میں خاصی معلومات حاصل کرچکے ہو۔"

"کیا مطلب۔" وہ چونک کر بولا۔

"میں نے کہانا خاصا کام کرچکے ہو تم لیکن یہ ایک حقیقت ہے کہ میں ابھی تک کوئی معلومات حاصل نہیں کرسکا۔"

"تو پھر اس کا مطلب ہے کہ مجھے تم پر فوقیت حاصل ہے۔"

"اس سے انکار کون کرتا ہے۔"

"ارے واہ یہ ہوئی نا بات جب کوئی میری برتری کو قبول کرلیتا ہے تو پہلے تو مجھے حیرت ہوتی ہے پھر خوشی ہوتی ہے اب حیرت کے بعد مجھے خوشی ہو رہی ہے۔"

"چلو ٹھیک ہے' پہلے مجھے یہ بتاؤ کہ ثانیہ کا کچھ پتا چلا۔"

"سنو ثانیہ کا تو مجھے بالکل کچھ پتا نہیں چلا لیکن تمہارے بارے میں مجھے یہ علم ہوا کہ تم واقعی ایک بے وقوف انسان ہو۔"

"کیا مطلب؟"

"جب تم نے پشتو زبان بول کر اپنے آپ کو چھپانے کی کوشش کی اور مجھ تک سے اس بات سے منحرف رہے کہ تم میرے شناسا ہو تو پھر تم جانتے ہو کہ پھوکڑی کا کھوڑا دکھنے لگا اور جب پھوکڑی کا کھوڑا دکھنے لگتا ہے تو پھر میں وہ کرتا ہوں جو دوسروں کی سمجھ میں نہ آئے یا یہ سمجھ لو کہ اس کے بعد میں ہر طرح کا رسک لینے پر آمادہ ہوجاتا ہوں۔ تو جناب یہی ہوا میں تو پڑ گیا اس چکر میں کہ ذرا تمہاری اصلیت معلوم کروں۔ اصل میں پہلے تو میں نے یہی سوچا تھا کہ تم کچھ وقت کے بعد مجھے بتا دو گے کہ کیا قصہ ہے لیکن بعد میں مجھے یہ احساس ہوا کہ تم رافیہ ہی کو نہیں بلکہ اپنے آپ کو تسلیم نہ کرکے مجھے اور رافیہ دونوں کو ہی بے وقوف بنانے کی کوشش کر رہے ہو پھر میں نے سوچا کہ اندازہ تو لگانا چاہئے کہ چکر کیا ہے۔ غصہ بھی تھا تم پر اور یہ سوچا تھا کہ تمہیں تھوڑی سی سزا بھی دلوائی جائے اس بات کی اور رافیہ کے میک اپ کا سامان تمہارے پاس سے برآمد کراکے رافیہ کو تمہارے پیچھے لگا دیا جائے لیکن خیر وہ ایک الگ بات تھی یار کیا انسان کو اتنا ہی احمق ہونا چاہئے جتنے کہ تم ہو۔"

"پتا نہیں اب ایک احمق اس بات کا اندازہ کیسے لگا سکتا ہے۔" میں نے کہا۔

"ان محترمہ نے تمہیں ایک خط دیا تھا۔"

"کن محترمہ نے؟"

"سلمٰی خلجی کی بات کر رہا ہوں۔"

"ہاں۔"

"کیا کہا تھا تم سے انہوں نے اس خط کے بارے میں۔"

"یہ کہا تھا کہ اگر ثانیہ کہیں سے دستیاب ہوجائے تو یہ خط اسے دے دیا جائے ہمیں اسے اپنے ساتھ لانے میں آسانی ہوگی۔"

"اور آپ نے اس بات کو اپنا ایمان بنالیا۔"

"مطلب؟"

"مطلب یہ کہ وہ خط آپ نے کھول کر نہیں دیکھا۔"

"اس کے لئے اس نے منع کیا تھا۔"

"ہوں یعنی یہاں تم یہ ثابت کر رہے ہو کہ ابھی تمہاری تربیت میں خاصی کمی رہ گئی ہے۔"

"مزید وضاحت کرو۔" میں نے کہا۔

"لو خود پڑھ لو۔" اس نے کہا اور خط نکال کر میری جانب بڑھا دیا لفافہ کھلا ہوا تھا میں نے حیرت سے اسے دیکھا اور بولا۔

"یہ بات تو میرے علم میں آگئی تھی کہ وہ خط تو تم نے غائب کردیا ہے لیکن تم نے اسے کھول بھی لیا۔"

"جی ہاں کھولنے کے لئے ہی غائب کیا تھا میں نے۔"

"کیا یہ غیراخلاقی حرکت نہیں ہے۔"

"بھئی میں کہہ چکا ہوں بھائی اخلاق احمد صاحب کہ آپ اپنے اخلاق کو صرف اپنی جیب میں رکھئے میں تو ایک آوارہ گرد آدمی ہوں جس میں اخلاق وغیرہ کی کوئی گنجائش نہیں ہے چنانچہ مجھے ان چکروں میں نہ ڈالا کریں آپ کا سامان دیکھنے کے بعد مجھے یہ اندازہ ہوگیا کہ آپ جو بدمعاشی کر رہے ہیں وہ خالص بدمعاشی ہے حقیقت نہیں تو پھر مجھے اس خط کا خیال بھی آیا تو میں نے سوچا کہ سزا دی جائے تو مکمل ہی دی جائے۔ جب وہ چائے رہا تھا تو میں نے اس کا ایک گھونٹ پی کر دیکھا تھا تو یقین کرو اب بھی حلق میں چھالے پڑے ہوئے ہیں لیکن اگر ایسا نہ کرتا تو بے ہوشی کی وہ دوا تمہاری چائے میں شامل نہیں کرسکتا تھا جو میری معاون ہوتی اور اس کے بعد میں تمہارے سامان کی تلاشی وغیرہ لے سکتا تو خیر اس کے بعد میں نے یہ خط بھی حاصل کیا اور اسے کھول کر دیکھ لیا سمجھ رہے ہیں نا آپ اب مان جائیے برا اور بگاڑ لیجئے میرا جو بگاڑا جاسکے۔"

"تو تم نے اسے پڑھ لیا۔"

"پڑھ لو پڑھ لو اس موضوع پر کوئی بات نہیں کروں گا۔"

"ہوں۔" میں نے کہا اور خط کے اندر سے پرچہ نکال لیا لیکن اس کے بعد واقعی یہ احساس ہوا کہ بڑی غلطی ہوگئی مجھ سے' یہاں مجھے حسن فیروز کے الفاظ ہی مناسب معلوم ہوئے تھے بہرحال میں نے خط پڑھنا شروع کیا لکھا تھا۔

"عزیزم! تمہیں کیا کہہ کر مخاطب کروں یہ میری سمجھ میں نہیں آرہا۔ انسان کی فطرت میں کچھ کمزوریاں ہوتی ہیں اور ان کمزوریوں کا کوئی پس منظر بھی ہوتا ہے چنانچہ میرا وقار' میری حیثیت اور میرا مرتبہ تمہیں وہ کہہ مخاطب کرنے کی اجازت نہیں دیتا جو میرے ذہن میں تمہارے لئے آسکتا ہے' اس لئے صرف انہی الفاظ پر گزارہ کرکے میں تمہیں مخاطب کررہی ہوں تم بالکل صحیح کررہے ہو انسان اگر فرشتہ بننے کی کوشش کرے تو یہ اس کے لئے ممکن نہیں جس مقصد کے لئے تم یہاں تک آئے ہو بلائے گئے ہو یا بھیجے گئے ہو اس کے بارے میں کچھ کہنا بے مقصد ہی ہے۔ تم نے محسوس کیا ہو گا کہ ایک ماں ہونے کے باوجود میں نے اپنی بیٹی کی تلاش کے سلسلے میں تمہاری مدد کو زیادہ خوشی سے قبول نہیں کیا یا اس سلسلے میں اپنے پرجوش ہونے کا مظاہرہ نہیں کیا عقل مند کے لئے اشارہ ہی کافی ہوتا ہے لیکن تمہاری بھی عقلمندی تسلیم کرتی ہوں کیونکہ تمہارے ذہن میں جو کچھ ہے وہ بھی غلط نہیں ہے۔ اپنا مقصد پورا کرنے کے بعد ظاہر ہے تم اس کا معاوضہ حاصل کرو گے اور تمہارا یہاں تک آنے کا معاملہ اسی نوعیت کا ہے یہ تو ہر شخص کی کوشش بھی ہوتی ہے اور ضرورت بھی بھلا کون اس سے انکار کرتا ہے میں بھی نہیں کرتی لیکن بعض معاملات میں کسی سے تعاون کرنا کبھی کبھی مجبوری بن جاتی ہے اور ان مجبوریوں کی بھی اقسام ہوتی ہیں تم رانا اختیار خلجی کے کہنے پر کچھ کرنے کے لئے نکل رہے ہو وہ بڑی مشکل نوعیت کا حامل ہے۔ اصل میں ساری تفصیلات تو میرے علم میں نہیں ہیں لیکن کچھ ایسی الجھنیں ہیں جن کی بنا پر میں اتنا تو ضرور جانتی ہوں کہ ثانیہ کو حاصل کرنا ذرا مشکل کام ہے۔ تم کوشش کررہے ہو کرلو ہاں اگر ثانیہ مل جائے تو دیکھو میں تمہیں سمجھانے کی کوشش کررہی ہوں اگر تم اسے سمجھانے کی کوشش میں کامیاب ہو جاؤ تو اسے اپنے ساتھ لے آنا یعنی وہ صرف اپنی مرضی سے ہی آسکے گی کیسے؟ اس کی تفصیل میں تمہیں نہیں لکھ سکتی ہاں ایک بات ضرور کہہ سکتی ہوں تم سے اور اسے میری طرف سے اپنی تمام تر کاوشوں کا معاوضہ سمجھ لو وہ یہ کہ اگر ثانیہ کو سمجھانے کی کوشش میں ناکام رہے اور وہ نہ سمجھے تو پھر خود کوئی کوشش کرکے اپنی زندگی نہ کھو دینا اور خاموشی سے اپنے آپ کو بچا کر وہاں سے نکل آنا یہ تمہارے حق میں نہایت بہتر رہے گا اور اس مشورے کو میری طرف سے اپنے لئے مشورہ سمجھ لو خدا کرے تم عقل سے کام لے کر یہ خط اس وقت سے پہلے کھول لو جب تم پر کوئی مشکل پڑے۔ بس اس سے زیادہ تم جیسے خوبصورت اور شاندار نوجوان کی میں کوئی مدد نہیں کرسکتی۔ یہ تحریر اس لئے میری ہے کہ

یہ خط میں نے تمہیں اپنے ہاتھوں سے دیا ہے لیکن اگر تم اسے میرے خلاف استعمال کرنا چاہو تو تم یقین کرو کہ میری پوری اس رہائش گاہ میں تمہیں ایک بھی شخص ایسا نہیں ملے گا جس کی تم یہ تحریر ثابت کرسکو اور یہ کہہ سکو کہ یہ میں نے تمہیں لکھوایا ہے سمجھ رہے ہو نا تم اگر اس سے بڑا ایثار اس سے بڑا کوئی احسان کسی نے تمہارے اوپر کیا ہو تو تمام حالات سے واقف ہونے کے بعد مجھے اس کے بارے میں ضرور بتا دینا میرے خیال میں تمہاری سب سے بڑی ہمدرد میں ہی نکلوں گی نام لکھنے کا کیا سوال پیدا ہوتا ہے۔"

یہ اس خط کی تحریر تھی اور صحیح معنوں میں اس نے مجھے ہلا کر رکھ دیا تھا بات بالکل سمجھ میں نہیں آئی تھی بے شک خط میرے لئے تھا اور جس شخصیت نے لکھا تھا اس کا سوچنا بھی غلط تھا بھلا کسی پُراسرار تحریر کو نہ پڑھنا کیا معنی رکھتا ہے خاص طور پر ایسی شکل میں جب اسے عجیب وغریب انداز میں کسی کے حوالے کیا گیا ہو۔ میں ہونق نگاہوں سے حسن فیروز کو دیکھنے لگا حسن فیروز لاپرواہی سے سامنے والی دیوار کو تک رہا تھا۔ پھر کچھ لمحے تک خاموش رہنے کے بعد اس نے کہا۔

"جی جناب کیا فرماتے ہیں اس سلسلے میں؟"

"یار بڑا مسئلہ بن گیا ہے۔"

"میں نے تو پہلے بھی کہا تھا کہ یہ دادا جان جو ہیں نا بڑی غلط شخصیت کے مالک ہیں کسی وقت بھی کوئی بڑا نقصان پہنچا سکتے ہیں ان کے فریب میں آنا بس سمجھ لو اپنی جان کو کھو دینے کے مترادف ہے۔ رانا اختیار خلجی اچھی خاصی رقم دے رہا تھا اسے وصول کرتے اور بس یہاں سے نکل چلتے زندگی گزارنے۔ اب تمہیں اس کا شوق نہیں ہے تو میں کیا کروں۔" میں سنجیدگی سے اس کی صورت دیکھنے لگا پھر میں نے کہا۔

"ہاں حسن فیروز مجھے واقعی اس کا شوق نہیں ہے میں بے شک اپنی حیثیت سے کئی ہزار گناہ اچھی زندگی گزار رہا ہوں ارے میں تو سڑکوں کی کھدائی کرنے کے لئے یہاں پہنچا تھا۔ تم لوگوں نے مجھے عزت و آبرو کی زندگی دی ہے۔ میں تو ہر قیمت پر تم سے وفاداری قائم رکھنا چاہتا ہوں چاہے وہ تم ہو حسن فیروز میں تمہارے بھی کسی مفاد کے خلاف کام نہیں کرسکتا اور معاف کرنا حویلی میں جو کوئی بھی موجود ہے یہاں تک کہ وہ خاتون بھی جن کے ہاتھوں تمہیں تکلیف اٹھانا پڑی ہے صرف اس رشتے سے میں اس کا احترام کروں گا کہ وہ دادا جان کے بیٹے کی بیوی ہیں۔"

"جذباتی ہو گئے کمال ہے یار اچھا میرے بھائی' ٹھیک ہے اس وقت تھوڑی دیر کے

لئے انچارج تم ہو اس عہدے کے یہ چند لمحات دوستی کے حوالے سے تمہارے سپرد کئے اب یہ تو بتاؤ کرنا کیا ہے۔" حسن فیروز نے کہا میں اسے گھور رہا تھا لیکن آہستہ آہستہ میں نے خود کو نارمل کرلیا اور اس کے بعد کہا۔

"صرف وہ کرنا ہے جس سے حقیقت حال معلوم ہوسکے اور اس کے لئے میرا خیال ہے کہ تم نے کام کرلیا ہے۔"

"کیا کیا؟" حسن فیرز نے آنکھیں پھاڑ کر مجھے دیکھا۔

"ہاں تم نے صحیح کام دکھا دیا ہے۔"

"اچھا میں بھی کوئی کام دکھا سکتا ہوں۔"

"دکھا سکتے کیا دکھادیا ہے۔"

"تو بتا دو نا پیارے بھائی۔"

"عشق کرنے کے کتنے گُر آتے ہیں تمہیں۔"

"خخ' خدا کی قسم ایک بھی نہیں آج تک کسی کو متاثر کرنے میں کامیاب نہیں ہوسکا اگر کسی کو خود ہی مجھ سے کوئی غرض ہوئی تو اسے تھوڑی سی گھاس کھلا دی اور اس کے بعد گھاس کی ٹوکری اٹھا کر لے گیا حالانکہ زندگی بھر کوششیں کی ہیں مگر بعد میں یہی محسوس کیا کہ یار اپنی یہ بوتھی جو ہے نا یہ اس قابل نہیں ہے۔"

"خیر اب ایسا بھی نہیں' ڈراما کررہے ہو میرے سامنے۔"

"نہیں کررہا۔"

"اچھا یہ بتاؤ محترمہ رافیہ کس پائے کی خاتون ہیں۔"

"دو پائے کی خاتون ہیں میرا مطلب ہے دو پاؤں ہیں ان کے۔"

"کتنی چالاک ہیں؟"

"میرا خیال ہے بہت زیادہ۔"

"تم نے جو ان کی یہ قربت حاصل کی ہے اس میں تمہارے اپنے خیال کے مطابق کتنے فیصد کامیابی ہوئی ہے۔"

"ایک بات بتاؤں تمہیں یہ قربت میں نے نہیں حاصل کی بلکہ وہی چار سو بیسی کر رہی ہے۔ اب اس خط کے حوالے سے تمہیں بھی اس بات پر شبہ نہیں ہونا چاہئے کہ بی بی جان پیچھے لگی ہوئی آئی ہیں اور شاید اپنی بہن ہی کی بھیجی ہوئی ہیں لیکن اس سلسلے میں کچھ پُراسرار شواہد بڑی اہمیت کے حامل ہیں۔"

"مثلاً؟"

"مثلاً یہ کہ رحمان شاہ کا اس سلسلے میں کیا کردار ہے کیونکہ بنیادی طور پر یہ بات یہیں سے خراب ہوتی ہے رحمان شاہ اس معاملے میں ذرا گڑبڑ آدمی ہے بظاہر ایک اچھی شخصیت کا مالک لیکن........"

"تمہیں یہ معلوم تو ہوچکا ہے یعنی میں بتا چکا ہوں کہ رحمان شاہ کا رابطہ کچھ لوگوں سے ہے۔ وہ لوگ رحمان شاہ کو اس کے عہدے اور اس کے منصب پر فائز رکھنے کے لئے درختوں اور جنگلوں کی نگہداشت کرتے ہیں اور رحمان شاہ کی سرکاری ڈیوٹی یہی ہے اس کے علاوہ رحمان شاہ انہیں راستے دیتا ہے اور سرکاری طور پر یہاں کے حالات کو پرسکون قرار دیتا ہے تاکہ وہ لوگ بھی اپنا کام کرتے رہیں پوست وادی کا بہت سا کاروبار اسی انداز میں چل رہا ہے اور کام بخوبی ہورہا ہے لیکن مجموعی طور پر رحمان شاہ کا تاثر برا نہیں ہے یعنی خود اس نے پوست کا کاروبار شروع کردیا بس یہ ذرا عجیب معاملہ ہے۔"

"اور یہ بھی بتا چکے ہو تم کہ تاوان وغیرہ کی کوئی رقم ادا نہیں کی گئی اور باقی سارے معاملات بھی۔"

"ہاں بالکل۔"

"تو ہوسکتا ہے رحمان شاہ کو اس بارے میں معلومات حاصل ہوں۔"

"اس بات کے امکانات ہیں۔"

"یہاں کوئی بھی شخصیت ایسی نہیں ملتی جو کارآمد ثابت ہوسکے۔"

"نہیں ایک شخصیت ہے۔" میں نے کہا۔

"کون۔" وہ چونک کر بولا۔

"رافیہ۔" میں نے جواب دیا اور وہ اچھل پڑا۔

"ارے۔ بب باپ رے۔" اس نے بوکھلائی ہوئی آواز میں کہا۔

"کیوں؟"

"تت........ تمہارا مم........ مطلب ہے کہ........"

"ہاں میرا یہی مطلب ہے۔"

"مگر کیسے؟"

"وہی تو میں تم سے پوچھ رہا تھا کہ کس ڈگری تک کا عشق کرسکتے ہو۔"

"بھائی اس عشق کے سلسلے میں تو میٹرک پاس بھی نہیں ہیں تم پتا نہیں کہاں تک کی

بات کر رہے ہو۔"

"تو کوشش کرو۔"

"استادی کرلو۔"

"کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ کیا تمہیں اس سلسلے میں کوئی تجربہ ہے۔"

"کیا تمہیں یہ سوال کرتے ہوئے ذرا بھی میرے ماضی کا خیال نہیں آتا۔"

"کیا مطلب۔"

"مطلب یہ کہ جس حیثیت کا میں مالک ہوں کیا اس حیثیت کا کوئی انسان ایسے مواقع رکھتا ہے۔"

"یار اب ایسی بات مت کرو پہاڑوں کی حسین وادیوں میں محبت کے ایسے ایسے حسین پھول کھلتے ہیں جن کی داستانیں تاریخ کا حصہ بن جاتی ہیں اور پھر تم ایک خوب صورت آدمی ہو۔"

"بہرحال اتفاق کی بات ہے کہ کسی خوبصورت پھول نے مسکرا کر میری جانب نہیں دیکھا اور نہ ہی مجھے ایسا تجربہ ہے۔"

"خیر تمہارا مطلب یہ ہے کہ رافیہ ہمارے لئے کار آمد ہو سکتی ہے۔"

"سو فیصدی۔"

"کیسے؟"

"اس کے ساتھ رابطے بڑھاؤ اور اس سے معلومات حاصل کرو۔"

"ہوں چلو ٹھیک ہے اگر تم کہتے ہو تو ایسا کر لیتے ہیں۔"

"بس فی الحال ہمارے پاس یہی ایک ذریعہ ہے اگر اس میں کامیاب نہ ہو سکے تو کچھ اور دیکھیں گے۔" میں نے کہا پھر بولا۔

"اور اب واپسی کا پروگرام بناؤ کہیں ایسا نہ ہو کہ مجھے میری ڈیوٹی سے غیر حاضر سمجھ لیا جائے اور نوکری سے نکال دیا جائے۔"

"چلو کسی کی بھی پھوکڑی میں کھوڑا ہو سکتا ہے۔" حسن فیروز نے کہا اور اس کے بعد ہم واپس چل پڑے یہ بالکل اتفاق تھا کہ جب میں اور حسن فیروز گھوڑوں پر سوار کوٹھی سے اندر داخل ہوئے تو رحمان شاہ بالکل سامنے ہی رائفل تانے کھڑا ہوا تھا۔ اس نے ہم دونوں کو دیکھا خاموش رہ کر ہمیں دیکھتا رہا ایک لمحے کے لئے ذرا کچھ خوف سا دل

میں بیدار ہو گیا تھا لیکن پھر رحمان شاہ کے ہونٹوں پر مسکراہٹ دیکھ کر جان میں جان آئی ہم لوگ گھوڑے سے اتر گئے رحمان شاہ نے مسکرا کر میری جانب دیکھا اور بولا۔

"گھوڑے کی پیٹھ پر بیٹھ کر آگے بڑھتے ہوئے ایسا لگتا ہے جیسے تم ایک شاندار گھڑ سوار بھی ہو۔" میں خاموشی سے نیچے اتر گیا تھا ایک ملازم نے آکر دونوں گھوڑوں کی لگامیں سنبھالیں تو رحمان شاہ نے کہا۔

"نہیں، کوئی خاص بات نہیں ہے لیکن شاید ایک یا ڈیڑھ ہفتے کے بعد ہمیں ایک سفر کرنا ہو گا یہ سفر گھوڑے کے ذریعے کیا جائے گا۔ میرا مطلب ہے میں اور میرے ساتھ چند افراد گھوڑوں پر جائیں گے خوست خان تم بھی ہمارے ساتھ ہی رہنا میں یہ سوچ رہا تھا کہ کسے اپنے ساتھ اپنے خاص آدمی کی حیثیت سے رکھوں میری یہ مشکل دور ہو گئی جاؤ آرام کرو۔" وہ آگے بڑھ گیا ہم دونوں کی ہی جان میں جان آئی تھی حالات حالانکہ ابھی تک ہمارے موافق تھے اور کوئی ایسی مشکل درپیش نہ ہوئی تھی جو باعث پریشانی ہوتی رحمان شاہ کو مجھ پر کوئی شبہ نہیں ہوا تھا لیکن اصل مسئلہ یہ نہیں تھا اصل مسئلہ تو یہ تھا کہ ثانیہ خلجی کے بارے میں معلومات کہاں سے حاصل کی جائیں کیسے پتا چلے کہ وہ کہاں ہے ابھی تک اس سلسلے میں کوئی مؤثر نشاندہی نہیں ہو سکی تھی اور میں یہ سوچ رہا تھا کہ ہم زیادہ سے زیادہ کتنا وقت برباد کر سکتے ہیں۔ اصل میں بات تو وہی تھی نا کہ حسن فیروز کو اس سے کوئی دلچسپی نہیں تھی کہ ثانیہ خلجی ملتی ہے یا نہیں اور بھی باقی کوئی ایسی شخصیت نہیں تھی جو میری رہنمائی کر سکے یعنی وہی ایک مسئلہ درپیش تھا کرنل ہمایوں نے جو کچھ مجھے سکھایا تھا بس وہ اس کا امتحان چاہتا تھا اور مجھے واقعی بڑی مشکل درپیش آرہی تھی ایک چھوٹا سا مسئلہ ہی حل نہیں ہو پا رہا تھا لیکن یہ اندازہ تو ضرور ہو گیا تھا کہ رحمان شاہ اس سلسلے کی کوئی نہ کوئی کڑی ضرور ہے اور جہاں تک محترمہ سلمٰی خلجی کا معاملہ ہے وہ بھی کوئی اونچی ہی چیز ہے میرے لئے اپنے خط میں انہوں نے جو ہدایت نامہ بھیجا تھا وہ اپنے طور پر بڑی عجیب حیثیت کا حامل تھا اور اس کے بارے میں غور کر کے معاملہ اور زیادہ پیچیدہ ہو جاتا تھا۔ ہاں حسن کا جہاں تک معاملہ تھا وہ بڑی سعادت مندی کے ساتھ آگے بڑھ رہا تھا اور اس کا زیادہ وقت رافیہ کے ساتھ ہی صرف ہوتا تھا اصل میں رافیہ خود بھی سنکی قسم کی لڑکی تھی اور دنیا بھر کو نظرانداز کر کے وہ حسن کے ساتھ مصروف تھی میں نے موقع ملنے پر حسن سے پوچھا۔

"یار ایک بات بتاؤ حسن۔"

"زبان سنبھال کر بات کرو یہ یار کیا ہوتا ہے؟ انچارج ہوں میں تمہارا' باس کہہ کر بات کرو اور آج کل تو جو کام میں کر رہا ہوں تم اس کی اہمیت کو نہیں سمجھتے نہ جانے کیسی کیسی مشکلات کے ساتھ اس پری کو شیشے میں اتارنے کی کوشش کر رہا ہوں ویسے یار ایک بات بتاؤ وہ شیشہ کون سا ہوتا ہے جس میں کسی کو اتارا جاتا ہے۔ آج تک لوگ جنات کو بوتل میں بند کرتے چلے آئے ہیں پہلی بات تو یہی میری سمجھ میں نہیں آئی کہ کسی بے چارے جن کو آخر بوتل ہی میں کیوں بند کیا جاتا ہے۔ بھائی بند کرنے کے لئے بہت سی جگہیں ہوتی ہیں یہ بوتل کا ہی انتخاب خاص طور سے کیوں کیا گیا ہے؟"

"تم سنجیدگی سے میری بات نہیں سنو گے۔"

"مسٹر گل مراد آپ ایک بار پھر پٹری سے اتر رہے ہیں میں کہتا ہوں کہ انچارج میں ہوں مجھ سے ادب و احترام سے گفتگو کرو۔"

"دیکھو میں بھی الٹے دماغ کا پہاڑی ہوں کسی وقت بھی کھوپڑی گھوم گئی تو پھر بلاوجہ ہی چکر پڑ جائے گا۔"

"کمال ہے یار اپنی پرسنیلٹی ہی ایسی ہے کہ کوئی کم بخت رعب ہی میں نہیں آتا کہئے جناب کیا فرما رہے تھے آپ۔"

"سب کچھ تو بھلا دیا ہے تم نے مجھے۔"

"تو پھر جائیے یاد کر کے آیئے۔"

"یہ بتاؤ رافیہ سے کیا چکر چل رہا ہے۔"

"ابے ننگی ننگی باتیں کرتے شرم نہیں آتی۔" حسن فیروز نے مجھے گھورتے ہوئے کہا اور میں آنکھیں بند کر کے گردن ہلانے لگا۔

"نہیں تم برے آدمی نہیں ہو یہ بات میں اچھی طرح جانتا ہوں۔"

"کیا واقعی؟" حسن فیروز خوشی سے آنکھیں نکال کر بولا۔

"ہاں بالکل۔"

"تمہارے خیالات میرے بارے میں کتنے اچھے ہیں۔"

"تم ہو ہی اچھے آدمی۔"

"جیتے رہو' جیتے رہو کہو مجھ سے کوئی کام ہے۔"

"یہ بتاؤ رافیہ کو کس حد تک کھولنے میں کامیاب ہو سکے ہو۔"

"پھسپ پھر' پھر پھر........"

"ابے اس سے کیا معلوم کر چکے ہو اس سے اب تک۔"

"آہستہ آہستہ' آہستہ آہستہ ویسے میں تمہیں بتاؤں ہے کوئی چکر ضرور محترمہ ہمارے پیچھے ہی پیچھے لگی ہوئی یہاں آئی ہیں اور پھر وہ سلمیٰ خلجی' یار غضب کی ہیں دونوں بہنیں ویسے جہاں تک میرا خیال ہے اگر ذرا صحیح طریقے سے معلومات کرائی جائیں تو یقینی طور پر ان محترمہ رافیہ خلجی یعنی میرا مطلب ہے کہ رافیہ کی پھوکڑی میں بھی کوئی نہ کوئی چھوٹا موٹا کھوڑا نکل آئے گا۔"

"کیوں؟"

"بس عجیب وغریب انداز کی لڑکی ہے چلتے چلتے پٹری سے اتر جاتی ہے۔"

"تم سے عشق کر رہی ہے۔"

"نہیں کر رہی یہی تو تعجب کی بات ہے۔"

"تو پھر کیوں جھک مار رہی ہے تمہارے ساتھ۔"

"کہتی ہے میری بہترین دوست ہے بس۔"

"اور تم کیا کہتے ہو؟"

"میرا خیال ہے انتیس بار اظہار عشق کر چکا ہوں اس وقت اس کے کان میں کھجلی ہونے لگ جاتی ہے اور وہ صرف بیٹھی کان کھجانے لگتی ہے اور جب میں پوری داستان ختم کرتا ہوں تو کہتی ہے کیا کہہ رہے تھے؟ بس یہ چل رہا ہے آج تک۔" حسن غیر سنجیدہ آدمی تھا اور میں جانتا تھا کہ اس سلسلے میں وہ کوئی بہت بڑا کارنامہ سرانجام نہیں دے سکے گا۔ بہرحال ذہن الجھا ہوا تھا پھر غالباً چوتھے ہی دن کی بات ہے کہ ایک ملازم نے مجھے آکر اطلاع دی کہ شاہ صاحب بلاتے ہیں۔ رحمان شاہ اور اس کے اہل خانہ کے بارے میں' میں نے یہ اندازہ لگا لیا تھا کہ صاف ستھرے لوگ ہیں پڑھے لکھے ہیں ذہنی طور پر کشادہ ہیں یہاں موجود لوگوں کے ساتھ اچھا سلوک کرتے ہیں ویسے بدر جلال نے رحمان شاہ کے بارے میں مجھے جو تفصیلات بتائی تھیں وہ بھی میرے ذہن میں محفوظ تھیں۔ بدر جلال نے غلط تو نہیں کہا ہوگا کیونکہ رحمان شاہ سے تو اس کی دوستی تھی لیکن مسئلہ یہ ہے کہ اس وقت میں اس سلسلے میں تو آیا ہی نہیں تھا رحمان شاہ کیا کرتا ہے اور اس کا طریقہ کار کیا ہے یہ ایک بالکل ہی مختلف بات تھی البتہ رحمان شاہ نے مجھے گھوڑے کی سواری کرتے دیکھ کر جو الفاظ کہے تھے وہ میرے ذہن میں آج بھی محفوظ تھے اپنے خاص آدمیوں میں شامل کرنے کا مطلب یہ تھا کہ ممکن ہے کہ وہ مجھے اپنے پرائیویٹ کام کے لئے آمادہ کرنا

چاہتا ہو بہرحال یہ تو اس کی اپنی سوچ تھی میں نے تو اپنا کام کر کے نکل جانا تھا۔ تو چوتھے دن کی بات کر رہا ہوں کہ رحمان شاہ نے مجھے طلب کرلیا اور بولا۔

"خوست خان تیار ہو جاؤ تمہیں میرے ساتھ چلنا ہے۔"

"جی سر۔" میں نے جواب دیا۔

"بس میں تم سے یہی کہنے والا تھا کہ اب سے ایک گھنٹے کے بعد ہم لوگ روانہ ہو جائیں گے اور خصوصاً میں نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ اب تمہیں اپنے ساتھ استعمال کروں گا۔"

"جی سر۔" میں نے جواب دیا۔

"بس جاؤ واپسی میں کچھ وقت بھی لگ سکتا ہے ویسے بھی تمہاری فیملی تو یہاں موجود نہیں ہے۔" میں نے کوئی جواب نہیں دیا میری فیملی میں اس وقت حسن فیروز کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔ میں نے سوچا کہ اکیلا مل جائے تو بہتر ہے اس سے رحمان شاہ کے ساتھ جانے کی اجازت لے لوں خوش قسمتی سے اکیلا مل گیا بڑا خوبصورت لباس پہنے ہوئے آئینے کے سامنے بال سنوار رہا تھا۔ آئینے ہی میں مجھے اس نے دیکھ لیا اور بیٹھ کر بولا۔

"کیسا لگ رہا ہوں؟"

"بہت خوبصورت' آدمی تو تم کافی حسین ہو مگر اس وقت بہت زیادہ اچھے لگ رہے ہو۔" وہ غصیلی نگاہوں سے مجھے گھورنے لگا اور پھر بولا۔

"شرم نہیں آتی اپنے باس کا مذاق اڑاتے ہوئے۔"

"نہیں باس ایسی کوئی بات نہیں ہے واقعی اچھے ہو۔" ایک لمحے کے لئے اس کے چہرے پر ایک رنگ سا آکر گزر گیا میں نے اس کی سنجیدگی کو محسوس کیا اور کہا۔

"میرے منہ سے کوئی غلط بات نکل گئی ہے۔"

"نہیں بس کھوڑے میں دکھن ہونے لگی ہے۔"

"وجہ؟"

"کوئی وجہ نہیں جس کے ماں باپ نہ ہوں اسے کبھی کبھی ان کی کمی کا بڑی شدت سے احساس ہوتا ہے کیونکہ ماں باپ تو وہ اول چیز ہوتے ہیں جو اپنی اولاد کو پیار کرتے ہیں تم نے کچھ ایسے انداز میں یہ الفاظ کہہ دیئے ہیں کہ نہ جانے کیوں سینے میں گھونسے کی مانند پڑے ہیں۔"

"تم جیسے خوش مزاج اور دنیا کی ہر بات کو نظر انداز کر دینے والے انسان کے لئے

اس قسم کی سوچیں بے معنی ہوتی ہیں حسن اپنے آپ کو خوش رکھنے کی کوشش کیا کرو بہرحال دنیا اتنی کہانیوں سے پر ہے کہ اگر ہم ان کہانیوں کی تلاش میں نکلیں گے تو ہمیں ایسی ایسی دکھ بھری داستانیں نظر آئیں گی جن کا تم تصور بھی نہیں کر سکو گے۔"

"ہاں بالکل ٹھیک کہتے ہو ایسی بات تو ہے۔" اس نے گہری سانس لے کر کہا پھر ایک دم چونک کر بولا۔

"ارے ہاں کیا کہنے جا رہے تھے یار وہ بات کرو۔ بلاوجہ ہم نہ جانے کیسی کیسی فضول باتوں میں الجھ گئے۔"

"بس کوئی خاص بات نہیں میں ذرا رحمان شاہ کے ساتھ جا رہا ہوں۔"

"کہاں؟"

"اس دن کہا تھا نا انہوں نے ہمیں گھوڑے کی سواری کرتے ہوئے دیکھ کر۔"

"مگر جا کہاں رہے ہو؟"

"یہ ابھی تک میرے علم میں نہیں آیا۔" حسن فیروز کچھ دیر سوچتا رہا پھر اس نے کہا۔

"ایسا کرتے ہیں گل مراد' ایک وقت کا تعین کر لیتے ہیں مثلاً پندرہ دن' ابھی ہم یہاں دو ہفتے اور صرف کئے لیتے ہیں اگر ان دو ہفتوں میں کوئی کام کی بات معلوم ہو جاتی ہے تو ٹھیک ہے ورنہ اپنی ناکامی کا اعلان کر کے یہاں سے نکل چلیں گے کسی بھی جگہ حد سے زیادہ قیام کرنا ویسے بھی مناسب نہیں ہوتا اور پھر کچھ عرصے کے بعد بوریت تو ہونے ہی لگے گی۔" میں نے چونک کر حسن کو دیکھا اور کہا۔

"اور رافیہ کا کیا ہو گا؟"

"کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ اب تو وہ عشق کے راستے پر آہستہ آہستہ آگے چل رہی ہے۔"

"نہیں یار اب اتنا برا انسان مت سمجھو بس یہ سمجھو کہ ذہن میں جو زخم پک رہے ہیں نا ان کا علاج کرنا چاہتا ہوں اور آہستہ آہستہ شاید یہ زخم ٹھیک بھی ہو جائیں الٹے سیدھے مرہم رکھتا رہتا ہوں بس اس سے آگے مجھ سے اس بارے میں کچھ مت کہنا۔"

"میں باہر آ گیا بھلا مجھے کیا تیاریاں کرنا تھیں وہی دیہاتی قسم کا لباس اور وہی انداز اختیار کیا جو کسی پہاڑی ملازم کا ہو سکتا ہے اور پھر رحمان شاہ کے ساتھ گھوڑے پر بیٹھ کر چل پڑا۔ رحمان شاہ نے اپنے ساتھ بہت سی چیزیں لے رکھی تھیں جن کا آدھا وزن

میرے گھوڑے کی پشت پر تھا۔ ہم دونوں چل پڑے رحمان شاہ نے مجھے یہ نہیں بتایا تھا کہ وہ کہاں جا رہا ہے راستہ جنگلوں کے درمیان سے گزرتا تھا مجھے رائفل دے دی گئی تھی اور اس کے ساتھ ہی کارتوسوں کی پیٹی بھی' خود رحمان شاہ نے بھی اپنے ساتھ رائفل رکھی تھی راستے میں اس نے کہا۔

"تم تو ان علاقوں سے اچھی طرح واقف ہو گے خوست خان۔"

"جی سر۔" میں نے اسی انداز میں کہا۔

"جب تم سر کہتے ہو تو مجھے بڑا عجیب لگتا ہے ویسے یہاں پر سب لوگ مجھے شاہ جی کہہ کر مخاطب کرتے ہیں میرا خیال ہے کہ تم مجھے سر کہنے کی بجائے شاہ جی کہا کرو۔"

"جی سر۔" میں نے پھر اسی انداز میں کہا اور رحمان شاہ ہنسنے لگا اور پھر بولا۔

"تمہیں کوئی تکلیف تو نہیں ہے خوست خان۔"

"نہیں شاہ جی۔" میں آہستہ سے بولا۔

"دیکھو میں ذرا مختلف انداز کا انسان ہوں پہلی بات تو یہ کہ تمہیں بدر جلال نے بھیجا ہے وہ میرا بہت اچھا دوست ہے' دوسری بات یہ کہ تم خود اچھے آدمی معلوم ہوتے ہو نوجوان ہو یہ مت سمجھنا کہ تمہاری یہ زندگی میری غلامی میں گزرے گی تمہاری تمام مشکلوں اور الجھنوں کے لئے میں ہر وقت تمہاری مدد کرنے کے لئے تیار ہوں اگر تمہارے ساتھ کچھ اور لوگ ہیں تو اپنی بستی میں جو کچھ بھی بھیجنا چاہو تو مجھ سے طلب کر لینا اس کے نتیجے میں تم سے صرف ایک کام چاہتا ہوں۔"

"آپ اطمینان رکھو شاہ جی خوست خان تمہارے ہر حکم کی تکمیل کرے گا۔"

"میں یہ چاہتا ہوں خوست خان کہ جس بات کے لئے میں تم سے کہہ دوں خوست خان یہ بات، کسی اور کو نہیں پتا چلنی چاہئے تو تم یہ سمجھ لو کہ تمہیں صرف اس بات کا خیال رکھنا ہے کہ وہ بات کسی کو پتا نہ چلے۔"

"آپ میرے پر اعتبار کرو گے شاہ جی؟"

"ہاں کروں گا۔"

"تو پھر ٹھیک ہے ایسا ہی ہو گا۔"

"بس میں تم سے یہی کہنا چاہتا تھا۔" اس کے بعد وہ خاموش ہو گیا گھوڑے کا یہ سفر جاری رہا کافی فاصلہ طے کرنے کے بعد اس نے کہا۔

"ویسے خوست خان خیال رکھنا جنگلوں میں اکثر کہیں مختلف قسم کے درندے نظر

آجاتے ہیں خیر ہمارا راستہ تو نہیں روکتے وہ لیکن کسی وقت ایسا ہو بھی سکتا ہے اس لئے یہاں سے گزرتے ہوئے مستعد رہنا ضروری ہے۔"

"جی شاہ جی میں سمجھتا ہوں۔" میں نے جواب دیا ہم لوگوں نے کافی فاصلہ طے کیا تھا اور اس کے بعد ہمیں گہرائیوں میں ایک بستی آباد نظر آئی جس کی پشت پر بلند و بالا پہاڑی سلسلے پھیلے ہوئے تھے اور ان پہاڑیوں کی چوٹیاں برف سے سفید ہو رہی تھیں ان کے دامن میں پھیلے ہوئے یہ چھوٹے چھوٹے کچے پکے مکانات بالکل ایسے لگ رہے تھے جیسے کسی بلند جگہ سے کھلونوں کی کسی بستی کو دیکھا جائے اس بستی میں زندگی رواں دواں تھی۔ رحمان شاہ نے خود ہی مجھے بتایا۔

"بستی کا نام بستی صاحب خان ہے یہاں تک کہ تم جن راستوں سے گزر کر آئے ہو کیا وہ تمہیں یاد رہ سکتے ہیں۔"

"کیوں نہیں صاحب سیدھا راستہ ہے۔"

"اکثر تمہیں یہاں آنا جانا پڑے گا۔"

"ٹھیک ہے شاہ جی۔" میں نے جواب دیا۔

"ادھر میرے کچھ رشتے دار رہتے ہیں یہ سامان میں انہی کے لئے لایا ہوں خاص طور سے تھوڑے تھوڑے عرصے کے بعد مجھے یہ سامان وہاں پہنچانا پڑتا ہے۔"

"صاحب جی۔"

"اور اگر کبھی میں یہاں نہ آسکوں تو خوست خان یہ ذمے داری تمہیں سنبھالنا ہو گی۔"

"جی شاہ جی آپ بالکل پرواہ نہ کرو میں آپ کا یہ کام بالکل آسانی سے کر دیا کروں گا۔" پھر کچھ دیر کے بعد ہم ایک پکے مکان کے سامنے رک گئے۔ چھوٹا سا مکان تھا پہاڑی طرز تعمیر کا نمونہ پہاڑوں کے پتھروں کو چن کر دیواریں بنائی گئی تھیں لیکن بڑی خوبصورتی سے انہیں آراستہ کر دیا گیا تھا اندر سے بھی مکان خاصا کشادہ تھا دروازے کی زنجیر بجائی تو ایک اٹھارہ انیس سال کے لڑکے نے دروازہ کھولا ملازم قسم کا لڑکا تھا دروازہ کھول کر وہ پیچھے ہٹ گیا اس دوران میں' میں اور رحمٰن شاہ گھوڑے سے اتر گئے تھے سامنے والا درخت غالباً اسی لئے تھا کہ گھوڑوں کو اس سے باندھ دیا جائے چنانچہ میں نے رحمان شاہ کے اشارے پر دونوں گھوڑے اس درخت سے باندھ دیئے۔ لڑکا دروازہ کھولے کھڑا ہوا رحمان شاہ کا منتظر تھا اور رحمان شاہ نے مجھے اشارہ کیا تو میں اس کے پیچھے پیچھے اندر داخل

ہوگیا برآمدے ہی میں مجھے ایک آواز سنائی دی۔

"او چاچو' چاچو میری جان۔" ایک نسوانی آواز تھی۔ یہاں کیونکہ معاملہ ذرا مختلف تھا ایک لمحے کے لئے مجھے اداکاری کرنا ضروری تھا میں نے لفظ تو سنا تھا نسوانی آواز کی شگفتگی اور شائستگی بھی محسوس کی تھی لیکن نگاہیں ذرا بعد ہی میں اٹھائی تھیں اور پھر میرے ذہن کو جو جھٹکا لگا تھا اس سے یہ احساس ہوا تھا کہ پھوکڑی کا کھوڑا واقعی کوئی چیز ہوتی ہے۔ جو چہرہ میری نگاہوں کے سامنے آیا تھا وہ ثانیہ خلجی کے علاوہ اور کسی کا نہیں تھا زندگی اور شگفتگی سے بھرپور گلاب جیسے رنگوں سے سجا ہوا اس پہاڑی علاقے کی پہاڑی بستی میں یہ حسن قابل دید تھا۔ ثانیہ خلجی کی تصویر مجھے دکھائی گئی تھی اور بہرحال میرے اندر بھی کچھ نہ کچھ خوبیاں ضرور تھیں جن کی بناء پر کرنل ہمایوں نے مجھے اپنے مقصد کے قابل سمجھا تھا۔ بس ایک نگاہ میں' میں نے ثانیہ خلجی کو پہچان لیا اور میرے ذہن کی چرخیاں چلنے لگیں شبہ تو پہلے بھی تھا تھوڑا بہت اس بات کا لیکن اب جو کچھ بھی تھا نگاہوں کے سامنے تھا البتہ اس کہانی کی گہرائی میں اترنے کے لئے اپنے آپ کو سنبھالے رکھنا ضروری تھا بات اصل میں یہ ہوتی ہے کہ اگر کسی کام کے ہونے کی امید ہو تو پھر وقت بھی گراں نہیں گزرتا اور انسان کو اطمینان ہوجاتا ہے ویسے بھی مجھے جلد بازی کی کوئی ہدایت نہیں کی گئی تھی کام آہستگی سے کرنا تھا۔ ثانیہ خلجی خیریت کے ساتھ یہاں موجود تھی اور رحمان شاہ اس کے پاس آیا تھا مطلب یہ تھا کہ جو کچھ بھی ہے رحمان شاہ کے علم میں ہے اور وہ تمام حقیقتوں سے واقف ہے بس اتنا اطمینان کافی تھا بعد کے حالات تو خود بخود سامنے آجائیں گے اب تک کی کاوشیں رنگ لائیں تھیں اور دل میں مسرت کا طوفان بھی اٹھ رہا تھا کہ پہلی ہی کوشش میں کامیاب ہوا ہوں اور ناکام چہرہ لے کر کرنل ہمایوں کے سامنے نہیں جانا پڑے گا۔ ادھر وہ لڑکا جو ملازم قسم کا تھا گھوڑوں پر لدا ہوا سامان اتار کر لا رہا تھا اور میں بھی واپس پلٹا اور سامان لانے میں اس لڑکے کی مدد کرنے لگا میرے کان بھی اندر کی آوازوں پر لگے ہوئے تھے ثانیہ نے کہا۔

"او چاچو کتنا زیر بار کریں گے آپ مجھے' میں کہتی ہوں سب کچھ تو ہوتا ہے میرے پاس آپ یہ سب کچھ کیوں لے آتے ہیں۔"

"اور تم مجھ پر اعتراض کے بغیر رہ نہیں سکتی کیوں؟"

"نہیں چاچو میں یہ سوچتی ہوں کہ رشتے تو سبھی کے ہوتے ہیں لیکن میرا اور آپ کا بھی کوئی رشتہ ہے۔ آپ کیا کیا کچھ کرتے ہیں میرے لئے دنیا سے اپنے آپ کو چھپائے

ہوئے ہیں چاچو آپ بہت اچھے ہیں میں آپ کے لئے اتنی دعائیں مانگتی ہوں دن رات کہ آپ سوچ نہیں سکتے۔"

"چلو پھر ٹھیک ہے حساب برابر دعاؤں کے صلے میں کچھ نہ کچھ تو ہونا ہی چاہئے صفوان کہاں ہے۔"

"ڈیوٹی پر ہیں وہیں پہنچیں گے شام پانچ بجے کے بعد۔"

"خیریت سے ہے۔"

"بالکل خیریت سے ہیں۔"

"خوش تو ہو تم دونوں۔"

"چاچو کیوں نہیں خوش ہوں گے۔"

"ہوں ٹھیک ہے اچھا دیکھو ان سے ملو یہ خوست خان ہے ہمارا نیا ساتھی لیکن اتنا قابل اعتماد کہ اب میں اپنی ذمے داریاں اسے سونپ رہا ہوں۔" ثانیہ نے مجھے سلام کیا تھا اور میں نے نگاہیں جھکائے جھکائے اس کے سلام کا جواب دیا تھا۔

"خوست خان یہ میری بھتیجی ہے یوں سمجھ لو کہ لفظ بھتیجی ہے لیکن شاید یہ مجھے اپنی اولاد سے زیادہ پیاری ہے اس کی خیریت معلوم کرنے کے لئے مجھے ہر تیسرے چوتھے دن یہاں آنا پڑتا ہے۔ اصل میں آنے میں تو کوئی دقت نہیں ہے لیکن میں اس میں کسی کو شریک نہیں کرنا چاہتا یہ نہیں بتانا چاہتا کہ یہ یہاں رہتی ہے اس لئے میں یہ سوچتا ہوں کہ کبھی میرے آنے سے کسی کو پتا نہ چل جائے ویسے میں آتا تو رہتا ہوں لیکن اب ضرورت پڑنے پر تم یہاں آیا کرو گے۔"

"اور چاچو آپ؟" ثانیہ نے پوچھا۔

"بیٹا میں بھی آتا رہوں گا لیکن بعض اوقات میری کچھ مصروفیت ہوتی ہے اس سلسلے میں' میں نے خوست خان کو اپنا رازدار بنایا ہے۔ بات اصل میں یہ ہے کہ یہ جس علاقے سے یہاں پر آیا ہے ادھر قابل اعتماد لوگ رہتے ہیں جو وعدے کرتے ہیں تو زبان نبھاتے ہیں۔"

"جی چاچو۔"

"اور تم سناؤ سب ٹھیک ہے نا۔" ثانیہ نے چارپائیاں بچھا دی تھیں۔ میں نے چنار پور میں رانا اختیار خلجی کی وہ خوبصورت حویلی دیکھی تھی جو زندگی کی ہر آسائش سے سجی ہوئی تھی جسے دیکھ کر کسی محل کا سا گمان ہوتا تھا اس کے برعکس یہ مکان جس میں بانوں

سے بنی ہوئی چارپائیاں بچھی ہوئی تھیں دیواریں بے شک صاف ستھری تھیں' لیکن اس کے باوجود عیش و آرام کا وہ نظام یہاں موجود نہیں تھا جو رانا اختیار خلجی کی حویلی میں تھا اس کے باوجود ثانیہ جس قدر خوش نظر آرہی تھی اس کے پس منظر میں ضرور کوئی کہانی ہوگی دوسرا نام میں نے صفوان کا سنا تھا اور یہ نام میرے لئے باعث دلچسپی تھا تھوڑی تھوڑی بات سمجھ میں آرہی تھی لیکن ذرا تفصیل درکار تھی۔ میں نے بہرحال کام کو اصل انداز میں جاری رکھنے کے لئے تھوڑا سا محتاط رویہ اختیار کیا وہ لوگ تو برآمدے کی چارپائیوں پر بیٹھ گئے تھے میں آگے بڑھ کر صحن کے آخری حصے تک جا پہنچا اور یہاں بھی ایک چارپائی پڑی تھی اسے بچھا کر بیٹھ گیا صرف ایک بار رحمان شاہ نے مجھے دیکھا تھا اور پھر اس لڑکے سے کہا تھا جو غالباً ملازم تھا۔

"اوئے رجب خان اپنا مہمان کا خاطر مدارت کرو۔"

"جی شاہ جی آپ فکر مت کرو۔" رجب خان نے کہا اور پھر مجھ سے بولا۔

"میں ابھی تمہارے لئے چینک بنا کر لاتا ہے۔" اور اس کے بعد مجھ سے پوچھے بغیر وہ بھاگ گیا تھا۔ میں خاموشی سے بیٹھا رہا لیکن میری تمام تر سماعتی قوت ان دونوں کی گفتگو پر لگی ہوئی تھی گفتگو بالکل عام سی تھی اور اس میں کوئی خاص بات نہیں تھی البتہ اس گفتگو سے مجھے یہ اندازہ ہوگیا کہ آج یہاں سے واپسی نہیں ہے بلکہ کل دن کی روشنی میں رحمان شاہ یہاں سے واپس جائے گا کم از کم اس بات کا اطمینان ہوگیا تھا کہ رانا اختیار خلجی کی بیٹی خیریت سے ہے خوش ہے۔ اب اس کا پس منظر کیا ہے بس یہ تھوڑی سی تفصیل معلوم کرنا تھا رحمان شاہ نے خود ہی مجھ سے کہا۔

"خوست خان بستی بہت خوبصورت ہے تم اس کی تھوڑی سی سیر کرلو تمہیں بستی بہت پسند آئے گی' ویسے بھی اس کے اطراف اور اس کے نواحات کا جائزہ لے لینا بڑا ضروری ہے تمہارے لئے کیا سمجھے۔"

"جی شاہ جی۔"

"رجب خان تمہارے ساتھ چلا جائے گا یہ بہت اچھا لڑکا ہے۔"

"جی شاہ جی۔" پھر جب رجب خان نے مجھے چینک پیش کی تو دونوں اندر چلے گئے تھے۔ میں نے خاموشی سے رجب خان کے ساتھ دودھ پتی سے بنائی ہوئی چائے پی اور اس کے بعد باہر نکل آیا' بستی کی سیر خیر کیا کرنا تھی بستی تھی ہی کتنی بڑی' میں اور رجب خان چلے جارہے تھے اور رجب خان مقامی زبان میں مجھے بستی کے بارے میں تفصیلات بتا رہا تھا

میں نے رجب خان سے پوچھا۔

"میں پہلی بار ادھر آیا ہوں بھائی رجب خان کیا تم مجھے بتاؤ گے کہ تم کہاں رہتے ہو؟"

"خان میں تو اسی گھر میں رہتا ہوں۔"

"میرا مطلب ہے تمہارے گھر والے یہاں ہیں؟"

"میرے ماں باپ دوسرا بستی میں رہتے ہیں ہماری بستی کو وہ پیر کہلاتی ہے ادھر سے جو تنخواہ ملتا ہے وہ میں ادھر اپنے ماں باپ کو بھیج دیتا ہوں ادھر کھانے پینے کو مل جاتا ہے ہمارا مالک بہت اچھا آدمی ہے۔"

"صفوان صاحب کی بات کرتے ہو۔"

"ہاں ابھی تو میں بھائی اس کا نام بھی ٹھیک سے نہیں لے سکتا' بہت عجیب نام ہے پر میں اسے مالک بولتا ہوں اور وہ ناراض ہوتا ہے' کہتا ہے مالک اللہ کی ذات ہے تم مجھے صرف بھائی صاحب کہہ کر بولا کرو پر میرے سے نہیں بنتا۔"

"صفوان صاحب ہیں کون' میرا مطلب ہے کہ یہ جو گھر میں بی بی ہیں نا یہ کون ہیں؟"

"میاں بیوی ہے بھائی صاحب اور کون ہے۔"

"کتنا عرصہ ہوا ان کی شادی کو۔"

"ابھی میرے کو نہیں معلوم' میرے کو یہاں چھ مہینے ہوا ہے' یہ پہلے سے ادھر رہتا ہے۔"

"صفوان صاحب کہاں نوکری کرتا ہے؟"

"وہ ادھر وہ جو پتھروں کا کھدائی ہوتا ہے ادھر انجینئر ہے' گاڑی ہے اس کے پاس جیپ گاڑی میں اس کو چلانا سیکھ چکا ہوں پر ابھی بھائی صاحب کو معلوم نہیں ہے کہ میں بھی جیپ چلا لیتا ہوں' کسی دن میں جیپ چلا کر اسے حیران کردوں گا۔"

"واہ' تو صفوان صاحب پتھروں کی کان میں کام کرتا ہے۔"

"ہاں ادھر ہیروں کا کان ہے بڑا پہرہ ہوتا ہے ادھر' ہمارا صاحب ادھر انجینئر ہے بہت بڑا آدمی ہے وہ ادھر ہی اس کا ڈیوٹی ہے بہت سا لوگ اس کے پاس آتا ہے اس کا بڑا عزت کرتا ہے۔"

"اور صفوان صاحب کے ماں باپ کہاں ہیں؟"

"وہ شہر میں رہتا ہے صاحب اس کا نئیں پتا میرے کو۔"

"کیا صفوان ان سے ملنے جاتا ہے۔"

"نہیں صاحب ابھی چھ مہینے سے تو وہ نہیں گیا۔"

"اور وہ لوگ ادھر آتے ہیں۔"

"ادھر کوئی نہیں آتا صاحب سوائے ہمارے شاہ جی کے۔"

"ٹھیک۔" میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا' صورت حال کی مزید وضاحت ہو رہی تھی اور ذہنی طور پر بہت سے فیصلے کرنا تھے جو بہرحال قابل غور تھے لیکن یہ بھی ایک حقیقت تھی کہ میں نے اس بارے میں نہایت مؤثر معلومات حاصل کی تھیں۔

اس کے بعد ہم لوگ وہاں سے آگے بڑھ گئے' پانچ بجے کے بعد میں نے صفوان کو دیکھا اور دیکھتا رہ گیا' ایک طرف جہاں ثانیہ خلجی حسن وجمال کا شاہکار تھی تو دوسری طرف صفوان بھی قابل دید شخصیت کا مالک تھا۔ سرخ وسفید رنگت والا کشادہ آنکھوں اور کشادہ پیشانی کا ایک لمبے قد وقامت کا نوجوان جس کے چہرے کے نقوش بتاتے تھے کہ پہاڑوں ہی کا رہنے والا ہے لیکن روشن آنکھوں سے پتا چلتا تھا کہ تعلیم حاصل کی ہے اور یہاں ملازمت کر رہا ہے۔ بہرحال اس سے زیادہ معلومات میرے لئے ممکن نہیں تھی۔ اب اس سلسلے میں حسن فیروز سے مشورہ کرنے کے بعد ہی کوئی مناسب فیصلہ کیا جاسکتا تھا اور بہرحال یہ اندازہ ہوگیا تھا کہ اصل کیس کیا ہے۔ پھر رات بڑی ہنگامی سوچوں کے درمیان گزاری تھی اور دوسری صبح جب کہ ماحول پر دھند چھائی ہوئی تھی اور موسم خاصا سرد تھا۔ رحمان شاہ نے تیار ہونے کے لئے کہا بہت سے انتظامات کئے گئے اور ناشتے کے بعد آخر کار ہم لوگ اس خوبصورت بستی سے رخصت ہوگئے۔ چچا بھتیجی کے درمیان جو یگانگت اور محبت نظر آرہی تھی اس کے مظاہرے ذرا کم ہی دیکھنے کو ملتے ہیں۔ صفوان بھی بہت اچھی شخصیت کا مالک معلوم ہوتا تھا اور یہاں مائن انجینئر کی حیثیت سے کام کر رہا تھا۔ بہرحال کہانی بڑی دلکش اور پُراسرار ہوگئی تھی خود میرے اندر بھی اس واقعے کی تمام تفصیلات جاننے کی خواہش پیدا ہوگئی تھی۔ یہ آخر سب کچھ ہوا کیسے ہے' اس کا پس منظر کیا ہے اس کے لئے کوئی موثر فیصلہ کرنے کے بعد قدم اٹھایا جاسکتا تھا۔ ہم لوگ گھوڑوں پر سوار بڑی مناسب رفتار سے سفر کر رہے تھے اور میرے ذہن میں سوچوں کے دائرے پھیل رہے تھے۔ غالباً رحمان شاہ بھی کسی سوچ میں ڈوبا ہوا تھا تھوڑی دیر کے بعد اس نے کہا۔

"خوست خان دیکھو میں نے بدر جلال کے حوالے سے تم پر اعتبار کیا ہے اور تمہیں اپنے ایک ایسے راز سے واقف کیا ہے جو میں نے کبھی کسی کو نہیں بتایا جو کچھ میں کہہ چکا ہوں تمہیں اس کا خیال رکھنا ہے کسی سے بھی ان لوگوں کا تذکرہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔"

"جی شاہ جی آپ بالکل فکر نہ کرو۔" میں نے کہا البتہ ان لمحات میں' میں نے دل میں یہ سوچا تھا کہ باقی تو اس پیشے یا ملازمت میں اور کوئی مشکل نہیں ہے لیکن ایسے معاملات میں کم از کم جھوٹ بولنا پڑے گا جو کرنل ہمایوں کی جانب سے مجھے پیش کیے گئے ہوں اور جن کے لئے ہدایت کی گئی ہو۔ اب ظاہر ہے کہ میں تو آیا ہی اس چکر میں تھا۔ یہ کیسے ممکن تھا کہ کسی کو اس بارے میں کوئی بات نہ بتاؤں' خیر یہ میرے لئے ایک ناممکن عمل تھا جو میں سرانجام نہیں دے سکتا تھا۔ ہوسکتا ہے کہ اس میں رحمان شاہ ہی کی کوئی مجرمانہ سازش شامل ہو۔ صفوان اور ثانیہ کو یکجان کرکے اس نے ممکن ہے اپنے بھائی کے خلاف کوئی عمل کیا ہو۔ دنیا میں ایسی لاتعداد کہانیاں بکھری ہوئی ہوتی ہیں اب یہ فیصلہ تو کرنل ہمایوں کو کرنا تھا کہ اس بارے میں کیا روّیہ اختیار کیا جائے اور کسی نہ کسی شکل میں کرنل ہمایوں کو اس کے لئے اطلاع دینا بھی ضروری تھی لیکن بہتر تھا کہ حسن فیروز سے مشورہ کرلیا جائے آخر کار یہ سفر ختم کرکے واپس اپنی رہائش گاہ پر پہنچ گئے سفر بہت دلچسپ رہا تھا۔ مجھے رہ رہ کر کئی بار حاجی سراج کا خیال بھی آیا تھا۔ یہ حاجی سراج پتا نہیں کس چکر میں پڑا ہوا ہے۔ مجھے ہی تلاش کرتا پھر رہا ہے یا اتفاقیہ طور پر دوسری بار مجھے مل گیا ہے' یہاں آنے کے بعد صورت حال نارمل ہوگئی تھی میں اپنی رہائش گاہ پر پہنچ گیا تھا حسن فیروز چونکہ ایک باقاعدہ مہمان تھا اس لئے وہ الگ رہتا تھا جب کہ میں ملازم کے کوارٹر میں منتقل ہوچکا تھا۔ فدا خان واقعی مجھ سے بھائیوں کی طرح محبت کرنے لگا تھا اور اس کا انداز میرے ساتھ ایسا ہی تھا لیکن حسن فیروز نے یہ جاننے کے بعد کہ میں واپس آگیا ہوں مجھ تک پہنچنے میں دیر نہیں لگائی تھی' ایک عجیب سی کیفیت اس کے چہرے پر نظر آرہی تھی۔ سینہ تھا کہ اس قدر اکڑا ہوا تھا جیسے چیخ جائے گا کچھ عجیب سا انداز لئے ہوئے میرے سامنے آیا تھا اور اس انداز سے میں نے پتا لگالیا کہ ضرور اس نے کوئی بہت ہی اہم اور خاص بات معلوم کرلی ہے۔ اس نے میرے چہرے کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"اور وہ جو کہتے ہیں نا کہ اللہ جس کو چاہتا ہے عزت دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے ذلت۔"

"یقیناً اس میں بھلا کیا شک ہے چیف' اللہ نے آپ کو ایک عزت دار گھرانے میں پیدا کیا ہے۔ آپ ایک بہت بڑی شخصیت کے مالک ہیں ایک بڑے دادا کے پوتے اور ایک بڑے باپ کے بیٹے ہیں یہی کہنا چاہتے ہیں نا آپ۔"

"ارے ارے' ارے میرے پیارے بھائی میں نے ایسی کون سی بات کہہ دی کہ تم اس قدر سنجیدہ ہوگئے' میں نے تو ایک......... یار کیا بوریت ہے یعنی ہم تو اس قدر اکڑے ہوئے چلے آرہے تھے کہ سینے کے چٹخ جانے کا خدشہ تھا اور آپ نے چند الفاظ کہہ کر ہمیں ذلیل کر دیا۔"

"نہیں حسن بات تو ٹھیک ہی ہے نا۔"

"اب فضول باتیں مت کرو وہ بتانے والا ہوں تمہیں جسے سن کر تم دنگ رہ جاؤ گے' دنگ سمجھتے ہو نا' د'ن'گ دنگ کیا سمجھے۔"

"ہاں سمجھ رہا ہوں۔"

"یار سوچا تو یہ تھا کہ ذرا تھوڑی دیر تک نخرے کروں گا اس کے بعد کہوں گا کہ تم بھی کیا یاد کرو گے میں کہانی تمہیں سناتا ہوں سمجھ رہے ہو نا میری بات۔"

"ہاں سمجھ رہا ہوں۔"

"وہ جو ہیں نا محترمہ رافیہ انہوں نے مجھ سے اظہار عشق کر دیا ہے۔"

"کیا واقعی؟" میں نے حیرت سے آنکھیں پھاڑتے ہوئے کہا یہ مذاق اڑانے والا انداز تھا کیونکہ مجھے حسن کی اس بات پر جھلاہٹ کا احساس ہوا تھا۔ میں تو سمجھا تھا کہ وہ کوئی اہم بات بتانے والا ہے۔

"بالکل ایسا ہوا ہے بھئی میں نے تمہیں بتایا تھا نا کہ وہ جو کہتے ہیں نا کہ مدعی لاکھ برا چاہے تو کیا ہوتا ہے۔"

"جی۔"

"خیر اس اظہار عشق سے مجھے کوئی دلچسپی نہیں ہے اصل میں اس اظہار عشق کے بعد دوسرا جو پہلو ہے وہ بڑا دلچسپ ہے اور اس بات کو تم تسلیم کئے بغیر نہیں رہ سکو گے کہ اصل میں دادا جان نے یا اور دوسرے لوگوں نے میری صلاحیتوں کو کبھی صحیح طریقے سے استعمال ہی نہیں کیا ہے ارے میں وہ بلا ہوں جو شیشے سے پتھر کو توڑ دوں کیا سمجھے۔"

"اگر سمجھ جاؤں گا تو بتا دوں گا کہ سمجھ چکا ہوں۔" میں نے سرد لہجے میں کہا۔

"اصل میں' میں تمہیں یہ بتا رہا تھا کہ محترمہ رافیہ کو یہ بات تو معلوم ہے کہ ہم

لوگ یہاں ثانیہ کے لئے جاسوسی کرنے آئے ہیں اور ہمیں اس کام کے لئے مخصوص کیا گیا ہے۔"

"ہاں بالکل۔"

"اور محترمہ رافیہ کو ان کی بڑی بہن یعنی سلمٰی خلجی نے بھیجا ہے کہ ذرا جاؤ اور دیکھو کہ ہم لوگ اپنے کام میں کس حد تک کامیاب ہوگئے ہیں کیا سمجھے یعنی جاسوسی اور جاسوسی' ہم تو یہ معلومات حاصل کرنے کے لئے یہاں تک پہنچے ہیں کہ محترمہ ثانیہ خلجی آخر غائب کہاں ہوگئی اور ہمارے پیچھے پیچھے سلمٰی خلجی نے رافیہ کو بھیج دیا کہ جاؤ ذرا تم معلوم کرو کہ ہم لوگوں کو کہاں تک کامیابی حاصل ہوئی ہے' اگر صحیح معنوں میں غور کیا جائے تو میں نے انچارج ہونے کا حق ادا کر دیا ہے یعنی تم نہ جانے کون کون سے راستوں سے گزر کر یہ خوست خان بن کر یہاں آگئے اور یقینی طور پر تمہارا سفر بہت طویل ہوتا بڑی آہستہ آہستہ معلومات حاصل ہوتی تمہیں لیکن یہ حسن فیروز ہی ہیں جنہوں نے صدیوں کے فاصلے مختصر کر کے لمحوں کے فاصلوں میں تبدیل کر دیئے ہیں اور ان کا ذریعہ جانتے ہو کون ہے۔"

"رافیہ۔"

"بالکل' بالکل لیکن ذرا تم رافیہ سے زبان کھلوا کر دکھا دو ارے بھائی اب تو میں سند یافتہ عاشق کہلانے کی پوزیشن میں ہوں۔

"محترمہ رافیہ نے آخر کار اپنے دل کا ہر راز مجھ پر کھول دیا جس میں سے پہلا راز یہ ہے کہ اچانک ہی انہیں یہ احساس ہوا کہ میں ایک شاندار شخصیت کا مالک نوجوان ہوں اپنے آپ کو میں نے خود خراب کر رکھا ہے اس میں ماحول کی خرابی کا کوئی قصور نہیں اگر میں تھوڑی سی اپنی شخصیت پر توجہ دوں تو دنیا کے حسین ترین لوگوں میں' میرا شمار ہو' میری شخصیت کچھ اتنی ہی دلکش ہے۔"

"بالکل سچ کہا رافیہ نے۔"

"کک کیا مطلب؟"

"یہ حقیقت ہے کہ تم نے اپنے آپ پر غور ہی نہیں کیا۔"

"یار ایک بات بتا دو' الوؤں کی کتنی اقسام ہیں۔"

"الوؤں کے بارے میں میری تحقیقات بالکل نہیں ہے۔"

"لیکن مجھے تو تم الو بنا رہے ہو۔"

"نہیں، بالکل نہیں۔"
"نہیں بنا رہے ہو تم مجھے اُلو؟"
"کہا نا نہیں بنا رہا۔"
"اور رافیہ بھی مجھے اُلو نہیں بنا رہی ہے۔"
"خیر رافیہ کی تو مجال ہی کیا ہے۔"
"یار قسم لے لو مجھ سے، مجھے نہیں معلوم تھا آئندہ ذرا غور کروں گا اس بات پر بھی، اچھا خیر چھوڑو مجھے یہ بتاؤ کہ کیا میں واقعی ایسی ہی شخصیت کا مالک ہوں۔"
"سو فیصدی بلکہ سو فیصدی سے بھی کچھ زیادہ۔"
"اچھا خیر چھوڑو تو رافیہ نے مجھ سے اس بارے میں کہا کہ میں کیوں یہاں وقت ضائع کرنے کے لئے آیا ہوں اور بلا وجہ اُن واقعات میں اپنی گردن پھنسا کر کچھ لوگوں کی دشمنی مول لے رہا ہوں۔ بس جناب میں نے لوہا گرم دیکھا اور چوٹ لگا دی۔"
"واہ۔" میں نے تعریفی انداز میں گردن ہلائی۔
"میں نے کہا مس رافیہ بات اصل میں یہ ہے کہ یہ ہم لوگوں کی زندگی کا پہلا امتحان ہے۔ میرے دادا جان اس بارے میں تمام تفصیلات جاننے کے خواہش مند ہیں۔ بات اگر صرف رانا اختیار خلجی کی ہوتی تو ہم اس سلسلے کو ذرا بھی اہمیت نہ دیتے لیکن معاملہ دادا جان صاحب کا ہے اور دادا جان کے سامنے ہم سرخرو ہونا چاہتے ہیں۔ چنانچہ محترمہ رافیہ خلجی نے دعاؤں کا ذخیرہ استعمال کرنا شروع کردیا اور مجھے زندگی کے ہر شعبے میں کامیابی کے لئے دعائیں دیں۔ میں نے کہا آخر یہ سارا قصہ کیا ہے اگر ہمیں معلوم ہو جائے تو ہم خود بھی اس بارے میں مناسب فیصلہ کرسکتے ہیں۔ پہلے انہوں نے پس وپیش سے کام لیا اور آخر کار ایک ایسی عظیم کہانی نے جنم لیا کہ اگر تم سنو گے تو ششدر رہ جاؤ گے۔ بولو کیا تم ششدر ہونا چاہتے ہو۔"
"ہاں بالکل ہونا چاہتا ہوں۔" میں نے کہا۔
"پھر میں اس کہانی کی ابتداء کرتا ہوں اس داستان میں رومان بھی ہے، حسرتیں بھی ہیں، غم کے پہلو بھی ہیں، انتقام کی کہانی بھی ہے یوں سمجھ لو کہ وہ سارا مواد موجود ہے اس میں جس پر کوئی بھی فلم ساز ایک عمدہ سی فلم بنا سکتا ہے کیا سمجھے یعنی صاف ستھری، معاشرتی اور سماجی فلم۔"
"ظاہر ہے ہم فلم بنانے نہیں جا رہے بلکہ ہمارا مقصد تو کچھ اور ہی ہے۔"

"ہاں بالکل۔" اس نے کہا اور اس کے بعد ڈرامائی انداز میں خلا میں گھورتے ہوئے اپنی داستان کا آغاز کیا۔ کہنے لگا۔
"رافیہ نے کہا کہ ہم لوگ ایک اچھے گھرانے سے تعلق رکھتے ہیں۔ اس گھرانے کی عزت و آبرو بے مثال تھی اور اب بھی ہے۔ رافیہ اور سلمٰی کے والد اور بھائی اعلیٰ درجے کی حیثیت رکھتے تھے لیکن سلمٰی خلجی کا کچھ ایسا معاملہ بگڑا کہ اسے رانا اختیار خلجی کے ساتھ شادی پر مجبور کر دیا گیا۔ یہ شادی اہل خاندان نے ہی کی تھی۔ رافیہ نے کہا کہ یہ داستان اسے خود بھی نہیں معلوم جو اس شادی کی بنیاد تھی لیکن کہنے کا مقصد یہ تھا کہ یہ شادی ہوگئی جب کہ رانا اختیار خلجی کی شادی سے پہلے ایک بے اختیار حیثیت تھی یعنی ایک معمولی سی شخصیت کا مالک جس کا خاندانی پس منظر تو خیر خلجیوں سے جاملتا تھا لیکن مالی پس منظر غالباً بس اس کے لئے مجھے کوئی مناسب مثال نہیں مل رہی یعنی کہ کسی سے ملتا ہی نہیں تھا لیکن رانا اختیار خلجی میں کچھ ایسی خوبیاں پائی گئیں جن کی وجہ سے سلمٰی خلجی کے والد بزرگوار نے سلمٰی خلجی کو بہت ساری دولت و جائیداد دے کر رانا اختیار خلجی کی زوجیت میں دے دیا۔ خیر، سلمٰی نے اس سلسلے میں کوئی اختلاف نہیں کیا کیونکہ دولت کا مسئلہ تو تھا ہی نہیں، اُدھر سے اِدھر آگئی تھی۔ رانا شاید کبھی اپنے آپ کو سلمٰی خلجی کے سامنے بے اختیار محسوس کرتا ہو ویسے سلمٰی کے بارے میں تم نے یہ اندازہ لگالیا ہوگا کہ تھوڑی سی سخت طبیعت کی مالک ہے۔ غرض یہ کہ کہانی آگے بڑھی، قدرت نے ان دونوں کو ایک چاند سی بیٹی دی ویسے مجھے لفظ چاند پر ذرا اختلاف ہے لیکن تحریری طور پر اس کہانی میں ابھی یہی لکھا جاسکتا ہے میرا مطلب ہے کہا جاسکتا ہے کیونکہ چاند اب بھی کچھ لوگوں کی نگاہوں میں بہت خوبصورت ہے۔ خیر تو میں کہہ رہا تھا کہ اللہ نے انہیں چاند سی بیٹی سے نوازا اور یہ چاند سی بیٹی اپنے ماں باپ کے سائے میں پروان چڑھنے لگی یہاں تک کہ جوان ہوئی، اسکول کی زندگی ختم ہوئی، کالج کی زندگی میں داخل ہوئی اور یہاں سے ایک پریوں کے دیس کا شہزادہ گھوڑے پر سوار، نہیں میرا خیال ہے کہ اس کے پاس کوئی سواری ہی نہیں تھی، سمجھ رہے ہو نا تم کہانی مکمل طور پر تمہاری سمجھ میں آرہی ہے نا۔"
اس نے کہا اور میں بے بسی سے اس کی شکل دیکھنے لگا حسن فیروز اس وقت ہر منظر کی صحیح طور پر عکاسی کر رہا تھا اور ڈرامائی انداز میں مجھے اپنی یہ کہانی سنا رہا تھا لیکن میرے لئے یہ بڑی اہمیت کی حامل تھی کیونکہ بہرحال اس سے مجھے اس پس منظر کا پتا چل رہا تھا جس کا پیش منظر میں دیکھ کر آرہا تھا۔ حسن فیروز کچھ لمحوں کے لئے رکا، غالباً آگے کے لئے عمدہ

قسم کے الفاظ تلاش کر رہا تھا۔ چند لمحات خاموش رہنے کے بعد اس نے کہا۔

"تو پھر جناب ہوا یوں کہ ان دونوں میں عشق کا آغاز ہوگیا۔"

"یعنی چاند کی شہزادی اور مریخ کے شہزادے میں۔"

"ہاں۔"

"ثانیہ تو نام ذہن میں آتا ہے لیکن مریخ کے شہزادے کا کیا نام تھا۔" میں نے سوال کیا۔

"علی صفوان۔" اس نے جواب دیا اور میں نے گہری سانس لی اس کا مقصد تھا کہ اس کی جو کہانی معلوم ہوئی ہے وہ سچائی پر مبنی ہے۔ میں سوالیہ نگاہوں سے حسن فیروز کو دیکھنے لگا تو اس نے کہا۔

"دونوں کے درمیان عشق جاری رہا' علی صفوان ایک درمیانے درجے کے خاندان کا لڑکا تھا۔ والدین مرچکے تھے ایک چچا کے زیر سایہ پروان چڑھ رہا تھا۔ تعلیم حاصل کی تھی انجینئرنگ کا کورس کر رہا تھا اور اس طرح ان دونوں کی محبت پروان چڑھتی رہی۔ وقت گزرتا رہا یہاں تک کہ صفوان کے چچا نے رانا اختیار خلجی کو صفوان یعنی بھتیجے کے رشتے کی پیش کش کی یہ بات تو طے تھی کہ رانا اختیار خلجی بذات خود کچھ نہیں تھا اور یہی کیفیت صفوان کی تھی' اسے ابھی تک کوئی ملازمت بھی نہیں ملی تھی۔ لاوارث تھا بس چچا نے جو کچھ بھی ہوسکا تھا کر دیا تھا یا پھر اپنی محبت اور جفاکشی کی بنیاد پر وہ انجینئرنگ کا کورس پاس کرچکا تھا رانا اختیار خلجی نے نہایت حقارت کے ساتھ اس رشتے کو ٹھکرا دیا اور کہا کہ اس کی بیٹی محلوں کی شہزادی ہے۔ صفوان اسے کیا دے سکے گا۔ وہ ایک معمولی سا بے حقیقت آدمی ہے۔ صفوان اپنے طور پر کوشش کرتا رہا لیکن چچا کو بھتیجے سے وہ دلچسپی اور ہمدردی نہیں ہوسکتی تھی جو ماں باپ کو ہوتی ہے۔ رانا اختیار خلجی کی کسی بات پر صفوان کے چچا نے برملا کہا کہ رانا اختیار خلجی بھی تو ایک معمولی سے خاندان کا فرد ہے خود اس کی اپنی وقعت کیا تھی۔ آج وہ جو کچھ ہے سلمیٰ خلجی کی وجہ سے اور سلمیٰ خلجی ہی کی وجہ سے اسے رانا کا خطاب ملا ہے ورنہ وہ اختیار کی بجائے بے اختیار شخصیت کا مالک تھا ویسے تو شاید زندگی کے کسی موڑ پر رانا اختیار خلجی کے دل میں بیٹی کے لئے محبت کا کوئی جذبہ جاگتا اور ممکن تھا کہ وہ ان دونوں کو یکجا کرنے کے لئے تیار ہوجاتا لیکن کسی یک چشم کو کانا کہہ دو' کسی لنگڑے کو لنگڑا کہہ دو تو اسے بہت زیادہ برا لگتا ہے۔ یہ بات رانا اختیار خلجی کے دل کو چبھ گئی اور اس نے انتہائی حقارت کے ساتھ صفوان کے چچا کو دھکے دے کر اپنی

حویلی سے باہر نکلوا دیا اور کہا کہ اگر اس کے بعد صفوان یا اس کے خاندان کے کسی فرد نے چنار پور کی جانب رخ کیا تو ان لوگوں کو ایسی مصیبت میں پھنسائے گا کہ ان کے لئے نکلنا مشکل ہوجائے گا۔

اس تمام گفتگو کے دوران سلمیٰ خلجی بالکل خاموش رہی تھی لیکن جب حالات انتہائی حدود عبور کرگئے تو ثانیہ خلجی نے اپنی خالہ رافیہ کے ذریعے یہ پیغام اپنی ماں تک پہنچایا کہ اگر ان لوگوں نے صفوان کی بے عزتی کی اور کسی طرح بھی صفوان کو نقصان پہنچا تو جو نتیجہ ظاہر ہوگا وہ ان کے تصور سے باہر ہوگا بہت ہوچکی ہے ان لوگوں کے اپنے معاملات ہیں وہ خود لپنا کسی طور پر پسند نہیں کرے گی۔ زندگی کا یہ سودا اس نے صفوان کے ساتھ کرلیا ہے اور اس کی آئندہ زندگی پر قابض ہونے کی کوشش نہ کی جائے۔ چنانچہ سلمیٰ خلجی نے شوہر کو سمجھانے کی کوشش کی اور یہ سمجھانا رانا اختیار خلجی کے لئے تازیانہ ثابت ہوا اور وہ اور چڑ گیا اور اس نے کہا کہ اگر اسے بیٹی کی زندگی سے ہاتھ دھونا پڑجائیں تو وہ اس بات کو برداشت کرلے گا لیکن جو طعنہ صفوان کے چچا نے دیا ہے اسے کبھی برداشت نہیں کرے گا اور اس خاندان سے کوئی رابطہ نہیں رکھے گا۔ ثانیہ خلجی ایک ضدی اور پروقار لڑکی تھی اس نے ماں سے کہا کہ ٹھیک ہے اگر اس کی زندگی اتنی ہی بے وقعت ہے تو وہ آسانی سے زندگی نہیں کھوئے گی بلکہ جب لوگ اس کی جان کے دشمن ہوگئے ہیں تو وہ ان سے اپنے آپ کو اور صفوان کو بچائے گی۔

اس دوران ہم تذکرہ کرتے ہیں بلکہ ایک دو سین پیش کردیتے ہیں رحمان شاہ کے' بہت اچھی شخصیت کا مالک تھا تعلیم حاصل کی تھی اپنے بھائی کا سوتیلا بھائی تھا یعنی دوسری ماں کا بیٹا اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ رانا اختیار خلجی نے صاحب حیثیت بننے کے بعد بھائی اور سوتیلی ماں کی کوئی مدد نہیں کی تھی البتہ رحمان شاہ اپنے بھائی اور اپنی بھتیجی کو بہت چاہتا تھا۔ اس نے کبھی سلمیٰ خلجی سے ایک پیسے کی مدد قبول نہیں کی اور صرف اپنی محنت کے بل بوتے پر محکمہ جنگلات میں ایک اعلیٰ حیثیت کے عہدے کا مالک بن گیا۔ شادی وغیرہ کی اور سب کچھ کرنے کے بعد وہ اپنے عہدے کے تحت پہاڑی علاقے کے جنگلات میں فروکش ہوگیا اور اپنے اہل خاندان کو بھی وہیں بلالیا۔ ثانیہ خلجی اپنے چچا سے بہت زیادہ متاثر تھی اور رحمان شاہ بھی اس سے بہت محبت کرتا تھا ثانیہ نے سارے واقعات اپنے چچا کو بتا دیئے۔ رحمان شاہ بھائی کے خلاف کوئی سازش تو نہیں کرسکتا تھا یا کوئی ایسا عمل نہیں کرسکتا تھا جس سے بھائی کو اس بات پر آمادہ کرلے۔ رانا اختیار خلجی کی

ضدی فطرت سے بھی واقف تھا بہت غور وخوض کے بعد اس نے ایک منصوبہ بنایا اور اس منصوبے کے تحت اس نے ثانیہ خلجی کو وہاں بلالیا۔ ثانیہ خلجی اکثر اپنے چچا کے پاس آتی جاتی رہتی تھی۔ رانا اختیار نے بے شک سوتیلے بھائی کے ساتھ کبھی اعلیٰ سلوک نہیں کیا تھا۔ غالباً اس کی وجہ بھی یہی تھی کہ رانا اختیار خلجی سلمٰی کا شوہر بننے کے بعد چنار پور کا بے شک ایک دولت مند آدمی بن چکا تھا لیکن اس نے اس دولت کو اپنا کبھی نہیں سمجھا تھا۔ غالباً یہ وجہ بھی تھی کہ اس نے اپنے بھائی پر سلمٰی خلجی کی دولت کا کوئی حصہ صرف نہیں کیا تھا جب کہ سلمٰی خلجی اپنے طور پر ان احساسات سے بے نیاز تھی۔ بہرحال اس منصوبے کے تحت رحمان شاہ نے ایک جانب تو ثانیہ خلجی کو اپنے پاس بلالیا اور دوسری طرف اس نے اس سے قبل صفوان کو اپنے اختیارات اور تعلقات سے کام لے کر اس علاقے میں مائن انجینئر لگوا دیا اور ایک مناسب حیثیت اسے دلوا دی۔ پھر اس کے بعد اس نے اپنے دوست بدر جلال اور کچھ دوسرے افراد سے مل کر اغوا کا وہ ڈراما کھیلا اور درحقیقت وہ ڈراما اس کے اپنے اہل خانہ کو بھی نہیں معلوم' اس نے خاموشی سے اپنے پورے گھر کو اغوا کرلیا اور پھر رقم کی ادائیگی کا پورا پورا ناٹک کھیلا گیا لیکن ثانیہ کی واپسی نہیں ہوئی تھی چونکہ ثانیہ کی شادی صفوان سے باقاعدہ کرا دی گئی تھی اور اس کی سرپرستی رحمان شاہ نے کی تھی اور اب وہ یہیں کہیں ان پہاڑی علاقوں میں مقیم ہیں بہت عرصے تک تو یہ بات خود سلمٰی خلجی کو بھی معلوم نہیں ہوسکی رانا اختیار خلجی نے اس سلسلے میں نہ جانے کیا کیا اختیارات استعمال کئے اور مختلف اداروں سے تحقیقات کرائیں لیکن رافیہ کا کہنا ہے کہ ان پہاڑوں میں وہ لوگ آباد ہیں جو اگر کسی سے محبت کرتے ہیں تو اس طرح کہ اس پر قربان کرنے کے لئے ہزاروں زندگیوں کی دعائیں مانگتے ہیں۔ نفرت کرتے ہیں تو یوں کہ ان کی پھوکڑی میں کھوڑا ہوجاتا ہے۔ چنانچہ کوئی ایسا عمل سامنے نہ آسکا جس سے رانا اختیار خلجی اپنی بیٹی کے بارے میں معلومات حاصل کرسکتا اور پھر بہت عرصے کے بعد جب رحمان شاہ نے سلمٰی خلجی کی حالت بالکل غیر دیکھی اور یہ محسوس کیا کہ بیٹی کی وجہ سے سلمٰی خلجی اور رانا اختیار کے درمیان نفرت کی ایک انوکھی دیوار کھڑی ہوتی جارہی ہے اور اس کے نتائج برے بھی برآمد ہوسکتے ہیں تو بے چارے رحمان شاہ نے صرف سلمٰی خلجی کو اس کے بارے میں بتا دیا کہ اس کی بیٹی خیریت سے ہے اور اصل صورت حال یہ ہے۔ سلمٰی خلجی اپنے دیور کی شکر گزار ہوگئی اور اس نے کہا کہ جب تک رانا اختیار خلجی کا دماغ پوری طرح قابو میں نہیں آجائے گا اس راز کو چھپائے رکھنا ہی بہتر ہوگا۔ وہ اپنے

طور پر کوشش کررہا ہے اور اس کی ضدی فطرت سے یہ ظاہر ہے کہ وہ اپنی ان کوششوں کو ترک نہیں کرے گا۔

"چنانچہ احتیاط رکھی جائے اور اس بات کو صیغہ راز ہی میں رہنے دیا جائے تو یہ ہے صورت حال اور تم دیکھو عورت کیا چیز ہوتی ہے۔ رافیہ نے یہ ساری کہانی ایک اجنبی کو بتا دی ہے یعنی مجھے اور مجھے ہدایت کردی ہے کہ اس کہانی کی ہوا کسی کو نہ لگنے دوں اور میں تمہیں یہ ہدایت کرتا ہوں کہ اس داستان کی ہوا خاص طور سے دادا جان کو نہ لگنے دی جائے کیا کہتے ہو اس بارے میں؟"

میں آنکھیں بند کئے ہوئے بیٹھا ہوا تھا ساری کہانی میرے ذہن میں گھوم رہی تھی۔ واقعی یہ تو بڑی عجیب کہانی ہے اگر ایسا ہوا ہے تو ہم اسے دنیا کا حیرت ناک واقعہ کہہ سکتے ہیں اور اس کے سلسلے میں بڑی عجیب صورت حال کا سامنا ہے نہ جانے کب تک میں خاموش بیٹھا ان واقعات پر غور کرتا رہا یہ سوچنا بھی مقصود تھا کہ اب کیا کیا جائے ویسے اس سلسلے میں مکمل تفصیلات یہاں سے معلوم ہوچکی تھی یعنی حسن فیروز سے وہ کہانی اور وہ جگہ میرے علم میں آچکی تھی جہاں یہ دونوں موجود تھے گویا سارا معاملہ صاف ہوچکا ہے۔ ہم باآسانی رانا اختیار خلجی کو ان دونوں کے بارے میں اطلاع دے سکتے تھے اور اس طرح دادا جان کا مشن پورا ہوجاتا لیکن کیا یہ مناسب ہوگا میں نے اپنے دل سے سوال کیا تو دل نے مجھے جواب دیا کہ ٹھیک ہے سڑکیں کھودنا بھی کوئی برا کام نہیں ہے' محنت تو محنت ہوتی ہے انسان کی تقدیر میں اگر ایسی ہی روزی لکھی ہوئی ہے جو شدید محنت کرکے حاصل ہو تو اس کا حصول کوئی بری بات تو نہیں ہے روزی اس طرح بھی حاصل کی جاسکتی ہے لیکن صفوان اور ثانیہ خلجی کی محبت میں دیکھ چکا تھا دنیا کی ساری آسائشیں ٹھکرا کر وہ دونوں ایک دوسرے کے ساتھ زندگی گزار رہے تھے اور خوش تھے اور صرف ایک فرض کی ادائیگی اور کچھ معاوضے کے حصول کے لئے اگر میں ایک دنیا برباد کر دیتا جس میں دو محبت کرنے والے ساری دنیا سے الگ ہوکر اپنی خوشگوار زندگی گزار رہے تھے تو کیا میرا ضمیر مجھے معاف کردیتا اور جہاں تک ان ضمیر صاحب کی بات ہے یہ بڑی خطرناک چیز ہوتے ہیں جب تک زندہ رہتے ہیں انسان کو زندگی کے عذاب میں مبتلا رکھتے ہیں۔ وقت' زمانہ اتنا خراب ہوچکا ہے کہ ہر لمحہ برائیوں کو فروغ حاصل ہورہا ہے۔ انسان ایک دوسرے کی دشمنی پر اس طرح آمادہ ہوگیا ہے اور اپنی انا کو اس طرح زندہ رکھنے کے لئے مصر رہتا ہے کہ کسی دوسرے کی زندگی سے کوئی دلچسپی باقی نہیں رہتی۔ رانا اختیار خلجی

ایک احسان کا شکار تھا اور اس کے لئے اس نے اپنی بیٹی کو داؤ پر لگا دیا تھا حالانکہ میں نے محسوس کیا تھا کہ سلمیٰ خلجی جس طرح بیٹی کی بازیابی سے گریز کر رہی ہے اور اپنے آپ کو پتھرائے ہوئے ہے اس کے برعکس رانا اختیار خلجی جب بیٹی کے بارے میں بات کرتا ہے تو اس کا لہجہ گلوگیر ہو جاتا ہے اور وہ خاصا ذہنی کرب کا شکار نظر آتا ہے بہت کشمکش تھی میرے دل میں اور اس کشمکش کا خاتمہ اس وقت ہوا جب حسن فیروز نے مجھے پکارا۔

"کیا آپ انتقال فرما گئے۔" میں نے چونک کر آنکھیں کھولیں اور پھیکی مسکراہٹ کے ساتھ حسن فیروز کو دیکھا۔

"خدا کا شکر ہے کہ آنکھیں کھل گئیں ورنہ میں یہ سوچ رہا تھا کہ دادا جان مجھ پر تمہارے قتل کا الزام عائد کرنے سے گریز نہ کرتے' کیا ہو گیا پیارے بھائی کس عذاب میں گرفتار ہو گئے۔"

"اب یہ بتاؤ مجھے حسن فیروز کہ اب اس سلسلے میں ہم کیا کریں؟؟"

"بتاؤں۔"

"ہاں۔"

"واپس چلتے ہیں یہاں سے۔" حسن فیروز نے بائیں آنکھ دبا کر کہا۔

"ٹھیک ہے' پھر؟"

"پوری کہانی رانا اختیار خلجی کو سنا دیتے ہیں۔"

"ٹھیک ہے۔"

"پھر کہتے ہیں کہ ہمیں ان دونوں کی رہائش گاہ کے بارے میں معلوم ہو گیا ہے۔"

"چلو ٹھیک ہے پھر۔"

"اور یہ کہیں گے کہ وہ جس جگہ ہیں وہاں کا ایک شخص جس کے قبضے میں وہ ہیں اس سلسلے میں پچاس لاکھ روپے طلب کرتا ہے جو اسے ادا کرنا ہوں گے اگر رانا اختیار خلجی تھوڑی بہت سودے بازی کے بعد وہ رقم ہمیں ادا کر دیتا ہے تو استاد یہاں سے سیدھے یورپ چلتے ہیں' انتظامات کرنا میری ذمہ داری۔ ہائے دریائے ٹیمز کا کنارہ' ڈوور سے ڈنکرک کے ساحل تک سمندری سفر اور اس کے بعد ایفل ٹاور کے نیچے زندگی لیتی ہوئی پیرس کی حسین اور رومان انگیز داستانیں' یار میں غلط منظر کشی تو نہیں کر رہا' تم بتاؤ اس حسین زندگی سے محروم رہ کر تم زندگی کا لطف اٹھا سکتے ہو۔"

"نہ میں نے کبھی دریائے ٹیمز دیکھا نہ ڈوور سے ڈنکرک تک کی بندرگاہ کا سفر کیا۔

چنانچہ چیف تم بکواس بالکل نہ کرو' میں یہ دھوکا دہی نہیں کر سکتا' اس کے بعد کیا ہو گا یہ تم جانتے ہو۔" حسن فیروز برا سا منہ بنا کر مجھے دیکھنے لگا پھر بولا۔

"کیا ہو گا؟"

"دادا جان کی گردن شرمندگی سے جھک جائے گی۔"

"یار تھوڑے دن کے بعد ان کی کمر جھک جائے گی۔ تم خالی گردن کی بات کرتے ہو اور ان کی کمر شرمندگی سے نہیں جھکے گی بلکہ زندگی کے طویل بوجھ سے جھکے گی۔ میں کہتا ہوں چار دن کی زندگی کافی ہوتی ہے عیش و آزادی کے ساتھ' کم از کم انسان اتنا تو کرے یہ کیا کہ دو کرنلوں کے بیچ میں گھس جائے اور دونوں کرنل الگ الگ اس کا کورٹ مارشل کرتے رہیں۔ پیارے بھائی جان مان لو میری بات۔"

"خیر تمہاری ہر بات قابل معافی ہے حسن فیروز و اس لئے کہ یہ رقم لے کر تم نے ان دونوں کی گرفتاری یا نشاندہی کا فیصلہ نہیں کیا ورنہ یقین کرو میرے اور تمہارے درمیان تعلقات میں خاصی خرابی آ جاتی۔"

"خیر اس کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا یعنی دونوں بے گناہ ہیں اپنی پسند سے اپنی زندگی گزارنا چاہتے تھے اس کے مواقع ان کے لئے ختم کر دیئے گئے تھے اور تم اس ماں کو دیکھو جس نے اپنے سینے پر صبر کی سل رکھ لی ہے اور خاموشی سے بیٹی کی جدائی کا وقت گزار رہی ہے۔ غالباً شوہر کو کسی قیمت پر آمادہ نہ کر سکی ہو گی کہ وہ ان دونوں کے رشتے کو قبول کر لے' اپنے اختیارات سے بھی کام نہیں لے سکی ہو گی ایسی حالت میں اس عورت کا رویہ جو مجھے اب یاد آ رہا ہے بالکل درست تھا۔"

"مگر اب ہونا کیا چاہئے؟"

"کیا رافیہ اس بات کی نشاندہی کرتی ہے کہ ان دونوں کو کہاں رکھا گیا ہے۔"

"رحمان شاہ نے اس سلسلے میں خود سلمیٰ خلجی کو بھی نہیں بتایا اور کہا کہ معاملہ اگر صرف ثانیہ خلجی کا ہوتا تو وہ یہ پتا بتا سکتا تھا کیونکہ بہرحال ماں باپ اولاد کو اس طرح ہلاک نہیں کر سکتے لیکن ایک ایسا شخص بھی ہے جو نیک اور شریف آدمی ہے اور جو ثانیہ کو خوشیوں کی زندگی دینے کے لئے اپنے آپ کو جانوروں کی زندگی بھی دے سکتا ہے اس شخص کی عزت اور تحفظ کا بھی سوال ہے۔ چنانچہ یہ مشکل ہے بس اتنا ہی کافی ہے کہ سلمیٰ خلجی یہ جان لے کہ صورت حال کیا ہے۔"

اچانک ہی میں اچھل پڑا اور میں نے پھٹی پھٹی آنکھوں سے حسن فیروز کو دیکھتے

ہوئے کہا۔

"یار حسن فیروز ایک بات بتاؤ ارے باپ رے۔"

"کک کیا ہوا؟" حسن فیروز بھی اچھل کر کھڑا ہوگیا۔

"یہ رافیہ خلجی میرا مطلب ہے رافیہ........"

"رافیہ خالی کہہ لیا کرو بار بار منہ سے رافیہ خلجی نکل جاتا ہے۔"

"یہ رافیہ ہمارے پیچھے پیچھے کیوں آئی ہے؟"

"کک کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ رحمان شاہ کے پاس کیوں پہنچی ہے؟"

"کہنا کیا چاہتے ہو؟"

"گڑبڑ ہوگئی بیٹا گڑبڑ ہوگئی۔"

"یار کیوں ڈرائے جارہے ہو' کیا گڑبڑ ہوگئی بتاؤ۔"

"یقیناً اسے سلمٰی خلجی نے بھیجا ہوگا کیونکہ سلمٰی خلجی کی بہن یعنی ثانیہ کی خالہ یعنی صفوان کی خالہ ساس یہاں رحمان شاہ کو یہ بتانے کے لئے آئی ہوگی کہ رانا اختیار خلجی نے دو جاسوسوں کی خدمات حاصل کی ہیں اور وہ یہاں معلومات کے لئے آئے ہوئے ہیں' کیا سمجھے۔" حسن فیروز کی آنکھیں آہستہ آہستہ پھیلتی جارہی تھیں اور جب وہ پھیلاؤ کی آخری حد تک پہنچ گئیں تو اس نے کہا۔

"واقعی یار میری پھوکڑی میں کھوڑا ہے۔"

"مگر ایک کام ہوگیا۔"

"کیا۔"

"تم تو خیر براہ راست یہاں آئے ہو زیادہ سے زیادہ رحمان شاہ تم پر نگاہ رکھے ہوئے ہوگا اور یہ اندازے لگاتا رہا ہوگا کہ تم کیا کررہے ہو لیکن میرا معاملہ ذرا مختلف ہوگیا میں جس ذریعے سے یہاں تک پہنچا ہوں وہ بالکل الگ ہے اور میرا خیال ہے یہ بہتر ہوا ویسے چیف تم نے یہ اندازہ لگانے کی کوشش کی کہ رافیہ خود میرے بارے میں کیا خیال رکھتی ہے۔"

"نہیں میرا خیال ہے وہ تمہارے بارے میں مشتبہ نہیں ہے اور پھر میں نے جس طرح اسے اپنی محبت کے جال میں پھانسا ہے اس کے بعد تم سمجھ لو کہ وہ رحمان شاہ کو یہ بات بتا بھی چکی ہے تو شرمندہ ہوگی۔"

"تم نے پوچھا نہیں جب وہ تمہیں ساری کہانی سنا چکی ہے تو کم از کم تم اس سے یہ بھی معلوم کرسکتے تھے کہ کیا اس نے رحمان شاہ کو ہم لوگوں کے بارے میں اطلاع دے دی ہے خاص طور سے تمہارے بارے میں اور کیا اس نے یہ بھی بتا دیا ہے کہ وہ جاسوس تم ہو اور دوسرا غائب ہے۔" میرے ان الفاظ پر وہ بغلیں جھانکنے لگا اور جب کئی بار بغلیں جھانک چکا تو مدہم لہجے میں بولا۔

"بہرحال انچارج میں ہوں اور ماتحتوں کو کم از کم انچارج کا اتنا احترام تو ضرور کرنا چاہئے کہ اس کی کسی غلطی پر اسے شرمندہ نہ کریں۔ کیا تم مجھے شرمندہ کرنے کی کوشش کررہے ہو۔"

"نہیں بالکل نہیں۔ میں تو ایک سوال کررہا ہوں۔"

"یار نہیں پوچھا لیکن پوچھ لوں گا اور اب تو یہ انتہائی ضروری ہوگیا ہے کہ اگر میں روشنی میں آگیا ہوں تو تمہیں اندھیرے ہی میں رہنا چاہئے۔ چنانچہ تم بڑی احتیاط کے ساتھ اپنا منہ کالا کئے رکھو۔"

"کیا؟" میں نے گھور کر اسے دیکھا۔

"کچھ نہیں میرا مطلب ہے کہ تاریکی میں رہو۔"

"چیف آپ تو خیر جو کارنامہ سرانجام دے چکے ہیں اس کا تو کوئی جواب ہی نہیں لیکن تھوڑا سا کام میں بھی کرچکا ہوں۔"

"کیا' کیا' کیا بتاؤ مجھے۔"

"میں وہ جگہ معلوم کرچکا ہوں جہاں ثانیہ خلجی اور صفوان موجود ہیں۔ میں ان سے ملاقات بھی کرچکا ہوں۔" میں نے کہا اور حسن فیروز کی آنکھوں میں ایک بار پھر حیرت کے نقوش نظر آئے۔

"اور میں جانتا ہوں کہ تم کس قسم کے آدمی ہو یقیناً جھوٹ نہیں بول رہے ہوگے۔"

"اس اعتماد کے لئے شکر گزار ہوں۔" میں نے کہا۔

"کس حال میں ہیں وہ دونوں؟"

"نہایت مطمئن' نہایت خوش رحمان شاہ کا ان سے مسلسل رابطہ ہے۔ رحمان شاہ انہیں دنیا کی ہر شے فراہم کردیتا ہے۔ صفوان ملازمت کرتا ہے دونوں میاں بیوی نہایت پرسکون زندگی گزار رہے ہیں اور خوش ہیں لیکن یقینی طور پر اندر سے وہ اس بات سے

خوفزدہ ہوں گے کہ کہیں رانا اختیار خلجی کو ان کی یہاں موجودگی کا پتہ نہ چل جائے۔" اس کے بعد ہم دونوں پریشانی سے بیٹھے سوچتے رہے تھے اور بہت دیر تک خاموش رہنے کے بعد میں نے کہا۔

"کوئی تجویز ہے تمہارے ذہن میں؟"

"ہے تو نہیں لیکن سوچی جاسکتی ہے لیکن شرط یہ ہے کہ تم اس سلسلے میں میرا ساتھ دو گے۔"

"ٹھیک ہے۔"

"ٹھیک نہیں ہے‘ وہ ممکن ہے دادا جان کے اصول کے خلاف بات ہو‘ یہاں گل مراد! ذرا تھوڑی سی خودغرضی کی بات آجاتی ہے یعنی تم اپنی بہتری کے بارے میں سوچو گے اور اس لئے سوچو گے کہ دادا جان نے تمہیں ٹریننگ دی ہے تم نے دادا جان سے بہت سے وعدے کئے ہیں اور تم ان سے وعدہ خلافی نہیں کرو گے۔ تم مجھے ایک فضول آدمی قرار دو گے اور کہو گے کہ نہیں‘ دادا جان کی خواہش کے مطابق ہی سب کچھ ہونا چاہئے لیکن شاید ایسا نہ ہوسکے کیونکہ اس کے بعد جو کچھ میں سوچوں گا میری خواہش ہے وہی ہو۔" میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ میں نے آہستہ سے کہا۔

"اور یہ بات میں نے کبھی نہیں بھولی حسن فیروز کہ دادا جان تک پہنچانے کا ذریعہ تو تم ہی ہو اور تم ایک اچھے انسان ہو کسی کی بہتری کے لئے سوچنا جانتے ہو صرف سوچتے نہیں ہو بلکہ عمل بھی کرتے ہو۔ یہ تمام باتیں میرے بھی ذہن میں ہیں تو پھر بھلا تم سے منحرف کیسے ہوسکتا ہوں۔"

"مرد ہو اس کا اعتراف ہمیشہ کیا ہے میں نے اور مرد کی بات پر اعتبار کیا جاسکتا ہے اگر ایسا ہے تو اس وقت دنیا کی ہربات کو بھول کر ہم وہ کام سرانجام دیں گے جو ہمارے ضمیر سے مطابقت رکھتا ہو‘ سوچو تم بھی سوچو میں اس سلسلے میں رافیہ سے بھی مشورہ کرتا ہوں۔"

"کیا؟" میں اچھل پڑا۔

"نن‘ نہیں میرا مطلب ہے کہ بہرحال رافیہ بھی ان کے حق میں ہے۔"

"بھول کر بھی یہ نہ کرنا دل کی بات کسی عورت سے کہہ دینے کا مطلب ہے کہ تم نے اسے اخبار میں چھپوا دیا۔"

"کیا تم سچ مچ میری پھوکڑی میں کھوڑا سمجھتے ہو‘ اب اتنا پاگل بھی نہیں ہوں۔" میں

خاموش ہوگیا واقعی بات ذرا الجھی ہوئی تھی۔ معاملات سلجھ گئے تھے۔ کرنل ہمایوں کے لئے رپورٹ موجود تھی۔ اب یہ الگ بات ہے کہ کرنل ہمایوں ہماری اس کاوش کو بالکل ناپسند کریں اور یہ کہیں کہ ہم نے ان کی اجازت کے بغیر یا ان کی خواہش کے بغیر کوئی عمل کیوں سرانجام دیا تو اس سلسلے میں اس حقیقت کو بھی نظرانداز نہیں کیا جاسکتا تھا کہ بہرحال مجھے کرنل ہمایوں تک پہنچانے والی شخصیت حسن فیروز ہی کی تھی اور بہرحال حسن فیروز کی بات کی لاج بھی رکھنا تھی اپنے آپ کو سمجھا دیا یعنی آدھا آدھا کام ہم دونوں نے سرانجام دیا تھا پھر اسی رات تقریباً دو بجے ہوں گے‘ میں گہری نیند سو رہا تھا کہ حسن فیروز نے جھنجوڑ جھنجوڑ کر مجھے جگا دیا میں نے آنکھیں پھاڑ کر اسے دیکھا اور وحشت زدہ لہجے میں بولا۔

"خیریت تم اس وقت یہاں کیسے کیا ہوگیا؟"

"اٹھ کر بیٹھ جاؤ‘ یہ تمہارے منہ ہاتھ دھونے کے لئے پانی لایا ہوں تاکہ تمہاری نیند بھاگ جائے دیکھو تو سہی اتنا ٹھنڈا پانی ہے کہ اس کے بعد نیند کیا........"

"ضرورت نہیں ہے۔ میں ٹھیک ہوں۔"

"نہیں بالکل نہیں مان سکتا جو میں کہہ رہا ہوں وہ کرو۔" میں نے پانی کا برتن اس کے ہاتھ سے لیا اور جلدی سے اسے چھوڑ دیا پانی زمین پر گر پڑا تھا اتنا ٹھنڈا پانی تھا کہ اگر اس سے منہ ہاتھ دھولیتا تو شاید نمونیہ ہی ہوجاتا۔ میں نے کہا۔

"انچارج صاحب میں بالکل ہوش و حواس کے عالم میں ہوں کہیں بے ہوشی پائیں تو جو سلوک چاہیں کریں۔"

"تجویز آئی ہے۔ ایک ذہن میں اور چاہتا ہوں کہ اس پر بلا بے چوں وچرا عمل کیا جائے کیونکہ انچارج میں ہوں۔"

"آپ بالکل انچارج ہیں مگر تجویز کیا ہے؟"

"ان دونوں کو اغوا کرلیا جائے۔"

"کک کسے؟"

"ثانیہ اور صفوان کو۔"

"پھر؟"

"اغوا کرکے ہم انہیں چنار پور لئے چلتے ہیں۔ چنار پور میں ان کے لئے کسی قیام کا بندوبست کیا جائے گا اور اس کے بعد ہم اپنے طور پر رانا اختیار خلجی سے مذاکرات کریں

گے۔ وہ خط تو تمہیں یاد ہے۔ اس خط کی رو سے سلمیٰ خلجی نے یہ کہہ دیا ہے کہ ہمیں ختم کردیا جائے اگر یہ محسوس کیا جائے کہ ہم حقیقت تک پہنچنے میں کامیاب ہوگئے ہیں جب سلمیٰ خلجی کو ہم یہ حقیقت بتائیں گے کہ صورت حال کیا ہے تو بہرحال اسے بھی ہماری مدد کرنا ہوگی ویسے ایک نام اور یاد آتا ہے جس نے چنار پور میں ہمارا استقبال کیا تھا اور وہ کسی ہوٹل کا نمائندہ تھا۔ آدمی ڈیسنٹ تھا اور یہ بھی کہا تھا اس نے کہ اگر ہمیں اس کی کسی بھی مدد کی ضرورت ہو میرا مطلب ہے کہ ان دونوں کو اغوا کرنے کے بعد اس کے پاس رکھا جاسکتا ہے۔ پھر ہم اس خط کے ذریعے سلمیٰ خلجی کو بتائیں گے کہ ہم نے کیا کیا' کیا ہے اور یہ خط اگر رانا اختیار خلجی کے پاس پہنچا دیا جائے تو سلمیٰ خلجی کی کیا کیفیت ہوگی۔ مطلب یہ کہ ایک ایسا گھپلے والا کھیل شروع کردیں گے جس سے سب مصیبت میں پھنس جائیں اور رانا اختیار خلجی کو مجبور کیا جائے گا کہ وہ صفوان اور ثانیہ کی قربت کو قبول کرلے سمجھ رہے ہونا میری بات۔" میں خاموشی سے اس کی تجویز سنتا رہا پھر میں نے آہستہ سے کہا۔

"لیکن بلی کے گلے میں گھنٹی کون باندھے گا؟"

"تمہارا مطلب یہ ہے کہ ان دونوں کو اغوا کون کرے گا۔"

"ہاں۔"

"ہاں' سوفیصدی ہم' پہلے تم مجھے یہ بتاؤ کہ ان لوگوں کے مشاغل کیا کیا ہیں؟ اس کے بعد ہم بقیہ کارروائی کریں گے۔" میں چند لمحے سوچتا رہا اور پھر وہی احساس میرے دل میں جاگا' بات کسی حد تک بننے کے قابل ہے اور ہوسکتا ہے کہ کوئی اچھا ہی نتیجہ برآمد ہوجائے۔ چنانچہ تھوڑی دیر سوچنے کے بعد میں نے بھی دل میں فیصلہ کیا کہ زندگی میں جب یہ ایڈونچر لکھ ہی دیا گیا ہے تو پھر اس سے گریز بے معنی ہے۔ وہ کرنا پڑے گا جو ان حالات میں ضروری ہے۔ اس کے بعد جب میں اس بات پر متفق ہوگیا تو میں نے حسن فیروز کو ان کے معمولات کے بارے میں بتایا اور یہ بھی بتایا کہ آئندہ کے لئے کہہ دیا گیا ہے کہ اگر رحمان شاہ وہاں نہ آیا تو مجھے اس سلسلے میں مخصوص کردیا گیا ہے اور میں ہی آیا کروں گا۔"

"لے پھر کیا رہ گیا پیارے بھائی اس کا مطلب تو یہ ہے کہ تقدیر ہمارا ساتھ دے رہی ہے اور وہ سب کچھ ہوگیا جو کچھ چاہتے ہیں یعنی ہوگیا۔"

"لیکن رافیہ کا کیا ہوگا؟"

"کون رافیہ؟" حسن فیروز نے حیران لہجے میں پوچھا اور میں ہنسنے لگا۔

"ہوں' تم نے میری ساری رات برباد کردی۔"

"دو بج رہے ہیں بلکہ ڈھائی بج رہے ہیں کم از کم اس دوران تو تم سو لئے ہوگے۔"

"ہاں سو لیا تھا۔"

"مگر میں نہیں سویا تھا اور یہ سوچتا رہا تھا کہ کیا کرنا چاہئے۔"

"تو پھر یہ آخری فیصلہ ہے تمہارا؟"

"آخری کے بعد کیا چیز ہوتی ہے؟" حسن فیروز نے سوال کیا۔

"کچھ نہیں۔"

"تو سمجھ لو میرا یہ فیصلہ کچھ نہیں کے بعد شروع ہوتا ہے اس سے اس کے ٹھوس ہونے کا اندازہ لگا لو۔" حسن فیروز بولا اور میں ہنسنے لگا بہرحال اب جو بات آخری طور پر طے پا گئی تھی اب اس کے بارے میں سوچنا تھا۔ دوسرے دن حسن فیروز معمول کے مطابق مصروف رہا۔ میں چونکہ اب رحمان شاہ کے خاص آدمیوں میں شامل ہوچکا تھا اس لئے میرے سپرد اور کوئی ذمے داری کی نہیں جاتی تھی بس رحمان شاہ نے مجھے آرام سے رہنے کے لئے ہدایت جاری کردی تھی اور اپنے کاموں کے سلسلے میں مدد دینے کی ہدایت دوسروں کو بھی جاری کردی تھیں یہاں پر فدا خان ایک ایسا آدمی تھا جس سے میری گہری دوستی ہوگئی تھی باقی ملازموں سے کوئی خاص یاد اللہ نہیں ہوئی تھی' کوٹھی میں میرا کوئی کام نہیں تھا البتہ حسن بڑی کامیابی کے ساتھ رافیہ کو بے وقوف بنا رہا تھا ویسے رافیہ کے بارے میں میرا تجربہ یہ کہتا تھا کہ نہایت چالاک عورت ہے اور حسن نے اگر اس عورت کو شیشے میں اتار لیا ہے تو کمال کی بات ہے لیکن بہرحال ان تمام باتوں کے ساتھ ساتھ ہم اپنے منصوبے کے بارے میں بھی سوچ رہے تھے جس کی کامیابی اب ایک طرح سے ہماری زندگی کا واحد مقصد رہ گئی تھی اور خاصا غور کرنے کے بعد آخر کار میں ایک نتیجے پر پہنچ ہی گیا تھا۔ اب مجھے یہ انتظار تھا کہ رحمان شاہ جو اکثر مختلف کاموں سے کبھی کبھی نکل جایا کرتا تھا کسی کام سے نکلے تو ہم اپنے کام کا آغاز کریں اور تیسرے دن تقدیر نے اس بات کا موقع دیا۔ میں نے تمام تیاریاں اپنے طور پر مکمل کرلی تھیں۔ میں اور حسن فیروز کئی بار اس موضوع پر گفتگو کرچکے تھے اور ہمارے درمیان یہ اہم مسئلہ طے پاگیا تھا کہ مستقبل میں ہمیں اس سلسلے میں کیا کرنا ہے۔ بس موقع مل جانا شرط تھا۔ چنانچہ حسن فیروز نے اپنے طور پر اور میں نے اپنے طور پر گھوڑے حاصل کئے اور منصوبے کے مطابق وہاں

سے چل پڑے۔ حسن فیروز بہت زیادہ ہمت اور دلیری کے ساتھ اس سلسلے میں کام کرنے پر آمادہ تھا اور میں یہ محسوس کر رہا تھا کہ واقعی کرنل جہانگیر اگر انصاف سے کام لے کر اپنے اس بیٹے کو بھی ایک پرسکون زندگی عطا کر دیتا تو شاید حسن ایک ذہین' شاندار اور نڈر نوجوان ثابت ہوتا بعض اوقات انسان اپنے طور پر کس طرح شخصیت کو مسخ کر دیتا ہے اس کا احساس حسن سے ملنے کے بعد ہوتا تھا۔ میں اور حسن الگ الگ وہاں سے نکلے تھے اور کافی فاصلہ طے کرنے کے بعد یکجا ہو گئے تھے۔ مجھے چونکہ رحمان شاہ کے خاص ملازم کی حیثیت سے کچھ مراعات حاصل تھیں اس لئے کسی نے مجھ سے یہ سوال نہیں کیا تھا کہ میں گھوڑے پر کہاں جا رہا ہوں۔ دونوں کام آسان تھے اس طرف منصوبے کے مطابق ہمیں یعنی مجھے خاص طور سے یہ حیثیت حاصل تھی کہ میں جب بھی چاہتا ثانیہ خلجی سے ملاقات کر سکتا تھا اور باقی کام کوئی خاص اہمیت کے حامل نہیں تھے۔ حسن خاموشی سے میرے ساتھ سفر کر رہا تھا اس نے کہا۔

"ہم اپنی زندگی کے ایک مشن کو نہایت کامیابی کے ساتھ سرانجام دے رہے ہیں۔ اس کے لئے کم از کم دعائیں کرتے رہنا بھی ضروری ہے ویسے یار واقعی دو محبت بھرے دلوں کو ملانا بہت بڑی بات ہے۔"

"لیکن ایک محبت بھرا دل بری طرح ٹوٹ رہا ہے۔"

"تمہارا اشارہ رافیہ کی جانب ہوگا۔"

"ظاہر ہے رافیہ نے کچھ سوچ سمجھ کر ہی تم پر اعتبار کیا ہوگا اور تم سے محبت کی پینگیں بڑھائی ہوں گی۔"

"چیف یہاں ان باتوں کا وقت نہیں ہے۔ ہمیں اپنے مشن کے بارے میں سوچنا چاہئے جو خاصا مشکل ہے اس سلسلے میں تھوڑی سی مارکنگ بھی ضروری ہے جو کرتے رہیں' یعنی کہاں سے کہاں تک کیا کرنا ہے۔"

"ہوں۔ ٹھیک کہتے ہو بہرحال اب یہ بتاؤ کہ یہاں سے اس جگہ کا فاصلہ کتنا ہے جہاں ہمیں جانا ہے۔"

"بہت زیادہ فاصلہ نہیں ہے لیکن تھوڑے فاصلے پر ایک آبشار نظر آئے گا جو خوبصورت جگہ ہے وہاں رک کر ہم اس سلسلے میں آخری گفتگو کریں گے۔"

"گڈ اچھا منصوبہ ہے۔" حسن فیروز نے کہا۔

ہم نے سفر جاری رکھا آخر کار ہم اس آبشار کے پاس پہنچ گئے یہاں پہنچ کر ہم

گھوڑوں سے اتر گئے تھے۔ میں نے حسن فیروز کو اس بستی کے بارے میں پوری تفصیل بتائی تھی۔

"ہوں تمہارا مسئلہ تو یہ ہے کہ رحمان شاہ نے ان دونوں سے تمہارا تعارف کرا دیا ہے۔"

"ہاں۔"

"میرے ذہن میں ایک الجھن ہے۔"

"کیا؟"

"ویسے تو یہ مشکل نہیں تھا کہ ہم دونوں کو اغوا کر کے یہاں سے لے جاتے لیکن اصل مسئلہ یہ ہے کہ انہیں لے جانے کا ذریعہ کیا ہو سکتا ہے۔"

"انچارج صاحب یہ تو آپ ہی بتا سکتے ہیں۔" میں نے حسن کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"کیا سمجھتے ہو مجھے؟" وہ غصیلے لہجے میں بولا۔

"انچارج۔" میں نے ہنس کر کہا۔

"اور خود کو؟" حسن فیروز اسی انداز میں بولا۔

"اسسٹنٹ!"

"تو ڈیئر اسسٹنٹ اس وقت جو کچھ کہہ رہا ہوں اس میں کسی ترمیم کی گنجائش نہیں ہے۔"

"جی سر۔"

"ہم صفوان سے ملیں گے چونکہ رحمان شاہ بذات خود پہلے اس کا تعارف کرا چکا ہے اور یہ کہہ کر آیا ہے کہ اب اس کے پیغامات تمہارے ذریعے آئیں گے۔"

"بالکل۔" میں نے کہا۔

"ہم ایک سیدھا راستہ اختیار کریں گے اور اس کہانی سے فائدہ اٹھائیں گے جو ہمارے علم میں ہے اور ابھی تک کہیں سے اس کی تردید نہیں ہوئی ہے۔"

"وہ سیدھا راستہ کیا ہوگا سر۔" میں نے سوال کیا۔

"تمہیں رحمان شاہ نے یہاں بھیجا ہے میں اس کا خاص آدمی ہوں چونکہ ہماری معلومات کے تحت رحمان شاہ اور سلمیٰ خلجی کے درمیان رابطہ ہے اس لئے ہم مسز خلجی کا پیغام ان دونوں کو دیں گے۔"

"سلمیٰ خلجی کا پیغام؟"

"ہاں وہ یہ کہ وہ زندگی کے آخری سانس لے رہی ہے اور اپنی بیٹی سے ملنا چاہتی ہے۔ ہم اسے ساتھ لے کر جائیں گے راضی خوشی سے۔"

"مگر کس طرح؟"

"اسے مجھ پر چھوڑ دو۔"

"بات خطرناک بھی ہو سکتی ہے۔"

"ہمارا کوئی کیا بگاڑے گا۔" حسن فیروز نے کہا۔

"لیکن حسن فیروز فرض کرو ہم ایسا کرنے میں کامیاب ہو بھی گئے تو کیا وہ دونوں خطرے میں نہیں پڑ جائیں گے۔"

"مجھے اس کا پورا احساس ہے اور یہاں میں پوری سنجیدگی سے یہ بات کہہ رہا ہوں کہ لکیر کے فقیر بننے کی کوشش نہ کرو کچھ فیصلے اپنے بھی ہوتے ہیں۔"

"مثلاً؟" میں نے سوال کیا۔

"وہ تمہارے صفوان صاحب ایک شریف نیک فطرت انسان ہیں اور قطعی اس قابل ہے کہ اسے اس کا حق ملنا چاہئے۔ ہم ایک کوشش کریں گے کہ خود رانا اختیار خلجی ان کی یہ حیثیت قبول کرلیں اور اگر اس نے ایسا نہ کیا تو پھر تم جانتے ہو کہ میری پھوکڑی میں کھوڑا ہے۔"

"بات سنجیدہ ہو جائے گی۔"

"تمہارا ضمیر کیا کہتا ہے؟"

"بات صرف ضمیر کی نہیں ہے۔" میں نے الجھے ہوئے لہجے میں کہا۔

"دوسری صورت بھی تمہارے حق میں ہے تمہاری ڈیوٹی یہی ہے نا کہ ان دونوں کو رانا کے حوالے کر دو یا کم از کم ثانیہ کو تو واپس لے ہی چلو۔"

"یار حسن تم کہنا کیا چاہتے ہو۔"

"تم انہیں رحمان شاہ کا حوالہ دو گے اور بتاؤ گے کہ سلمیٰ خلجی کسی حادثے کا شکار ہو گئی ہے اور اپنی بیٹی اور داماد سے فوری ملنا چاہتی ہے چنانچہ انہیں ہمارے ساتھ چنار پور چلنا ہے۔"

"مگر چنار پور بس۔"

"نہیں انور حسین کا گھر ہماری پناہ گاہ ہو گا چلو!" حسن فیروز پھر گھوڑے پر سوار ہو گیا۔ تو گویا یہ اس کا آخری فیصلہ تھا چنانچہ مجھے بھی گھوڑے پر سوار ہونا پڑا اور ہم بستی

کی طرف چل پڑے۔

حالانکہ میرے دل میں ابھی تک بہت سے وسوسے سر ابھار رہے تھے۔ اب کیا کہا جاسکتا ہے صفوان ہمارے فریب میں آئے یا نہ آئے یا پھر اگر منصوبے کے مطابق ہم صفوان اور ثانیہ کو چنار پور لے جائیں اور وہاں صورت حال بہتر نہ رہے تو ثانیہ کے بارے میں تو خیر اتنی تشویش نہیں تھی لیکن جیسا کہ رافیہ نے واقعات سنائے تھے اور ان واقعات سے یہ اندازہ ہوتا تھا کہ رانا اختیار خلجی کی انا پر چوٹ لگی ہے اور رانا اختیار خلجی کو یہ بات معلوم ہو گئی کہ صفوان کے خاندان نے اس کے ساتھ یہ سب کچھ کیا ہے یا اس میں کسی نہ کسی شکل میں رحمان شاہ کا بھی ہاتھ ہے تو ایک لمبی جنگ چھڑ جائے گی۔ خیر' یہ جنگ ظاہر ہے میرے اپنے خاندان میں تو نہیں چھڑ رہی تھی لیکن یہ نہیں کہا جاسکتا تھا کہ دادا جان وہ میرے اس عمل کو پسند کریں یا نہ کریں اور مجھ سے یہ سوال کریں کہ میں نے حسن فیروز کی باتوں میں آکر یہ احمقانہ قدم کیوں اٹھایا تھا تو اس شکل میں میرے لئے مشکل لمحات پیدا ہو سکتے تھے حالانکہ دوسری صورت میں ایک تصور یہ بھی ذہن میں آتا تھا کہ ممکن ہے ثانیہ خلجی کی بازیابی کے بعد رانا اختیار خلجی کا نظریہ بھی بدل جائے لیکن اب یہ صرف سوچنے کی باتیں تھیں۔ ہم اس منصوبے کو ساتھ لے کر چل پڑے تھے جس کے تحت ہم نے یہ قدم اٹھانا تھا۔ اب بعد میں اس کے نتائج جو بھی برآمد ہوں گے دیکھا جائے گا' راستے میں حسن فیروز نے مجھ سے کہا۔

"اسٹنٹ!"

"چیف۔" میں نے مستعدی سے کہا۔

"کیا سوچ رہے ہو؟"

"کوئی خاص بات نہیں چیف۔"

"اسٹنٹ جھوٹ کیوں بول رہے ہو' اتنی دیر تک خاموشی اختیار کئے جانے کا مطلب یہی ہے کہ اختیار خلجی کے بارے میں سوچ رہے ہو اور اپنے اندر بے اختیاری محسوس کر رہے ہو۔"

"ظاہر ہے اس وقت یہی نظریہ سامنے ہے۔"

"آہ' کاش تمہاری پھوکڑی میں بھی کھوڑا ہوتا۔"

"تو اس سے کیا فرق پڑتا؟"

"یہ کیفیت بہت سی باتوں سے بے نیاز کر دیتی ہے۔"

"مثلاً؟"

"مثلاً یہ کہ پہلے کرو پھر سوچو' جب ہم نے فیصلہ کرلیا ہے کہ کچھ کرنا ہے تو اب صرف کرنے ہی کے بارے میں سوچو اور جو کچھ کرنا ہے اسے کامیاب بنانے کے بارے میں کام کرتے رہو' زور کس پر ہوا کرنے پر' ویسے گھوڑے کی پشت پر بھی زور دیئے رکھو میں محسوس کر رہا ہوں کہ تمہارا گھوڑا بار بار ٹھوکر کھا رہا ہے۔"

"چیف میں گھوڑے کی دم پر بیٹھ کر بھی سفر کرسکتا ہوں۔"

"کر کے دکھاؤ' میں تمہیں انعام دوں گا۔" حسن فیروز بولا اور میں ہنسنے لگا' حسن فیروز خاموش ہوگیا تھا کچھ دیر کے بعد اس نے کہا۔

"دیکھو جہاں تک صورت حال کا علم ہوچکا ہے اور جو کچھ ہمارے سامنے آیا ہے میں سمجھتا ہوں یہی فیصلہ سب سے مناسب ہے۔ جو ہم نے کیا ہے اور اس میں کوئی ترمیم یوں سمجھ لو معاملات کو الجھانے کا باعث بنے گی' کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوگا اس سے 'ہمیں' پورے اعتماد سے تمہیں یہ بات کہہ رہا ہوں۔"

"نہیں مجھے اس سے کوئی اختلاف نہیں ہے۔ واقعی کوئی اختلاف نہیں ہے بس یہ خیال ہے کہ ہم دھوکا دے کر ان دونوں کو لے جارہے ہیں کہیں ایسا نہ ہو کہ صفوان کی زندگی کو کوئی خطرہ درپیش ہوجائے۔"

"محبت کے بارے میں میری بہت زیادہ معلومات تو نہیں ہیں لیکن اتنا میں جانتا ہوں کہ ثانیہ خلجی جو کچھ ٹھکرا کر صفوان کے ساتھ یہاں ان پہاڑوں میں آباد ہوگئی ہے صفوان کے ساتھ ساتھ خود بھی جان دے دے گی اور صفوان کو نقصان نہیں پہنچنے دے گی۔"

"یہ بات تم کیسے کہہ سکتے ہو چیف۔"

"یار شادی نہیں کی لیکن باراتیں تو دیکھی ہیں۔ کیسا محاورہ ہے؟"

"محاورے کی حد تک تو اچھا ہے باراتیں دیکھنے سے کیا حاصل ہوتا ہے۔"

"دل کو سکون ہوتا ہے کہ دیکھو ایک گدھا اور پھنسا۔" حسن فیروز نے کہا اور میں بے اختیار ہنس پڑا' پھر اس کے بعد ہم لوگ بہت دیر تک باتیں کرتے رہے تھے۔ میں نے اپنے خدشات کا اظہار حسن فیروز سے کردیا تھا اور حسن فیروز بھی نہ جانے کیوں سنجیدہ ہوگیا تھا' پھر اس نے کہا۔

"دیکھو یہ کیا ہے؟" میں نے گھوڑے کو سنبھال کر اس کی طرف دیکھا وہ اپنے ہاتھ کا ایک پنجہ سیدھا کئے ہوئے تھا اس نے اسی کی جانب اشارہ کیا تھا میں نے اس سے کہا۔

"ہاتھ ہے۔"

"اور ہاتھ میں کیا ہے؟"

"فی الحال تو خالی نظر آرہا ہے۔"

"اسسٹنٹ میرا ہاتھ تمہاری کھوپڑی کی طرح خالی نظر آرہا ہے نا۔"

"مطلب؟"

"مطلب یہ کہ تمہاری کھوپڑی میں بھیجہ ہے۔"

"میرا خیال ہے ہونا تو چاہئے۔"

"نہیں ہے۔"

"چیف کہہ رہا ہے تو مان لیتا ہوں۔"

"پیارے بھائی یہ ہاتھ ہے اور ہاتھ میں انگلیاں ہیں۔"

"کمال ہے اگر انگلیاں نہ ہوتیں تو ہاتھ کیسے ہوتا۔"

"بالکل' بالکل یہی میرے کہنے کا مطلب ہے۔ تمہیں یہ انگلیاں سیدھی نظر آرہی ہیں نا۔"

"بالکل سیدھی ہیں۔"

"اور اب۔" حسن فیروز نے ساری انگلیاں ٹیڑھی کرلیں۔

"ٹیڑھی ہوگئیں۔"

"گڈ' ویری گڈ' یہی میں تمہاری زبان سے سننا چاہتا تھا' اس کا مطلب ہے کہ تمہاری نگاہ کمزور نہیں ہے' میرا مطلب ہے کہ ہم صفوان اور ثانیہ کو چنار پور تک لے جانے میں اگر کامیاب ہوتے ہیں اور اگر رانا اختیار خلجی ان کے ساتھ کوئی بدسلوکی نہیں کرتا ہے اور قبول کرلیتا ہے تو ہمارا کام ختم ہوگیا اور اگر رانا اختیار خلجی ان لوگوں کے ساتھ کوئی سختی کرتا ہے تو ہم اسے سمجھانے کی کوشش کریں گے اور اگر وہ نہ سمجھا تو اس کے بعد انگلیاں ٹیڑھی کرلیں گے' کیا سمجھے۔"

"انگلیاں ٹیڑھی کرنے سے کیا ہوگا؟"

"ابھی نہ معلوم کرو تو بہتر ہے ورنہ کیا فائدہ ہم اس بستی تک نہیں پہنچ پائیں گے۔" حسن فیروز نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"اس بستی تک تو ہم پہنچ گئے وہ دیکھو' گہرائیوں میں دھواں اٹھتا نظر آرہا ہے۔" میں نے ایک طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا اور حسن فیروز اس جانب دیکھنے لگا' پھر مسکراتا

ہوا بولا۔

"واہ کیا خوبصورت نام ہے کسی کہانی کا عنوان رکھا جاسکتا ہے 'گہرائیوں میں دھواں' بستی بہت خوبصورت لگ رہی ہے' آؤ' ذرا گھوڑوں کی رفتار تیز کریں۔"

"ہمیں اسی دھوئیں کی جانب سفر کرنا ہے۔"

"دھوئیں کی سمت سفر' دوسرا اچھا نام۔" حسن فیروز نے کہا اور پھر چونک کر بولا۔

"مطلب میں سمجھا نہیں۔"

"عورتوں کی نسبت مرد زیادہ قابل اعتبار ہوتے ہیں اور فیصلے کرنے کا حق مردوں کو ہی پہنچتا ہے جبکہ اگر ہم ثانیہ خلجی کے پاس پہنچے اور ہم نے اسے اپنے منصوبے کے مطابق صورت حال بتائی اور وہ بدحواس ہوگئی تو کیا ہوگا۔ بہتر تو یہ ہے کہ ہم صفوان سے ہی چل کر بات کریں۔" فاصلہ مختصر ہوا اور آخر کار ہم اس وسیع وعریض کارخانے تک پہنچ گئے جہاں صفوان سول انجینئر کی حیثیت سے کام کرتا تھا پھر صفوان کو تلاش کرنے میں کچھ وقت لگا تھا' حسن فیروز کو تو خیر صفوان کیا ہی پہچانتا لیکن اس نے مجھے پہچان لیا تھا۔

"اخاہ' خوست خان' خیریت سے تو ہو' کب آئے؟ یہ کون ہے تمہارے ساتھ۔" اس نے پہاڑی زبان میں مجھ سے سوال کیا اور حسن فیروز سر کھجانے لگا' میں نے ایک مخصوص اردو میں اس سے کہا۔

"صفوان خاناں مجھے رحمان شاہ صاحب نے ادھر بھیجا اب یہ مہمان چنار پور سے آیا ہے اور رحمان شاہ صاحب نے بولا ہے کہ اس سے بات کرو اور آپ پہلے اس سے بات کرو پھر مجھ سے پوچھو۔"

"تم ادھر ہی آرہے ہو سیدھے؟"

"ہاں' ہمارا مالک ہم سے یہی بولا۔"

"اچھا ادھر آؤ' آؤ اور ادھر بیٹھو اور مجھے بتاؤ کہ کیا بات ہے۔"

"بیٹھنے کا موقع نہیں ہے جناب ویسے ہی مجھے یہاں تک آتے ہوئے دیر ہوگئی ہے جبکہ رحمان شاہ نے کہا ہے کہ میں آپ کو فوراً تمام صورت حال سے آگاہ کروں اور رحمان شاہ صاحب کی خواہش کے مطابق آپ کو ساتھ لے جانے کی کوشش کروں۔" حسن فیروز نے اپنی فطرت کے خلاف اس قدر صاف ستھرے اور شستہ لہجے میں یہ بات کی کہ اندر ہی اندر میں بھی حیران ہوکر رہ گیا' صفوان کے چہرے پر حیرت کے آثار پھیل گئے پھر اس نے کہا۔

"کیا بات ہوئی ہے؟"

"ہوا یہ ہے جناب کہ مجھے چنار پور سے خاتون سلمٰی خلجی نے بھیجا ہے۔"

"کیا ہوا رانی ماں کو' خیریت تو ہے' کوئی پیغام بھیجا ہے انہوں نے؟"

"ہاں' انہیں دل کا دورہ پڑا ہے ڈاکٹروں نے ابتدائی کیفیت پر قابو تو پالیا ہے لیکن صورت حال کافی خراب ہے۔ میں ان کا ملازم خاص ہوں حالانکہ مجھے ان کے ساتھ کام کرتے ہوئے زیادہ عرصہ نہیں گزرا ہے لیکن خاتون مجھ پر بہت زیادہ اعتماد کرنے لگی ہیں اور انہوں نے مجھ پر بہت احسانات بھی کئے ہیں جیسے ہی ان کی حالت بہتر ہوئی انہوں نے مجھے طلب کرکے کہا حسن فیروز میرا ایک پیغام لے کر رحمان شاہ کے پاس چلے جاؤ اور اس سے مشورہ کرنے کے بعد تم سے براہ راست رابطہ قائم کروں تو جناب عالی خاتون سلمٰی خلجی کا پیغام یہ ہے کہ آپ اور ثانیہ خلجی میرے ساتھ چنار پور چلیں' ہم کسی خفیہ رہائش گاہ کا بندوبست کرلیں گے۔ یہ کوئی مشکل کام نہیں ہوگا اور پھر خاتون سلمٰی خلجی سے وہیں چنار پور میں ملاقات کریں۔" صفوان کا چہرہ پھیکا پڑ گیا تھا اس نے میری جانب دیکھا اور پھر بولا۔

"تمہیں معلوم ہے کیا نام بتایا تم نے اپنا۔" وہ حسن فیروز سے مخاطب ہوکر بولا تھا۔

"حسن فیروز۔"

"تمہیں معلوم ہے حسن فیروز کہ ڈاکٹران کی حالت کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟"

"ابھی کچھ نہیں کہتے' بہتر گھنٹے آبزرویشن میں رکھا گیا ہے انہیں اس کے بعد حالت کچھ بہتر قرار دے دی گئی ہے لیکن خاتون سلمٰی کا کہنا ہے کہ وہ اپنی بیٹی سے ملنا چاہتی ہے اور صفوان سے بھی' اگر آپ اس سلسلے میں کوئی خاص پیغام دینا چاہتے ہیں تو براہ کرم جلدی مجھے دے دیجئے تاکہ میں واپس جاکر انہیں آپ کا پیغام دے دوں۔"

"نہیں نہیں میں' میں اچھا' تم دونوں یہاں کچھ وقت آرام کرو' میں ابھی اپنے افسران بالا سے اجازت لے کر تمہارے ساتھ چلتا ہوں۔" اور پھر صفوان ہمیں بٹھا کر وہاں سے چلا گیا حسن فیروز نے مجھ سے کہا۔ "بندہ واقعی خوبصورت ہے یار اور بہت شریف معلوم ہوتا ہے خیر' اسے نقصان تو ہم کسی قیمت پر نہیں پہنچنے دیں گے چاہے اس کے لئے ہمیں اپنی جان کی بازی کیوں نہ لگا دینی پڑے لیکن بہرحال اب جو فیصلہ کیا ہے اس پر قائم تو رہنا ہوگا ورنہ سارے کا سارا کھیل بگڑ جائے گا۔" میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ صفوان اصل میں میری وجہ سے اور زیادہ مطمئن ہوگیا تھا تھوڑی دیر کے بعد وہ باہر آیا اور بولا۔

"میں گاڑی لے جارہا ہوں تم لوگ میرے ساتھ ساتھ ہی گھر چلے آؤ۔"
"ایک سوال اور بتایئے جناب۔" حسن فیروز نے کہا۔
"ہاں پوچھو۔"
"محترمہ ثانیہ خلجی سے کیا اس صورت حال کے بارے میں بتانا مناسب ہوگا' میرا مطلب ہے وہ اسے برداشت کرلیں گی۔"
"اس سلسلے میں' میں ان سے بات کرلوں گا' تم مطمئن رہو۔ اصل میں ہم دونوں کے درمیان آج تک کوئی بات چھپی نہیں رہی ہے۔ ثانیہ بہت ذہین اور سمجھدار ہے وہ کسی حماقت کا مظاہرہ نہیں کرے گی میں جانتا ہوں چنانچہ میں اس سے کچھ چھپاؤں گا نہیں' تم بھی تمام تر صورت حال بیان کردینا لیکن اس وقت جب میں تم سے کہوں' ہم دونوں خاموش ہوگئے' پھر ایک شاندار لینڈ روور جسے میں تو پہلے بھی دیکھ چکا تھا لے کر صفوان چل پڑا' رفتار تیز نہیں رکھی تھی اس نے ویسے بھی میں اس کا گھر جانتا تھا لیکن ہم لوگ ساتھ ساتھ ہی پہنچے تھے' بیرونی احاطے میں ہم لوگوں کے بیٹھنے کا بندوبست کیا گیا اور صفوان تیزی سے اندر چلا گیا حسن فیروز نے چاروں طرف دیکھتے ہوئے کہا۔
"ایک بار تمہاری بستی دوآبہ دیکھی تھی اور دیکھنے کے بعد دل میں سوچا تھا کہ کیا ہی حسین علاقہ ہے اور وہاں رہ کر زندگی کتنی پرسکون ہوسکتی ہے لیکن اب اس بستی کو دیکھ کر بھی یہی خیال دل میں آیا ہے کیا حسین علاقہ ہے واقعی ہی اور یہاں کی زندگی بڑی آئیڈیل ہے۔" ہم لوگ یہی گفتگو کرتے رہے' صفوان اندر چلا گیا تھا' پھر کچھ لمحوں کے بعد وہ برآمدے میں نظر آیا اور اس نے ہمیں ہاتھ سے اندر آنے کا اشارہ کیا ہم اس کے پاس پہنچے وہ ہمیں لئے ہوئے ایک بڑے سے خوبصورت ڈرائنگ روم میں داخل ہوگیا جو ضرورتوں کے مطابق بنایا گیا تھا۔ ثانیہ خلجی وہاں بیٹھی رو رہی تھی اس کی آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں' اس نے گردن اٹھا کر ہم دونوں کو دیکھا اور پھر میری طرف رخ کرکے بولی۔
"مسٹر فیروز آپ نے آتے وقت میری والدہ سے ملاقات کی تھی؟"
"جی ہاں' بس یوں سمجھ لیجئے کہ میں ان کا پیغام لے کر سیدھا رحمان شاہ کی طرف چل پڑا تھا۔ رحمان شاہ نے بھی زیادہ وقت صرف نہیں کیا اور فوراً خوست خان کو میرے حوالے کرکے اس سے کہا کہ میں اس کے ذریعے آپ سے متعارف ہوجاؤں اور آپ کو محترمہ سلمیٰ خلجی کا پیغام پہنچادوں۔"
"بہت زیادہ خراب حالت تو نہیں ہے میری ماں کی۔"

"اگر آپ مناسب سمجھیں اور آپ لوگوں نے اگر فیصلہ کرلیا ہوتو براہ کرم چلنے میں دیر نہ لگایئے اور باقی سارے معاملات خدا پر چھوڑ دیجئے۔"
"ہم لوگ اس وقت تمہاری خاطرمدارت نہیں کریں گے میں کچھ وقت کے لئے اجازت لوں گا اور ثانیہ تم اس دوران کچھ کپڑے جوڑے اور ضرورت کی کچھ ایسی اشیاء رکھ لو ہم لینڈروور کے ذریعے ہی سفر کریں گے میں انتظامات کرکے آتا ہوں حسن فیروز تم لوگوں کو گھوڑے یہیں چھوڑنے پڑیں گے' میرے ساتھ لینڈروور میں چلو گے۔"
"ٹھیک ہے جناب۔" حسن فیروز نے جواب دیا اور اس کے بعد صفوان لینڈروور لے کر وہاں سے چلا گیا۔ ثانیہ بدستور روتی رہی تھی اور حسن فیروز کھوپڑی کھجاتا رہا تھا پھر اس نے میرے کان میں کہا۔
"یار کسی لڑکی کو روتے دیکھ کر یہ کھوڑے میں کھجلی کیوں ہوتی رہتی ہے؟" اس کھوڑے کی کھجلی پر مجھے بے اختیار ہنسی آئی تھی مگر اس وقت ہنسنا کسی طور مناسب نہیں تھا۔ وہ بدبخت تو کسی بھی لمحے اپنی بدمعاشیوں سے نہیں چوکتا تھا' میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ ثانیہ خلجی بھی دیر تک کچھ نہ بولی' رہ رہ کر اس کی آنکھوں سے آنسو ٹپکنے لگتے تھے۔ صفوان نے واپسی پر واقعی دیر نہیں لگائی اور پھر بولا۔
"ثانیہ تم نے انتظام کرلیا۔"
"نہیں بس ابھی ایک منٹ میں۔"
"آؤ میں تمہارا ساتھ دوں اور تم لوگ باہر چلو' کھانے پینے کی بہت سی اشیا میں لے آیا ہوں اگر تم ضرورت محسوس کر رہے ہوتو براہ کرم تکلف نہ کرنا' ہم لوگوں کو ایک مشکل کا شکار انسان سمجھنا' تکلف نہ کرکے تم ہم لوگوں پر مہربانی کروگے۔" ہم دونوں باہر آگئے' لینڈروور میں کافی سامان رکھا ہوا تھا' حسن فیروز نے مجھ سے کہا۔
"ابھی تک تو تمہارے چیف کی تمام کارروائی اطمینان بخش ہے' تم اطمینان محسوس کر رہے ہو۔"
"کیوں نہیں چیف' ظاہر ہے آپ کا منصوبہ غلط تو نہیں ہوسکتا' بس چنار پور پہنچ کر ہمیں ان لوگوں کی حفاظت کرنا ہے اور اسی میں ہماری تمام تر صلاحیتیں صرف ہونی چاہئے اگر ان لوگوں کو کوئی نقصان پہنچ گیا تو اچھا نہ ہوگا۔"
"اگر رانا اختیار خلجی نے انہیں کوئی نقصان پہنچانے کی کوشش کی تو خلجیوں کی تاریخ بدل کر رکھ دوں گا۔" حسن فیروز نے کہا اور میں ہنسنے لگا' تھوڑی دیر کے بعد وہ دونوں بھی

باہر آگئے۔ صفوان نے اسٹیئرنگ سنبھال لیا اور ثانیہ خلجی اس کے برابر بیٹھ گئی۔ ہم دونوں لینڈ روور کے پچھلے حصے میں بیٹھ گئے۔ لینڈروور کا ہڈ اتار دیا گیا تھا کیونکہ موسم بے حد خوشگوار تھا۔ پھر لینڈرروور وہاں سے چل پڑی سب خاموش تھے کافی فاصلہ طے کرنے کے بعد صفوان نے کہا۔

"تم نے کچھ کھانے پینے کی چیزیں نہیں لیں۔"

"ابھی اس کی ضرورت محسوس نہیں ہو رہی جناب۔"

"کیا ہمیں رحمان شاہ کے پاس چلنا ہے۔"

"شاہ صاحب نے کہا تھا کہ آپ دونوں فوراً چنار پور پہنچ جائیں۔ شاہ صاحب تو شاید چنار پور کے لئے چل بھی پڑے ہوں۔"

"کیا چنار پور میں تم لوگوں نے ہمارے قیام کے لئے کوئی جگہ منتخب کرلی ہے؟"

"نہیں جناب' ابھی تک کوئی جگہ منتخب نہیں کی لیکن یہ کام اتنا مشکل نہیں ہوگا۔"

"میرے پاس ایک جگہ موجود ہے وہاں بھی اور مجھے یقین ہے کہ وہ آج بھی محفوظ ہوگی۔"

"کون سی جگہ ہے' کیا آپ بتانا پسند کریں گے؟" حسن فیروز نے سوال کیا۔

"میرا ایک دوست جو یورپ چلا گیا ہے اپنا گھر میرے حوالے کرکے چلا گیا تھا گو اس مکان کی چابی میرے پاس نہیں ہے لیکن میں نے اس گھر میں تالا لگا دیا تھا' چابی میرے پاس سے گم ہوگئی ہے مجھے اس دوست کے بارے میں اس کے بعد سے کچھ معلوم نہیں ہوسکا اگر وہ واپس بھی آگیا ہے تو کوئی حرج نہیں ہے کم از کم وہ ہمیں پناہ دے دے گا اور اگر واپس نہیں آیا تو وہ گھر ہمارے قیام کے لئے محفوظ ترین ہے لیکن عارضی قیام کے لئے کیونکہ کسی بھی جگہ زیادہ وقت نہیں گزارا جاسکتا۔" یہ ایک بہت بڑا مسئلہ حل ہوگیا تھا حالانکہ ہم نے سوچا تھا کہ انور حسین سے اس بارے میں مدد لیں گے کیونکہ انور حسین ایک معقول آدمی معلوم ہوا تھا لیکن اس راز میں جتنے کم لوگوں کو شریک کیا جائے زیادہ بہتر تھا۔ ایک بار پھر خاموشی چھاگئی تھی۔ ہم جانتے تھے کہ سفر کافی طویل ہے لیکن صفوان جو بندوبست کرکے آیا تھا وہ بھی کافی مناسب تھا اور پیٹرول کے ڈرم بھی موجود تھے اور کھانے پینے کی تمام اشیاء بھی' جن کی ضرورت چند گھنٹوں کے بعد پیش آئی۔ لینڈ روور ایک جگہ روکی گئی ثانیہ اس دوران بڑی سُست اور خاموش بیٹھی رہی' وہ بہت دیر تک پریشان رہی پھر اس کے بعد اس نے اپنے آپ کو سنبھال لیا تھا البتہ کھانے پینے کے وقت

اس نے کچھ کھانے سے انکار کردیا تھا اور ہماری طرف رخ کرکے بولی تھی۔

"تم دونوں میں سے کسی کو گاڑی چلانا نہیں آتی۔"

"جس وقت بھی مسٹر صفوان حکم دیں گے گاڑی چلائی جاسکتی ہے۔"

"ان راستوں پر ڈرائیو کرلو گے؟"

"جی ہاں' آپ کی رہنمائی کے ساتھ۔"

"خیر ابھی اس کی ضرورت نہیں ہے۔ میں اتنا کمزور بھی نہیں ہوں ثانیہ لیکن کمزور پڑجاؤں گا اگر تم نے ہمت سے کام نہیں لیا۔" ثانیہ نے کوئی جواب نہیں دیا اور پھر کھانے پینے سے فراغت حاصل کرلی گئی' تھوڑا بہت ثانیہ نے بھی قبول کرلیا تھا' پھر جب سیدھے راستے والی سڑک آگئی تو حسن فیروز نے ڈرائیونگ سیٹ خود سنبھال لی۔ میں تو ابھی خوست خان ہی بنا ہوا تھا اس لئے میرا ڈرائیونگ کرنا مناسب نہیں تھا لیکن بہرحال ہم ایک کامیاب مہم سے واپس لوٹ رہے تھے بشرطیکہ اس مہم کے دوسرے حصے بھی کامیابی کے ساتھ چلتے رہیں۔ غرض یہ کہ یہ صورت حال جاری رہی اور حسن فیروز عمدگی کے ساتھ ڈرائیونگ کرتا رہا' رحمان شاہ کا مسئلہ ختم ہوگیا تھا اور اب ہم چنار پور کے قریب پہنچتے جارہے تھے' ایک بار پھر ثانیہ اور صفوان آگے آگئے' صفوان نے ڈرائیونگ سنبھال لی تھی ثانیہ نے اپنے چہرے پر چادر اوڑھ لی تھی تاکہ وہ کسی کو نظر نہ آسکے۔ ہم چنار پور کی آبادیوں میں داخل ہوگئے اور سفر کرتے ہوئے آخرکار صفوان ہمیں ایک ایسے مکان میں لے گیا جو ایک اچھے علاقے میں آباد تھا لیکن اس کے دروازے پر ایک موٹا سا تالا پڑا ہوا تھا' اس نے گہری سانس لی اور بولا۔

"اس کا مطلب ہے کہ وہ ابھی تک واپس نہیں آئے اب ہمیں یہ تالا توڑنا پڑے گا۔"

"کوئی مشکل بات نہیں ہے تالا ٹوٹ جائے گا۔" اور واقعی حسن فیروز نے جو عہدہ سنبھالا تھا اس وقت اس کے لئے بھرپور کارروائی کر رہا تھا' کچھ لمحوں کے بعد ہم لوگ اندر داخل ہوگئے۔ مکان خاصا گندا ہو رہا تھا' ظاہر ہے اس کے مکین موجود نہیں تھے۔ چنانچہ صرف ایک کمرا عارضی قیام کے لئے مخصوص کرلیا گیا اور اس کے بعد ثانیہ نے پراسرار لہجے میں کہا۔

"اب بتاؤ ہمیں کیا کرنا ہے؟"

"میری خواہش ہے بلکہ وقت کی ضرورت ہے کہ آپ لوگ یہاں صبروسکون سے

انتظار کریں۔ اور باہر نکلنے کی ذرا برابر بھی کوشش نہ کریں۔ ہم فوری طور پر خاتون کی خیریت لے کر آتے ہیں بلکہ خوست خان فوری طور پر آکر ان کی خیریت کی اطلاع دے گا۔ میں خاتون سے معلومات حاصل کرنے کے بعد آپ لوگوں کی ملاقات کا بندوبست کروں گا۔"

"وہ یہاں کے اسپتال میں ہیں یا گھر پر؟" صفوان نے سوال کیا۔

"اب یہ ذرا معلومات حاصل کرنے کے بعد ہی آپ کو بتاؤں گا۔ آپ لوگ مطمئن رہیں۔ خوست خان آپ کو فوری طور پر آکر اطلاع دے گا کہ خاتون کی کیفیت اب کیسی ہے اور میں خاتون سلمیٰ خلجی سے مشورہ کرکے آپ کی ملاقات کا بندوبست کروں گا۔"

"تم چاہو تو گاڑی لے جاسکتے ہو۔"

"نہیں' یہ گاڑی ابھی یہیں رہنے دی جائے لیکن میری ہدایت پر سختی سے عمل کیا جائے یعنی آپ لوگ باہر نکلنے کی کوئی جذباتی کوشش نہ کریں ورنہ سارا کام چوپٹ ہوسکتا ہے صورت حال چاہے کچھ بھی ہو آپ کو احتیاط کرنا ہوگی۔"

"تم مطمئن رہو۔ گاڑی میں کھانے پینے کا کافی سامان رکھ لیا گیا ہے ہم لوگ تم سے تعاون کریں گے لیکن براہ کرم سب سے پہلے ہمیں خاتون کی خیریت کی اطلاع دو وہ کس حال میں ہیں۔ براہ کرم فوراً ہمیں مطلع کیا جائے۔"

"آپ لوگ اطمینان رکھیں اور اس اطمینان کے ساتھ ہم یہاں سے جا رہے ہیں۔" حسن فیروز نے کہا اور باہر نکل کر مجھ سے بولا۔

"اسسٹنٹ!"

"چیف!"

"کیسی رہی؟"

"چیف یہاں تک تو بڑی اچھی رہی' اس سے آگے کیسی رہتی ہے اصل میں یہ دیکھنا ہے۔"

"سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اب ہمارا دوسرا قدم کیا ہونا چاہیے۔"

"خیر' دوسرا قدم تو کچھ بھی نہیں ہوسکتا البتہ اور بہت سے قدم اٹھانے کے بعد پہلے مجھے اس حلیے سے نجات پانی ہے اور اس کے بعد کسی عمدہ سے ہوٹل میں بیٹھ کر کھانا کھانا ہے پھر کھانا کھانے کے بعد ہم ذرا مطمئن طریقے سے بندوبست کریں گے۔"

"مگر میرے پاس تو دوسرے کپڑے بھی نہیں ہیں۔" میں نے کہا۔

"خیر' اس حلیے میں بھی تم میرے ملازم معلوم ہوتے ہو مجھے' کیا حرج ہے۔" حسن فیروز نے مجھ سے کہا اور میں اسے گھورنے لگا' پھر میں نے جلدی سے کہا۔

"ٹھیک ہے مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے لیکن کسی اچھے سے ہوٹل میں کوئی اپنے ملازم کے ساتھ داخل ہوکر کھانا نہیں کھاتا۔"

"یہی تو ہمارے ملک کی خرابی ہے جبکہ تم عرب ممالک میں جاکر دیکھو کھانے کا وقت ہوا تو محمود ایاز ایک ساتھ کھانے کے لئے بیٹھ گئے' ہم چونکہ احساس برتری کا شکار ہیں جسے مفکر دوسری صورت حال میں احساسِ کمتری کہتے ہیں اس لئے کوئی پرواہ کی بات نہیں۔"

"ٹھیک ہے مجھے بھی کوئی اعتراض نہیں ہے۔" میں نے کہا اور پھر اس کے بعد ہم واقعی ایک عمدہ سے ہوٹل کی جانب چل پڑے۔ حسن فیروز انتہاپسند تھا وہ جو کوئی بھی قدم اٹھا ڈالتا کم تھا۔ بہرحال وہ ہوٹل میں پہنچ کر ایک میز کے گرد بیٹھ گیا اور کھانے کا آرڈر دے دیا گیا۔ میں نے اس دوران گفتگو شروع کرنے کی کوشش کی تو وہ جلدی سے بولا۔

"سب کچھ کھانے کے بعد ہوگا۔ اب تک جو کچھ ہوچکا ہے بس اس سلسلے میں اتنا ہی ضروری ہے۔" کھانے کے دوران مکمل طور پر خاموشی اختیار کئے رکھی گئی تھی اور اس کے میں نے کہا۔

"میرا خیال ہے میرے لئے لباس کا بندوبست کرو۔"

"نہیں' نہیں لباس ہے تمہارے بدن پر اور تم اچھے لگ رہے ہو اس لباس میں' فرق کیا پڑتا ہے ہمیں. اختیار خلجی کی حویلی میں ہی داخل ہونا ہے نا کوئی گورنر ہاؤس تو جا نہیں رہے۔" میں نے ٹھنڈی سانس لی اور خاموش ہوگیا۔ بہرحال پھر بھی میں نے اپنے طور پر ہوٹل کے واش روم میں جاکر جو کچھ حلیہ درست ہوسکتا تھا کرلیا تھا اور پھر ہم رانا اختیار خلجی کی حویلی کی جانب چل پڑے' دل دھڑک رہا تھا اپنی مہم سرانجام دے کر واپس آگئے تھے اس مہم میں خیر حسن فیروز کو بھی جو کچھ کرنا پڑا تھا وہ واقعی بڑی اہمیت کا حامل تھا لیکن میں جن واقعات اور حالات سے گزرا تھا وہ بڑے سنسنی خیز تھے اور مجھے ان واقعات اور حالات میں خاصا تجربہ حاصل ہوا تھا۔ وہ سب کچھ میرے ذہن میں محفوظ تھا جو میں نے وہاں دیکھا تھا۔ آخر کار ہم رانا اختیار خلجی کی حویلی تک پہنچ گئے اور حویلی میں پہنچنے کے بعد اندر داخل ہونے میں بھلا کیا دقت پیش آسکتی تھی اتنا تو ہم جانتے تھے کہ محترمہ رافعہ بھی وہاں ہوں گی یعنی رحمان شاہ کے پاس اور سلمیٰ خلجی کو کوئی اطلاع نہیں ملی ہوگی لیکن سلمیٰ

خلجی سے براہ راست ملاقات کرنے کی بجائے ہمیں رانا اختیار خلجی سے ملاقات کرنا تھی اور یہ جان کر ہمیں خوشی ہوئی کہ رانا صاحب اس وقت حویلی ہی میں موجود تھے۔ اگر کہیں باہر ہوتے تو معاملہ ٹیڑھا ہوسکتا تھا' غرض یہ کہ ہم تھوڑی دیر میں رانا اختیار خلجی کے سامنے پہنچ گئے' جیسے ہی اسے ہماری آمد کا علم ہوا وہ برق رفتاری سے دوڑتا ہوا ہمارے پاس پہنچ گیا تھا۔

"تنہا آئے ہو تم لوگ' میں نے کتنی بار کوشش کی کہ رحمان شاہ سے تمہارے بارے میں معلومات حاصل کی جائیں لیکن مصلحت کے تحت خاموش ہوگیا۔ آہ' یہ بتاؤ کہ کچھ کامیابی حاصل کرکے آئے ہو یا نہیں۔"

"ہم مکمل کامیابی حاصل کرکے آئے ہیں۔ رانا صاحب' لیکن اس کے لئے آپ ہمیں کچھ وقت دیں گے۔" غالباً سلمٰی خلجی کو بھی اس کے بارے میں معلومات حاصل ہوگئیں اس کا محکمہ جاسوسی بھی خاصا تیز تھا اور اس محکمہ جاسوسی نے اسے بتا دیا تھا کہ ہم واپس آگئے ہیں چنانچہ چند ہی لمحوں کے اندر اندر سلمٰی خلجی بھی دور سے آتی نظر آئی اور رانا اختیار خلجی نے کہا۔

"سنو جو کچھ بھی صورتِ حال ہے ابھی سلمٰی خلجی کے سامنے کچھ مت بتانا بلکہ یوں کرو کہ اپنے اندر سے مایوسی کا اظہار کرو۔ میں تم سے تلخ الفاظ بھی کہہ دوں تو ان کا برا نہ ماننا یہ وقت کی مجبوری ہے بعد میں مجھ سے ملاقات نہ ہوسکے اور ہمارے درمیان تفصیلی گفتگو نہ ہوسکے تو اپنی قیام گاہ میں قیام کرو' رات کو کسی مناسب وقت میں' میں تم سے ملاقات کروں گا۔"

"آپ مطمئن رہیں۔" میں نے کہا اور اتنی دیر میں سلمٰی خلجی ہمارے درمیان پہنچ گئی اس کی آنکھوں میں عجیب سی وحشت چھائی ہوئی تھی اور نے ہانپتی ہوئی آواز میں پوچھا۔

"کیا تم لوگ کوئی خوشخبری لائے ہو؟" پھر اس نے رانا اختیار خلجی کے چہرے کی طرف دیکھا اور میں نے ایک لمحے کے اندر محسوس کرلیا کہ رانا اختیار خلجی کے چہرے پر پائی جانے والی مایوسی نے سلمٰی خلجی کو بہت مطمئن کیا ہے' تاہم وہ پراسرار لہجے میں بولی۔

"تم نے بتایا نہیں' خاموش کیوں کھڑے ہوئے ہو؟"

"میں جانتا تھا کہ یہ کام اس قدر آسان نہیں ہوگا سلمٰی' ہر آنے والا دن ہماری مایوسیوں میں اضافہ بن جاتا ہے آہ' میری بچی نہ جانے کہاں چلی گئی' کم از کم مجھے یہ تو پتا

چل جاتا کہ وہ..........."

"اپنی زبان بند رکھو رانا' کیا تم اسے مردہ تصور کرنا چاہتے ہو' جب تک مجھے میری بچی کے بارے میں یہ پتہ نہیں چل جائے گا کہ وہ زندہ ہے یا نہیں' جب تک مجھے اس بات کا یقین نہیں ہوجائے گا میرا دل اس حقیقت کو تسلیم نہیں کرے گا۔ بہرحال تم لوگوں کو کچھ پتا نہیں چل سکا۔"

"بیگم صاحبہ ہمیں سخت شرمندگی ہے۔ ہم انتہائی کوشش کے باوجود اس بارے میں کچھ پتا نہیں چلا سکے رحمان شاہ صاحب کا بھی یہی کہنا ہے کہ سب کے ساتھ انہیں اغوا کیا گیا تھا لیکن پھر وہ اس طرح گم ہوئیں جیسے زمین و آسمان انہیں نگل گئے ہوں۔ ہمیں اپنی ناکامی پر شرمندگی اور افسوس ہے۔"

"میں تو پہلے ہی کہہ رہی تھی رانا سے کہ اب بے کار وقت ضائع کرنے سے کوئی فائدہ نہیں' میں دعوے سے کہتی ہوں کہ اس نے اپنی مرضی سے اپنی زندگی کے لئے کوئی راستہ منتخب کرلیا ہے۔ اب بلاوجہ اس کے بارے میں مسلسل چھان بین کرکے کیوں اپنی رسوائی کا سامان پیدا کرتے ہو' زندہ ہے تو کسی نہ کسی لمحے ماں باپ کا خیال ضرور آئے گا اسے اور وہ ہم سے آملے گی۔"

"تو کیا اس وقت تم اسے گلے لگالو گی؟"

"وقت اپنے فیصلے خود کرتا ہے۔ ہم وقت کے کسی فیصلے کے بارے میں کیا کہہ سکتے ہیں۔"

"ہوں' ٹھیک ہے۔ تم لوگ اگر ابھی یہاں آرام کرنا چاہتے ہو تو آرام کرو اور اگر جانا چاہتے ہو تو چلے جاؤ مگر سنو ابھی بہتر ہے کہ تم کچھ وقت یہاں رکو مجھے تم سے ابھی اور بہت سے کام ہیں۔"

"جی سر۔" میں نے کہا پھر رانا اختیار خلجی' سلمٰی خلجی کے ساتھ چلا گیا تھا' جاتے ہوئے سلمٰی خلجی نے ایک بار گردن گھما کر ہماری طرف دیکھا تھا اور آنکھوں ہی آنکھوں میں کوئی اشارہ بھی کیا تھا' پھر اس کے بعد وہ واپس چلی گئی تھی۔ میں اور حسن فیروز اپنی رہائش گاہ میں آگئے یہاں بھی ہمارے لئے تفریح کے خاصے سامان موجود تھے لیکن حسن فیروز نے مجھ سے کہا۔

"اسسٹنٹ!"

"یس سر!"

"میرا خیال ہے اب تم نکل جاؤ' وہاں جاکر ان لوگوں کو اطلاع دو کہ سلمیٰ خلجی کی حالت بہتر ہے اور وہ حویلی واپس پہنچ گئی ہے۔ انہیں بتاؤ کہ سلمیٰ خلجی کو ان کی آمد کی اطلاع دے دی گئی ہے اور اس نے کہا ہے کہ میری کیفیت اب بہتر ہے۔ ان دونوں سے کہو کہ پوشیدہ رہ کر وقت کا انتظار کریں جیسے ہی موقعہ ملا میں ان سے ملاقات کروں گی۔ مطمئن کرسکو گے انہیں۔"

"چیف پوری پوری کوشش کروں گا۔"

"پھر جاؤ کوشش کرو۔" حسن فیروز نے کہا اور میں رہائش گاہ سے باہر نکل آیا' پھر تھوڑی دیر کے بعد حویلی سے باہر نکل کر میں اس رہائش گاہ کی جانب چل پڑا تھا جہاں وہ دونوں قیام پذیر تھے۔ صورت حال پر غور کرتا ہوا جب میں وہاں پہنچا تو دونوں بے چینی سے میرے منتظر تھے' اچھا ہی ہوا تھا کہ میں نے لباس یا حلیے میں کوئی تبدیلی پیدا نہیں کی تھی ورنہ وقت سے پہلے ان لوگوں پر صورت حال واضح ہوجاتی' مجھے تو ان سے دوبارہ ملنا تھا اس لئے مجھے اپنے اندر کوئی تبدیلی پیدا ہی نہیں کرنی چاہئے تھی۔ بہرحال بعض کام بے اختیاری طور پر بھی ہوجاتے ہیں' دونوں نے بے چینی سے سب سے پہلا سوال مجھ سے سلمیٰ خلجی کے بارے میں کیا تو میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"صاحب جی اور بیگم صاحبہ خوست خان کی جانب سے آپ کو مبارکباد' سلمیٰ خلجی صاحبہ اب کافی ٹھیک ہے' ڈاکٹر بولا ان کا دل کا حالت بالکل ٹھیک ہے مگر ابھی ان کو آرام کرنے کا ضرورت ہے' ابھی ہم آپ کے آنے کے بارے میں ان کو بولا تو انہوں نے مجھے واپس بھیجتے ہوئے کہا خوست خان میری بیٹی اور داماد سے کہو کہ جہاں موجود ہیں وہاں اپنے آپ کو محفوظ رکھیں اور کوشش کریں کہ کسی پر یہ شبہ ظاہر نہ ہو کہ وہ یہاں موجود ہیں۔ میں بہت جلد ان سے ملاقات کروں گی اور ان کے لئے کوئی مناسب فیصلہ کروں گی۔ صاحب انہوں نے یہ بھی کہا کہ ابھی ایسا زیادہ ٹائم تک نہیں چلے گا۔ انہیں خود ہی صحیح طور پر فیصلہ کرنا ہوگا۔"

"ہاں' وہ خیریت سے تو ہیں ناں۔" ثانیہ خلجی نے پراسرار لہجے میں کہا۔

"ہاں' وہ خیریت سے ہیں۔"

"چلو ٹھیک ہے تم نے انہیں بتادیا ہے کہ ہم لوگ آچکے ہیں۔"

"جی بیگم صاحبہ' اگر آپ کو کسی چیز کا ضرورت ہو تو میرے کو بتاؤ۔"

"نہیں سب چیز موجود ہے یہاں' کوئی ضرورت نہیں ہے۔" صفوان نے کہا اور اس

کے بعد وہاں سے نکل آیا۔ یہ پہلو اطمینان بخش تھا اور مجھے کوئی خطرہ نہیں تھا۔ چنانچہ اس کے بعد میں واپس حویلی میں داخل ہوگیا' دونوں میاں بیوی کے درمیان کیا ہی دلچسپ کھیل چل رہا تھا اور اس کھیل میں ہماری شرکت بھی ان دلچسپیوں کو بڑھانے کا باعث بن گئی تھی' یہاں اس عمارت میں بڑا پُرلطف ماحول تھا اور حالات ایک دلچسپ اور تفریحی عمل رکھتے تھے۔ بہرحال اس کے بعد سلمیٰ خلجی رانا اختیار خلجی پر سبقت لے گئی' دن کی روشنی ہی میں وہ چھپتی چھپاتی ہمارے پاس پہنچی تھی اور اس نے رانا اختیار خلجی کو کسی کام سے باہر بھیج دیا تھا۔ یہ اندازہ تو اب اچھی طرح ہوچکا تھا کہ رانا اختیار خلجی نے اپنے اختیار کو بے پناہ کرلیا ہے ورنہ باقی معاملہ سلمیٰ خلجی کی مرضی کے مطابق ہوتا ہے۔ وہ ہمارے پاس پہنچی اور اس نے ہم دونوں کو گھورتے ہوئے کہا۔

"زیادہ وقت نہیں دے سکوں گی میں' تمہیں' جلدی بتاؤ کیا ہوا؟"

"رحمان شاہ صاحب کا کہنا ہے کہ انہیں تاوان کے لئے اغوا کیا گیا تھا اور اس کے بعد باقی تمام لوگ واپس آگئے لیکن ثانیہ خلجی واپس نہیں آئیں جبکہ رحمان شاہ صاحب نے اپنی تمام تر کوششیں کرلیں' وہاں ان کے بڑے تعلقات بھی ہیں اور انہوں نے سارے تعلقات استعمال کئے لیکن اصل بات کا پتا آج تک نہیں چل سکا۔"

"میں پہلے ہی کہتی تھی ناکہ یہ بہت مشکل کام ہے اب سنو اب تو تم لوگوں کو بھی مایوسی ہی ہوئی ہوگی۔"

"جی بیگم صاحبہ۔"

"دیکھو' بس اب خاموشی سے یہاں سے چلے جاؤ اور کسی جھگڑے میں نہ پڑنا' وہ خط کہاں ہے جو میں نے تمہیں دیا تھا۔"

"وہ خط ضائع کردیا ہم نے' کیونکہ جب کام نہیں بنا تو ہم نے سوچا کہیں وہ کسی اور کے ہاتھ نہ لگ جائے۔"

"سچ کہہ رہے ہو؟"

"جھوٹ بولنے کا کیا سوال ہے بیگم صاحبہ۔"

"پڑھا تھا تم نے وہ خط کھول کر۔"

"نہیں' جو وعدہ آپ سے کیا گیا تھا اس کی پوری پوری تعمیل کی گئی ہے۔"

"اچھے لوگ ہو' خیر' واپس جاؤ تو مجھ سے ضرور مل کر جانا۔" سلمیٰ خلجی نے کہا۔

"جی بیگم صاحبہ۔" پھر وہ مطمئن ہو کر چلی گئی تو حسن فیروز بولا۔

"چلو کم از کم اس کی کھوپڑی تو ٹھیک ہوگئی۔"

"جو کہانی سامنے آچکی ہے اس کے بعد کسی اور کہانی کی گنجائش کہاں رہتی ہے۔" میں نے کہا' کچھ دیر کے بعد رانا اختیار خلجی بھی ہمارے پاس پہنچ گیا' اچانک ہی آیا تھا اس لئے ہم لوگوں کو حیرت ہوئی' وہ کہنے لگا۔

"اصل میں یہاں اس حویلی میں میری سب سے بڑی مشکل میری بیوی ہے۔ میں تم لوگوں کو اپنی ذاتی باتیں نہیں بتانا چاہتا لیکن یہ سمجھ لو کہ میری بیوی سے میرے شدید اختلافات ہیں' نہ جانے کیوں کبھی کبھی مجھے یہ محسوس ہوتا ہے جیسے ثانیہ خلجی کو غائب کرانے میں اسی کا ہاتھ ہے۔ مگر خیر میں جس قدر مضطرب ہوں تمہیں بتا نہیں سکتا' اس نے نہایت چالاکی سے مجھے باہر بھیجنے کی کوشش کی تھی۔ میں جانتا تھا کہ وہ یہاں آئے گی' تم سے معلومات حاصل کرے گی۔ حالانکہ میں نہ جانا چاہتا تو نہ جاتا لیکن میں نے اسے یہ اطمینان دلانے کی کوشش کی کہ میں اس کی مرضی کے مطابق باہر جارہا ہوں لیکن حقیقی طور پر میں ایک چور دروازے سے پھر اندر واپس آگیا' مجھے یقین تھا کہ وہ تمہارے پاس آکر تم سے معلومات حاصل کرنے کی کوشش کرے گی' کیا پوچھ رہی تھی وہ؟"

"یہی رانا صاحب کہ کیا ہمیں ثانیہ خلجی کا کوئی پتا' نشان ملا۔"

"کیا کہا تم نے؟"

"بالکل انکار کردیا اور کہا کہ ہمیں ان کے بارے میں کچھ نہیں معلوم ہوسکا۔"

"اب مجھے حقیقت بتاؤ' اسے معلوم نہیں ہے کہ میں اس وقت یہاں ہوں۔ میں باہر کے تمام دروازے بند کرتا چلا آیا ہوں۔"

"حقیقت یہ ہے کہ رانا اختیار خلجی صاحب کہ ہم نے ان دونوں کے بارے میں معلومات حاصل کرلی ہے اور یوں سمجھ لیجئے کہ ان دونوں کو دھوکا دے کر یہاں لے آئے ہیں۔"

"دو دو' دونوں۔" رانا اختیار خلجی کے چہرے پر پیلاہٹ دوڑ گئی تھی۔

"ہاں۔"

"ایک تو ثانیہ خلجی اور دوسرا کون؟" اس نے عجیب بے صبری کے انداز میں پوچھا۔

"اس کا نام صفوان ہے اور وہ ثانیہ خلجی کا شوہر ہے۔" حسن فیروز نے کہا اور رانا اختیار خلجی کا چہرہ اس طرح سرخ ہوگیا کہ اس کے بارے میں سوچا نہیں جاسکتا تھا۔ بہرحال کچھ دیر تک وہ خاموشی سے زمین کو گھورتا رہا' پھر وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

"تو اس کتے کے پلّے نے آخر کار ثانیہ پر ڈورے ڈال ہی لئے لیکن کیا تم یہ معلوم کرنے میں کامیاب ہوسکے کہ اصل صورت حال کیا تھی؟ رحمان شاہ کو اس بارے میں کچھ معلوم کیوں نہ ہوسکا؟"

"رحمان شاہ کو اس بارے میں اب بھی کچھ نہیں معلوم رانا صاحب' وہ شدید حیران ہیں کہ جب ان تمام خواتین کو اغوا کیا گیا تھا اور انتہائی باعزت طریقے سے انہیں تاوان لے کر چھوڑ دیا گیا تھا تو ثانیہ صاحبہ کو کیوں روک لیا گیا اور غائب کردیا گیا لیکن پتا یہ چلا کہ ثانیہ صاحبہ خود ہی رک گئی تھیں کیونکہ صفوان کے پاس جانا چاہتی تھیں وہ' جب اغوا کرنے والے ان سب کو چھوڑ کر گئے تو ثانیہ خلجی نے وہیں ایک ایسی جگہ منتخب کرلی جہاں وہ دوسروں کی نگاہوں سے محفوظ رہ سکیں اور اس وقت چونکہ رحمان شاہ صاحب بھی مشکلات کا شکار تھے اور خوف و دہشت میں مبتلا تھے اس لئے خواتین کو واپس لاتے ہوئے انہیں یہ احساس نہ ہوسکا کہ ثانیہ ان کے درمیان موجود نہیں ہے۔ ثانیہ نے اس موقع سے پورا پورا فائدہ اٹھایا اور ایک طویل سفر کرکے وہ صفوان کے پاس پہنچ گئیں اور آخر کار انہوں نے کورٹ میرج کرلی اور ایک شہر میں قیام پذیر ہوگئے۔"

"شہر میں؟"

"ہاں۔"

"کیا کہہ رہے ہو تم؟"

"جو کچھ کہہ رہے ہیں سچ کہہ رہے ہیں۔"

"تمہیں اس بارے میں کیسے معلوم ہوا؟"

"ہم جھک مارنے کے لئے وہاں نہیں گئے تھے کام کرنے کے لئے گئے تھے۔ کرنل ہمایوں نے ہماری یہ ڈیوٹی لگائی تھی کہ ہم اصل صورت حال معلوم کرکے آئیں۔"

"پھر۔"

"بس آپ یہ سمجھ لیجئے کہ ہم نے جس انداز میں معلومات حاصل کیں اس کی کہانی بڑی طویل ہے لیکن ہمارا طریقہ کار ایسا ہی ہے۔ ہم ان لوگوں کی بو سونگھتے ہوئے آخر کار شہر پہنچ گئے اور اب انہیں یہاں لانے کا مسئلہ تھا۔ چنانچہ ہم انہیں دھوکا دے کر یہاں لے آئے اور اب یہاں وہ ایک مخصوص علاقے میں مقیم ہیں۔"

"یعنی چنار پور میں۔"

"ہاں۔"

"کہاں؟"

"نہیں رانا صاحب اس سلسلے میں آپ کو اس وقت تک نہیں بتایا جائے گا جب تک کرنل ہمایوں اس کی اجازت نہ دیں آپ پہلے یہ بتائیں کہ اب آپ کا آئندہ پروگرام کیا ہے؟"

"کیا فضول باتیں کر رہے ہو تم' تم سے یہ کہا گیا تھا کہ ان لوگوں کو برآمد کرو اور اس کے بعد مجھے اس کی اطلاع دو بلکہ ثانیہ کو میرے پاس پہنچاؤ' میری بیٹی ہے وہ' میری زندگی ہے' میری روح ہے میں اس سے ملنا چاہتا ہوں۔"

"اور صفوان کے بارے میں آپ کیا کہتے ہیں؟" حسن فیروز نے سوال کیا اور رانا اختیار خلجی آنکھیں بند کرکے سوچ میں ڈوب گیا' کافی دیر خاموش رہنے کے بعد اس نے آنکھیں کھولیں اور بولا۔

"تو وہ دونوں یہاں موجود ہیں۔"

"جی۔"

"سنو' کیا تم دونوں کرنل ہمایوں کے کارکن ہو یا اس کے علاوہ بھی تمہارا ان سے کوئی گہرا رشتہ ہے؟"

"نہیں' ہم ان کے اسٹاف میں سے ہیں۔" حسن فیروز نے جواب دیا۔

"ظاہر ہے تمہیں تو بہترین معاوضے ملتے ہوں گے' کرنل ہمایوں کے بارے میں جس قدر میں جانتا ہوں وہ یہ ہے کہ وہ ایک شاندار شخصیت کے مالک آدمی ہیں اور بڑی عمدگی سے' بڑی ذہانت سے اپنا کام سرانجام دیتے ہیں' یقینی طور پر انہوں نے بہت سے کارنامے سرانجام دیئے ہوں گے' میں انہیں بھرپور معاوضہ ادا کر رہا ہوں اپنے اس کام کا لیکن اس معاوضے کے علاوہ اگر تم بھی اگر ایک بڑی رقم کمانا چاہو تو خفیہ طور پر میں تمہاری خدمت کرنے کے لئے بھی تیار ہوں' سمجھ رہے ہو ناں' تمہیں میرا ایک کام کرنا ہوگا۔"

"کیا؟" حسن فیروز نے سوال کیا۔

"پہلے تو ایک بات کا وعدہ کہ جو کچھ میں کہوں گا اسے تم میرا راز سمجھ کر اپنے سینے میں محفوظ رکھو گے۔"

"اس کے بعد؟"

"اس کے بعد اپنی تجویز۔"

"کرنل ہمایوں کے علاوہ آپ کی کہی ہوئی بات ہم کسی کو نہیں بتائیں گے یہ ہمارا

وعدہ ہے۔" حسن فیروز نے یہاں جھوٹ نہیں بولا تھا اور سچائی سے اپنا مقصد بیان کر دیا تھا۔ چنانچہ رانا اختیار خلجی کچھ لمحے تک کچھ سوچتا رہا' پھر بولا۔

"تم نے بہت سی مہمات میں حصہ لیا ہوگا اور ان مہمات میں کہیں اپنی زندگی بچاتے ہوئے اور کہیں حالات کی مجبوری اور ضرورت کے تحت تمہیں بہت سے لوگوں کو قتل کرنا پڑا ہوگا۔ کیا ایسا ہوا ہے؟"

"میں تو کئی بار قتل عام کر چکا ہوں۔ قتل عام سے میری مراد آم کے قتلوں سے نہیں ہے بلکہ انسانوں کی گردنیں ٹھک شک' ٹھک شک۔" حسن فیروز بہکنے لگا تو میں نے اسے گھور کر دیکھا اور وہ جلدی سے سنبھل گیا۔

"آپ سمجھ گئے ہوں گے رانا صاحب۔"

"ہاں' سمجھ گیا ہوں اور جانتا ہوں کہ تم خوش اسلوبی سے اپنا کام سرانجام دینے کی صلاحیت رکھتے ہو۔"

"اس موقعے پر غالباً آداب عرض کہا جاتا ہے' چلئے جو کچھ بھی کہا جاتا ہے میری طرف سے وہی سمجھ لیجئے۔"

"تو پھر سنو' ایک انتہائی معقول معاوضے کے عوض جو خفیہ طور پر صرف تمہیں ادا کیا جائے گا اور کرنل ہمایوں کو اس کے بارے میں ذرا برابر علم نہیں ہو سکے گا۔ تمہیں میرا ایک کام کرنا ہوگا۔"

"کیا کام کرنا ہوگا؟" حسن فیروز نے سوال کیا۔

"صفوان کی زندگی کا خاتمہ اور ثانیہ خلجی کو اس کا بالکل پتا نہیں چلنا چاہئے کہ میرے ایما پر ایسا ہوا ہے۔ اسے مجھ تک لانے یا مجھ سے ملانے سے پہلے تمہیں یہ کام کر ڈالنا ہوگا' ایسا جس طرح بھی چاہو کر سکتے ہو بلکہ ایسا کرنا جہاں بھی وہ مقیم ہیں میں تم سے ابھی اس کے بارے میں کچھ نہیں پوچھوں گا۔ صفوان کو کسی طرح مشتعل کردو اور اس کے بعد اس کو قتل کرکے وہاں سے نکل بھاگو۔ ثانیہ ظاہر ہے اس کے بعد ہم سے رجوع کرے گی اور ہم اسے محبت سے سہارا دیں گے۔ ظاہر ہے تم سے یہ کہنے کی ضرورت نہیں ہے کہ اس سازش کا علم سلمیٰ خلجی کو نہیں ہونا چاہئے یہ میرا تم سے براہ راست رابطہ ہے کیونکہ تم جانتے ہو زیادہ سے زیادہ اگر سلمیٰ خلجی نے مجھ سے اس بارے میں سوالات کئے تو میں کوئی نہ کوئی بہتر بہانہ بنا دوں گا بلکہ اس کے بعد میں اس بات پر افسوس کا اظہار کروں گا کہ اگر ثانیہ خلجی کی شادی صفوان سے ہو ہی گئی تھی تو میں بھی صفوان کو

کسی نہ کسی طرح قبول کر ہی لیتا۔ یہ جو کچھ بھی ہوا ہے برا ہوا ہے' تھوڑی سی بھاگ دوڑ کروں گا اور اس کے بعد تمہارا نام تو صیغہ راز میں چلا جائے گا۔ ثانیہ ہمارے پاس آجائے گی۔ اصل میں تم یہ بات سمجھ گئے ہوگے کہ میں نہیں چاہتا کہ ثانیہ خلجی اور صفوان کا ساتھ رہے' اس کے پس منظر میں کیا ہے یہ بات نہ تو تمہیں بتانے کی ضرورت ہے اور نہ ہی کسی کے ذاتی معاملات کو اس طرح کریدا جاتا ہے' کیا سمجھے؟"

"کمال کی بات ہے اماں بھائی رانا صاحب یہ تو ایسا مسئلہ ہے کہ بس مم' میرا مطلب ہے کہ کہ۔" حسن فیروز نے خوفزدہ نگاہوں سے مجھے دیکھا' میرے چہرے پر سنجیدگی کی شکنیں پھیل گئی تھیں۔ میں نے آہستہ سے کہا۔ "لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے رانا صاحب کہ ہم کرنل ہمایوں کو اس بارے میں کیا جواب دیں گے۔ ظاہر ہے جو کچھ ذمہ داری ہمارے سپرد کی گئی ہے کرنل اس سلسلے میں ہم سے سوالات تو کریں گے۔"

"بڑی سیدھی اور سادی سی بات ہے اس مسئلے کو ذرا سا الجھانے میں کوئی دقت نہیں ہوگی نہ تمہیں اور نہ مجھے' میں یہ کہوں گا کہ تم تو مخلصانہ طور پر اپنا کام سرانجام دے کر واپس آگئے تھے اور تم نے اس سلسلے میں کسی تساہل سے کام نہیں لیا بلکہ نہایت خوبصورتی سے تم نے اپنا کام سرانجام دے ڈالا ہے باقی جہاں تک رہا معاملہ ثانیہ کا تو آخر کار وہ میرے پاس پہنچ ہی جائے گی نا' تمہارا کام تھا بھی اتنا' اگر تم کرنل ہمایوں کے سلسلے میں ذرا بھی پریشان ہو تو میں کرنل سے یہ بات کہہ سکتا ہوں کہ تم نے اپنا کام بڑی خوش اسلوبی سے سرانجام دے ڈالا تھا لیکن صفوان نے شاید اپنے کچھ ایسے دشمن پال رکھے تھے جنہوں نے موقع غنیمت دیکھ کر اسے راستے سے ہٹا دیا بہت آسان سی بات ہے۔"

"ہمیں منظور ہے۔" حسن فیروز نے کہا اور رانا اختیار خلجی کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی' پھر اس نے کہا۔ "معاف کرنا' میری بات کا برا مت ماننا اپنی گفتگو سے' اپنے انداز سے بظاہر تم ایک بیوقوف آدمی لگتے ہو یعنی موقعہ بے موقعہ بولنے والے لیکن یہ بات بھی درست ہے کہ جو شخص اپنے آپ کو بے وقوف ظاہر کرنے کی کوشش کرتا ہے وہی سب سے زیادہ چالاک آدمی ہوتا ہے اور تمہیں دیکھنے کے بعد مجھے اس بات کا یقین ہوجاتا ہے کہ یہ بات بالکل درست ہے۔ تم نے سمجھداری سے جو میری پیشکش قبول کی ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ تم بہت دور تک دیکھنے اور سوچنے کے عادی ہو۔ بیٹے' بات اصل میں یہ ہے کہ زندگی میں انسان کو ایک' دو چانس ضرور ملتے ہیں یا تو اپنی جذباتی کیفیت سے بلکہ کیفیت نہیں ہیں تو اسے حماقت کہوں گا متاثر ہو کر انسان اس چانس سے منہ موڑ

لیتا ہے یا پھر وہیں سے اس کی شاندار زندگی کا آغاز ہوجاتا ہے۔ تم دونوں کرنل ہمایوں سے جو بھی تعلق رکھتے ہو' اس کے لئے کام کرتے رہو کرنل ہمایوں سے اس کا کچھ معاوضہ تمہیں دیتا ہوگا۔ یہ کام وہ کرتا رہے گا ذہین آدمی ہے بڑی اعلیٰ کارکردگی کا مالک' میں اسے بہت اچھی طرح جانتا ہوں لیکن اگر تم لوگ یہ سوچتے ہو کہ مستقبل میں تمہیں ایسا کوئی مقام مل جائے گا جو تمہارے لئے بہت بڑی حیثیت کا حامل ہوگا تو یہ تمہاری سوچ ہے۔ ظاہر ہے کرنل کام کے آدمیوں کو اس طرح نہیں چھوڑ سکتا اور تم واقعی اس کے لئے کام کے آدمی ہو' میں تمہیں مکمل منصوبہ بنائے دیتا ہوں جو کچھ میں کہہ رہا ہوں اس کی تکمیل کرو' ایک خفیہ نام سے چنار پور میں یا کہیں بھی اپنے اکاؤنٹ کھول دو اور مجھ سے وصول ہونے والی رقم اس اکاؤنٹ میں منتقل کردو' چیک بک' پاس بک وغیرہ بھی اپنے پاس نہ رکھو بلکہ انہیں اسی بینک کے کسی لاکر میں محفوظ کردو اس کے بعد مجھ سے کارکردگی کی تکمیل کا سرٹیفکیٹ لے کر کرنل ہمایوں کے پاس واپس چلے جاؤ' کرنل ہمایوں نے اگر مجھ سے اس سلسلے میں کوئی سوال کیا تو میں کہہ دوں گا کہ تم دونوں نے اپنا فرض بخیر وخوبی سرانجام دیا ہے اور میں تم دونوں کی کارکردگی سے مطمئن رہا ہوں۔ اب یہ الگ بات ہے کہ صفوان کو نقصان پہنچ گیا اور وہ بالکل الگ اور ذاتی معاملہ ہے۔ صفوان نے بہت سے دشمن پال رکھے تھے جو بہرطور اس کی تاک میں تھے۔ تم پر ذرا برابر نہ آنچ آئے گی اور نہ کوئی شبہ کرسکے گا۔ یہ میرا وعدہ ہے۔"

"تو پھر آپ ہمیں تھوڑا سا موقعہ دیجئے' بات تو یوں سمجھئے کہ ہم نے منظور کرلی ہے اور ہمارے اور آپ کے درمیان طے ہوگئی ہے لیکن تھوڑا سا آپس کا مشورہ بھی بڑا ضروری ہے۔"

"ٹھیک ہے' ٹھیک ہے لیکن مجھے یقین ہے تم سمجھداری سے کام لیتے ہوئے وہی کرو گے جو میں نے کہا ہے سنو اصل کام تم سرانجام دے چکے ہو یعنی ثانیہ کی تلاش اور حقیقتوں کی نشاندہی' تم یہ نہ سمجھنا کہ میں بالکل بے سہارا بیٹھا ہوا ہوں بے شمار افراد ہیں میرے پاس جو میرے لئے کام کرسکتے ہیں لیکن یہ کام چونکہ ذہانت کا تھا اور اس میں مجھے تھوڑی سی الجھنیں درپیش تھیں اس لئے میں نے کرنل ہمایوں سے معاوضے پر مدد کرنے کی درخواست کی اور میرا کام ہوگیا۔ تم پر کوئی آنچ نہیں آئے گی لیکن تمہیں یہ سارا کام بڑی خوش اسلوبی سے سرانجام دینا ہوگا۔"

"ویسے سر آپ اس سلسلے میں ہمیں کتنا معاوضہ ادا کردیں گے۔"

"پچیس لاکھ روپے' کم از کم پچیس لاکھ روپے۔"

"کچھ آگے پیچھے۔" حسن فیروز نے کہا' میں نے رخ بدل لیا تھا۔ میں اس پر اپنے چہرے کے تاثرات کا اظہار نہیں کرنا چاہتا تھا کیونکہ اس سے رانا اختیار خلجی ہوشیار ہو سکتا تھا۔ رانا اختیار خلجی نے کہا۔

"تیس کرلو' چالیس کرلو' میرا خیال ہے یہ بہت کافی ہیں۔"

"اگر ہم پچاس کرلیں تو؟" حسن فیروز نے کہا اور رانا اختیار خلجی اسے دیکھنے لگا' پھر بولا۔

"ٹھیک ہے مجھے منظور ہے۔ میں تو کہتا ہوں یہ کام چند گھنٹوں کے اندر اندر سرانجام دے دو' صفوان کی لاش ایک نگاہ مجھے دکھا دو' اسے ٹھکانے لگانے کا بندوبست بھی میں کردوں گا۔ تم پر کوئی آنچ نہیں آئے گی اور اس کے بعد اپنی یہ رقم مجھ سے وصول کرلو یا اگر چاہو تو میں پہلے اسے تمہارے حوالے کرسکتا ہوں۔"

"بس تھوڑا سا مشورہ' تھوڑا سا وقت۔"

"ہاں ہاں' بالکل کیوں نہیں' بلکہ میں تو یہ چاہتا ہوں کہ جب تک تم اس سلسلے میں مناسب فیصلہ نہ کرلو میری نگرانی میں رہو۔ اصل میں خود میرا ذاتی معاملہ بھی ہے۔ تم سمجھ رہے ہو گے نا' یہ تجویز تمہارے سامنے پیش کرنے کے بعد میں اپنے ہاتھ کٹوا بیٹھا ہوں۔"

"مم مگر آپ کے تو دونوں ہاتھ موجود ہیں۔" حسن فیروز نے کہا۔

"نہیں لڑکے' مذاق نہیں' دل کی بات کسی سے بیان کردینے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ انسان پر کسی نے بہت بڑا اعتبار کیا ہے۔ تم اب اس جگہ نہیں رہو گے جہاں اب تک قیام کرتے رہے ہو۔ معاف کرنا میں تمہیں کسی سے ملنے جلنے کا موقعہ بھی نہیں دوں گا۔ ہاں' اگر تم میرے کام پر راضی نہ بھی ہوئے تو پھر ایک اور معاہدہ کروں گا تم سے اور وہ معاہدہ یہ ہوگا کہ ثانیہ اور صفوان کو اس کی ماں کے حوالے کردو' میرا مطلب ہے سلمٰی خلجی کے سامنے میرے حوالے کردو۔ ہم لوگ دیکھ لیں گے کہ ہم نے آگے کیا کرنا ہے۔ میں اپنا کام کسی بھی شکل میں سرانجام دے لوں گا مجھے اس میں کوئی دقت نہیں ہوگی اور تمہیں میری اس تجویز کے بارے میں زبان بند رکھنے کا معاوضہ دو لاکھ روپے ادا کردیا جائے گا۔ یہ دو لاکھ روپیہ لے کر تم یہ بات بھول جاؤ گے کہ میں نے کوئی ایسی تجویز تمہارے سامنے پیش کی تھی۔ اب فیصلہ کرنا تمہارے ہاتھ میں ہے۔"

"یقیناً جناب' یقیناً۔ ہم پچاس لاکھ کو دو لاکھ پر ترجیح دیں گے کیونکہ ہم بیوقوف لوگ نہیں ہیں۔"

"تو پھر تمہیں کچھ دیر یہاں انتظار کرنا ہوگا۔ میں تمہارے لئے آرام گاہ کا بندوبست کئے دیتا ہوں۔" آخر کار رانا اختیار خلجی وہاں سے چلا گیا۔ میں اور حسن فیروز خاموش بیٹھے ہوئے تھے' حسن فیروز نے تو رخ ہی بدل لیا تھا میں نے بھی کوئی بات نہیں کہی' صورت حال پوری طرح میرے علم میں آچکی تھی اور میں اس بات پر بے حد خوش تھا کہ میں نے کسی قسم کی جذباتی کیفیت کا مظاہرہ کئے بغیر ان دونوں کو رانا اختیار خلجی کے سامنے پیش نہیں کردیا۔ ثانیہ تو خیر بچ ہی جاتی اور اب بھی بچ جائے گی لیکن صفوان کا معاملہ وہی ہے حالانکہ وہ نوجوان مجھے بے پناہ پسند تھا۔ پھر کچھ دیر کے بعد رانا اختیار خلجی آگیا۔ ہم نے اس بات کا اندازہ لگالیا تھا کہ وہ دروازہ باہر سے بند کرکے چلا گیا ہے' دروازہ کھلنے کی آواز سنائی دی تھی اور پھر رانا اندر داخل ہوا تھا اور بولا۔

"آؤ۔" اور اس بار وہ ہمیں جس کمرے میں لے گیا وہ بہت نفیس ڈیکوریشن رکھتا تھا۔ عمدہ بستر موجود تھا' اٹیچ باتھ' درحقیقت وہ ایک شاندار کمرہ تھا۔

"فی الحال تم یہ سمجھ لو کہ تمہیں یہاں رہنا ہوگا' ایک تھوڑا سا وقت مجھے بھی دو گے' مجھے کچھ انتظامات کرنے ہیں اور میں سمجھتا ہوں کہ اگر تم مشورہ کرکے فیصلہ کرنا چاہو گے تو مجھے کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔"

"ٹھیک ہے۔" پھر رانا اختیار خلجی چلا گیا۔ اس کمرے کا دروازہ بھی باہر سے بند کردیا گیا تھا۔ میں اپنی جگہ سے اٹھا' کمرے کے دروازے تک پہنچا اور اسے آزما کر دیکھا اور پھر ایک گہری سانس لے کر وہاں سے واپس پلٹ آیا' بخوبی اندازہ ہوگیا تھا کہ دروازہ باہر سے بند کردیا گیا ہے اور ہمارے لئے یہ خوبصورت کمرا فی الحال ایک قید خانے کی حیثیت رکھتا ہے۔ میں واپس پلٹا ہی تھا کہ اچانک ہی حسن نے بستر سے چھلانگ لگائی اور میں بوکھلا کر دو قدم پیچھے ہٹ گیا لیکن وہ کہنیوں کے بل گھسیٹتا ہوا آگے آیا اور اس نے میرے دونوں پاؤں پکڑ لئے۔

"مجھے بستی دوآبہ کی قسم' تجھے وہ ساری قسمیں جن سے تُو متاثر ہوتا ہو' مان لے میرے یار' اب مان لے' دیکھ یہ ایک حقیقت ہے کہ پچاس لاکھ روپے کی رقم ہمیں دوبارہ کبھی نہیں ملے گی اور ہم........" میں نے سختی سے دونوں پاؤں پیچھے کرلئے حسن فیروز کو شانوں سے پکڑ کر اٹھاتے ہوئے میں نے کہا۔

"حسن ایسی بات نہ کرو کہ ہمیشہ کے لئے میری نگاہ سے گر جاؤ' تم ایک بہت اچھے دوست' بہت اچھے ساتھی کی حیثیت سے میری زندگی میں آئے ہو لیکن میرے دوست ہم پتھروں کے حصار میں پیدا ہوئے ہیں' ہماری آبیاری اور ہماری تخلیق اس سنگلاخ مٹی سے ہوئی ہے جس میں لچک نہیں ہوتی اور دوست ہم انسانی زندگیوں سے اس وقت تک نہیں کھیلتے جب تک کہ ہماری مجبوری ہمارے سامنے نہ آجائے' صفوان ایک شاندار آدمی ہے اور دو محبت کرنے والے ایک دوسرے کے دکھ درد کے ساتھی' ہم انہیں اپنے اعتماد میں لے کر یہاں تک لائے ہیں۔ کیا اس کے بعد پچاس لاکھ روپے کے لئے ہم انہیں دھوکا دے دیں گے ثانیہ محبت کرتی ہے صفوان سے اور صفوان ثانیہ سے تم نے شاید اس پر غور نہیں کیا' کچھ پیسوں کے لئے انسانی زندگی لو گے' کرائے کے قاتل بنو گے۔ حسن' یہ انداز فکر چھوڑ دو۔"

"تو پھر تم ایک کام کرو' جوتا اتارو اور میرے سر پر اتنے مارو کہ میری پھوکڑی کا کھوڑا جو ہے نا پھوٹ جائے اور اس کا سارا مواد ناک کے راستے بہہ جائے۔ بس' یار اس کے علاوہ تم سے کچھ اور نہیں کہوں گا۔"

"ایسے نہیں' وعدہ کرو اس کے بعد کسی اور گھٹیا انداز میں نہیں سوچو گے۔"

"ٹھیک ہے' تم بھی کیا یاد کرو گے کہ کسی رئیس زادے سے پالا پڑا تھا۔" حسن نے کہا اور میں خاموشی سے اسے گھورنے لگا' حسن اب کمرے میں چاروں طرف دیکھ رہا تھا' پھر بولا۔

"جگہ اچھی ہے' کیا خیال ہے کچھ وقت یہیں گزار لیں۔"

"تمہارا اپنا گھر کیا برا ہے حسن؟"

"مگر یار وہاں اپنی کوئی عزت نہیں ہے۔"

"ہو جائے گی' ہو جائے گی' فکر مت کرو' وقت کا انتظار کرلو۔"

"ٹھیک ہے' ٹھیک ہے بھائی تو بہت بڑا مدبر ہے' مدبر اعظم اب کیا کرو گے یہ بتاؤ۔"

"کچھ نہیں' اب سلمٰی خلجی سے اس بارے میں بات کی جائے گی اور ثانیہ کے بارے میں تو ہم نے بہرحال رانا اختیار خلجی کو بتا ہی دیا ہے' زیادہ سے زیادہ یہ کریں گے کہ سلمٰی خلجی کو پہلے تمام تر صورت حال بتا کر یہ بھی بتا دیں گے کہ رانا اختیار خلجی صفوان کو قتل کر دینا چاہتا ہے۔ صفوان کو کہیں غائب کر دیا جائے گا' ثانیہ کو ان لوگوں کے حوالے کر دیں گے اور لوٹ کے بدھو گھر کو چلے جائیں گے۔"

"ٹھیک ہے' ٹھیک ہے۔ میں نے کہا نا کہ جذباتی کر دیا ہے تم نے مجھے اور تمہارے ساتھ رہ کر میں جذباتی ہو گیا ہوں۔ مان لیتا ہوں تمہاری بات تم بھی کیا یاد کرو گے۔" مجھے ہنسی آگئی تھی اور اس کے بعد حسن فیروز کی شکل دیکھنے کے قابل تھی۔ بستر پر لیٹ گیا تھا' آنکھیں بند تھیں بڑبڑا رہا تھا۔

"لندن کی نیشنل آرٹ گیلری' ترکی کا میوزیم' سوئٹزرلینڈ کی پہاڑیاں' حسین و جمیل نیاگرا آبشار' ہائے یورپ کی حسینائیں' پچاس لاکھ روپے میں سب کچھ' لیکن اب میں ان سب کو خداحافظ کہتا ہوں بے کار ہے سب کچھ سوچنا' بے کار ہے۔ اے کاش' اس کی پھوکڑی میں بھی کھوڑا ہو جائے' کیا مزہ آئے گا جب ہمارے درمیان یہ رشتہ قائم ہو جائے گا۔ کمال کا آدمی ہے یار' رہتا پہاڑوں کی جھونپڑیوں میں ہے' بلندیاں پہاڑوں سے بھی زیادہ ہیں۔"

"شکریہ حسن فیروز تم نے ایک ایسا جملہ کہہ دیا ہے جس سے میری روح خوش ہو گئی ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ہم پہاڑوں کے بیٹے اپنے پہاڑوں کی ان سربلند چوٹیوں کے وقار کا تحفظ کرتے ہیں ان کی عظمتیں ہمارے سینوں میں پوشیدہ ہیں۔ ہم ان کے دامن میں پلنے والے حقیر کیڑے ان بلندیوں تک تو کیا پہنچ سکتے ہیں' لیکن ان سے آنے والا شفاف پانی جس سے ہماری روح کی تسکین ہوتی ہے ہمارے اندر تھوڑا بہت ضبط پیدا کر دیتا ہے' تمہارا بے حد شکریہ۔" میں نے کہا اور حسن نے آنکھیں کھول دیں' مجھے گھورتا ہوا بولا۔

"کیا کوئی بات تمہارے حق میں کہہ گیا ہوں اگر ایسا ہے تو اپنے الفاظ واپس لے سکتا ہوں انتہائی تھرڈ کلاس آدمی ہو یار' نکمے اور ناکارہ تم دیکھ لینا یا تو کرنل ہمیں کسی وقت چوڑے میں مروا دے گا یا پھر تمہارے ساتھ ساتھ ہی مجھے سڑکوں کی کھدائی کرنا پڑے گی لیکن ایک بات ذہن میں رکھ لو۔"

"کیا؟" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اس وقت بھی میں سپروائزر رہوں گا یعنی تمہارا چیف' سڑک تم کھودو گے اور معاوضہ میں وصول کروں گا۔"

"وعدہ۔" میں نے اس کی جانب ہاتھ بڑھایا اور اس نے برا سا منہ بنا کر رخ بدل لیا۔ میں بہرحال مطمئن تھا۔ یہ دلچسپ کہانی اپنے منطقی انجام تک پہنچ رہی تھی اور میں سوچ رہا تھا کہ آگے کیا طریقہ کار اختیار کیا جائے بہت دیر خاموش رہنے کے بعد میں نے

حسن سے کہا۔

"حسن اب کیا فیصلہ کرتے ہو؟"

"وہی جو تم نے کہا ہے اس کے علاوہ اور کچھ نہیں۔"

"ٹھیک ہے بہت بہت شکریہ' یہی مناسب بھی ہے' لیکن اب جب رانا اختیار خلجی ہم سے ملاقات کرنے آئے گا تو ہم اس سے کہیں گے کہ ہمیں اس کی یہ پیشکش منظور ہے ویسے آدمی خطرناک ہے اتنا میں ضرور جانتا ہوں کہ وہ یہاں چنار پور میں صاحب اختیار ہے اور وہ کرسکتا ہے جو وہ کرنا چاہے لیکن اپنا کام پورا کردو اور اس کے بعد کرنل کو اطلاع دے دو' باقی ہم بہت ساری ذمہ داریوں کو قبول بھی نہیں کرسکتے اور بہت سارے جھگڑوں میں پڑ بھی نہیں سکتے۔ یہ بالکل ان کے ذاتی معاملات ہیں اور اپنے ذاتی معاملات کو یہ خود بہتر بھی سمجھ سکتے ہیں۔" حسن نے کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ رات کو تقریباً آٹھ بجے رانا اختیار خلجی ہمارے پاس پہنچا' اس دوران ہمارے لئے کھانے پینے کی تمام اشیاء فراہم کی جاتی رہی تھیں لیکن ہمیں یہ اشیاء فراہم کرنے والے جب باہر جاتے تو دروازہ باہر سے بند کردیا جاتا تھا۔ رانا اختیار خلجی نے غالباً ان لوگوں کو یہ ہدایت بھی کردی تھی' آٹھ بجے وہ ہمارے پاس پہنچ گیا اور اس نے ہمیں دیکھتے ہوئے کہا۔

"ہاں دوستو تمہارے چہروں پر موجود عقل و دانش اس بات کا اظہار کرتی ہے کہ بے شک تمہاری عمر نوجوانی کی ہے لیکن تم زندگی میں صحیح فیصلے کرنے کے عادی ہو۔"

"زندگی کے غلط فیصلے ہی تو نقصان دہ ہوجاتے ہیں رانا صاحب' ہمیں آپ کی شرط منظور ہے۔" میں نے کہا۔

"ویری گڈ' ویری گڈ' میں تم لوگوں کو ایک حسین مستقبل کی خبر دیتا ہوں یقینی طور پر صرف یہی نہیں بلکہ زندگی میں ہمیشہ ہی تم کامیاب رہو گے' کوئی ضرورت ہی نہیں کرنل ہمایوں کو یہ بتانے کی' میں کرنل سے یہ بات کہہ دوں گا کہ تم نے ثانیہ کو مجھ تک پہنچا دیا ہے۔ کرنل کا شکریہ بھی ادا کروں گا اور میرے اور ان کے درمیان جو معاوضہ طے ہوا ہے اس کی ادائیگی بھی انہیں کردی جائے گی گویا تمہارا کام ختم' بعد میں جب کبھی صورت حال بہتر ہوتو کم از کم بینکوں میں جمع شدہ رقم تمہاری اپنی ہوگی اور تم ایک صاحب حیثیت انسان ہوگے کیا سمجھے۔"

"آپ ٹھیک کہتے ہیں رانا صاحب۔"

"آؤ میرے ساتھ' میں تمہیں کچھ ایسی حقیقتوں سے روشناس کراؤں جن کی بنا پر

میں یہ وحشیانہ قدم اٹھانے پر مجبور ہوگیا ہوں ورنہ میں بھی برا انسان نہیں ہوں' آؤ میں تمہیں بتاؤں کہ میں کیوں یہاں تک پہنچا۔" ہم دونوں رانا اختیار خلجی کے ساتھ باہر نکل آئے۔ رانا ہمیں اپنی رہائش گاہ کے مختلف حصوں سے گزارتا ہوا اس حویلی نما کوٹھی کے آخری حصے میں بنے ہوئے کمرے میں پہنچا' پھر ہمیں نہیں معلوم ہوسکا تھا کہ اس نے کیا عمل کیا لیکن کمرے کی ایک دیوار میں دروازہ نمودار ہوگیا تھا یقینی طور پر یہ ایک تہہ خانے کا دروازہ تھا۔ رانا اختیار خلجی نے ہمیں اشارہ کیا اور ہم اس تہہ خانے میں اتر گئے' خاصی کشادہ جگہ تھی اور یہاں روشنی بھی اچھی خاصی تھی۔ ہم رانا اختیار خلجی کے ساتھ آگے بڑھتے ہوئے تہہ خانے کے آخری حصے میں پہنچ گئے' یہاں اعلیٰ قسم کے صوفے پڑے ہوئے تھے' رانا اختیار خلجی نے ہمیں ان صوفوں پر بیٹھنے کا اشارہ کیا اور پھر خود ہم سے کچھ فاصلے پر پڑی ہوئی ایک چھوٹی سی میز پر جا بیٹھا' یہاں پہنچ کر اس نے میز کی دراز میں رکھا ہوا ایک ٹیپ ریکارڈر نکالا اور اسے میز پر رکھ دیا' پھر ہماری طرف رخ کرکے بولا۔

"تو تم نے جو فیصلہ کیا ہے اس کی نوک پلک پر غور کرلیا ہے۔ میری پیشکش منظور ہے تمہیں۔"

"ہاں۔" میں نے کہا۔

"تو صفوان کو تم کب قتل کررہے ہو؟"

"یہ ٹیپ ریکارڈ آپ نے کس لئے سامنے رکھا ہے رانا صاحب؟" میں نے ایک دم کہا اور رانا کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"تم سمجھ رہے ہوگے کہ شاید تمہاری یہ گفتگو میں ٹیپ کرنے جارہا ہوں۔"

"اصل میں رانا صاحب جس شعبے سے ہمارا تعلق ہے اس میں ہمیں یہ خیال رکھنا ہی پڑتا ہے' ہوسکتا ہے آپ چالاکی سے کام لے کر ہمارے سر قتل کا الزام لگانا چاہتے ہوں۔"

"بڑی ذہانت کی بات ہے لیکن معاف کرنا تم ذہین آدمی نہیں ہو۔ میں تمہارے یہ الفاظ ٹیپ نہیں کررہا بلکہ تمہیں کچھ سنانا چاہتا ہوں۔" رانا اختیار خلجی نے کہا' اس دوران ٹیپ سے جو مدہم سی آواز ابھرتی رہی تھی اس کے بارے میں یہ اندازہ ہورہا تھا مجھے کہ کوئی کیسٹ ریوائنڈ کیا جارہا ہے رانا نے اس ٹیپ ریکارڈر کا پلے بٹن دبایا' چند لمحے سر سراہٹیں سنائی دیتی رہیں اور اس کے بعد ہماری آوازیں ابھرنے لگیں۔ یہ وہ گفتگو تھی جو اس سے پہلے قید خانے میں یعنی اس کمرے میں جس سے ابھی ہمیں اٹھا کر یہاں لایا گیا تھا

میرے اور حسن فیروز کے درمیان ہوئی تھی اور جس میں' میں نے اپنے منصوبے کا حسن فیروز سے تذکرہ کیا تھا۔ پوری گفتگو بڑی عمدگی کے ساتھ ریکارڈ ہوگئی تھی۔ حسن فیروز کا منہ حیرت سے کھلا ہوا تھا اور میرے جبڑے بھنچے ہوئے تھے۔ رانا جو کچھ کہنا اور کرنا چاہتا تھا میں نے اسے سمجھ لیا تھا۔ پھر جب تمام گفتگو ختم ہوگئی تو رانا اختیار خلجی نے ٹیپ ریکارڈر بند کیا اور بولا۔

"میں نے کہا تھا نا تم سے کہ میں بیوقوف نہیں ہوں۔ تمہیں اس کمرے میں پہنچانے سے پہلے میں نے وہاں ایسے مائیکرو فون چھپا دیئے جن سے تمہارے درمیان ہونے والی یہ گفتگو ریکارڈ کی۔ اصل میں ہر آدمی ہر پہلو پر غور نہیں کرتا' تم دونوں ذہین ہو میں اسے تسلیم کرتا ہوں لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہی کہیں نہ کہیں کوئی نہ کوئی شک مار ہی جاتا ہے۔ بہرحال میں کوئی شیخی نہیں بگھار رہا' دیکھو بات اصل میں یہ ہے کہ صفوان اور اس کے اہل خاندان نے میری اس طرح بے عزتی کی ہے کہ میں اسے موت کی قیمت پر بھی بھول نہیں سکتا اور اسی لئے میں یہ وحشیانہ قدم اٹھانے پر مجبور ہوا ہوں' کیا سمجھے؟"

"تو آپ نے یہ چالاکی برتی ہے ہمارے ساتھ۔"

"ہاں۔"

"اور آپ دھوکے سے ہمیں اس تہہ خانے میں لے آئے ہیں۔"

"مجبوری تھی۔ کرنا پڑا۔"

"رانا صاحب اگر اس وقت ہم آپ پر حملہ کردیں اور یقینی طور پر ہمیں ایسا کرنا چاہئے تو پھر آپ بعد میں کرنل ہمایوں سے شکایت نہ کیجئے گا کہ ہم نے کیا کیا؟"

"اس کا جواب بھی میں تمہیں بہتر طریقے سے دے سکتا ہوں۔"

"جی فرمایئے۔" میں نے کہا اور اسی وقت میں نے تین آدمیوں کو دیکھا اور دیکھ کر میری طبیعت خوش ہوگئی۔ ان تینوں کو میں نے حویلی میں ایک دوبار پہلے بھی دیکھا تھا۔ بڑے زبردست تن و توش کے مالک تھے۔ چہروں سے ہی کافی خطرناک لگتے تھے' گھر کے ملازم تھے لیکن بظاہر کوئی کام کرتے نظر نہیں آتے تھے' تینوں کے چہروں پر درندگی نظر آرہی تھی۔ رانا اختیار خلجی نے کہا۔

"یہ میرے بڑے وفادار لوگ ہیں ایسے کہ میرے لئے ہزار بار زندگی دے سکتے ہیں' میرا مطلب یہ ہے کہ اگر تم نے ذرا برابر کوئی گڑبڑ کرنے کی کوشش کی تو یہ تمہیں مار مار

کر ختم کر دیں گے' بات اتنی ہی سنگین نوعیت کی حامل ہے۔ تم یہ نہیں کہہ سکو گے کہ میں نے تمہارے ساتھ دھوکا کیا۔ تم میرے ساتھ دھوکا کر رہے تھے' یہ جوابی کارروائی ہے۔ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ تم اب صرف یہ بتاؤ کہ صفوان اور ثانیہ کہاں مقیم ہیں؟ اس بات کو بھول جاؤ کہ مجھے کوئی نقصان پہنچا سکو گے۔ مجھے ان کا پتہ بتا دو' تمہارے اندر کی بات تو مجھے معلوم ہو ہی چکی ہے۔ میں اپنا کام سرانجام دے لوں' اس کے بعد میں تمہیں چھوڑ دوں گا اور اگر تم میرے لئے زیادہ خطرناک ثابت ہوئے تو جہاں ایک گناہ کر رہا ہوں یعنی صفوان کو قتل کروانے کا گناہ وہاں ایک گناہ اور سہی یعنی تم دونوں کا خاتمہ بھی کرادوں گا۔"

"حساب میں گڑبڑ کر رہے ہیں رانا صاحب' تین گناہ ہوں گے وہ۔ یعنی ایک صفوان کو قتل کرانے کا اور دو ہمیں قتل کرانے کے۔" حسن فیروز نے کہا اور رانا اختیار خلجی کے ہونٹوں پر سفاک مسکراہٹ پھیل گئی۔

"گویا تم اب بھی میری بات کو مذاق سمجھ رہے ہو۔ ٹھیک ہے یہ تمہاری مرضی' یہ داور ہے اور دونوں کا انچارج اور یہ دونوں داور کے حکم پر کام کرتے ہیں۔ داور ہمیں ان سے یہ معلوم کرنا ہے کہ انہوں نے صفوان اور ثانیہ کو کہاں رکھا ہے یا وہ کہاں موجود ہیں؟ مجبوری ہے میں ان دونوں کو تمہارے حوالے کرکے جا رہا ہوں۔ وہ کاغذ اور پیڈ رکھا ہوا ہے۔ پتہ لکھوا لینا ان سے' اور اس کے بعد ان دونوں کو مضبوطی سے کس کر باندھ دینا۔ ان کی نگرانی بھی تمہاری ذمہ داری ہوگی۔ پتہ معلوم کرنے کے بعد مجھے پہنچاؤ' کھانے پینے کی انہیں کوئی تکلیف نہیں ہونی چاہئے اور ایک بات اور وہ یہ کہ انہیں زندہ رکھنا ہے جب تک ہمیں ہمارے مطلب کی تفصیلات معلوم نہ ہوجائیں۔"

"جی صاحب جی' آپ بالکل فکر نہ کرو۔"

"دیکھو' میں تم لوگوں کو آخری بار یہ بتا کر جا رہا ہوں کہ بہتر ہے کہ داور کو زیادہ سختی کا موقعہ نہ دینا' اس شخص میں یہ خرابی ہے کہ جب اپنی مرضی کی بات نہیں پاتا تو دیوانہ ہوتا چلا جاتا ہے اور پھر اس کی دیوانگی کو روکنا میرے بس سے بھی باہر ہوجاتا ہے۔"

"آہ' گویا اس کا مطلب ہے کہ اس کی کھوپڑی میں بھی کھوڑا ہے۔" حسن فیروز نے درد بھری آواز میں کہا۔

"او کے داور' ہوشیاری سے' تمہیں کوئی دقت تو نہیں ہوگی۔"

"صاحب جی داور کو گالیاں دے رہے ہو۔" داور کی گونج دار آواز ابھری اور رانا

اختیار خلجی نے مسکراتے ہوئے گردن ہلائی اور پھر بولا۔
"حالانکہ میں یہ سب کچھ نہیں چاہتا تھا۔ اب بحالت مجبوری دوسرے ذرائع سے انہیں حاصل کیا جائے گا۔ کرنل ہمایوں کا شکریہ ادا کیا جائے گا۔ ثانیہ خلجی کے حصول پر اسے مطلوبہ معاوضہ دیا جائے گا اور تمہارے بارے میں جب وہ سوال کرے گا تو میں بڑی شکرگزاری کے الفاظ کے ساتھ یہ کہوں گا کہ وہ دونوں جانباز تو اپنے کام کی تکمیل کے بعد واپس روانہ ہو چکے ہیں۔ کیا وہ ابھی تک وہاں نہیں پہنچے اور ظاہر ہے دونو جوان لڑکوں کی گمشدگی کی ذمہ داری مجھ پر تو کسی طور عائد نہیں ہوگی۔" یہ الفاظ ادا کر کے رانا اختیار خلجی تہہ خانے کی سیڑھیوں سے اوپر چلا گیا اور پھر دروازے میں روپوش ہو گیا' تب داور نے ہماری طرف رخ کیا۔

معاشرے کی اس کہانی کے بقایا واقعات دوسرے اور آخری حصے میں ملاحظہ فرمائیں۔

رنگین کہکشاں
ایم اے راحت

حصہ دوئم
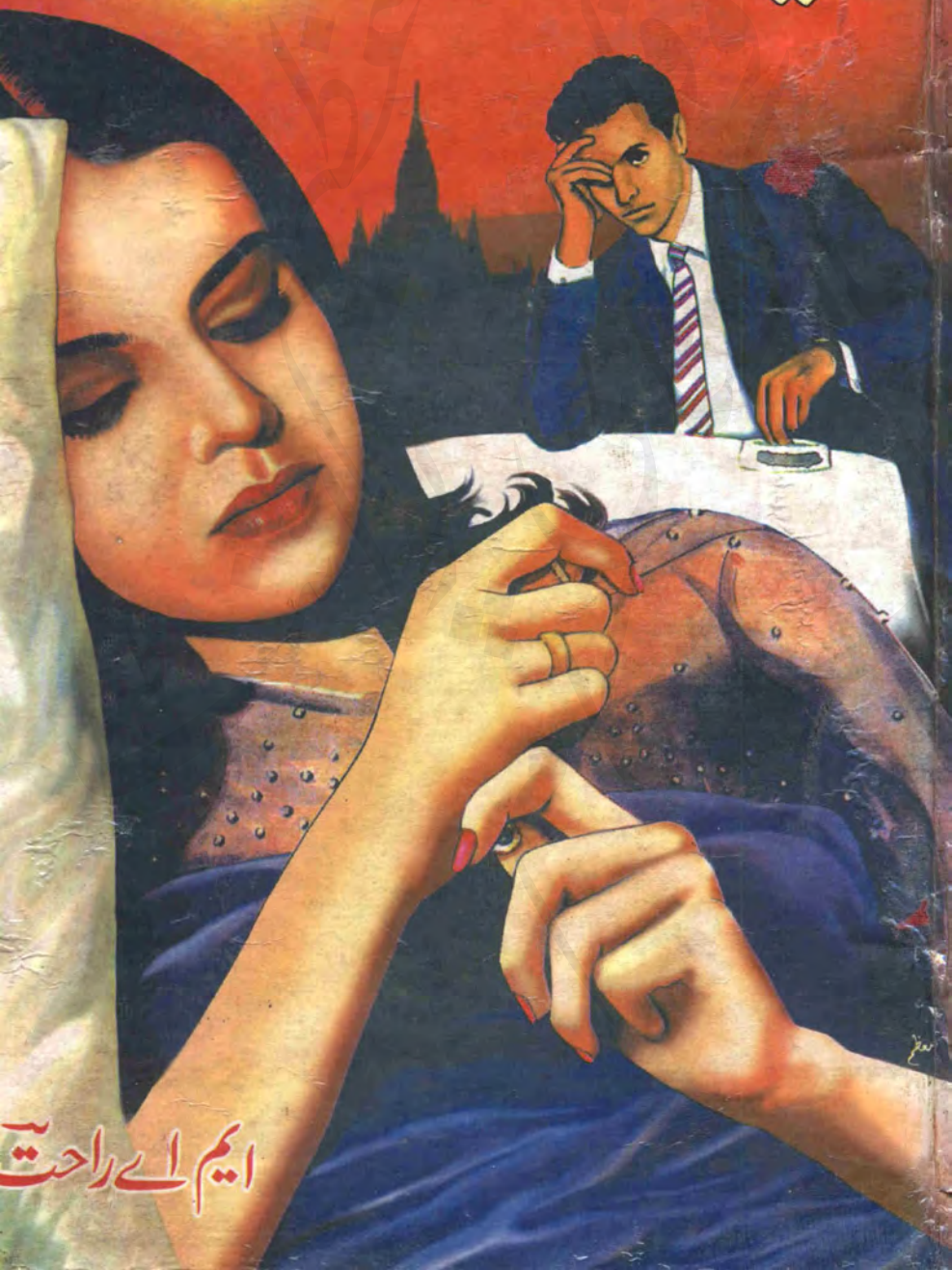
ایم اے راحت

دوسری منزل راجپوت مارکیٹ اردو بازار لاہور۔فون:0303-6416808

"ہم لوگ رانا صاحب کے غلام ہیں' ان کے ہر حکم کی تعمیل کرتے ہیں۔ ہمیں اس کا کوئی شوق نہیں ہے کہ ہم تمہیں کوئی نقصان پہنچائیں۔ رانا صاحب جو کچھ پوچھ رہے ہیں وہ بتا دو۔ یہ بتا دو کہ وہ دونوں کہاں چھپے ہوئے ہیں؟"

داور نے سخت لہجے میں پوچھا۔

"پیارے بھائی تم یقین نہیں کرو گے۔ ہم نے رانا صاحب کو بھی یہی سمجھانے کی کوشش کی تھی کہ جہاں وہ دونوں چھپے ہوئے ہیں وہاں سے ان کو نکالنا بہت مشکل ہے۔"

"کیا مطلب؟" داور نے سوالیہ انداز میں حسن کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"صحرائے اعظم افریقہ کے بارے میں کچھ جانتے ہو۔"

"نہیں' ہم پڑھے لکھے لوگ نہیں ہیں۔"

"بڑا اچھا کیا' پڑھنے لکھنے سے کیا فائدہ' اب کم از کم تمہیں یہاں نوکری تو ملی ہوئی ہے نا' تو صحرائے اعظم افریقہ جو ہے نا وہ ایک برا عظم ہے' اور وہاں جنگلوں کی زندگی ہے۔"

"مگر اس کا ہم سے کیا واسطہ۔"

"وہی تو تمہیں بتا رہا ہوں' پتہ معلوم کرنا چاہتے ہو نا ثانیہ اور صفوان کا' تو بس یوں سمجھ لو کہ تمہیں صحرائے اعظم افریقہ جانا ہو گا' پھر اس کے جنگلوں میں داخل ہو کر زمین کے دوسرے طبق کا راستہ تلاش کرنا پڑے گا۔ یہ راز کسی کو نہیں معلوم' تم پہلے آدمی ہو

جو کدو کی ان بیلوں کے پیچھے چھپے ہوئے سوراخ کے بارے میں جان رہے ہو۔ بس اس سوراخ میں داخل ہو کر ناک کی سیدھ میں چلے جانا' مگر یار ایک خرابی ہے' وہ یہ کہ تمہاری ناک تو چپٹی ہے اور داہنی طرف کو مڑی ہوئی بھی ہے۔ اگر تم اپنی ناک کی سیدھ میں گئے تو پھر تم سیدھے چڑ پہنچ جاؤ گے۔ چڑ کے بارے میں کچھ جانتے ہو' ریاست چڑ' یار ویسے یہ عجیب و غریب لوگ ہیں یہ چڑ کی بجائے چڑی کہتے اس کو تو کیا حرج تھا' بلاوجہ "ی" نکال دی' خیر چھوڑو' تم تو اپنی ناک نہیں بلکہ ان میں سے کسی کی ناک استعمال کر لینا اور اس کی ناک کی سیدھ میں چلے جانا۔ آگے جاؤ گے تو تمہیں ایک دریا نظر آئے گا۔ زمین کے نیچے بہنے والے دریا بڑے تیز رفتار ہوتے ہیں۔ اول تو تم اس دریا کو ہی پار نہ کر سکو گے اور اگر پار کر بھی لیا تو آگے جا کر تمہیں زمین کے دوسرے طبق کے ہولناک جانور ملیں گے۔ بہرحال ان میں سے بھی کوئی تمہیں کھانے پینے میں کامیاب نہ ہو تو اس سے پوچھ لینا کہ چیچوں کی ملیاں کس طرف ہے۔ بس چیچو کی ملیاں پہنچ کر تمہیں آسانی سے ثانیہ اور صفوان کا پتہ معلوم ہو جائے گا' لکھتے جاؤ اتنی ساری باتیں تمہیں یاد رہیں گی۔" جواب میں داور کے ہونٹوں پر ایک سفاک مسکراہٹ پھیل گئی' اس نے کہا۔

"اتنی ساری باتیں تو ہمیں یاد نہیں رہیں گی لیکن اب جو کچھ ہوگا اسے تم زندگی بھر نہیں بھول سکو گے' چلو مارو سسروں کو۔" داور نے اپنے دونوں ساتھیوں سے کہا۔ میں صورت حال کو سمجھ رہا تھا اور اس دوران حسن فیروز کا شکر گزار بھی تھا کیونکہ جو گفتگو وہ کر رہا تھا وہ داور کو مشتعل کر رہی تھی اور میں جانتا تھا کہ اس کے بعد کیا شروع ہونے والا ہے' خدا کے فضل سے ایسے موقعوں کے لئے میرے استاد محترم مہارت خان نے مجھے سب کچھ سکھا دیا تھا۔ چنانچہ جب داور کے حکم پر وہ دونوں آگے بڑھے تو میں سہمے ہوئے انداز میں حسن کو دیکھنے لگا۔ پھر میں نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"یار تم نے بلاوجہ ان لوگوں کو غصہ دلا دیا' اب تمہارے ساتھ میری مرمت بھی ہو گی۔"

"اچھا ہے نا' بہت دنوں سے ہماری اوور ہالنگ نہیں ہوئی۔ پیارے بھائیو' پہلے اسے مارو میں تو ویسے ہی بیمار آدمی ہوں' مجھے مارنے سے کوئی فائدہ نہیں ہوگا اور صحیح پتہ بھی اسے ہی معلوم ہے' ویسے بھی اصولی طور پر اسے ہی مار کھانی چاہئے۔"

"اصولی طور پر کیوں؟" میں نے سوال کیا۔

"بھئی کیسے اسسٹنٹ ہو' چیف کو پٹتے ہوئے دیکھو گے' شرم نہیں آئے گی تمہیں۔"

"ارے واہ' نوکری کرنا چاہتے ہو یا نہیں۔" اس دوران وہ دونوں ہمارے پاس آ گئے تھے۔ میں نے نہایت سادگی سے اپنے دونوں ہاتھ سیدھے کر کے ان کے پیٹ پر ضربیں لگائیں اور پھر ایک پاؤں پر گھوم کر میری ایک ہی لات باری باری دونوں کے منہ پر پڑی' یہ اندازہ میں لگا چکا تھا کہ کم از کم آتشی ہتھیاروں سے مسلح نہیں ہیں' انہیں ہوشیاری سے مارا جائے تو بیچارے زیادہ پریشان نہیں کریں گے' میری دوسری ضربوں نے انہیں اچھال کر دیوار تک پہنچا دیا۔ حسن فیروز اچھل کر ایک اونچی جگہ بیٹھ گیا تھا اور پھر وہاں سے مجھے ہدایت دینے لگا۔

"دونوں اٹھ رہے ہیں۔ ایسا کرو ان کی کھوپڑیاں سہلاؤ' وہ دیکھو وہ بھی آرہا ہے' ہوشیار' گھوم جاؤ' وہ قریب آچکا ہے۔" یہ اشارہ داور کی جانب تھا۔ میں نے داور کی چھلانگ کو ناکام بنایا اور اس کے پیچھے آ کر اچھل کر اس کی پشت پر دونوں لاتیں ماریں۔ وہ دونوں جو میری پہلی ضربوں سے سنبھل کر اٹھنے کی کوشش کر رہے تھے داور کی لپیٹ میں آ گئے اور تینوں زمین پر ڈھیر ہو گئے۔

"یہ دیکھو' میرا کمال دیکھو۔" حسن فیروز نے کہا اور اپنی جگہ سے داور کی پیٹھ پر کود گیا۔ داور کی پیٹھ پر وہ پوری قوت سے کودا تھا اور داور جو اٹھنے کی کوشش کر رہا تھا اور گھٹنے جما چکا تھا ایک بار پھر ان دونوں کو لپیٹ میں لے کر ان کے اوپر ڈھیر ہو گیا جبکہ حسن فیروز واپس اپنی جگہ پہنچ گیا تھا۔ نیچے پڑے ہوئے دونوں آدمیوں نے داور کو دھکیلتے ہوئے کہا۔

"ہماری پسلیاں کیوں توڑے دے رہے ہو' اس سے نپٹو' داور جو اپنے آپ کو سنبھال رہا تھا سنبھل کر کھڑا ہوتے ہوئے بولا۔

"تم دونوں نے مجھے دھکا دیا ہے۔"

"اور تمہیں کیا ہو گیا ہے' تم تو دس آدمیوں سے جنگ کرنے پر آمادہ ہوتے ہو۔"

"تمہیں ٹھیک کر دوں گا میں اچھی طرح۔" داور نے کہا۔

"ارے جاؤ، جاؤ، پہلے انہیں ٹھیک کرو۔" ان دونوں میں سے ایک نے برا سا منہ بناتے ہوئے کہا لیکن اسی وقت میری دونوں لاتیں داور کی پشت پر پڑیں۔ داور کے دونوں ہاتھ پھیلے ہوئے تھے وہ ایک بار بھرپوری قوت سے آگے بڑھا اور ان دونوں کی گردنوں کو اپنے ہاتھوں کی لپیٹ میں لیتا ہوا زمین پر ڈھیر ہوگیا اور اس کے بعد ماحول ذرا مزاحیہ رخ اختیار کرگیا یعنی ان دونوں نے مل کر داور کی پٹائی شروع کردی تھی۔ وہ گالیاں بک رہے تھے اور داور بھی ان کی خوب مرمت کر رہا تھا۔ حسن فیروز نے بچوں کی طرح تالیاں بجاتے ہوئے کہا۔

"اوپر آجاؤ، اوپر آجاؤ، خاصی جگہ ہے یہاں۔ دیکھو مسٹر داور ان دونوں کو کس بری طرح مار رہے ہیں۔ یار، حقیقی طور پر مسٹر داور کم از کم ان جیسے دس آدمیوں کو ضرور سنبھال سکتے ہیں۔ بائیں طرف، بائیں طرف، مسٹر داور دیکھئے اس نے، وہ پتھر کا گل دان اٹھالیا ہے۔" حسن فیروز نے کہا اور واقعی داور بچ ہی گیا۔ وہ گلدان نہیں تھا بلکہ ماربل کا بنا ہوا لیمپ تھا جس کی بلندی تقریباً چار فٹ تھی، ان میں سے ایک نے یہ لیمپ ہاتھ میں اٹھالیا تھا اور بھرپوری قوت سے داور کی جانب گھمایا تھا۔ اگر حسن فیروز داور کو ہوشیار نہ کردیتا تو اس کا لیمپ داور کے سر پر ہی پڑتا۔ داور تو پھرتی سے بیٹھ گیا لیکن بدقسمتی سے دوسرا آدمی لیمپ کی زد میں آگیا اور اس کے حلق سے ایک دلخراش چیخ نکلی۔ وہ دونوں ہاتھ سامنے کئے ہوئے آگے بڑھ کر اوندھے منہ گر پڑا تھا۔ ادھر داور کا دوسرا ساتھی داور کی کمر سے لپٹ گیا تھا۔ داور نے اس کی کمر میں ہاتھ ڈال کر اسے اٹھایا، کندھے پر رکھا اور دھڑ سے زمین پر دے مارا۔ میں داور کو بھی موقع نہیں دینا چاہتا تھا، ہوسکتا ہے وہ بھاگنے کی کوشش کرے اور اگر وہ یہاں سے نکلنے میں کامیاب ہوگیا تو پھر شاید ہم اس تہہ خانے سے باہر نہ نکل سکتے۔ چنانچہ جیسے ہی داور نے اپنے اس ساتھی کو زمین بوس کیا، میں نے ایک بار پھر داور پر چھلانگ لگادی اور اس بار میں اس کی گردن پر سوار ہوکر زمین تک لیتا چلا گیا۔ میں نے دونوں پاؤں سامنے کردیئے تھے۔ نتیجے میں میرا سارا وزن داور کی گردن پر پڑا اور داور اوندھے منہ زمین پر گرا، اس کی پیشانی پر چوٹ لگی تھی اور وہ کراہ کر سیدھا ہوگیا تھا، پھر میرے جوتے کی ٹھوکر اس کی کنپٹی پر پڑی اور داور کا حساب کتاب بھی مناسب ہوگیا۔ باقی دو کو وہ پہلے ہی سنبھال چکا تھا، پھر داور سے نہ اٹھا گیا، اس کی پیشانی سے خون بہہ رہا تھا اور وہ اسے بار بار صاف کرکے اپنی آنکھوں تک آنے سے روک رہا تھا۔ حسن فیروز اپنی جگہ سے نیچے اتر آیا اور پُرادب لہجے میں بولا۔

"وہ داور صاحب جس رسی سے آپ ہمیں باندھنے والے تھے وہ کہاں ہے؟ پلیز بتا دیجئے ورنہ میں آپ کو ٹھوکریں بھی نہیں مار سکوں گا، میرے داہنے پاؤں میں درد ہے اور بائیں پاؤں کی ٹھوکر ذرا مؤثر نہیں رہے گی۔ ویسے بھی انسان کو ہر کام سیدھے ہاتھ اور سیدھے پاؤں سے کرنا چاہئے۔ بتانا پسند کریں گے آپ کہ رسی کہاں ہے۔" داور تو کچھ نہ بولا لیکن مجھے رسی نظر آگئی تھی، چونکہ رانا اختیار خلجی نے اس رسی کی جانب اشارہ کیا تھا، میں نے رسی کی جانب دوڑ لگادی اور تھوڑی دیر کے بعد ہم نائیلون کی اس رسی سے ان تینوں کے ہاتھ کس چکے تھے، تینوں اچھے خاصے زخمی ہوگئے تھے لیکن بہرحال اب صورت حال ہمارے حق میں تھی۔ حسن فیروز کچھ سوچ رہا تھا۔ پھر اس نے ان کے لباس کی تلاشی لی اور کم از کم شکاری قسم کے چاقو تو ان میں سے دو کے پاس سے برآمد ہو ہی گئے۔ ویسے بھی رانا اختیار خلجی کوئی جرائم پیشہ آدمی نہیں تھا، ان لوگوں کو بھی اس نے اپنی احتیاطی ضرورتوں کے تحت رکھ چھوڑا ہوگا اور ظاہر ہے وہ چونکہ جرم کی دنیا کا انسان نہیں تھا اس لئے اس نے اپنے ساتھیوں کو ہتھیاروں سے مسلح کرنا بھی مناسب نہیں سمجھا تھا۔ یہ چاقو تو قبضے میں لے ہی لئے گئے لیکن اس کے ساتھ ساتھ داور کی جیب سے سگریٹ کا پیکٹ اور ماچس کی ڈبیہ بھی برآمد ہوگئی تھی، حسن فیروز کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی، پھر اس نے کہا۔

"داور صاحب معافی چاہتا ہوں۔ سگریٹ کی ڈبیہ کو تو خیر چھوڑ دیجئے آپ، یہ ماچس بڑی کارآمد چیز ہے۔ اب اگر میں اس کی تیلی جلا کر آپ کے پیروں کی انگلیوں سے لگاؤں تو آپ کیا کریں گے۔ اصل میں ایک بار میرا پاؤں جل گیا تھا۔ انگوٹھے اور اس انگلی کے درمیان کی جگہ۔ جو جلی تو آپ یقین کریں کبھی کبھی تو اتنی تکلیف ہوتی تھی کہ میرا دل چاہتا تھا کہ پاؤں ہی کاٹ کر پھینک دوں۔ وہ تکلیف مجھے یاد ہے۔ کیا آپ میری یادداشت میں شریک ہونا پسند کریں گے۔" داور نے ایک بار پھر زور سے آنکھیں بھینچیں اور انہیں کھول کر غرائی ہوئی آواز میں بولا۔

"میں تمہیں جان سے مار دوں گا۔"

"جان سے تو ہم مرچکے ہیں داور صاحب، اب کوئی اور بات کریں، ایسا کریں کہ ہمیں اس تہہ خانے سے باہر جانے کا طریقہ بتادیں، بتائیں گے۔"

"کتے کے بچو، کبھی نہیں بتاؤں گا۔"

میں نے حسن کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"ویسے باہر جانے کا راستہ تلاش کیا جاسکتا ہے۔"

"ضرورت کیا ہے۔ جب داور بھیا بتادیں گے۔" حسن نے ماچس کی تیلی جلاتے ہوئے کہا اور پھر اس نے واقعی ماچس کی تیلی داور کے پیروں سے لگا دی تھی۔ داور کچھ لمحے تو برداشت کرتا رہا اور پھر اس کے بعد زور زور سے چیخنے لگا تو حسن نے ایک تیلی جلا کر اس کے منہ کے قریب کی اور بولا۔

"منہ بند رکھو' چیخوں کی آواز باہر بھی جاسکتی ہے' ورنہ یہ تیلی جلا کر تمہارے حلق میں ڈال دوں گا۔" داور نے جلدی سے منہ بند کرلیا تو حسن پھر اس کے پیروں کے قریب آبیٹھا اور تیلی جلا جلا کر اس کے پیروں سے لگانے لگا' داور سسکتا رہا اور پھر آخر اس نے کہا۔

"بتاتا ہوں' بتاتا ہوں۔" پھر اس نے تہہ خانے کو کھولنے کا طریقہ بتایا جسے میں نے جا کر چیک کیا اور اس کے بعد وہیں سے حسن کو آواز دے کر کہا۔

"آجاؤ حسن راستہ مل گیا ہے۔" حسن کچھ لمحوں کے بعد میرے پاس پہنچ گیا تھا۔ میں نے اسے بتایا کہ کس طرح تہہ خانے سے باہر نکلا جاسکتا ہے۔ ہم وہیں کھڑے ہو کر صورت حال کا تجزیہ کرنے لگے۔ اب ظاہر ہے باہر کی فضا ہمارے لئے کافی خطرناک تھی۔ چنانچہ میں نے حسن سے کہا۔

"اس تہہ خانے سے نکلنے سے پہلے یہ فیصلہ کرلو حسن کہ ہمیں اب کرنا کیا ہے؟"

"پہلے ہمیں ایسی جگہ پوشیدہ ہونا ہے جہاں سے اختیار خلجی کو یہ پتہ نہ چل سکے کہ ہم یہاں موجود ہیں اور اس کے لئے ہمارے وہ دوست کیسے رہیں گے۔"

"کیا مطلب؟"

"بھئی مطلب یہ ہے کہ کیا اس حویلی میں بھی ہم نے اپنے لئے ایسی جگہ نہیں بنالی ہے جہاں ہم کچھ وقت کے لئے پوشیدہ ہوجائیں۔"

"نہیں بالکل نہیں' ہمارا اب یہاں سے نکل جانا ہر حالت میں بہتر ہے۔"

"اوکے' اوکے' پھر ہم یوں کرتے ہیں کہ سلمٰی خلجی کو ساری صورت حال سے آگاہ کرتے ہیں اور اس کے بعد یہاں سے نکل لیتے ہیں۔ سلمٰی خلجی اس بارے میں جو بھی مشورہ دے۔"

"تو پھر تم ذرا احتیاط سے باہر کا جائزہ لو' میں ابھی آتا ہوں۔" حسن فیروز نے واپس پلٹتے ہوئے کہا۔

"کہاں جارہے ہو؟"

"شٹ اپ' اسسٹنٹ کو زیادہ تجسس نہیں کرنا چاہئے۔" حسن فیروز نے کہا اور سیڑھیاں اتر کر واپس پہنچ گیا' میں تہہ خانے کا دروازہ کھول کر احتیاط سے باہر جھانکنے لگا تھا' باہر کا ماحول سنسان تھا' غالباً رانا اختیار خلجی کو اپنے ان آدمیوں پر اس قدر بھروسہ تھا کہ ان کو ہم پر متعین کرنے کے بعد دوبارہ اس طرف جھانکنے کی کوشش نہیں کی تھی۔

حسن فیروز چند لمحوں کے بعد واپس آگیا اور ہم دونوں چھپتے چھپاتے آگے بڑھنے لگے۔ حویلی کا کیونکہ پہلے بھی جائزہ لے چکے تھے' چھپنے کے لئے کسی ایسی جگہ کو تلاش کرنا زیادہ مشکل کام ثابت نہیں ہوا جہاں سے ہمیں دیکھا نہ جاسکے اور یہ جگہ ایک پرانے سامان کا اسٹور تھی جس پر ایک بار نہ جانے کیسے ہماری نگاہ پڑ گئی تھی' اسٹور میں بے شک کاٹھ کباڑ بھرا ہوا تھا لیکن اس کاٹھ کباڑ میں پرانا فرنیچر بھی شامل تھا۔ چنانچہ اگر زیادہ وقت بھی گزارنا پڑ جائے تو یہ جگہ قابل استعمال تھی اور یہاں آرام کی گنجائش تھی' حسن نے کہا۔

"آنکھیں بند کرو اور خاموشی سے لیٹ جاؤ' ویسے کرسیوں کا یہ ڈھیر غلط طریقے سے چنا گیا ہے۔ اگر ذرا بھی جنبش کی تو بیڈ ہلے گا اور بیڈ ہلے گا تو کرسیاں ہمارے اوپر آگریں گی۔" میں نے کوئی جواب نہیں دیا اور خاموشی سے آنکھیں بند کرلیں۔ واقعی' کچھ عجیب سی تھکن محسوس ہورہی تھی اور سونے کو دل چاہ رہا تھا۔ پھر ہم نہ جانے کب تک سوتے رہے جاگے تو احساس ہوا کہ تاریکی کچھ زیادہ ہی گہری ہے' میں نے ٹٹول کر حسن کو دیکھا تو وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

"میرے پیچھے پیچھے چلے آؤ' انچارج کی حیثیت سے تمہاری راہنمائی کروں گا۔" میں نے کوئی جواب نہیں دیا اور اس کے پیچھے پیچھے چلتا رہا' چند لمحوں کے بعد وہ کچن کے دروازے پر تھا۔ وسیع وعریض کچن تھا' کچن کا دروازہ باہر سے کنڈی لگا کر بند کردیا گیا تھا' تاحد نگاہ تک کوئی نہیں تھا۔ میں اور حسن کمرے میں داخل ہوگئے۔ کچن کو ایک کمرہ ہی کہا جاسکتا تھا' وہاں سب کچھ موجود تھا' چنانچہ اطمینان سے بیٹھ کر جو ہاتھ لگا وہ کھایا پیا' حسن نے کہا۔

"چائے پیو گے یا کافی' میں پانی چڑھائے دیتا ہوں۔"

"او بھائی تجھے خدا کا واسطہ' بس اتنا ہی کافی ہے جتنا مل گیا۔ یہاں سے نکل چلو' کیا پتہ رانا اختیار خلجی کو ہمارے فرار کا علم ہوگیا ہو اور اس نے ہر طرح کا بندوبست کررکھا ہو۔"

"کیا سلمیٰ خلجی سے نہیں ملو گے؟"

"یہ بھی قسمت آزمائی کرنا ہوگی' سلمیٰ خلجی سے ملے بغیر یہاں سے جانا ممکن نہیں ہے' فائدہ ہی کیا ہوگا؟"

"اور اگر میاں بیوی بیڈ روم میں ہوئے تو۔"

"ایسی صورت میں بھی کچھ نہ کچھ کرنا ہی پڑے گا۔"

"کیا کرو گے؟"

"رانا اختیار خلجی کو بے ہوش کرنا پڑے گا۔" میں نے سفاک لہجے میں کہا۔

"اوہو' کیا سلمیٰ خلجی اس حد تک برداشت کرلے گی۔"

"نہیں کرے گی تو بھاڑ میں جا۔ ئے۔" میں نے جھلائی ہوئی آواز میں کہا۔

"ہاں' کچھ نہ کچھ تو کرنا ہی ہوگا۔" حسن فیروز نے غیر متوقع طور پر سنجیدگی سے کہا اور ہم حالات کا جائزہ لیتے ہوئے دبے قدموں اس طرف چل پڑے جہاں ان لوگوں کا بیڈ روم تھا' مدہم نیلی روشنی نے یہ واضح کردیا کہ وہ لوگ اپنے بیڈ روم میں آرام کررہے ہیں اور پھر کسی کی خلوت میں جھانکنا بے شک ایک غیر اخلاقی عمل سہی' لیکن مجبوری تھی اور اندازہ بھی ایک لمحے کے اندر اندر ہوگیا کہ رانا اختیار خلجی موجود نہیں ہے۔ چنانچہ' کچھ لمحے تک جھانکنے کے بعد حسن فیروز نے دروازے پر ہلکی سی دستک دی' ایک بار' دو بار' تین بار' دستک بے شک بہت ہلکی تھی لیکن اس سے زیادہ زور سے دی جانے والی دستک کو کہیں بھی سنا جاسکتا تھا کیونکہ رات کا گہرا سناٹا چاروں طرف چھایا ہوا تھا۔ بہرحال سلمیٰ خلجی جاگ گئی اور اس کے بعد وہ آہستہ سے بستر سے اٹھی اور دروازے کی جانب چل پڑی' پھر اس کی مدہم آواز سنائی دی۔

"کون۔ ہے؟"

"دروازہ کھولئے۔" میں نے کہا' سلمیٰ خلجی نے خیر میری آواز تو کیا ہی پہچانی ہوگی لیکن تھی ہمت والی عورت' دروازہ کھول دیا اور نیند میں ڈوبی آنکھوں سے ہمیں دیکھنے لگی' کچھ لمحوں کے بعد اس نے ہمیں پہچان لیا اور جلدی سے بول پڑی۔

"تم' آؤ آجاؤ۔" ہم دونوں اندر داخل ہوگئے تو اس نے جلدی سے دروازہ بند کردیا اور ہمیں سر سے پاؤں تک دیکھتے ہوئے بولی۔

"تم لوگ' میرا مطلب ہے' تم لوگ۔"

"ہم لوگ' ہمارا مطلب ہے ہم ہی لوگ۔" حسن فیروز نے کہا۔

"کہو کیا بات ہے؟"

"آپ سے انتہائی اہم گفتگو کرنا ہے' یہ بتایئے رانا صاحب کہاں ہیں؟"

"وہ گئے ہوئے ہیں دوپہر کے گئے ہوئے ہیں۔"

"اللہ کا شکر ہے۔" حسن فیروز نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"بیٹھو' بیٹھ جاؤ' تم نہیں جانتے میں کتنی بے چینی سے تمہاری منتظر تھی اور تم سے' خیر چھوڑو ان باتوں کو' یہ بتاؤ کیا صورت حال ہے؟"

"محترمہ وہ نہیں ہوسکا جو آپ نے چاہا تھا۔"

"کیا مطلب؟" اس نے نگاہیں چراتے ہوئے کہا۔

"مطلب یہ کہ ہم ثانیہ خلجی تک پہنچ بھی گئے لیکن ثانیہ خلجی یا صفوان نے ہمیں قتل کرنے کی کوشش نہیں کی۔ آپ کا خط بیکار ہی گیا وہ ہمارے ساتھ یہاں آچکے ہیں۔"

"کک کیا؟"

"ہاں' آپ کو پتہ ہے کہ ہمیں جاسوسی کے ایک ایسے ادارے نے بھیجا ہے جو دنیا بھر میں انوکھے کام کرتا ہے۔ یہ کام تو خیر حیثیت ہی کیا رکھتے تھے جو آپ نے ہمارے سپرد کیے۔ ہم نے تو بہت بڑے بڑے کام کرلئے ہیں۔" سلمیٰ خلجی بے بس نگاہوں سے ہمیں دیکھنے لگی' پھر بولی۔

"کیا واقعی تم ان دونوں کو یہاں لانے میں کامیاب ہوگئے؟"

"سو فیصدی۔"

"اور اگر تم جھوٹ بول رہے ہو تو۔"

"آپ کے سر کی قسم ہم جھوٹ نہیں بول رہے۔" حسن فیروز نے مسخرے انداز میں کہا۔

"ہوش میں رہو' تم ضرورت سے زیادہ سرکش معلوم ہوتے ہو۔ مجھے تفصیل سے بتاؤ ورنہ مجھے اس قدر بے بس بھی نہ سمجھنا' وہ حشر کروں گی کہ یاد رکھو گے زندگی بھر۔"

"یار گل مراد خان' دادا جان سے بات کرو' کم از کم ہمیں جن لوگوں کے درمیان بھیجیں ان میں تھوڑا سا اخلاق تو ہونا چاہئے آخر ہماری کیا حیثیت ہوتی ہے ان لوگوں کی نگاہوں میں' پہلے دادا جان سے یہ بات معلوم کرو' آئندہ کام اس کے بعد ہی ہوگا' جسے دیکھو دھمکی دینے پر آمادہ ہے۔"

"تمہیں خدا کا واسطہ' تم نہیں جانتے کہ تمہارے اس انکشاف نے میری ذہنی

کیفیت کیا کر دی ہے۔"

"کیوں نہیں جانتے ہم' جس انداز میں آپ ہم سے گفتگو کر رہی ہیں اس سے آپ کی ذہنی کیفیت کا پتہ چلتا ہے۔ ارے ہم تو بڑے اچھے جذبات لے کر آپ کے پاس آئے تھے' آپ نے سب چوپٹ کر دیئے۔" حسن فیروز نے کہا۔

"اگر تمہیں میری بات بری لگی ہے تو میں معافی چاہتی ہوں۔ مگر مجھے بتاؤ صورت حال کیا رہی؟"

"ہمیں جس کام کے لئے طلب کیا گیا تھا ہم نے وہ کام کر دیا۔ آپ نے تو ہمیں قتل کرا دینے کی کوشش کی تھی ناں۔ آپ ناکام ہو گئیں' ان دونوں کو رانا اختیار خلجی کے حوالے کر دیا گیا ہے۔"

"کیا۔" وہ حیرت سے اچھل پڑی۔

"جی ہاں' دوپہر سے وہ یقینی طور پر اس لئے غائب ہیں ان کا تیا پانچا کرنے گئے ہوں گے' بھلا کوئی تک کی بات ہے کہ ماں باپ کی مرضی کے بغیر شادی کر لینا' پہاڑوں میں آباد ہو جانا اور یہ رحمان شاہ صاحب' آپ دیکھئے اب سگے اور سوتیلے بھائیوں میں کیسے چلتی ہے۔" حسن فیروز آگ لگانے پر تلا ہوا تھا لیکن آگ نہ لگی بلکہ سلمیٰ خلجی کا چہرہ زرد پڑ گیا۔ وہ بری طرح نڈھال نظر آنے لگی۔ پھر اس نے کہا۔

"بہت برا کیا ہے تم لوگوں نے' بہت ہی برا کیا ہے۔ اگر تمہیں حقیقت معلوم ہو چکی تھی تو اس کے بعد تم لوگوں پر یہ فرض عائد نہیں ہوتا تھا کہ انہیں یہاں لاتے۔ تم نہیں جانتے رانا اختیار کس قدر منتقم طبیعت کا مالک ہے۔ اپنی بیٹی کو تو وہ کچھ نہیں کہے گا' صفوان کی زندگی خطرے میں پڑ گئی' ختم ہو گیا وہ بیچارہ' ختم ہو گیا اور اس کے بعد ثانیہ بھی زندہ نہیں رہے گی۔ ارے' میں جانتی ہوں ان دونوں کے بارے میں' بے پناہ چاہتے تھے ایک دوسرے کو لیکن رانا' رانا کمپلیکس کا شکار ہو گیا جبکہ میں نے بذات خود کبھی کوئی طعنہ نہ دیا۔ میں نے کبھی اس سے یہ نہیں کہا کہ وہ بے حیثیت انسان ہے' کبھی نہیں اس سے میں نے یہ کہا کہ اسے میری دولت کے معاملات میں کوئی اختیار نہیں ہے لیکن وہ' وہ ہمیشہ احساس کمتری کا شکار رہا ہے اب میں کیا کروں' میرا کیا قصور ہے اس میں' لیکن' مگر سنو ثانیہ کہاں ہے' پلیز مجھے بتاؤ' نوبت کہاں تک پہنچی ہے۔"

"آپ نے ہمارے ساتھ سلوک ہی ایسا کیا کہ ہمارے تمام کئے دھرے پر مٹی پھر گئی حالانکہ آپ کے خط کے باوجود ہم نے آپ کے خلاف نہیں سوچا لیکن آخر کب تک۔"

"سنئے' میں آپ کو بتاتا ہوں' ہمارے پاس زیادہ وقت نہیں ہے۔ یہ بتایئے آپ اس وقت نکل سکتی ہیں گھر سے۔"

"کہاں جانا ہو گا؟"

"ایک ایسی جگہ جس کے بارے میں ہم یہ نہیں جانتے کہ اس کا نام کیا ہے لیکن آپ کو ہمارے ساتھ چلنا ہو گا۔"

"وجہ بتاؤ' کیوں؟"

"یہاں نہیں بتائی جا سکتی' راستے میں وجہ بتائی جا سکتی ہے۔"

"ہوں' تم ایسا کرو میں تمہیں چور دروازے سے حویلی سے باہر نکالے دیتی ہوں' جس جگہ ہمیں جانا ہے وہاں کا فاصلہ کتنا ہے؟"

"یہاں سے خاصی دور ہے۔"

"ٹھیک ہے' حویلی کا یہ حصہ گھوم کر تم اس پل کے پاس پہنچ جاؤ جو خشک نالے کا پل ہے۔ میں گاڑی اور ڈرائیور کے ساتھ وہاں آ رہی ہوں۔"

"ڈرائیور۔" میں نے سوالیہ انداز میں اسے دیکھا۔

"ہاں' میرا اپنا آدمی' ہر طرح سے قابل اعتبار۔"

"ٹھیک ہے۔ آپ ہمیں وہ چور دروازے بتایئے۔" میں نے کہا اور تھوڑی دیر کے بعد سلمیٰ خلجی ہمارے ساتھ باہر نکل آئی' راہداریوں میں چھپتے چھپاتے ہم آگے بڑھتے رہے' پھر واقعی وہ خفیہ راستہ بڑا عجیب تھا جس سے گزر کر ہم حویلی کے عقبی دروازے کی دیوار تک پہنچے اور وہاں سے باہر نکل آئے' ایسے راستے عموماً پرانی قسم کی عمارتوں میں بنائے جاتے ہیں۔ اب ان کا مقصد کیا ہوتا ہے' یہ تو ان عمارتوں کے مکین ہی جانتے ہیں لیکن فی الحال یہ دروازہ ہمارے بڑے کام آیا تھا اور ہمیں اس کے بارے میں بالکل نہیں معلوم تھا۔ پھر خشک نالے کے پل تک کا راستہ خاصی برق رفتاری سے طے کرنا پڑا تھا۔ ویسے اس جگہ کا یہاں سے زیادہ فاصلہ نہیں تھا اور جب ہم وہاں پہنچے تو دور سے ہم نے کسی گاڑی کی بڑی ہیڈ لائٹس دیکھیں اور کچھ لمحوں کے بعد ایک شاندار لینڈ روور پل کے پاس آ کر رک گئی' ہم دونوں اپنی کمین گاہ سے باہر نکل آئے' اور لینڈ روور میں بیٹھ گئے۔

"راستہ بتاؤ۔" سلمیٰ خلجی نے کہا اور حسن ڈرائیور کو راستہ بتانے لگا' سلمیٰ خلجی نے پوچھا۔

"براہ کرم مجھے اس بارے میں تفصیلات بتاؤ۔" حسن نے میری طرف اور میں نے

حسن کی طرف دیکھا' پھر حسن نے کہا۔

"اگر آپ اس کی اجازت دے رہی ہیں تو ہمیں کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔" پھر حسن نے نہایت سلیقے سے وہ ساری کہانی سلمٰی خلجی کو سنادی اور آخر میں آخری سین بھی بتادیا۔ سلمٰی خلجی کے چہرے پر نفرت کے آثار تھے' جب حسن خاموش ہو گیا تو وہ بولی۔

"بہت اچھا کیا تم نے۔ اس داور پر مجھے پہلے بھی شبہ تھا۔ یہ یقینی طور پر رانا اختیار خلجی کے لئے تمام ناجائز کام کرتا تھا جو رانا اختیار خلجی کی ضرورت ہوں گے۔ تم نے بہت ہی اچھا کیا ہے' تمہارا معاملہ تو خیر ختم ہو ہی گیا لیکن اس کے بعد داور کو میں ایسا سبق دوں گی کہ زندگی بھر یاد رکھے گا۔ رانا اختیار خلجی' اب اسے اتنا بااختیار نہیں ہونا چاہئے۔ ٹھیک ہے میں تم سے پورا پورا اتفاق کرتی ہوں۔ بے شک تم نے انسانی ہمدردی کا سلوک کیا ہے اور تم قابل مبارک باد ہو۔" کچھ دیر کے بعد ہم اس جگہ پہنچ گئے جہاں صفوان اور ثانیہ موجود تھے۔ انہوں نے ہماری ہدایت پر عمل کیا تھا' دستک دینے پر دروازہ کھل گیا اور ثانیہ نے ماں کو دیکھا تو بے اختیار ہو کر اٹھی' ماں بیٹی ایک دوسرے سے لپٹ گئی تھیں' ثانیہ زارو قطار رو رہی تھی' صفوان بھی اداس سا کھڑا ہوا تھا' ثانیہ نے سلمٰی خلجی کو سہارا دیتے ہوئے کہا۔

"آپ براہ کرم اتنی دیر کھڑی نہ ہوں امی' آیئے میرے ساتھ آیئے' آہ' یہ سب کیسے ہو گیا۔" سلمٰی خلجی ایک دم مسکرا اٹھی' پھر ہم اندر کمرے میں چلے گئے تھے۔ ثانیہ تیز روشنی میں سلمٰی خلجی کا جائزہ لیتی رہی تو سلمٰی خلجی نے کہا۔

"جو کچھ تمہارے کانوں تک پہنچا ہے نا ثانیہ وہ سچ نہیں بلکہ یہ سمجھو کہ ایک ضرورت تھی جس کے لئے تم سے مجبوراً جھوٹ بولنا پڑا تھا۔"

"کک کیا مطلب؟" ثانیہ خلجی نے عجیب سی آواز میں پوچھا۔

"مطلب یہ کہ میں بالکل ٹھیک ہوں' کوئی بیماری نہیں ہے مجھے' یہ بیماری یوں سمجھ لو کہ تراشی گئی تھی کیونکہ اس طرح تمہیں یہاں لانا مقصود تھا۔"

"آنٹی کیا واقعی' کیا واقعی۔" صفوان کی آواز ابھری اور سلمٰی خلجی نے صفوان کو گلے لگاتے ہوئے کہا۔

"ہاں بیٹے' تم بچوں کی دعاؤں سے میں بالکل خیریت سے ہوں اور ایسی کوئی بات نہیں ہے' اب میں تمہیں مختصر الفاظ میں تفصیل بتا رہی ہوں اور اس کے بعد تمہیں ساری صورت حال کا پتہ چل جائے گا۔"

"آہ آنٹی' ہمیں دنیا کی سب سے بڑی نعمت مل گئی' آپ یقین کیجئے کہ آپ کو اگر کچھ ہو جاتا تو ہم اس کا ذمہ دار اپنے آپ کو ہی قرار دیتے اور ساری عمر ہم یہ سوچتے رہتے کہ کاش آپ کو یہ دکھ' یہ تکلیف نہ پہنچتی۔"

"فکر مت کرو' فکر مت کرو' اصل میں یہ مشرق ہے۔ یہاں عورت کو حکم دیا جاتا ہے کہ مرد کو صرف اپنا حکمران سمجھے' اس کی ہر جائز و ناجائز خواہش پر گردن جھکا دے۔ رانا اختیار خلجی بہرحال جو کچھ بھی ہے میں نے ہمیشہ ان کی عزت کی ہے لیکن شاید اب میں اس کے مقابلے پر ڈٹ جاؤں۔ میں اس سے مقابلہ کروں گی' اسے مجبور کروں گی کہ وہ تم دونوں کو واپس لائے چاہے اس کے لئے مجھے کتنی بڑی جنگ کیوں نہ لڑنی پڑے۔ رحمان شاہ میرے ساتھ ہے اور اس قدر چوہا بھی نہیں ہے کہ رانا اختیار خلجی اس کو بے بس کر دے۔ سنو میرے بچو' جو کچھ ہو چکا ہے وہ اپنی جگہ ہے لیکن اب تمہیں اس قدر مجبوری نہیں رہے گی' ثانیہ میں نے فیصلہ کیا ہے کہ ابھی تم واپس چلی جاؤ' وہیں قیام کرو جہاں تم رہتے رہے ہو' گل مراد اور حسن فیروز نے مجھے سب کچھ بتادیا ہے۔ یہ دونوں بہت اچھے انسان ہیں حالانکہ انہیں رانا اختیار خلجی نے بہترین معاوضہ دے کر تم لوگوں کی تلاش کے لئے ایک پرائیویٹ جاسوس ادارے سے حاصل کیا ہے لیکن ہیں تو یہ انسان ہی نا' ساری باتیں اپنی جگہ' انہوں نے بہرحال وہ کیا جو ان کے ضمیر کی آواز تھی۔ تمہارے بارے میں جاننے کے بعد انہوں نے رانا اختیار خلجی کی پیشکش کو ٹھکرا دیا اور مجھے ساری صورت حال سے آگاہ کیا۔"

"تو یہ خوست خان نہیں ہے؟"

"ہاں' یہ خوست خان نہیں ہے بلکہ ایک جاسوس ادارے کے رکن گل مراد خان ہیں۔ میں ان لوگوں کو وہ معاوضہ تو نہیں دے سکتی جو انہیں ملنا چاہئے لیکن بہرحال میرے بچو دعاؤں کے علاوہ میں تمہارے لئے یہ رقم بھی لائی ہوں۔ بس اسے قبول کرلو' رانا اختیار ابھی اپنی شکست کا بدلہ لینے کی کوشش میں دیوانہ رہے گا۔ چنانچہ میں چاہتی ہوں کہ راتوں رات تم بھی چنار پور سے نکل جاؤ اور ان بچوں کو بھی میں روانہ کردوں۔ صفوان کیا تم ثانیہ کو لے کر واپس جاسکتے ہو۔"

"جی آنٹی' تقدیر نے آپ سے ملاقات کرادی' بس یہی بہت کافی ہے۔"

"تو پھر سورج کی روشنی ہونے سے پہلے یہاں سے نکل جاؤ۔" اور یہی ہوا ہمیں جو چھوٹا سا بریف کیس دیا گیا تھا ہم نے اسے کھول کر ابھی تک نہیں دیکھا تھا لیکن بہرحال ہم

چنار پور سے نکل پڑے تھے اور ہم سے پہلے صفوان اور ثانیہ وہاں سے نکل گئے تھے جبکہ سلمٰی خلجی اپنی حویلی کی جانب چل پڑی تھی۔ ٹرین میں سفر کرتے ہوئے حسن فیروز نے مجھ سے سرگوشی کے انداز میں کہا۔

"گل مراد اب بھی میری بات نہیں مانو گے۔"

"کیا مطلب؟"

"اس بریف کیس میں یقینی طور پر بہت بڑی رقم موجود ہے۔ ظاہر ہے اس کے علاوہ اور کیا ہو سکتا ہے۔ ضروری ہے کہ دادا جان کے پاس ہی چلیں۔ یار' ہماری محنت سے ہمیں حاصل ہوئی ہے' ہم اس سے کیوں نہ فائدہ اٹھائیں' تم دیکھو تم نے کتنے چانس کھو دیئے ہیں۔"

"ایک بات کہوں حسن فیروز' سنجیدگی سے سن لو گے۔"

"کیا؟"

"دھوکا ہو گیا دوست' یقینی طور پر دھوکا ہو گیا۔"

"کیا مطلب؟"

"ایک منٹ' کان لاؤ۔" میں نے حسن فیروز سے کہا اور حسن فیروز نے اپنا کان آگے بڑھایا' تب میں نے بریف کیس اس کے کان سے لگایا اور دوسری انگلی سے نہایت مہارت کے ساتھ بریف کیس کو آہستہ آہستہ کھٹ کھٹ کرکے بجانے لگا' حسن فیروز چونک کر سیدھا ہو گیا تھا' پھر اس نے چونک کر کہا۔

"یہ کیسی آواز ہے؟"

"اگر میرے کان دھوکا نہیں کھا رہے ہیں تو یہ آواز میں اس وقت سے سن رہا ہوں جب سے بریف کیس ہمیں دیا گیا تھا اور جہاں تک میرے معمولی سے تجربے کا سوال ہے تو میں دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ یہ ٹائم بم کی گھڑی کی ٹک ٹک ہے البتہ یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اس ٹائم بم میں کتنا وقت لگایا گیا ہے۔ اندازہ یہ ہو رہا ہے کہ یہ ایک طویل وقت کے لئے ہے۔ یقینی طور پر دادا جان کی ہلاکت کے لئے اسے سیٹ کیا گیا ہے۔" حسن فیروز ایک لمحے کے لئے گم ہو کر رہ گیا تھا۔ وہ میرے چہرے سے میرے الفاظ کی سنجیدگی کا جائزہ لیتا رہا' پھر جلدی سے اٹھ کھڑا ہوا۔

"کیوں' کہاں جا رہے ہو؟"

"ابے زنجیر کھینچو' ساری ٹرین کو خطرہ ہے۔" اس نے کہا اور میں نے اسے کمر سے

پکڑ کر نیچے بٹھا دیا۔

"ٹرین کو ابھی کوئی خطرہ نہیں ہے البتہ یہ بریف کیس تم دادا جان کے حوالے کر دو اگر دادا جان سے جان چھڑانی ہے تو اس سے بہتر وقت تمہیں کوئی اور نہیں ملے گا۔" حسن فیروز کا منہ حیرت سے کھل گیا' پھر اس نے بریف کیس پر جھپٹا مارا اور غرائے ہوئے لہجے میں بولا۔

"پھینکو اسے کھڑکی سے باہر' ابے دادا جان کے علاوہ میرا اس دنیا میں ہے ہی کون' انہیں بھی کھو دوں' مذاق اپنی جگہ لیکن یار تم کیسی باتیں کر رہے ہو کبھی تو تم سچ مچ چٹانوں کے بیٹے معلوم ہوتے ہو' تعجب ہے تعجب۔" میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی' میں نے کہا۔

"لیکن تم تو ہمیشہ دادا جان کو چرکا دینے کے موڈ میں رہتے ہو۔"

"پھوکڑی میں کھوڑا جو ہے' پھینکو اسے واقعی خطرناک چیز ہے۔"

"اب نہیں ہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کیا مطلب؟"

"کان لگا کر سن لو۔" حسن فیروز نے ایک بار پھر کان لگا کر سنا اور پھر بولا۔

"آواز بند ہو گئی۔"

"ہاں' وہ میرے بائیں ہاتھ کا کمال تھا۔"

"کیا مطلب؟"

"لگاؤ کان سے۔" حسن فیروز نے دوبارہ بریف کیس کان سے لگایا تو وہ آواز اسے پھر سنائی دی اور اس بار اس نے میری انگلی کی حرکت کا اندازہ لگا لیا تھا۔

"خیر' دادا جان سے مجھے واقعی محبت ہے اور رہے گی لیکن تم انتہائی کمینے انسان ہو' دوستوں کو اس طرح بیوقوف بناتے ہو۔"

"جی ہاں' مجبوری ہے دوست صاحب' آپ کی رال اتنی زیادہ ٹپک پڑی تھی کہ مجھے گھن آنے لگی تھی۔"

"یار مذاق کرتا ہوں تم سنجیدہ ہی ہو جاتے ہو۔" حسن فیروز نے کہا اور آخر کار ہم کرنل جہانگیر کی حویلی پہنچ گئے اور اپنے علاقے میں دادا جان ہمیں اپنے منتظر ملے۔ ان کے انداز میں ذرا برابر ایسی بات نہیں تھی جیسے انہیں ہماری آمد کا علم نہ ہو' کلائی پر بندھی گھڑی پر انہوں نے وقت دیکھتے ہوئے کہا۔

"اگر تم دس منٹ بھی زیادہ کر دیتے تو تمہیں اس کی سزا دی جاتی۔"

"م۔ک.......... کیا مطلب۔"

"ٹھیک وقت پر ہو اس لئے انعام ملے گا' آؤ اندر آجاؤ۔" ہم شدت حیرت سے گنگ رہ گئے تھے۔ دادا جان نے اپنی مخصوص نشست گاہ میں پہنچ کر کہا۔

"تمہاری آمد کی اطلاع مجھے مل چکی تھی۔"

"م۔ک کس نے بتایا۔" حسن فیروز چونک کر بولا اور دادا جان کے ہونٹوں پر پُراسرار مسکراہٹ پھیل گئی' پھر انہوں نے کہا۔

"نہ رانا اختیار خلجی نے اور نہ اس کی بیوی سلمیٰ خلجی نے' یہ میرے اپنے ذرائع معلومات ہیں۔ تم چاہو تو میں تمہارے راستے بھر کی نقل و حرکت کے بارے میں تمہیں بتا سکتا ہوں۔ تم سے پہلے ہی کہہ دیا ہے میں نے کہ مناسب جگہوں پر میرے آدمی تمہارے آس پاس موجود ہوتے ہیں۔ بس سمجھ لو کہ مجھے تمہارے آنے کی اطلاع مل گئی۔"

"سمجھے' مائی ڈیئر گل مراد' اب تم اپنا نام گل مراد کی بجائے نامراد رکھ لو' ابھی دادا جان ہم پر انکشاف کریں گے کہ وہ روز اول سے آج تک اپنے آدمیوں کے ذریعے ہماری حفاظت کراتے رہے ہیں اور ان کے مؤکل ہمارے تحفظ کے لئے سرگرداں رہے ہیں۔ ہم نے کچھ بھی نہیں کیا۔ بس دادا جان کے احکامات کی تکمیل کی ہے۔ اس سے زیادہ ہماری کوئی اوقات نہیں ہے۔"

"نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ مجھے ابھی تک اس بارے میں کچھ نہیں معلوم کہ تم کیا کر کے آئے ہو اور انچارج صاحب آپ اپنے ہوش و حواس ذرا قابو میں رکھیے گا' پوری رپورٹ چاہئے مجھے' چلو گل مراد شروع ہو جاؤ۔" کرنل ہمایوں نے کہا اور میں نے ایک گہری سانس لی۔ بہرحال اس میں کوئی شک نہیں کہ جو کام میں نے پہلی بار سرانجام دیا تھا وہ میرے لئے بہت دلچسپ اور بڑی دلکشی کا حامل تھا۔ میں نے دادا جان کو الف سے لے کر یے تک ساری تفصیلات بتائیں اور دادا جان گردن ہلانے لگے' پھر انہوں نے بریف کیس کھول کر دیکھا' اس میں نوٹوں کی کئی گڈیاں جمی ہوئی تھیں۔ انہوں نے بریف کیس بند کر کے ایک جانب ڈال دیا۔ پھر بولے۔

"اس میں سے ٹوئنٹی فائیو' ٹوئنٹی فائیو کمیشن تم دونوں کا ہو گا' باقی رقم میں سے اخراجات نکال کر میں اپنے آدمیوں کو تنخواہیں بھی دیتا ہوں' ویسے تمہیں ایک بات بتاؤں مائی ڈیئر گل مراد' میرا اصل کام کچھ اور ہی تھا اس بارے میں تمہاری ملاقات بہت جلد

ایسے لوگوں سے کراؤں گا جو آئندہ بھی اپنی کچھ ضرورتوں کو پوری کرانا چاہتے ہیں۔"

"کیا مطلب؟"

"کچھ ایسے لوگ جن کا تعلق ہمارے ملک سے نہیں ہے بلکہ پوست وادی میں جو کچھ ہو رہا ہے وہ اس کے بارے میں تحقیقات چاہتے تھے۔ یہ تو اتفاق تھا کہ رانا اختیار خلجی نے بھی مجھ سے اپنے ایک کام کے لئے درخواست کر دی اور میں اس کا یہ کام کرنے پر آمادہ ہو گیا لیکن درحقیقت گل مراد تمہیں وہ تمام رپورٹ تفصیل سے لکھ کر مجھے دینی ہے جو پوست وادی سے متعلق ہے۔ تم نے یقینی طور پر اس کا گہرا جائزہ لیا ہو گا۔ حالانکہ بس ذرا سی ناتجربے کاری سے کام لے گئے' تمہارے کٹ بیگ میں جو چیزیں میں نے رکھوائیں تھیں ان کا کوئی مصرف تو ہو گا آخر' اس میں ایک مائیکرو کیمرہ بھی تھا۔ میں چاہتا تھا کہ تم پوست وادی کی ساری فلمیں بنا کر لاؤ۔ اصل میں منشیات کی کاشت اور خرید و فروخت میں پوست وادی کے خلاف حکومت ایک زبردست ایکشن لینا چاہتی ہے اور اس سلسلے میں ایک وفد نے مجھ سے ملاقات کی تھی اور یہ درخواست کی تھی کہ میں خفیہ طور پر پوست وادی کے بارے میں معلومات حاصل کروں۔ آج تک ان پہاڑوں میں کسی نے مداخلت نہیں کی اور وہاں کامیابی بھی حاصل نہیں ہو سکی لیکن تم واحد آدمی ہو جو وہاں کے بارے میں اتنی مفصل معلومات لائے ہو' اپنی تمام معلومات کا نچوڑ مجھے دینا تاکہ وہاں اعلیٰ پیمانے پر کام کیا جا سکے۔" میں نے گردن خم کر دی تھی لیکن نہ جانے کیوں میرا ذہن ایک عجیب سے احساس میں کھو گیا تھا۔ پوست وادی میں میری ملاقات جن لوگوں سے ہوئی ان لوگوں کے جو مسائل اور ان کی زندگی گزارنے کا جو انداز میرے سامنے آیا مجھے یہ احساس ہوا کہ وہ لوگ اسی طرح اپنی زندگیوں کو قائم رکھ سکتے ہیں دوسری صورت میں ان کے لئے جینے کا کیا سامان ہے۔ یہ بات سمجھ میں نہیں آئی تھی اور چونکہ انہی چٹانوں میں میری تخلیق ہوئی تھی' ہر چند کہ میں نے کسی ناجائز قدم کو بہتر نہیں سمجھا تھا لیکن اپنے ہم زبانوں کو جن کے بارے میں مجھے یہ اندازہ ہو گیا تھا کہ ان کے جینے کا سہارا وہی سب کچھ ہے کم از کم اس طرح میں پامال نہیں کر سکتا تھا۔ ساری باتیں اپنی جگہ' حکومت بے شک منشیات کی تجارت کرنے والوں کو گرفتار کرے اور یہ کام بند کرائے لیکن ایک وادی کو تباہ کرا دینا میرے لئے ممکن نہیں تھا اور آخری فیصلہ میں نے یہی کیا کہ دادا جان کو اس بارے میں جو رپورٹ دی جائے گی وہ بالکل درست نہیں ہو گی۔ بلکہ اس میں اتنی ہیر پھیر سے کام لیا جائے گا کہ دادا جان کو اندازہ بھی نہ ہو سکے۔ انہوں نے جو تربیت مجھے

دی تھی اس موقع پر اسی تربیت کو استعمال کر کے میں پوست وادی کو بچا سکتا تھا اور یہ کام بہر حال میرے لئے مشکل نہیں تھا۔ کرنل ہمایوں نے جو جگہ میرے لئے مخصوص کی تھی میں وہاں مقیم ہو گیا' حسن کی بات البتہ مختلف تھی۔ وہ اپنی مرضی کا مالک تھا اور خود دادا جان بھی اس پر کوئی پابندی عائد نہیں کرتے تھے۔ چنانچہ وہ حسب معمول غائب ہو گیا۔ مجھے بتا کر بھی نہیں گیا تھا۔ دادا جان نے میری ذمہ داری لگا دی تھی کہ میں رپورٹ تیار کروں اور میں نے اپنی تمام تر ذہانت کے ساتھ جو رپورٹ مکمل کی اس سے میں خود بھی مطمئن تھا۔ کرنل ہمایوں نے وہ رپورٹ دیکھی اور پر خیال انداز میں گردن ہلانے لگے' پھر بولے۔

"بہت شاندار طریقے سے تم نے ان جگہوں کی نشاندہی کی ہے اور ان کے طریقہ کار کو نمایاں کیا ہے۔ بے شک ان علاقوں کا جائزہ فضائی ذرائع سے لیا جا چکا ہے اور ہم یہ محسوس کرتے ہیں کہ پوست وادی میں جو منشیات کی تجارت ہوتی ہے اس کو رکوانے کے لئے کیا بندوبست کیا جا سکتا ہے۔"

"سر' میں اس سلسلے میں آپ سے کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔" میں نے جس انداز میں یہ الفاظ کہے تھے دادا جان نے چونک کر مجھے دیکھا۔

"کیا بات ہے گل مراد؟"

"سر جیسا کہ میں نے آپ سے عرض کیا کہ اس وادی کے رہنے والوں کو میں بغور دیکھ چکا ہوں۔ آپ یقین کیجئے ان میں سے اٹھانوے فیصد لوگ مجرمانہ ذہنیت کے حامل نہیں ہیں بلکہ وہاں کے نامساعد حالات' مشکل زندگی کو گزارنے کے لئے اور اپنے آپ کو زندہ رکھنے کے لئے وہ یہ کام کرتے ہیں۔ اگر انہیں اس کے متبادل ذرائع مہیا کر دیئے جائیں تو جہاں اٹھانوے فیصد لوگ اچھے کردار کے مالک ہوں وہاں آپ سمجھ لیجئے کہ اخلاقی کیفیات کیا ہوں گی۔ کم از کم ہماری اس شہری زندگی میں تو ہمیں اتنے اچھے لوگوں سے واسطہ نہیں پڑتا۔ میں یہ عرض کرنا چاہتا تھا کہ اگر دوسرے ممالک سے غیر قوموں سے لوگ اس علاقے میں اس راستے سے آتے ہیں اور منشیات کی سپلائی بیرونی دنیا کے لئے ہوتی ہے تو ہمارا کیا جاتا ہے کم از کم ان پہاڑی آبادیوں کو رزق تو مل جاتا ہے اور آپ یہ جانتے ہیں کرنل ہمایوں کہ بیرونی ذرائع کا دباؤ ہم پر کتنا ہے' ہمارے ہاں اگر بندوق کی ایک گولی بنتی ہے تو یہ ان لوگوں کے سینوں میں پیوست ہو جاتی ہے جبکہ دوسرے ممالک ہتھیاروں کے بل پر ہمارے ہم قوموں کے ساتھ کیا سلوک کر رہے ہیں۔ میں کس کس

جگہ کا نام لوں۔ آپ خود دیکھئے دنیا کی حالت اس وقت کیا ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ ہر شخص عالم اسلام سے خوف محسوس کر رہا ہے اور ہمارے دین کو مٹا دینے کے حق میں ہے۔ میں پوچھتا ہوں آخر مسلمانوں کے خلاف یہ تمام کارروائیاں کیوں کی جا رہی ہیں' بہت بڑے بڑے ممالک ہیں' ساری دنیا کو اسلحہ بیچ رہے ہیں اور اسلحہ بیچنے کے لئے جنگ کرا رہے ہیں۔ سازشیں کر کے ان کے درمیان اختلافات پیدا کرا رہے ہیں اور ان اختلافات کو ہوا دے کر آخر کار انہیں حالت جنگ میں لے آتے ہیں پھر انہیں بھاری قیمت پر ہتھیار فروخت کرتے ہیں۔ آپ خود سوچئے کرنل کہ اگر ان کے خلاف ہماری جانب سے ایک چھوٹا سا قدم اٹھایا جا رہا ہے تو میں کہتا ہوں کہ کیا برائی ہے۔" کرنل ہمایوں حیرت بھری نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا' پھر وہ سوچ میں ڈوب گیا اور اس نے کچھ دیر کے بعد کہا۔

"آرام سے بیٹھ جاؤ' خود کو پرسکون کرو' جو کچھ میں کہہ رہا ہوں اس کو سنو' میں خود بھی اپنے وطن کا سپاہی رہ چکا ہوں اور وطن کے لئے میری خدمات ختم نہیں ہوئی ہیں بلکہ جاری ہیں' جاری رہیں گی جب تک زندگی ہے۔ بے شک اہل وطن کے لئے میرے دل میں بھی وہی درد ہے اور اہل دین کے لئے بھی' میں بالکل اسی انداز میں سوچتا ہوں جس انداز میں تم سوچتے ہو' مائی ڈیئر سن' اصل بات یہ ہے کہ بیرونی دنیا سے میں نے رابطے رکھے ہوئے ہیں اور اس کے لئے بڑے مشکل طریقہ کار اختیار کئے ہیں۔ تم نے اصل میں جن کیفیات کا اظہار کیا ہے وہ براہ راست میرے دل پر اثر انداز ہوئی ہیں۔ شاید میں تم سے کبھی اپنے قلب کی واردات کا اظہار نہ کرتا لیکن میں تم سے یہ کہنے پر مجبور ہو گیا ہوں کہ میں تمہیں اپنی زندگی کے کچھ اور اہم رازوں میں شریک کر رہا ہوں' مجھے اپنے وطن میں ایک غدار سمجھا جاتا ہے' اہل وطن کو ابھی اس کی ہوا نہیں لگی ہے۔ یہ میں باہر کی دنیا کے لئے کہہ رہا ہوں اور کر رہا ہوں۔ اصل میں' میں نے ایک طریقہ کار اختیار کیا ہے اور اس طریقہ کار کا مقصد بھی یہی ہے کہ میرے وطن کے دشمن یہ تصور کرتے رہیں کہ میرے وطن کے خلاف کوئی کام لینے کے لئے انہیں میرا بھرپور تعاون حاصل ہو گا لیکن اصل بات یہ ہے کہ انہیں مطمئن رکھتے ہوئے میں تھوڑا سا ہیر پھیر کر کے انہیں ایسی اطلاعات فراہم کر دیتا ہوں کہ انہیں شبہ بھی نہ ہو سکے اور میرا کام بھی ہو جائے۔ ایسے چند واقعات ہیں جن میں' میں نے ان لوگوں سے لاکھوں ڈالر کمائے ہیں اور ان کا کوئی کام بھی نہیں بننے دیا۔ بلکہ اس قسم کے حالات پیدا کر دیتا ہوں کہ وہ یہی سمجھیں کہ ان کی اپنی غلطی سے انہیں نقصانات پہنچے ہیں۔ میری فورسز کام کرتی ہیں۔ میں اچھے اچھے

معاوضے وصول کرتا ہوں لیکن یقین کرو ان معاوضوں کی رقم ملک اور بیرون ملک ان لوگوں پر خرچ ہوتی ہے جو میرے لئے کام کرتے ہیں۔ بظاہر میں ایک کمزور سا انسان ہوں' ٹوٹا پھوٹا' کٹا پھٹا لیکن اپنی ذات میں رہ کر میں اپنے وطن کے لئے جو کچھ کر رہا ہوں اس سے میرا ضمیر مطمئن ہے۔ میں اپنے کئے ہوئے کاموں کی تفصیل تمہیں بتانے بیٹھ جاؤں تو بڑا وقت ضائع ہوجائے گا تمہارا' لیکن آج میرے دل کو بے پناہ خوشی کا احساس ہوا ہے اور وہ احساس یہ ہے کہ تم بھی میرے ہی انداز میں سوچنے کے عادی ہو۔ بے شک دشمنان وطن اور دشمنان دین کو صحیح اطلاعات فراہم کرکے اہل وطن کو نقصان پہنچانے کا خیال اس کائنات کا سب سے بڑا گناہ ہے لیکن میں تمہارے ہی انداز میں سوچتا رہا ہوں' کرتا رہا ہوں۔ اب کم از کم تم میرے لئے ایسے رازدار پیدا ہوگئے ہو جو میرے جیسا جذبہ اپنے سینے میں سجائے وطن کی محبت سے سرشار ہے' تم یقین رکھو بیرون ممالک یہ رپورٹ جائے گی تو اس قدر الٹی سیدھی ہوگی کہ اگر انہوں نے کوئی کارروائی کی بھی تو اتنا نقصان اٹھائیں گے کہ پھر شاید ان علاقوں کی جانب نگاہ اٹھا کر دیکھنے کی ہمت ان میں نہ ہو اور لطف کی بات یہ ہے کہ انداز اس طرح کا ہوگا کہ وہ خود اپنے آپ کو کوسیں گے انہوں نے کیوں یہ غلط طریقہ کار اختیار کیا' کیا اب بھی تم غیر مطمئن ہو؟" میں عقیدت بھری نگاہوں سے کرنل ہمایوں کو دیکھ رہا تھا' پھر میں نے جذباتی لہجے میں کہا۔

"ایک فوجی کا یہی کردار ہوتا ہے کرنل صاحب' چاہے وہ ڈیوٹی پر ہو' چاہے ریٹائرڈ ہوگیا ہو' اس کے خون میں وطن پرستی اور وطن کی محبت شامل ہوجاتی ہے۔"

یہ وہ الفاظ تھے جو اس سے پہلے میں نے صرف سنے تھے لیکن آج میں انہیں عملی شکل میں دیکھ رہا ہوں اور اس بات پر ناز کرتا ہوں کہ میں بھی آپ کے قدموں کی خاک بن کر آپ کے قدموں سے لپٹا ہوا ہوں اور مجھے اس کا شرف حاصل ہے۔ کرنل ہمایوں کے چہرے پر ایک عجیب سی سختی بیدار ہوگئی تھی' جو رفتہ رفتہ نرمی میں تبدیل ہونے لگی' پھر انہوں نے کہا۔

"میں بے وقوف نہیں ہوں' اپنے آپ کو بہت ذہین سمجھتا ہوں' اور ہر عمل کو ذہانت کی نگاہ سے دیکھتا ہوں' تمہارے بارے میں جو اندازے میں نے لگائے تھے وہ بالکل درست ہیں' میں تم پر ناز کرتا ہوں' اور یہ میری دلی آرزو ہے کہ مستقبل میں بھی تم مکمل طور پر ذہانت کے ساتھ میرے ہمسفر رہو اور شاید یہ بھی ہو کہ میں اپنا یہ منصب اعلیٰ پیمانے پر تمہیں سونپ دوں' اور یہ تمام ذمہ داریاں بعد میں تمہیں سنبھالنی پڑیں۔ خیر ہم لوگ بہت جذباتی گفتگو کرچکے' یہ بتاؤ اس پورے عمل کے دوران حسن کا کردار کیا رہا' اصل میں یہ لڑکا جس سے میری محبتوں کا رشتہ ہے تمہیں معلوم ہے' میرے لئے باعث تشویش رہا ہے اور میں ہمیشہ دکھ بھرے انداز میں اس کے بارے میں سوچتا رہا ہوں' میں نہیں چاہتا کہ یہ بھٹکتا رہے۔"

"نہیں' کرنل صاحب' آپ کا یہ خیال بالکل غلط ہے' وہ ذہین بھی ہے اور اچھا سوچنے والا بھی' اسے غلط مت سمجھا جائے' ہاں یہ ایک حقیقت ہے کہ کرنل جہانگیر صاحب نے اس کے ساتھ جو زیادتی کی ہے' اس نے اسے خود اپنے آپ سے باغی کردیا ہے باقی سب ٹھیک ٹھاک ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ اس کی شخصیت' کردار یا مستقبل میں کوئی ایسا عمل کسی بھی طور آپ کے لئے باعث تشویش نہیں ہونا چاہئے۔ اگر آپ مجھ پر بھروسہ کرتے ہیں تو اطمینان رکھئے' اسے کوئی نقصان نہیں پہنچے گا' وہ اپنے آپ میں مست ہے' ہاں' یہ میری ذمہ داری ہے کہ یہاں کے حالات جیسے جیسے موقع ملے بہتر کروں۔"

"شاید تم ایسا کرسکو' میں نہیں کرسکا' یعنی کمال کی بات ہے' دنیا کے معاملات پر گہری نگاہ رکھنے والا خود اپنے گھر کے معاملات پر قادر نہیں ہے۔ ویسے تمہیں ایک بات بتاؤں' کرنل جہانگیر آج کل چھٹی پر آئے ہوئے ہیں اور کچھ دن ان کا قیام یہیں رہے گا۔ صورت حال کو ذرا قابو میں رکھنا' ورنہ سمجھ رہے ہو نا۔"

"جی۔"

"دوسری بات یہ کہ اکبری خانم کو باقاعدگی سے رقم اور ضروریات کی چیزیں پہنچ رہی ہیں۔ تمہاری دونوں بہنیں' نور اور شیرانہ خوش اور مطمئن ہیں۔ تمہاری جانب سے ان کو خط بھی لکھ دیا گیا ہے' اور کہا گیا ہے کہ تم سرکاری کاموں میں اس طرح سے الجھے ہوئے ہو کہ کچھ وقت ان سے دور رہو گے' وہ فکر نہ کریں' ہاں اگر وہ کسی فوری عمل کے لئے تم سے ملنا چاہتی ہیں' تو فوراً اس شخص کو اطلاع دیں' جو ان کے لئے رقم اور ضروریات کی دوسری چیزیں لے کر اور تحائف لے کر بستی دوآبہ جاتا ہے' میں نے تمہیں اس بارے میں اطلاع دے دی ہے' کیونکہ میں جانتا ہوں کہ تمہیں اس سلسلے میں تشویش ہوگی۔"

میں حیران رہ گیا تھا' کرنل لیس' کرنل ہمایوں' درحقیقت دادا جان بھی تو تھے اور انہوں نے وہی کردار انجام دیا تھا جو ایک بڑے آدمی کا کردار ہوسکتا تھا' میں نے گردن خم کی تو وہ جلدی سے بولے۔

"نہیں، میں فرشتہ بننے کی کوشش نہیں کر رہا۔ یہ تو ایک انسانی عمل ہے، ساری باتیں اپنی جگہ، اس سلسلے میں ظاہر ہے، تم میرے لئے کام کر رہے ہو اور ہر کام کا معاوضہ ہوتا ہے، تم ڈیوٹی پر تھے، میں یہاں تمہارا معاوضہ ادا کرتا رہا ہوں، نہ تمہارا مجھ پر کوئی احسان ہے، نہ میرا تم پر۔

کرنل ہمایوں کے ان الفاظ کے بارے میں تنہائی میں بہت غور کرتا رہا تھا میں۔ میرے دل کی گہرائیوں میں اس شخص کی عظمت کے چراغ روشن ہو رہے تھے، ایسے لوگ بھی ہیں اس دنیا میں، جو وطن کے سپاہی سرحدوں پر سینہ تانے ہوئے دشمن کی آنکھیں میں آنکھیں ڈالے دن رات وطن کی سرحدوں کی حفاظت کے لئے محتاط رہتے ہیں۔ الغرض وقت گزرتا رہا، حسن فیروز حسب معمول غائب ہوگیا تھا۔ ویسے اس شخص کی گمشدگی کے بارے میں سچی بات ہے میں بھی کوئی اندازہ نہیں لگا سکتا تھا۔ مجھ سے گہری دوستی ہوگئی تھی اس کی۔ بظاہر شہر میں بھی کوئی ایسی جگہ نہیں تھی جہاں وہ خاص طور سے جاتا ہو۔ اچانک ہی میرے ذہن میں ایک تجسّس جاگ اٹھا۔ میں نے سوچا کہ جب تک فرصت ہے، کم از کم یہ تو پتہ چلایا جائے کہ حسن فیروز جب گھر سے باہر نکل جاتا ہے تو جاتا کہاں ہے؟ ممکن ہے اس کی دوہری زندگی کسی اور راز سے منسلک ہو، پتہ لگانا چاہئے، لیکن اب اسے کیا کہا جائے کہ یہ فیصلہ کرنے کے بعد اس شام جیسے ہی میں باہر نکلا، حسن فیروز مجھ سے ٹکرا گیا۔ میں نے اسے شکایتی نگاہوں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"چیف، سوچ لینا، مجھے بھی پھر یہی حقوق حاصل ہوں گے۔"

"کیا مطلب؟"

"مطلب یہ ہے کہ کب سے غائب ہو، دوستی نام کی کوئی چیز ہمارے درمیان باقی ہے یا نہیں۔"

"یار کیوں ناراض ہو رہے ہو، کوئی گڑبڑ ہوگئی ہے کیا؟"

"نہیں، میں تنہا ہوں، اور تم عیش کرتے پھر رہے ہو.........."

"ارے نہیں آؤ......... آؤ، باہر چلتے ہیں۔" حسن فیروز نے کہا اور اس کے بعد ہم دونوں باہر نکل آئے، میں نے کہا۔

"لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ تمہاری زندگی کے وہ کون سے خفیہ پہلو ہیں جو میری نگاہوں سے پوشیدہ ہیں، ویسے تو میری اور تمہاری دوستی تو بڑی گہری ہے لیکن کبھی کبھی تم مجھے چھوڑ کر ایسے غائب ہوجاتے ہو کہ......... کہ.........!"

"ایک منٹ......... ایک منٹ، فی الحال غائب ہونے کی وجوہات دیکھو۔"

حسن نے کہا اور میری نگاہیں سامنے کی جانب اٹھ گئیں، کرنل جہانگیر اور بیگم صاحبہ تینوں خواتین کے ساتھ ادھر ہی آرہے تھے۔

"چاہو تو میرے ساتھ دوڑ لگا سکتے ہو۔" حسن فیروز نے نگاہیں بچاتے ہوئے کہا، لیکن اسی وقت کرنل جہانگیر کی آواز ابھری۔

"ادھر آؤ، تم دونوں ادھر آؤ۔"

"مر گئے۔" حسن فیروز نے کہا اور پھر آہستہ آہستہ اس طرف بڑھنے لگا۔ دونوں کو بلایا گیا تھا اس لئے میرا جانا تو ضروری تھا۔ نہ جانے کیوں میں ایک ہلکی سی سنسنی محسوس کر رہا تھا۔

چونکہ کرنل جہانگیر نے طلب کیا تھا اس لئے انکار کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا البتہ ہم نے آگے بڑھنے کی رفتار سست رکھی تھی۔ حسن فیروز پھر بولا۔

"دیکھو میں تو مہندی کی یہ باڑ پھلانگ کر جا سکتا ہوں تم اپنے بارے میں سوچ لو تم کیا کرو گے۔"

"مہندی کی باڑ کیسے پھلانگو گے؟"

"یہاں سے اس طرح کرنل صاحب کی طرف چلتے ہیں جیسے ان کی طلبی پر ہم ان کے قریب جا رہے ہوں لیکن جیسے ہی ان کے قریب پہنچیں گے۔ میں سیدھی دوڑ لگا دوں گا اور مہندی کی باڑ پھلانگ کر رفو چکر ہوجاؤں گا اس کے بعد خیال رکھنا۔ ہماری تمہاری ملاقاتیں اسی پائپ لائن پر ہوا کریں گی جس پر ہم پہلی بار ملے تھے۔"

"نہیں آجاؤ، اب فاصلہ زیادہ نہیں رہا ہے میں بھی ذرا ان کرنل جہانگیر صاحب کو دیکھ لوں میری ملاقات بھی تو ضروری ہے۔" اس سے زیادہ گفتگو کا ہمیں موقع نہیں مل سکا تھا ہم دونوں کرنل جہانگیر کے سامنے پہنچ گئے چونکہ اس دوران میں شمسہ، صوفیہ اور یاسمین سے اپنے تعلقات خاصے بہتر کر چکا تھا اس لئے یہ تو خطرہ نہیں تھا کہ وہ میری کوئی شکایت کر دیں گی لیکن بیگم صاحبہ مجھے ناپسند کرتی تھیں۔ بہرحال اس وقت یہ مسئلہ نہیں تھا ہم دونوں کرنل جہانگیر کے سامنے پہنچ گئے۔ کرنل صاحب مکمل فوجی تھے ایک لمحے کے اندر اندر نہ جانے کیوں میرے ذہن میں ایک عجیب سی کیفیت پیدا ہوگئی فوجی ہیں تو کیا ہوا انسان تو ہیں اور نہ میں کوئی غیر ملکی دشمن ہوں جو وہ فوراً مجھے ہلاک کر دیں گے، اسی ملک کا ایک شہری ہوں کرنل جہانگیر نے غور سے ہم دونوں کا جائزہ لیا اور اس کے بعد مجھ سے

بولے۔

"تمہارے بارے میں خاصی تفصیلات سن چکا ہوں۔"

"یس سر۔"

"کہاں کے رہنے والے ہو؟"

"ایک پہاڑی بستی سے تعلق ہے دوآبہ کے نام سے جانی جاتی ہے۔"

"تعلیم کیا ہے؟"

"اتنی مختصر کہ اسے بتاتے ہوئے شرم آئے۔"

"دنیا کے بارے میں کیا جانتے ہو؟"

"بس احمقوں کے گروہ سے تعلق رکھتی ہے وہ بے وقوف جو چند سانسیں لے کر دنیا میں آنے پر روتے ہوئے زبردستی اس دنیا میں دھکیل دیئے جاتے ہیں وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اپنے آپ کو برتر سمجھنے لگتے ہیں اور پھر ایک لمحہ ایسا آتا ہے جب انہیں خود اپنی حماقتوں کا احساس ہوتا ہے اور وہ یہ جان جاتے ہیں کہ وہ برتر نہیں تھے۔ بس اسی کو دنیا کہتے ہیں۔" کرنل جہانگیر کے چہرے پر ایک لمحے کے لئے حیرت کے نقوش بیدار ہوئے تھے، شمسہ، صوفیہ اور یاسمین نے بھی ایک دوسرے کی صورت دیکھی تھی جب کہ حسن فیروز پتھرایا ہوا کھڑا تھا۔ کرنل جہانگیر کچھ لمحے خاموش رہے پھر بولے۔

"زندگی میں کیا بننے کا ارادہ رکھتے ہو؟"

"کچھ نہیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اپنے آپ پر مکمل بھروسا نہیں جب مکمل بھروسا ہوجائے گا تو کچھ بننے کی کوشش بھی کروں گا۔"

"کچھ زیادہ منطقی معلوم نہیں ہوتے۔"

"نہیں، ضرورت کے مطابق منطقی ہوں زیادہ نہیں کہہ سکتے۔"

"جانتے ہو دنیا کے بارے میں جاننے کے لئے دنیا کو جاننا بہت ضروری ہے۔"

"میں سمجھا نہیں جناب۔"

"فرض کرو میں تم سے کوئی جغرافیائی سوال کرلوں تو؟"

"آپ کو اس کا اختیار ہے۔"

"جواب دے سکو گے۔"

"دوں یا نہ دوں مجھے اس کا اختیار ہے۔" میں نے کہا اور کرنل صاحب ایک بار پھر چونک پڑے کچھ سوچتے رہے پھر بولے۔

"بین سن کے بارے میں کیا جانتے ہو؟"

"مغربی افریقہ میں شمال میں یہ بحیرہ اوقیانوس کے ساحل پر واقع ہے اس کے مغرب میں ٹوگو، نائجیریا، مشرق میں اپر وٹھا وغیرہ ہیں۔ دارالحکومت کا نام پورٹونوو ہے۔"

"میں اس بین سن کے بارے میں نہیں پوچھ رہا۔"

"تو پھر؟" میں نے سوال کیا۔

"جغرافیائی معلومات بہت زیادہ رکھتے ہو شاید۔"

"نہیں سر، آپ میرا امتحان لے رہے ہیں۔ آپ نے مجھ سے سوالات کئے اس لئے میں نے آپ کو جواب دے دیا۔"

"چلو ٹھیک ہے، سویڈن کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے۔"

"شمالی یورپ میں واقع ہے اور مشرق میں خلیج بوتھنیا سے مشرق میں بحیرہ بلٹک، مغرب میں ناروے، فن لینڈ اور جنوب مغرب میں ڈنمارک واقع ہے۔"

"دارالحکومت کا نام؟"

"اسٹاک ہوم ہے۔"

"کچھ اور شہروں کے بارے میں جانتے ہو۔"

"جی ہاں گوٹے برگ، مال مو، اپسالا۔"

"کرنسی کیا ہوتی ہے؟"

"کرونا۔"

"اور زبان۔"

"سویڈن۔"

"مذہب۔"

"لوتھرن۔" میں نے جواب دیا اور کرنل جہانگیر نے خشک ہونٹوں پر زبان پھیر کر اِدھر اُدھر دیکھا اور پھر بولا۔

"یہ تربیت تمہیں کس نے دی ہے؟"

"کرنل ہمایوں نے۔" میں نے جواب دیا۔

"اور تم، تم آج کل کیا کر رہے ہو۔" کرنل جہانگیر نے اس بار حسن فیروز کی جانب دیکھ کر کہا۔

"ایک بلڈوزر بنا رہا ہوں۔" حسن فیروز بولا۔

"کیا بنا رہے ہو؟"

"بلڈوزر' خلائی بلڈوزر۔" حسن فیروز نے کہا اور تینوں لڑکیوں نے رخ تبدیل کر لئے۔

"مجھ سے مذاق کر رہے ہو۔"

"دوبارہ آپ کب چھٹی پر آئیں گے؟" حسن فیروز نے کھردرے لہجے میں سوال کیا۔

"کیوں؟"

"میں اس بلڈوزر پر بٹھا کر آپ کو سن سوسائی لے جاؤں گا۔"

"کہاں؟"

"سن سوسائی۔"

"بکواس کر رہے ہو مجھ سے۔"

"جی نہیں' آپ فوجی ہیں آپ نے دنیا کتنی دیکھی ہے؟"

"میں کہتا ہوں بکواس بند کرو۔"

"سوال جب تک پورا نہیں ہو جائے گا بکواس بند نہیں کی جائے گی۔ آپ بری فوج کے کرنل ہیں آپ کو فضاؤں یا خلاؤں سے کیا دلچسپی ہو سکتی ہے۔ سن سوسائی میرا دریافت کیا ہوا سیارہ ہے اور وہاں تک جانے کے لئے بلڈوزر ہی کام آسکتا ہے۔ آج سے ایک سال تیرہ مہینے اور بائیس دن کے بعد میرا یہ بلڈوزر تیار ہو جائے گا اور میں آپ کو پراطمینان انداز میں سن سوسائی کی سیر کرا سکتا ہوں۔"

"اس کے علاوہ اور کچھ سکھایا ہے ابا میاں نے تمہیں؟"

"جی ہاں ظاہر ہے اس بلڈوزر کو مجھے ہی پائلٹ کرنا ہو گا اور یہ مجھے اسسٹ کریں گے۔" اس نے پوری سنجیدگی کے ساتھ میری جانب اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"جانتے ہو میں تم دونوں کے ساتھ کیا سلوک کر سکتا ہوں؟"

"نہیں جانتے لیکن آپ نے اپنے طور پر کوئی فیصلہ کیا ہے تو آپ سمجھ لیجئے کہ یہاں آپ کی بٹالین موجود نہیں ہے آپ تنہا ہیں اور ہم دو۔" حسن فیروز نے کہا۔

"کیا بکواس کرتے ہو تمہاری سرکشی انتہا کو پہنچ چکی ہے۔"

"اس میں سرکشی کی بات نہیں ہے سر' بات یہ ہے کہ جمہوریت میں ہماری طاقت زیادہ ہے آپ تنہا ہیں اور ہم دو۔"

"ٹھیک ہے' میں دیکھتا ہوں تم لوگوں میں کتنی قوت ہے چلو میرے ساتھ آؤ۔"

"آپ ہمیں کہاں لے جانا چاہتے ہیں اور کس حق کے تحت۔" حسن فیروز نے سوال کیا۔

"یہ کچھ زیادہ بے لگام نہیں ہو گیا ہے۔ پہلے تو کم از کم آپ کے سامنے سے بھاگ تو جاتا تھا اب آپ کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کرتا ہے اور میں یہ سمجھتی ہوں ایسا کیوں ہے؟"

"میں دیکھ لوں گا اسے۔" کرنل جہانگیر نے کہا۔

"بچپن سے اب تک کیا آپ نے میری جانب سے آنکھیں بند کر رکھیں تھیں کرنل صاحب اب کیا دیکھیں گے۔" حسن فیروز بہرحال ایک سرکش آدمی تھا میں تھوڑا سا گھبرا گیا۔ میں نے تو اپنے لئے راہ ہموار کر لی تھی لیکن حسن فیروز کھیل کو کچھ بگاڑ رہا تھا البتہ عین اسی وقت سامنے والے دروازے سے کرنل ہمایوں نمودار ہوئے اور جس انداز میں نمودار ہوئے اسے دیکھ کر ایک لمحے کے لئے مجھے بھی ہنسی آگئی تھی۔ کرنل صاحب نے فوجی وردی پہنی ہوئی تھی اپنے بیج لگائے ہوئے تھے اور ایک ملازم انہیں وہیل چیئر پر دھکیلتا ہوا ادھر لا رہا تھا۔ کرنل جہانگیر ایکدم سنبھل گئے جب کرنل ہمایوں کرنل جہانگیر کے سامنے پہنچے تو کرنل جہانگیر کو پاؤں زمین پر مار کر سلیوٹ کرنا پڑا تھا اور پھر انہوں نے کچھ فوجی الفاظ ادا کئے تھے جو ایک سینئر کرنل کے لئے تھے۔

"کیا کر رہے ہو یہاں؟"

"وہ ابا میاں اصل میں یہ دونوں.........."

"شٹ اپ اباؤٹ ٹرن۔" کرنل ہمایوں نے کہا اور کرنل جہانگیر نے صرف ایک لمحہ صرف کیا دوسرے لمحے انہوں نے رخ بدل لیا۔

"مارچ۔" کرنل ہمایوں بولے اور کرنل جہانگیر فوجی انداز میں چلتے ہوئے اندر چلے گئے۔ حمیرہ بیگم نے ناک چڑھا کر ہوں کہا اور اس کے بعد وہ بھی واپس پلٹ گئی تینوں لڑکیاں تھوڑی سی کشمکش کا شکار تھیں پھر یاسمین نے کہا۔

"وہ دادا جان ہم بہت جلد دوبارہ آپ سے ملیں گے اس وقت ہمارا یہاں رکنا ڈیڈی کے غصے کو ہوا دینا ہے۔" اور اس کے بعد وہ تینوں بھی بھاگ گئیں تو حسن فیروز زور سے چیخا۔

"آؤٹ' پوری ٹیم آؤٹ۔"

"چلو تم لوگ یہاں سے بھاگ جاؤ اور خبردار دو دن تک تمہاری واپسی نہ ہو کیا سمجھے۔" اس کے بعد واقعی ہم دونوں نے گیٹ کی جانب دوڑ لگا دی تھی۔ اس وقت تو کرنل نے آکر معاملہ سنبھال لیا لیکن یہ حقیقت تھی کہ حسن فیروز کی سرکشی سے صورت حال بگڑتی جا رہی تھی حسن فیروز کا موڈ کافی خراب نظر آرہا تھا باہر نکل کر اس نے کہا۔

"دو دن کے لئے ہمیں دیس نکالا دے دیا گیا ہے اس کے باوجود اگر ہم اس بات کو تصور کرلیں کہ اس کوٹھی میں ہمارا کوئی حق ہے تو تم کیا سمجھتے ہو؟"

"دیکھو یار حسن فیروز' میں تمہیں ایک بات بتاؤں انسان کو ضرورت سے زیادہ جذباتی نہیں ہونا چاہئے اور اگر اس کی اپنی زندگی کا کوئی مقصد ہو جائے تو پھر تم یوں سمجھ لو کہ وہ مقصد ہی اس کی زندگی ہوتا ہے۔"

"تم بہت زیادہ منطقی بننے کی کوشش مت کیا کرو میں نے تم سے کہہ دیا ہے۔ میں کہتا ہوں آخر میں اسی شخص کی اولاد ہوں جو میرے ساتھ اس طرح کا سلوک کرتا ہے آخر تم نے ان تینوں لڑکیوں کو بھی دیکھا کہ کس طرح انہیں اپنے ساتھ لگائے لگائے پھر رہے تھے یہ کرنل صاحب اور ہیں۔"

"اور دادا جان کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے۔"

"دادا جان کے دل میں انسانیت ہے۔"

"اگر بات صرف انسانیت ہی کی ہے تو میرا خیال ہے اس شہر میں لاتعداد انسان ایسے ہوں گے جنہیں کسی کی سرپرستی درکار ہے۔"

"مطلب؟"

"مطلب یہ کہ دادا جان اس رشتے کی پابندی کرتے ہیں جو ان کے اور تمہارے درمیان قائم ہے اب کرنل جہانگیر صاحب اس مزاج کے انسان نہیں ہیں تو کیوں بلاوجہ کسی شخص سے یہ توقع رکھتے ہو؟ تمہارا اپنا ایک مقام ہے تمہاری اپنی ایک منزل ہے اگر ایک شخص تمہیں وہ سب کچھ نہیں دیتا جو تمہاری طلب ہے تو کیا اس کی وجہ سے تم اپنی دنیا' اپنا مقام اور اپنی منزل چھوڑ دو گے۔"

"او بھائی' او بھائی ہوش میں آجا بہت ہوگئی اب دو دن کہاں گزارو گے؟"

"عیش و عشرت سے کسی ہوٹل میں قیام کریں گے اخراجات دادا جان کے ذمے اور اگر دادا جان یہ اخراجات ادا نہیں کریں گے تو پھر کچھ اور سوچیں گے۔" اس نے گھور کر مجھے دیکھا اور بولا۔

"وعدہ؟"

"بالکل وعدہ' اس میں تکلف کی کیا بات ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"اوکے۔" اور درحقیقت اس کے بعد ہم نے ایک فائیو اسٹار ہوٹل کا رخ کیا تھا اور اس میں ایک شاندار ڈبل روم حاصل کرلیا تھا۔ اس ہوٹل کی رونق بہت شاندار تھی ہم نے وہیں سے دادا جان کو فون کیا اور ٹیلی فون کرنل ہمایوں ہی نے ریسیو کیا۔

"ڈیپارٹمنٹ بول رہا ہے۔" حسن فیروز نے کہا۔

"کہاں ہو؟" دادا جان نے فوراً حسن فیروز کی آواز پہچان لی تھی۔

"ہوٹل الاسکا میں۔"

"روم نمبر؟"

"۳۳۵۔" حسن فیروز نے جواب دیا۔

"کہو کیا بات ہے؟"

"اخراجات کی ضرورت ہے۔"

"شام کو سات بجے پہنچ جائیں گے۔"

"اوکے۔" حسن فیروز نے کہا اور فون بند کردیا۔ بہرحال ہم لوگ اتنے قلاش بھی نہیں تھے حسن فیروز عمدگی کے ساتھ وقت گزارتا رہا' شام کو ٹھیک سات بجے ایک شخص ہمارے پاس پہنچ گیا بڑا سا سوٹ کیس ہاتھ میں لئے ہوئے تھا۔ ہم اسے بالکل نہیں جانتے تھے بالکل اجنبی چہرہ تھا لیکن دروازے پر دستک ہونے پر جو دروازہ کھولا تو اس نے ہمیں پرادب طریقے سے سلام کیا تھا' پھر اس نے بتایا کہ اسے کرنل ہمایوں نے بھیجا ہے۔ کرنل ہمایوں کا ایک شناختی نشان بھی اس نے ہمیں پیش کیا ہمارے چار چار قسم کے شاندار لباس تھے اور ضروریات زندگی کی دوسری چیزیں' اس کے علاوہ کافی رقم کیش میں موجود تھی حسن فیروز جس مزاج کا انسان تھا اب آپ اسے سمجھ گئے ہوں گے۔ یہ تمام چیزیں دیکھ کر خوش ہوگیا اور مطمئن انداز میں بولا۔

"اور کیا پیغام ہے ہمارے لئے؟"

"اور کچھ نہیں' بس کہا ہے کہ آرام سے یہاں آپ وقت گزاریں۔"

"دعا کہہ دینا کرنل ہمایوں کو اور کہنا کہ ہمارا وقت بہت آرام سے گزر رہا ہے۔" وہ شخص چلا گیا اور اس کے بعد بھلا حسن فیروز کی جولانیوں کو کون روک سکتا تھا ہوٹل کی تفریحات میں حصہ لینے کے لئے غسل کیا لباس تبدیل کیا اور پھر بولا۔

"تم کیا افیون کا استعمال کرنے لگے ہو؟"

"ہاں، بڑا سرور دیتی ہے۔"

"تو ٹھیک ہے تم سرور میں ڈوبے رہو۔"

"لیکن چیف ایک بات بتا دوں کوئی مصیبت مول نہیں لینی، خیال رکھنا ہے کیا سمجھے۔"

"اسسٹنٹ، تم مجھے ہدایات دے رہے ہو۔"

"نو اسسٹنٹ، اس وقت کوئی اسسٹنٹ نہیں ہے میں گل مراد ہوں۔" حسن فیروز تیار ہونے کے بعد باہر نکل گیا تو میں ہوٹل کی پچھلی کھڑکی کے پاس کھڑا ہو کر باہر بہتی ہوئی دنیا کو دیکھنے لگا، میں نے یہ وقت ہوٹل ہی میں گزارا۔ دوسرا دن، تیسرا دن، حسن فیروز تو بہت خوش تھا دل چاہتا تھا تو آجاتا تھا نہیں دل چاہتا تھا تو راتوں کو بھی غائب رہتا تھا میں اب اس کی چوکیداری تو نہیں کر سکتا تھا۔ اس دوران میں نے باہر کے افراد سے رابطہ منقطع ہی رکھا تھا۔ پھر دادا جان کا پیغام ٹیلی فون پر ہی موصول ہوا۔

"کرنل جہانگیر کو ایمرجنسی میں طلب کر لیا گیا ہے واپس آجاؤ اور وہ کہاں ہے؟"

"موجود نہیں ہے۔"

"پیغام چھوڑ دو اس کے لئے اور سیدھے میرے پاس پہنچ جاؤ۔" میں یہ وعدہ کر کے تیاریاں کرنے لگا کہ میں پہنچ رہا ہوں اور اس کے بعد میں نے حسن فیروز کے لئے ایک پرچہ لکھا جس میں یہی لکھا تھا کہ دادا جان کی طرف سے طلبی ہوئی ہے جانا ہے اور اس کے بعد ایک ٹیکسی نے مجھے کرنل جہانگیر کی اس شاندار کوٹھی پر چھوڑ دیا اندر داخل ہوا تو سب سے پہلے صوفیہ سے ملاقات ہوئی تھی صوفیہ نے عجیب سے انداز میں مجھے دیکھا پھر چہرے کے تاثرات بدل کر بولی۔

"کہاں تشریف لے گئے تھے جناب اور وہ حضرت کہاں ہیں؟"

"اصل میں مس صوفیہ آپ کو اندازہ ہے کہ کرنل جہانگیر صاحب کی موجودگی میں ہماری یہاں دال نہیں گلتی، آپ لوگوں کو بھی پریشان ہونا پڑتا۔" صوفیہ گہری سوچ میں ڈوب گئی، پھر بولی۔

"ویسے ایک بات بتاؤں آپ کو۔"

"جی۔"

"ڈیڈی آپ سے بہت متاثر ہیں۔"

"ک۔ک۔ کرنل جہانگیر۔" میں نے ہکلاتے ہوئے کہا۔

"قسم خدا کی آپ کی بہت تعریفیں کر رہے تھے کہہ رہے تھے کہ کیا یہ لڑکا کوئی پہاڑی نوجوان معلوم ہوتا ہے بے شک اس کی جسامت، اس کا چہرہ مہرہ یہ ساری چیزیں تو پہاڑی لگتی ہیں لیکن باقی وہ خود۔"

"شکریہ، کرنل صاحب تو چلے گئے نا۔"

"ہاں۔"

"انہیں یہ احساس نہیں ہوا مس صوفیہ کہ ہم لوگ غائب ہیں۔"

"دادا جان کو اچھی طرح جانتے ہیں ڈیڈی لیکن اس بار انہوں نے کچھ نرم جملے کہے تھے۔"

"وہ کیا؟"

"کہنے لگے کہ بعض اوقات مجھے یوں لگتا ہے جیسے میرے اور حسن فیروز کے درمیان دادا جان نے دیوار کھڑی کر دی ہے کیونکہ دادا جان ہی کے حکم پر آپ لوگ یہاں سے گئے ہوں گے۔ ڈیڈی نے پوچھا تھا دادا جان سے شاید تو انہوں نے بھی تلخ انداز میں یہ جواب دیا کہ ڈیڈی کی موجودگی میں یہ لوگ یہاں نہیں رہ سکتے تھے۔ خیر مجھے یہ تو معلوم نہیں لیکن ڈیڈی مجھے خاصے نرم نظر آئے۔"

"مس صوفیہ آپ لوگ میرا مطلب ہے آپ تینوں بہنیں کیا کبھی کسی بھائی کی کمی محسوس نہیں کرتیں۔"

صوفیہ عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی۔ پھر بولی۔

"پتا نہیں، کبھی سوچا ہی نہیں اس بارے میں۔"

"خیر میں آپ کو مشورہ دینے والا کون ہو سکتا ہوں لیکن کر دیکھیں میں آپ سے ایک عرض کروں آپ کتنی نرمی اور ملائمت سے مجھ سے بات کر رہی ہیں میں تو آپ کا کوئی بھی نہیں ہوں لیکن اس کے باوجود آپ کے چہرے پر میرے لئے نرم رویہ ہے، آپ مخلصانہ انداز میں میرے ساتھ بات چیت بھی کر رہی ہیں اگر یہی انداز آپ حسن فیروز کے لئے استعمال کر لیں تو میں سمجھتا ہوں کہ اس کی ذہنی کیفیت بحال ہو جائے گی۔ بہرحال وہ سوتیلا سہی لیکن آپ کا بھائی ہے۔"

"بھئی میں اس بارے میں کچھ نہیں جانتی اصل میں وہ جو ہیں نا حسن فیروز صاحب ضرورت سے زیادہ چرب زبانی کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ اب آپ دیکھئے نا پہلی بات تو یہ کہ یہ

فوجی خاندان ہے۔ ڈیڈی کا مزاج پتا نہیں کب سے اس مزاج کا ہو گا سخت گیر ہیں اور فوجی ویسے بھی سخت مزاج اور ڈسپلن کے پابند ہوتے ہیں ایسے حالات میں اگر ڈیڈی کے سامنے کم از کم وہ گفتگو کرلی جائے جو مناسب ہو اور اس میں مذاق اڑانے والا انداز نہ ہو تو میں سمجھتی ہوں کہ ڈیڈی بھی رفتہ رفتہ نارمل ہی ہو جائیں گے لیکن وہ ایسا نہیں کرتے۔"

"کون؟"

"حسن فیروز کی بات کر رہی ہوں۔"

"کبھی بھائی یا بھائی جان کہا ہے اسے؟"

"انہوں نے نے اس کا موقع ہی نہیں دیا۔"

"مس صوفیہ میری خواہش ہے کہ آپ ان سے رابطہ قائم کریں' نا صرف آپ بلکہ تینوں بہنیں آپ یقین کریں بہنوں کے لئے بھائی کا تصور بڑا شاندار ہوتا ہے۔ آپ اگر کبھی میری بہنوں سے ملیں گی تو آپ کو احساس ہو گا کہ بہن اور بھائیوں کے درمیان کیا رشتہ ہوتا ہے۔ معافی چاہتا ہوں اپنی اوقات سے آگے بڑھ کر بول رہا ہوں لیکن بات سچ کہہ رہا ہوں کبھی کبھی انسان کو اپنی سطح سے نیچے بھی لوگوں کی باتیں سنی چاہئیں ہو سکتا ہے ان معمولی سے لوگوں کی زبان سے بھی کوئی غیر معمولی جملہ نکل جائے اور وہ کسی کے لئے بہتر ثابت ہو سکے۔

"قابل غور بات ہے۔"

"ضرور غور کیجئے گا۔"

"ویسے آپ نے اپنی بہنوں کے بارے میں جو بتایا ہے ناگل مراد صاحب' پہاڑی لڑکیاں تو سنا ہے بہت خوبصورت ہوتی ہیں وہ بھی ایسی ہی ہوں گی۔"

"اگر آپ میرے دل سے پوچھیں تو آپ یقین کیجئے کہ میری بہنیں دنیا کی حسین ترین لڑکیاں ہیں ہو سکتا ہے وہ میری طرح دوسروں کے معیار حسن پر پوری نہ اترتی ہوں لیکن میں ان کے لئے اپنے دل میں ایسے ہی جذبات رکھتا ہوں۔ بہرحال........"

میں نے مسکراتی نگاہوں سے صوفیہ کو دیکھا اور پھر بولا۔

"مس صوفیہ اجازت چاہتا ہوں۔"

میں دادا جان کے سامنے پہنچ گیا۔ سنجیدہ تھے اپنی اس مخصوص میز پر بیٹھے ہوئے تھے جہاں وہ اپنے معمولات کے اہم کام سرانجام دیا کرتے تھے مجھے دیکھ کر انہوں نے گردن ہلادی اور بولے۔

"بیٹھ جاؤ۔" میں بیٹھ گیا تو انہوں نے کہا۔

"آرام کرلیا۔"

"جی سر۔"

ایک مہم تمہارے لئے تیار ہے طویل بھی ہو سکتی ہے اور جہاں تک باقی معاملات ہیں تو تم یہ سمجھ لو کہ میں ایسے ہی کام ہاتھ میں لیا کرتا ہوں جن کا کوئی گہرا مفہوم ہو اس میں دولت کے حصول کا تصور بھی نہیں ہوتا اور نہ ہی کوئی اور لالچ' بہرحال اس سلسلے میں تم سے کافی تفصیل سے گفتگو کر چکا ہوں ان الفاظ میں وقت ضائع کرنے کی ضرورت نہیں جہاں تمہیں جانا ہے وہ جگہ نظام آباد ہے۔ نظام آباد' جہاں تمہیں خانم میمونہ شاہ سے ملنا ہو گا۔" دادا جان کے الفاظ پر میں نے انہیں غور سے دیکھا تھا پھر میں نے کہا۔

"کیا یہ بھی پہاڑی علاقہ ہے؟"

"دلچسپ بات ہے کہ واقعی پہاڑی علاقہ ہے لیکن جدید ترین' مطلب یہ ہے کہ وہاں تمہیں قدیم وجدید کا ملا جلا امتزاج ملے گا۔ خانم میمونہ شاہ بہت بڑی شخصیت کی مالک ہیں جو کچھ ان سے مل کر تمہیں کرنا ہے اس کی تفصیل تو تمہیں وہیں سے معلوم ہو گی۔ میں اس بارے میں تمہیں مزید کچھ نہیں بتاؤں گا۔ وہاں تک جانے کے لئے تمہیں بذریعہ ٹرین ریاض پور پہنچنا ہے ریاض پور سے بس کی سواری کرنا ہو گی اور تم خانم میمونہ شاہ تک پہنچ جاؤ گے۔"

"جی ٹھیک۔" میں نے جواب دیا۔

"اور ظاہر ہے حسن فیروز بھی تمہارے ساتھ جائے گا اسے جس طرح بھی آمادہ کرنا پسند کرو کر لینا' تمہاری ذمے داری ہے' کیا تم یہ معلوم کرنا چاہو گے کہ وہاں جا کر تمہیں کیا کرنا ہے۔"

"اگر وہ ضروری نہیں ہے اور بات صرف مجھ ہی پر چھوڑی جا رہی ہے تو پھر میں آپ سے منحرف کیسے ہو سکتا ہوں۔"

"اوکے' تیاریاں کرو اور یہ سمجھ لو کہ جس کام سے جا رہے ہو اس کا ایک گہرا پس منظر ہے' کوئی سوال۔"

"ہاں۔"

"بولو۔"

"کیا خانم کو بھی میرے بارے بس علم ہو گا؟"

"کسی حد تک' خانم میمونہ شاہ نے خود ہی مجھ سے رابطہ کیا ہے اور وہ تم سے مل کر تمہیں تمام تر صورت حال سمجھا دیں گی کہ تمہیں کیا کرنا ہے۔"

"بہت بہتر۔"

"تمام تیاریاں مکمل کرلو' میرا خیال ہے تمہیں ابھی اسی ہوٹل میں قیام کرنا چاہئے وہیں پر ہی حسن فیروز کو بھی سارے معاملات سے آگاہ کردو اور وہیں سے روانہ ہوجاؤ۔ وہ شخص جو تمہارے پاس تمہارے لباس وغیرہ لے کر گیا تھا تمہیں بقیہ سہولتیں بھی فراہم کردے گا۔ کب تک روانہ ہوسکتے ہو؟"

"جب حکم ہو۔"

"کل۔" کرنل ہمایوں نے کہا اور میں نے گردن خم کردی اور اس کے بعد کرنل ہمایوں سے مزید کچھ ہدایات لے کر میں واپس چل پڑا اور تھوڑی دیر کے بعد ہوٹل پہنچ گیا کمرہ خالی تھا اور حسن فیروز حسب معمول غائب تھا' البتہ اب مجھے ذرا سی تشویش ہوگئی تھی کہ حسن فیروز مقررہ وقت پر پہنچ جائے تاکہ میں اسے نظام آباد کے سلسلے میں تفصیلات سمجھا سکوں۔ ویسے شہری نقشے میں نظام آباد کے بارے میں کوئی تفصیل موجود نہیں تھی' نام بھی میں نے نہیں سنا تھا لیکن یہ بہت بہتر ہوا کہ شام پانچ بجے کے قریب حسن فیروز واپس آگیا۔ بہت اچھے موڈ میں تھا مسکراتا ہوا اندر داخل ہوا تھا اور پھر آگے بڑھ کر میرے چہرے پر ہاتھ پھیرتا ہوا بولا۔

"شیو بنالی؟"

"خیریت' میری شیو سے تمہیں کیا دلچسپی ہے۔"

"نہیں' میں تو یہ سوچ رہا تھا کہ کمرے میں گھسے گھسے داڑھی نکل آئی ہوگی تم ٹھہرے بند کمروں کے شہسوار۔ کوئی غلط جملہ بولا ہے میں نے۔"

"شروع سے لے کر اب تک غلط جملے بولتے رہے ہو' بیٹھ جاؤ۔"

"ارے ارے' یہ تمہارا لہجہ کیا کہہ رہا ہے؟"

"اس وقت دوست ہو یا چیف۔"

"ایک بڑا آدمی ایک چھوٹے آدمی سے دوستی کرلے تو وہ خود چھوٹا آدمی نہیں ہوجاتا بڑا ہی رہتا ہے۔"

"بیٹھ جاؤ بڑے آدمی۔" میں نے اس کی بات کا برا مانے بغیر کہا اور وہ بیٹھ گیا۔

"چیف ڈیپارٹمنٹ کی جانب سے ذمے داری سونپ دی گئی ہے۔" میں نے کہا اور

حسن فیروز پھرتی سے کھڑا ہوگیا۔

"سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔" اس نے کہا۔

"کیوں؟"

"میں نے نیا نیا عشق شروع کیا ہے۔"

"نہیں چلے گا چیف۔"

"بالکل چلے گا بہت خوبصورت لڑکی ہے۔"

"کچھ بھی ہوجائے چیف بالکل نہیں چلے گا۔" میں نے کہا۔

"یار سنو میری بات سنو خدا کی قسم بڑی اچھی باتیں کرتی ہے' میرے بارے میں نہ جانے کس خوش فہمی کا شکار ہے کہتی ہے مجھ جیسے لوگ اسے بے پناہ پسند ہیں۔"

"چیف بالکل نہیں چلے گا۔"

"بھاڑ میں جاؤ تم اور' اور دادا جان کو میں کیا کہوں؟"

"ٹھیک ہے پھر ایسا کرتا ہوں کہ میں روانہ ہوجاتا ہوں تم آرام سے اپنے مشاغل جاری رکھو۔"

"جل تو نہیں گئے میرے عشق سے۔"

"ہوسکتا ہے ایسا ہو۔"

"کیوں' آخر کیوں' تم خود بھی اگر اپنی شخصیت سے فائدہ اٹھانا چاہو تو بہت کچھ کر سکتے ہو۔"

"حسن کل ہمیں یہاں سے روانہ ہوجانا ہے نظام آباد میں' ہمیں ایک کام ہے دادا جان یہ ڈیوٹی میرے سپرد کرچکے ہیں اور میں ان سے مکمل ہدایت لے چکا ہوں۔" میں نے کہا اور حسن آنکھیں بند کرکے گردن ہلانے لگا پھر اس نے انتہائی درد بھرے انداز میں کہا۔

"مائی ڈیئر ریحانہ! شاید ہمارے ستارے ایک دوسرے سے نہیں ملتے' پتا نہیں یہ انسان کے راستوں میں ستارے کہاں سے آجاتے ہیں اور پھر یہ جلاد.......... سوری' ریحانہ سوری جانا تو پڑے گا مجھے بے وفا سمجھ کر بھول جانا۔" وہ منہ لٹکا کر بیٹھ گیا۔

پھر سارے کام اس نے اسی انداز میں کیے جوتوں کے فیتے کھولے' ٹائی اتار کر ایک جانب پھینکی' ایک ایک کرکے دونوں جوتے بستر پر اچھال دیئے' قمیض اتار کر دروازے پر لٹکا دی حالانکہ ہوٹل کا یہ کمرہ بے حد شاندار تھا' ساری حرکتیں ایسی کرنے کے بعد اس

نے آخری حرکت یہ کی کہ پتلون اتار کر اسٹینڈ پر ٹانگ دی اور انڈر ویئر پہن کر کرسی پر بیٹھ گیا مجھے اس کی تمام حرکات پر بے اختیار ہنسی آ رہی تھی میں نے کہا۔

"بھلے آدمی ویٹر اندر آجائے گا۔"

"آجانے دو میں اسے وہ منظر دکھاؤں گا کہ یاد رکھے گا۔"

"یار پلیز کپڑے بدل لو۔"

"کمال کرتے ہو اگر میں تم سے کہوں کہ یار پلیز مجھے عشق لڑانے دو تو مان لو گے میری بات۔"

"دیکھو دادا جان کا حکم ہے میری خود اتنی مجال ہو سکتی ہے کہ میں کبھی تم سے اپنا کوئی حکم منواؤں۔"

"کرنل لیں' خدا تمہیں' تمہیں اتنی لمبی زندگی دے کہ تم ہمیشہ ہماری سرپرستی کرتے رہو۔" اس نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا اور میں مسکرانے لگا۔

یہ تو اس شخص کی عادت تھی لیکن بعد میں مجھے اندازہ ہوا کہ درحقیقت حسن فیروز اس بار حد سے زیادہ ہی شرارت پر آمادہ تھا اور اس نے دل سے اس روانگی کو قبول نہیں کیا تھا۔ ہوا یوں کہ معمول کے مطابق اور پروگرام کے تحت ہمیں ٹرین کے فرسٹ کلاس کے ٹکٹ مہیا کر دیئے گئے اور مقررہ وقت پر ہمیں اپنے چھوٹے چھوٹے سوٹ کیسوں کے ساتھ ریلوے اسٹیشن پہنچ جانا پڑا نظام آباد کے بارے میں تمام تفصیلات سمجھا دی گئی تھیں' وہ شخص بھی اجنبی تھا جو ہمیں بریف کرنے کے لئے ہمارے پاس آیا تھا ٹکٹ کے ساتھ ساتھ ہی اس نے ہمیں نیا سامان بھی دیا تھا اور خانم میمونہ شاہ کے بارے میں تفصیلات بتا دی تھیں میرے سوال کرنے پر اس نے کہا۔

"خانم میمونہ شاہ کو آپ کو آمد کی اطلاع دے دی گئی ہے جناب اور نظام آباد میں آپ کا استقبال کیا جائے گا' لیکن خانم میمونہ شاہ جس طرح مناسب سمجھیں گی یہ استقبال کریں گی۔ آپ اس جانب سے بالکل مطمئن رہیں۔"

"اور وہاں کرنا کیا ہو گا؟" میں نے سوال کیا۔

"جی' اس بارے میں تو مجھے کوئی ہدایت نہیں دی گئی۔"

"پھر پھوٹ لو' اللہ تمہیں نیک ہدایت دے گا۔" میری بجائے حسن فیروز بول اٹھا اور وہ شخص مسکرا کر اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔ غالباً اسے حسن فیروز کے بارے میں معلومات حاصل تھیں۔ آخر کار ہم اس سفر کے لئے روانہ ہو گئے فرسٹ کلاس ایئر کنڈیشنڈ

کمپارٹمنٹ میں مسافروں کی تعداد بہت کم تھی پوری بوگی میں بہت کم لوگ موجود تھے لیکن دلچسپ بات یہ تھی کہ ہمارے عین سامنے ایک انتہائی حسین شکل و صورت کی لڑکی بیٹھی ہوئی تھی بہت ماڈرن معلوم ہوتی تھی۔ چہرے مہرے سے بہت دلکش لیکن اس کے انداز میں سادہ لوحی ٹپکتی تھی جب کہ اس سے تھوڑے فاصلے پر ایک عمر رسیدہ شخص بیٹھا ہوا تھا جو ضرورت سے زیادہ عمر رسیدہ تھا اور اس طرح اونگھ رہا تھا جیسے نشے میں ہو حسن فیروز اور میں اس سیٹ کے سامنے والی سیٹ پر تھے اور حسن فیروز سے برابر کی دوسری سیٹ پر ایک اور شخص بیٹھا ہوا تھا۔ جو تھا تو تقریباً بچپن ساٹھ کے پیٹے میں لیکن سفاری سوٹ پہنے بڑا اسمارٹ نظر آ رہا تھا جوتوں کی چمک ایسی تھی کہ صورت دیکھ لی جائے چہرے پر ہلکی ہلکی داڑھی تھی' مونچھیں ایک خاص انداز میں بنائی گئی تھیں۔ آنکھوں پر بہت ہی خوبصورت فریم کی عینک لگائی ہوئی تھی مجموعی طور پر ایک عمدہ شخصیت کا مالک نظر آ رہا تھا۔ اصل میں حسن فیروز نے ہوٹل سے یہاں تک اور اس کے بعد کمپارٹمنٹ میں داخل ہو کر جس کیفیت کا اظہار کیا تھا اس میں شدت پسندی تھی اور مجھے اس بات کا خطرہ تھا کہ وہ یقینی طور پر اپنی حرکتوں سے باز نہیں آئے گا خصوصاً وہ لڑکی جو سامنے بیٹھی ہوئی تھی اور خاصی خوش شکل تھی اور اگر تھوڑا بہت کسی کے بارے میں تجربہ رکھتا تھا تو لڑکی کے چہرے سے یہ اندازہ ہو جاتا تھا کہ بہت ہی آزاد طبیعت کی مالک ہے۔ بہرحال ٹرین روانہ ہوئی اور میں نے کئی بار لڑکی کو اپنی اور حسن فیروز کی جانب متوجہ دیکھا پھر وہی ہوا جس کا مجھے خطرہ تھا حسن فیروز نے اسے مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

"معاف کیجئے گا مس آپ غور تو کر رہی ہوں گی کہ میں بار بار آپ کی جانب کیوں دیکھ رہا ہوں اصل میں اس سفر پر روانہ ہونے سے پہلے میں کچھ کھو آیا ہوں۔" میرا دل دھک سے ہو گیا تھا مجھے خدشہ ہوا تھا کہ لڑکی نہ جانے حسن فیروز کی اس بات کے جواب میں کیا کہے' رخ تو میں نے تھوڑا سا تبدیل کر لیا تھا اور اس بوڑھے کو دیکھ رہا تھا جو لڑکی کا ساتھی تھا اور کم بخت نے اونگھتے رہنے کی قسم کھا لی تھی ایسی نوجوان حسین پرکشش لڑکی کے لئے اگر اس جیسے بے وقوف محافظ کو مقرر کر دیا گیا ہے تو انتہائی گدھے پن کا ثبوت دیا گیا ہے ایسی لڑکیوں کی تو لمحہ لمحہ نگرانی کرنا ہوتی ہے چاہے وہ بذات خود کتنی شریف کیوں نہ ہوں لیکن باقی تو شریف نہیں ہوتے۔ لڑکی نے مسکرا کر حسن فیروز کی جانب دیکھا اور بولی۔

"آپ کی بات میری سمجھ میں نہیں آئی جناب۔"

"میرا مطلب ہے کہ کچھ کمزوریاں ایسی ہوتی ہیں جن کا اظہار بھی ممکن نہیں ہوتا کیا سمجھیں آپ۔"

"کاش میں سمجھ سکتی۔" لڑکی نے کہا۔

"گویا آپ کے دل میں میری بات کو سمجھ لینے کی حسرت ہے۔"

"پتا نہیں' ویسے آپ واقعی بڑی الجھی ہوئی گفتگو کر رہے ہیں۔"

"اس کی وجہ ہے مس' پتا نہیں آپ کا کیا نام ہے۔ حالانکہ میں آپ کے نام سے واقفیت حاصل کرنا چاہتا ہوں لیکن انسان کی ہر خواہش تو پوری نہیں ہوتی۔"

"بھلا اس میں خواہش نہ پوری ہونے کا کیا سوال ہے میرا نام تسنیم ثانی ہے۔"

"تسنیم ثانی' اچھا ویسے دونوں نام کافی خوبصورت ہیں۔ تسنیم بھی بہت اچھا اور ثانی بھی بہت اچھا ہے ثانی غالباً آپ کے والد صاحب کا نام ہوگا' مم معاف کیجئے گا اگر آپ کی شادی نہیں ہوئی ہے تو۔"

"نہیں نہ میری شادی ہوئی ہے اور نہ ہی یہ نام میرے والد صاحب کا ہے۔ یہ میرا اپنا ہی نام ہے۔"

"سبحان اللہ' بعض انسانوں کو قدرت کیا کچھ نہیں دے دیتی مثلاً جیسے آپ کو یہ ہوش ربا حسن اور اس کے ساتھ یہ خوبصورت نام' کمال ہے ویسے میں آپ کو اب بھی یہ بتا رہا ہوں کہ میں ایک شریف آدمی ہوں اصل میں اگر ریحانہ کے ساتھ مجھے وقت دے دیا جاتا تو آپ یقین کیجئے کہ میں کسی دوسری جانب نگاہ اٹھا کر بھی نہ دیکھتا۔" لڑکی کی پیشانی پر ایک عجیب سی شکن پھیل گئی تھی اس نے گردن ٹیڑھی کرکے شانے ہلائے اور پھر آہستہ سے بولی۔

"اب ذرا مجھے موقع دیجئے کہ میں آپ کی کہی ہوئی باتیں سمجھ لوں اس کے بعد آپ سے باتیں کروں گی۔"

"حالانکہ اصولی طور پر آپ کو سب سے پہلے نام میرا پوچھنا چاہئے تھا۔"

"نہیں' اب ہر جگہ اصول تو لاگو نہیں ہوتے لیکن خیر آپ بھی کیا یاد کریں گے بتا دیجئے اپنا نام۔"

"نہیں' ایسے نہیں' ہر چیز کی ایک اہمیت ہوتی ہے ایک مقام ہوتا ہے آپ دلچسپی اور لگن سے میرا نام پوچھیں گی تو میں آپ کو ضرور بتاؤں گا۔"

"تو پھر انتظار کر لیجئے گا کہ میری دلچسپی اور میری لگن جاگ اٹھے۔" اس نے کہا اور

حسن فیروز منہ چلاتے ہوئے دوسری جانب دیکھنے لگا تھا۔ ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے لڑکی اس کی ان باتوں سے بور ہوگئی ہو وہ کھڑکی سے باہر دیکھنے لگی تھی میں نے خاموشی اختیار کئے رکھی لیکن ہمارے برابر بیٹھے ہوئے اس اسمارٹ سے بوڑھے آدمی نے کہا۔

"اصل میں تم لوگ لفظوں کے استعمال سے بھی واقف نہیں ہو' کسی حسین لڑکی کو اگر پہلی بار جب اپنی جانب متوجہ کیا جاتا ہے تو جو انداز تم نے اختیار کیا ہے وہ بالکل غلط تھا ہم جب بھی کبھی ایسی کوئی کوشش کرتے تھے تو مجال ہے کہ لڑکی ہمارے لفظوں کے جال میں نہ جکڑ جائے۔ شاید تم اس بات پر یقین نہ کرو کہ میں نے اپنی زندگی میں گیارہ عشق کئے ہیں کیا سمجھے۔" حسن فیروز چونک کر بوڑھے آدمی کی طرف متوجہ ہوگیا پھر اس نے کہا۔

"چچا میاں جو کھنڈرات میری نگاہوں کے سامنے ہیں انہیں دیکھ کر تو یہ اندازہ ہوتا ہے کہ لڑکیوں نے جوتے مار مار کر آپ کی یہ حالت کردی ہے۔ اماں کبھی آئینے میں اپنا چوکھٹا دیکھتے ہو۔" میرا خیال تھا کہ بوڑھا حسن فیروز کی بدتمیزی کا برا مان جائے گا لیکن بوڑھے کے چہرے پر ایک پرسکون مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی۔

"عزیز' کتنی عمر ہوگی تمہارے خیال میں میری؟"

"سو سے کچھ زیادہ ہی ہوگی۔" حسن فیروز بولا اور بوڑھا پھر ہنس دیا۔

"نہیں' میرا خیال ہے تم مجھے ذہنی طور پر نڈھال کرنے کی کوشش کر رہے ہو حالانکہ ایسی کوئی بات نہیں ہے زندگی کے ۶۵ سال پورے کر چکا ہوں اور اب نئے سال کے سفر کا آغاز کیا ہے۔ میں سمجھتا ہوں اس عمر میں پہنچنے کے بعد کم از کم تم جیسے نوجوان تو بقول قمر جلالوی کے جھک جھک کر جوانی تلاش کر رہے ہوں گے۔" بڑے میاں بھی خاصے تیز طرار معلوم ہوتے تھے میں ان کی گفتگو میں دلچسپی لے رہا تھا اور مزے کی بات یہ کہ وہ لڑکی بھی اپنے اوپر ہونے والا تبصرہ سن رہی تھی۔ ایک دوبار میں نے اس کے چہرے پر نگاہ بھی ڈالی تھی اور مجھے یوں محسوس ہوا تھا کہ جیسے لڑکی ان دونوں کی باتوں میں دلچسپی لے رہی ہو جب کہ اس کا بے خبر ساتھی زندگی کے نہ جانے کون سے رنگ میں ڈوبا ہوا تھا۔ میں ان کی گفتگو سننے لگا۔

"بات یہ ہے کہ جب میں جھک جھک کر جوانی تلاش کرنے کی عمر کو پہنچوں گا تو میرے ذہن میں نیکیاں گھر کر چکی ہوں گی اپنے ذہن کو تمہاری طرح شیطان کی جھونپڑی نہیں بننے دوں گا میں۔"

"سنو میرے دوست یہ سب کچھ تم نوجوانوں کی گندی سوچ ہے۔ ورنہ حقیقت تو یہ ہے کہ خوش نمائی خوش رنگی، خوبصورتی یہ سب نیکیوں کا جز ہیں اور اگر کوئی انسان حسن پسند ہو تو اسے برا نہیں کہا جاسکتا۔ یہ حسن اگر پھولوں میں ملے، حسین درختوں میں ملے، ڈوبتے سورج میں ملے، ابھرتے چاند میں ملے، لہلہاتی کونپلوں میں ملے، خوشگوار ہواؤں میں ملے یا کسی حسین چہرے کے نقوش میں بہرحال اگر اس کی جانب پاکیزہ نگاہوں سے دیکھا جائے تو صرف خدا کی قدرت کی ثناء خوانی کرنے کو جی چاہتا ہے۔"

"اور خدا کی قدرت کی ثناء خوانی کسی نوجوان اور حسین لڑکی کے نقوش سے ہی کی جاسکتی ہے اور اس وقت تو آپ کا مرکز نظر یہی بات تھی ناں۔"

"نہیں، میرا مرکز نظر نہیں بلکہ میں تمہارے مرکز نگاہ کو دیکھ رہا تھا۔"

"تو تکلیف کیا تھی آپ کو۔" حسن فیروز نے سوال کیا اور بوڑھا مسکرانے لگا۔ پھر اس نے جیب سے ایک شیشی نکالی نسوار جیسی شیشی تھی، اس نے اس کا ڈھکن کھول کر اسے ناک سے لگایا لمبی لمبی سانسیں کھینچیں ویسے ایک لمحے کے اندر اندر ایسی تیز اور نفیس خوشبو فضا میں پھیل گئی تھی جس سے بڑی فرحت کا احساس ہوتا تھا حسن فیروز نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"غالباً اپنی قوتیں مجتمع کر رہے ہو تم بزرگ محترم۔"

"نہیں، یہ میری ایجاد ہے صحیح معنوں میں دماغ کو تیز کرنے کے لئے ایک اعلیٰ ترین چیز ذرا دیکھو۔" بوڑھے نے کہا اور اس کا ڈھکن اپنے ہاتھ میں رکھا اور شیشی حسن فیروز کی جانب بڑھا دی حسن فیروز نے اسے سونگھ کر دیکھا لیکن اس بار نہ جانے کیوں وہ خوشبو نہیں پھیلی تھی حسن فیروز نے دو تین گہری گہری سانسیں لیں اور اس کے بعد شیشی بوڑھے کو واپس کر دی اور عجیب سے لہجے میں بولا۔

"لعنت ہے نہ جانے کیا منحوس چیز ہے۔" بوڑھے نے شیشی کا ڈھکن بند کر کے جیب میں ڈالتے ہوئے کہا۔

"یہی بات ہوتی ہے اہل ذوق اور بدذوقوں کی۔" حسن فیروز نے بوڑھے کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا نہ جانے وہ کیوں ایک دم خاموش سا ہو گیا تھا اور کسی سوچ میں ڈوب گیا، لڑکی جب کہ دلچسپی سے ان لوگوں کی گفتگو سن رہی تھی، غالباً اس بات کی منتظر تھی کہ بات آگے بڑھے، میں بھی اس کی دلچسپی پر غور کر رہا تھا براہ راست کوئی اس سے مخاطب نہیں تھا لیکن گفتگو کا موضوع وہی تھی حسن فیروز کی اچانک خاموشی میرے لئے

ذرا سی حیران کن تھی میں نے اس کی جانب دیکھا لیکن اسے چھیڑنا میرے لئے مناسب نہیں تھا کچھ لمحے گزر گئے اور اس کے بعد لڑکی نے جھک کر اپنے بوڑھے ساتھی سے کچھ کہا اور وہ چونک کر سیدھا ہو گیا۔ ہم سفر بوڑھے نے ایک بار پھر حسن فیروز کو مخاطب کیا۔

"یوں لگتا ہے جیسے تمہارے ذوق لطیف کو تالا لگ گیا ہے۔"

"مطلب کیا ہے اگر آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ یہ لڑکی میرے لئے کوئی بہت بڑی حیثیت رکھتی ہے تو اس تصور کو اپنے ذہن سے نکال پھینکئے گا اس طرح۔"

حسن فیروز نے جیب سے اپنا پرس نکال کر آگے پھینک دیا اور میں حیرانی سے اسے دیکھنے لگا ان الفاظ کو ادا کرتے ہوئے حسن فیروز کی زبان میں ایک ہلکی سی لڑکھڑاہٹ بھی تھی نہ جانے کیوں میری چھٹی حس مجھے کچھ احساس دلانے لگی۔ اس احساس کو میں کوئی نام نہیں دے سکا تھا لیکن حسن فیروز کے چہرے کے بدلتے ہوئے نقوش اور اس کی زبان کی لڑکھڑاہٹ مجھے یہ احساس دلا رہی تھی کہ کوئی بات ہوئی ہے اور پھر یہ پرس کا پھینک دینا اس میں تو بہت کچھ تھا۔ بوڑھے نے بھی حیرت سے اسے دیکھا پرس لڑکی کے پاؤں سے تھوڑے فاصلے پر گرا تھا۔ لڑکی نے اسے اٹھایا اور عجیب سی نگاہوں سے ہم دونوں کو دیکھا، پھر پرس میری طرف بڑھاتے ہوئے بولی۔

"میرا خیال ہے آپ کے ساتھی کافی جذباتی ہو گئے ہیں۔"

"نہیں محترمہ آپ کو اندازہ نہیں، میری تو پھوکڑی میں کھوڑا ہے۔ میں کوئی عقلمند آدمی نہیں ہوں، لیکن یہ بابا جی۔"

"کہہ لو، کہہ لو، دل کے چھالے پھوڑ لو حالانکہ سچی بات تو یہ ہے کہ آج بھی جوانی کی یادیں میرے ذہن میں پوشیدہ ہیں اور اگر میں تم سے اس کا تذکرہ کروں تو شاید تم یقین نہ کرو۔"

"کیا کرتے رہے ہو تم چچا میاں۔" حسن فیروز اس طرح آنکھیں کھول رہا تھا جیسے پلکیں جھکتی جا رہی ہوں۔

"ایک نام تھا ایک زندگی تھی میری، فوج میں ملازم تھا اور تمہیں اپنا عہدہ کیا بتاؤں اصل میں فوج میں عہدے نہیں جذبے ہوتے ہیں۔ ہاں یہ الگ بات ہے کہ دوسری جنگ میں میری جنگ اپنے لئے نہیں تھی اپنے وطن کے لئے نہیں تھی بلکہ وہ صرف ایک کاروباری جنگ تھی۔ میں نے دوسری جنگ میں جو کارنامے سرانجام دیئے ہیں ایک فوجی کی حیثیت سے میں ان پر فخر کر سکتا ہوں لیکن یہ ضرور کہہ سکتا ہوں کہ کاش وہ جنگ میں

نے اب لڑی ہوتی اپنے وطن کے لئے۔"

"لیکن میں جنگ لڑ رہا ہوں اپنے وطن کے لئے اور میں جانتا ہوں کہ جنگ عظیم میں تم نے مجھ سے بہتر کوئی کارنامہ انجام نہیں دیا ہو گا۔"

"کک کیا مطلب' تم فوج میں ہو۔" بوڑھے نے چونک کر پوچھا۔

"بالکل ہوں اور دو کرنلوں سے میری جنگ ہے' کرنل ہمایوں' کرنل جہانگیر' دوسری جنگ عظیم میں ایسے خطرناک کرنل تم نے دیکھے بھی نہ ہوں گے' کیا سمجھے لیکن میں ابھی جنگ کر رہا ہوں میری جنگ جاری ہے ایک کرنل جہانگیر ہے جو کسی بیٹے کا باپ ہے لیکن ایک عورت کے چنگل میں پھنسا ہوا ہے اور وہ تینوں بیٹیاں اسے اپنی لگتی ہیں کیا سمجھے اور میں' میں تنہا مقابلہ کر رہا ہوں دوسرے کرنل ہمایوں ہیں جن کی پالیسی ابھی تک واضح نہیں ہو سکی کہ اتحادیوں میں شامل ہیں یا ہٹلر کے ساتھ لیکن میں دعوے سے کہتا ہوں کہ آخر کار فتح میری ہو گی سمجھ رہے ہو نا آپ لوگ فتح میری ہو گی۔" حسن فیروز کا انداز تقریر کرنے جیسا ہو گیا اور مجھے یوں لگا جیسے وہ آپے سے باہر ہو رہا ہے ویسے تو وہ ایک عجیب و غریب نوجوان تھا ہی لیکن کسی ایسے مقام پر سفر کے دوران ٹرین میں وہ اس قسم کی حرکات شروع کر دے گا میں نے اس کا اندازہ کبھی نہیں کیا تھا۔ حسن فیروز یہ تقریر کرنے کے بعد خاموشی سے بیٹھ گیا لڑکی بھی خاموش ہو گئی تھی اور اب اس کے چہرے پر کسی قدر عجیب سے نقوش تھے جیسے وہ حسن فیروز کی ان حرکتوں سے خوفزدہ ہو گئی ہو ہر لڑکی بہرحال بدنامی سے ڈرتی ہے تھوڑی سی دلچسپی اپنی جگہ لیکن اب اس طرح بھی نہیں کہ حسن فیروز اس طرح کے کام شروع کر دے۔

"کیا ہو رہا ہے تمہیں حسن' کیا بات ہے۔" لیکن واقعی مجھے یہی لگا تھا جیسے حسن تھوڑی دیر کے لئے ہوش و حواس سے بیگانہ ہو گیا ہو اور ایک لمحے کے اندر اندر میرے ذہن میں ایک عجیب سی کیفیت نے سر ابھارا۔ وہ شیشی جو بوڑھے کی جیب سے نکلی تھی اور حسن فیروز کے ہاتھوں سے ہوتی ہوئی واپس بوڑھے کی جیب میں پہنچ چکی تھی یقینی طور پر کسی اہمیت کی حامل تھی اور اس نے حسن فیروز کی یہ کیفیت کر دی تھی اس کے بعد میں نے حسن فیروز کو اونگھتے ہوئے ہی پایا تھا۔ بہرحال بوڑھا شکل و صورت سے کوئی غلط آدمی معلوم نہیں ہوتا تھا لیکن یہ حرکت ذرا قابل غور تھی مجھے اس پر خصوصی طور پر نگاہ رکھنی تھی۔ حسن فیروز کو تو جیسے سانپ سونگھ گیا تھا۔ جاگ رہا تھا لیکن کوئی گفتگو نہیں کر رہا تھا میں نے اس سے کئی بار مخاطب کرنے کی کوشش کی لیکن اس نے صحیح طور پر میری بات کا

کوئی جواب بھی نہیں دیا۔ چنانچہ میں نے بھی خاموشی اختیار کر لی لیکن بہرحال بوڑھے کی جیب کو میں نے نگاہ میں رکھا تھا اور پھر تھوڑی دیر کے بعد مجھے موقع مل ہی گیا بوڑھا غالباً واش روم میں جانے کے لئے اپنی جگہ سے اٹھا تھا اور میرے قریب سے اس طرح گزرا تھا کہ اس کے کوٹ کی جیب میرے چہرے سے ٹکرائی تھی میں نے اس طرح اپنے چہرے کو پیچھے ہٹایا اور اس کے کوٹ کی جیب کو سرکایا جیسے صرف اپنے چہرے کو اس کے لباس سے بچانے کی کوشش کر رہا ہوں لیکن مجھے خود بھی اندازہ نہیں تھا کہ میں اتنی عمدگی سے ہاتھ کی صفائی دکھا سکتا ہوں میں نے وہ شیشی بوڑھے کی جیب سے پار کر دی تھی جو بہت چھوٹی سی شیشی تھی اور یقینی طور پر بوڑھے کو اس کا احساس نہیں ہوا تھا میں نے احتیاط سے وہ شیشی اپنے موزے میں منتقل کر لی تھی کیونکہ یہ بھی ہو سکتا تھا کہ بوڑھے کو اس کی گمشدگی کا احساس ہو جائے اور وہ اس کے لئے کوئی ہنگامہ کرے شیشی میرے پاس سے برآمد نہیں ہونی چاہئے تھی اس کے بعد میں خاموش ہو کر بیٹھ گیا البتہ حسن فیروز کی طرف سے مجھے ہلکی سی تشویش ہی رہی' لڑکی نے کئی بار نگاہیں اٹھا کر ہمیں دیکھا تھا لیکن اب ہم اس کی جانب متوجہ نہیں تھے چنانچہ وہ خود بھی ایک رسالہ کھول کر بیٹھ گئی اور اس کی پوری توجہ رسالے کی جانب مبذول ہو گئی جب کہ بوڑھا تھوڑی دیر کے بعد واپس آ کر اپنی سیٹ پر بیٹھ گیا تھا۔ تقریباً دس منٹ کے بعد میں اپنی جگہ سے اٹھا اور واش روم کی جانب بڑھ گیا۔ واش روم کا دروازہ اندر سے بند کر کے میں نے وہ شیشی نکالی اور اس کے بعد میرے شبہے کی تصدیق ہو گئی شیشی میں ڈبل ڈھکن لگا ہوا تھا یعنی وہ دو حصوں میں تقسیم تھی اور اس کے دونوں سمت کارک لگے ہوئے تھے۔ میں نے یہ کوشش تو نہیں کی کہ اسے کھول کر دیکھوں کیونکہ وہ خوشبو بھی میں نے محسوس کی تھی جو شیشی کا ایک سرا کھولنے سے پھیل گئی تھی اور اس کے بعد دوسرے سرے کی تباہ کاری بھی دیکھی تھی جس نے حسن فیروز جیسے آدمی کی زبان بند کر دی تھی لیکن شیشی کو میں نے دوبارہ موزے میں رکھ لیا بہرحال نایاب چیز ہے اس کا اندازہ مجھے ضرور ہو گیا تھا کہ بوڑھا کوئی شے ہے اور یقینی طور پر اس نے حسن فیروز کو زک دینے کے لئے شیشی اسے سنگھائی تھی میں واپس آ کر اپنی جگہ بیٹھ گیا بوڑھا بھی اطمینان سے بیٹھ گیا تھا پھر اس نے مسکراتے ہوئے خود ہی مجھ سے کہا۔

"تمہارا ساتھی بالکل خاموش ہو گیا ہے۔"

"جی ہاں' اس کے بولنے کا وقت مقرر ہے۔" میں نے کلائی پر بندھی گھڑی دیکھ کر کہا۔

"کیا مطلب؟"

"دن میں ہر تین گھنٹے کے بعد یہ بولتا ہے اور باقی تین گھنٹے خاموشی سے گزارتا ہے۔"

"دونوں ہی کھسکے ہوئے ہو۔" بوڑھے نے مدہم لہجے میں یہ بات کہی لیکن میں نے اس کے الفاظ سن لئے تھے البتہ یہ الگ بات ہے کہ میں نے اسے اس کا کوئی جواب نہیں دیا تھا اور پھر وقت گزرتا رہا بوڑھے کو غالباً شیشی کا خیال بھی نہیں آیا تھا یہاں تک کہ ہماری منزل آگئی اور ہم نظام آباد پہنچ گئے جو ایک انتہائی خوبصورت اسٹیشن تھا مجھے اندازہ ہوا کہ بوڑھا ٹرین ہی میں بیٹھا رہا ہے گویا وہ آگے جانے کا ارادہ رکھتا ہے۔ لڑکی اور اس کا ساتھی بوڑھا بھی ٹرین میں بیٹھے رہے تھے نظام آباد کے ریلوے اسٹیشن پر ہمارے علاوہ بھی بہت سے افراد اترے تھے حسن فیروز اب بھی اتنا ہی خاموش تھا بس ایک عجیب سی کیفیت اس پر طاری ہوگئی تھی بظاہر اس کے وجود میں اضمحلال نہیں تھا لیکن بس اس کی زبان وہ تیز طراری رخصت ہوگئی تھی لیکن وہ عجیب شہ میرے پاس موجود تھی جس نے اس کی یہ کیفیت کی تھی۔ ہم پلیٹ فارم پر اترے ہی تھے کہ تین چار افراد ہمارے پاس پہنچ گئے۔ بہترین لباسوں میں ملبوس شاندار شخصیتوں کے مالک تھے ان میں سے ایک نے آگے بڑھ کر کہا۔

"معاف کیجئے گا جناب کیا آپ دونوں حسن فیروز اور گل مراد ہیں۔"

"جی' آپ کون ہیں؟" میں نے کہا۔

"خانم میمونہ شاہ کے خادم ہیں آپ کی آمد کی ہمیں اطلاع مل گئی تھی۔ خانم نے ہمیں آپ کے استقبال کے لئے بھیجا ہے۔ براہ کرم تشریف لائیے۔" ان میں سے دو نے پر احترام انداز میں ہمارے سوٹ کیس اپنے ہاتھ میں لے لئے تھے حالانکہ ہمیں پہلے سے اس کے بارے میں کوئی علم نہیں تھا لیکن ممکن ہے ایسا ہو اور پھر ویسے بھی اگر کوئی ہنگامہ شروع ہونا ہے تو ہوجانا چاہئے حسن فیروز بھی خاموشی سے ہمارے ساتھ چل پڑا تھا۔ ریلوے اسٹیشن کو ہی دیکھ کر ایک لمحے کے اندر یہ اندازہ ہوگیا تھا کہ نظام آباد اور اگر کچھ نہیں ہے تو کم از کم ایک خوبصورت شہر ضرور ہے لوگ بے شک درمیانے درجے کے نظر آرہے تھے لیکن باہر آنے کے بعد اس بات کا پورا یقین ہوگیا کہ نظام آباد کی ترتیب بے مثال ہے ایک شاندار بیوک کھڑی ہوئی تھی اس کے برابر ہی ایک جیپ بھی تھی بیوک کا ڈرائیور مستعد کھڑا تھا' کھلی چھت والی کار تھی جو موسم کی مناسبت سے بہت شاندار تھی

ہمارے ساتھ آنے والوں میں سے ایک نے فوری طور پر پچھلا دروازہ کھولا اور پر ادب لہجے میں بولا۔"

"براہ کرم تشریف رکھئے۔" حسن فیروز نے دو تین بار گردن جھٹکی اور مجھے ایک لمحے کے اندر اندر یہ محسوس ہوا جیسے وہ اپنی اصل کیفیت میں واپس آگیا ہو ویسے کھویا ہوا وہ بالکل نہیں تھا بس زبان پر خاموشی کی مہر لگ گئی تھی۔ ہم دونوں بیٹھ گئے اور ان میں سے ایک شخص ڈرائیور کے برابر جا بیٹھا ہمارے سوٹ کیس جیپ میں رکھ دیئے گئے باقی تین افراد جیپ کی جانب بڑھ گئے تھے اور پھر بیوک اسٹارٹ ہوکر چل پڑی۔ ہمیں ایسا وی آئی پی استقبالیہ ملے گا اس کا ہمیں خود اندازہ نہیں تھا۔ بہرحال سڑک کے دونوں جانب سبزہ زار سجے ہوئے تھے حسین ترین عمارتیں' تعجب کی بات تھی اپنے ہی ملک میں بعض جگہیں ایسی تھیں جن کی اصل حیثیت نگاہوں کے سامنے یا علم میں نہیں آئی تھی۔ خوبصورت عمارتیں اور حسین سبزہ زار کار جن جن سڑکوں سے گزری تھی میں نے ان کے کنارے درختوں کی یکساں قطاریں دیکھی تھیں پھر غالباً ہم شہر سے باہر جانے والی سڑک کی جانب مڑ گئے' یہاں بھی حسین و جمیل ہریالی لہلہا رہی تھی' میرے ذہن میں ایک اور خیال بھی تھا۔ چونکہ کرنل ہمایوں کی طرف سے ہمیں اس استقبال کے بارے میں کوئی اطلاع نہیں تھی اس لئے یہ بھی ہوسکتا ہے کہ استقبال کرنے والوں نے جس پُر ادب انداز میں ہمارا استقبال کیا ہے بعد میں ہمیں کپڑوں سے بے نیاز کر کے ہماری ٹھکائی کریں' اس کے امکانات ہوسکتے تھے لیکن کرنل لیں نے کہا تھا کہ خانم کے پاس پہنچنے کے بعد ہی ہمیں صورت حال کا اندازہ ہوگا یہاں کم از کم یہ احساس ضرور ہورہا تھا کہ اگر واقعی خانم کے آدمی ہیں تو خانم ہماری آمد کو پوشیدہ نہیں رکھنا چاہتی لیکن خانم میمونہ شاہ کا ہمیں بلانے کا مقصد کیا ہے۔ یہ تو معلوم ہی کرنا ہوگا۔ پھر ان سرسبز و شاداب علاقوں سے گزرنے کے بعد کار جس عمارت کے عظیم الشان گیٹ سے اندر داخل ہوئی تھی اس کے طرز تعمیر کے بارے میں صحیح فیصلہ نہیں کیا جاسکتا تھا یوں محسوس ہوتا تھا جیسے قدیم رجواڑوں کی کوئی عمارت ہو' باہر کا انداز فصیلوں جیسا ہی تھا جب کہ عمارت کو دیکھ کر یہ اندازہ نہیں ہوتا تھا کہ کوئی قدیم عمارت ہوگی' عظیم الشان گیٹ سے اندر داخل ہونے کے بعد ایک وسیع و عریض لان کے درمیان سے خاصا فاصلہ طے کرنا پڑا۔ عمارت کے چاروں طرف درختوں کے جھنڈ لہلہا رہے تھے' سفید پتھروں کی روش بنائی گئی تھی اور سامنے ایک وسیع و عریض پورچ تھا' یہاں بھی کچھ افراد مستعد کھڑے ہوئے تھے اور انہوں نے آگے بڑھ کر عقبی

سمت کے دونوں دروازے کھولے تھے اور پھر ہماری رہنمائی کرتے ہوئے ہمیں ایک بغلی حصے میں لے گئے تھے جہاں حسین و جمیل عمارت کے آثار نظر آرہے تھے' پانچ سیڑھیاں گول دائرے کی شکل کی بنی ہوئی تھیں اور اس گول دائرے نما سیڑھیوں سے گزار کر ہمیں ان دروازوں تک پہنچایا گیا جو ہمارے لئے مخصوص کئے گئے تھے' ہمارے ساتھ آنے والوں میں سے وہ شخص جو بیوک میں ڈرائیونگ سیٹ کے برابر والی سیٹ پر بیٹھا تھا غالباً ہمارا افسر استقبالیہ تھا اس نے کہا۔

"دو کمرے مخصوص کردیئے گئے ہیں لیکن دونوں کمروں میں دو بستر ڈالے گئے ہیں تاکہ اگر آپ دونوں حضرات ایک ہی کمرے میں رہنا پسند کریں تو آپ کو دقت نہ ہو۔"

"بے حد شکریہ ویسے ہم ایک ہی کمرہ پسند کریں گے۔" میں نے کہا۔

"البتہ دوسرے کمرے کو ہمارے لئے مخصوص رہنے دیا جائے ہوسکتا ہے ہمارے درمیان کوئی اختلاف ہوجائے اور ہم الگ الگ کمروں میں رہنا پسند کریں۔" حسن فیروز نے کہا اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی گویا وہ اپنی اصل اوقات میں واپس آگیا تھا۔ بہرحال کمرا بھی اپنے طور پر بہت شاندار فرنیچر سے آراستہ تھا ہمارے سوٹ کیس بھی ایک کمرے میں پہنچا دیئے گئے اور پھر دو ملازم قسم کے لوگ ہمارے سامان کو نکال نکال کر الماریوں میں سجانے لگے۔ اس دوران میں اور حسن فیروز اس وسیع و عریض کمرے کا جائزہ لے رہے تھے' دونوں ملازموں نے اپنا کام کیا اور پرادب انداز میں کچھ کہے بغیر باہر نکل گئے' تو حسن فیروز نے کہا۔

"ہوں' غور کررہے ہو۔"

"جی چیف اور آپ کی رائے کا منتظر ہوں۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"فی الحال اس عمارت کے بارے میں اپنی رائے دینے کی بجائے کرنل ہمایوں کے بارے میں کچھ کہنا چاہتا ہوں۔"

"ارشاد۔" میں نے کہا۔

"یہ حقیقت ہے کہ وہ میرے دادا جان ہیں اور میرے باپ کے بھی باپ ہیں اور یہ بھی حقیقت ہے کہ ملٹری انٹیلی جنس میں کرنل ہمایوں کی شخصیت بڑی نمایاں حیثیت کی حامل تھی لیکن اس کے بعد کرنل ہمایوں نے جو یہ سب کچھ اپنایا ہے۔ درحقیقت اس نے مجھے شدید حیران کردیا ہے اور میں بڑی عجیب وغریب کیفیتوں کا شکار ہوجاتا ہوں۔ ویسے تو بہت سی باتیں سامنے آتی ہیں مثلاً یہ کہ کرنل ہمایوں نے عمر کے اس حصے میں یہ سارے

کھڑاک کیوں پھیلائے ہوئے ہیں' عمر کی یہ منزل تو سکون سے جینے کے لئے ہوتی ہے انہوں نے کیسی کیسی جگہوں تک اپنے ہاتھ پھیلا رکھے ہیں۔ کیا تمہیں حیرت نہیں ہوتی گل مراد۔"

"میری بات نہ کرو' میں نے درحقیقت بہت مختصر دنیا دیکھی ہے۔ زندگی کے بہت سے روپ میری نگاہوں سے اوجھل تھے نہ جانے زندگی میں کون سا کام کرڈالا جو اللہ کو پسند آگیا اور اس نے مجھے تم لوگوں تک پہنچا دیا۔ حقیقت یہ ہے کہ اگر دادا جان کے بارے میں سوچا جائے تو وہ ایسی بے مثال شخصیت کے مالک ہیں جس پر جتنا بھی ناز کیا جائے کم ہے۔ وہ اس عمر میں وہ کررہے ہیں جو بڑے بڑے لوگوں نے ساری عمر میں نہ کیا ہوگا۔ حقیقت یہ ہے کہ انہوں نے جو زندگی گزاری ہے وہ بے مثال ہے اگر وہ گوشہ نشینی اختیار کرلیتے تو دو ہی صورتیں تھیں اس کی' دنیا سے ان کے رابطے ختم ہوجاتے اور وہ کسی بات سے دلچسپی نہ رکھتے لیکن انہوں نے دنیا داری بھی رکھی اور جو کچھ وہ کررہے ہیں حسن فیروز' یقین کرو وہ اپنی نوعیت کی منفرد چیز ہے ان کے کچھ مقاصد ہیں جو یقینی طور پر آہستہ آہستہ ہی ہمارے سامنے آئیں گے۔"

"کتنی شاندار جگہ ہے یہ' لوگ اس انداز میں بھی زندگی گزارتے ہیں ویسے حقیقت یہ ہے کہ خانم میمونہ شاہ نے اپنا ایک تاثر قائم کرلیا ہے مجھ پر اس سے پہلے تو ہم چنار پور کے بارے میں سوچ رہے تھے لیکن کہاں چنار پور اور کہاں یہ عالی شان قلعہ نما حویلی' دیکھو ابھی کیا کیا اسرار سامنے آتے ہیں' اندازہ یہ ہورہا ہے جیسے یہ حویلی کا مہمان خانہ ہو اور ہم اس میں ایک معزز مہمان۔"

"ہاں بلاشبہ۔"

"مگر یہ پتا نہیں چلا کہ خانم میمونہ شاہ کا پرابلم کیا ہے؟"

"بات آہستہ آہستہ ہی پتا چلے گی۔" حسن فیروز پر خیال انداز میں گردن ہلانے لگا تھا۔ بہرحال ہم نے اپنے لباس وغیرہ تبدیل کئے جس ماحول میں آئے تھے اسی کے مطابق وقت گزارنا تھا۔ جب میں نے وہ شیشی جیب سے نکال کر ایک جگہ رکھی تو اتفاق سے حسن فیروز کی نظر اس پر پڑ گئی۔

"یہ' یہ' یہ۔" اس نے ایک لمبی چھلانگ لگائی اور شیشی اٹھا کر ہاتھ میں لے لی' پھر اس نے پھٹی پھٹی آنکھوں سے میری طرف دیکھا۔

"کیا یہ اس بوڑھے شخص کے پاس نہیں تھی اور کیا اس نے......... اف میرے

خدا، میرے خدا۔" حسن فیروز خاموش ہو گیا۔

"کہیں تم پر خاموشی کا دورہ دوبارہ نہ پڑ جائے۔"

"یار اسسٹنٹ مجھے تو یہ کافی خطرناک چیز معلوم ہوتی ہے۔"

"فرصت سے اس کے بارے میں تم سے گفتگو کرتا۔"

"فرصت ہے لیکن مجھے یہ بتاؤ کہ تمہارے پاس کہاں سے آئی یہ؟"

"ایک عجیب چیز تھی میں نے سوچا اس کا تجزیہ تو کیا جائے۔"

"مگر یہ آئی کہاں سے تمہارے پاس۔"

"یار بس، اس بوڑھے آدمی کی جیب سے میرے پاس منتقل ہو گئی کون سا بڑا کام تھا یہ۔"

"وہ بوڑھا، وہ تو ٹرین ہی میں آگے بڑھ گیا تھا نا۔"

"ہاں۔"

"تم یقین کرو گے کہ جب میں نے بوڑھے سے اس شیشی کو لے کر سونگھا تو اچانک ہی مجھے یہ احساس ہوا جیسے کوئی چیز میرے ناک کے راستے دماغ تک پہنچ گئی ہو اور اس کے بعد مجھے یہ لگا جیسے میرا دماغ کسی کی گرفت میں آ گیا ہو، یقین کرو میں اپنی زبان تک بھول گیا تھا اگر اس دوران میں نے کوئی الفاظ ادا کئے تھے تو وہ ہوش مندی کے عالم میں نہیں تھے بس مجھے یہ لگا تھا کہ کوئی پراسرار قوت میری زبان کو متحرک کئے ہوئے ہو اور میرے دل و دماغ پر اس کا قبضہ ہو، مگر تم نے کمال کیا۔ اوہو دیکھو اس کے دو حصے ہیں ایک ادھر سے کھلتا ہے اور ایک ادھر سے، اب ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ خوشبو والا حصہ کون سا ہے اور وہ پراسرار۔"

"ابھی یہ قابل تذکرہ نہیں ہے اسے محفوظ رکھو، پھر کبھی اس پر تجربہ بھی کریں گے اور دادا جان سے اس بارے میں مشورہ بھی کیونکہ یہ ان کے مطلب کی چیز ہے۔"

"ٹھیک ہے مگر احتیاط سے رکھنا، پتا نہیں بوڑھا کون تھا ویسے تھی بڑی عجیب وغریب چیز اور یار وہ لڑکی، درحقیقت مجھے کافی متاثر کر گئی ہے۔ یہ نہیں پوچھا ہم نے جا کہاں رہی ہے مگر تمہیں تو ان فضولیات سے کوئی دلچسپی ہی نہیں ہے۔"

"ہاں، تم نے خود ہی وہ کہہ دیا جو اصل میں مجھے کہنا چاہئے تھا۔ درحقیقت یہ فضولیات ہیں وقت ضائع کرنے کے علاوہ کچھ نہیں۔"

"سنو ایک بات میں کہوں ہر مسئلے میں اپنے آپ کو عقل کل سمجھ لینا دانش مندی

نہیں ہے۔"

"بالکل نہیں ہے کون کہتا ہے۔" میں نے کہا۔

"کہتے نہیں، ظاہر کرتے ہیں۔" وہ بولا۔

"بندے کو اپنی کھوپڑی پر قابو پانا چاہئے کیا سمجھے، ویسے اصولی طور پر چیف ہمیں اب خانم میمونہ شاہ کے بارے میں گفتگو کرنی چاہئے کیونکہ بہرحال یہاں آ کر ہم نے جو کچھ دیکھا ہے اس سے ان کی شخصیت کے بارے میں تھوڑا بہت اندازہ ہو جاتا ہے۔"

"خانم، میرا جہاں تک خیال ہے کوئی عمر رسیدہ خاتون ہوں گی۔"

"ہو سکتا ہے۔"

.ان کا مسئلہ کیا ہے ویسے ہمیں کھلم کھلا یہاں لایا گیا ہے بڑے احترام کے ساتھ اس کا مطلب ہے خانم ہماری شخصیت کو چھپانا نہیں چاہتیں۔"

"ہاں یہ کام کی بات کی ہے آپ نے چیف!" بہرحال بقیہ وقت گزرا، پھر شام کو تقریباً ساڑھے سات بجے ایک شخص ہمارے پاس پہنچا اور اس نے کہا۔

"حسن فیروز اور گل مراد صاحب آپ کو ساڑھے آٹھ بجے ڈنر روم میں تشریف لے جانا ہے خانم میمونہ وہاں ڈنر پر آپ کا انتظار کریں گی اور اسی وقت آپ کی ان سے پہلی ملاقات ہو گی۔"

"اور آخری ملاقات؟" حسن فیروز نے سوال کیا اور وہ شخص گڑبڑا گیا۔

"ج، جی مجھے اس کے بارے میں کچھ نہیں بتایا گیا۔"

بہرحال جس وقت ہم اس ہال میں داخل ہوئے تو کئی افراد وہاں موجود تھے اور یہاں ہم نے میمونہ خانم کو دیکھا۔ بلاشبہ ایک پروقار خاتون تھیں چہرے ہی سے اندازہ ہوتا تھا کہ کوئی شخصیت ہیں مغلیہ انداز کے نقوش، بلند وبالا قدوقامت، بھرا بھرا بدن بالکل سادگی سے گوندھے ہوئے بال جنہیں دیکھ کر اندازہ ہوتا تھا کہ کھلتے ہوں گے تو طوفان آ جاتا ہو گا۔ خانم کے ساتھ کسی خان صاحب کا کوئی نمونہ نظر نہیں آیا تھا البتہ ایک بلند وبالا قدوقامت کے شخص سے ملاقات کرائی گئی تھی۔ اس کا نام رانا افضال تھا۔ رانا افضال نے اپنا تعارف کراتے ہوئے کہا۔

"آپ مجھے بیرسٹر افضال کہہ سکتے ہیں۔ ریاست کے قانونی امور کی نگرانی میں ہی کرتا ہوں اور اگر یہ کہوں کہ خانم کا خاندانی نمک خوار ہوں تو غلط نہ ہو گا۔"

"آپ سے مل کر بہت خوشی ہوئی رانا صاحب، ہمارے بارے میں تو خانم نے آپ

کو بتا ہی دیا ہے۔"

"جی' ابھی آپ کا تعارف آپ کے ناموں سے ہوا۔"

"اس خاتون سے ہمارا تعارف نہیں ہوسکا۔" میں نے اس عمر رسیدہ خاتون کی طرف اشارہ کیا جو خود بھی اچھے نقوش کی مالک تھی' لمبے لمبے سفید بال۔ خانم کی والدہ اگر نہیں تھی تو یقینی طور پر بہت ہی قریبی رشتے دار ہوں گی لیکن اس کے چہرے پر ایک عجیب سی بات تھی۔ اس کے چہرے پر کوئی تاثر نہیں تھا بس یہ محسوس ہوتا تھا جیسے پتھر کا کوئی بت کرسی پر رکھ دیا گیا ہو' اتنے سپاٹ چہرے کم ہی دیکھنے میں آتے ہیں' اس نے ایک بار بھی نگاہیں اٹھا کر نہ ہم دونوں کی جانب دیکھا تھا نہ کسی اور کی طرف' حسن فیروز ایسے موقعوں پر بھلا کہاں باز رہ سکتا تھا' میرے کان میں سرگوشی کرتا ہوا بولا۔

"یہ مجسمہ یہاں کس نے رکھا ہے اور کس احمق نے اس کو تیار کیا ہے اگر ایسا ہی کوئی مجسمہ تیار کرنا تھا تو کم از کم کسی حسین لڑکی کا مجسمہ تیار کیا ہوتا جس کو دیکھ کر آنکھوں کو فرحت بھی حاصل ہوتی۔" حالانکہ حسن فیروز نے یہ الفاظ سرگوشی کے انداز میں کہے تھے لیکن بیرسٹر افضال کے کان کافی تیز تھے۔ اس نے بھی سرگوشی کے انداز میں کہا۔

"یہ خانم فرقانہ ہیں۔ خانم فرقانہ کے بارے میں آپ سے اتنا ہی کہہ دینا مناسب ہے کہ دنیا کی تینتیس زبانیں جانتی ہیں اور نہ جانے کون کون سے علوم میں مہارت رکھتی ہیں' پی ایچ ڈی ہیں اور آپ یہ سمجھ لیجئے کہ اگر میں ان کے بارے میں آپ کو تفصیل بتانے بیٹھ جاؤں تو خاصا وقت صرف ہوجائے ویسے خانم فرقانہ یہاں نظام آباد میں نہیں رہتیں بلکہ کسی خاص مسئلے میں انہیں نظام آباد طلب کیا گیا ہے۔"

"ایک بات بتایئے رانا صاحب۔" میں نے رانا افضل سے کہا۔

"جی۔"

"خانم میمونہ کے ساتھ ان کے شوہر کو نہیں دیکھا گیا اور یہ خاتون' میرا مطلب ہے کہ آپ کے علاوہ۔"

"سر اس سلسلے میں خادم کی بس ایک ہی گزارش ہے جہاں تک ہدایت ملے گی وہیں تک کام کیا جاسکتا ہے ویسے ایسی باتیں بتانے سے گریز نہیں کروں گا جن کے لئے خانم کی اجازت ہو۔"

"تو چلئے فرقت زدہ خاتون کے بارے میں کچھ بتا دیجئے۔"

"خانم فرقانہ کی بات کر رہے ہیں آپ۔"

"ہاں' کیا یہ زندگی کے آخری ایام گزار رہی ہیں۔"

"یہ تو نہیں کہا جاسکتا لیکن خانم فرقانہ نے شادی نہیں کی صرف اپنے علوم سے انہیں دلچسپی ہے۔"

"اس وقت یہ کون سے علم کا مظاہرہ کر رہی ہیں؟"

"میرا خیال ہے یہ اس وقت خوش خوراکی کا مظاہر کر رہی ہیں۔" رانا افضال نے بھی خوش مزاجی سے جواب دیا بہرحال خانم میمونہ نے بھی اس وقت ہم سے کسی خاص مقصد کا اظہار نہیں کیا تھا اور میں نے یہ محسوس کیا تھا کہ اب حسن فیروز کی کھوپڑی آؤٹ ہوتی جارہی ہے وہاں سے اٹھنے کے بعد ہم دونوں اپنے کمرے میں واپس آگئے تھے۔

"دادا جان کو خط لکھو گے یا کوئی اور طریقہ رابطے کا موجود ہے۔" حسن فیروز نے سوال کیا۔

"کیوں خیریت؟"

"انہیں اپنے اس کارنامے کے بارے میں نہیں بتاؤ گے کہ یہاں پر تمہاری ملاقات ایسی خانم سے ہوئی ہے جو آؤٹ آف خان ہیں اور ایک ایسی کنواری دوشیزہ ملی ہے جو نہ جانے کون کون سے علوم کی ماہر اور دنیا کی تینتیس زبانیں جانتی ہے ویسے یار ایک بات کہوں۔ ان خاتون کو دیکھ کر اگر ذرا اسی سال پیچھے چلے جاؤ تو ایک حسین تصور ذہن میں نہیں ابھرتا۔"

"خدا کے بندے اب اتنی عمر رسیدہ بھی نہیں ہیں وہ اسی سال پہلے ان کے بارے میں کوئی تصور ابھر سکتا ہے تو زیادہ سے زیادہ ایسے معصوم بچے کا جو پنگوڑے میں پڑا ہوا جھول رہا ہے۔"

"چلو تھوڑا سا آگے بڑھ جاتے ہیں۔"

"نہیں میرا خیال ہے ان کی عمر پچھتر یا ستر ہوگی۔"

"ویسے ایک بات محسوس نہیں کی تم نے۔"

"کیا؟"

"جب سے روانہ ہوئے ہیں ہمارا واسطہ بوڑھوں سے ہی پڑ رہا ہے۔"

"نہیں خیر' ٹرین میں تمہیں وہ حسین لڑکی بھی ملی تھی۔"

"یار نقوش واقعی بہت اچھے تھے۔ ہائے خانم فرقانہ' تم کچھ بھی کہو نہ جانے کیوں مجھے یہ خانم فرقانہ پسند آئی ہیں اور شاید میں ان سے زیادہ دوری نہ اختیار کرسکوں یا تو وہ

ٹرین والی لڑکی مل جاتی۔ اصل میں تمہیں خود بھی اندازہ ہے کہ مجھے دوست بنانے کا شوق ہے اور جب تک کوئی اچھا دوست' میرا مطلب ہے اچھی دوست۔"

"شاید کوئی آرہا ہے۔" میں نے کہا اور حسن فیروز خاموش ہوگیا۔ ہم انتظار کرتے رہے لیکن کوئی ہمارے دروازے پر نہیں رکا تھا۔ بہرحال یہ دن تو پرسکون گزرا میں نے بھی سوچا آخر کار مجھے یہاں بھیجا گیا ہے تو بھیجے جانے کا کوئی مقصد بھی ہوگا اور جیسا کہ کرنل ہمایوں نے کہا کہ مقصد خودبخود سامنے آئے گا تو پھر مجھے بھی انتظار کرنا چاہئے حد سے زیادہ ہوشیاری بعض اوقات تکلیف دہ بھی ہوجاتی ہے پھر رات ہوگئی اور ہم پرسکون نیند سوگئے لیکن دوسرے دن بھی دوپہر تک خانم میمونہ نے ہم سے کوئی رابطہ قائم نہیں کیا تھا اور دوپہر تک کا وقت خاموشی ہی سے اپنے کمرے میں گزارا تھا لیکن پھر جب میں نے دوپہر کے بعد چوری چوری حسن فیروز کو کمرے سے باہر نکلتے دیکھا تو میرا ماتھا ٹھنکا' ذہن میں فوراً ہی یہ بات آئی تھی کہ حسن فیروز کسی واردات کے موڈ میں ہے اور یقینی طور پر اس طرح باہر نکلنے کا مطلب یہ ہے کہ اب یہ ڈیڑھ دن اسے ناگوار گزرنے لگا ہے اور وہ کچھ کرنے کے موڈ میں ہے لیکن یہ بات سمجھ میں نہیں آئی تھی کہ کرنا کیا چاہتا ہے۔ خیر میں بھی اس سے کسی طرح کم نہیں تھا۔ میں نے نہایت احتیاط سے اس کا تعاقب شروع کردیا اور مجھے یہ دیکھ کر حیرت ہوئی کہ وہ مختلف کمرے جھانکتا پھر رہا ہے مخصوص انداز کے کمرے تھے' خواب گاہیں ہی تھیں اور چونکہ میں نے بھی دن میں یہ دیکھ لیا تھا کہ خانم حویلی کے اندرونی حصے میں بہت کم لوگوں کو جانے دیتی ہیں یہاں تک کہ رانا افضال بھی حویلی کے بیرونی حصے میں ہی ان سے ملاقات کرتا ہے گویا ایک حد فاصل تھی لیکن مجھے اس بات کی امید نہیں تھی کہ حسن فیروز خانم فرقانہ کو تلاش کررہا ہے میں اس وقت بھی ایک ستون کی آڑ میں اس سے چند قدم کے فاصلے پر موجود تھا جب ایک دروازے پر اس نے ہلکی سی دستک دی تھی۔ مجھے حیرت ہوئی' لیکن دوسرے ہی لمحے میں نے دل ہی دل میں ٹھنڈی سانس لی۔ آگئی بے چاری کی شامت۔ دروازہ کھولنے والی معمر خاتون فرقانہ ہی تھی' ایک خوبصورت گاؤن بدن پر ڈالے ہوئے وہ دروازے کے سامنے آکھڑی ہوئیں تو حسن فیروز نے کہا۔

"سلام محبت پیش کرتا ہوں۔" میں نے عمر رسیدہ خاتون کو چونکتے ہوئے دیکھا پھر انہوں نے آہستہ سے کہا۔

"آپ یہاں رکئے میں ابھی حاضر ہوئی۔" اور جب وہ دوبارہ حاضر ہوئیں تو ان کی

ناک پر ایک چشمہ ٹکا ہوا تھا۔ انہوں نے نیچے سے اوپر تک حسن فیروز کو دیکھا جو فقیروں جیسی شکل بنائے ہوئے کھڑا تھا پھر بولیں۔

"جی فرمائیے مجھ سے کوئی کام ہے۔"

"جی ہاں زندگی کا سب سے اہم کام سمجھ لیجئے گا۔"

"اصل میں' میں کمرے میں تنہا ہوں اور یہ میری عادت ہے کہ کسی غیر متعلق آدمی کو میں اپنے کمرے میں مدعو نہیں کرتی آپ کو اگر مجھ سے کوئی کام ہے تو براہ کرم یہیں سے فرما دیجئے۔"

"پہلی بات تو یہ کہ خاتون میں غیر متعلق آدمی نہیں ہوں۔ میں دل وجان سے آپ سے متعلق ہونا چاہتا ہوں اگر آپ مجھے اندر آنے کی اجازت دے دیں تو یوں سمجھ لیجئے کہ میرا دل نظام آباد کے ہرے بھرے کھیتوں اور درختوں کی مانند سرسبز و شاداب ہوجائے گا ویسے آپ کو خدا کا واسطہ مجھے اندر آنے دیجئے یہاں کھڑے کھڑے آپ سے گفتگو کرنا مجھے اپنے عشق کی توہین محسوس ہوتی ہے۔"

"کیا؟" معمر خاتون کی ناک سے چشمہ پھسل گیا جسے انہوں نے بڑی مشکل سے ہاتھوں میں لپک کر ناک پر جمایا حسن فیروز کے لئے اتنا موقع کافی تھا اس نے اندر قدم رکھ دیا اور میں سہم کر رہ گیا۔

بہرحال ابھی تک خانم فرقانہ کی صحیح کیفیت میرے علم میں نہیں آئی تھی ہوسکتا ہے کہ وہ خانم میمونہ کے لئے اتنی ہی اہمیت کی حامل ہو کہ ان کے ساتھ ہونے والی یہ بدتمیزی خانم کو پسند نہ آئے صورت میں کرنل ہمایوں کا کام متاثر ہوسکتا تھا جس کا مجھے ابھی تک کوئی اندازہ نہیں ہوسکا لیکن یہاں کے ماحول میں ایک عجیب سی پراسراریت چھپی ہوئی تھی جو مجھے اس بات پر مجبور کررہی تھی کہ میں بہرحال یہاں کے ماحول میں دلچسپی لوں۔ میں نے اپنی جگہ چھوڑی اور دروازے سے آلگا جو کھلا ہوا ہی رہ گیا تھا کیونکہ خانم فرقانہ واپس پلٹ گئی تھیں۔

"دیکھئے آپ نے بے اصولی کی بات کی ہے یہ بات تو مجھے کل ہی کی ملاقات میں پتا چل گئی تھی کہ آپ خانم کے معزز مہمان ہیں لیکن اس وقت آپ نے جو طریقہ کار اختیار کیا ہے میں اسے بڑا عجیب سمجھتی ہوں ایسا ہوتا تو نہیں ہے خیر فرمائیے آپ اندر بھی تشریف لے آئے ہیں کیا چاہتے ہیں؟؟"

"ایک بات کی تصدیق چاہتا ہوں۔" حسن فیروز نے کہا۔

"کس بات کی؟"

"سنا ہے کہ آپ غیر شادی شدہ ہیں۔" حسن فیروز بدستور گھگھیائی ہوئی آواز میں بولا اور خاتون فرقانہ کئی قدم پھر پیچھے ہٹ گئیں۔

"تو پھر اس میں آپ کے لئے پریشانی کا کون سا عنصر نکلتا ہے۔"

"نہیں' یہ بات نہیں ہے۔ اصل میں' میں آپ سے یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ آپ نے ابھی تک شادی کیوں نہیں کی۔"

"دیکھو لڑکے میں بہت نرم دل ہوں' میں نے کوشش کی ہے کہ آج تک اپنی ذات سے کسی کو کوئی نقصان نہ پہنچنے دوں لیکن تم اگر مجھ سے کوئی مذاق کرنا چاہتے ہو تو تمہیں میری عمر کا خیال رکھنا چاہئے میں تو تمہاری بزرگ ہوں۔"

"یہ الفاظ کہہ کر آپ میرے ان جذبات کی توہین نہ کریں' خانم فرقانہ جنہیں سینے میں سجا کر میں زندگی کے بقیہ لمحات گزارنا چاہتا ہوں ظالم آسمان سے میری اچھی خاصی واقفیت ہے میں جانتا ہوں یہ دو دلوں کو کبھی ملنے نہیں دیتا میرا مطلب ہے فرض کیجئے اگر میں ذاتی طور پر اپنے دل میں کچھ خواہشیں سجاتا ہوں تو ضروری تو نہیں ہے کہ ان کے اثرات آپ کے دل تک پہنچ جائیں۔"

"میں کہتی ہوں تم بکواس کیا کر رہے ہو تمہیں شرم نہیں آتی یا پھر تم نشے کے عادی ہو۔"

"یقین کیجئے زندگی میں پہلی بار محبت کا نشہ مجھ پر طاری ہوا ہے۔ آپ کے بارے میں تو میں نے یہ سنا ہے کہ آپ بہت سے علوم اور فنون کی ماہر ہیں۔ کیا آپ مجھے بتا سکتی ہیں کہ اگر میری اور آپ کی عمر کے درمیان کوئی اہم فرق ہے تو پھر میرے دل میں آپ کے لئے یہ جذبہ کیوں پیدا ہوا؟"

"کون سا جذبہ؟"

"اسے الفاظ میں ادا کرتے ہوئے مجھے شرم آتی ہے۔ آپ براہ کرم مجھے اتنا بتا دیجئے کہ اب تک شادی نہ کرنے کی کوئی خاص وجہ ہے کوئی اور تو آپ کے دل میں نہیں ہے۔"

"دیکھو تم اب بہت گھٹیا گفتگو کر رہے ہو اور ہر چیز کی کوئی حد ہوتی ہے۔ میں اپنے آپ کو انسانوں سے الگ نہیں پاتی۔"

"آپ جیسے انسان تو اس دنیا میں نہ ہونے کے برابر ہیں۔ محترمہ اللہ کے واسطے آپ

میری مدد کیجئے۔ بس صرف اتنا بتا دیجئے کہ آپ کو کسی سے عشق تو نہیں ہے۔"

"میں کہتی ہوں نکل جاؤ' تم کمرے سے باہر نکل جاؤ۔"

"اسے دھمکی کے انداز میں نہ کہیں آپ ایک محبت بھری ڈانٹ مجھے پلا دیں اور کہیں کہ پلیز کمرے سے نکل جایئے نا' لہجے میں لچک ہو' انداز میں محبت آپ یقین کیجئے چلا جاؤں گا۔"

"تم ایسے نہیں جاؤ گے۔ میں خود ہی چلی جاتی ہوں۔" فرقانہ نے کہا اور قدم اٹھاتی ہوئی کمرے سے باہر نکل گئی۔ میں ستون کے عقب میں تھا۔ میں نے سوچا کہ شاید وہ بھی خانم فرقانہ کے پیچھے ہی نکل آئے گا لیکن وہ کچھ لمحوں کے بعد باہر نکلا تھا جب کہ خانم فرقانہ تیز قدم اٹھاتی ہوئی راہداری کے آخری سرے تک پہنچ گئی تھی' پیٹ میں قہقہے بھی مچل رہے تھے اور شدید غصہ بھی آ رہا تھا جو کچھ اس بدبخت نے کیا ہے اس کے نتائج کہیں سنگین نہ نکلیں لیکن بہرحال نتائج کچھ بھی ہوں زیادہ سے زیادہ یہی ہوگا کہ خانم فرقانہ کی شکایت پر ہمیں یہاں سے نکال دیا جائے گا۔ میرا تو قصور نہیں ہے میں کرنل ہمایوں سے صاف صاف کہہ دوں گا کہ بہرحال میرے اور حسن فیروز کے درمیان ایک نمایاں فرق ہے۔ میں اس سے درخواست تو کر سکتا ہوں کہ وہ کوئی ایسا عمل نہ کرے جس سے ہمارے کام میں رکاوٹ پیدا ہو جائے لیکن اسے سختی سے کسی بات پر مجبور نہیں کر سکتا۔ اب اس بات کے امکانات قوی تھے کہ خانم فرقانہ یقینی طور پر میمونہ خانم سے ہماری شکایت کرنے گئی ہوں گی اور یہ عجیب و غریب واقعہ خود خانم میمونہ کے لئے بھی ناقابل یقین ہوگا لیکن بہرحال ہر چیز کے کچھ اثرات مرتب ہوتے ہیں معاملہ میرے لئے جو پریشانی کا باعث تھا وہ یہ تھا کہ مجھ سے اگر اس بارے میں سوالات کیے گئے تو میں کیا جواب دوں گا۔ بہرحال جب وہ اپنے کمرے میں پہنچا تو میں بھی اس کے پیچھے پیچھے ہی تھا مجھے بستر پر نہ پا کر حسن فیروز اچھل پڑا تھا اور پھر ایک گہری سانس لے کر بولا تھا۔

"کسی کی ٹوہ میں رہنا کوئی اچھا کام تو نہیں ہے۔" میں نے خاموشی اختیار کی اور ایک کرسی پر جا بیٹھا وہ عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگا تھا پھر اس نے کہا۔

"اسسٹنٹ یہ تو بتا دو کیا تکلیف ہو گئی ہے تمہیں۔"

"نہیں' کوئی تکلیف نہیں ہے۔ اصل میں خود بھی تم پر بہت زیادہ تسلط جمانے کا ارادہ نہیں رکھتا ہوں لیکن دادا جان جو ذمے داری سونپتے ہیں اس کے لئے میرا دل چاہتا ہے کہ جس طرح بھی بن پڑے اس کی تکمیل کر لوں۔ میں تمہیں تمہاری شرارتوں اور

زندگی سے کی دلچسپیوں کو روکنے کی نہ تو جرأت کر سکتا ہوں اور نہ خواہش رکھتا ہوں۔ بس یہ سوچتا ہوں کہ بعض معاملات میں اگر دادا جان نے مجھ سے باز پرس کی تو میں تمہارے خلاف بھی تو کچھ نہیں کہہ سکوں گا۔"

"جب تم اس قدر سنجیدہ ہو جاتے ہو تو میرا دل چاہتا ہے کہ چپ چاپ سوتے میں تمہاری گردن دباؤں اور نکل بھاگوں کہ آخر ایسی کیا مصیبت نازل ہو گئی کیا کیا ہے میں نے مجھے بتاؤ۔"

"کیا ہم یہاں کے ماحول سے پوری طرح واقف ہو چکے ہیں۔"

"کیا یہاں کا ماحول ہم سے پوری طرح واقف ہو چکا ہے۔" اس نے ترکی بہ ترکی سوال کیا۔

"ہم خود یہاں آئے ہیں۔"

"جی نہیں ہمیں یہاں دادا جان نے بھیجا ہے اور اس جگہ ہمیں بلایا گیا ہے۔"

"تو تمہارے خیال میں اگر کسی جگہ کسی کو بلایا جاتا ہے تو آنے والا ہر طرح کی آزادی رکھتا ہے۔"

"دیکھو آزادی بہت بڑی نعمت ہے اگر آزادی نہ ہو تو اس دنیا میں۔"

"بہرحال تم نے مجھ سے پوچھا تو میں نے بتا دیا۔"

"اچھا تم بتاؤ تم کہاں غائب ہو گئے تھے؟" اس نے سوال کیا۔

"تمہارا تعاقب کر رہا تھا۔"

"ایں۔" وہ چونک پڑا پھر جلدی سے بولا۔

"گویا تم نے وہ پرائیوٹ مناظر بھی دیکھ لئے جن کا تعلق........ یار کچھ تو خیال کیا کرو۔ اخلاقیات بھی کوئی چیز ہوتی ہے۔"

"حسن غلط جا رہے ہو کسی جگہ کے بارے میں معلومات حاصل کرنے سے پہلے اور مکمل تفصیلات معلوم نہ ہو جانے سے پہلے ایسا کوئی عمل کرنا تمہارے لئے مناسب ہے۔ یہ بتاؤ۔"

"محبت اندھی ہوتی ہے میرے دوست' شاید لنگڑی بھی ہوتی ہے خیر میں نے محبت کی ٹانگیں ٹوٹی ہوئی تو نہیں دیکھیں لیکن محبت میں ٹانگیں ٹوٹتے ہوئے دیکھی ہیں۔ دیکھو کسی نوجوان لڑکی سے اگر اظہار عشق کیا جائے تو اس میں خطرات زیادہ ہوتے ہیں قبول کر لیا تو ٹھیک ہے نہ قبول کیا تو سیدھی ابا جان یا پھر پہلوان نما بھائی جان کے پاس پہنچ جاتی

ہیں اور اس کے بعد جو خطرات لاحق ہو جاتے ہیں تمہیں ان کا علم ہے' کیا سمجھے؟ اور پھر یہ بھی تو سوچو کہ یہ خاتون میرا مطلب محترمہ فرقانہ سے ہے تو یہ خاتون فرقانہ مس ہیں۔ اب جتنی عمر ہو گئی ہے ان کی اس کے بعد تم اس بات کی توقع رکھتے ہو کہ ان سے کوئی عشق کرے گا تو تمہارا کیا خیال ہے یہ ممکن ہو گا اور کوئی بے چاری اپنے خوابوں کے شہزادے کے انتظار میں عمر کی اس منزل تک پہنچ جائے تو کیا اس کے دل میں امیدوں کے تمام چراغ بجھ نہیں چکے ہوں گے۔ ان بجھے ہوئے چراغوں کو جلانا جس قدر ثواب کا کام ہو سکتا ہے تم پہاڑی لوگ اس بات کو کیا جانو۔" میں کوشش کے باوجود اپنی ہنسی نہیں روک سکا تھا۔ میں نے اس سے کہا۔

"افسوس تو یہی ہے نا کہ تم سے کوئی سخت بات بھی نہیں کہہ سکتا۔ بہرحال اس بات کے ذمے دار تم خود ہو گے کہ اگر کھیل بگڑ گیا تو میں دادا جان کو یہ رپورٹ دوں گا۔"

"پھر وہی دھمکی' پھر وہی دھمکی یار میری کھوپڑی کے کھوڑنے میں اتنی گنجائش نہیں ہے کہ میں دھمکیاں برداشت کر سکوں' اپنی بات کرو تو مان لوں گا۔ دادا جان' دادا جان' چھوڑو یار موڈ خراب کر دیا سارا' رومان میں ڈوبا ہوا یہاں تک پہنچا تھا اب مجھے سونے دینا تاکہ میں خوابوں میں مس فرقانہ کو اپنے ساتھ گھما پھرا سکوں ویسے تو زندگی میں تم مجھے اتنا موقع دو گے نہیں' اچھا خاصا چانس خراب کر دیا تھا پچھلے کیس میں۔" اس کے بعد میں نے بھی کچھ نہیں کہا تھا حسن فیروز کی عادت کو میں اچھی طرح جانتا تھا لیکن اس بات کا خطرہ میرے دل میں موجود تھا کہ کہیں خانم فرقانہ سے اس کا یہ بے تکا مذاق ہمارے لئے باعث اذیت نہ بن جائے۔

دوسرے دن ناشتا ہم نے اپنے کمرے میں ہی کیا تھا۔ باادب ملازم ہم سے ہماری تمام ضروریات پوچھتے رہے تھے۔ مہمان خانے کے باہر جانا میں نے مناسب نہیں سمجھا تھا اور اتفاق کی بات یہ کہ حسن فیروز کے ذہن میں ایسی کوئی بات بھی نہیں آئی تھی یا پھر وہ جان بوجھ کر باہر نہیں نکلا تھا۔ دن کو تقریباً ساڑھے بارہ بجے رانا افضال البتہ ہمارے پاس پہنچ گیا سلام دعا ہوئی کہنے لگا۔

"خانم کے بارے میں تو آپ کو معلوم ہو چکا ہو گا۔"

"کیوں' خیریت؟"

"کوئی بہت ایمرجنسی آ گئی تھی گئی ہوئی ہیں۔ حالانکہ اصولی طور پر ملازموں کو آپ کو یہ بتانا چاہئے تھا لیکن شاید آپ نے اس بارے میں پوچھا ہی نہ ہو گا۔"

"ہاں' ظاہر ہے رانا صاحب' ہم ابھی یہاں بالکل نئے ہیں اور خانم سے ہماری تفصیلی ملاقات بھی نہیں ہوئی ہے۔"

"شام تک ہوجائے گی میرا خیال ہے شام تک واپس آجائیں گی اور آپ لوگ خیریت سے ہیں کسی چیز کی ضرورت تو نہیں۔"

"نہیں' بے حد شکریہ۔"

"ویسے اگر آپ چاہیں تو آپ کے لئے سیروسیاحت کا بندوبست کردیا جائے۔ خانم نے ویسے بھی مجھے ہدایت کی تھی کہ میں آپ کا خیال رکھوں آپ اگر چاہیں تو باہر نکلنے کا بندوبست کیا جاسکتا ہے نظام آباد کو آپ نے تھوڑا بہت دیکھ ہی لیا ہوگا خوبصورت جگہ ہے۔"

"ہمارے لئے سفر کا ذریعہ کیا ہوسکتا ہے؟"

"آپ کی پسند کے مطابق گھوڑا بھی دستیاب ہوسکتا ہے جیپ بھی۔"

"اونٹ مل سکے گا۔" اچانک ہی حسن فیروز نے سوال کیا اور رانا افضال مسکرانے لگا۔

"میرا خیال ہے شاید اس کا بندوبست نہ ہوسکے۔"

"پھر بے کار ہے یہیں وقت گزارتے ہیں۔"

"ویسے باہر جیپ بھی موجود ہے اور ڈرائیور بھی' اگر ڈرائیور کو ساتھ نہ لے جانا چاہیں تو اس سے چابی طلب کرلیں۔ اسے ہدایت کردی گئی ہے۔"

"ٹھیک ہے' ٹھیک ہے کوئی مسئلہ نہیں ہے۔"

دوپہر کو بدبختی سے ہمیں کھانے پر طلب کرلیا گیا۔ وہاں خانم فرقانہ کے علاوہ اور کوئی موجود نہیں تھا۔ خانم فرقانہ کے چہرے پر ایک لمحے کے لئے بدحواسی کے تاثرات نظر آئے تھے لیکن پھرانہوں نے اپنے آپ کو سنبھال لیا تھا میں نے البتہ ان کو بڑے ادب سے سلام کیا تھا۔ خانم فرقانہ کچھ بدحواس سی تھیں ادھر اس کم بخت نے اس طرح کی اداکاری شروع کردی تھی کہ اپنے آپ کو سنبھالے رکھنا مشکل ہورہا تھا' چہرے پر اس طرح شرم کے آثار طاری ہوگئے تھے جیسے اس جیسا شرمیلا نوجوان روئے زمین پر دوسرا پیدا ہی نہ ہوا ہو' بہت دیر تک وہ اس طرح خاموش بیٹھا رہا ملازموں نے کھانا لگا دیا تھا۔ میں نے خانم سے کہا۔

"اور کوئی نہیں آئے گا لنچ پر۔"

"نن......... نہیں' اصل میں میمونہ تو کسی ضروری کام سے چلی گئی ہیں۔"

"جی' جی' مجھے معلوم ہوچکا تھا۔"

"کھانا شروع کرو کوئی تکلف کی بات نہیں ہے حالانکہ میں نے تو کہا تھا ملازموں سے کہ اگر تم لوگ اپنے کمروں میں کھانا پسند کرو تو وہیں کھالینا لیکن بہرحال تمہیں بلانا بھی ضروری تھا تم آگئے بہت اچھا کیا۔"

"اور میرے بارے میں کیا خیال ہے آپ کا۔" حسن فیروز شروع ہوگیا۔ خانم فرقانہ نے اسے دیکھا اور اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ پھر وہ مجھ سے مخاطب ہوکر بولی۔

"ان حضرات کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے۔ اصل میں تم سے میں یہ سوال اس لئے کر رہی ہوں کہ تم مجھے خاصے مہذب اور ان کے برعکس نیک فطرت نوجوان معلوم ہوتے ہو۔"

"اور آپ کے خیال میں' میں لچا' لفنگا اور غنڈہ ہوں۔"

"نہیں بالکل نہیں۔" خانم فرقانہ نے حسن کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"تو پھر آپ نے یہ بات کیوں کہی' کیا اس دنیا میں محبت کرنے والوں کے ساتھ اس سلوک کے علاوہ کوئی اور سلوک نہیں ہوسکتا۔"

"محبت کا مذاق اڑانے والوں کے ساتھ تو برا سلوک ہی ہونا چاہئے۔ تم بہت شریر نوجوان معلوم ہوتے ہو۔ خیر شرارت مجھے پسند ہے۔"

"اگر آپ میری محبت کو شرارت کہہ رہی ہیں تو میں بس ایک ہی قدم اٹھا سکتا ہوں۔ وہ یہ کہ خودکشی کرلوں۔"

"ادھر آؤ' میرے پاس بیٹھ جاؤ۔" خانم فرقانہ نے کہا اور حسن فیروز ایک دم سے اپنی جگہ سے کھڑا ہوگیا پھر وہ آہستہ آہستہ بڑھتا ہوا خانم فرقانہ کے پاس پہنچ گیا خانم فرقانہ سے اس نے کہا۔

"بے پناہ' دل و جان سے زیادہ چاہتا ہوں آپ کو۔"

"تمہیں میری عمر کا اندازہ ہے۔" خانم فرقانہ بولی۔

"افسوس تو یہی ہے کہ لوگ زندگی کے ان سنجیدہ مسائل میں بھی عمر کو درمیان میں کھینچ لاتے ہیں' کتنے افسوس کی بات ہے محبت کا عمر سے کیا تعلق ہے۔"

"مجھ سے کیا چاہتے ہو؟"

"شادی کرنا چاہتا ہوں۔" حسن فیروز کے بارے میں خانم فرقانہ کو کچھ نہیں معلوم تھا۔ وہ نہیں جانتی تھیں کہ ایک نیم دیوانہ شخص ان کے سامنے موجود ہے اور اسے اپنی زبان پر کوئی اختیار حاصل نہیں ہے البتہ میری عجیب کیفیت تھی۔ خانم فرقانہ نے کہا۔

"میری عمر کو سامنے رکھنے کے باوجود۔"

"آہ، آپ کو معلوم نہیں ہے مس فرقانہ، میرے اندر بھی قدیم روح موجود ہے اور میں آپ کو بتا نہیں سکتا کہ نہ جانے کیوں آپ کو دیکھ کر میرے دل ودماغ میں گھنٹیاں بجنے لگی ہیں۔ شکر ہے ان کی آواز مدہم ہے ورنہ سب کو سنائی دے جاتی۔"

"ٹھیک ہے، پھر یوں کرو کہ کسی مناسب وقت پر خانم میمونہ کے سامنے مجھ سے اپنی اس محبت کا اظہار کردو اور ان سے کہو کہ میری اور تمہاری شادی کردی جائے مجھے اعتراض نہیں ہوگا تمام تر باتیں جاننے کے باوجود اگر تم اس پر آمادہ ہو تو مجھے بھی یہ رشتہ منظور ہے۔"

میری آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں، میں تو یہ سمجھ رہا تھا کہ خانم فرقانہ سالن کی پلیٹیں اٹھا کر حسن فیروز کے منہ پر دے مارے گی اور ہم لوگوں کا یہاں ایک لمحے رکنا مشکل ہوجائے گا لیکن خانم فرقانہ میری سمجھ میں نہیں آئی تھی ادھر حسن فیروز تو تھا ہی انتہا پسند اس نے بڑے احترام سے آگے بڑھ کر خانم فرقانہ کا سوکھا ہوا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا اسے چوم کر سینے سے لگایا اور بولا۔

"میں تمہیں زندگی بھر کوئی تکلیف نہیں ہونے دوں گا۔" اور اس کے بعد وہ اپنی کرسی پر بیٹھ گیا۔ خانم فرقانہ نے بڑی محبت اور چاہت سے اس کے لئے کھانا سرو کرنا شروع کردیا تھا اور میری سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ قہقہے لگاؤں یا اسی ڈائننگ ٹیبل پر چڑھ کر مرغا بن جاؤں۔ پتا نہیں یہ سب کیا ہو رہا ہے۔ بہرحال اس کے بعد میں تنہا ہی مہمان خانے میں واپس آیا تھا اور پھر اسی شام تقریباً ساڑھے پانچ بجے خانم میمونہ کی جانب سے ہماری طلبی ہوگئی تھی۔ حسن فیروز تو اس وقت بھی موجود نہیں تھا میں نے بھی اسے اس کی آوارہ گردیوں کے لئے چھوڑ دیا تھا۔ بھلا اب اس بات کی ذمہ داری تو مجھ پر عائد نہیں ہوتی تھی کہ وہ اگر کہیں جاکر بے تکی حرکتوں کا آغاز کردے تو میں اسے روک دوں بہرحال جس کمرے میں خانم میمونہ کے سامنے میں پہنچا وہ انتہائی شاندار کمرہ تھا اور خانم میمونہ اپنی پوری تمکنت اور وقار کے ساتھ صوفے پر بیٹھی ہوئی تھی، میں نے اندر داخل ہو کر سلام کیا تو انہوں نے بہت ہی شائستگی سے اس کا جواب دیا۔ خانم میمونہ کے چہرے کو

دیکھ کر یہ اندازہ ہوتا تھا کہ پہاڑوں کا حسن اس چہرے پر مجسم ہوگیا ہے۔ بڑی بڑی حسین آنکھوں میں ایک پراخلاق مسکراہٹ تھی۔ جب میں بیٹھ گیا تو انہوں نے کہا۔

"میرا ارادہ تو یہ تھا کہ آج مہمانوں کے سامنے تم سے ملاقات کروں لیکن میں نے سوچا کہ پہلے تنہائی میں تم سے گفتگو کی جائے ویسے کرنل ہمایوں نے کوئی پیغام بھی دیا ہے میرے لئے۔"

"نہیں، بس اتنا ہی کہا تھا کہ میں آپ کے پاس پہنچ جاؤں اور اس کے بعد آپ مجھے صورت حال سے آگاہ کریں گی۔"

"ہاں، انہوں نے مجھ سے بھی یہی الفاظ کہے تھے ویسے مجھے معاف کرنا تمہاری چھوٹی سی عمر اور تمہاری شخصیت اس بات کی غماز ہے کہ تم زیادہ تجربہ نہیں رکھتے ہوگے لیکن مجھے کرنل ہمایوں پر اعتماد ہے کہ وہ اگر کسی شخص کو میرے پاس میری مشکل میں مدد کے لئے بھیجتے ہیں تو اس کی نہ کوئی حیثیت ہوگی۔ خیر، میرے ان الفاظ کو تم اپنی ذرا برابر توہین محسوس نہ کرنا میں اپنے مقصد کو ظاہر کرنے سے پہلے تم سے کچھ سوالات کرنا چاہتی تھی۔"

"مثلاً؟" میں نے سوال کیا۔

"میں تم سے معلوم کرنا چاہتی ہوں گل مراد کہ اگر کوئی ایسا کام تم سے لیا جائے جو تمہارے نظریئے کے مطابق خلافِ قانون ہو تو کیا تم اس سلسلے میں ہم سے تعاون کرو گے؟"

"کرنل ہمایوں نے اس بارے میں آپ سے کیا کہا ہے۔"

"نہیں، نہ میں نے کرنل ہمایوں سے ایسا کوئی سوال کیا ظاہر ہے اس کے بغیر ان کے کسی جواب کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔"

"دیکھئے خاتون کرنل نے مجھے آپ کے پاس بھیجا ہے آپ مجھے وہ ذمے داری بتائیں گی جو مجھے سرانجام دینی ہے اس کے بعد میں یہ فیصلہ کروں گا کہ اس سلسلے میں کرنل سے مشورہ کرنا ضروری ہے، یا اس کام کو ان سے رابطہ قائم کئے بغیر سرانجام دیا جاسکتا ہے۔"

"ہوں، اچھا فرض کرو کوئی کام میں تمہارے سپرد کرتی ہوں تو کیا تم مکمل رازداری کے ساتھ اسے سرانجام دینے یا نہ دینے کا فیصلہ کرسکتے ہو، میرا مطلب ہے کہ اگر کوئی تمہیں خریدنا چاہے تو کیا تم اس کے ہاتھوں فروخت ہوسکتے ہو؟"

"نہیں، ایسا کبھی نہیں ہوسکتا۔"

"ٹھیک ہے بے حد شکریہ، میں کم از کم اتنی انسان شناس ضرور ہوں کہ کسی شخص

کے چہرے سے اس کی شرافت اور اس کے لہجے سے اس کی مضبوطی کا اندازہ لگا سکوں
ویسے معاف کرنا چہرے مہرے سے تم کوئی شہری مخلوق نہیں لگتے' میرا مطلب ہے یہ تن
وتوش یہ شان وشوکت تو پہاڑوں کی تخلیق ہوتی ہے' مجھے معاف کرنا میں یہ نہیں کہنا
چاہتی کہ شہری لوگ کسی طرح پہاڑی لوگوں سے کمتر ہوتے ہیں لیکن چٹانوں کے بیٹے شکل
وصورت سے بھی چٹان ہی لگتے ہیں خیر ممکن ہے تمہیں یہ الفاظ ناپسند ہوں' میں تم سے یہ
کہنا چاہتی ہوں کہ اس وقت میرا مقام بڑا عجیب ہے لوگ مجھے انتہائی احترام سے خانم
میمونہ کہتے ہیں لیکن سینکڑوں دفعہ میرے ذہن میں یہ تصور ابھرا ہے کہ کوئی مجھے بے
تکلفی سے مخاطب بھی کرے ابھی تک میں نے تم سے کام کی ایک بات بھی نہیں کی ہے۔
اچھا' ایک بات مجھے اور بتاؤ کہ اگر کسی طور پر میرا تم سے اختلاف ہوجائے اور تم وہ بات
پسند نہ کرو جو میں تم سے چاہتی ہوں تو ایسی صورت میں تم لوگ میرے لئے نقصان دہ
ہوسکتے ہو؟" میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ بہرحال خانم میمونہ بہت شاندار
شخصیت کی مالک تھی۔ وہ ایک پروقار اور پراثر شکل وصورت رکھتی تھی لیکن عورت کے
مزاج میں جو ایک خوف اور وسوسہ ہوتا ہے وہ اس کے دل میں بھی تھا۔ میں نے نہایت
نرمی سے اس سے کہا۔

"بات اصل میں یہ ہے خانم کہ کرنل ہمایوں جب کسی کام پر آمادہ ہوجاتے ہیں اور
جس شخص کے لئے وہ عمل کرنے کی ہدایت کرتے ہیں آپ سمجھ لیجئے اس سے ہر طرح کا
تعاون ہماری ذمے داری ہوتی ہے اور ہم صرف وہی کام سرانجام دیتے ہیں ہر بات کو
سوچے اور سمجھے بغیر۔"

"بہت بڑی بات ہے' بہت بڑی بات ہے خیر میرا نام تو تمہارے علم میں ہے لیکن
میں تمہیں اپنے شوہر کے بارے میں بتا رہی ہوں یا پھر تم یہ سمجھ لو کہ میں تمہیں ایک
ایسے شخص کے بارے میں بتا رہی ہوں جو بہت باثر شخصیت تھی اور شاید تم میری اس
بات پر یقین کرلو کہ ایسی شخصیت جس کا کبھی کسی سے کوئی اختلاف نہ رہا ہو۔ میں ان کی
دوسری بیوی ہوں' اپنی پہلی بیوی کی موت کے بعد انہوں نے مجھ سے شادی کی اور میرے
ساتھ انتہائی بہترین سلوک کیا لیکن زندگی ان کا ساتھ نہ دے سکی اور وہ مجھ سے بچھڑ
گئے۔ میرا اپنا بھی ایک مقام ہے یعنی یہ کہ دوسری شادی کے پس منظر میں کوئی ایسا عمل
نہیں ہے جس سے یہ ظاہر ہو کہ میں نے یا میرے خاندان نے دولت کے حصول کے ل
یہ شادی کی ہو۔ چنانچہ اس سلسلے میں ہم پر کوئی انگشت نمائی نہیں ہوسکی۔ شادی کے بع

ہم دونوں نے بہت ہی پرمسرت زندگی گزاری' ضرغام احمد صاحب کے دو بچے ہیں ان میں
ضیغم احمد اور دوسری رباب احمد ہے۔ رباب احمد کی عمر اس وقت تقریباً اکیس سال ہے
کوئی اٹھارہ سال کی عمر میں اس پر فالج کا حملہ ہوا اور وہ بے چاری معذور ہوگئی ضیغم اپنے
باپ کے ہم مزاج ہیں اور انتہائی سادہ طبیعت کے مالک مذہبی نوجوان ہیں' ان دونوں بچوں
سے مجھے کبھی کوئی تکلیف نہیں پہنچی حالانکہ رباب بہت ہی ضدی بچی ہے اتنی ضدی کہ
بعض اوقات اس کی کوئی بھی ضد ہم سب کے لئے انتہائی پریشانی کا باعث بن جاتی ہے
لیکن بہرحال ضرغام مجھ پر ان کی ذمے داری چھوڑ گئے تھے۔ چنانچہ میں نے ان کی تمام
ضدوں کو پورا کیا جن میں سے بعض انتہائی ناقابل قبول ہوا کرتی تھیں البتہ ضیغم نے مجھے
کوئی تکلیف نہیں دی بہرحال یہ ساری چیزیں میرے لئے کسی مشکل کا باعث نہیں تھیں
اور میں مطمئن زندگی گزار رہی تھی لیکن تھوڑے عرصے قبل معمول میں کچھ گڑبڑ ہوگئی
اور ہمارے لئے بہت سی پریشانیاں کھڑی کردی گئی ہیں۔ یہ علاقہ بے شک اچھا خاصا جدید
ہے اور شہری زندگی کا حامل ہے لیکن اس کے باوجود یہاں قرب وجوار میں ایسے چھوٹے
چھوٹے قبیلے آباد ہیں جو ذرا مختلف مزاج رکھتے ہیں۔ ضرغام احمد چونکہ اس علاقے کے
قدیم جاگیردار ہیں بلکہ تھے وہ ان قبیلوں کے مزاج سے اچھی طرح واقف تھے میں نے
ضرغام احمد کی موت کے بعد یہاں کا انتظام سنبھالا تو کچھ قبیلوں کی جانب سے کچھ
اعتراضات ہوئے ان کا کہنا تھا کہ میری بجائے ضیغم احمد کو ان تمام علاقوں کے امور
سنبھالنے چاہئے زمینوں اور جاگیروں کی ذمے داریاں انہیں اپنے شانوں پر لینی چاہئے اور
یہ حقیقت ہے گل مراد کہ میں نے کبھی اس سے انکار نہیں کیا۔ میں نے بڑے خلوص سے
ان جرگوں کے سامنے یہ پیش کش کردی کہ اگر ضیغم احمد ان امور کو سنبھالنے کے لئے
تیار ہوں تو میں اپنی تمام ذمے داریوں سے دستبردار ہوتی ہوں۔ لیکن ضیغم ابھی اس قابل
نہیں ہیں نوجوانی کی عمر ہے اور پھر ان کے مزاج میں اس قدر سادگی اور مدہم سی کیفیت
ہے کہ وہ آسانی سے ان ذمے داریوں کو نہیں سنبھال سکتے جب کہ یہ بات دنیا جانتی ہے
کہ کبھی کبھی زمینوں کے معاملات اس قدر مشکل ہوجاتے ہیں کہ میں خود بھی گھبرا جاتی
ہوں اس کے علاوہ ضرغام احمد صاحب نے یہ وصیت بھی کی تھی جو محفوظ ہے اور ذاتی
طور سے بھی مجھ سے درخواست کی تھی کہ میں ان بچوں کا خیال رکھوں اور ان کے
شانوں پر تمام ذمے داریوں کا بوجھ نہ ڈالوں' زمینوں کی نگرانی میں خود کروں' انہوں نے
یہ وصیت محفوظ کردی تھی اور ان کے ساتھ ساتھ ہی انہوں نے مجھے ہمیشہ اپنے ذاتی

معاملات میں شامل رکھا تھا اور بتاتے رہے تھے کہ زمینوں کے مسائل کیا ہیں' کیا کیا دقتیں پیش آئیں گی' بہرحال میں یہ سارے کام بہ حسن خوبی سرانجام دے رہی تھی لیکن جن الجھنوں کا میں نے تم سے تذکرہ کیا ہے وہ میرے لئے پریشان کن ہیں میرے خلاف ایک فضا پیدا کی جارہی ہے اور میں نہیں جانتی یہ فضا پیدا کرنے والے کون ہیں اور کیا چاہتے ہیں۔"

"اس سے پہلے کہ میں آپ سے یہ سوال کروں کہ وہ فضا اور الجھنیں کیا ہیں محترمہ خانم آپ مجھے یہ بتایئے کہ آپ کی اپنی کوئی اولاد نہیں ہے۔" خانم میمونہ نے گردن خم کرلی کچھ دیر سوچتی رہی پھر گردن اٹھا کر بولی۔

"ایک بار دل میں پھر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اپنے سینے کو کھولتے ہوئے کیا مدمقابل کی نظروں کا خیال رکھوں یا نہ رکھوں' نوجوان دوست ایک بار پھر وعدہ کرو کہ کام کرو یا نہ کرو کم از کم دوستی کے رشتے سے یہ وعدہ تو کرلو کہ راز کو راز رکھو گے۔"

"آپ اس وعدے پر اعتبار کرلیں گی خانم۔"

"جو چوڑی پیشانی جو کشادہ اور حسین آنکھیں اور جو چہرہ اپنی قدرتی ملاحت کے ساتھ میرے سامنے موجود ہے وہ سفارش کرتا ہے کہ تم پر بھروسا کیا جائے۔ ہاں میں تم پر بھروسا کرتی ہوں۔ بتاؤ۔"

"میرا سوال بدستور ہے۔"

"تو سنو' ضرغام احمد سے میری شادی میری اپنی پسند کی شادی نہیں تھی بلکہ کچھ ایسے عوامل پیدا ہوگئے تھے کہ میرے والدین اس شادی کے لئے مجبور ہوگئے لیکن شادی کے بعد ضرغام احمد صرف میرے دوست رہے اور ہماری قربتیں دوستانہ ہی رہیں۔ براہ کرم ان گہرائیوں میں نہ جاؤ میں ایک مشرقی عورت ہوں تمہیں صحیح الفاظ نہیں بتا سکتی۔ بہرحال اب مسئلہ یہ ہے کہ تمہیں ان لوگوں کے خلاف کام کرنا ہے جو میرے لئے مصروف عمل ہیں۔"

"یعنی ہمیں ان سے آپ کا تحفظ کرنا ہے۔"

"سنو جہاں تک تحفظ کی بات ہے تو میں خود بھی ایک ایسے ہی گھرانے سے تعلق رکھتی ہوں جہاں اپنی حفاظت کرنا سکھایا جاتا ہے۔ چنانچہ میں خود کو غیر محفوظ نہیں سمجھتی' ہاں میں نے بے شک کچھ انتظامات کرلئے ہیں۔"

"لیکن اب آپ یہ بتایئے کہ وہ کون لوگ ہیں جو آپ کے خلاف ہیں اور چاہتے کیا

ہیں۔"

"وہ کون ہیں جو میرے خلاف ہیں اور کیا چاہتے ہیں اگر مجھے اس بات کا علم ہوجاتا تو یقین کرو میں اس قدر کمزور نہیں ہوں۔ میں انہیں سنبھال لیتی لیکن کوئی مجھے قتل کردینا چاہتا ہے اور رات کی تاریکیوں میں اسے میرے قرب وجوار میں بھٹکتے ہوئے دیکھا گیا ہے لیکن مجھے یوں لگتا ہے جیسے وہ تاریکی کا سانپ ہے اور تاریکیاں اسے پناہ دیتی ہیں۔ میں نے اپنے بہترین محافظوں کو اس کی تاک میں لگایا وہ نظر آیا مگر محافظ اس کی گرد بھی نہیں پاسکے۔ یوں لگتا ہے جیسے وہ کوئی چھلاوہ ہو اور نگاہوں سے اوجھل ہو جانے کی صلاحیت رکھتا ہو۔ وہ کون ہے اور اس کا اصل مقصد کیا ہے اگر وہ مجھے قتل کرنا چاہتا ہے تو کس کے ایماء پر اصل میں مجھے انہی باتوں کی تلاش ہے۔"

"ٹھیک' ویسے وصیت نامہ کہاں ہے؟"

"وہ محفوظ ہے میں اس کے بارے میں تمہیں بعد میں بتاؤں گی لیکن مسئلہ یہ ہے کہ قانونی طور پر تو وہ لوگ مجھے راستے سے نہیں ہٹا سکتے اور اب انہوں نے وہی مجرمانہ طریقہ کار اختیار کیا ہے جو بڑا عجیب ہے۔"

"محترمہ میمونہ خانم یہ ایک حقیقت ہے کہ کرنل ہمایوں سب سے پہلے ہمارا امتحان لیتے ہیں اور بعد میں دوسروں کا یعنی یہ کہ ہمیں بتائے بغیر بھیجا گیا ہے کہ ہمیں یہاں کیا کرنا ہے اس میں ایک طرح سے ہمارے امتحان کا پہلو بھی پوشیدہ ہے۔ بہرحال ان باتوں کو چھوڑیئے آپ ذرا سا کچھ اشارہ تو کیجئے گا کہ ان قبیلوں کو آپ کے خلاف اکسانے میں کس کا ہاتھ ہے؟"

"دیکھو' میں تم سے پہلے بھی یہ بات کہہ چکی ہوں کہ اگر وہ ہاتھ مجھے نظر آجاتا تو وہ اپنے جسم سے منسلک نہیں رہ سکتا تھا۔ میں ڈرامائی الفاظ نہیں بول رہی تم خود سوچو تمہاری پنڈلی میں اگر جونک چمٹ جائے تو کیا تم اس قدر فراخ دل ہو کہ اسے خون پی کر خودبخود گرنے کی اجازت دو گے۔ تم یقینی طور پر اسے اپنے جسم سے علیحدہ کرنا چاہو گے۔ میں بھی ایسا ہی کرسکتی ہوں لیکن میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں کسے اپنا دشمن سمجھوں اگر کسی بے گناہ کو میں نے اس مشکل میں گرفتار کردیا تو اپنے ضمیر کو نہیں سمجھا سکوں گی اور اس کے علاوہ اپنے لئے نفرتیں خریدلوں گی۔ میں صرف یہ چاہتی ہوں کہ اصل دشمن کی شناخت ہوجائے اور اسی کے لئے میں نے کرنل ہمایوں سے رابطہ قائم کیا ہے اور ان سے درخواست کی ہے کہ ایسے لوگوں کو میرے پاس بھیجا جائے۔ جو میرا اصل دشمن پہچان

کر مجھے اس کی نشاندہی کردیں۔" میں پرخیال انداز میں گردن ہلانے لگا پھر میں نے کہا۔
"ٹھیک ہے لیکن ایک مشکل درپیش ہوگی۔"
"وہ کیا؟"

"میں اور میرا ساتھی ظاہر ہے آپ کے پاس یہاں قیام کریں گے۔ ہمارے قیام کا کوئی جواز۔"

"ہاں، تمہارا یہ کہنا بالکل درست ہے۔ اصل میں، میں تمہیں بالکل صاف اور کھلے لفظوں میں یہ بات بتا دوں کہ اگر تمہارا شبہ میرے سوتیلے بچوں کی جانب جاتا ہے تو اس بات کو ذہن سے بالکل نکال دو میں نے ان دونوں بچوں کو ماں کی محبت دی ہے اور بے شک، وہ دونوں اس حیثیت کے حامل بھی ہیں لیکن میں کسی بھی ذہن کو ان کی جانب منتقل نہیں ہونے دینا چاہتی، اب باقی رہی باہر کی بات تو رفتہ رفتہ میں تمہیں کچھ ایسے کرداروں سے روشناس کراؤں گی جو اس سلسلے میں کوشش کرسکتے ہیں لیکن یہ فوری طور پر ممکن نہیں ہوگا جہاں تک تمہارے یہاں قیام کا تعلق ہے تو تم بخوشی یہاں اپنے لئے کوئی عہدہ منتخب کرسکتے ہو مشرقی علاقے میں میری جاگیر کا بہت بڑا حصہ ہے درختوں کا ایک عظیم الشان جنگل ہے اور کچھ عرصہ قبل میں نے اس جنگل کی صفائی کے لئے ٹینڈر طلب کئے تھے اور ابھی میں نے اس کے بارے میں کوئی فیصلہ نہیں کیا ہے لیکن مجھے شبہ ہے کہ ان جنگلوں میں کوئی اہم کارروائی ہو رہی ہے۔ تم ایک کام کرسکتے ہو کہ جنگل کے نگران کی حیثیت سے تم یہاں مقیم ہو جاؤ۔ میرا مطلب ہے جو ٹینڈر میں نے دیئے ہیں انہی میں سے میں ایک ٹینڈر کے سلسلے میں یہ اعلان کئے دیتی ہوں کہ میں نے کچھ لوگوں کو اس کام کی نگرانی کے لئے خود ہی منتخب کیا ہے اور وہ جنگلوں کی کٹائی کا ٹھیکہ لینے کے لئے ایک سفارش کے ساتھ میرے پاس آئے ہیں اور میں ان کے سلسلے میں فیصلہ کر رہی ہوں۔"
"گویا یہ یہاں قیام کے لئے ایک عمل ہوگا آپ کا۔"
"ہاں، کیا تم اسے پسند کرو گے، میرے ذہن میں تو صرف یہی ایک تدبیر ہے۔"
"رانا افضال اس سلسلے میں آپ کے خصوصی معاون کار ہیں۔ کیا آپ انہیں بھی اپنے اعتماد میں رکھتی ہیں۔"

"میں نے کہا ناں میں اس بارے میں تمہیں بہت سی باتیں بعد میں بتاؤں گی۔ فی الحال ان باتوں کو یہیں تک محدود رکھو۔ میں تمہیں، معاف کرنا کوئی بہت اہم حیثیت نہیں دوں گی کیونکہ میری مجبوری تمہارے علم میں آچکی ہے لیکن درپردہ میرا تم سے رابطہ قائم

رہے گا۔ میں خود بھی شاید اپنی صحیح ذہنی کیفیت کا اظہار نہیں کرسکی ہوں اس کے لئے تم مجھے تھوڑا سا وقت دو گے۔ دیکھو محسوس نہ کرنا انسان اپنی ذات کا ہر راز دوسروں تک پہنچا دینے میں تھوڑے سے اعتماد کا متمنی ہوتا ہے اور اس کے لئے جو کچھ وقت صرف ہوگا اس کا تمہیں خود اندازہ ہے میرا مطلب ہے کہ تم سمجھتے ہو اس بات کو۔"
"دیکھئے خانم مجھے کرنل صاحب نے جیسا کہ میں آپ کو بتا چکا ہوں کہ یہ بتا کر بھیجا ہے کہ مجھے آپ کی ہدایت کے مطابق کام کرنا ہے مزید آپ اس سلسلے میں یہ چاہتی ہیں کہ میں کرنل صاحب سے کچھ ہدایت لوں تو اس کے لئے بھی میں کوشش کرسکتا ہوں۔" خانم میمونہ کسی سوچ میں ڈوب گئی تھی پھر اس نے غور کرتے ہوئے کہا۔
"نہیں، فی الحال تم اتنا ہی کرو کہ یہاں مہمان خانے میں ہی مقیم رہو اور میں کسی وقت تمہارے بارے میں یہ تفصیلات بھی بتادوں گی بلکہ تمہیں اس جنگل کا معائنہ بھی کروا دوں گی کیا سمجھے؟ میرے کچھ مہمان کہیں سے آنے والے ہیں میں ذرا ان مہمانوں کا انتظار کر رہی ہوں اگر تمہیں اس سلسلے میں کوئی جلدی نہ ہو تو فی الحال نظام آباد میں ایک پرسکون وقت گزارو اور یہاں کی مکمل تفریحات میں حصہ لو تم اگر چاہو تو دوسرے لوگوں کو یہ بات بتا سکتے ہو کہ اپنی اس کمپنی کی جانب سے تمہیں ان جنگلات کا معائنہ کرنے کی ہدایت کی گئی ہے میں خود بھی تمہیں ان جنگلات کی ایک بار خود سیر کراؤں گی۔ رانا افضال بھی ساتھ ہوگا۔ ہرچند کے وہ مکمل طور پر قابل اعتماد آدمی ہے لیکن پھر بھی اپنے راز اپنے آپ تک محدود ہونے چاہئیں۔"
"ٹھیک ہے میں آپ کی ہدایت کے مطابق عمل کروں گا۔"
خانم میمونہ کی الجھی ہوئی شخصیت نے مجھے بالکل غیر مطمئن رکھا تھا اور میں اس ملاقات میں ایک مکمل تشنگی محسوس کر رہا تھا۔ مجھے یوں لگ رہا تھا جیسے خانم میمونہ مجھے صحیح بات بتانے سے گریز کر رہی ہو۔ کیا قصہ ہے، کون کیا کر رہا ہے کوئی صحیح صورت حال میرے علم میں نہیں آسکی تھی لیکن بہرحال ابھی جلد بازی بھی نہیں کی جاسکتی تھی خانم میمونہ نے جتنا کچھ مجھے بتایا تھا اور جو پیشکشیں کی تھیں فی الحال انہیں ذہن میں محفوظ رکھنا تھا اور اس کے بعد انتظار کرنا تھا۔ ہاں، اگر بعد میں کوئی اور صورت حال پیش آئی تو دیکھا جائے گا جہاں تک معاملہ حسن فیروز کا تھا تو بہرحال وہ میرے لئے ایک بے مقصد انسان تھا۔ آج تک اس نے کوئی ایسا عمل نہیں کیا تھا جس سے یہ ظاہر ہو کہ مشکل موقعوں پر وہ میرا ساتھ دے سکتا ہے لیکن بہرحال وہ میرا محسن تھا۔ میمونہ خانم نے جو مختصر تفصیلات

بتائی تھیں ان کی روشنی میں' میں نے پہلے فیصلہ کیا کہ ضرغام احمد کے بیٹے ضیغم اور بیٹی رباب سے ملاقات کی جائے۔ بظاہر بات سادہ سی تھی اور اس سلسلے میں بہت سے معاملات سوچے جاسکتے تھے یعنی یہ کہ سارا چکر چل کیا رہا ہے رانا افضال جو خانم میمونہ کے جائیداد کے معاملات سنبھالے ہوئے تھا مستقل اسی حویلی میں مقیم تھا اور مجھے اندازہ ہو رہا تھا کہ خاصی مستحکم حیثیت کا حامل ہے۔ یہ سارا جال جس طرح پھیلا ہوا تھا اس میں بس ایک چیز الجھاوے کا باعث تھی اگر خود خانم میمونہ اپنے سوتیلے بچوں کو ان کے باپ کی دولت سے محروم کرنا چاہتی تھی تو پھر اس نے کرنل ہمایوں جیسے آدمی سے مدد لینے کی کوشش کیوں کی بہرحال میرے اوپر کوئی پابندی تو تھی نہیں۔ میں نے اس سلسلے میں یہ سوچا کہ ان لوگوں سے ملاقاتیں کرلی جائیں اور اس کے بعد میں کسی کو بتائے بغیر پہلے تو اس حویلی کے مختلف علاقوں کا جائزہ لیتا رہا اور یہ اندازہ لگاتا رہا کہ اگر میمونہ خانم کو قتل کرنے کی کوئی کوشش کی جائے تو اس کے راستے کون سے ہوں گے۔ پھر خاصی معلومات حاصل کرنے کے بعد ضیغم کی رہائش گاہ کی جانب چل پڑا۔ حویلی کا اندرونی حصہ تھا ایک دروازے کے دوسری جانب ضیغم موجود تھا۔ ضیغم نے میری دستک پر دروازہ کھولا تھا۔ میں اندر داخل ہو گیا کمرہ باہر سے تو بہت عمدہ تھا لیکن اندر سے اس کی سجاوٹ بہت سادہ تھی کچھ اس طرح کی تصاویر لگی ہوئی تھیں جس سے ضیغم کی مذہبی فطرت کا اندازہ بھی ہوتا تھا مجھے دیکھ کر اس نے پراخلاق انداز میں گردن ہلائی اور بولا۔

"جی' کیا بات ہے کون ہو؟"

"آپ سے ملنا چاہتا ہوں ضیغم صاحب۔"

"بولو' میں شاید تم سے پہلی بار مل رہا ہوں۔"

"جی ہاں' ابھی کچھ وقت پہلے ہی مجھے یہاں ملازمت ملی ہے۔"

"اوہو اچھا' حویلی میں۔"

"جی۔"

"لیکن کس کام کے لئے آپ یہاں ملازم ہوئے ہیں شکل وصورت سے تو آپ پڑھے لکھے آدمی معلوم ہوتے ہیں۔"

"بس محل کے اندرونی امور کی حفاظت میرے سپرد کی گئی ہے۔"

"ہوں' تو اس کا مطلب ہے کہ خانم کو مزید باڈی گارڈز کی ضرورت تھی اور وہ یہ محسوس کر رہی تھیں کہ اپنی برائیاں زیادہ عرصے نہیں چھپا سکیں گی۔"

"کیا مطلب' میں سمجھا نہیں ضیغم صاحب۔"

"دیکھئے اگر آپ باڈی گارڈ ہیں تو صرف اپنے فرائض سرانجام دیجئے حویلی کے ذاتی معاملات جس حد تک آپ کو بتائے جائیں وہ کافی ہیں اسی پر کام کیجئے اور اگر جاسوس ہیں تو کھل کر مجھے بتائیے کہ کیا پوچھنا چاہتے ہیں آپ مجھ سے۔"

"آپ یقین کیجئے میں نہیں جانتا تھا کہ آپ لوگوں کے ذہن میں کوئی ایسی بات آسکتی ہے۔ اصل میں حویلی کے ذاتی امور کے تحفظ کے معاملے میں میری ذمے داری تھی کہ میں ہر شخص سے معاملات کروں اپنی ڈیوٹی پوچھوں لیکن آپ کے الفاظ مجھے عجیب سا احساس دلا رہے ہیں۔"

"بس جو تمہیں معاوضہ دے دوست' اس کی گاؤ اسی میں تمہاری نوکری کا تحفظ ہے۔"

"صرف اتنا کہنا چاہتا ہوں ضیغم صاحب کہ اس نوکری کے لئے مجبور نہیں ہوں اور ابھی تک ضمیر فروشی سے محفوظ رہا ہوں۔ آپ اگر انسانیت کے نام پر کوئی ذمے داری میرے سپرد کرنا چاہیں تو میں شاید اس سے گریز نہ کروں۔"

"تعجب کی بات ہے اس دور میں انسانیت کا تذکرہ کر رہے ہو۔ چلو ٹھیک ہے ہمارے بارے میں کچھ معلومات ہیں۔" اسی وقت اندرونی دروازے سے ایک بہت ہی خوبصورت سی لڑکی وہیل چیئر پر بیٹھی' وہیل چیئر دھکیلتی اندر آئی مجھے دیکھ کر اس نے جلدی سے وہیل چیئر کا رخ تبدیل کرلیا۔

"آجاؤ رباب ہمارے مستقل ساتھی ہیں۔ یہ کہتے ہیں کہ ان کا ضمیر زندہ ہے۔ آؤ اس دور میں ایسے شخص کی زیارت کریں جو اپنے ضمیر کی زندگی کی بات کرتا ہے۔ آجاؤ کوئی حرج نہیں ہے۔" میں نے لڑکی پر ایک نگاہ ڈالی بہت خوبصورت لڑکی تھی چہرے پر بھی معصومیت ٹپکتی تھی ویسے چہرے مہرے سے تو ضیغم بھی برا نوجوان نہیں معلوم ہوتا تھا لڑکی نے ایک نگاہ مجھے دیکھا پھر آہستہ سے بولی۔

"کون ہیں یہ بھائی۔"

"زندہ ضمیر کے مالک اور اگر واقعی زندہ ضمیر کے مالک ہیں تو شاید یہاں قیام نہ کر سکیں۔ ہم سے بھی اتفاق سے ملاقات ہوگئی ہے بلکہ اس بات کے بھی امکانات ہیں کہ ان کی ہم سے ملاقات کرائی گئی ہو۔ خیر جناب ظاہر ہے جو آپ نے کہا ہے وہی حقیقت سمجھی جائے گی کیونکہ ہمارے پاس حقیقتوں کو تلاش کرنے کے ذرائع نہیں ہیں۔"

"دیکھئے جناب میں آپ سے پہلے بھی کہہ چکا ہوں کہ بے شک میں نے یہاں ملازمت کی ہے لیکن یہ ملازمت میری بہت بڑی مجبوری نہیں ہے میں متبادل ذرائع بھی اختیار کر سکتا ہوں انسان انسان کے کام آتا ہے اگر آپ کی کوئی خدمت کرسکوں گا تو مجھے خوشی ہوگی ویسے جہاں تک آپ کی باتوں سے احساس ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ یہاں اپنی موجودہ کیفیت میں آپ خوش نہیں ہیں۔"

"بات اصل میں یہ نہیں ہے۔ بات صرف یہ ہے کہ فطرتاً اس دنیا سے پیچھے رہ گیا ہوں حالانکہ دنیا کچھ اور سکھاتی ہے' بتاتی ہے' سمجھاتی ہے کہ صورت حال کو اس انداز میں دیکھو اور سمجھو جو تمہیں اس دنیا میں جینے کے گر سکھائے۔ میری بہن کا بھی یہی خیال ہے کہ میری کمزوریاں دوسروں کو قوتیں بخشنے کا باعث بن گئی ہیں اور اب آپ یقین کرلیں جناب کہ اب ہم حویلی کے قیدی ہیں بہت کڑی نگاہ رکھی جاتی ہے ہم پر' اسی لئے تو میں حیران ہوا تھا کہ ایک اجنبی اتنی آسانی سے ہم تک کیسے پہنچ گیا۔ اب یہ کہا جاسکتا ہے کہ آپ شاید ہمارے اندرونی خیالات جاننے کے لئے یہاں بھیجے گئے ہیں حالانکہ ہم نے اپنی کیفیتیں کسی سے نہیں چھپائیں اور کھل کر ہی بات کی ہے لیکن بات کرنے کے مواقع بھی تو ملیں۔"

"بس ایک سوال کرنا چاہتا ہوں آپ سے۔" میں نے کہا۔

"جی فرمایئے۔"

"کیا آپ کو خانم میمونہ سے شکایات ہیں۔" جواب میں وہ تلخی سے مسکرا دیا۔ پھر بولا۔

"آپ کا کیا خیال ہے۔ ہم خان ضرغام کے بیٹے ہیں اور یہ میری بہن رباب خانم میمونہ ہماری سوتیلی ماں ہیں اور اپنے طور پر یوں سمجھ لیجئے کہ خان ضرغام کی تمام جائیداد وغیرہ کی مالک' ساری جاگیران کی ملکیت ہے۔ ظاہر ہے دنیا میں جو مثالیں دی گئی ہیں وہ غلط تو نہیں ہوتیں یعنی زر' زن' زمین اس کے لئے انسان اپنی بہت سی اقدار کھو دیتا ہے اور وہ سب کچھ کرنے لگتا ہے جو اسے نہیں کرنا چاہئے۔ اگر آپ سمجھدار ہیں تو خود ہی حالات کو سمجھ سکتے ہیں اور اگر سمجھدار نہیں بھی ہیں تو ظاہر ہے آپ کو سمجھا کر بھیجا گیا ہوگا۔ میری زبانی آپ نے وہ سب کچھ سن لیا جو کچھ آپ سننا چاہتے تھے یعنی یہ کہ میرے خیالات یہاں کے بارے میں بہت زیادہ اچھے نہیں ہیں اور آپ یوں سمجھ لیجئے کہ میں ایک طرح سے اس حویلی کا باغی ہوں اور بھی کچھ جاننا چاہتے ہیں آپ۔"

"نہیں۔"

"کیا میں آپ سے درخواست کروں کہ اب آپ تشریف لے جایئے ویسے بھی آپ کی مرضی ہے اگر آپ کی ڈیوٹی مستقل مجھ پر لگا دی گئی ہے تو میں بھلا آپ کو کیا بھیجنے کی جرأت رکھتا ہوں ورنہ جو الفاظ آپ کے اور میرے درمیان ادا ہوچکے ہیں اس کے بعد تنہائی میرے لئے ضروری ہے۔"

"بہتر' لیکن میں آپ سے دوبارہ ملاقات کروں گا۔" میں نے کہا اور وہاں سے باہر نکل آیا تھوڑا سا ہی آگے گیا تھا کہ رانا افضال نظر آیا مجھے دیکھ کر اس طرح ٹھٹکا جیسے کوئی انہونی بات دیکھ لی ہو۔ اس کے بعد اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی اور اس مسکراہٹ سے صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ یہ مصنوعی مسکراہٹ ہے اس کے چہرے پر تجسس کے آثار تھے میں اس کے قریب پہنچ گیا۔

"ہیلو رانا صاحب۔"

"ہیلو کہیے کیسے مزاج ہیں آپ کے' ادھر کیسے نکل آئے تھے۔"

"بس خانم میمونہ کی اجازت سے۔"

"ہوں' خانم نے اصل میں ابھی تک آپ کے بارے میں مجھے واضح ہدایت نہیں دیں لیکن میں آپ کو تلاش کر رہا تھا۔"

"خیریت؟"

"نہیں' کچھ بالکل ذاتی سے سوالات تھے۔"

"آیئے کسی جگہ بیٹھتے ہیں۔"

پھر ہم ایک ایسی جگہ آبیٹھے جو سنگ سرخ سے بنی ہوئی تھی اور سامنے کا منظر بے حد حسین تھا۔ خوبصورت فوارے ابل رہے تھے اور ان میں کبھی کبھی کوئی چھوٹی مچھلی بھی بلند ہوجایا کرتی تھی۔ رانا افضال نے کہا۔

"اصل میں ویسے تو تمام معاملات آپ کے ذاتی ہیں اور جب تک خانم آپ کے سلسلے میں مجھے کوئی واضح ہدایت نہیں دیں گی نہ میں آپ کو کچھ بتانے کا ذمے دار ہوں اور نہ ہی کسی اچھے انسان کی حیثیت سے آپ بھی اس بارے میں کوئی سوال کریں گے لیکن آپ کے ساتھی بڑی عجیب وغریب شخصیت کے مالک ہیں۔ کیا آپ مجھے بتانا پسند کریں گے کہ وہ کوئی شعبدہ گر ہیں جادوگر ہیں کیا ہیں وہ۔"

"خیریت کیا ہوا؟"

"انہوں نے خانم فرقانہ جیسی خاتون کو عجیب وغریب شخصیت کا مالک بنا دیا ہے۔
ابھی تو خانم میمونہ اس جانب متوجہ نہیں ہوئیں لیکن بات اتنی تیزی سے پھیلتی جا رہی ہے
کہ خانم میمونہ کو بھی کچھ وقت کے اندر اندر معلوم ہو جائے گا۔ آپ مجھے ان کے بارے
میں بتانا پسند کریں گے۔" میں نے ایک ٹھنڈی سانس لی تھی پھر میں نے کہا۔

"آپ کیا جاننا چاہتے ہیں ان کے بارے میں؟"

"جوان آدمی ہیں لیکن آپ یقین کیجئے کہ اس وقت اس حویلی کے بہت سے لوگ
شدت حیرت سے خاموش ہیں۔ خانم فرقانہ کے لباس بدل گئے ہیں وہ جو ایک انتہائی
پروقار اور مہذب خاتون تھیں انہوں نے رنگین لباس پہن کر میک اپ کرنا شروع کر دیا
ہے جہاں تک میری معلومات کا تعلق ہے تو اس عمر میں تو انسانی جذبات اس انداز میں
بالکل سوچکے ہوتے ہیں اور ذہن میں کوئی ایسا خیال نہیں آتا لیکن خانم فرقانہ جیسے پھر سے
جوان ہو گئی ہوں وہ اتنی قابل اور معزز خاتون ہیں کہ شاید بہت کم خواتین ان کے ہم پلہ
ہوں۔"

"میں اپنے ساتھی کے بارے میں آپ کو بتادوں کہ وہ شاید ان کی قابلیت ہی سے
متاثر ہے اور اگر آپ لوگ کسی غلط انداز میں اس بارے میں سوچیں تو آپ کو خود ہی اپنی
سوچ پر ہنسی آنی چاہئے۔"

"یہی تو اصل مسئلہ ہے۔"

"میں کیا خدمت کر سکتا ہوں آپ کی؟"

"نہیں بس میں ایسے ہی پوچھ رہا تھا۔" بہرحال رانا افضال کے الفاظ کی میں نے
پذیرائی نہیں کی لیکن حسن فیروز کے بارے میں مجھے اندازہ ہو گیا کہ انتہاء پسندی پر آمادہ
ہو گیا ہے اور پتا نہیں بے چاری خانم فرقانہ کو اس نے کیا فریب دیئے ہیں میرے ہاتھ لگا تو
میں نے کہا۔

"حسن محسوس کر رہے ہو کہ حویلی میں تمہارے بارے میں چرچے ہونے لگے
ہیں۔"

"اصل میں مائی ڈیئر گل مراد اس دنیا میں کچھ کر کے جانا چاہتا ہوں اس کائنات میں
کوئی ایک عمل ایسا بھی ہو جس پر لوگ میرے نام کو یاد رکھیں۔"

"وہ عمل کیا ہے؟" میں نے سوال کیا۔

"خانم فرقانہ سے عشق کر رہا ہوں اور اس عشق کو اس منزل تک پہنچا دینا چاہتا

ہوں کہ بہت سی عشق و محبت کی داستانیں ماند پڑ جائیں اور لوگ حسن فرقانہ پر بھی
کہانیاں لکھیں۔" مجھے بے اختیار ہنسی آ گئی تھی میں نے کہا۔

"یار بڑی قابل عورت ہے کیوں بے چاری کی مٹی پلید کر رہے ہو۔ عورت کی تو یہ
سب سے بڑی کمزوری ہوتی ہے اور پھر تم جیسا شیطان اسے کسی بات کا احساس دلا دے تو
اس کا بھٹک جانا فطری امر ہے۔ چالیس بیالیس سال کی ہوتی تو چلو کوئی حرج نہیں تھا لیکن
اب تو اسے ذلیل نہ کرو۔"

"دیکھو' ایک بات کا خاص خیال رکھنا گل مراد' خانم فرقانہ کے بارے میں کوئی ایسا
لفظ منہ سے نہ نکالنا جس سے میرے اور تمہارے تعلقات کے درمیان رخنہ اندازی ہو۔
میں ان کے بارے میں کوئی برا لفظ نہیں سننا چاہتا کسی سے بھی۔"

"ٹھیک ہے میرا کیا جاتا ہے جیسے تم مناسب سمجھو۔"

"پھر اس وقت شام کے تقریباً ساڑھے چھ بجے تھے موسم بہت سہانا تھا اور میں یونہی
ٹہلتا ہوا باہر نکل آیا تھا کہ عقب سے مجھے شی شی کی آواز سنائی دی اور میں چونک کر ادھر
دیکھنے لگا۔ ایک درخت کی آڑ سے خانم میمونہ باہر نکلی تھی قرب وجوار میں اور کوئی نہیں
تھا میں اسے دیکھ کر چونک پڑا۔ خانم نے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر مجھے خاموش رہنے کا اشارہ
کیا پھر جب میں اس کے قریب پہنچا تو سرگوشی کے انداز میں بولی۔

"وہ سامنے دیکھ رہے ہو اس طرف پھولوں کے کنج کے دوسری جانب۔"

"کہاں؟" میں نے کہا لیکن خانم کے جواب دینے کی ضرورت پیش نہیں آئی جو منظر
میں نے دیکھا وہ میرے لئے بڑا عجیب تھا' پھولوں کی کنج میں خانم فرقانہ بیٹھی ہوئی تھی اور
حسن فیروز اس کے زانو پر سر رکھے ہوئے لیٹا ہوا تھا۔ خانم فرقانہ اس کے بالوں میں اپنی
انگلیوں سے کنگھی کر رہی تھی میں نے عجیب سے انداز میں خانم میمونہ کو دیکھا تو وہ مسکرا
رہی تھی۔

"یہ شخص کیا انتہا پسند ہے اپنی شوخیوں میں پاگل ہے یا پھر کوئی ایسی شخصیت جو اپنا
مستقبل کسی عورت کے سہارے بنانے کا خواہش مند ہو۔"

"محترمہ یہ تو ایک شرارت ہے اس سے زیادہ اور کچھ نہیں جہاں تک مستقبل
بنانے کا سوال ہے تو آپ یہ سمجھ لیجئے کہ........"

"ایک منٹ' ایک منٹ آؤ ذرا خاموشی کے ساتھ ان کے عقب میں پہنچیں وہ جو
چوڑا درخت ہے نا ذرا سا لمبا فاصلہ طے کر کے چلتے ہیں۔ دیکھیں تو سہی یہ باتیں کیا کر

رہے ہیں۔" خانم میمونہ کے اندر بھی ایک شرارت آمیز تجسّس تھا۔ بہرحال میں نے اس کا ساتھ دیا اور آگے بڑھ کر آخرکار اس درخت کے پیچھے پہنچ گیا جہاں سے پھولوں کا یہ کنج زیادہ دور نہیں تھا۔ خانم بہت احتیاط سے کام لے رہی تھی اور مجھے یہ احساس ہو رہا تھا کہ انسان کسی بھی سطح سے تعلق رکھتا ہو بہرحال انسان ہوتا ہے۔ اس کے وجود میں وہی سب کچھ ہوتا ہے جو عام انسانوں میں صرف وقت اور حالات اسے اداکاری پر مجبور کر دیتے ہیں اور وہ خود کو دوسروں سے مختلف سمجھتا ہے۔ خانم اس وقت اسی کیفیت کا شکار تھی اور مجھے بستی دوآبہ یاد آ رہی تھی جہاں کبھی بچپن میں اپنے دوستوں کے ساتھ آنکھ مچولی کھیلتا تھا دوسری طرف حسن فیروز اپنے جوہر دکھا رہا تھا۔ ہم نے ان کی آوازوں پر کان لگا دیئے۔

حسن فیروز اور فرقانہ دنیا سے بے نیاز ایک دوسرے میں کھوئے ہوئے تھے۔ فرقانہ کہہ رہی تھی۔

"تم دنیا سے کٹ کر رہ جاؤ گے حسن۔ جدھر جاؤ گے تم پر انگلیاں اٹھائی جائیں گی' لوگ تمہارا مذاق اڑائیں گے بالکل اسی طرح جیسے تم اتنی سنجیدگی سے میرا مذاق اڑا رہے ہو۔"

حسن اچانک ہی اس کے زانو سے اٹھ گیا اور اسے دیکھتا ہوا بولا۔ "تم اب بھی اسے شرارت سمجھتی ہو میری زندگی؟"

میں نے بے اختیار خانم میمونہ کو اپنے منہ پر ہاتھ رکھتے ہوئے دیکھا تھا جیسے وہ ہنسی روکنے کی کوشش کر رہی ہو۔

"شرارت' سوفیصدی شرارت' ارے پاگل آدمی کیا میں اس عمر میں ہوں کہ تجھ سے عشق کروں۔"

"یہ بتاؤ وہ کیا طریقہ کار ہو سکتا ہے جس کے تحت میں تمہیں یہ یقین دلا دوں کہ میں تم سے محبت کرتا ہوں تم سے شادی کا خواہش مند ہوں۔ بتاؤ' وہ کیا طریقہ کار ہو سکتا ہے۔"

"مارے جاؤ گے دیکھو' بے موت مارے جاؤ گے میں خانم میمونہ سے کہہ دوں گی کہ تم مجھ سے کیا کہہ رہے تھے۔"

"اگر خانم میمونہ آپ کی سرپرست ہیں اور ان سے کہنے کے بعد میرا یہ مسئلہ حل ہو سکتا ہے تو مجھے اجازت دو میں خانم میمونہ کو اپنا حال دل سنا دوں۔"

"پاگل آدمی خانم نے مجھے یہاں بہت ہی اہم مسئلے کے لئے بلایا ہے۔ میں تمہیں

اس کے بارے میں ایک لفظ نہیں بتا سکتی اس کے بعد میں واپس ڈنمارک چلی جاؤں گی۔ میں وہاں کی مستقل شہریت رکھتی ہوں اور وہاں کے لوگ مجھے ایک عمر رسیدہ پروفیسر کی حیثیت سے جانتے ہیں اگر میں تم سے شادی کا ڈھونگ رچا کر تمہیں وہاں لے بھی جاؤں تو تمہیں وہاں کی شہریت نہیں ملے گی کیونکہ لوگ یہی سمجھیں گے کہ تم نے مجھ سے صرف وہاں کی شہریت حاصل کرنے کے لئے شادی کی ہے۔ کیا فائدہ ہوگا اس حماقت سے تمہیں' بولو' صرف بیوقوف بنو گے لوگوں کی نگاہوں میں' نہ کرو پلیز ایسی حماقت کی باتیں نہ کرو بس اب ہوش میں آجاؤ' خوب تفریح کر چکے ہو اور اچھی طرح بدنام کر لیا ہے۔ تم نے مجھے' لوگ چھپ چھپ کر ہمیں دیکھتے ہیں۔ ہم پر ہنستے ہیں۔"

"کہہ چکی ہو؟" حسن فیروز نے انتہائی سنجیدگی سے کہا۔

"ہاں' میں کہہ چکی ہوں اگر تمہاری سمجھ میں آجائے تو۔"

"تو پھر سنو اگر خانم میمونہ کو شادی کے لئے تیار کر سکتی ہو' میرا مطلب ہے میری اور اپنی شادی کے لئے تو یہ فرض جتنی جلدی سرانجام پایا جائے بہتر ہے۔"

"ایک بات ذہن نشین کر لو' شادی بھی کر لوں گی تم سے لیکن اس کے بعد تم مجھ سے ایک لمحے کے لئے منحرف ہوئے تو میری عمر تو پوری ہو چکی ہے تمہیں گولی مار کر خودکشی کر لوں گی' کیا سمجھے' مجھے تو خیر کوئی دکھ نہیں ہوگا لیکن تم جوان موت مارے جاؤ گے۔"

"یہی تو میری خواہش ہے مارا جاؤں تو تمہارے ہاتھوں سے اور لوگ تذکرے کرتے رہیں۔ میں ان لوگوں میں اپنا نام چاہتا ہوں جو شہید محبت کہلائے۔"

"تب تم میری طرف سے جہنم میں جاؤ اب میں چلتی ہوں۔"

"ارے ارے مجھے جہنم میں تنہا چھوڑ دیں گی ڈیئر فرقانہ۔"

"بور مت کرو بہت ہو گئی بس' بہت ہو گئی۔" پھر ہم لوگوں نے ان کو جاتے ہوئے دیکھا۔ خانم میمونہ بے اختیار ہنس پڑی تھی' پھر اچانک اس طرح خاموش ہو گئی جیسے انہیں احساس ہو گیا ہو کہ کم از کم اسے کھلنڈرے پن کا مظاہرہ نہیں کرنا چاہئے تھا۔ اس نے اپنے چہرے کو ایک دم خشک بنا لیا اور بولی۔

"یہ تمہارا ساتھی کیا احمقانہ حرکت قائم کئے ہوئے ہے۔ کیا کر رہا ہے یہ اور کیا چاہتا ہے؟"

"جو کچھ وہ چاہتا ہے آپ نے دیکھ لیا اور سن لیا۔"

"کیا یہ پاگل پن کی بات نہیں ہے؟"

"کیا کہہ سکتا ہوں خانم۔"

"تم یہاں میرے کام سے آئے ہو یا صرف شرارتیں کرنے کے لئے۔"

"کرنل ہمایوں کو اگر آپ صرف وقت گزارنے والی ایک شخصیت سمجھتی ہیں تو پھر آپ کو حق ہے کہ میرے بارے میں بھی جو دل چاہے سوچ لیں اور سمجھ لیں۔"

"بھئی بڑی عجیب بات ہے بہت ہی عجیب، ہنسی بھی آتی ہے اور ایک عجیب سا احساس بھی ہوتا ہے۔ تمہیں پتا ہے کل یا پرسوں تک میرے کچھ مہمان آنے والے ہیں بڑی معزز شخصیتیں ہیں اور میرے لئے بڑی اہمیت کی حامل، اصل میں، میں اس وقت عجیب الجھن کا شکار ہوگئی ہوں جیسا کہ میں نے تمہیں حقیقت بتائی کہ کچھ لوگ میرے خلاف کچھ پراسرار سرگرمیوں میں مصروف ہیں وہ کون ہیں اور کیا چاہتے ہیں تمہیں اس کا اندازہ لگانا ہے لیکن یہاں نیا ایک کھیل شروع ہوگیا۔ خیر، زندگی کی دلچسپیوں سے تو میں بھی منہ نہیں موڑتی، کیا خیال ہے ان دونوں کی شادی کردی جائے۔"

"جی۔" میں حیرت سے آنکھیں پھاڑ کر رہ گیا۔

"اگر یہ لڑکا خود کو بہت زیادہ ذہین سمجھتا ہے اور انتہا پسندی پر آمادہ ہے تو میں بھی اسے انتہا تک پہنچا کر ہی رہوں گی۔"

"یعنی کیا کریں گی آپ؟"

"دیکھتی ہوں بلکہ میں خانم فرقانہ سے پوچھوں گی کہ کیا قصہ ہے؟"

"اگر آپ مناسب سمجھیں تو مجھے بھی اپنے ساتھ رکھیں۔" میں نے کہا اور خانم میمونہ مجھے دیکھنے لگیں، پھر بولی۔

"ٹھیک ہے۔ ان سے ملاقات کریں گے ویسے تم نے اپنے کام کا آغاز کردیا ہے۔"

"جی ہاں، میں جائزہ لے رہا ہوں اور میری ملاقات ان دونوں سے بھی ہوچکی ہے۔"

"ضیغم اور رباب سے۔"

"جی۔" میں نے جواب دیا اور خانم میمونہ کے چہرے پر عجیب سے تاثرات پھیل گئے، اس نے ٹٹولنے والی نگاہوں سے مجھے دیکھا اور پھیکی سی مسکراہٹ کے ساتھ بولی۔

"ظاہر ہے میں تمہیں اس سے منع نہیں کرسکتی تھی اور یہ بات بھی میں جانتی ہوں کہ ان کی زبان پر میرے لئے زہریلے الفاظ کے علاوہ اور کچھ نہیں آسکتا اگر میں اپنی

زندگی بھی انہیں دے ڈالوں تو وہ کبھی نہ تو میری تعریف کریں گے نہ مجھ پر یقین کرپائیں گے۔ یہ رشتہ ہی ایسا ہوتا ہے۔"

"ویسے آپ کا کیا خیال ہے خانم کیا وہ لوگ آپ کے مخالف نہیں ہوسکتے؟" میرے سوال پر خانم دیر تک خاموش رہی، پھر اچانک ہی اس کا موڈ بدل گیا۔

"کون کیا ہوسکتا ہے اگر میں اپنی زبان ہی سے ساری باتیں تمہارے گوش گزار کردوں تو معاف کرنا تمہارے یہاں آنے کا مقصد کیا رہ جاتا ہے۔ دیکھو میں تمہیں اپنے کچھ دشمنوں کے بارے میں بتا چکی ہوں اور کرنل ہمایوں سے میں نے یہی کہا کہ میرے خلاف ہونے والی سازشوں کا پتا لگائیں۔ کرنل نے یہ بات تسلیم کرلی ہے۔ اصل میں کرنل بھی بہت گہرے اور عجیب آدمی ہیں۔ میں تمہیں وقت سے پہلے کچھ نہیں بتانا چاہتی۔ ہاں، اگر کرنل نے تمہیں تمام تفصیلات بتادی ہیں تو مختلف بات لیکن تم جو سوال مجھ سے کررہے ہو وہ میرے لئے ناپسندیدہ ہے اور سنو اس لڑکے سے کہو کہ یہ تفریحات کرنے کا وقت نہیں ہے۔ میں مشکل میں ہوں۔ میرے مہمان آرہے ہیں۔ ورنہ دوسری صورت میں مجھے تم سے معذرت کرنا پڑے گی۔" میں الجھے ہوئے انداز میں اسے دیکھنے لگا، پھر میں نے کہا۔

"وہ دونوں آپ کے بارے میں اچھے خیالات نہیں رکھتے۔"

"جہنم میں جائیں۔ اس سے زیادہ میں ان کے لئے اور کچھ کر بھی نہیں سکتی اگر وہ میرے بارے میں اچھے خیالات نہ رکھ کر مجھے نقصان پہنچانے کی کوئی کوشش کرنا چاہتے ہیں تو ٹھیک ہے میں بھی اس کوشش کا خیر مقدم کروں گی۔ اوکے۔" اس کا موڈ واقعی بہت زیادہ خراب ہوگیا تھا۔ میں پرخیال انداز میں گردن ہلانے لگا۔

پھر میں نے ایک گہری سانس لی۔ بہرحال باقی ساری باتیں اپنی جگہ لیکن اس کا کہنا بھی درست ہی تھا۔ وہ ہم سے کام لینا چاہتی تھی لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہی مجھے اب حسن فیروز پر بھی غصہ آنے لگا تھا اور اسی شام میں نے حسن فیروز سے کہا۔

"یار حسن کرنل ہمایوں آرہے ہیں۔ مجھے اس بارے میں اطلاع ملی ہے۔" حسن بری طرح اچھل پڑا۔

"آرہے ہیں۔" وہ خوفزدہ لہجے میں بولا۔

"ہاں۔"

"او میرے خدا، اس کا مطلب ہے کہ میرا عشق تو ادھورا رہ جائے گا۔"

"دیکھو، فضول بات سے گریز کرو، بات سب کے کانوں تک پہنچ چکی ہے۔ خانم میمونہ مجھ سے شکایت کر رہی تھیں۔"

"کس سلسلے میں؟"

"یہی کہ وہ مشکل کا شکار ہیں اور تم یہاں تفریحات کر رہے ہو۔"

"دیکھو، یہ بات تو خانم فرقانہ بھی جانتی ہے لیکن اس کے باوجود وہ مجھ سے عشق کر رہی ہے اور اب تو ہم دونوں کا عشق انتہا تک پہنچ چکا ہے۔ اب ہم ایک دوسرے سے شادی کرنے والے ہیں۔"

"ٹھیک ہے۔ اب اس کے بعد تم اپنے معمولات میں مصروف رہو۔ مجھے اس سے کوئی غرض نہیں ہوگی، سمجھ رہے ہو تم۔"

"ہاں، سمجھ رہا ہوں اور تم واقعی مجھے میرے حال پر چھوڑ دو۔ میرا خیال ہے خانم فرقانہ سے اچھی محبوبہ مجھے دوبارہ دستیاب نہیں ہوگی، میں اس سے شادی کروں گا، یقین کرو میں اس سے شادی کروں گا۔"

"بھاڑ میں جاؤ۔" میں نے کہا اور خاموشی اختیار کرلی۔ اب خانم میمونہ جانے اور وہ، ویسے بھی یہ معاملات ذرا بالکل مختلف تھے اور براہ راست میرا ان سے کوئی واسطہ نہیں تھا۔ مجھے معلومات حاصل کرنا تھیں لیکن دوسری صبح بڑی سنسنی خیز تھی اور میں یہ محسوس کر رہا تھا کہ کوئی ایسی بات ہوگئی ہے جس کی وجہ سے حویلی میں بھاگ دوڑ مچی ہوئی ہے۔ میں باہر نکل آیا اور سب سے پہلے مجھے رانا افضال ہی نظر آیا تھا۔ رانا افضال مجھے دیکھ کر رکا اور پھر تیز تیز قدموں سے چلتا ہوا میرے قریب آگیا۔

"خانم سے ملاقات ہوگئی۔" اس نے چھوٹتے ہی سوال کیا۔

"نہیں، کیوں خیریت، خانم خیریت سے ہیں اور یہ بھاگ دوڑ کیسی مچی ہوئی ہے۔"

"اس کا مطلب ہے تمہیں رات کے واقعات نہیں معلوم۔"

"کیا واقعات ہیں رات کے۔"

"ان دونوں کو اغوا کرلیا گیا ہے اور اغوا کرنے والے خاصی جارحیت کرکے گئے ہیں۔ چوکیدار شدید زخمی ہے اور ہسپتال پہنچ چکا ہے اس کے علاوہ انہوں نے یہاں سائیلنسر لگے ہوئے پستولوں سے گولیاں بھی چلائی ہیں جس سے رات کی ڈیوٹی دینے والے دو ملازم اور دو کتے شدید زخمی ہوگئے ہیں بلکہ کتوں کے بارے میں اطلاع ملی ہے کہ وہ مر گئے ہیں۔"

"کیا؟" میں نے حیرت بھرے انداز میں پوچھا۔

"ہاں۔"

"اغوا ہونے والوں کے بارے میں آپ کیا کہہ رہے تھے رانا افضال، وہ دونوں یعنی۔"

"ضیغم اور رباب کی بات کر رہا ہوں۔ انہیں ان کی رہائش گاہ سے اغوا کرلیا گیا ہے۔ وہ لوگ کھلے ہوئے گیٹ سے اندر داخل ہوئے تھے۔ چوکیدار نے انہیں روکنے کی کوشش کی تو انہوں نے چوکیدار کو جیپ سے ٹکر مار کر زخمی کردیا، احاطے میں کل دو کتوں کا بندوبست کیا گیا تھا دونوں کتے کھلے ہوئے تھے انہوں نے ان پر گولی چلائی اور رات کو جاگنے والے دو محافظوں پر بھی انہوں نے گولیاں چلائیں۔ محافظوں کا کہنا ہے کہ ان کے چہرے ڈھکے ہوئے تھے اور ان کی تعداد چار یا پانچ تھی۔ دونوں محافظ بھی زخمی ہوگئے اور بے ہوش ہوکر گر پڑے اور پھر ادھر، میرا مطلب ہے اس رہائش گاہ میں داخل ہوکر انہوں نے ضیغم اور رباب کو اغوا کرلیا۔ رباب بستر پر سو رہی تھی اس کے جوتے، وہیل چیئر سب کچھ ایسے ہی پڑا ہوا ہے، بستر پر ایسے نشانات بھی ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس نے جدوجہد کی ہے لیکن کامیاب نہیں ہوسکی۔"

"پتا کیسے چلا؟" میں نے سوال کیا۔

"دوسرے ملازم چیخے تھے، چوکیدار زیادہ زخمی ہے اسے نظام آباد والے واحد ہسپتال میں داخل کردیا گیا ہے دیکھیں کیا ہوتا ہے۔"

"اور وہ دونوں؟"

"وہ دونوں حویلی ہی میں ہیں۔ بہرحال تمہیں اس بارے میں کچھ نہیں معلوم۔"

"کیا مطلب؟"

"یعنی میرا مطلب ہے چلو خیر، تم جانو اور خانم جانے کوئی کیا کرسکتا ہے۔" میں نے حسن فیروز کو دیکھا جو چلا آرہا تھا، اس نے آتے ہی مجھ سے کہا۔

"خدا کا شکر ہے خانم فرقانہ کو کوئی نقصان نہیں پہنچا۔ وہ اس وقت سہمی ہوئی بطخ لگ رہی ہے اور قیں قیں کے علاوہ اس کے منہ سے کوئی اور آواز نہیں نکل رہی یعنی آپ اسے چھو کر دیکھیں تو وہ قیں کرتی ہے۔ یار ذرا آؤ دیکھو تو سہی کیا مزے کا سین ہے۔" میں نے گھورتی ہوئی نگاہوں سے حسن فیروز کو دیکھا تو وہ شانے اچکا کر بولا۔

"ٹھیک ہے، ٹھیک ہے تمہیں اس سے کوئی دلچسپی نہیں ہے، نہ سہی میرا تو مستقبل

ہے وہ۔"

"اور تمہیں اندازہ ہے کہ حویلی میں کیا ہوگیا ہے اس کے بعد بھی اگر تم نے اپنی تفریحات جاری رکھیں تو حسن پھر مجھے دادا جان سے کہنے پر مجبور ہونا پڑے گا کہ حسن کسی بھی مسئلے میں میرے لئے دردِ سر ثابت ہوتا ہے۔" حسن فیروز مجھے عجیب سی نگاہوں سے دیکھنے لگا پھر بولا۔

"آخر ہو تو دادا جان کے تربیت یافتہ نا' اس کے علاوہ اور کیا کہو گے۔ چلو ٹھیک ہے ظالم آسمان بن کر گر پڑو میرے سر پر' بتاؤ کیا کروں اب' کیا کسی کونے میں بیٹھ کر رونا شروع کردوں' واقعہ کیا ہوا ہے تم مجھے کوئی تفصیل بتا رہے ہو۔" رانا افضال ایک طرف چلا گیا تھا۔ میں نے مختصر الفاظ میں حسن کو تفصیل بتائی اور حسن سنجیدہ نظر آنے لگا اور پھر بولا۔

"سو فیصدی' سو فیصدی۔"

"کیا سو فیصدی؟"

"خانم یہاں کوئی کھیل کھیل رہی ہے اور یہ کھیل دولت کے کھیل کے علاوہ اور کیا ہوسکتا ہے۔ ان دونوں کو قیدی بنا کر رکھا ہوا ہے اس نے اور اب یہ بھی ظاہر کرنا چاہتی ہے کہ وہ دونوں کوئی سازش کر رہے تھے سو فیصدی وہ لوگ خانم ہی کے طلب کئے ہوئے ہوں گے اور انہوں نے ضیغم اور رباب کو اغوا کرلیا ویسے رباب کیسی لڑکی تھی میں تو اسے دیکھ بھی نہیں سکا۔" میں نے حسن فیروز کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا' ابھی تک خانم سے ملاقات نہیں ہوئی تھی پتا نہیں اس کارروائی پر اس کی کیا کیفیت ہے اور اس پر کیا ردعمل ہے لیکن اس وقت جو بھاگ دوڑ ہو رہی تھی اس کے تحت میرا خیال تھا کہ خانم سے ابھی ملاقاتِ ممکن نہیں ہوسکے گی اور ہوا بھی یہی۔ چار مسلح افراد اس جگہ کھڑے تھے جس کے دوسری جانب خانم کی رہائش گاہ تھی ملازموں تک کو اس طرف جانے کی اجازت نہیں تھی۔ میں اور حسن اس طرف پہنچے تو ان مسلح افراد میں سے ایک نے کہا۔

"نہیں جناب ہمیں حکم ہے کہ جس وقت تک خانم ہمیں اجازت نہ دے کوئی اس طرف جانے نہ پائے۔" میں نے شانے ہلائے اور واپسی کے لئے پلٹا تو میں نے رانا افضال کو دیکھا جو خود بھی اسی طرف آرہا تھا۔

"یقیناً گارڈز نے تمہیں اس طرف نہیں جانے دیا ہوگا۔"

"ہاں' خانم تو خیریت سے ہیں نا۔"

"پتا نہیں' انہوں نے گارڈز یہاں متعین کر دیئے ہیں اور گارڈز کسی کو بھی اندر جانے کی اجازت نہیں دے رہے۔"

"عجیب بات ہے پھر آخر خانم کے پاس اندر ہے کون؟"

"پتا ہی نہیں چل رہا کچھ' عجیب سا ماحول ہوگیا ہے۔" دن کے تقریباً ایک بجے کا وقت ہوگا۔ ہم لوگ کھانے وغیرہ سے فارغ ہوگئے تھے۔ حسن فیروز نے مجھے اطلاع دی تھی کہ غالباً خانم' فرقانہ میمونہ کے ساتھ ہے کیونکہ وہ اپنی رہائش گاہ پر نہیں ہے۔ میں اور حسن فیروز بھی باہر ہی تھے اور نہ جانے کیا محسوس کر رہے تھے کہ ہم نے کچھ گاڑیاں گیٹ سے اندر آتی ہوئی دیکھیں ان میں ایک لینڈ کروزر تھی' دوسری جیپ تیسری کار' لینڈ کروزر سے مسلح سپاہی نیچے اترے تھے' جیپ سے کچھ افسرانِ اعلیٰ اور کار سے دو افراد اترے تھے جو سول ڈریس میں تھے اور پھر یہ سب ایک جگہ جمع ہوگئے۔ مسلح افراد نے اسلحے کے ساتھ پوزیشن سنبھالی' افسرانِ بالا جو پولیس کی وردیوں سے اپنے عہدوں کی نشاندہی کرتے تھے آگے بڑھے اور سادہ لباس والے دونوں افراد ان کی سرکردگی میں چل پڑے میں اور حسن فیروز رانا افضال کے ساتھ اس تمام صورت حال کو دیکھ رہے تھے۔ میں نے سرگوشی کے انداز میں حسن فیروز سے کہا۔

"اس وقت کوئی سرگرمی دکھانے کی کوشش نہ کرنا' کیونکہ اس وقت ان معاملات میں مداخلت کرنا یقینی طور پر دادا جان کے اصولوں کے خلاف ہوگا۔ حسن! تمہیں میری بات ماننی چاہئے کیونکہ کچھ مواقع ایسے ہوتے ہیں جب مجبوراً کچھ چیزوں سے پرہیز کرنا پڑتا ہے۔" حسن نے غیر متوقع طور پر تعاون کرنے والے انداز میں گردن ہلائی اور بولا

"مجھے اور کسی بات کی پرواہ نہیں ہے بس اپنی خانم فرقانہ پر کوئی آنچ نہ آنے پائے۔ باقی سب خیریت ہے۔"

میں نے ایک گہری سانس لی۔ کم بخت حسن فیروز بھی اپنے مزاج میں تنہا ہی آدمی تھا۔ حالات کتنے ہی سنگین نوعیت کیوں نہ اختیار کر جائیں اسے اپنی شرارتوں سے فرصت نہیں تھی۔ خیر! میں تو اسے اچھی طرح سمجھتا تھا لیکن! دنیا کا کوئی بھی شخص چاہے وہ کتنا ہی احمق کیوں نہ ہو۔ یہ بات نہیں سوچتا تھا کہ حسن فیروز کے ذہن میں خانم فرقانہ کے لئے کوئی خاص مقام ہوگا۔ میں تفریح پسند انسان تھا اور زندگی کے ہر دلچسپ عمل میں حصہ لینے کا خواہش مند رہتا تھا۔ اسے کسی بات کی پرواہ نہیں تھی۔ بہرحال! ہماری نگاہوں کا مرکز وہ تمام افراد تھے جو اندر آئے تھے۔ اس وقت خانم میمونہ کے متعین کردہ گارڈز بھی

الگ ہٹ گئے تھے اور انہوں نے آنے والوں کو اندر جانے سے نہیں روکا تھا۔ البتہ اس بات پر حسن فیروز نے کسی قدر ناخوش گوار لہجے میں کہا۔

"جہاں ہماری یہ عزت اور یہ مقام ہو وہاں کے بارے میں تم کیا کہو گے؟" میں نے کوئی جواب نہیں دیا تو حسن نے برا سا منہ بناتے ہوئے کہا۔

"لعنت ہے یار۔ بھلا یہ بھی کوئی بات ہوئی۔ وہ جو کہتے ہیں نا کہ دہقان کو میسر نہیں ڈبل روٹی۔ سمجھ رہے ہو نا تم؟"

"پلیز! شٹ اَپ۔" میں نے کہا اور حسن ایک گہری سانس لے کر خاموش ہو گیا۔ کچھ لمحے یہ خاموشی برقرار رہی۔ پھر وہ بولا۔

"اگر فرقانہ کا خیال نہ ہوتا تو یقین کرو اس وقت یہ عمارت چھوڑ دیتا۔" میں نے پھر بھی کچھ نہ کہا۔ جس طرح حویلی کے دوسرے ملازم صورت حال کے بارے میں معلومات حاصل کر رہے تھے اسی طرح ہم بھی عام لوگوں میں شامل ہو گئے۔ حسن فیروز گردن جھٹک کر بولا۔

"اور یہ خانم فرقانہ! قسم خدا کی نکاح سے پہلے طلاق دے دوں گا اسے۔ اگر اس نے اس قسم کی حرکات جاری رکھیں۔ یعنی میں زیادہ اہمیت کا حامل ہوں یا خانم میمونہ؟ میں تو مستقبل میں اس کا مجازی خدا بننے والا ہوں۔ ویسے یار یہ جملہ ہے بڑا عجیب' اور لغت میں یہ الفاظ ایجاد کرنے والوں کو کم از کم ایسے جملوں پر سزا ملنی ہی چاہئے۔ عقیدت کا اگر کوئی رشتہ قائم کرنا ہی ہے تو اور بھی بہت سے الفاظ ہو سکتے ہیں۔ سب سے زیادہ کباڑہ ان شاعروں نے کیا ہے۔ جوشِ جذبات میں نہ جانے کہاں سے کہاں پہنچ جاتے ہیں۔ وہ تمہیں ایک شعر یاد ہے۔"

"حسن! تجھے خدا کا واسطہ! اس وقت مجھے کوئی شعر یاد نہ دلا۔"

"تو پھر ٹھیک ہے۔ میری یہاں موجودگی کیا معنی رکھتی ہے؟" اس نے کہا اور واپسی کے لئے مڑ گیا لیکن پھر کچھ فاصلے سے رانا افضال کو آتے ہوئے دیکھ کر گھومتا ہوا پھر میرے پاس آکر کھڑا ہو گیا۔ مجھے اس کی اس حرکت پر ہنسی آگئی۔ میں نے کہا۔

"اس میں کوئی شک نہیں حسن' کہ تمہاری قربت ذہن کو ایک خوشگوار تاثر دیتی ہے لیکن! کبھی کبھی جب ذہن الجھا ہو تو تھوڑی سی کوفت بھی ہونے لگتی ہے۔"

"رانا افضال اس طرف آرہا ہے۔"

"ہاں!" میں نے جواب دیا اتنی دیر میں رانا افضال ہمارے پاس پہنچ گیا تھا۔ اس کے

کچھ بولنے سے پہلے میں نے کہا۔

"رانا صاحب! کچھ بات سمجھ میں آرہی ہے؟" رانا افضال نے ایک ٹھنڈی سانس لی اور بولا۔

"آپ یہی کہنا چاہتے ہیں کہ مالکوں کا کھیل ہے اور ملازم چاہے مالک کے لئے ہزار بار زندگی قربان کر دے لیکن نہ اس کا راز دار بن سکتا ہے نہ اس کی اتنی قربت حاصل کر سکتا ہے کہ اس کے ہر کام میں دلچسپی لے۔"

"کیا تمہیں ان لوگوں کے بارے میں معلوم نہیں ہے کہ یہ کون ہیں اور کیوں آئے ہیں؟"

"دیکھنے سے تو اتنا پتا چل گیا ہے کہ یقینی طور پر دارالحکومت سے آئے ہوئے ہیں۔ لینڈ کروزر اور دوسری گاڑیاں مٹی میں لتھڑی ہوئی ہیں۔ جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ فاصلہ طے کر کے یہاں تک پہنچے ہیں۔ جہاں تک لباس وغیرہ کا تعلق ہے تو اس سے بھی کوئی دقت نہیں پیش آتی۔ کیونکہ سیدھی سیدھی سی بات ہے کہ پولیس کے اعلیٰ افسران ہیں۔ بس اس سے زیادہ مجھے اور کچھ نہیں معلوم۔"

"بیرسٹر صاحب! آپ کو اگر اتنا بھی نہیں معلوم تو تعجب کی بات ہے۔"

"دیکھو' طنز کرنے کی کوشش نہ کرو۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ جس طرح انسان اپنے رزق کے حصول کے لئے ہر کوشش کرتا ہے اسی طرح میں بھی یہاں ایک ایسے ہی انسان کی حیثیت رکھتا ہوں۔ یہ بات تم بھی جانتے ہو اور میں بھی جانتا ہوں کہ اگر خانم میمونہ ارب پتی بن جائیں تو ان اربوں روپے میں سے ہمارا حصہ کچھ نہیں ہو گا۔ ہمیں جو ملتا ہے وہی ملتا رہے گا۔ اس حساب سے ہمیں اتنا ہی کرنا چاہئے جتنا ہمارے لئے ضروری ہے یا جتنے کا ہمیں معاوضہ ملتا ہے۔"

"بالکل ٹھیک! میں آپ سے پورا پورا اتفاق کرتا ہوں رانا صاحب۔ ویسے آپ شادی شدہ ہیں؟" حسن فیروز نے سوال کیا۔ رانا افضال اس دوران حسن فیروز کی شخصیت کے بارے میں خاصی حد تک اندازہ لگا چکا تھا۔ چنانچہ اس نے حسن فیروز کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا اور خاموشی سے سامنے دیکھتا رہا۔ وہ خاصی سنسنی کا شکار نظر آرہا تھا۔

"آپ نے میری بات کا جواب نہیں دیا۔ یوں لگتا ہے جیسے اہلیہ سے زیادہ اچھے تعلقات نہیں ہیں۔"

"بھئی حسن صاحب! میں آپ کی طرح صاحب اختیار نہیں ہوں۔ قدرت نے آپ

کو کچھ خصوصی قوتوں سے نوازا ہے۔ آپ ان سے فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ آپ یقین کیجئے بڑی عزت کرتا ہوں آپ کی۔"

"کیوں؟" حسن فیروز نے بڑا بے تکا سوال کر ڈالا۔

"عزت کرنے کے لئے کیوں کی کوئی گنجائش نہیں ہوتی لیکن کچھ وجوہات ہوتی ہیں۔ میرے ذہن میں آپ کے لئے عزت کا جو تصور ہے وہ اس لئے ہے کہ حالات کسی بھی طرح کے ہوں آپ ہنسنا اور مسکرانا جانتے ہیں۔ اس کے علاوہ اس قدر جرأت ہے آپ کے اندر کہ کسی سے بھی آپ اپنی کسی بھی خواہش کا اظہار کر دیتے ہیں۔ یہ معمولی بات نہیں ہوتی۔ خانم فرقانہ جو کچھ بھی ہیں لیکن اتنا آپ کو بھی معلوم ہے اور میں بھی جانتا ہوں کہ بہرطور وہ خانم میمونہ کی مہمان ہیں۔ بڑے لوگوں کے مہمان بڑی حیثیت کے حامل ہوتے ہیں لیکن آپ نے ان کے ساتھ جو رویہ اختیار کیا ہوا ہے سچ کہتا ہوں کہ عام آدمی کے بس کی بات نہیں ہے۔"

"آپ نے تو میری اتنی ساری تعریفیں کر ڈالیں کہ میں پریشان ہو گیا ہوں۔ میرا دل چاہ رہا ہے کہ جھک کر آپ کے پاؤں چھولوں لیکن خیر بقول آپ کے انسان کو ایک حد تک جذباتی ہونا چاہئے۔ میں ایک حد تک ہی جذباتی ہو رہا ہوں آپ کا بے حد شکریہ آپ نے مجھے کسی قابل سمجھا۔ خیر اس بات کو چھوڑیئے۔ اب یہ بتایئے کہ ان سارے معاملات کا حل کیا ہو گا؟"

"کون سے معاملات کا؟" رانا افضال نے تعجب بھرے لہجے میں پوچھا۔

"یہی میرا مطلب ہے کہ کیا یہ افراد محترمہ رباب اور ضیغم صاحب بازیابی کے لئے آ رہے ہیں؟"

"عرض کر چکا ہوں کہ یقین کیجئے مجھے بھی کوئی خاص معلومات حاصل نہیں ہیں۔" بہرحال خاموشی کے سوا اور کوئی چارہ کار نہیں تھا چنانچہ ہم اپنے طور پر مطمئن ہو گئے۔

اتنی دیر میں خانم فرقانہ باہر آئی اور حسن فیروز نے بہت ہی دوستانہ انداز میں آگے بڑھ کر خانم فرقانہ کا استقبال کیا۔ میں اور رانا افضال کچھ فاصلے پر رہے تھے۔ خانم فرقانہ آہستہ آہستہ چلتی ہوئی حسن فیروز کے ساتھ وہاں سے دور نکل گئی۔ رانا افضال نے گہری سانس لے کر کہا۔

"آپ یقین کریں جناب کہ یہ شخص جو آپ کا ساتھی ہے نا یہ دنیا کا سب سے بڑا ساحر ہے۔ میں اس کی جادوگری کا دل سے قائل ہو گیا ہوں۔" میں نے کوئی جواب نہیں

دیا۔ رانا افضال آگے بڑھا لیکن سکیورٹی گارڈز نے اسے بھی روک دیا اور وہ ان سے الجھنے لگا۔ پھر نفرت سے منہ بناتا ہوا ایک جانب چلا گیا۔ میں اپنی آرام گاہ میں آ گیا تھا۔ حسن فیروز بہرحال خانم فرقانہ سے ملاقات کرنے کے بعد کچھ نہ کچھ معلومات لے کر ہی آئے گا۔ میں نے لیٹے لیٹے سوچا اور اس بات پر مسکرانے لگا کہ وہ جو کچھ بھی ہے لیکن اپنے لئے کوئی نہ کوئی راستہ نکال لیتا ہے۔ بہرحال کرنل ہمایوں نے میرے سپرد جو ذمہ داری کی تھی اپنے طور پر میں اس کی تکمیل میں مصروف تھا۔ اب اگر اس طرح سے راستے رک جاتے ہیں تو اس میں میرا کوئی قصور نہیں تھا۔ حسن فیروز کے آجانے سے یہ سلسلہ ختم ہو گیا تھا۔ وہ یقینی طور پر کوئی تیر مار کر آیا تھا۔ کیونکہ اس کے چہرے کے نقوش بتاتے تھے کہ کچھ نہ کچھ ہوا ہے۔ میں نے سوالیہ نگاہوں سے اسے دیکھا۔ وہ بڑی شان سے بیٹھ گیا۔

"وہ تیار ہو گئی۔" اس نے کہا۔

"کون؟" میں نے سمجھا تھا۔

"فرقانہ ہی کی بات کر رہا ہوں۔ خانم فرقانہ کہلاتی ہے نا۔ اب تم مجھے خان حسن فیروز کہو گے۔"

"لعنت ہے تم پر۔"

"غالباً تم کچھ بھول رہے ہو؟" حسن فیروز برا مانے بغیر بولا۔

"کیا بھول رہا ہوں؟"

"بعض اوقات کسی بات کے جواب میں جو کچھ کہا جاتا ہے وہ کبھی کبھی انسانی ذہن سے نکل جاتا ہے۔ تم غالباً یہ کہنا چاہتے تھے کہ مبارک ہو تمہیں۔ غلطی سے لعنت ہے تم کہہ گئے۔" مجھے بے اختیار ہنسی آ گئی تھی میں نے کہا۔

"حسن! اب تو بار بار یہ کہتے ہوئے شرم بھی آتی ہے کہ تم اگر میرے اتنے بڑے محسن نہ ہوتے تو میں تمہارے ساتھ وہ سلوک کرتا۔"

"جو سکندر نے پورس کے ساتھ کیا تھا۔" حسن جلدی سے میری بات کاٹ کر بولا۔

"آدمی سمجھ دار ہو۔"

"اچھا اب اس سمجھ دار آدمی سے کچھ باتیں تو سن لو۔"

"اسی کے لئے تو تمہارا انتظار کر رہا تھا۔"

"وہ مان گئی ہے۔"

"خانم فرقانہ۔"

”ہاں۔“

”مگر تم اس سے شادی کرلو گے۔“

”یار! ایسے خوش نصیب دنیا میں کہاں ہوتے ہیں جو کسی کو چاہیں اور وہ اسے مل جائے۔“

”اصولی طور پر حسن! تمہیں اس کا احترام کرنا چاہئے۔ وہ تمہاری ماں بھی نہیں دادی کی عمر کی ہے۔ کیا سمجھے؟“

”یاد رکھو! ایک بات کہوں تم سے۔ انسان کے سر میں اگر پھوڑا ہو اور اس کے باوجود وہ عام لوگوں جیسی باتیں کرے تو اس کا مقصد یہ ہے جھوٹ بولتا ہے۔ میں تو ان ڈاکٹروں کو بھی بیوقوف سمجھتا ہوں جو میرے سر کا کئی بار ایکسرے کرچکے ہیں اور انہیں میری کھوپڑی کا پھوڑا نظر نہیں آتا۔“

”اس لئے کہ وہ پھوکڑی کا کھوڑا ہے۔ کھوپڑی کا پھوڑا نہیں ہے۔“

”تم چاہے کچھ بھی کہہ لو میں اسے اپنی فطرت کے مطابق نام دیتا ہوں۔ میرے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ اگر میں اسی سال خانم فرقانہ سے شادی کا خواہش مند ہوں تو اس کی کوئی نہ کوئی وجہ تو ہے نا۔“

”تم فضول باتیں کررہے ہو۔ میں تو یہ سوچ رہا تھا کہ یقینی طور پر تم خانم فرقانہ سے یہ معلوم کرکے آئے ہوگے کہ آنے والے کون لوگ تھے؟ اور کس مقصد کے تحت آئے تھے؟“

”ارے وہ! ہونہہ! وہ بھی کوئی بات تھی۔ معمولی سی بات اور ظاہر ہے اگر فرقانہ اپنے مجازی خدا کو یہ تمام باتیں نہیں بتائے گی تو کیا تمہیں بتائے گی؟“

”ہاں! وہی تو میں تم سے معلوم کرنا چاہتا ہوں۔“ میں اٹھ کر بیٹھ گیا۔

”کوئی خاص بات نہیں۔ رباب اور ضیغم اغوا ہوگئے ہیں۔ غالباً ان کی رپورٹ پہنچی ہے اور خانم میمونہ ایک بڑی شخصیت کی مالک ہے۔ چنانچہ انکوائری آئی تھی۔ بڑے لوگوں کے لئے بڑی انکوائری آتی ہے۔ پولیس کے اعلیٰ ترین افسران' اسپیشل ڈیپارٹمنٹ کے کچھ افراد تفصیلات معلوم کرکے گئے ہیں اور یہ جاننا چاہتے ہیں کہ ان دونوں کے اغوا میں کس کا ہاتھ ہوسکتا ہے؟ حالانکہ نہایت احمقانہ بات ہے۔“

”کیوں!“ میں نے چونک کر پوچھا۔

”ایک ہاتھ سے وہ دونوں اغوا نہیں کئے جاسکتے۔“

”ایک ہاتھ سے؟“

”تو اور کیا۔ وہ یہی بتا رہی تھی کہ ان دونوں کے اغوا میں کس کا ہاتھ ہوسکتا ہے؟ اب تم مجھے یہ بتاؤ ایک ہاتھ سے دو افراد کو اغوا کیا جاسکتا ہے؟ ناممکن! مائی ڈیئر گل مراد ناممکن۔“ میں ایک ٹھنڈی سانس لے کر خاموشی سے حسن فیروز کی صورت دیکھنے لگا۔ پھر میں نے کہا۔

”کیا ان لوگوں کو خانم میمونہ نے طلب کیا تھا؟“

”سوفیصدی۔“

”کیا مطلب!“ میں چونک پڑا۔

”مطلب یہ کہ خانم میمونہ نے باقاعدہ رپورٹ دی تھی کہ رباب اور ضیغم اغوا ہوگئے ہیں اور چونکہ وہ ان کی سوتیلی ماں ہے اس لئے اس کی پوزیشن خطرے میں پڑ گئی ہے۔ خصوصی طور پر محکمہ اس بات پر توجہ دے اور ان کی بازیابی کے لئے کوشش کرے۔ غالباً وہ لوگ معلومات وغیرہ لے کر گئے ہیں۔“

”عجیب معلومات تھیں۔ یہاں تو ہم سے کسی نے کوئی سوال تک نہیں کیا۔“

”اعلیٰ محکمے کے اعلیٰ لوگ ہیں۔ ان کا اپنا کوئی طریقہ کار ہوگا ہمیں اس پر کیا اعتراض ہوسکتا ہے؟“ حسن فیروز نے جواب دیا پھر بولا۔

”سنا ہے باہر سے آنے والے مہمان کچھ گھنٹوں کے اندر اندر یا زیادہ سے زیادہ ایک دن کے اندر اندر یہاں پہنچ جائیں گے۔“

”حالانکہ ایسی حالت میں مہمان نوازی بڑی عجیب چیز ہوتی ہے۔“

”اب تم کسی کو کسی کے گھر آنے سے کیسے روک سکتے ہو؟“ حسن فیروز نے کہا۔

”تم بھی ٹھیک کہتے ہو۔“

”بس میں اس وقت دو حصوں میں تقسیم ہوگیا ہوں۔“

”وہ دو حصے کیسے؟“

”ایک تو خانم فرقانہ اور ایک تم۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ زیادہ وقت تمہارے ساتھ گزاروں یا اس کے ساتھ؟“

”میرا خیال ہے تم سارا وقت خانم فرقانہ کے ساتھ ہی گزارو اور جب تمہارے سر کے تمام بال صاف ہوجائیں اور وہ جوتے مار مار کر تمہارا سر گنجا کردے تو میں تمہیں خوش آمدید کہوں گا۔“

"اس کے علاوہ بھی کچھ اور کہہ سکتے ہو تم؟ دشمن کہیں کے۔"

حسن فیروز نے منہ بنا کر کہا اور تیز تیز قدموں سے کمرے سے باہر نکل گیا۔ مسکرانے کے علاوہ میں اور کیا کر سکتا تھا۔ دن گزر گیا۔ رات کا کھانا کھانے کے بعد یہ اندازہ ہو گیا تھا کہ آج شاید خانم میمونہ سے ملاقات نہ ہو۔ پتا نہیں حسن فیروز نے کچھ اور معلومات حاصل کی تھیں یا نہیں؟ کھانے پر صرف خانم فرقانہ ساتھ تھی۔ خانم میمونہ نہیں تھیں حسن فیروز کھانے سے فراغت حاصل کرکے فرقانہ کے ساتھ ہی باہر نکل گیا تھا۔ رانا افضال نے بھی مکمل ڈیرہ جما رکھا تھا۔ میں ٹہلتا ہوا باہر نکل آیا اور حویلی کے بغلی حصہ میں لان پر چہل قدمی کرنے لگا۔ تبھی اچانک مجھے دور سے میمونہ خانم آتی ہوئی نظر آئی۔ غالباً میری ہی جانب آ رہی تھی۔ میں اپنی جگہ کھڑے ہو کر اسے دیکھنے لگا۔ وہ میرے قریب آ گئی اور بولی۔

"سوری ڈیئر۔ اس دوران تم میرے بارے میں نہ جانے کیا کیا سوچتے رہے ہو گے؟ لیکن بس مجبوریاں سمجھو۔ بڑی الجھنوں کا شکار ہو گئی ہوں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ کرنل ہمایوں سے میں نے اپنی امداد کی درخواست کی تھی۔ میں جانتی ہوں کہ ایسے کام لمحوں میں نہیں ہو جاتے۔ ان میں وقت صرف ہوتا ہے لیکن بعض شخصیتیں ایسی ہوتی ہیں جو ایک نگاہ دیکھنے سے ہی اپنی اپنی سی لگتی ہیں اور اگر تم اسے میری خوشامد نہ سمجھو تو میں تمہیں سچ سچ بتائے دے رہی ہوں کہ تمہاری شخصیت مجھے ایسی ہی لگتی ہے کبھی کبھی تو دل چاہتا ہے کہ دل کے سارے راز تم پر کھول دوں لیکن دل کی چاہتوں سے کیا ہوتا ہے؟ دل تو بعض اوقات ایسی فضول فرمائشیں کرتا ہے کہ انسان انہیں کبھی پورا ہی نہ کر پائے۔" وہ خاموش ہو کر خلا میں گھورنے لگی۔ میں اس کے ان الفاظ کے لئے مناسب جواب سوچ رہا تھا۔ بہرحال نہ مجھے خانم میمونہ سے کوئی ذاتی دلچسپی تھی اور نہ ہی میں کچھ اور ایسے جذبے پاتا تھا جن کے تحت خانم میمونہ سے میں اس کیفیت کا اظہار کروں جو اسے مطمئن کر دے لیکن پھر وہی خیال آیا۔ پیشہ ورانہ ذمہ داریاں نباہنے کے لئے انسانوں کو نہ جانے کتنی منافقت کرنا پڑتی ہے۔ خانم میمونہ چند لمحوں کے بعد پھر میری طرف متوجہ ہوئی اور کہنے لگی۔

"آج دن بھر کی کیفیت کا علم نہیں ہو گا۔"

"ہاں! میں نے کئی بار آپ کے پاس آنے کی کوشش کی لیکن آپ کے گارڈز نے ہمیں روک دیا۔"

"اگر اس بات کا برا مانے ہو تو میں انتہائی معذرت خواہ ہوں۔ اصل میں شاید تم اس بات پر یقین نہ کرو کہ میں شدید ذہنی بحران کا شکار ہوں اور اس بحران کی وجہ تم سمجھ سکتے ہو۔ رباب اور ضیغم دو ایسے بے ضرر کیچوے نظر آتے ہیں جو کسی کو کوئی نقصان نہ پہنچائیں لیکن میں یقین نہیں کر سکتی ان پر۔ کون جانے کسی منصوبے کے تحت وہ خود ہی غائب ہو گئے ہوں۔ کچھ نہیں کہا جا سکتا وہ ایسا کر سکتے ہیں لیکن اس وقت ان حالات میں جب کچھ معزز مہمان یہاں آ رہے ہیں اور مجھے ان کی بہترین پذیرائی کرنی ہے ان دونوں کا یہ طرز عمل میرے لئے کس قدر تکلیف کا باعث ہے میں بتا نہیں سکتی۔ میں نے بذات خود ہوم سیکریٹری سے رابطہ قائم کرکے انہیں ان دونوں کی گمشدگی کی اطلاع دی ہے اور اسی کے نتیجے میں پولیس اور اسپیشل ڈیپارٹمنٹ کے کچھ لوگ مجھ سے معلومات حاصل کرنے آئے تھے۔ اصل میں' میں یہ نہیں چاہتی کہ معزز مہمانوں کی موجودگی میں میری اس حویلی میں کسی ایسی الجھن کا احساس ہو اور میں نے اس کے لئے ہدایت کر دی ہے پلیز تم بھی اس بات کا خیال رکھنا۔ یہاں کا ماحول خوشگوار رہنا چاہئے۔ یہ کچھ وقت کے لئے بے حد ضروری ہے۔ میں تمہیں خاص طور سے اس بارے میں بتا دینا چاہتی ہوں۔ اگر کوئی الجھن پیش آ بھی جائے تو خوش اسلوبی سے اسے ٹال دینا۔ کیا میں تم سے اس بات کی امید رکھوں؟"

"بالکل خانم میمونہ! میں ہر لحاظ سے آپ کا ساتھی ہوں اور آپ سے منحرف نہیں ہوں۔ کاروباری طور پر بھی اور اخلاقی طور پر بھی۔ آپ تنہا خاتون ہیں اور جس طرح آپ نے یہاں کے نظام کو سنبھال رکھا ہے بلاشبہ ایک تنہا خاتون کے لئے یہ سب کچھ ممکن نہیں ہے لیکن آپ نے ایسا کیا ہے اور اس لحاظ سے آپ میری نگاہ میں قابل عزت ہیں۔ میرے لئے جس وقت بھی جو خیال فرمائیں مجھ سے کہہ دیں۔ کرنل ہمایوں نے بے شک مجھے یہاں کے حالات کے بارے میں آپ کی مدد کرنے کے لئے بھیجا ہے لیکن ذاتی طور پر بھی میں بہرحال آپ کی ہر خدمت کے لئے حاضر ہوں۔" خانم نے عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھا اور بولی۔

"خدا کرے کبھی کوئی تنہا نہ ہو۔ ایک تنہا دل کو اگر کسی کے اس قدر دلداری کے الفاظ مل جائیں تو اس کا دل چاہتا ہے کہ اپنے آپ کو اس کے سپرد کر دے جس نے اس سے یہ الفاظ کہے ہیں۔ آہ! کاش میں بھی ایسا کر سکتی۔" میرے کان کھڑے ہو گئے ایک عورت کی زبان سے نکلنے والے یہ الفاظ سادگی کے حامل بھی ہو سکتے تھے اور ان کے پس

پردہ کوئی اور کہانی بھی ہو سکتی تھی۔ حسن فیروز جیسے تو سب نہیں ہوا کرتے۔ مجھے سنبھلنا پڑا تھا۔ خانم نے بھی شاید اپنے ان الفاظ سے میری توجہ ہٹانے کے لئے فوراً ہی مجھ سے کہا تھا۔

"آنے والوں میں ابھی تک میری اطلاع کے مطابق صرف تین افراد ہیں۔ مسٹر آلڈس' مسٹر مارکس بیٹن اور مس ڈینئل۔ یہ مسٹر آلڈس کی بھتیجی ہے لیکن سنا ہے بہت بڑی شخصیت کی مالک ہے۔ میں یہ چاہتی ہوں ڈیئر گل مراد کہ تم بھی میزبان کی حیثیت سے ان کا خیال رکھو۔ اگر تم چاہو تو میں کرنل ہمایوں سے ٹیلی فون پر اس بارے میں تمہارے لئے اجازت لے دوں۔"

"میں نے کہا نا خانم! کہ انسانی رشتوں کو نبھانے کے لئے کوئی اہم ذمہ داری یا کسی کے احکامات ضروری نہیں ہوتے۔ آپ مطمئن رہیں۔ معزز مہمانوں کے درمیان آپ مجھے ایک میزبان ہی پائیں گی۔" خانم میمونہ کچھ لمحے خاموشی رہی پھر ایک دم ہنس پڑی اور میں چونک کر اس کی صورت دیکھنے لگا۔

"میرا خیال ہے تمہارا ساتھی دنیا کا سب سے زیادہ ستم ظریف انسان ہے۔ ایک بہت بڑی شخصیت کو اس نے مشکل میں ڈال دیا ہے۔ میں فرقانہ کی بات کر رہی ہوں۔ اب تو وہ بڑے متفکرانہ انداز میں کہتی ہے کہ یہ لڑکا کہیں سچ مچ ہی مجھے دیوانہ نہ کر دے۔ یہ کمبخت اتنی صفائی سے مجھ سے اظہار عشق کر رہا ہے کہ میں پاگل ہوئی جا رہی ہوں اور اپنی ساری شخصیت بھول چکی ہوں تم بتاؤ مجھے کہ وہ کس قسم کا آدمی ہے۔"

"آپ یقین کیجئے خانم! کہ یہ بات میں بھی نہیں جانتا کہ وہ کس قسم کا آدمی ہے۔ بس اس مہم کے لئے اسے میرے ساتھ روانہ کیا گیا ہے۔"

"کیا میں اس کے بارے میں کرنل ہمایوں سے بات کروں؟"

"یہ آپ کی مرضی پر منحصر ہے۔ ویسے مجھے اس سے کوئی تکلیف نہیں ہے۔ وہ جو کچھ بھی کر رہا ہے وہ آپ کا اور اس کا ذاتی معاملہ ہے۔ البتہ اگر ابھی اس مسئلے کو ایشو نہ بنائیں تو زیادہ بہتر ہے۔"

"نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ اگر میں کرنل ہمایوں سے اس بارے میں بات بھی کرتی تو صرف اتنا پوچھتی کہ یہ نوجوان کیا بلا ہے؟ چلو چھوڑو وہ دیکھو وہ دور سے رانا افضال ہمیں دیکھ رہا ہے۔ اصل میں سارا دن اس سے بھی ملاقات نہیں ہوئی لیکن میں اپنا ذہنی بحران کسی کو بتانا بھی نہیں چاہتی۔ اس لئے میں نے اس سے ملاقات نہیں کی۔"

"مجھے میرے اس سوال کا جواب دے دیجئے گا اس کے بعد یقیناً آپ جانا چاہتی ہیں۔"

"جو بھی سوال کرنا ہو بعد میں کر لینا اس وقت رہنے دو۔ رانا افضال سے اس بارے میں کوئی گفتگو نہیں کرنا چاہتی اور مجھے یوں محسوس ہو رہا ہے جیسے میں کچھ لمحے تمہارے پاس رکی تو وہ ادھر آجائے گا۔ اوکے۔" خانم میمونہ نے کہا اور تیز تیز قدموں سے وہاں سے واپس چل پڑی۔ اصل میں' میں اس سے ان مہمانوں کے بارے میں پوچھنا چاہتا تھا لیکن بہرحال میں نے اس سلسلے کو ملتوی کر دیا اور مہمان خانے کی پشت پر ٹہلتا ہوا ایک جگہ پر رک گیا۔ پھر وہاں سے آگے بڑھا اور اپنی آرام گاہ میں آیا۔ رانا افضال کو میں نے بھی دیکھا تھا لیکن میں خود ہی اس جگہ پر نہیں گیا تھا۔ پھر باہر مجھے قدموں کی چاپ سنائی دی تو میں یہ سمجھا کہ شاید رانا افضال اس طرف آگیا ہے۔ لیکن آنے والا حسن فیروز تھا۔

"ہیلو! ینگ مین کیا حال ہیں تمہارے؟"

"ینگ مین تو تم ہو۔ جس نے ایک اولڈ وومین کو بہ آسانی شیشے میں اتار لیا ہے۔"

"دیکھو یار! مجھ سے یہ محاورے مت بولا کرو یہ محاورے ایجاد کرنے والے اگر میرے ہاتھ لگ جائیں تو یقین کرو میں انہیں شیشے میں ہی اتار دوں۔ کمال کرتے ہو یار۔ کبھی کسی کو شیشے میں اترتے ہوئے دیکھا ہے؟ بولو! قسم کھا کر جواب دے دو اس بات کا۔ دیکھا ہے کبھی کسی کو؟"

"کہنا کیا چاہتے ہو؟"

"غلط محاورے میرا معدہ خراب کرتے ہیں۔ بہرحال چھوڑو۔ یہ رانا افضال صاحب اپنے آپ کو شاید کوئی بہت ہی ذہین چیز سمجھتے ہیں۔"

"کیوں کیا ہوا؟ خیریت۔"

"میرے پاس آئے تھے اور بڑی محبت کا اظہار کر رہے تھے۔ میری ستم ظریفی پر ہنس رہے تھے۔ جب کہ میں نے ان سے کہہ دیا منہ بند کر لیں ورنہ سامنے کے دانتوں کے خلا سے زبان باہر جھانکنے لگے گی۔ پوچھنا چاہ رہے تھے کہ وہ اعلیٰ افسران جو شہر سے آئے تھے ان خاتون یعنی خانم میمونہ سے کیا باتیں کر رہے تھے۔ ان کی آمد کا مقصد کیا تھا؟"

"تم سے کیوں پوچھ رہے تھے؟"

"یار! وہ اپنی جو لڑکی ہے نا۔ بس اس کے حوالے سے۔"

"تمہاری لڑکی؟" میں نے حیرت سے آنکھیں پھاڑ کر کہا۔

"محبوبہ کی بات کر رہا ہوں میرا مطلب ہے فرقانہ' وہ بھی تو اس وقت وہیں موجود تھی نا جب وہ لوگ آئے تھے' میرے حلق سے قہقہہ آزاد ہوگیا۔ میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

"لڑکی! واقعی اسی سالہ لڑکیاں بہت کم ہوتی ہیں۔"

"آہ! بے وقوف ان باتوں کو تم کیا جانو؟ پہاڑوں کے رہنے والے۔" پھر اس کے بعد وہ لباس تبدیل کرنے چلا گیا تھا۔ میں بھی آرام سے اپنے بستر پر لیٹ گیا۔ نہ جانے کب سوچتے سوچتے نیند آگئی اور دوسری صبح جب جاگا تو ذرا تھوڑی سی ہنگامہ خیزی محسوس کی' جو ملازمہ صبح کا ناشتہ لے کر آئی تھی اس نے بتایا کہ مہمان آگئے ہیں۔ رات کو ان کی فلائٹ تھی اور خود خانم میمونہ انہیں ریسیو کرنے گئی تھیں۔ حسن فیروز نے بھی ملازمہ کے یہ الفاظ سنے اور ایک دم اٹھ کر باہر کی جانب بھاگا۔ میں نے اسے پکڑ لیا تھا۔

"کہاں!"

"یار ذرا ان مہمانوں کو دیکھ آؤں۔"

"بہت زیادہ خراب نہیں ہوگئے تم؟"

"ایں!" حسن فیروز چونک کر بولا۔

"زیادہ پریشان کرنے لگے ہو مجھے۔ کہاں دیکھنے جاؤ گے ان مہمانوں کو؟"

"جہاں وہ ہوں گے۔"

"جی نہیں! جب تک خانم میمونہ ان سے ہمارا باقاعدہ تعارف نہ کرائیں ہمارے جوتے کو کیا غرض پڑی ہے کہ ہم ان سے جاکر ملیں۔" حسن فیروز ایک لمحہ سوچتا رہا۔ پھر غصیلے انداز میں بولا۔

"پھر محاورہ؟ جوتے کبھی غرض مند نہیں ہوتے یا ہوتے ہیں؟"

"تجھے خدا کا واسطہ۔ جاؤ غسل خانے میں۔ آنکھوں میں سفید سفید چیپڑ نظر آرہی ہے۔"

"ابے نہیں؟" حسن فیروز نے کہا اور پھرتی سے واش روم کی جانب چھلانگ لگا دی۔ میں نے دونوں ہاتھوں سے سر کو پکڑ لیا تھا۔ بہرحال مہمان آگئے تھے اور یہ بھی اچھا ہی ہوا تھا کہ ہم لوگ اس وقت تیار ہوچکے تھے جب اچانک ہی وہ ملازمہ آئی جو عموماً ہمارے نام کاج کیا کرتی تھی۔ اس نے کہا۔

"ناشتے کے کمرے میں بلایا ہے آپ دونوں کو دس منٹ کے اندر اندر پہنچ جائیے۔"

"خانم میمونہ نے کہا ہے؟"

"جی۔" ملازمہ بولی۔

"ٹھیک ہے تم جاؤ ہم پہنچ رہے ہیں۔" ملازمہ چلی گئی تو حسن فیروز نے کہا۔

"چلو خودبخود مہمانوں سے تعارف ہوجائے گا۔ ویسے یہ خانم بڑے دل گردے کی عورت معلوم ہوتی ہے۔ رباب اور ضیغم کے اغوا کے بعد بھی وہ مکمل طور سے خوش نظر آتی ہے۔ ویسے تمہارا کیا خیال ہے گل مراد؟ کیا واقعی خانم میمونہ نے ان دونوں کو اغوا کروایا ہے؟"

"ابھی کچھ نہیں کہا جاسکتا حسن۔"

"ہوسکتا ہے ان دونوں کو وہ آنے والے مہمانوں کے سامنے پیش نہ کرنا چاہتی ہو۔ تمہارا کیا خیال ہے؟"

"کچھ نہیں کہہ سکتا۔ یہ بھی تو ہوسکتا ہے کہ وہ دونوں خود ہی کہیں گم ہوگئے ہوں۔"

"کیوں؟ یہ تم کس بنیاد پر کہہ سکتے ہو؟"

"کچھ نہ کچھ تو ہو رہا ہے اس حویلی میں۔ ہمیں مذاق کے لئے تو نہیں بلایا گیا نا آخر۔"

"ہاں یہ بھی ٹھیک ہے۔ چلو بھائی ہو رہا ہوگا کچھ۔ دس منٹ ہونے والے ہیں ناشتے کے لئے چلتے ہیں۔" میں نے گردن ہلائی۔ ہمیں حالانکہ اس بات کا اندازہ نہیں تھا کہ ہمیں مہمانوں سے متعارف کرانے کے لئے فوراً ہی طلب کرلیا جائے گا لیکن بس ہم نے اتفاقیہ طور پر ہی عمدہ لباس پہن لئے تھے اور اس کے بعد ہم حویلی کے اس اندرونی حصے میں پہنچے جہاں پہلے بھی کئی بار جاچکے تھے۔ دروازے پر ہی وہ ملازمہ ہمارے استقبال کے لئے کھڑی ہوئی تھی۔ ویسے ایک لمحہ میں مجھے یہ اندازہ ہوا تھا کہ خانم میمونہ خصوصی طور پر ہمیں ان مہمانوں سے ایک باعزت حیثیت سے متعارف کرانا چاہتی ہے۔ ورنہ شاید اس طرح ناشتے پر نہ بلایا جاتا۔ غرض یہ کہ ہم اندر داخل ہوگئے۔ یہاں عظیم الشان میز کے گرد چار نئے چہرے موجود تھے۔ چاروں کا تعلق سفید فام نسل سے تھا۔ اب کون کون سے علاقوں کے لوگ تھے اتنی معلومات بھلا مجھے کیسے ہوسکتی تھیں۔ ایک لڑکی تھی جو سرخ رنگ کے چست لباس میں شعلے کی مانند سلگتی نظر آرہی تھی۔ اس کے بالوں کا رنگ اخروٹی اور چہرے پر ایک عجیب سی تمکنت تھی آنکھیں بے حد حسین بالکل شیشے کی گولیوں

کی مانند تھیں۔ ایک عمر رسیدہ شخص تھا جس کی عمر تقریباً پینسٹھ سال ہوگی۔ دوسرا کوئی پچاس سالہ اور تیسرا ایک پہلوان ٹائپ کا آدمی تھا۔ حالانکہ خانم نے کہا تھا کہ صرف تین افراد آرہے ہیں۔ اس نے ان تینوں کے نام بھی بتائے تھے لیکن یہ چوتھی شخصیت اضافی تھی۔ خانم میمونہ نے خصوصی طور پر مسکراتے ہوئے ہم دونوں کا استقبال کیا ویسے رانا افضال بھی موجود تھا اور کسی قدر سست سا بیٹھا ہوا تھا۔ خانم نے کہا۔

"ہیلو! مسٹر گل مراد' مسٹر حسن فیروز میرے مہمانوں سے ملو۔ مجھے علم نہیں تھا کہ یہ رات کے کسی حصے میں یہاں پہنچ جائیں گے۔ ورنہ میں تم سے بھی درخواست کرتی کہ میرے مہمانوں کو ریسیو کرنے کے لئے میرے ساتھ چلو' ان سے ملو یہ مسٹر آلڈس ہیں۔ یہ ہمارے دوست مسٹر برٹن' یہ مسٹر آلڈس کی بیٹی ڈینئل آلڈس ہے اور یہ لارڈ اسٹیورڈ۔ آپ لوگوں کو میں حسن اور گل مراد کے بارے میں بتا چکی ہوں۔ ہم نے ان چاروں سے ہاتھ ملائے۔ میں نے اسٹیورڈ کو قریب سے دیکھا۔ آدمی سے زیادہ کوئی بھوکا بھیڑیا معلوم ہوتا تھا۔ اس کی آنکھوں میں نفرت کے چراغ روشن تھے۔ ایسی جلتی ہوئی سلگتی ہوئی آنکھیں جیسے اسے پوری دنیا سے نفرت ہو۔ باریک باریک ہونٹ بھنچے ہوئے تھے۔ ناک ضرورت سے زیادہ کھڑی اور ستواں تھی۔ خاص طور پر اس کی جسامت قابل دید تھی اور لگتا تھا جیسے وہ باقاعدہ ریسلر ہو۔ بہرحال مجھ سے ہاتھ ملایا تھا اس نے ویسے تو مجھے شریفانہ طریقے سے لوگوں سے ہاتھ ملانا آگیا تھا لیکن اگر مدمقابل اپنی قوت کا اظہار کرنا چاہے تو شاید مجھ سے بڑا فنکار نہ ہو۔ اسٹیورڈ کے چوڑے ہاتھ نے جب میرے ہاتھ کو دبایا تو میں نے بھی اس سے ذرا پرجوش ہو کر مصافحہ کیا اور اسٹیورڈ کے باریک ہونٹوں پر مسکراہٹ کی لکیر کھنچ گئی۔ ناشتے کے لئے کرسیاں کھینچی گئیں اور پھر ملازماؤں نے گرم گرم ناشتا سرو کرنا شروع کردیا۔ ڈینئل ایک خوش مزاج لڑکی معلوم ہوتی تھی۔ اس کی حسین آنکھوں نے ایک لمحہ کے اندر اندر اپنے لئے ایک مقام بنالیا تھا۔ مسکرا کر خوش اخلاقی سے بات کرنے کی عادت تھی۔ کئی بار اس نے گہری نگاہوں سے مجھے دیکھا تھا اور میں نے یہ بات صرف محسوس کی تھی۔ میں نہیں چاہتا تھا کہ وہ یہ محسوس کرے کہ میں بھی اس پر غور کررہا ہوں۔ حالانکہ سچی بات یہ ہے کہ انسانی فطرت چند لمحات کے لئے مجھ پر بھی غالب آگئی تھی۔ حسن کو دیکھ کر نگاہیں پھیر لینا بدذوقی کی علامت ہوتی ہے۔ میں شریف الطبع بے شک تھا بدذوق نہیں تھا۔ ناشتا شروع ہوگیا اور مجھے حسن فیروز کا خیال آیا۔ وہ حسن پرست تھا اور کوئی حسین لڑکی دیکھ کر اس کے ذہن پر حماقت سوار ہوجانا کوئی مشکل بات

نہیں تھی لیکن اس وقت مجھے حیرت ہوئی جب میں نے حسن کے انداز میں کوئی خاص بات نہیں پائی۔ دوسری حیرت انگیز بات یہ ہوئی تھی کہ اس وقت یہاں رانا افضال تک موجود تھا لیکن خانم فرقانہ نہیں تھی۔ اس کی وجہ میری سمجھ میں نہیں آئی تھی۔ ناشتے سے فراغت حاصل ہوگئی۔ آلڈس' مارک برٹن ہم دونوں کی جانب متوجہ ہوگئے۔

"آپ لوگوں کی مصروفیات کیا ہیں؟ کیا آپ یہیں مستقل طور پر رہتے ہیں۔"

"شاید! خانم میمونہ نے آپ کو بتایا ہو کہ ہم بھی ان کے مہمان ہیں۔"

"نہیں' تفصیلی تعارف ابھی تک نہیں ہوسکا۔ ویسے حقیقتاً یہ مہمان نہیں بلکہ گھر کے فرد ہیں۔ اب بھی یہ اگر اپنے آپ کو مہمان سمجھیں تو میرے لئے افسوس کے سوا اور کوئی چارہ کار نہیں ہے۔ ویسے دونوں بہت نفیس لوگ ہیں۔"

"مجھے بھی اس کا احساس ہے۔" ڈینئل نے کہا اور میں نے نگاہیں اٹھا کر اسے دیکھا۔ تو ڈینئل نے بڑے دلکش انداز میں ہونٹ سکوڑ کر مجھے گھورا تھا۔ درحقیقت یہاں میری فطرت مجھ پر غالب آگئی۔ ایک لمحہ کے لئے شرم کا احساس ہوا تھا لیکن بہرحال آہستہ آہستہ انسان بنتا جارہا تھا۔ مغرب کی پروردہ اور مغرب ہی میں نمودپائی ہوئی یہ لڑکی بے باکی سے اپنی ہر کیفیت کا اظہار بھی کرسکتی تھی اور مجھے بہرطور یہ تجسّس تھا کہ یہ معزز مہمان کون ہیں؟ کسی کے بارے میں جاننے کے لئے اس کی تھوڑی سی پذیرائی ضروری ہے۔ میں نے بھی چہرے پر اسی طرح کے تاثرات پیدا کرلئے جیسے ڈینئل کے دلکش انداز سے متاثر ہوا ہوں۔ حسن فیروز دنیا سے بے خبر اپنے معمولات میں مصروف تھا۔ ویسے اس نشست میں خانم فرقانہ کی غیر موجودگی بھی مجھے عجیب لگی تھی لیکن بہرحال ذاتی معاملات تھے ان میں ٹانگ اڑانا بالکل مناسب نہیں تھا۔ ناشتے پر غالباً ہمیں صرف تعارف کے لئے بلایا گیا تھا۔ خانم میمونہ اپنے طور پر اپنا کام کررہی تھی۔ حسن نے واپس آنے کے بعد کہا۔

"ہاں! اب بتاؤ کیا آئیڈیا ہے تمہارا ان سارے معاملات کے بارے میں؟" میں نے چونک کر حسن کو دیکھا۔ پھر بولا۔

"مطلب؟"

"مطلبی ہوگئے تم۔ میں ایک شریف آدمی ہوں۔ میں تم سے یہ کہہ رہا ہوں کہ تم ان مہمانوں سے مل لئے۔ یا تو پھر کرنل ہمایوں کی ہدایت کے متعلق تم مجھے کچھ بھی بتانا پسند نہیں کررہے۔ اگر ایسی بات ہے تو صرف یہ اعتراف کرو کہ ہاں ایسی بات ہے۔ میں

خود زیادہ الجھنوں میں گرفتار ہونا پسند نہیں کرتا۔ میرے لئے خانم میمونہ ہی کافی ہے۔ مطلب یہ ہے میرا کہ اگر میری ذہانت سے کوئی فائدہ اٹھانا چاہو تو اٹھا سکتے ہو ورنہ مجھ سے شکایت نہ کرنا کہ چیف تم نے میرا ساتھ نہیں دیا۔" مجھے زور کی ہنسی آئی لیکن یہ اندازہ تھا کہ اس وقت اگر میں ہنسا تو حسن فیروز ناراض ہوجائے گا۔ تاہم میں نے ایک تمسخرانہ سنجیدگی سے کہا۔

"نہیں چیف آپ کی ذہانت کے بغیر تو کسی مسئلے کا حل ممکن ہی نہیں ہے۔"

"ہونہہ! اس وقت ہمیں ان لوگوں سے تعارف کے لئے بلایا گیا تھا۔ کیا خانم میمونہ نے تمہیں آنے والے ان مہمانوں کے بارے میں تفصیلات بتائی ہیں۔"

"بالکل نہیں۔"

"تو پھر میں صرف ایک ہی بات کہہ سکتا ہوں۔"

"کیا؟"

"کرنل ہمایوں بھی آخر انسان ہی ہیں۔"

"وہ تو ہیں۔"

"اور ہر انسان کسی بھی عمر میں بھٹک سکتا ہے۔"

"چیف! تمہاری باتیں میری سمجھ میں بالکل نہیں آرہی ہیں۔"

"کرنل ہمایوں' ہوسکتا ہے خانم میمونہ سے متاثر ہوں۔ یہ بات بھی ہمارے علم میں آچکی ہے کہ خانم میمونہ بیوہ ہیں۔ ممکن ہے کرنل ہمایوں ہمارے ذریعے خانم میمونہ کو کوئی پیغام دلوانا چاہتے ہوں اور ابھی تک انہوں نے اس خیال کے تحت خاموشی اختیار کر رکھی ہو کہ ذرا ہم خانم میمونہ کے کردار کا جائزہ لے لیں اور اس کے بعد جاکر دادا جان کو بتائیں کہ دادی جان کس طبیعت کی مالک ہیں اور اس گھر میں گزارہ کر بھی سکیں گی یا نہیں؟"

"اتر گئے پٹڑی سے۔" میں نے حسن فیروز سے کہا۔

"پٹڑی ہے ہی کب۔ تم اپنے سینے میں نہ جانے کون سے راز چھپائے بیٹھے ہو؟ میں کہتا ہوں بیٹھے رہو۔ مجھے اس سے کیا۔ کچھ پتا ہی نہیں کہ آخر ہم یہاں آئے کس لئے ہیں؟ اگر مجھے خانم فرقانہ سے عشق کے لئے یہاں لایا گیا ہے تو تم کم از کم اتنی داد تو مجھے دو کہ میں اپنا کام بخوبی انجام دے رہا ہوں۔ ویسے اس وقت فرقانہ ڈارلنگ کا موجود نہ ہونا میرے دل پر جس قدر بوجھ بن کر گزرا ہے تمہیں بتا نہیں سکتا۔"

"نہیں چیف' اس وقت کام کی باتیں ہوں گی صرف۔"

"یار! اپنے کام کی باتیں کر رہے ہو نا۔ خیر چلو ٹھیک ہے۔ میں نے کہا ہے اگر میری ذہانت سے کوئی فائدہ اٹھانا چاہتے ہو تو اٹھالو ورنہ زندگی بھر افسوس کرتے رہو گے۔"

"تو چیف بتایئے نا! پھر آپ کا کیا خیال ہے ان لوگوں کے بارے میں۔"

"ان کا آنا بے مقصد نہیں ہے اور خانم مکمل طور پر ایک ذہین عورت ہے۔ البتہ ایک بات میں تم سے کہوں کہ خانم جس طرح مطمئن نظر آتی ہے اس سے ایک شبہ ہو رہا ہے مجھے۔"

"کس سلسلے میں؟"

"ضیغم اور رباب کے سلسلے میں۔"

"کیا؟"

"وہ اغوا نہیں ہوئے۔"

"تو پھر؟"

"ضرور انہیں یہاں سے ہٹایا گیا ہے۔"

"اس انداز میں جس کا بعد میں کوئی جواز حاصل ہونا ممکن نہیں ہوگا۔ یعنی یہاں باقاعدہ تشدد ہوا ہے زخم لگے ہیں اور باقاعدہ دہشت گردی ہوئی ہے۔"

"کسی بھی چیز کو اصلیت کا رنگ دینے کے لئے یہ ہو سکتا ہے۔"

"لیکن اگر خانم میمونہ کا اس سلسلے میں کوئی ہاتھ ہے تو پھر یہ قابل دست اندازی قانون ہوا۔"

"کیا قانون یہاں نہیں آیا تھا؟ بھول گئے پولیس فورس کو۔ بڑے بڑے افسران آئے تھے۔ کس کو پکڑ کر لے گئے ہیں یہاں سے؟" حسن فیروز نے کہا اور میں واقعی اس کی صورت دیکھتا رہ گیا۔

"تم خانم کے اندر جو سکون پا رہے ہو وہ بے مقصد نہیں ہے۔ آخر خانم کیا چاہتی ہے؟ اس نے تم سے کھل کر کچھ کہا ہے۔ تم کیا کر رہے ہو؟ کوئی ایسی بات سامنے تو آئے جس سے یہ پتا چلے کہ کرنل ہمایوں یہاں کوئی اہم کام کرنا چاہتا ہے۔ معاف کرنا' میں اس وقت تمہارے چیف کی حیثیت سے بول رہا ہوں اور میری خواہش ہے کہ تم ترقی کرو عہدے بڑھیں تمہارے لیکن' میرے معاملات میں ٹانگ مت اڑانا۔ بس جو کچھ میں پوچھ رہا ہوں اس کے سلسلے میں مجھے تسلی بخش جواب دے دو اور اس کے بعد میں اپنی محبوبہ

کی تلاش میں نکلوں گا۔" میں نے سنجیدگی اختیار کئے رکھی تھی واقعی حسن فیروز کی کہی ہوئی باتیں وزن رکھتی تھیں۔ خانم میمونہ نے کرنل ہمایوں سے اس سلسلے میں کیا کہا تھا یہ بات مجھے معلوم نہیں تھی اور کرنل ہمایوں کے طریق کار وہی تھے یعنی کہ کوئی مسئلہ میرے سامنے پیش کرتے۔ اس کے بارے میں کوئی تفصیل بتائے بغیر مجھے بھیج دیا جاتا تھا اور پھر اس بات کی توقع رکھی جاتی تھی کہ میں خود پہلے مسئلہ تلاش کروں گا اور اس کے بعد اس کا حل۔ ہاں' یہ ضرور محسوس کیا تھا میں نے کہ جب کہیں کرنل مجھے کسی معاملے میں الجھا ہوا پاتا ہے تو پھر کسی نہ کسی کو میری مدد کے لئے بھیجا جاتا تھا اور ابھی تک اگر کسی کو میری مدد کے لئے نہیں بھیجا گیا تو اس کا مقصد ہے کہ میں کرنل کے منصوبوں کے مطابق کام کر رہا ہوں۔ یہ تمام باتیں قابل غور تھیں اور میں ان کا حل چاہتا تھا کہ حسن فیروز نے کہا۔

"کیا اس سلسلے میں ایک مشورہ دوں؟"

"کیوں نہیں چیف صاحب!" میں نے جواب دیا۔ "اس میں بھی کوئی پوچھنے کی بات ہے۔"

"ڈبل گیم شروع کر دو۔"

"ڈبل گیم۔"

"ہاں۔"

"اس کے بارے میں بھی چیف' آپ ہی تفصیلات بتائیں گے۔" میں نے کہا اور حسن فیروز کے چہرے پر گہری سنجیدگی چھا گئی۔ میں نے اس وقت اس کے چہرے میں ایک عجیب سی دلکشی محسوس کی تھی۔ ویسے بھی آدمی خوبصورت تھا یہ الگ بات ہے کہ اس نے اپنے آپ کو مسخرہ بنا رکھا تھا۔ ورنہ اچھے نقوش کا مالک تھا اور اگر کبھی اپنے آپ کو بنا سنوار لیتا تھا تو بہت دلکش لگتا تھا۔ سنجیدگی کے عالم میں اس کے چہرے پہ ایک عجیب سی خوبصورتی مجھے نظر آئی اور میں اسے دیکھنے لگا۔ وہ واقعی گہری سوچ میں ڈوب گیا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد اس نے کہا۔

"ڈبل گیم سے میری مراد یہ ہے کہ دنیا کی ہر عمر رسیدہ عورت نوجوان لڑکوں کے ساتھ زیادہ خوش و خرم رہتی ہے۔"

"بکواس کر رہے ہو۔ یہ مشرق کی بات نہیں ہے۔"

"نہیں یار میری بات سنو۔ کبھی گہری نگاہوں سے تم نے اس بات کا تجزیہ نہیں کیا ہو گا۔ انسانی فطرت ہے۔ پینسٹھ سال کے ایک بوڑھے مرد کو کچھ اجنبی لڑکیوں کے درمیان

بٹھا دو۔ اگر بہت ہی اللہ والا ہے تو الگ بات ہے اور اگر دنیا دار ہے تو پھر اس کے چہرے پر پھیلی ہوئی حسرتوں کو دیکھو۔ وہ اس احساس کا شکار ہوتا ہے کہ کاش زندگی کے تیس سال پہلے اسے ان لڑکیوں کے ساتھ بیٹھنے کا موقعہ ملتا تو وہ قیامت ڈھا دیتا۔ اپنی ہر کوشش سے وہ ان لڑکیوں کو متاثر کر کے انہیں اپنی جانب راغب کرنا چاہتا ہے۔ میں بخدا بالکل سچ کہہ رہا ہوں۔ اس میں اس کی کسی نفسانی خواہش کا دخل نہیں ہوتا۔ بس انسانی فطرت کا تقاضہ یہی ہوتا ہے اور اگر گہری نگاہوں سے تجزیہ کرو تو خیر سو فیصد تو نہیں لیکن ایک بڑا حصہ ایسی خواتین کا بھی ہے جو نوجوان لڑکوں کے درمیان خوش رہتی ہیں۔ اب اگر تم تقویٰ کی بات کرو تو الگ بات ہے۔ بعض جگہ ایسا نہیں ہوتا لیکن خانم جیسی آزاد خیال عورتیں۔"

"اچھا' اچھا تقریر مت جھاڑو۔ یہ بتاؤ کہنا کیا چاہتے ہو؟"

"خانم سے رغبت کا اظہار کرو اور ادھر یہ مس ڈیٹنگ جو آئی ہیں یہ تو خیر ہیں ہی یورپ سے متعلق۔ ان کی میٹھی نگاہوں میں تمہارے لئے میں نے جو شیرہ ٹپکتے ہوئے دیکھا ہے بس سمجھ لو اس تجربے کی نگاہ سے میں تمہیں یہ بتائے دیتا ہوں کہ ہاتھ پھیلانے کی دیر ہے مٹھی میں آجائیں گی۔"

"اوہو! میں کہتا ہوں ان باتوں سے تم کیا نتیجہ اخذ کرنا چاہتے ہو؟"

"دونوں میں سے کوئی نہ کوئی اصل راز کھول دے گی۔ ڈیٹنگ سے بھی اس بات کی توقع کی جاسکتی ہے اور خانم' اگر تم ڈیٹنگ سے رغبت کا اظہار کرو گے تو تم دیکھ لینا خانم کی توجہ بھی تمہاری جانب ہو جائے گی۔"

"خیر' یہ تمہاری اپنی سوچ ہے حسن۔ خانم نے بہرحال ہمیں یہاں صرف سیرو تفریح کرنے کے لئے نہیں بلایا ہے اس کے پس منظر میں کچھ نہ کچھ تو ہو گا۔"

"اصل میں یہی سب سے بڑا مسئلہ ہے۔ میں کہتا ہوں اگر تمہیں مجھ پر اعتبار ہے تو تم پس منظر سے آغاز کرو اور اس کے بعد مجھے پیش منظر میں لاؤ۔ یہ کیا کہ کرنل ہمایوں کی طرح چھوڑ دیا راستے میں اور اس کے بعد بیٹھے ہوئے ہیں کہ بھون کر لاؤ اور انہیں پیش کرو۔" حسن فیروز کی باتیں واقعی میرے دل کو لگ رہی تھیں اور میں غور کر رہا تھا پھر میں نے چونک کر کہا۔

"یار حسن! ایک بات بتاؤ؟"

"بولو!"

"یہ کون سے اوقات ہوتے ہیں جب تم عقلمندی کی باتیں کرتے ہو؟"

"اس وقت جب میری کھوپڑی کے پھوڑے میں کوئی تکلیف ہوتی ہے اور اب اس کے بعد میں تمہیں ایک لمحہ نہیں دے سکوں گا۔ ہائے! میں نے کب سے جان جاناں کو نہیں دیکھا۔ ذرا میں ان کی تلاش میں نکلتا ہوں۔ کہاں گئیں آخر!" اور اس کے بعد حسن کو روکنا میرے لئے ممکن نہیں تھا۔ بہرحال یہ ساری باتیں ہو رہی تھیں اصلیت ابھی تک صیغہ راز میں تھی ویسے حسن فیروز کی اس بات سے میں مکمل طور پر اتفاق کرتا تھا کہ یا تو خانم میمونہ نے خود ان دونوں کو اغوا کروایا ہے یا پھر وہ یہی چاہتی تھی کہ ایسا ہو جائے۔ اب اس سلسلے میں کیا صورت حال رہے گی آگے' میں اس کا مکمل طور پر ذمہ دار نہیں تھا۔ ہاں! اتنا اندازہ میں نے ضرور لگالیا تھا کہ خانم بے حد پُراسرار عورت ہے اور اس کے بارے میں صحیح طور پر اندازہ لگانا بے حد مشکل کام ہے۔ باقی دن یونہی گزر گیا۔

مہمان نہ جانے کیا کرتے رہے تھے ویسے ان کی جگہ مہمان خانے میں نہیں بلکہ حویلی کے اندرونی حصے میں تھی یہ تھوڑا سا فرق رکھا گیا تھا لیکن یہ قابل توجہ نہیں تھا۔ میں کسی رشتے دار کے ہاں نہیں آیا تھا بلکہ یہاں مجھے کام کرنا تھا۔ البتہ ڈنر پر ہم دونوں کو طلب کیا گیا تھا اور ہدایت بھجوا دی گئی تھی کہ ڈنر سوٹ پہن کر آئیں۔ حیرت کی بات یہ تھی کہ ڈنر سوٹ ہمیں مہیا کئے گئے تھے جو بالکل نئے اور مکمل تھے۔ حسن فیروز دن میں جانے کیا جھک مارتا رہا تھا مجھے اس بارے میں کچھ نہیں معلوم تھا لیکن شاید اسے ڈنر سوٹ کے بارے میں علم تھا کیونکہ اس نے اس پر کسی حیرت کا اظہار نہیں کیا تھا۔ پھر ہم ایک بالکل ہی نئے ہال میں داخل ہوئے۔ ویسے بھی میں نے حویلی کے تمام گوشے نہیں دیکھے تھے۔ کئی ایکڑ کے رقبے پر پھیلی ہوئی یہ شاندار قدیم و جدید عمارت ابھی اپنے اندر نہ جانے کون کون سے راز چھپائے ہوئے تھی۔ تمام چیزوں سے واقفیت کی نہ تو پوری کوشش کرنی چاہی تھی اور نہ ہی ہمیں اس کی خواہش تھی۔ بہرحال یہاں کے معاملات خاصے دلچسپ اور پُراسرار تھے۔ ابھی تک مجھے اس کا کوئی اندازہ بھی نہیں ہوسکا تھا۔ ڈنر ہال میں اس وقت خانم میمونہ بھی تھیں اور خانم فرقانہ بھی' بقیہ مہمان بھی تھے جن کے لئے ام الخبائث کا بندوبست کیا گیا تھا۔ یہ ان کی ضرورت تھی حالانکہ خانم میمونہ نے آج تک اس تمام قیام کے دوران شراب کا کوئی تذکرہ بھی نہیں کیا تھا۔ لیکن اس وقت شاید مہمانوں کے لئے مہیا کی گئی تھی اور انہیں ذرا الگ تھلگ ہی رکھا گیا تھا۔ خانم میمونہ اور فرقانہ ایک ساتھ بیٹھی ہوئی تھیں۔ میں اور حسن فیروز اندر داخل ہوئے تو سب ہی نے

ہمیں متاثر نگاہوں سے دیکھا۔ آلڈس' مارک برٹن' ڈینئل اور اسٹیورڈ سب بیٹھے ہوئے شراب سے شغل کر رہے تھے۔ فوراً ہی مجھے دعوت دی گئی۔

"کیا تم لوگ بھی انکار کرو گے؟ تم تو مہمان ہو یہاں اور یہاں کی ثقافت سے تمہارا تعلق نہیں ہے۔" حسن فیروز پھرتی سے آگے بڑھ گیا تھا اور میرے چہرے پر عجیب سے تاثرات پھیل گئے تھے۔ میں نے تو یہی سمجھا تھا کہ وہ پینے کے لئے آگے بڑھا ہے لیکن اس وقت مجھے اطمینان ہوا جب اس نے کہا۔

"ثقافت تو پورے ملک کی ایک ہی ہے مسٹر آلڈس لیکن بہرحال آپ لوگ مہمان ہیں آپ کو نہیں منع کیا گیا۔" میں نے محسوس کیا کہ خانم میمونہ کے چہرے پر جو ایک لمحے کے لئے تردد پھیل گیا تھا وہ اب سکون میں تبدیل ہو گیا ہے اسی دوران ڈینئل نے مجھے آواز دی۔

"مسٹر گل' مسٹر گل آپ ادھر آیئے۔" میں نے سُست قدموں سے ادھر کا رخ کیا تو ڈینئل کہنے لگی۔

"کیا آپ بھی؟"

"مس ڈینئل۔ میرا تعلق ہی غلط جگہ سے ہے۔ بلکہ میں تو اب اس بات پر پریشان ہوں کہ مجھے آپ کے ساتھ آپ کی میز پر بیٹھ کر کھانا کھانا پڑے گا۔"

"اوہو نہیں! کمال ہے۔" ڈینئل نے کہا۔ اس وقت اتفاق سے میری نگاہیں لارڈ اسٹیورڈ پر پڑ گئی تھیں۔ لارڈ اسٹیورڈ کے چہرے پر میں نے اطمینان کے آثار دیکھے۔ ڈینئل نے کہا۔

"آپ پلیز بیٹھئے تو سہی۔"

"ذرا ادھر جو خواتین الگ تھلگ بیٹھی ہیں ان سے گفتگو کرنا چاہتا ہوں آپ لوگ شغل فرمایئے۔ میں اور حسن دونوں خانم میمونہ اور فرقانہ کے پاس جا بیٹھے۔ خانم میمونہ نے مدہم لہجے میں کہا۔

"اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ تم دونوں نے ہمارے وطن ہماری ثقافت کی آن بڑھا دی ہے۔ میں تمہارا شکریہ ادا کرتی ہوں۔ ویسے وہ لوگ کچھ خجالت محسوس کر رہے تھے۔" میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ حسن خانم فرقانہ کی جانب متوجہ ہو گیا تھا۔

"آپ بھی ملک سے باہر رہتی ہیں۔ وہاں رہ کر آپ کو اس غلیظ شے کا شوق تو پیدا نہیں ہوا؟" خانم فرقانہ نے سنجیدہ نگاہوں سے حسن کو دیکھا لیکن اس کی بات کا کوئی

جواب نہیں دیا۔ خانم میمونہ نے شاید اس بات کے تاثر کو کم کرنے کے لئے فوراً ہی کہا تھا۔

"ہمارے ہاں حالانکہ ایک حادثہ پیش آگیا ہے لیکن بہرحال اتنا ہی کیا جاسکتا ہے کہ پولیس اس سلسلے میں تحقیق کرے۔ ظاہر ہے ہم تو براہ راست کچھ نہیں کرسکتے۔ پولیس سے ہر طرح کا تعاون کیا جارہا ہے۔ یہ میرے معزز مہمان ہیں اور ان کے اعزاز میں مجھے وہ سب کچھ کرنا ہے جو ان کی اپنی خواہش کے مطابق ہو۔ مسٹر گل مراد آپ اور حسن بھی ہمارے ساتھ سیرو شکار کے اس پروگرام میں شریک رہیں گے جو ہم نے نظام آباد کے نواح میں بنایا ہے۔ میری کچھ چراگاہیں ہیں جہاں بہترین شکار ہوتا ہے۔ یہ لوگ وہاں جانے کی فرمائش کرچکے ہیں اور ہم بہت جلد روانہ ہوجائیں گے۔"

"آپ بھی جائیں گی نا۔" حسن نے فرقانہ کو دیکھتے ہوئے کہا اور خانم فرقانہ نے گردن ہلادی۔

"ہاں! ظاہر ہے میں یہاں اکیلی پڑی کیا جھک ماروں گی۔"

"آپ اپنے آپ کو اکیلی کبھی نہ سمجھا کریں۔" حسن نے کہا۔

"پلیز شٹ اپ۔" فرقانہ بولی۔

"اوکے۔ اوکے۔ آپ کا ایک دفعہ کہہ دینا کافی ہے۔" حسن نے جلدی سے کہا۔ میں نے محسوس کیا کہ خانم میمونہ نے اپنی ہنسی روکنے کی کوشش کی ہے۔ بہرحال یہ تمام سلسلے جاری رہے۔ میں یہ محسوس کر رہا تھا کہ ڈینئل ضرورت سے زیادہ میری جانب متوجہ ہوگئی ہے لیکن اس سلسلے میں خانم میمونہ نے کسی بات کا اظہار نہیں کیا تھا۔ بہرحال دوسرے دن سیرو شکار کا بندوبست کیا گیا اور جب ہم روانگی کے لئے تیار ہوئے تو میں نے باہر کا منظر دیکھا۔ بہت شاندار انتظام کیا گیا تھا۔ تین لینڈ کروزر اور چار جیپیں تھیں۔ جیپوں میں صرف سامان بھرا ہوا تھا۔ ہم تمام افراد ایک ہی لینڈ کروزر میں سوار ہوگئے۔ نہ جانے کیوں میں نے محسوس کیا کہ اسٹیورڈ جب بھی مجھے دیکھتا ہے اس کے چہرے پر نفرت کی ایک لکیر صاف محسوس ہوتی ہے۔ پتا نہیں اس کا چہرہ ایسا ہے یا وہ میرے بارے میں کسی غلط فہمی کا شکار ہوگیا ہے۔ بہرحال سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ یہ سب کیا ہے؟ ابھی تک تو واقعی کوئی بات کھوپڑی میں فٹ نہیں ہوئی تھی۔ خانم میمونہ کا کردار بھی عجیب تھا۔ رباب اور ضیغم اغوا ہوچکے تھے۔ حویلی میں باقاعدہ ایک حادثہ ہوا تھا۔ پولیس نے اس سلسلے میں کوششیں بھی کی تھیں ابھی تک ان کی بازیابی کا کوئی نشان بھی نہیں ملا تھا لیکن

خانم شکار کھیلنے جارہی تھی یا تو یہ سمجھا جائے کہ حالات اور ماحول سے وہ اس قدر سمجھوتہ کرچکی ہے کہ اب ان لوگوں کا اغوا اس کے لئے کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ یا پھر کچھ اور گڑبڑ ہے۔ بہرحال یہ اتنی گہری باتیں تھیں کہ ان کو سمجھنا مشکل تھا۔ ہم لوگ آبادیوں سے باہر نکل آئے اور اس کے بعد پہاڑی ناہموار راستے سامنے آگئے لیکن اطراف کے مناظر بے حد حسین تھے اور میں یہ محسوس کر رہا تھا کہ غیر ملکی مہمان ان مناظر سے بہت لطف اندوز ہورہے ہیں۔ ڈینئل بالکل اتفاقیہ طور پر میرے قریب بیٹھی تھی اور میں نے محسوس کیا تھا کہ اس نے اپنے اور میرے درمیان کی جگہ خودبخود تنگ کردی ہے اور مجھ سے جڑ کر بیٹھی ہے۔ اس کے بدن کی ہر جنبش میرے جسم کو متاثر کرتی تھی۔ میں پہلے یہاں بیٹھ گیا تھا اور اس کے بعد جب بقیہ افراد بیٹھنے لگے تو ڈینئل بالکل میرے قریب بیٹھ گئی۔ ابھی تک اس نے اپنی زبان سے کوئی لفظ نہیں کہا تھا لیکن پھر اچانک ہی وہ بولی۔

"حقیقت یہ ہے کہ حسن مشرق کے بارے میں میرے خیالات پہلے بھی بہت اچھے تھے لیکن اس علاقے کو دیکھ کر یقین کرو مجھے یہ احساس ہوتا ہے کہ ایسے حسین علاقوں میں رہنے والے اتنے ہی حسین ہونے چاہئیں جتنے تم ہو۔" پتا نہیں یہ جملے کسی اور نے سنے تھے یا نہیں۔ میں نے اس بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ ڈینئل کہنے لگی۔

"لیکن مجھے تم سے ایک شکایت ہے۔" میں نے اب بھی سوالیہ نگاہوں سے ڈینئل کو دیکھا تھا تو وہ بولی۔

"تم بہت کم گو اور خاموش ہو جب کہ تمہارے ساتھی کے بارے میں' میں نے محسوس کیا ہے کہ وہ خوش مزاج اور زیادہ بولنے والا شخص ہے۔"

"شاید مس ڈینئل ایسا ہو۔"

"البتہ ایک بات مجھے بتاؤ؟ میں بہت حیران ہوں۔"

"کیا؟" میں نے سوال کیا۔

"وہ جو بوڑھی خاتون ہیں۔ ان کا تمہارے ساتھی سے کیا رشتہ ہے؟"

"کوئی رشتہ نہیں ہے۔"

"لیکن ان دونوں کی انڈر اسٹینڈنگ میری سمجھ میں نہیں آئی۔"

"کیوں' کیا بات ہے؟" میں نے سوال کیا۔

"اب میں کیا بتاؤں تمہیں۔ تمہارا ساتھی جب بھی اس بوڑھی خاتون کی طرف دیکھتا ہے۔ اس کی آنکھوں میں عجیب سے تاثرات پیدا ہوجاتے ہیں اور میں یہ بھی محسوس

کررہی ہوں کہ وہ عمر رسیدہ خاتون آنکھوں کی اس کیفیت سے اچھی خاصی الجھن محسوس کر رہی ہے۔"

"میں صرف ایک بات سوچ رہا ہوں مس ڈینئل۔" میں نے کہا۔

"کیا؟" ڈینئل دلچسپی سے بولی۔

"وہ یہ کہ آپ ہم میں سے ہر شخص کے بارے میں ضرورت سے کچھ زیادہ ہی سوچ رہی ہیں۔" ڈینئل کے لئے میرے یہ الفاظ غیر متوقع تھے۔ اس نے ایک لمحے کے لئے اپنے آپ پر قابو پانے کی کوشش کی پھر آہستہ سے بولی۔

"کیا تمہیں یہ بات ناگوار گزر رہی ہے؟"

"نہیں، سوال صرف سوال ہوتا ہے اور یہ سوال ہے۔"

"تو اس کا جواب یہ ہے کہ میں تم لوگوں کے درمیان آئی ہوں۔ تمہیں جاننا چاہتی ہوں تم سے مجھے دلچسپی ہے اور خاص طور پر تم سے۔"

"خاص طور پر مجھ سے؟"

"ہاں۔"

"کیوں؟"

"اب اس میں کیوں کی گنجائش ہے؟ اگر کوئی نوجوان لڑکی کسی نوجوان مرد میں دلچسپی لیتی ہے تو اس میں کیوں کا لفظ ذرا اضافی معلوم ہوتا ہے۔ تمہارا اس سلسلے میں کیا خیال ہے؟" میں نے اپنے خیال کا کوئی اظہار نہیں کیا۔ خاموشی ہی اختیار کی تھی۔ پھر اچانک ہی میری نگاہیں خانم میمونہ کی جانب اٹھ گئیں تھیں اور ایک لمحے کے لئے مجھے یہ احساس ہوا کہ میمونہ مجھے بہت غور سے دیکھ رہی ہے اور اس کے چہرے کے تاثرات کچھ عجیب سے ہیں۔ ایک دم مجھے حسن فیروز کی ہدایت کا خیال آگیا۔ حالانکہ خانم میمونہ ایک پروقار اور ایک بڑی شخصیت کی مالک عورت تھی۔ کیا اپنے بارے میں کسی غلط فہمی کا شکار ہو جاؤں۔ یا پھر حسن فیروز کی بات پر توجہ دوں۔ بہرحال اس کے بعد خاموشی طاری ہو گئی تھی خاصا طویل فاصلہ طے کرنا پڑا تھا ہمیں۔ راستے ناہموار تھے۔ اس لئے گاڑیوں کی رفتار بھی سست تھی۔ آخرکار دور سے گھنے جنگلوں کا سلسلہ نظر آنے لگا۔ یہ گھنے جنگل ہی خانم میمونہ کی شکار گاہ تھے۔ تمام گاڑیاں ان گھنے جنگلوں میں داخل ہو گئیں۔ اس علاقے کے حسن کے بارے میں کوئی مثال نہیں دی جاسکتی تھی۔ ویسے تو میرا تعلق بھی پہاڑی علاقوں سے تھا۔ بستی دوآبہ کے اطراف بے حد حسین تھے لیکن یہ جگہ خصوصی طور پر حسین بنائی گئی تھی اور یقینی طور پر اس سلسلے میں انسانی ہاتھ کی کاریگری کارفرما تھی۔ ہم گھنے جنگلوں میں داخل ہو چکے تھے اور ان جنگلات کا سلسلہ دور دور تک پھیلا ہوا تھا۔ ان سے کافی فاصلے پر پس منظر میں برف پوش پہاڑیاں نظر آرہی تھیں۔ سب سے بڑی بات یہ تھی کہ یہاں ہر نوع کے غول، بارہ سنگھے اور چیتل نظر آتے تھے۔ بلاشبہ خانم میمونہ نے اسے ایک بھرپور شکار گاہ بنا دیا تھا۔ غیر ملکی مہمان متاثر نگاہوں سے سارے ماحول کو دیکھ رہے تھے۔ مارک برٹن بولے بغیر نہ رہ سکا۔

"ڈیئر خانم! اگر میرا اندازہ غلط نہیں ہے تو تم اس ملک کی امیر ترین عورت ہو۔ یہ علاقہ تمہاری ملکیت ہے۔ ہم تو ایسے کسی علاقے کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔ یقین کرو میں یہاں آکر بہت متاثر ہوا ہوں۔ بڑی عزت دی ہے تم نے ہمیں کہ یہاں تک لائی ہو۔"

"نہیں، نہیں، مسٹر برٹن میں آپ تمام لوگوں کو دلی طور پر خوش آمدید کہتی ہوں۔"

"یہ تو واقعی بہت حسین جگہ ہے ایسی کہ یہاں آنے کے بعد واپس جانے کو دل نہیں چاہے گا ڈینئل۔"

"اس کا ایک ہی طریقہ ہو سکتا ہے۔" بھاری آواز والے اسٹیورڈ نے زبان کھولی اور ہم سب چونک کر اسے دیکھنے لگے۔ اسٹیورڈ بہت کم بولتا تھا۔ اتنا کم کہ کبھی کبھی اس کی آواز ہی ذہن سے نکل جاتی تھی۔ ڈینئل نے اس کی جانب دیکھا اور بولی۔

"کیا؟"

"تم کسی مشرقی نوجوان سے شادی کرلو اور اس کے بعد یہیں رہ جاؤ۔" اسٹیورڈ نے کہا اور بھونڈے انداز میں ہنسنے لگا لیکن اس کی اس ہنسی کا کسی نے ساتھ نہیں دیا تھا۔ ایک لمحہ تک اس کے الفاظ کا تاثر قائم رہا۔ پھر آلڈس نے کہا۔

"بہت بڑی شکار گاہ ہے یہ۔ ایک باقاعدہ جنگل کیا اس جنگل میں یہ جانور تم نے مہیا کئے ہیں؟"

"میں نے نہیں۔ بلکہ میرے مرحوم شوہر کو سیر و شکار کا بہت شوق تھا۔ انہوں نے یہ جنگل باقاعدہ تیار کیا ہے۔ یہاں سے تھوڑے فاصلے پر ایک پہاڑی ندی ہے جس کے کنارے کنارے بہت بڑی دیوار دور تک چلی گئی ہے۔ ہم لوگ جب بھی ادھر آتے ہیں اس دیوار کے سائے میں اپنا کیمپ لگاتے ہیں۔ وہ ایک محفوظ جگہ ہے۔"

"محفوظ جگہ سے تمہاری کیا مراد ہے؟"

"یہاں درندے بھی ہوتے ہیں ریچھ، لگڑ بھگڑ اور چیتے۔ پہاڑوں کے اس پار سے

کبھی کبھی شیر بھی آجاتے ہیں لیکن ہم نے شیروں کی نسل کو یہاں پروان نہیں چڑھایا اگر کبھی اُدھر سے شیر اِدھر آجاتے ہیں تو جنگل کے دوسرے جانوروں کو نقصان پہنچاتے ہیں۔ چنانچہ ہمارے شکاری ان شیروں کو زندہ نہیں چھوڑتے بلکہ پچھلے دنوں تو ہم نے یہاں سے چیتوں کا صفایا کردیا ہے۔"

"اوہ! میرے خدا!" ڈینئل نے کسی قدر خوف زدہ آواز میں کہا۔ پھر بولی۔ "آس پاس کی آبادیوں میں تو یہ درندے خاصی تباہی مچاتے ہوں گے۔"

"نہیں، یہاں میلوں دور تک کوئی آبادی نہیں ہے۔ صرف نظام آباد ہے لیکن اس کا شکار گاہ سے کافی فاصلہ ہے۔ تم یوں سمجھ لو کہ ان پہاڑیوں سے دو سو کلو میٹر تک کوئی آبادی نہیں ہے۔" گاڑیاں بدستور چل رہی تھیں اور میں بھی یہ بات محسوس کررہا تھا کہ خانم میمونہ واقعی بہت بڑی عورت ہے۔ اس لحاظ سے اور بھی کہ ان تمام چیزوں کے باوجود اس کے اندر غرور کا نام ونشان نہیں ہے غرض یہ کہ ہم آگے بڑھتے رہے اور آخر کار تمام گاڑیاں اس پہاڑی ندی کے قریب پہنچ گئیں جس کی رفتار واقعی کافی تیز تھی۔ ایک جگہ سے ایک چٹانی دیوار نظر آرہی تھی اور ایک بہت بڑی پوری چٹان دریا میں چلی گئی تھی۔ پانی اس سے ٹکرا ٹکرا کر گزرتا تھا اور وہاں ایک عجیب منظر پیدا ہوگیا تھا۔ چٹان کے اس سرے کے سائے میں تمام گاڑیاں روک دی گئیں۔ غالباً شکار کو آنے والے ملازمین جانتے تھے کہ یہاں قیام کا طریقہ کار کیا ہے؟ چنانچہ وہ برق رفتاری سے گاڑیاں خالی کرنے لگے۔ چٹان کے ساتھ ساتھ خیمے نصب کئے جانے لگے اور انتہائی خوبصورت رنگین خیموں کا ایک چھوٹا سا شہر آباد ہوگیا۔ ہر فرد کے لئے ایک الگ خیمہ تھا۔ خاصا وسیع اور کشادہ، فولڈنگ بستر تھا فولڈنگ گدے، چادریں تکیئے۔ ضروریات زندگی کا دوسرا سامان۔

یہ کہنا چاہئے کہ ایک طرح سے ایک چھوٹی سی بستی آباد کرلی گئی تھی۔ تھوڑا سا فاصلہ دے کر ملازموں کے خیمے نصب کئے گئے تھے اور اس کے بعد وہیں لمبے لمبے لوہے کے راڈ زمین میں نصب کئے گئے اور ان میں خوبصورت ہواؤں سے محفوظ شدہ شمع دان لگا دیئے گئے۔ کئی خیمے خاصے بڑے تھے۔ میرے لئے جو خیمہ لگایا گیا وہ خاص میمونہ کے خیمے کے بائیں سمت تھا۔ اس کے برابر ایک خیمہ حسن فیروز کے لئے لگایا گیا تھا۔ سامنے کی سمت میں مہمانوں کے لئے حسین چھولداریاں لگائی گئی تھیں۔ بہرحال یہ چھوٹی سی آبادی بہت خوبصورت لگ رہی تھی۔ ہم سب ملازموں کی کارکردگی کا جائزہ لے رہے تھے۔ سب کو دوربینیں فراہم کردی گئی تھیں اور ان دوربینوں سے دور دور تک کا منظر دیکھا

جارہا تھا۔ ڈینئل تو کئی بار خوشی سے چیخی تھی۔ اس نے ہرنوں کے بچے بھی دیکھے تھے اور بڑے حسرت بھرے انداز میں بولی تھی۔

"اوہ، ڈیڈی! کاش ہم اس علاقے سے کچھ خوبصورت جانور لے جاتے۔" مارک برٹن ہنس کر خاموش ہوگیا تھا۔ حسن فیروز بھی اس وقت یہاں کے ماحول سے متاثر نظر آرہا تھا اور اس میں کوئی شک نہیں کہ فطرت کے یہ حسین نظارے اگر انسان پر اثر انداز نہ ہوں تو انسان کو انسان کہنا ہی مشکل ہوجائے۔ خود میں اپنے ذہن پر ایک سرور انگیز کیفیت محسوس کررہا تھا۔ ویسے یہاں میری شخصیت خاصی دلچسپی اختیار کرچکی تھی۔ ایک طرف تو ڈینئل، بس یہ سمجھ لیجئے کہ میرے گرد پروانے کی طرح منڈلا رہی تھی تو دوسری جانب میں نے خصوصی طور پر خانم میمونہ کو بھی اپنی جانب متوجہ دیکھا تھا۔ پہلی بات تو یہ کہ کرنل صاحب نے مجھے یہاں اہم کام کے لئے بھیجا تھا۔ ان تمام چکروں میں پڑنے کے لئے نہیں۔ دوسری بات یہ کہ خانم میمونہ بہرحال ایک قابل احترام شخصیت تھی۔ میں اپنی نگاہوں میں ایک لمحے کے لئے بھی میل نہیں لانا چاہتا تھا۔ حالانکہ حسن فیروز نے مجھے یہ مشورہ دیا تھا کہ میں ڈینئل اور خانم میمونہ کے درمیان رقابت شروع کرا دوں۔ مجھے اندازہ ہورہا تھا کہ اگر میں تھوڑی سی کوشش کروں تو یہ کام ممکن ہوسکتا ہے لیکن میں یہ کوشش کرنا ہی نہیں چاہتا تھا۔ اس دوران تمام لوگ دلچسپی سے ایک دوسرے سے باتیں بھی کررہے تھے پھر دوپہر کا کھانا کھلے آسمان کے نیچے ندی کے شفاف کنارے پر کھایا گیا اور اس دوران انتہائی دلچسپ گفتگو ہوتی رہی۔ خانم فرقانہ کے چہرے پر ایک پُراسرار سکوت پھیلا ہوا تھا۔ شروع میں جس طرح وہ حسن فیروز کی حرکتوں سے بد دل ہوجاتی تھی اب ایسا نظر نہیں آتا تھا بلکہ میں تو اس وقت پر حیران تھا جب میں نے حسن فیروز کا سر خانم فرقانہ کے زانو پر رکھے ہوئے دیکھا تھا۔ ان بڑی بی کو آخر کیا ہوگیا ہے؟ چلو حسن فیروز ایک کمینہ فطرت انسان تھا اور ہر ایسی شرارت نہایت سنجیدگی سے کرسکتا تھا جس کا دوسرے تصور بھی نہ کرسکیں لیکن خانم فرقانہ جس کے بارے میں یہ بات معلوم ہوئی تھی کہ دنیا کی ۲۳ زبانوں کی ماہر ہیں اور نہ جانے کون کون سی شخصیت ان کے اندر چھپی ہوئی ہے۔ باہر کے کسی ملک میں نہایت ہی اہم عہدے پر فائز تھیں اور یہاں صرف خانم فرقانہ کی دعوت پر آئی تھیں نہ جانے ان کے اور خانم میمونہ کے درمیان کیا ربط تھا۔ ابھی تک اس کی تشریح بھی نہیں ہوسکی تھی۔ بہرحال دوپہر کے کھانے کے بعد تھوڑی دیر تک آرام کرنے کا فیصلہ کیا گیا

کیا جائے اور اس کے بعد شکار پر نکلا جائے۔ چنانچہ اس خیال کے تحت میں بھی اپنے خیمے
میں چلا آیا۔ آرام کے لئے فولڈنگ بیڈ موجود تھا۔ اس کے علاوہ کینوس کے اسٹول بھی
رکھے ہوئے تھے میں نے جوتے وغیرہ اتارے اور بیڈ پر لیٹ گیا۔ میں جانتا تھا کہ حسن
فیروز اپنی بدمعاشیوں میں مصروف ہوگا۔ بھلا اس ماحول میں آنے کے بعد کسے اپنے پر قابو
رہ جاتا ہے۔ ہوسکتا ہے وہ بھی خانم فرقانہ کو بور کر رہا ہو لیکن تعجب کی بات یہ ہے کہ
خود کبھی خانم فرقانہ سے بور نہیں ہوا تھا۔ جبکہ خانم فرقانہ کی شخصیت میں ایسی کوئی خاص
بات نہیں تھی جو باعث دلچسپی ہوتی۔ لیکن حسن فیروز جیسا بدمعاش اگر ایسی حرکتیں نہ
کرتا تو بقول اس کے اس کی کھوپڑی کے پھوڑے میں افاقہ کیسے ہوتا؟ میرے ہونٹوں پر
مسکراہٹ پھیل گئی۔ ایسا لگتا ہے جیسے خانم میمونہ بھی تفریح کے موڈ میں آگئی ہو۔ ان ہی
سوچوں میں گم تھا کہ چھولداری کے پردے سے روشنی اندر داخل ہوئی اور روشنی کے
پس منظر میں مجھے ڈینئل نظر آئی۔ میں ایک دم سنبھل کر اٹھ گیا تھا۔ یہ ڈینئل صاحبہ کہیں
مجھے کسی مصیبت میں گرفتار نہ کردیں۔ وہ تو خیر مغرب کی باشندہ تھی لیکن بہرحال ہمارے
مشرقی اقدار ہمیں ہر طرح سے محتاط رہنے کی ہدایت کرتے تھے۔ میرے ذہن میں اور ا
کوئی نہیں تھا لیکن کرنل ہمایوں کو بہرحال میں کسی شکایت کا موقع نہیں دینا چاہتا تھا۔ و
اندر داخل ہوئی اور ایک اسٹول کھینچ کر بیٹھ گئی۔ پھر اس نے آہستہ سے کہا۔

"اور میں اس بات کی بالکل معذرت نہیں کروں گی کہ میں نے تمہارے آرام میں
خلل اندازی کی ہے۔"

"ٹھیک ہے مس ڈینئل۔ آپ بے شک معذرت نہ کیجئے لیکن آپ دوپہر کے کھانے
کے بعد کچھ دیر آرام کرنے کی قائل نہیں ہیں؟"

"انسان بہت سی چیزوں کا قائل ہوتا ہے لیکن ایک ضرورت ہوتی ہے جو دوسری
ضرورت سے اگر بڑی ہو تو وہ اس بڑی ضرورت کو ترجیح دیتا ہے۔"

"آپ کا یہاں آنا کوئی بڑی ضرورت تھی؟"

"ہاں"

"خیریت! میرے لئے کوئی خدمت؟"

"فرض کرو اگر میں تم سے کہوں کہ میں تم سے محبت کرنے لگی ہوں تو؟" اس نے
کہا۔ ایک لمحہ کے لئے میرے بدن پر سناٹا سا طاری ہوگیا۔ میں کم از کم کسی خوبصورت
لڑکی کی زبان سے ایک دم ایسے الفاظ سننے کے لئے تیار نہیں تھا۔ جواب دینا مشکل ہوگیا۔

کچھ لمحے سوچتا رہا۔ پھر میں نے کہا۔

"اگر آپ مجھ سے اس قسم کے الفاظ ایک دم کہہ دیتی ہیں مس ڈینئل تو یقین کیجئے
کہ مجھے سخت حیرت ہوگی۔"

"ارے کیوں؟"

"آپ پہلی بار ہماری طرف آئی ہیں نا؟ یا اس سے پہلے بھی یہاں آچکی ہیں؟"

"نہیں بالکل پہلی بار۔"

"یہی وجہ ہے۔ اصل میں مس ڈینئل ہمارے ہاں اگر کوئی لڑکی کسی لڑکے سے اظہار
محبت کرے تو شاید زندگی بھر اس کے پاس اظہار کے لئے الفاظ نہیں ہوں گے۔ یہ احساس
تو صرف اس کے انداز سے جھلکتا ہوگا۔ وہ اپنی زبان سے شاید یہ الفاظ کبھی نہیں کہہ سکے
گی۔"

"وجہ؟"

"عورت کے اندر حیا ہوتی ہے اور یہ حیا اسے ایسی کوئی بات کہنے سے روکتی ہے۔
وہ ایسا نہیں کہہ پاتی۔"

"لیکن پھر وہ اپنے جذبات کا اظہار کس طرح کرتی ہے؟"

"اسے اس وقت کا انتظار کرنا ہوتا ہے اور جس سے وہ محبت کرتی ہے' اگر وہ اس
کے قریب ہو تو وہ خود سمجھ لیتا ہے کہ لڑکی کے دل میں اس کے لئے کیا ہے۔"

"کیا یہ ایک عجیب طریقہ کار نہیں ہے فرض کرو میں کسی شے کی طالب ہوں مجھے
کچھ درکار ہے اور میں اس طلب کا اظہار کردیتی ہوں تو یہ مختصر وقت میں اپنا مقصد بیان
کردینے کا ایک بہتر ذریعہ ہے۔ بجائے اس کے کہ وقت ضائع کیا جائے۔"

"اصل میں ہمارے ہاں یہ سب کچھ اتنا ارزاں نہیں ہے۔ بلکہ جذبات کے اظہار
کے لئے ہم ان انسانی اقدار کا خیال رکھتے ہیں جو بہرحال مشرق کا ایک حصہ ہوتے ہیں۔"

"خیر یہ بات بھی رومینٹک ہے۔ ویسے اچھا یہ بتاؤ کہ اگر تمہیں کسی سے عشق
ہوجائے تم اسے پسند کرنے لگو' چاہنے لگو تو پھر تم کیا کہو گے۔"

"اتفاق کی بات ہے کہ مجھے ابھی تک اس کا کوئی تجربہ نہیں ہے۔"

"اوہ! گڈ ویری گڈ۔ یعنی اس کا مقصد یہ ہے کہ تم مجھے ٹھکرا نہیں رہے بلکہ اپنی
ناتجربہ کاری کی بات کر رہے ہو۔ میرے لئے امکانات موجود ہیں۔"

"کیسے امکانات؟"

"ابھی رہنے دو۔ میں مشرقی روایات کی پاسداری کرتے ہوئے اس وقت کا انتظار کروں گی جب دل کی بات کہنے کا صحیح وقت آئے۔" میں نے مسکرا کر شانے ہلا دیئے تھے۔ وہ کچھ لمحے سوچتی رہی۔ پھر مسکراتی ہوئی اپنی جگہ سے اٹھ گئی اور مجھ سے کچھ کہے بغیر خیمہ کا پردہ ہٹا کر باہر نکل گئی۔ میں سر کھجاتا رہ گیا۔

ویسے تو یہ بھی بڑی مشکوک بات تھی اوروں کے لئے، اور کوئی حیرت زدہ ہو یا نہ ہو لیکن اگر اس طرح اسے میرے ساتھ حسن فیروز نے دیکھ لیا تو وہ تو میرا باجا بجا کر رکھ دے گا۔ ان میڈم کو روکنے کے لئے کوئی مناسب طریقہ کار ضروری ہے۔ کیا ہونا چاہئے وہ طریقہ کار؟ بہت دیر تک میں ان ہی خیالات میں کھویا رہا۔ ویسے حسن فیروز پر اس بار مجھے خود حیرت ہو رہی تھی۔ کیونکہ اس نے ڈینئل کی طرف ذرہ برابر توجہ کا اظہار نہیں کیا تھا اور مسلسل بے چاری خانم فرقانہ کے پیچھے پڑا ہوا تھا۔ خیر اتنا تو میں بھی جانتا تھا کہ وہ دیوانہ نہیں ہے اور ایسا کوئی تصور اس کے ذہن کے کسی گوشے میں نہیں ہوگا۔ پھر ویسے بھی خانم فرقانہ ایک معزز شخصیت تھی۔ اس نے نہ جانے کیوں حسن فیروز کی یہ بدتمیزیاں برداشت کر لی تھیں۔ میں تو اسے اس کی بڑائی اور اس کا احسان ہی سمجھتا تھا۔ ورنہ حسن فیروز نے جس طرح سے زچ کر ڈالا تھا وہ واقعی بڑی تکلیف دہ بات تھی۔ پتا نہیں بڑی بی کے اپنے ذہن میں حسن فیروز کے لئے کیا مقام ہے؟ یا پھر شاید زندگی کا اتنا وقت گزارنے کے بعد وہ خود بھی کچھ دلچسپیوں میں گم ہو گئی ہو۔ کچھ نہیں کہا جا سکتا تھا۔ شام کو شکار کی تیاریاں ہونے لگیں شکاری ساتھ تھے۔ بقیہ ملازمین کو یہیں چھوڑ دیا گیا تھا۔ تاکہ وہ بعد کی تیاریوں میں مصروف ہو جائیں ہم لوگ جنگلوں میں گردش کرنے لگے۔ مناظر حسین سے حسین تر ہوتے جا رہے تھے اس وقت حسن فیروز میرے ساتھ تھا اور بڑی دلچسپی سے دوربین آنکھوں سے لگائے دور دور تک کے مناظر دیکھ رہا تھا۔ چونکہ اور بھی لوگ ہمراہ تھے اس لئے اس نے کوئی ایسی ویسی بات نہیں کی۔ البتہ میں نے اس سے سرگوشی میں کہا تھا۔

"چیف! کچھ ضرورت سے زیادہ ہی مصروف نہیں ہو گئے؟"

"تمہیں سرپرائز دینے والا ہوں۔ زندگی میں ایک نہ ایک دن تو مستقبل کے بارے میں فیصلہ کرنا تھا۔ بس یوں سمجھ لو، میں نے مستقبل کے لئے فیصلہ کر لیا ہے۔" حسن فیروز نے کہا اور میں اسے گھور کر رہ گیا۔ اس وقت اس سے اس کے ان الفاظ کی تشریح ممکن نہیں تھی۔

"کیا سوچنے لگے چیف۔"

"کوئی خاص بات؟" اس نے پوچھا لیکن میں نے خاموشی اختیار کر لی تھی۔

بہرحال اس شکار گاہ میں آنے کے بعد میں نے یہ اندازہ ضرور لگا لیا تھا کہ خانم میمونہ کی شخصیت بھی معمولی نہیں ہے بلکہ وہ کبھی کبھی اس قدر گہری عورت نظر آتی تھی مجھے کہ میں اس کے بارے میں سوچنے پر مجبور ہو جاتا تھا۔ سورج چھپ چکا تھا۔ شکار کی ضرورت تو پوری ہو چکی تھی اور ملازموں کو کھانا تیار کر دینے کی ہدایت کر دی گئی تھی لیکن نشانہ بازی کا شوق اب بھی پورا کیا جا رہا تھا اور غیر ملکی مہمان اس سلسلے میں پیش پیش تھے۔ خاص طور سے میں نے لارڈ اسٹیورڈ کی نشانہ بازی دیکھی تھی۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ ان میں سے تھا جن کی لگائی ہوئی ایک بھی گولی کبھی نہیں چوکتی اور اس نے اپنی نشانہ بازی سے نہ صرف خانم میمونہ بلکہ دوسرے لوگوں کو بھی اپنی جانب متوجہ کر لیا تھا۔ خانم میمونہ نے خود کئی بار اسٹیورڈ سے نشانہ لگانے کے لئے کہا تھا اور اسٹیورڈ نے اپنا ایک بھی نشانہ خالی نہیں جانے دیا تھا۔ خانم میمونہ نے خلوص دل سے اس کے نشانہ کی تعریفیں کی تھیں۔ میں نے محسوس کیا تھا کہ اس دوران اسٹیورڈ خاص طور سے اپنی تعریف میں ڈینئل سے کچھ کہلوانا چاہتا ہے لیکن ڈینئل نے اس کی نشانہ بازی پر کوئی توجہ ہی نہیں دی تھی۔ کیمپ میں ملازمین شکار کی کھالیں وغیرہ اتارنے میں مصروف ہو گئے۔ فضا میں گوشت بھننے کی خوشبو پھیل گئی۔ شام کی خوشگوار ہوائیں بڑی دلکش لگ رہی تھیں۔ جہاں تک حسن فیروز کا تعلق تھا تو اس نے طے کر لیا تھا کہ جب تک فرقانہ خودکشی نہیں کر لے گی وہ اس کے پیچھے لگا رہے گا۔ خوش گوار ہواؤں سے لطف اندوز ہونے کے لئے میں اس چٹانی دیوار پر چڑھ گیا جو اوپر سے بڑی صاف ستھری اور بہت ہی دلکش نظر آتی تھی۔ اس کے دوسری جانب پہاڑی ندی گنگناتی ہوئی بہہ رہی تھی۔ اطراف میں تاریکی پھیلتی جا رہی تھی۔ کچھ لمحوں کے بعد میں نے اپنے عقب میں قدموں کی آواز سنی پلٹ کر دیکھا تو خانم میمونہ تھی۔ میں اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا اور خانم نے کہا۔

"واہ! اسے کہتے ہیں ذوق لطیف۔ بہت عمدہ جگہ منتخب کی ہے۔"

"ذوق لطیف تو آپ کا ہے خانم۔ ایسی شکار گاہیں جنت نظیر ہوتی ہیں۔"

"ایک بات کہوں، یقین کر لو گے؟"

"مجھے آپ کی ہر بات پر یقین ہے۔"

"یہ میری کاوشیں تھیں۔ یوں سمجھ لو اس شکار گاہ کی ترتیب میں نے کی تھی۔ اس

کا ایک ایک درخت میری توجہ سے پروان چڑھا ہے۔ بہرحال تم نے جس طرح پسندیدگی کا اظہار کیا ہے میں اس کے لئے تمہاری شکر گزار ہوں۔"

"نہیں! حقیقت' حقیقت ہی رہتی ہے۔"

"سنو! اس وقت میرا یہاں آنا تمہیں ناگوار تو نہیں گزرا۔ خاص بات تو نہیں سوچ رہے تھے؟"

"نہیں۔ خاص باتیں سوچنے کے لئے دن کے بے شمار گھنٹے ہوتے ہیں۔ کبھی کبھی ایسے ماحول میں روح کی تازگی کے لئے اپنے آپ کو آزاد چھوڑنا ہوتا ہے۔ میں شاعر نہیں ہوں لیکن چاروں طرف پھیلی اس خاموشی میں اس بہتی ہوئی ندی کے پانی پر اگر غور کریں تو اس میں کلاسیکی موسیقی کے تمام عنصر ملتے ہیں۔"

"ویری گڈ' کیا خوبصورت الفاظ میں تعریف کی ہے تم نے۔ ویسے میرے لئے یہ حیرت کا مقام ہے۔"

"کیوں خانم؟" میں نے سوال کیا۔

"تمہارا پیشہ دراصل ذوق لطیف سے دور کی چیز ہے آتش و آہن کے کھلاڑی اگر قدرتی مناظر کی ان لطافتوں سے لطف اندوز ہوں تو حیرت ہوتی ہے۔"

"نہیں خانم! مجھے آپ سے اختلاف ہے۔ پیشہ کوئی بھی ہو لطافتیں تو انسان کی فطرت میں ہوتی ہیں۔"

"بالکل ٹھیک کہا تم نے لیکن وہ یورپین لڑکی شاید تم سے شاکی ہے۔"

"ڈینئل؟" میں نے سوال کیا۔

"ہاں! اسی کی بات کر رہی ہوں۔"

"تعجب ہے۔ حالانکہ شکایت کی کوئی گنجائش تو نہیں ہے۔ پہلی بات تو یہ کہ میرا ان سے کوئی تعلق ہی نہیں ہے۔ اگر آپ مجھے ان کے بارے میں کوئی ہدایت دیتیں تو صحیح معنوں میں وہ میرے لئے قابل توجہ ہوتیں لیکن باقی سب کیا ہے؟ میں نہیں جانتا۔"

"پہلی بات تو یہ گل مراد کہ یہ یورپین تتلیاں دل پھینک ہوتی ہیں۔ پتہ نہیں ان کے معاشرے کے بارے میں تفصیلات معلوم ہیں یا نہیں؟ لیکن ایسا ہوتا ہے یہ لوگ بوائے فرینڈ کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتیں اور نہ ہی ان کے ہاں کوئی معیوب بات ہے۔ مسٹر آلڈس بھی اگر تمہیں اور اسے' معاف کرنا' کسی جگہ قابل اعتراض حالت میں بھی دیکھ لیں تو ان کے اصولوں کے مطابق انہیں حق نہیں پہنچتا کہ وہ اس پر نکتہ چینی کر سکیں۔"

"یہ ان کا اپنا معاملہ ہے۔ اگر کوئی ایسی شکایت انہیں مجھ سے ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ بالکل میرا ذاتی معاملہ ہوگا۔"

"میں تم سے ذاتی طور پر ایک سوال کرنا چاہتی ہوں۔"

"جی فرمایئے۔"

"تم میں اور تمہارے ساتھی میں زمین آسمان کا فرق کیوں ہے؟"

"حسن فیروز کی بات کر رہی ہیں آپ؟"

"ہاں۔" خانم میمونہ ہنس پڑی پھر بولی۔

"پہلے تم مجھے اپنے بارے میں بتاؤ؟ کیا تم نے اپنی زندگی میں کسی کو چاہا نہیں ہے؟ کوئی لڑکی ایسی ہے جس کے لئے تم اپنے دل میں گنجائش رکھتے ہو؟" میں مسکرا دیا اور میں نے کہا۔

"دو لڑکیاں ایسی ہیں خانم! جن کے لئے میں اپنے دل میں بہت گنجائش رکھتا ہوں۔ وہ دونوں میری بہنیں ہیں۔ نور اور شیرانہ۔ باقی جہاں تک حسن و عشق کا تعلق رہا ہے تو حسن سے متاثر ہونا تو انسانی فطرت کا ایک حصہ ہے۔ اس ندی کا حسن مجھے یہاں لے آیا ہے اس سے میری شخصیت کی تشریح ہوتی ہے اور میرا خیال ہے یہ کافی ہے۔"

"ایک بات اور پوچھوں۔"

"آپ پوچھتی جایئے۔ مجھے کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔"

"ڈینئل خوبصورت ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ اس کے اپنے وطن میں اس کے لئے بے شمار شناسا ایسے ہیں جو اس کے ساتھ چند لمحات زندگی گزارنے کو زندگی کا حاصل سمجھتے ہیں۔"

"اپنی اپنی پسند کی بات ہے۔ میں اپنے آپ کو اس کے لئے آمادہ نہیں پاتا اور میں سمجھتا ہوں کہ میرے اس عمل کی کوئی شکایت ممکن نہیں ہے۔"

"ہونہہ! گڈ۔ ویری گڈ لیکن' آخر حسن فیروز کیا چیز ہے؟ مجھے تو خانم فرقانہ پر حیرت ہے میں تمہیں سچ بتاؤں۔ وہ ایک بے پناہ ذہین اور تعلیم یافتہ خاتون ہیں۔ میں ان کے علم اور ذہانت کی تفصیل اگر بیان کرنا چاہوں تو مکمل الفاظ میں بیان نہیں کر سکتی لیکن مجھے تو یوں لگ رہا ہے جیسے خانم فرقانہ بھی اپنی عمر کو بھول گئی ہیں۔ بلکہ ایک دلچسپ تجربہ ہے یہ میرے لئے کہ انسان اگر کسی کو متاثر کرنا چاہے تو کبھی کبھی وہ دوسرے انسان کو اس کی عمر بھی بھلا دیتا ہے۔" یہ الفاظ ادا کرتے ہوئے خانم میمونہ کی آنکھوں میں عجیب سی گہرائیاں

نظر آئی تھیں مجھے۔ پھر وہ ایک دم چونک کر بولی۔

"آؤ' میرا خیال ہے کھانا تیار ہوگیا ہے۔ کھانا کھا لیں۔ بھنا ہوا گوشت اگر ٹھنڈا ہوجائے تو بالکل بے مزہ ہوجاتا ہے۔ کھانے کے بعد اگر چاہو تو چہل قدمی کرلینا۔ یہ جگہ ویسے بہت مناسب ہے۔ جیسا تمہیں بتا چکی ہوں خطرناک نہیں ہے۔"

"ہاں! مجھے اندازہ ہوچکا ہے۔" ہم دونوں نیچے اتر آئے۔ کھانا بہت ہی عمدہ تھا۔ کھانے کے بعد مشترکہ طور پر ندی کے کنارے دور دور تک چہل قدمی کی گئی اور پھر جب لوگوں نے تھکن محسوس کی تو سب واپس اپنے اپنے خیموں میں آگئے۔ میں بھی واپس آگیا تھا۔ لیکن خیموں سے تھوڑے فاصلے پر ایک بار پھر میں ندی کے کنارے پہنچ گیا۔ آہستہ آہستہ آسمان پر چاند نمودار ہوتا جارہا تھا۔ ابتدائی راتوں کا چاند تھا۔ چنانچہ جیسے ہی ماحول پر اندھیرا پھیلا' چاندنی نے اس ماحول کا نظام سنبھال لیا۔ ندی کا بہتا ہوا پانی چاندنی میں نہا کر بے حد حسین لگ رہا تھا اور اسے چھو کر آنے والی نم ہوائیں اس ماحول میں مدھم مدھم گیت گا رہی تھیں۔ بلاشبہ اس وقت مجھے یہ ماحول بہت ہی خوبصورت لگ رہا تھا۔ بہت سے خیموں میں لوگ سو گئے تھے۔ کوئی آواز نہیں سنائی دے رہی تھی۔ میں حسن فیروز کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ شکر ہے آج کل وہ مجھے بور کرنے کے موڈ میں نہیں تھا اور اپنی دھن میں مست تھا۔ رانا افضال بھی کچھ الگ تھلگ سا نظر آتا تھا۔ اچانک ہی اس خاموشی میں ایک ہولناک آواز گونجی۔ اس کے ساتھ ہی ایک روشن چنگاری سنسناتی ہوئی میرے کان کے نزدیک سے نکل گئی۔ ایک لمحے کے اندر میری تمام حسوں نے کام کرنا شروع کردیا تھا اور مجھے اندازہ ہوگیا تھا کہ گولی چلائی گئی ہے۔ نشانہ میں ہی تھا اور یہ نشانہ چوک گیا تھا لیکن احساس ہونے کے بعد حفاظتی تدابیر کے لئے میرے اعصاب سوچ کے پابند نہیں تھے۔ اتنی برق رفتاری سے اگر میں زمین پر لیٹنے کی کوشش کرتا تو شاید دوسری جانب سے کی جانے والی کاوش کامیاب ہوجاتی۔ اور میرے بدن میں بہت سے سوراخ ہوجاتے۔ کیونکہ اس بار لاتعداد چنگاریوں نے میری طرف رخ کیا تھا۔ جس جگہ میں موجود تھا وہاں ایسی کوئی آڑ نہیں تھی کہ اگر یہ روشن چنگاریاں اس وقت مجھے معاف بھی کردیں تو ان کا دوسرا مرکز میں نہ بن جاؤں۔ چنگاریاں میرے اوپر سے گزر گئی تھیں لیکن اب میں دوسرے لمحے کا منتظر تھا اور اس لمحے سے بچنے کے لئے میں نے ندی میں چھلانگ لگا دی۔ لیکن فائرنگ کسی ایسے زاویہ سے کی جارہی تھی کہ فائرنگ کرنے والے مجھے بخوبی دیکھ رہے تھے اور میری حرکات کا مکمل جائزہ لے رہے تھے۔ چند لمحے قبل جس جگہ میں

زمین پر گرا تھا وہاں پتھر کی کرچیاں اڑنے لگیں۔ اگر میں لمحے کے اندر اندر ندی میں کودنے کا فیصلہ نہ کرلیتا تو انہیں کامیابی حاصل ہوجاتی لیکن تیسری کامیابی حاصل کرنے کے لئے انہوں نے پانی میں گولیوں کی بوچھاڑ شروع کردی۔ میں مچھلی کی طرح تڑپ تڑپ کر خود کو گولیوں سے بچانے لگا۔ ندی اتنی گہری نہیں تھی کہ اس کی تہہ میں پہنچ کر اپنے آپ کو بچایا جاسکتا۔ اس لئے برق رفتاری سے آگے بڑھنا ہی زندگی کی ضمانت تھی۔ البتہ مجھے یہ اندازہ ہوگیا تھا کہ گولیاں بلندی سے چلائی جارہی تھیں اور یہ بلندی اس چٹانی دیوار کے علاوہ کہیں اور نہیں تھی۔ چنانچہ میں نے دیوار کی مخالف سمت تیرنا شروع کردیا اگر بدقسمتی سے میں دیوار کی طرف جانے کی کوشش کرتا یقیناً گولیوں کا شکار ہوجاتا۔ جب کہ اصولی طور پر کوئی بھی ذی ہوش شخص فوراً ہی اس دیوار کی جانب جانے کی کوشش کرتا۔ اعصاب ایسے لمحات میں ذہن سے زیادہ برق رفتاری سے فیصلہ کرتے ہیں۔ میری اسی کوشش نے مجھے زندگی بخش دی تھی۔ اس کے بعد میں کسی قدر گہرے پانی میں پہنچ کر اس طرح ساکت ہوگیا کہ ان لوگوں کو میرے تیرنے کی سمت معلوم نہ ہو اور وہ میرا صحیح نشانہ نہ لے پائیں۔ تیرنا مجھے بہت اچھی طرح آتا تھا۔ چند لمحے میں اپنی جگہ رکا رہا اور اس کے بعد میں نے آہستہ سے اپنا رخ تبدیل کیا۔ ادھر خاموشی طاری ہوگئی تھی۔ میں صرف یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ حملہ آور کون سی جگہ ہیں۔ چنانچہ صرف ایک لمحے کے لئے میں نے پانی سے سر نکالا لیکن فائرنگ پھر شروع ہوگئی۔ بہرحال مجھے یہ اندازہ ہورہا تھا کہ یہ فائرنگ خیموں کے عین اوپر اس چٹانی دیوار سے ہورہی تھی اور اس بات پر تو کوئی شک ہی نہیں تھا کہ نشانہ میں ہی تھا۔ البتہ اب حملہ آور اندھا دھند پانی پر گولیاں برسا رہے تھے۔ بہت سی گولیاں پانی پر چھپاکے بناتی ہوئی گہرائیوں میں اتر گئیں اور پھر خاموشی چھا گئی۔ فائرنگ رک گئی تھی اور اس کے بعد بے شمار آوازیں سنائی دینے لگی تھیں لیکن میں ابھی باہر نکلنے کی بے وقوفی نہیں کرسکتا تھا۔ حملہ آور بہرحال اپنی جگہ موجود ہوگا۔ جاگنے والے جاگ گئے تھے لیکن اگر وہ مجھے ہر قیمت پر نشانہ بنانا چاہتا تھا تو ایک لمحے میں اپنا کام کرکے فرار ہوسکتا تھا۔ چنانچہ اس وقت پانی سے نکلنا بے وقوفی کے علاوہ اور کچھ نہیں تھا۔ میں نیچے ہی نیچے تیرتا ہوا دور تک نکل گیا اور پھر ایک جگہ درختوں کو دیکھ کر کنارے تک پہنچ گیا۔ پانی سے نکل کر میں نے چند لمحات قرب و جوار کا جائزہ لیا اور پھر کافی لمبا چکر کاٹ کر خیموں کے قریب پہنچا لیکن اب بھی میں اپنے آپ کو پوشیدہ رکھے ہوئے تھا۔ میں یہ اندازہ کرنا چاہتا تھا کہ حملہ آور کون ہیں۔ صرف مجھے ہی نشانہ بنانے کی کوشش کی گئی ہے

یا یہ کوئی باقاعدہ حملہ ہوا ہے۔ البتہ یہاں سے میں ان لوگوں کو دیکھ سکتا تھا جو اب ندی کے کنارے جمع تھے۔ کچھ ملازم بھی تھے۔ شاید میرے بارے میں نشاندہی ہو گئی تھی کہ میں اس طرف ہوں اور مجھے نشانہ بنانے کی کوشش کی گئی ہے۔ چنانچہ اب پانی میں میری لاش تلاش کی جارہی تھی۔ میں نے ایک لمحے میں فیصلہ کیا اور برق رفتاری سے آگے بڑھ کر اپنے خیمے میں سامنے کی سمت کے بجائے دیوار سے چپکے چپکے چلتے ہوئے خیمہ کے قریب پہنچا۔ نیچے کا پردہ اٹھایا اور اندر داخل ہو گیا لیکن یہ نہیں ظاہر کرنا چاہتا تھا کہ میں ان گولیوں کا نشانہ بنا ہوں۔ اس کے علاوہ میں ان سے پوشیدہ بھی رہنا چاہتا تھا۔ چنانچہ سب سے پہلا کام میں نے یہ کیا کہ وہ بستر جو میرے لئے یہاں موجود تھا اس کے اوپر لیٹنے کی بجائے میں اس کے نیچے لیٹ گیا۔ کسی کو شبہ نہیں ہو سکتا تھا کہ میں یہاں موجود ہو سکتا ہوں۔ کوئی بھی ذی ہوش ایسے کسی حادثے کے بعد یہ کوشش نہیں کرسکتا تھا لیکن میں جانتا تھا کہ یہ میرے لئے محفوظ جگہ ہے۔ باہر پھر آوازیں سنائی دینے لگی تھیں۔ ان میں خانم میمونہ کی آواز نمایاں تھی۔

”چپے چپے پر اسے تلاش کرو۔ ندی کے کنارے چاروں طرف پھیل جاؤ۔ پہاڑوں کے رخ پر اسے دیکھو۔ رانا افضال تم کہاں مرگئے؟“

”یہیں ہوں خانم۔ دیکھ رہا ہوں۔“ رانا افضال نے جواب دیا۔ ”اگر اسے کوئی نقصان پہنچا تو تم یہ سمجھ لینا کہ بہت سوں کو نقصان پہنچ جائے گا۔ تم سوچ بھی نہیں سکتے۔“

”یہ بھی ہو سکتا ہے خانم کہ وہ زندہ ہو۔“

”اسے زندہ ہونا چاہئے سمجھے؟“

”لیکن خانم! میرا کیا قصور ہے؟ جس طرح دوسرے لوگ آرام کر رہے تھے میں بھی آرام کر رہا تھا۔ ویسے ایک بات کا شبہ ہے مجھے۔“

”کیا؟“

”ممکن ہے وہ حملہ آوروں کے پیچھے نکل گیا ہو؟“

”رانا۔ وہ ہمارا مہمان تھا۔ یہ سب کچھ نہیں ہونا چاہئے تھا۔ میں ہر قیمت پر اس کی زندگی چاہتی ہوں۔ تم نہیں سمجھتے کہ اگر اسے کوئی نقصان پہنچا تو میں جواب دہی تو الگ بات ہے خود اپنے آپ کو کبھی معاف نہیں کرسکوں گی۔“ دوسرے لوگ شاید دور دور ہی تھے یہاں صرف رانا افضال اور خانم میمونہ ہی تھی۔ رانا افضال نے کہا۔

”خانم! اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ یہ سب کچھ بہت غلط ہوا ہے لیکن، معافی

مانگ کر میں آپ سے ایک سوال کرنا چاہتا ہوں۔ آپ بہت زیادہ مضطرب ہیں۔“

”مطلب کیا ہے تمہارا؟“ خانم کی غراہٹ ابھری۔

”خانم! میں یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ آپ اسے اس قدر اہمیت کیوں دے رہی ہیں؟“ ایک لمحہ کے لئے خاموشی چھا گئی تھی۔ پھر خانم میمونہ کی آواز ابھری۔

”رانا افضال!“

”جی خانم۔“

”رانا کہیں، کہیں تمہارے دل میں تو اس کے لئے کوئی بدی نہیں آگئی؟“

”میں سمجھا نہیں خانم؟“

”تمہارا لہجہ بتاتا ہے کہ تم۔“

”خانم! کیا اس سے پہلے کبھی ایسی کوئی کوشش کی ہے میں نے؟ مجھے اپنی اوقات کا پورا پورا خیال ہے۔ مجھے اندازہ ہے کہ دوسرے لوگ تمام تر حالات کے باوجود مجھ سے اعلیٰ اہمیت کے حامل ہیں۔ میں نے اپنی اوقات کو اچھی طرح ذہن میں رکھا ہے خانم۔“

”کیا فضول باتیں کر رہے ہو؟ تمہیں اندازہ ہے کہ اس وقت کس قدر ذہنی ہیجان کے عالم میں ہوں؟“

”میں خود بھی دوسرے لوگوں کے ساتھ مل کر صورت حال معلوم کرنے کی کوشش کر رہا ہوں۔ ویسے ایک بات آپ کو بتا دوں۔ آپ کے یہ غیر ملکی مہمان بھی اس سلسلے میں ملوث ہو سکتے ہیں۔ اگر آپ مجھے کچھ کہنے کی اجازت دیں اور یہاں بھی میرے الفاظ کو میرا جرم نہ بنا دیں تو میں آپ سے کچھ اور الفاظ کہوں!“

”ہاں بولو۔“

”آپ نے دیکھا ہو گا وہ لڑکی ڈینئل زیادہ سے زیادہ مسٹر گل مراد کے قریب رہنے کی کوشش کرتی رہی ہے اور آپ نے یہ بھی دیکھا ہو گا کہ وہ شخص، میری مراد لارڈ اسٹیورڈ سے ہے۔ اس کی آنکھوں میں جہنم کی آگ سلگتی رہتی ہے۔ آپ نے تو شاید محسوس نہ کیا ہو لیکن میں نے محسوس کیا ہے کہ اسٹیورڈ اس وقت خاص طور سے ڈینئل کی جانب متوجہ رہتا ہے۔ جس وقت ڈینئل گل مراد کے قریب نظر آتی ہے۔“ دوسری جانب خاموشی چھا گئی تھی۔ خانم غالباً گہری سوچ میں ڈوب گئی تھی۔ اس نے آہستہ سے کہا۔

”اوہ ہاں۔ بات تم کسی حد تک ٹھیک کہہ رہے ہو۔ واقعی تمہاری بات کچھ سمجھ میں آرہی ہے۔ اگر ایسا ہے تو یقین کرو بڑی تشویش کی بات ہے۔ اچھا خیر، جاؤ۔ دیکھو اسے

تلاش کرو۔"

"جی بہتر۔" رانا افضال نے کہا اور اس کے بعد قدموں کی آواز دور ہوتی چلی گئی۔ میرے ہونٹوں پر مدہم سی مسکراہٹ تھی۔ ویسے واقعی ذرا غور کرنے کا مقام تھا۔ اس وقت دو انکشافات ہوئے تھے۔ پہلا تو یہ کہ رانا افضال صرف میمونہ خانم کا قانونی مشیر ہی نہیں تھا بلکہ اس کے لہجے میں ایک شکایت سی پیدا ہوگئی تھی جس سے یہ اظہار ہوتا تھا کہ وہ میمونہ خانم کے لئے کوئی اور حیثیت بھی رکھتا ہے۔ نہ جانے کب تک بھاگ دوڑ ہوتی رہی۔ میرے ذہن میں بھی یہ تصور موجود تھا کہ ہوسکتا ہے اسٹیورڈ رقابت محسوس کر رہا ہو لیکن اس بات کو منظر عام پر لانے کے لئے مجھے تھوڑا سا آگے بڑھنا پڑے گا اور معلوم کرنا پڑے گا کہ کیا لارڈ اسٹیورڈ اور ڈینئل کے درمیان اس قسم کے روابط ہیں؟ پھر نیند آنے لگی اور میں نے سوچا کہ اگر بقیہ وقت میں اس بستر کے نیچے گزاروں اور کہیں صبح کو کوئی مجھے اس حالت میں دیکھ لے تو بڑے شرم کی بات ہوگی۔ اپنی جگہ سے نکلا۔ لباس تبدیل کیا اور پھر اپنے بستر پر لیٹ گیا۔ نیند بھی ایسی آئی کہ بس لطف ہی آگیا۔ صبح کو اس وقت آنکھ کھلی جب خود خانم میمونہ مجھے جھنجھوڑ رہی تھی۔ اس کے ساتھ دوسرے لوگ بھی نظر آرہے تھے جن میں حسن فیروز بھی برا سا منہ بنائے کھڑا تھا۔ میری آنکھ کھلی تو میمونہ نے مضطربانہ انداز میں پوچھا۔

"تم۔ تم ٹھیک تو ہو گل مراد؟"

"جی خانم۔ ٹھیک ہوں۔"

"زخمی تو نہیں ہوئے؟"

"نہیں! کیوں؟" خانم تعجب سے مجھے دیکھنے لگی پھر بولی۔

"تو کیا رات کو تم وہ نہیں تھے جس پر گولیاں برسائی جارہی تھیں؟"

"شاید میں ہی تھا خانم لیکن فائرنگ کرنے والے ناکام ہوگئے تو میں دریائی راستے سے گزر کر اپنے خیمے میں آگیا اور اس کے بعد مجھے نیند آگئی۔"

"اوہ میرے خدا! تم پاگل ہو گیا؟"

"یہ پاگل نہیں ہے۔ بلکہ تم سب کی پھوکڑی میں کھوڑا ہے۔" حسن فیروز نے کہا اور میمونہ خانم کسی قدر غصیلی نگاہوں سے اسے دیکھنے لگی پھر بولی۔

"تم جو کوئی بھی ہو کوئی اچھا تاثر نہیں چھوڑ رہے ہم پر' یہ الٹے سیدھے جملے بول کر اگر تم مزاح پیدا کرنا چاہتے ہو تو براہ کرم اپنے ان الفاظ کو اپنے آپ تک محدود کرلو۔

مجھے فضول گفتگو پسند نہیں ہے۔"

"میں! چلئے چھوڑیئے' اب آپ سے کیا کہوں؟ آپ کو اندازہ نہیں ہے کہ مجھ پر کتنی پابندیاں عائد ہیں۔ ورنہ میں آپ کو بتاتا کہ پھوکڑی کا کھوڑا کیا ہوتا ہے؟ میں نے آپ سے کہا تھا نا کہ وہ اطمینان سے کہیں آرام کر رہا ہوگا۔ آپ لوگ پریشان نہ ہوں اور سکون سے سو جائیں۔"

"تو کیا گولیاں تم نے چلائی تھیں اس پر؟"

"نہیں! میں گولیاں وغیرہ نہیں چلاتا۔ میرا طریقہ قتل مختلف ہے اور میں جب اسے قتل کرنا چاہوں گا' قتل کردوں گا۔ ارے تم کہاں ہو فرقانہ؟ فرقانہ' فرقانہ۔" حسن فیروز آوازیں لگاتا ہوا باہر نکل گیا۔ خانم کے چہرے پر غصے کے تاثرات تھے لیکن اس نے فوراً ہی خود کو سنبھالا اور مجھ سے بولی۔

"کس نے گولیاں چلائی تھیں تم پر؟"

"بدتمیزوں نے رات کے وقت یہ شرارت کی تھی۔ دن میں آئیں تو ذرا ان کی صورت وغیرہ جا کر دیکھوں۔"

"مجھے تو ایسا لگتا ہے جیسے یہ حملہ خود اس شخص نے اپنے اوپر کرایا ہو۔ ورنہ جتنے وحشت زدہ انداز میں گولیاں چلائی گئیں' پہلی بات تو یہ کہ ان سے بچنا ہی ممکن نہیں تھا۔ بچ گیا ہے تو کتنی بے پروائی سے اس سلسلے میں بات کر رہا تھا۔"

"مسٹر اسٹیورڈ! آپ کو فضول باتیں کرنے کی بالکل اجازت نہیں ہے۔"

"نہیں میڈم! میں کوئی فضول بات نہیں کر رہا۔ کیا اتنی تعداد میں گولیاں چلانے والے بالکل گدھے تھے کہ ایک بھی گولی کارآمد نہیں ہوسکی۔" میں نے دلچسپی سے اسٹیورڈ کو دیکھا اور کہا۔

"گدھے کبھی صحیح نشانہ نہیں لگا سکتے۔ آپ کا کیا خیال ہے مسٹر اسٹیورڈ؟ کیا آپ صحیح نشانہ لگا سکتے ہیں؟" میرے اس مذاق پر خانم کے ہونٹوں پر مدہم سی مسکراہٹ آئی۔ اسٹیورڈ' آلڈرس یا برٹن میرے اس مذاق کو سمجھ نہیں سکے تھے البتہ اسٹیورڈ نے کہا۔

"پستول یا بندوق کا ایک بھی کارتوس اگر بے کار ضائع ہو جائے تو دوبارہ ہاتھ میں بندوق نہیں اٹھانی چاہئے۔ کم از کم میرا یہی اصول ہے۔"

"اوہو! اس کا مقصد ہے کہ آپ بہت بڑے شکاری ہیں۔" میں نے کہا۔

"ہاں' میں شکاری ہوں۔ تمہاری طرح صرف شو باز نہیں ہوں کیونکہ میں نے دیکھا

تھا کہ تم لوگوں نے، میرا مطلب ہے تم نے ایک بھی گولی نہیں چلائی۔"

"خانم نے مجھے بتا دیا ہے مسٹر اسٹیورڈ کہ یہاں درندے نہیں ہیں، اور معصوم ہرنوں، چیتلوں اور نیل گائے پر گولی چلانا میرے مسلک میں نہیں ہے۔ کیا سمجھے؟"

"بھئی اب اٹھو! ناشتے کا وقت ہوگیا اور ملازم ناشتا تیار کر چکے ہیں۔ ویسے اس میں کوئی شک نہیں ہے گل مراد کہ تم واقعی شکار وغیرہ سے دلچسپی نہیں رکھتے اور رات کا واقعہ بڑا عجیب تھا۔"

"ویسے مسٹر گل مراد کا کہنا ہے کہ یہ درندوں کے شکاری ہیں۔ کیا انہیں نشانہ بازی سے بھی کوئی دلچسپی ہے؟" اسٹیورڈ نے کہا۔

"آپ کا کیا خیال ہے مسٹر اسٹیورڈ؟" میں نے کہا۔

"جو شخص جو دعویٰ کرتا ہے کم از کم اس دعوے کا کوئی نہ کوئی ثبوت تو دینا چاہئے۔"

"تو پھر جائیے اور کچھ درندے اس جنگل میں پکڑ کر لے آیئے۔ اول تو میں ایسے کھیل کھیلتا نہیں ہوں اور جب کھیلتا ہوں تو خون بہائے بغیر نہیں رہ پاتا۔ اگر کوئی درندہ میرے سامنے آجائے تو میں یقیناً اسے اپنی پہلی ہی گولی سے ہلاک کر دوں گا اور اگر بات درندوں تک محدود نہ رہے تو پھر جسمانی طور پر اگر کوئی میرا مدمقابل ہو تو وہ میرے سامنے آجائے۔ آپ کسی ایسے شخص کو لے آیئے جو جسمانی طاقت میں میرے مقابل آسکے۔" میں نے کہا۔

"بھئی یہ ساری باتیں بے کار ہو رہی ہیں۔ ویسے مائی ڈیئر مسٹر گل مراد، آپ کو یہ جملے سوچے سمجھے بغیر نہیں کہنے چاہئیں۔ آپ لارڈ اسٹیورڈ کو نہیں جانتے۔ یہ تین بار مسٹر یونیورس بن چکا ہے۔ اس کے اس لباس کے پیچھے جو بدن محفوظ ہے بظاہر وہ ہلکا پھلکا نظر آتا ہے لیکن اسے لباس کے بغیر دیکھو گے تو حیران رہ جاؤ گے۔" آلڈس نے کہا۔

"اوہو! یہ کیا باتیں شروع ہوگئیں؟ اور اگر ایسا ہے تو پھر مسٹر اسٹیورڈ کو اپنی جسمانی کیفیت کا مظاہرہ کرنا چاہئے۔" خانم میمونہ کے انداز میں ایک عجیب سی کیفیت پیدا ہوگئی۔

"آپ کے مہمان ہیں خانم اگر میرے ہاتھوں کوئی نقصان پہنچ گیا انہیں تو بعد میں آپ خود پریشان ہوجائیں گی۔"

"ایک منٹ، ایک منٹ۔" جو الفاظ اس شخص نے کہے ہیں وہ میرے لئے چیلنج ہیں اور ایک فائٹر کو اگر چیلنج کیا جائے اور وہ فائٹ نہ کرے تو یہ اس کے لئے خودکشی کرنے

مقام ہوتا ہے۔"

"لیکن ضروری نہیں ہے کہ ایک دوسرے سے دشمنی ہی رکھی جائے۔ تفریح کے طور پر بھی کچھ ہوسکتا ہے۔ میرا مطلب ہے قواعد کی پابندی کے ساتھ۔" خانم اچانک بولیں۔

"بات اصل میں یہ ہے کہ جب مدمقابل سامنے ہو تو قواعد صرف کتابوں تک رہ جاتے ہیں۔ مسٹر اسٹیورڈ میں وعدہ کرتا ہوں کہ آپ کو زخمی نہیں کروں گا۔"

صورت حال بڑی دلچسپ ہوگئی تھی اور خانم میمونہ کی آنکھوں میں ایسے ہی آثار نظر آرہے تھے جیسے کوئی بچہ اپنی دلچسپ چیز دیکھ رہا ہو۔ بہرحال ایک تفریحی پروگرام بن گیا۔ حالانکہ رات کا واقعہ نہایت ہی سنگین نوعیت کا تھا لیکن اس وقت یوں محسوس ہورہا تھا جیسے کوئی اس سے متاثر نہ ہو اور اس واقعہ کو کوئی اہمیت نہ دی جارہی ہو۔ اس کے برعکس یہ تفریحی شغل جاری ہوگیا البتہ ناشتے سے فراغت حاصل کرنے کے بعد حسن فیروز میرے پاس آگیا۔

"دادا جان نے تمہیں یہ اجازت تو نہیں دی تھی۔ تم نے اس پر غور کیا ہے؟"

"کس پر؟"

"لارڈ اسٹیورڈ پر۔"

"کیا کہنا چاہتے ہو؟" میں نے کرخت لہجے میں کہا۔

"یہی کہ تم تقلید نہیں کروگے۔"

"کس حیثیت سے کہہ رہے ہو؟"

"ارے کیا بات کرتے ہو یار۔ تم اسٹیورڈ سے نہیں الجھو گے وہ مجھے انسان سے زیادہ درندہ معلوم ہوتا ہے۔"

"اور تم نے مجھے کبھی انسانوں کا شکار کرتے نہیں دیکھا ہوگا۔"

"کیا مطلب؟"

"اگر وہ درندہ ہے تو اس کی پٹائی کرنا میرا بہترین مشغلہ ثابت ہوگا۔"

"اور دادا جان جو میری پٹائی کرکے میرا دماغ درست کردیں گے۔"

"چھوڑو حسن! بے کار باتیں نہیں کرتے۔"

"ایں!" حسن چونک کر مجھے دیکھنے لگا۔

"تم اپنی تفریحات میں مشغول ہو۔ تمہیں بہت اچھا لگ رہا ہے کہ دنیا تمہارا مذاق

اڑا رہی ہے۔ تمہیں ان تمام باتوں سے کیا دلچسپی ہے؟ جب تم اپنے طور پر تفریحات کر رہے ہو تو مجھے اپنے طور پر تفریحات کرنے دو۔" حسن نے ایک نگاہ مجھے دیکھا اور اچانک ہی اس جگہ سے واپس پلٹ گیا۔ میں ایک دم چونک پڑا تھا۔ حسن کا یہ انداز ذرا عجیب سا تھا۔ مجھے لگ رہا تھا جیسے وہ برا مان گیا ہو۔ بہرحال ناشتے وغیرہ سے فراغت حاصل کی گئی۔ خانم میمونہ میرے پاس آئی اور بولی۔

"اصل میں بات یہ ہے کہ بچپن ہی سے مجھے جسمانی مقابلوں کا شوق ہے۔ یہ شوق مجھے میرے والد سے لگا۔ میرے والد بڑی دلچسپی سے انگریزی انداز میں کشتیاں دیکھتے تھے اور خود بھی ایک اچھے پہلوان تھے۔ انہیں فنون حرب سے بڑی دلچسپی تھی اور وہ بہت سے ہتھیار استعمال کیا کرتے تھے۔ بہرحال! تم دیکھ لو ویسے تمہارا کیا خیال ہے؟ رات کے واقعہ میں اسٹیورڈ ملوث ہو سکتا ہے؟"

"ایک بات کا آپ نے اندازہ لگایا ہے خانم؟"

"کیا؟"

"خصوصی طور پر مجھے نشانہ بنایا گیا تھا اور جہاں تک گولیوں کی تعداد کا تعلق ہے۔ آپ کو اندازہ ہو یا نہ ہو لیکن میں جانتا ہوں۔ ایک آدمی یہ گولیاں نہیں چلا رہا تھا۔ بلکہ کئی افراد اس میں ملوث تھے۔"

"ہو سکتا ہے ایسا ہی ہو لیکن آخر وہ کون تھے؟"

"میں خود حیران ہوں لیکن چھوڑو اس مسئلے کو۔ یہ تم نے کیا جھگڑا پال لیا؟ میری دلچسپیاں اپنی جگہ' لیکن میں یہ بھی نہیں چاہتی کہ تمہیں کوئی نقصان پہنچے۔"

"ٹھیک ہے۔ اگر آپ یہ نہیں چاہتیں کہ مجھے کوئی نقصان پہنچے تو مجھے کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔"

"تم اپنے آپ سے اس طرح مطمئن ہو؟"

"سمجھ لیجئے! ایسا ہی ہے۔" بہرحال ہم خاموشی سے اپنے پروگرام کے لئے تیار ہو گئے اور ایک صاف ستھری جگہ اس مقابلے کا بندوبست کر لیا گیا۔ اسٹیورڈ نے ایک مخصوص لباس پہن لیا تھا اور اس وقت واقعی اس کا جسم دیکھنے کے قابل تھا۔ پورے بدن پر مسلز ابھرے ہوئے تھے۔ جبکہ میں مجموعی طور پر ایک نارمل جسم کا آدمی تھا۔ اس جسم کو ہلکا پھلکا خوبصورت بدن تو کہا جا سکتا تھا لیکن جو شکل و صورت اسٹیورڈ کے جسم کی نظر آ رہی تھی وہ بہت شاندار تھی۔ اس نے ایک خنجر نکال لیا جو انتہائی جدید اور شاندار بنا ہوا

تھا۔ میمونہ خانم چیخ پڑی۔

"یہ کیا ہے مسٹر اسٹیورڈ؟ بات جسمانی مقابلے کی ہو رہی تھی۔"

"آئی ایم سوری خانم۔ جسمانی مقابلہ ہر طرح سے ہوتا ہے۔ یہ انسان کی اپنی اپنی پسند ہے۔ میں یہیں سے ابتدا کرنا چاہتا ہوں۔ بہتر ہے اسے بھی خنجر دے دو۔"

"تو پھر رک جاؤ۔ تم نے پہلے سے یہ بات نہیں بتائی تھی مسٹر اسٹیورڈ؟" اچانک ہی حسن فیروز آگے بڑھا اور میں نے دیکھا کہ اس کے ہاتھ میں پستول ہے۔ دوسرے لوگوں نے بھی اس کے ہاتھوں میں پستول دیکھ لیا تھا۔ خانم میمونہ نے کہا۔

"خنجر لاؤ۔ دوسرا خنجر لاؤ۔" اور چند لمحوں کے بعد ایک خنجر میرے ہاتھوں میں بھی تھما دیا گیا تھا۔ حسن فیروز نے اس وقت جو مظاہرہ کیا تھا وہ ذرا مختلف سا تھا۔ اگر اسٹیورڈ خنجر سے مجھ پر حملہ کرنے کی کوشش کرتا تو حسن فیروز کے بارے میں کچھ نہیں کہا جا سکتا تھا کہ جوابی کارروائی کے طور پر وہ کیا کرتا؟ بہرحال حسن فیروز اس وقت بالکل مختلف نظر آ رہا تھا۔ جب کہ لارڈ اسٹیورڈ خنجر لئے اپنی جگہ آہستہ آہستہ چھوڑ رہا تھا۔ پھر اچانک ہی وہ ایک پاؤں پر گھوما اور گھومتے ہی اس نے سیدھے ہاتھ میں پکڑا ہوا خنجر الٹے ہاتھ میں پکڑ لیا۔ اس طرح دھوکہ دے کر وہ مجھ پر وار کرنا چاہتا تھا لیکن اس داؤ سے میں بخوبی واقف تھا۔ اس کا خیال تھا کہ میں اس کے بائیں ہاتھ کی جانب متوجہ ہوں گا۔

چنانچہ اس نے اپنے ہاتھوں کو جنبش دے کر ایک بار پھر سیدھے ہاتھ میں خنجر پکڑا اور مجھ پر وار کر دیا۔ میں نے بڑے اطمینان سے صرف جسمانی رخ بدل کر اس کا یہ وار خالی کیا تھا لیکن لارڈ اسٹیورڈ نے خنجر پھر الٹے ہاتھ میں پکڑا اور اس بار اس نے الٹے ہاتھ سے وار بھی کر دیا۔ اس طرح وہ بار بار خنجر اپنے دونوں ہاتھوں میں بدل بدل کر مجھ پر پے در پے حملے کرنے لگا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ انتہائی خوفناک اور جان لیوا کوشش تھی لیکن اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ مہارت خان نے ایسا کوئی پہلو تشنہ نہیں چھوڑا تھا۔ اس کا کہنا یہ تھا کہ ہمیشہ دشمن کی آنکھوں پہ نگاہ رکھو۔ آنکھیں سب کچھ بتاتی ہیں اور آنکھوں سے پتا چل جاتا ہے کہ وہ اس کے بعد کیا کرنے والا ہے؟ چنانچہ اب ضروری یہ تھا کہ میں بھی اسے تھوڑا سا سبق دوں۔ اس نے مجھ پر دس بار وار کئے اور میں اس سے پہلے اپنے آپ کو بچاتا رہا اور ایک بار یوں محسوس ہوا جیسے اس کا خنجر میرے سینے پر گھاؤ جائے گا لیکن صورت حال بالکل مختلف رہی۔ میں نے ایک ہلکا سا چرکا اس کے بائیں باز پر لگایا اور وہ ایک دم پیچھے ہٹ گیا۔ اس کے چہرے پر آگ ہی آگ تھی۔ اس بار وہ زمین

پر لیٹا اور پھر اس نے مخصوص انداز میں پاؤں ٹکائے اور اچھل کر مجھ پر آرہا۔ کیونکہ وہ مجھے جسمانی دھوکے دے رہا تھا۔ اس لئے میں نے اپنے خنجر کی جنبش کو کنٹرول میں رکھا۔ البتہ اس کے توازن کو نگاہ میں رکھ کر میں نے اس کے پاؤں پر ایک ضرب لگائی اور اس کی پنڈلی سے خون بہنے لگا۔ پھر میں نے پہلی بار اپنا وار اس پر کیا وہ جیسے ہی مجھ پر آیا میں نے دونوں پاؤں اس کے پاؤں کے درمیان رکھ کر زور سے اپنے دونوں پاؤں پھیلا دیئے۔ وہ چت گرا تھا اور دوسرے لمحے میں اچھل کر اس پر آرہا۔ میں نے اس کے خنجر والے ہاتھ پر پاؤں رکھا اور میرے خنجر کی نوک اس کے نرخرے پر جاٹکی۔ عجیب وغریب آوازیں بلند ہوئیں اور اسٹیورڈ ساکت ہوگیا۔ میرے ہاتھ کی ذرا سی جنبش اسے بکرے کی طرح ذبح کر سکتی تھی۔ میں نے ایک لمحہ کے لئے اِدھر اُدھر دیکھا پھر حسن فیروز سے کہا۔

"چیف! کیا حکم ہے ہٹا لوں؟" حسن فیروز کے چہرے پر رنگ بکھر گئے تھے اور آنکھیں چمک رہی تھیں۔

میں نے پیچھے ہٹ کر خنجر حسن فیروز کے ہاتھ میں دیا اور پھر خانم میمونہ سے کہا۔

"مقابلے کا رنگ چونکہ بدل گیا ہے خانم۔ اس لئے اب آپ بتایئے کیا کروں؟" میں نے پوچھا لیکن اسی وقت آلڈس کی تالیاں گونج اٹھیں۔ اس نے کہا۔

"بس میرے دوست تم ہر لحاظ سے لارڈ پر بھاری ہو۔ اندازہ ہوچکا ہے۔ اس لئے مزید مقابلہ بالکل بے مقصد ہوگا۔ چنانچہ یہ کھیل ختم کرو۔"

"سوری میڈم۔ کوئی ہارنے والا اپنی شکست سے خوش نہیں ہوتا۔ شاید میں ایسا نہ کرسکوں۔" لارڈ اسٹیورڈ نے کہا۔

اسپورٹس مین سپرٹ تو یہی ہوتی ہے۔" خانم نے کہا۔

"لیکن وہ منافقت ہوتی ہے۔" اسٹیورڈ بولا اور تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا وہاں سے چلا گیا۔ خانم کا موڈ بگڑ گیا تھا۔ اس نے آلڈس اور برٹن سے کہا۔

"ہم لوگ مہمانوں کی بہت عزت کرتے ہیں۔ جس طرح آداب میزبانی ہوتے ہیں اسی طرح آداب مہمانی بھی ہوتے ہیں وہ جو کوئی بھی ہے اسے کنٹرول میں رکھنا آپ لوگوں کی ذمہ داری ہے۔ آؤ۔" خانم نے کہا۔ اشارہ میری طرف تھا وہ وہاں سے آگے بڑھ گئی میں نے اس کے ساتھ قدم بڑھائے تو اس نے رک کر حسن کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"تم بھی!؟"

"میں نے حسن کی طرف دیکھا۔ نہ جانے اس وقت کس شریفانہ موڈ میں تھا ہمارے ساتھ چل پڑا تھا۔ خانم ہمیں لے کر کافی دور نکل آئی۔ پھر ایک جگہ رک کر اس نے کہا۔

"ایک بات قسم کھا کر کہہ رہی ہوں۔ تم دونوں نے آج مجھے نئی زندگی دی ہے۔"

"کیوں خانم؟"

"پہلے میں غیر مطمئن تھی اور یہ سوچ رہی تھی کہ شاید کرنل ہمایوں میری مشکل سمجھ نہیں سکے ہیں لیکن اب سب ٹھیک ہے۔ مجھے اطمینان ہوگیا ہے۔" اس نے کہا۔ میں نے پلٹ کر دیکھا۔ دور سے ڈینئل کھڑی اس طرف دیکھ رہی تھی اور مجھے اس کا موڈ کافی خراب نظر آرہا تھا۔

ہم خیمہ گاہ میں واپس آگئے۔ جو کچھ ہوا تھا وہ ایک دلچسپ اور ڈرامائی سچویشن رکھتا تھا لیکن یہ زندگی کے معمولات ہوتے ہیں اور ان میں کوئی بھی واقعہ کیسی بھی شکل اختیار کرسکتا ہے۔ نہ تو یہ تعجب کی کوئی بات ہے اور میرے اپنے خیال میں نہ ہی اس میں کوئی حرج یا کسی کے اعتراض کی کوئی گنجائش تھی۔ حسن فیروز بھی سنجیدہ نظر آرہا تھا۔ بہرحال ساری باتیں اپنی جگہ سہی لیکن اس وقت اس کا کردار بھی بہت سنسنی خیز رہا تھا۔ خصوصاً وہ لمحات جب اس نے پستول نکال لیا تھا۔ اگر اس وقت اسٹیورڈ کوئی غلط حرکت کرنے کی کوشش کرتا تو اس بات میں کوئی شک نہیں کہ حسن فیروز اگر اسے ہلاک نہ کرتا تو زخمی یقیناً کردیتا۔ خیر وہ جس ٹائپ کا انسان تھا مجھے اس کے بارے میں اندازہ تھا۔ بس اپنی دیوانگی پر قابو نہیں پاسکتا تھا وہ۔ ورنہ ہر طرح سے قابل اعتماد اور اچھا دوست تھا۔ خانم میمونہ اپنے خیمے میں چلی گئی تھی اور اس وقت حسن فیروز اور میں خیمے میں تھے۔ ماحول بڑا عجیب سا ہوگیا تھا۔ غیر ملکی مہمان اپنی الگ جگہ بنا کر بیٹھ گئے تھے۔ خیر اب اتنی تفصیل تو مجھے نہیں معلوم تھی کہ ان لوگوں میں آپس میں کیا رشتہ کیا تعلق ہے۔ خانم میمونہ جو آخری الفاظ ادا کرکے گئی تھی۔ وہ بھی اہمیت کے حامل تھے۔ میں اس کے چہرے سے خوشی کا اندازہ لگا رہا تھا اسٹیورڈ کی شکست نے نہ جانے خانم میمونہ کے دماغ کو کس طرح متاثر کیا تھا۔ اس نے کرنل ہمایوں کے بارے میں جو الفاظ کہے تھے وہ اپنی جگہ اہمیت کے حامل تھے اور ان پر غور کرنے سے اندازہ ہوجاتا تھا کہ خانم کیا کہنا چاہتی ہے؟ غالباً وہ اب تک اس سلسلے میں اس احساس کا شکار رہی تھی کہ کہیں کرنل ہمایوں نے ہم دونوں کو بھیج کر اس کے ساتھ مذاق تو نہیں کیا ہے؟ حسن فیروز ایک تفریح پسند نوجوان کی حیثیت سے اپنے آپ کو روشناس کراتا تھا۔ میں نے بھی کوئی ایسا کارنامہ انجام نہیں دیا تھا جس سے خانم میمونہ کو یہ احساس ہو کہ ہم دو افراد بنیادی طور پر ذہانت کے حامل ہیں اور اس کی

مشکل میں اس کا ساتھ دے سکتے ہیں بلکہ یقینی طور پر ہم لوگوں کے مشاغل سے وہ یہ محسوس کر رہی ہوگی کہ کرنل ہمایوں نے دو کھلنڈرے نوجوان بھیج دیئے ہیں جو یہاں سے اس کا کباڑہ کر رہے ہیں۔ حسن فیروز نے سنجیدگی سے کہا۔

"خیر جو کچھ تم نے کیا ہے۔ اس سے تو میں خوش ہوں لیکن اس کے بعد کچھ سنگین نتائج کا سامنا کرنا پڑے گا اس کے لئے ہمیں ہوشیار رہنا چاہئے۔"

"حسن! میرا جہاں تک خیال ہے۔"

"نہیں تمہارا کوئی خیال نہیں ہے خاموش رہو۔" حسن نے کہا اور میں تعجب سے اس کی صورت دیکھنے لگا۔ حسن اپنی جگہ سے بے آواز اٹھا اور آہستہ آہستہ چلتا ہوا اچانک خیمے سے باہر نکل آیا۔ پھر میں نے محسوس کیا کہ اس نے خیمہ کے گرد ایک چکر لگایا ہے۔ بعد میں وہ واپس اندر داخل ہوگیا اور بولا۔

"آؤ ذرا تھوڑی سی چہل قدمی کرتے ہیں۔ اصل میں خیمے کے بھی کان ہوتے ہیں۔ آجاؤ۔" میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ حسن بہت مستعد تھا۔ ہم کافی دور نکل آئے اور ایک کھلی جگہ میں اطمینان سے بیٹھ گئے۔ موسم تو کمال کا تھا۔ دن ہو یا رات جس وقت بھی محسوس کرو موسم کے لطف کا احساس ہوجائے۔ جگہ ایسی اختیار کی تھی ہم نے جہاں ہمیں خیموں سے نہ دیکھا جاسکے۔ ویسے کچھ عجیب سی سنسنی خیز کیفیت پھیل گئی تھی اور ہر شخص متاثر نظر آرہا تھا۔ خانم میمونہ کے ملازم اپنے فرائض سرانجام دے رہے تھے۔ حسن نے کہا۔

"ہاں اب کہو۔ کیا کہنا چاہتے تھے۔ اب ذرا احتیاط زیادہ ہی کرنی پڑے گی۔ ویسے میں تمہیں ایک بات بتاؤں۔ اسسٹنٹ۔"

"جی چیف۔"

"تمہارا کیا خیال ہے! تم پر گولیاں کس نے برسائی تھیں؟"

"چیف! ابھی تک پتا نہیں چل سکا۔"

"میں اس سلسلے میں بہت سنجیدہ ہوں۔ تمہیں حیرت نہیں ہوئی کہ میرے پاس پستول کہاں سے آگیا؟"

"ہوئی تھی چیف!"

"یہ پستول میں نے چرایا ہے۔"

"ماشاء اللہ! اچھے خاصے فنکار ہیں آپ۔"

"اور یہ میں نے ان غیر ملکیوں کے سامان سے چرایا ہے۔ اصل میں پستول نے مجھے آواز دی تھی۔ اس کی نال ایک کینوس کے بیگ سے جھانک رہی تھی۔ بس ظاہر ہے میری توجہ اس کی جانب ہوگئی اور پھر میں نے اسے پار کرلیا۔ ساتھ میں کارتوس کا ایک پیکٹ بھی تھا اور اس وقت میں اسلحے میں خود کفیل ہوں۔"

"ویری گڈ! ویسے یہ پستول پہچان لیا گیا ہوگا چیف۔"

"مشکل ہے اور اگر پہچان بھی لیا گیا ہے تو وہ لوگ اسے مانگنے کی کوشش نہیں کریں گے کیونکہ مسلح ہوکر آنا کچھ عجیب سی بات ہے جبکہ اس کا اظہار ہی نہیں کیا گیا۔"

"شاید آپ ٹھیک کہتے ہیں۔" میں نے گردن خم کرکے کہا۔

"غیر سنجیدہ ہو؟" حسن فیروز بولا اور میں نے آنکھیں پھاڑ دیں۔

"چیف! یہ آپ کہہ رہے ہیں؟"

"چیف کا احترام کرو۔" وہ بولا۔

"ٹھیک ہے۔"

"اگر کچھ لمحوں کے لئے میں سنجیدہ ہوتا ہوں تو تم غیر سنجیدگی شروع کردیتے ہو۔"

"میرا خیال ہے میں نے ایسی کوئی حرکت نہیں کی چیف لیکن اگر آپ یہ بات سوچ رہے ہیں تو میں مزید احتیاط کروں گا۔ آئی ایم سوری۔"

"میں تم سے کچھ پوائنٹ پر ڈسکس کرنا چاہتا ہوں۔"

"جی چیف فرمایئے!"

"بات وہی پہلے نمبر سے شروع ہوتی ہے۔ تم پر گولیاں برسانے والے کون ہوسکتے ہیں؟"

"وہی جو قیس کو پتھر مارنے والے ہوتے ہیں۔" میں نے کہا اور جلدی سے زبان دانتوں سے دبالی۔

"جملہ اچھا اور دلچسپ ہے۔ اس لئے معاف کیا جاتا ہے۔ جہاں تک میرا خیال ہے بلکہ جس طرح گولیاں برسائی گئی ہیں۔ اس سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ گولیاں چلانے والے ایک سے زیادہ تھے اگر فرض کرو ہم اسٹیورڈ اور ان غیر ملکی مہمانوں کے بارے میں یہ بات سوچیں جن میں مسٹر مارک اور مسٹر آلڈس ہیں تو یہ غلط ہوگی۔ چلو اسٹیورڈ کے بارے میں تو سوچا جاسکتا ہے لیکن باقی لوگ نہ تو اس حیثیت کے حامل ہیں اور نہ اتنے پھرتیلے۔"

"میں آپ سے اتفاق کرتا ہوں چیف۔"
"پھر وہ کون لوگ تھے اور کہاں سے آئے تھے جنھوں نے تم پر گولیاں چلائیں ٹارگٹ تمہیں ہی کیوں بنایا گیا۔"
"چیف! یہ بات خود میرے ذہن میں تشویش پیدا کر رہی ہے۔ ان ملازموں میں کوئی ایسا ہو نہیں سکتا جو ان غیر ملکی مہمانوں کا آلہ کار ہو کیونکہ یہ سب یہاں اجنبی ہ اور ملازم بہرحال خانم میمونہ کے بھروسے کے لوگ ہیں۔ اتنی جلدی انہیں ٹریپ نہیں جاسکتا۔ صرف دو ہی باتیں سوچی جاسکتی ہیں چیف! وہ یہ کہ حملہ آور کہیں اور آئے۔" ہم دونوں خاموش ہوگئے۔ کچھ دیر کی خاموشی کے بعد فیروز نے کہا۔
"ایک بات اور ذہن میں آئی ہے۔"
"کیا چیز؟"
"رانا افضال۔ تم نے کبھی رانا افضال پر غور کیا ہے؟"
"ذرا تفصیل سے بتایئے مسٹر حسن فیروز!" میں نے کہا۔
"اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ رانا افضال تم سے خوش ہے تو اس خیال کو اپنے ذہن نکال دو۔"
"آپ کو یہ شبہ کیسے ہوا چیف؟"
"میں نے فاصلے سے اس کا جائزہ لیا ہے۔ اس وقت جب وہ یہ محسوس کر رہا تھا کوئی اسے دیکھ نہیں رہا اور اس کی نگاہیں تمہاری جانب اٹھی ہوئی تھیں یا پھر اس کے بھی کئی بار۔ اس کی وجہ میرے خیال میں خانم میمونہ ہے۔" میں نے حیرت سے آنکھ پھاڑ دیں۔ حسن فیروز کبھی کبھی مجھے حیران کر دیا کرتا تھا۔ میرے ذہن میں بھی یہ خیال
"تم نے سنجیدگی سے یہ جائزہ لیا ہے۔" میں نے کہا۔
"ہاں! تم مجھے کیا سمجھتے ہو؟"
"سوری چیف سوری! میں ذرا بے تکلف ہو گیا تھا۔ میرا مطلب ہے آپ نے بات کو کب نوٹ کیا؟"
"شروع سے نوٹ کر رہا ہوں اصل میں میرے ذہن میں یہ تصور موجود ہے کہ افضال صرف خانم میمونہ کا ملازم نہیں ہے۔ ان کا قانونی مشیر بھی ہے اور مزید قانون چاہتا ہے۔ تمہاری مداخلت اسے ناپسند ہے۔"
"چیف بڑی گہری نگاہ ہے آپ کی۔"

"یار! تمہاری بے وقوفی ہے کہ تم حالات پر سنجیدگی سے غور نہیں کرتے۔ میں تو آج کل بڑا اہم پروجیکٹ سنبھالے ہوئے ہوں۔"
"وہ کیا؟" میں نے سوال کیا۔
"خانم فرقانہ۔" وہ بولا اور میں ہنس پڑا۔
"ہنسنے کی بات نہیں ہے تم ذرا غور کرو ایک بوڑھی عمر رسیدہ عورت کو عشق میں گرفتار کرنا کوئی آسان کام نہیں ہے لیکن تم دیکھ لو۔ مجھے اب اس چٹان پر نشان نظر آنے لگا ہے۔ وہ مجھ سے متاثر ہوتی جا رہی ہے۔"
"چیف! آپ نے سنجیدگی کا وعدہ کیا تھا۔"
"یہ بھی بالکل سنجیدہ بات ہے۔ خیر چھوڑو۔ موضوع بدلتا ہوں۔ تو میرا مطلب ہے کہ بات ہو رہی تھی رانا افضال کی۔ ہو سکتا ہے وہ بیوہ عورت کے چکر میں ہو۔ خانم میمونہ کے اثاثے معمولی تو نہیں معلوم ہوتے اور وہ بہرحال خانم میمونہ سے قریب ہے۔"
"چیف! ایک بات بتایئے۔ آپ نے ویسے تو بڑی عظیم بات کہی ہے۔ کیا آپ کے خیال میں خانم میمونہ۔"
"پہلے میری بات پوری ہو جانے دو۔ اس کے بعد سوالات کر لینا۔ جو اہم پوائنٹ ہے وہ یہ ہے کہ پہلی بات تو یہ کہ خود خانم میمونہ کا اپنا کردار کیا ہے۔ اس بات کو بھی نظرانداز نہیں کر سکتے کہ خود خانم میمونہ نے اس سلسلے میں کوئی کوشش کر ڈالی ہو۔"
"یعنی مجھ پر فائرنگ کرانے کے سلسلے میں؟"
"ہاں۔"
"بظاہر اس کی کوئی وجہ نظر نہیں آتی۔"
"جو چیز نظر نہیں آتی وہی تو خطرناک ہوتی ہے۔"
"پر چیف اگر ایسا ہے تو پھر آپ کیا کہتے ہیں اس بارے میں؟"
"ایسا نہیں ہے۔" حسن فیروز نے کہا اور میں اپنا سر ہلانے لگا۔ حسن فیروز خوش ہو کر بولا۔
"اس کا مقصد ہے کہ تمہاری اس پھوکڑی میں بھی گھوڑا نمودار ہوتا جا رہا ہے۔"
"ہو جائے گا چیف۔ اگر آپ ایسی ہی الٹی سیدھی باتیں کرتے رہے۔"
"نہیں یہ صرف ایک پہلو تھا۔ رانا افضال کو اس لحاظ سے ہم نظرانداز نہیں کر سکتے کہ وہ ان ملازموں کو کنٹرول کر سکتا ہے۔ ملازموں کی تعداد کافی ہے۔ ہو سکتا ہے اس میں

تین چار رانا افضال کے خاص اپنے آدمی ہوں۔ یہ وہ حرکت کرسکتے ہیں۔ رانا افضال کے ایما پر۔ رانا افضال نے محسوس کیا ہو کہ ہم لوگ خانم میمونہ کی دعوت پر یہاں آئے ہیں اور کچھ کر دکھائیں گے۔ تو اس نے خصوصاً تمہیں راستے سے ہٹانے کی کوشش کی ہو کر ایک ایک کرکے ملبہ صاف کردیا جائے۔"

"قابل غور بات ہے۔" میں نے پُرخیال انداز میں کہا۔

"دوسری شخصیت میری نگاہ میں صرف خانم میمونہ کی ہے وہ ذرا کچھ عجیب سی لگتی ہے۔" میں نے قدرے توقف سے کہا اور حسن فیروز سوچنے لگا پھر بولا۔

"اصل میں قابل حیرت بات یہ ہے کہ خان ضیغم اور رباب اغوا ہوچکے ہیں لیکن نہ خانم میمونہ کو اس کی پرواہ ہے اور نہ ہی اس نے ان کی گمشدگی کا کوئی نوٹس لیا ہے۔"

میں حسن فیروز کی ان سنجیدہ باتوں پر حیران تھا۔ ویسے اس میں کوئی شک نہیں کہ ساری باتیں قابل غور تھیں اور یہ انتہائی اہم معاملات تھے۔ بہرحال حسن فیروز اور میں کافی دیر تک اس موضوع پر بات کرتے رہے۔ میں نے کہا۔

"تو پھر حسن! اب سنجیدگی سے یہ بتاؤ کہ ہمیں اس سلسلے میں کیا کرنا چاہیے؟"

"نہیں ابھی کوئی پریشان کن صورتِ حال تو نہیں ہے۔ ہم غور کرسکتے ہیں اس موضوع پر۔ کوئی نہ کوئی حل نکل آئے گا ویسے۔ اس بات کو ذہن میں رکھو۔ خانم کا معاملہ صرف دو فیصد ہے اور رانا افضال کا معاملہ تقریباً ۴۸ فیصد۔ باقی یہ غیر ملکی مہمان ہیں۔ انہیں ٹٹولو۔ انہوں نے کوئی اور چکر تو نہیں چلا رکھا۔"

"اگر یہ بات ہے حسن فیروز تو آؤ اس چٹانی دیوار پر چلیں۔ ہوسکتا ہے وہاں سے ہمیں اس بات کا اندازہ ہوجائے کہ وہاں کوئی تھا یا نہیں؟ میرا مطلب ہے کوئی ایسا سراغ مل جائے۔"

"ٹھیک ہے چلو۔" ایک عجیب سی ویرانی پھیلی ہوئی تھی اور یوں محسوس ہوتا تھا جیسے کوئی خاص واقعہ ہوگیا ہے۔ پتا نہیں اسٹیورڈ کے معاملے میں باقی لوگوں کے کیا خیالات تھے؟ سب اپنے اپنے خیموں میں گھسے ہوئے تھے اور ملازمین کے علاوہ باہر اور کوئی بھی نہیں تھا۔ مجھے اور حسن کو اس دیوار پر چڑھنے میں کوئی دقت نہیں ہوئی۔ یہاں تک کہ ہم اس کی بلندی پر پہنچ گئے اور اپنے طور پر ہر جگہ کا جائزہ لیتے رہے۔ ہم یہ اندازہ لگا رہے تھے کہ چٹانی دیوار پر سے اگر گولیاں برسائی گئی ہیں تو کون لوگ ہوسکتے ہیں۔ تھوڑی سی کوشش کے بعد ہمیں کچھ سراغ ملے۔" مثلاً سگریٹوں کے دو جلے ہوئے ٹکڑے اور ایک

چھوٹا سا ٹائی پن جو ایک طرف پڑا ہوا تھا۔ یہ جگہ اس چٹانی دیوار سے تھوڑی سی نیچے تھی۔ یعنی اس سمت جو دریا کی سمت تھی حملہ آوروں کا رخ اسی سمت ہوسکتا تھا۔ بہرحال اس ٹائی پن کو اٹھالیا گیا اور ہم اس کا جائزہ لینے لگے۔ حسن فیروز اسے غور سے دیکھتا رہا تھا پھر اس نے اسے اپنی جیب میں رکھ لیا۔

"اب کیا کہتے ہو؟"

"چیف! میرا خیال ہے ایک بات کی اگر وضاحت ہوگئی ہے تو آپ اس پر غور کرلیں۔"

"کیا؟"

"یہ غیر ملکی جو آئے ہیں ان میں سے کوئی سگریٹ نہیں پیتا۔"

"سگریٹ کے برانڈ کا کچھ اندازہ لگا سکتے ہو؟" حسن فیروز نے کہا۔

اور ہم سگریٹ کے اس برانڈ کا اندازہ لگانے لگے لیکن وہ فلٹر تک جلا ہوا تھا۔ کچھ پتا نہیں چل سکا۔ سگریٹ کا ہم دونوں میں سے کوئی عادی نہیں تھا جو ملکی اور غیر ملکی سگریٹوں کے بارے میں معلومات ہوتیں۔ تاہم انہیں کاغذ میں لپیٹ کر حسن فیروز نے اپنی جیب میں رکھ لیا تھا۔ میں نے اس پر اعتراض نہیں کیا تھا کیونکہ بہرحال اس کی چیف والی حیثیت میں نے قائم رہنے دی تھی۔ یہ کرنل ہمایوں کی درخواست تھی اور مجھے اس سے زیادہ دلچسپی بھی نہیں تھی پھر ہم وہاں سے اتر ہی رہے تھے کہ ایک ملازم ہمارے پاس آگیا۔

"صاحب کھانا تیار ہوگیا ہے۔ خانم صاحب آپ کو بلاتا ہے۔" اس ملازم کا چہرہ بھی میں نے غور سے دیکھا تھا۔ معصومیت کے سوا اور کوئی بات نہیں تھی۔ کھانا معمول کے مطابق لگایا تھا لیکن کھانے کے فولڈنگ میزوں پر اسٹیورڈ موجود نہیں تھا۔ جب ڈینئل مارک اور آلڈس وہاں آئے تو خانم نے خاص طور سے اسٹیورڈ کے بارے میں پوچھا۔ مسٹر آلڈس مسکرانے لگے پھر انہوں نے کہا۔

"دیکھیں خانم! ہار جیت میں انسان کی فطری جبلت کا اندازہ ہوتا ہے۔ بہت کم لوگ ایسے ہوتے ہیں جن میں اتنی اسپورٹس مین اسپرٹ ہوتی ہے کہ وہ ہار جیت کو اتنی اہمیت نہیں دیتے لیکن اسٹیورڈ اس ٹائپ کا آدمی نہیں ہے اسے اپنی شکست کا افسوس ہے۔ چنانچہ اس وقت ہمارے کہنے سے بھی وہ نہیں آیا۔" خانم نے کسی قدر ناخوشگواری کا اظہار کیا تھا اور پھر بولی۔

"ایک بات میں آپ سے کہنا ضروری سمجھتی ہوں مسٹر آلڈس۔ وہ یہ کہ چیلنج کیا گیا۔ چیلنج قبول کیا گیا۔ مقابلہ ہوا اور دونوں میں سے ایک ہار گیا۔ بات ختم ہوگئی۔ اگر اس سے آگے بات بڑھانے کی کوشش کی گئی تو نقصان کسی کو بھی ہو سکتا ہے اور اس نقصان کی ذمہ داری میں قبول نہیں کروں گی۔" چند لمحات کے لئے خاموشی طاری ہوگئی لیکن پھر مسٹر مارک نے فوراً ہی کہا۔

"اگر آپ یہ سمجھتی ہیں کہ اسٹیورڈ یا ہم میں سے کوئی اس سلسلے میں کوئی غیر قانونی حرکت کرے گا تو میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ ایسا نہیں ہونے دیا جائے گا۔"

"بالکل نہیں ہونے دیا جانا چاہئے۔ یہ ہمارے چھوٹے پن کا ثبوت ہوگا۔" ڈینئل بے اختیار بولی۔ پھر اس کے بعد کھانا شروع ہوگیا تھا۔ میں اور حسن فیروز مزے لے رہے تھے۔ حسن فیروز کے بارے میں مجھے اندازہ تھا کہ کمبخت کی نگاہیں چاروں طرف گردش کر رہی ہیں۔ خانم فرقانہ حسن فیروز کے ساتھ اس طرح بیٹھی ہوئی تھی کہ دونوں نے کندھے سے کندھا ملا رکھا تھا۔ میں نے کئی بار محسوس کیا تھا کہ خانم میمونہ اس عمل کو اچھی نگاہ سے نہیں دیکھ رہی لیکن بہرحال نہ میں حسن فیروز کو روک سکتا تھا اور نہ خانم فرقانہ کو۔ البتہ دوپہر کے بعد جب تمام لوگ کھانے پینے سے فراغت حاصل کرنے کے بعد اپنے اپنے خیموں میں پہنچ گئے تو خانم میمونہ نے میرے خیمے کے پردے کے پاس آکر کہا۔

"یقینی طور پر اس وقت آرام کیا جانا چاہئے لیکن کبھی کبھی کچھ ایسی ضرورتیں بھی ہوتی ہیں جو غیر فطری ہوں، کیا تم میری ضرورت پوری کرو گے؟"

"جی خانم کہئے۔"

"تو آؤ کہیں چل کر بیٹھیں گے باتیں کریں گے۔" میں تو خود یہی چاہتا تھا لہٰذا میں نے کہا۔

"حسن فیروز اپنے خیمے میں موجود ہے۔" خانم میمونہ ایک دم ہنس پڑی۔ پھر سنجیدہ ہو کر بولی۔

"پلیز اسے سمجھاؤ۔ دوسرے لوگ عجیب سی نگاہوں سے ان دونوں کو دیکھتے ہیں۔ خاص طور سے ملازم، وہ بھی منہ دبا دبا کر ہنستے ہیں۔" خانم نے کہا۔ میں خیمے سے باہر نکل آیا اور ہم دونوں ایک کھلی جگہ کی جانب چل پڑے۔ کافی فاصلہ طے کرنے کے بعد ہم نے ایک سایہ دار جگہ منتخب کی اور وہاں بیٹھ گئے۔ میں نے خانم میمونہ سے کہا۔

"خانم! آپ یقین کیجئے اگر میں اسے سمجھا سکتا تو اس شرارت سے روک دیتا۔"

"مجھے تو خانم فرقانہ پر حیرت ہو رہی ہے، تم نے دیکھا کھانے پر کیسے جڑے ہوئے بیٹھے تھے۔ دونوں اُلو لگ رہے تھے شکل سے۔" میمونہ نے کہا اور ہنس پڑی۔ پھر میری طرف دیکھ کر بولی۔

"سوری! مائنڈ نہ کرنا، نہیں لگ رہے تھے کیا؟" میں نے صرف ہنسنے پر اکتفا کیا تھا۔ خانم میمونہ بولی۔

"میرا دل بہت چاہا تھا کہ تم سے اکیلے ملوں۔ سب سے پہلے میری جانب سے مبارک باد قبول کرو۔ خدا کی قسم! شاندار مرد ہو۔ شکل وصورت سے بھی، بدن سے بھی اور اپنے پھرتیلے وجود سے بھی۔ اصل میں تمہارے جسم سے یہ اظہار نہیں ہوتا کہ تم کوئی کھلاڑی یا اس طرح کے فنون کے ماہر ہوگے۔ جب کہ وہ ادویات سے اپنا جسم بنا چکا تھا۔ میری مراد اسٹیورڈ سے ہے۔ یورپ میں بے شمار دوائیں ایسی ایجاد ہوگئی ہیں جو جسم کو پھیلا دیتی ہیں اور آج کل پہلوانوں میں اس کا بڑا رجحان پایا جاتا ہے۔ وہ بدن کے کٹس بنانے کے لئے یہ دوائیں استعمال کرتے ہیں لیکن میں جانتی ہوں کہ تم نے ایسا کبھی نہیں کیا ہوگا؟ اس کے باوجود تم انتہائی پھرتیلے اور شاندار آدمی ہو۔"

"شرمندہ کر رہی ہیں آپ۔ ظاہر ہے شوق کی کوئی قیمت نہیں ہوتی۔ میں نے بھی یہ فن تھوڑا بہت سیکھا ہے۔ گو اتنا بڑا فنکار نہیں ہوں لیکن تعلق پہاڑوں سے بھی رہا ہے اور خانم میمونہ اس بات کو جاننے والے آپ سے زیادہ اور کون ہو سکتے ہیں کہ ہم پہاڑی لوگ جب کسی کی للکار قبول کر لیتے ہیں تو پھر نہ تو ہارنا چاہتے ہیں اور نہ اپنے دشمن کو چھوڑنا۔" خانم میمونہ کی آنکھوں میں ایک عجیب سی کیفیت پیدا ہوگئی۔ ایک تیز چمک اور ایک عجیب سا انداز، پھر اس نے آگے بڑھ کر اپنا ہاتھ میرے ہاتھ پر رکھا اور میرے ہاتھ کو اپنے ہاتھ کی گرفت میں لے لیا۔ بڑا محبت بھرا انداز تھا اس کا۔ وہ مجھے دیکھتی رہی میں نے بھی ایک ہلکی سی نگاہ اس پر ڈالی تھی۔ پھر میں نے کہا۔

"لیکن بہرحال! آپ کی اس مبارک باد کا میں بے حد شکر گزار ہوں۔"

"اور میں نے یہ بھی کہا تھا کہ کرنل ہمایوں نے میرے ساتھ مذاق نہیں کیا۔ بلکہ واقعی ایسی شخصیتوں کو میرے پاس بھیجا ہے جنہوں نے جھک نہیں ماری ہے بلکہ کام کرنا جانتے ہیں وہ بلکہ ایسے لوگ جو اپنے آپ کو بہت زیادہ شو نہ کریں اور عمل کرنا جانتے ہوں۔ زیادہ قابل عزت، قابل قدر ہوتے ہیں، ویری نائس گل مراد ویری نائس۔"

"شکریہ خانم میمونہ! اب میرے بھی کچھ سوالات کے جوابات دے دیجئے آپ۔"

"ہاں میں حاضر ہوں۔" خانم میمونہ نے کہا۔ اس کا انداز بہت اچھا تھا۔ میری بھی جرأت بڑھ گئی تھی۔ میں نے کہا۔

"خانم! پہلی بات آپ مجھے یہ بتایئے کہ آپ کے یہ مہمان کس نوعیت کے ہیں۔ اگر یہ صرف مہمان ہیں تو ان سے آپ کا رابطہ کہاں قائم ہوا؟" خانم میمونہ کے چہرے کے بدلتے ہوئے تاثرات کا فوری طور پر اندازہ ہوجاتا تھا۔ ایسا لگا مجھے جیسے وہ اس سوال کے لئے بالکل تیار نہ ہو۔ دیر تک اس کے چہرے پر پریشانی کے اثرات قائم رہے تو میرا رویہ اس کے ساتھ سرد ہوگیا۔

"ٹھیک ہے میں آپ کے ساتھ مخلصانہ طور پر تعاون کرنا چاہتا تھا لیکن معاف کیجئے گا خانم! جب فاصلے اور عدم تعاون اس حد تک ہو تو ذمہ داریاں کم ہوجاتی ہیں۔ میں معافی چاہتا ہوں کہ میں نے آپ سے اس بارے میں سوال کیا۔ میرا خیال ہے تھوڑے دن کے اندر اندر میں کرنل ہمایوں کو رپورٹ دیئے دیتا ہوں۔ کرنل صاحب سے رابطے میں آپ نے جو کچھ بھی کیا ہو یا اس رابطے کا ذریعہ جو کچھ بھی ہو وہ آپ بڑے لوگوں کی بات ہے لیکن کرنل صاحب نے مجھے مکمل اختیارات دے کر یہاں بھیجا تھا اور کہا تھا کہ خانم میمونہ کے معاملات کی چھان بین مجھے خود کرنی ہے۔ آئی ایم سوری خانم اس کے بعد مجھے کچھ اور نہیں پوچھنا۔"

"اور کچھ؟" خانم بے اختیار مسکرادی۔ اس کی اس مسکراہٹ میں بڑی اپنائیت تھی۔

"کمال کرتی ہیں آپ۔ یہ تو وہی لطیفہ ہوگیا کہ بچے نے باپ سے پوچھا کہ ڈیڈی وہ کونسا ملک ہے جہاں چھ مہینے دن اور چھ مہینے رات رہتی ہے۔ باپ بہت دیر تک سوچتا رہا اس کے بعد بولا بیٹا پتا نہیں۔ بیٹا خاموش ہوگیا۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد باپ نے کہا۔

"پوچھو' پوچھو' کچھ اور پوچھو۔ پوچھو گے نہیں تو پتا کیسے چلے گا۔" وہ ایک دم سے کھلنڈرے موڈ میں آگئی تھی۔ میں خاموشی سے اس کی صورت دیکھتا رہا۔ میں نے کہا۔

"نہیں خانم آپ کی مرضی کے خلاف ایک بھی سوال کرنے کی جرأت نہیں کرسکتا لیکن بہرحال' جس مقصد کے بارے میں بتا کر مجھے یہاں بھیجا گیا ہے اگر اس میں اسی طرح میری الجھنیں قائم رہیں تو میں کچھ بھی نہیں کرسکوں گا سوائے آپ سے معذرت کے۔"

"بس یا اور کچھ؟"

"اب اور کیا کہوں کچھ سمجھ میں آئے گا تو عرض کروں گا۔"

"سنو' زمین کا ایک ٹکڑا ہے جو میری ملکیت ہے۔ بہت عرصے پہلے میرے شوہر کی زندگی میں یہاں ایک ٹیم آئی تھی اور اس میں بڑے بڑے ماہرین تھے۔ زمین کا وہ ٹکڑا سو فیصدی ہماری ملکیت ہے اور تم یہ سمجھ لو کہ ہم نے اس کے گرد احاطہ قائم کیا ہوا ہے۔ وہ کہاں ہے یہ میں تمہیں بتا دوں گی لیکن جو ٹیم یہاں آئی تھی اور اس نے وہاں سے کچھ ٹیکنیکل معلومات حاصل کی تھیں تو پتا چلا کہ وہاں زمرد کی کانیں ہیں اور امکان اس بات کا ہے کہ وہاں بہت قیمتی پتھر حاصل ہوسکیں گے۔ ٹیم کے کچھ افراد مخلص تھے اور کچھ یہ معلومات حاصل کرنے کے بعد بددیانت ہوگئے۔ ایک رات کو زبردست خونریزی ہوئی اور ان لوگوں نے دوسرے افراد کو قتل کردیا جو بددیانت ہوگئے تھے۔ الزام یہ لگایا گیا کہ وہاں ان کا کیمپ لگا ہوا تھا کہ ڈاکو آپڑے۔ انہوں نے بہت سوں کو مار دیا اور ان کا سب کچھ لوٹ کرلے گئے جو چھپ گئے تھے وہ بچ گئے۔ سرکاری طور پر ان لوگوں کو اپنی تحویل میں لے لیا گیا اور حکومت نے انہیں ان کے ملک بھجوا دیا لیکن ان میں سے ایک ایسا بھی تھا جو چھپ کر کہیں اور نکل گیا تھا۔ بعد میں نہ جانے کس کس طریقے سے وہ اپنے وطن واپس پہنچ گیا۔ وہ ڈنمارک کا باشندہ تھا۔ ڈنمارک میں اس کے تعلقات خانم فرقانہ سے تھے بلکہ ایک طرح سے یہ سمجھ لو کہ خانم فرقانہ اس کے لئے ماں کی حیثیت رکھتی تھی۔ خانم فرقانہ بہت بڑی ماہر ارضیات ہے۔ اتنی بڑی کہ اگر تم کبھی اس کے بارے میں وہاں جاکر معلومات حاصل کرلو تو تمہیں اس کی اصل شخصیت کا اندازہ ہوگا۔ اتفاق سے اس کا تعلق ان ہی علاقوں سے تھا۔ مجھ سے بے شک کوئی رشتہ داری نہیں ہے اس کی لیکن جب اسے اس بات کا علم ہوا اور وہ شخص جس نے اسے اس علاقے کے بارے میں تفصیل بتائی وہ مرگیا۔ خانم کی بڑی عزت کرتا تھا۔"

"وہ شخص مر کیسے گیا؟"

"ہاں! وہ یہاں زخمی ہوگیا تھا۔ اسپتال میں رہا اور اس کے بعد بیماری کی کیفیت میں کسی نہ کسی طرح اس ملک سے نکل گیا۔ اس کے ایک پھیپھڑے میں شدید ضرب آئی تھی۔ یوں سمجھ لو کہ وہ پھیپھڑا پھٹ گیا تھا کچھ دن تک زندہ رہنے کے بعد وہ چل بسا لیکن اس نے خانم کو تمام تفصیلات بتادیں اور اس کے بعد میرے شوہر قتل ہوگئے۔ ہاں' وہ قتل ہی تھا۔ پھر کچھ ایسے پُراسرار معاملات پیش آئے کہ میں تمہیں بتا نہیں سکتی۔ بس یوں سمجھ لو کہ ان ہی دنوں ضیغم بھی کچھ عجیب وغریب کیفیات کا شکار ہوگیا۔ یہ تو تمہیں معلوم ہی ہے کہ وہ میرا سوتیلا بیٹا ہے۔ یہ ساری باتیں اپنی جگہ' میں کچھ ایسے جال میں

گرفتار ہوگئی تھی کہ مجھے اندازہ ہی نہیں ہوسکا تھا۔ ارے خدا کے بندو! زمرد کی کانیں ہیں۔ تم جاؤ اور ان کانوں کا زمرد نکال کر لے جاؤ۔ میرے آگے پیچھے تو کوئی بھی ایسا نہیں ہے جس کے لئے میں زمرد کی ان کانوں کو اپنے معدے میں اتارنے کی کوشش کروں۔ پتا نہیں کمبخت کیوں میرے پیچھے پڑ گئے ہیں۔ عجیب وغریب واقعات ہوئے ہیں گل مراد! کیا کیا بتاؤں؟ سمجھ لو بلاوجہ کی پریشانیوں میں گھری ہوئی ہوں۔ خیر! میں تمہیں ان لوگوں کے بارے میں بتا رہی تھی۔ انہوں نے مجھ سے رابطے کئے۔ انہوں نے کہا کہ وہ میرے شوہر کے شناسا ہیں اور میرے شوہر نے انہیں اس سلسلے میں باقاعدہ مدعو کیا تھا اور کہا تھا کہ زمین کے اس ٹکڑے پر کام کرکے زمرد کی کانیں تلاش کریں۔ یہ سب لوگ بھی ایسے ہی ماہرین میں سے ہیں۔ جو زمین میں معدنیات تلاش کرتے ہیں۔ خیر ساری باتیں اپنی جگہ یہ لوگ تو اب آئے ہیں۔ ان کے آنے کا مجھے علم ہوگیا تھا۔ میں جانتی تھی کہ اگر میں سرکاری طور پر اس بات کی اطلاع حکومت کو دے دیتی ہوں تو خود بھی الجھن میں پھنس جاؤں گی۔ میرا تحفظ نہیں کیا جاسکے گا۔ اپنا سب کچھ بھی کھو بیٹھوں گی۔ ایسا تو خیر میں نہیں چاہتی تھی۔ کون انسان اپنی عزت' اپنے مرتبے کو داؤ پر لگاتا ہے۔ میں نے بھی ایسا نہیں کیا۔ یہ ساری باتیں ہوگئیں۔ یہ تمام لوگ اسی سلسلے میں آئے ہیں خانم فرقانہ بھی میرا ساتھ دے رہی ہیں لیکن یہ بات طے تھی کہ میں تنہا اس سلسلے میں کچھ نہیں کرسکتی تھی۔ کرنل ہمایوں کے بارے میں مجھے جو تفصیلی اطلاعات ملی تھیں ان کا بھی ایک ذریعہ تھا۔ تو میں نے کرنل سے رابطہ قائم کیا اور کرنل نے تم لوگوں کو بھیج دیا۔ کہانی آگئی سمجھ میں۔“

میں خاموشی سے خانم کی صورت دیکھتا رہا پھر میں نے کہا۔

”زمین کا وہ حصہ کیا کہیں آس پاس ہی ہے؟“

”نہیں فاصلہ ہے یہاں سے اس کا۔ میں نے ایک ترکیب کی ہے۔ وہاں ایک چھوٹی سی بستی بسا دی ہے۔ بلکہ یہ کام میرے شوہر نے ہی کیا تھا۔ وہ بستی ایک طرح سے یوں سمجھ لو کہ ہماری اپنی ملکیت ہے۔ تقریباً ۱۰۰ گھرانوں پر مشتمل۔ کھیتی باڑی کرتے ہیں وہ لوگ۔ انہیں ہتھیار بھی دیئے گئے ہیں اور زمین کے اس حصے کی حفاظت وہ لوگ کرتے ہیں۔

وہ دوسری پارٹی جو یہاں قتل عام کرکے چلی گئی تھی وہ لوگ اس سلسلے میں لیکن انہوں نے کچھ اور لوگوں کو تیار کیا اور یہ رابطے قائم کئے۔ ہوسکتا ہے انہوں نے کچھ اور ذرائع بھی حاصل کرلئے ہوں لیکن یہ پہاڑی علاقہ ہے۔ قرب وجوار میں قبائل آباد

ہیں۔ یہاں کچھ کرلینا اتنا آسان نہیں ہوگا۔ اس لئے وہ لوگ کوئی لمبی چال اور لمبا راستہ اختیار کرنا چاہتے ہیں۔ میں تو یہ بھی کہہ سکتی ہوں گل مراد کہ مسٹر آلڈس مسٹر مارک' مس ڈینئل اور یہ لارڈ اسٹیورڈ اسی دوسری پارٹی کے ساتھیوں میں سے ہوں۔ آئے تو یہ ماہرین کے طور پر ہیں اور ان کا کہنا ہے کہ ان سے رابطے میرے شوہر نے کئے تھے اور اس کے ثبوت بھی انہوں نے پیش کئے ہیں۔ یعنی وہ خطوط جو میرے شوہر نے انہیں لکھے تھے۔ تحریر تو ان کی ہی ہے۔ لیٹر پیڈ اور دستخط بھی ان ہی کے کئے ہوئے ہیں۔ اب میں کیسے ان دستخطوں کی تصدیق کراؤں؟ جہاں تک لیٹر پیڈ کا مسئلہ ہے وہ یہاں سے حاصل بھی کئے جاسکتے تھے۔ تحریروں کے ماہرین بھی ہوتے ہیں۔ اصل میں مجھے صرف اس بات کا شبہ ہے کہ میرے شوہر نے جو مجھ سے ہر بات کہہ دیا کرتے تھے۔ یہ بات کیوں چھپائی کہ انہوں نے کسی سے رابطہ قائم کیا ہے۔ وہ مجھے ضرور بتاتے۔ خیر! میں نے ان لوگوں کو جو استقبالیہ دیا ہے۔ وہ تمہارے علم میں ہے لیکن اب میں کیا بتاؤں؟“

میرا ذہن برق رفتاری سے کام کر رہا تھا۔ میں نے کہا۔

”ساری باتوں کے ساتھ ساتھ خانم کچھ ایسے ٹیڑھے سوالات بھی کروں گا جو آپ کو ناگوار گزریں گے لیکن اب جب آپ نے زبان کھول دی ہے اور صورت حال کافی حد تک میری سمجھ میں آگئی ہے تو میں بے دھڑک ہر بات آپ سے پوچھ لوں گا۔ ناراض ہوجائیں تو مجھے یہاں سے نکال دیجئے گا۔ ورنہ ان باتوں کا بتانا ضروری ہے۔“

”ہاں! پوچھو!“ خانم نے کہا۔

”رانا افضال کیا چیز ہے؟“ خانم میرے سوال پر پھر چونک گئی تھی۔ مجھے دیکھتی رہی پھر اس کے ہونٹوں پر ایک بہت ہی عجیب سی مسکراہٹ پھیل گئی اس نے کہا۔

”میری زندگی میں میرا ساتھ دے سکتے ہو؟“

”جی!“

”پتا نہیں کیا کیا کہہ رہی ہوں۔ ذہنی طور پر تھوڑی سی بھٹک گئی ہوں۔ پوچھ رہی تھی میری زندگی میں میرا ساتھ دے سکتے ہو؟“

”کیسے خانم؟“

”عمر میں' میں تم سے بہت بڑی ہوں۔ ایک شادی شدہ عورت ہوں لیکن میں' میں۔“ اس نے اچانک دونوں آنکھیں زور سے بھینچیں سر کو جھٹکا پھر سنبھل گئی اور بولی۔

”معاف کرنا! بہت ہلکی ہوگئی ہے میری شخصیت تمہارے سامنے۔ احتیاط رکھوں گی

آئندہ۔ رانا افضال میرے شوہر کے زمانے کا آدمی ہے۔ ہمارا قانونی مشیر' لیکن میرے شوہر نے رانا کو اپنے پاس یہاں بلا لیا تھا۔ وہ بیرسٹر ہے لیکن پریکٹس نہیں کرتا۔ صرف ہمارے مفادات کی نگرانی کرتا ہے۔"

"کیا رانا افضال کو ان تمام باتوں کے بارے میں معلوم ہے؟؟"

"ہاں!"

"کیا وہ مکمل طور پر ایک قابل اعتماد شخصیت ہے؟؟"

"اب میں نہیں کہہ سکتی۔"

"کیا مطلب؟" میں نے کہا اور خانم میمونہ خاموش ہو کر گہری گہری سانسیں لینے لگی۔ میں بدستور اس کے چہرے کا جائزہ لے رہا تھا۔ خانم میمونہ نے کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد تھوڑا سا رخ تبدیل کیا اور کہنے لگی۔

"انسان ہوں اور اپنی حیثیت کچھ بھی ہے لیکن بے شمار لمحات ایسے آئے جب میں نے خود کو ایک بے بس عورت محسوس کیا۔ ایک ایسی عورت جسے ایک مرد کے سہارے کی ضرورت ہوتی ہے۔ لوگ اس کی کتنی ہی عزت کریں کتنا ہی احترام کریں لیکن وہ ایک تشنگی جو عورت کی ذات کا ایک حصہ ہوتی ہے' معاف کرنا' جنسی طور پر نہیں کہہ رہی اخلاقی طور پر کہہ رہی ہوں' وہ تشنگی میرے اندر موجود رہی۔ رانا افضال ہم لوگوں سے بہت قریب تھا۔ وہ مجھ سے ہمدردی اور دلجوئی کرتا رہا۔ ایک دن میں نے سوچا کہ رانا افضال ایک اچھا ساتھی بھی ثابت ہو سکتا ہے اور پھر اس نے ایک دن جذباتی طور پر اپنی دلی کیفیت کا اظہار مجھ سے کر دیا تو میں ناراض نہ ہو سکی۔ حالانکہ اس نے یہ جرأت بہت ہمت کر کے کی تھی لیکن میری خاموشی نے اس کی پذیرائی کی اور رفتہ رفتہ وہ یہ بات محسوس کرنے لگا کہ ہو سکتا ہے کچھ عرصے کے بعد میں اسے اپنی زندگی میں وہ مقام دے دوں جو میرے شوہر کو حاصل تھا۔ اس کے انداز میں تبدیلیاں ہوتی گئیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اس دوران اس نے بہت محنت کی میرے لئے۔ میری ہر مشکل میں میرا ساتھی رہا لیکن نہ جانے کیوں ایک خلش میرے دل میں رہی اس کے بارے میں۔ مجھے یوں محسوس ہوتا جیسے اس کے اندر ایک اور شخصیت بھی پل رہی ہو۔ ایک ایسی شخصیت جو میری وفادار نہیں بلکہ مفاد پرست ہے۔ کرنل ہمایوں کو میں نے اسی لئے یہ ذمہ داری سونپی۔ ورنہ رانا افضال اپنے طور پر سب کچھ اپنی تحویل میں لے چکا تھا۔ یعنی اس نے سارا نظام سنبھال لیا ہے یہاں کا مگر اب اچانک ہی مجھے یہ احساس ہوتا ہے کہ میں نے اس

کی بات کو خاموشی سے برداشت کر کے غلطی کی تھی۔ وہ ایک خطرناک آدمی ہے یا پھر یوں سمجھو کہ تمہارے آنے سے میرے یہ خیالات بدل گئے ہیں۔" خانم نے کہا میں پھر چونکا۔ میں نے کہا۔

"میں سمجھا نہیں۔"

"میں سمجھا بھی نہیں سکتی اور اگر اس موضوع پر تم نے مجھے کچھ کہنے کے لئے مجبور کیا تو میں یہاں سے اٹھ کر چلی جاؤں گی۔" میں کچھ لمحے خاموش رہا پھر میں نے کہا۔

"اچھا یہ بتایئے خانم! ضیغم اور رباب اغوا ہوئے۔ آپ کے یہاں کچھ لوگ زخمی بھی ہوئے لیکن آپ اپنے مہمانوں کو شکار کھلانے لائی ہیں۔ کیا یہ ایک حیرت انگیز بات نہیں ہے۔"

"سنو' مجھے صرف ایک بات کا جواب دو۔ کیا میں بوڑھی ہو گئی ہوں؟؟"

"نہیں۔"

"تو پھر مجھے بتاؤ۔ کہاں تک اپنے آپ کو ان واقعات کے خول میں قید رکھوں؟ ضیغم اور رباب سے مجھے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ ان کا میرا جو رشتہ ہے تمہیں معلوم ہے۔ وہ لوگ ویسے بھی مجھ سے نفرت کرتے ہیں۔ اگر وہ اغوا ہو گئے ہیں تو میں نے اس کی اطلاع حکومت کو دے دی۔ حکومت تحقیق کرے' تفتیش کرے۔ میں اس کا ساتھ دوں گی اور اس کے پس منظر میں جو بھی نظر آیا۔ اسے بدترین سزا دلوانے کے لئے کوشش کروں گی۔ حکومت اپنا کام کرے۔ میں اس عذاب میں گرفتار کیوں رہوں؟ اور پھر جہاں تک مسٹر آلڈس اور ان کی ٹیم کا تعلق ہے تو بہرحال وہ میری مرضی پر آئے ہیں کیونکہ ان کا رابطہ میرے شوہر سے تھا۔ میں انہیں وہ علاقہ دکھانے لائی ہوں۔ اپنے سر سے بلا بھی ٹالنا چاہتی ہوں۔ انہیں مکمل آزادی دوں گی کہ جو دل چاہے کریں۔ میری تو جان چھوڑ دیں۔"

"وہ لوگ جو زمین کے اس حصے پر آباد ہیں لڑاکے ہیں؟"

"بہترین۔ وہ اس علاقے کی حفاظت کرنا اچھی طرح جانتے ہیں۔"

"آپ کے تنخواہ دار ہیں؟؟"

"نہیں' لیکن میرے شوہر کے وفادار ہیں۔ خود کماتے ہیں خود کھاتے ہیں۔ ہاں اگر انہیں مجھ سے کوئی ضرورت پیش ہوتی ہے تو میں وہ فراہم کرتی ہوں۔"

"ان کی مرضی کے بغیر کیا کوئی ان زمینوں میں اپنی کارروائی کر سکتا ہے؟؟"

"نہیں' لیکن اگر مجھ سے اجازت مل جائے تو یہ کارروائی مکمل ہو سکتی ہے۔"

"ٹھیک خانم میمونہ! آج آپ نے جو واقعات مجھے بتائے ہیں۔ آپ یقین کریں انہوں نے پہلی بار میرے ذہن میں روشنی پیدا کی ہے۔ اصل میں یہ بات تو لازمی ہے کہ جب تک حقیقتوں کا صحیح ادراک نہ ہو۔ کوئی عمل نہیں کیا جاسکتا۔ آپ نے یہ سب کچھ بتا کر میں سمجھتا ہوں کچھ راستے روشن کئے ہیں۔ اب میں کوئی بڑی بات تو نہیں کہہ سکتا لیکن آپ یہ سمجھ لیجئے کہ ان روشن راستوں پر میں یقینی طور پر وہ چہرے تلاش کرلوں گا جو آپ کے خیال میں آپ کے خلاف سازشوں میں مصروف ہیں۔"

"مجھے یقین ہے تم ایسا کرسکتے ہو۔ ویسے کیا تم نے اب یہ اندازہ لگایا ان واقعات کی روشنی میں کہ تم پر حملہ آور کون ہوسکتے ہیں؟"

"ابھی کوئی اندازہ نہیں لگایا میں نے لیکن آپ اطمینان رکھیں حملہ آور خود اپنی زبان سے کہیں گے کہ وہ ہم تھے۔ ہمیں معاف کردیا جائے۔" میں نے پُراعتماد لہجے میں کہا اور خانم نے آنکھیں بند کرلیں۔ چند لمحات خاموش رہی پھر بولی۔

"میرے دل میں اتنی گہرائی تک مت اتر جانا کہ تمہیں ان گہرائیوں سے نکالنا میرے لئے مشکل ہوجائے اور ایک بات اور کہوں گی۔ سنو' میں تم سے عمر میں بہت بڑی ہوں لیکن انسان کو بعض اوقات اپنے جذبات پر قابو پانا مشکل ہوجاتا ہے۔ وہ لڑکی ڈینئل تمہاری جانب دوڑ رہی ہے چھلانگیں لگا رہی ہے اسے اپنے قریب مت آنے دینا۔ یہاں صرف ایک عورت بول رہی ہے۔ ہم لوگ اپنے ذہنوں سے یہ گرد صاف کئے دیتے ہیں۔ دیکھو گل مراد! مجھے ان زمینوں سے کچھ نہیں چاہئے۔ بہت کچھ ہے میرے پاس۔ جس کا جو دل چاہے وہاں کرے۔ میں کسی غیر قانونی کام میں پھنس نہ جاؤں۔ میں زندگی میں اب خوشیاں چاہتی ہوں یقین کرو۔ ضیغم اور رباب کے بارے میں مجھے کچھ علم نہیں ہے۔ بلکہ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ان لوگوں نے خود اپنے اغوا کا ڈرامہ رچایا ہو۔ ضیغم بہت کینہ پرور انسان ہے اور رباب' وہ بھی بہت چالاک لڑکی ہے۔ یہ میں ایک سوتیلی ماں کے طور پر نہیں کہہ رہی تم سے۔ بلکہ حقیقت بتا رہی ہوں۔ کوئی بھی کھیل' کھیل سکتے ہیں وہ لوگ۔ تم بس مجھ پر اعتبار کرنا اور میں تمہارے سامنے ہمیشہ سچ بولوں گی اور جو کہانی میں [illegible] تمہیں اب تک سنائی ہے وہ سچی ہے۔"

"ٹھیک ہے خانم! لیکن اگر۔۔"

"نہیں۔ کچھ مت کہو۔ صرف مجھ پر اعتبار کرو۔ صرف اعتبار۔ اب میں چلتی ہوں۔ زیادہ دیر اس طرح تمہارے پاس موجود رہنا میرے لئے مشکل ہے۔" اس نے کہا اور اٹھ

کے بعد مجھ سے کچھ کہے بغیر چل دی۔ میں ان واقعات اور اس کہانی [illegible] رہا تھا۔ خانم خیمہ گاہ تک پہنچ گئی اور میں اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا لیکن [illegible] نظر اپنے عقب میں پڑی اور میں یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ رانا افضال دونوں [illegible] کے بل چلتا ہوا چٹانوں کی آڑ لیتا ہوا خیمہ گاہ کی جانب بڑھ رہا ہے۔ ایک لمحے [illegible] دنگ رہ گیا تھا۔ رانا افضال شاید ہمارے آس پاس ہی کہیں موجود تھا۔ اس جگہ [illegible]ن بھی میں نے فوراً ہی کرلیا جہاں وہ موجود ہوسکتا تھا۔ یہ ایک چٹان تھی۔ جو اس جگہ سے تھوڑے سے فاصلے پر تھی۔ یہ تو برا ہوگیا۔ رانا افضال کو تمام صورت حال معلوم ہوگئی ہے اور اس کے بعد اگر وہ واقعی خانم میمونہ کے خیال کے مطابق ان معاملات میں اسی شکل میں ملوث ہے تو اس صورت حال میں کچھ تبدیلی رونما ہوگی۔ ایک لمحے کے لئے میں الجھ گیا۔ میں نے سوچا کہ اب کیا کرنا چاہئے اور اس کے بعد میرے ذہن میں ایک ہی ترکیب آئی۔ ان معاملات میں اس سے مشورہ کرنا ضروری ہے۔ جس کی پھوکڑی میں کھوڑا ہے۔ بہرحال حسن کو تلاش کرنا مشکل کام نہیں تھا۔ میں جانتا تھا کہ خانم فرقانہ کے پیچھے لگا ہوگا۔ کم بخت انتہا پسند تھا۔ کسی کام کے پیچھے لگ جائے تو پھر اسے سنبھالنا ناممکن ہی ہوتا ہے۔ بہرحال میں نے بڑی مشکل سے اسے تھوڑی دیر کے لئے حاصل کیا اور کہا۔

"حسن تم صرف تفریح کررہے ہو یا کچھ کام کرنے کے موڈ میں بھی ہو؟" حسن نے عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھا اور پھر بولا۔

"اسسٹنٹ! حد سے آگے بڑھ رہے ہو؟"

"نہیں اس وقت کچھ نہیں۔ نہ اسسٹنٹ نہ چیف۔ کتنے دن ہوگئے ہمیں یہاں آئے ہوئے۔ کچھ بھی نہیں ہوسکا ابھی تک۔" حسن سرد نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگا پھر بولا۔

"مطلب بتاؤ؟"

"یار کمال کرتے ہو؟ کیا مطلب بتاؤں۔ ابھی تک کوئی کام ہی نہ ہوسکا اور تم صرف تفریح کررہے ہو۔"

"یہ تفریح میری زندگی ہے۔ یوں سمجھ لو کہ برین ٹیومر کسی بھی وقت مجھے ہلاکت کی منزل تک لے جاسکتا ہے۔ اتنے دنوں میں زندگی سے کوئی فائدہ کیوں نہ حاصل کرلوں۔"

"یہ بکواس مجھ سے بھی کروگے؟" میں نے کہا اور وہ چونک کر مجھے دیکھنے لگا۔

"اسسٹنٹ بے تکلف ہونے کی کوشش کررہے ہو۔"

"ہاں! کیا ہم یہاں پکنک منانے آئے ہیں؟"

"تو بھائی تم جو کچھ کر رہے ہو کرو۔ میں کب منع کر رہا ہوں۔"

"اور تم وہی کرتے رہو گے جو تم کر رہے ہو؟"

"آئی ایم سوری اسسٹنٹ! یہ میرا حق ہے جسے تم چھیننے کی کوشش مت کرو۔"

"کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ کیا اس کی ضرورت رہ جاتی ہے؟ تم جو کچھ کر رہے ہو وہ کافی نہیں ہے یا اگر اس میں میری کوئی جگہ محسوس کرتے ہو تو مجھے بتاؤ؟"

"تم سنجیدہ ہو تب نا؟"

"یار میں سنجیدہ کبھی نہیں ہو سکتا اس بات کو ذہن میں رکھو۔ ایک بات میں کہوں تم سے۔ مگر چھوڑو وہ بھی نہیں کہتا۔ تم بتاؤ مجھے اس سلسلے میں کیا کرنا چاہئے۔"

"کم از کم مشورہ تو کرنا چاہئے۔ جو حالات ہیں ان کی روشنی میں کوئی لائحہ عمل طے کرنا چاہئے۔"

"حالات کیا ہیں۔ اچھا تم یہ بتاؤ اب تک کیا تجزیہ کر سکے ہو؟"

"بہت سی ایسی باتیں ہیں جو میں تمہیں بتانا چاہتا ہوں۔"

"تو بتا دو نا؟ صاف صاف کہہ دیتے کہ پیٹ میں درد ہو رہا ہے۔ پیٹ ہلکا کرنا چاہتے ہو۔ اصل میں انسان کی بہت بڑی کمزوری ہوتی ہے کہ کوئی بات کرنا چاہتا ہے اور اس میں اسے جھجک ہوتی ہے تو پہلے دوسرے سے لڑنے لگتا ہے۔ کیا قصہ ہے مجھے بتاؤ۔" میں ایک لمحے تک حسن کو گھورتا رہا۔ پھر میں نے اسے خانم میمونہ سے ہونے والی تمام گفتگو بتا دی۔ حیرت انگیز طور پر حسن سنجیدگی سے یہ باتیں سن رہا تھا۔ رانا افضال کے بارے میں بھی میں نے اسے بتایا۔ تو حسن نے پُرخیال انداز میں گردن ہلائی۔ میری گفتگو ختم ہونے کے بعد دیر تک سوچتا رہا اور پھر اس نے کہا۔

"ہونہہ اسسٹنٹ! یہ بتاؤ باس مانتے ہو یا نہیں؟"

"مانتا ہوں بھائی مانتا ہوں۔" میں نے کہا۔

"تو ٹھیک ہے اب تک تم جو کچھ بھی کرتے رہے ہو دادا جان اس سے مطمئن ہیں۔ ایسا کرو یہ کیس میرے حوالے کر دو۔"

"کیا مطلب؟"

"بس یہ کھیل میرے سپرد کر دو۔"

"تم کیا کرو گے یہ بتاؤ؟"

"وہ کروں گا جو میری کھوپڑی کہے گی۔"

"مگر مجھے بتاؤ تو سہی۔"

"نہیں، بالکل نہیں۔ کچھ نہیں بتاؤں گا۔ کیونکہ بتاؤں گا تو تم درمیان میں اپنے مشورے ٹھونس دو گے۔ نہیں بتاؤں گا جب کہہ دیا کہ نہیں بتاؤں گا تو نہیں بتاؤں گا۔"

وہ عجیب انداز میں بولا اور میں اسے گھورنے لگا۔

"گھورو چاہے کچھ بھی کرو۔ بس نہیں بتاؤں گا۔" حسن نے کہا۔

"اور اگر بات کچھ غلط ہو گئی تو؟"

"مجھے گولی مار کر خودکشی کر لینا کیا سمجھے؟"

"نہ تمہیں گولی ماروں گا نہ خودکشی کروں گا۔"

"پھر؟" وہ مجھے گھورتا ہوا بولا۔

"جو کہا ہے وہی کروں گا۔ تم جانتے ہو میں بھی پہاڑی ہوں اور میری کھوپڑی بھی الٹی ہے۔"

"کھوپڑی کبھی الٹی نہیں ہوتی۔ ہاں اگر اس میں پھوڑا نکل آئے تو کیا بات ہے؟" حسن نے ایسے مسرور انداز میں کہا جیسے کوئی بہت ہی لذت آمیز بات کہہ رہا ہو لیکن میں سنجیدہ ہی رہا تھا اس نے کہا۔

"تمہارا جو دل چاہے کرنا۔ جاتے ہو تو چلے جانا لیکن اب یہ پورا کیس میرے حوالے کر دو۔"

"ٹھیک ہے اور بتاؤ گے نہیں کچھ مجھے؟"

"بالکل نہیں بتاؤں گا تم سمجھتے کیا ہو اپنے آپ کو۔ میں اتنا ناکارہ نہیں ہوں۔ بس جو مجھے کرنا ہے کر ڈالوں گا۔ تم فی الحال یا تو خاموشی اختیار کرو یا جو تمہارا دل چاہتا ہے وہ کرتے رہو۔ نہ تم میرا راستہ روکو نہ میں تمہارا منہ روکوں گا۔"

"ٹھیک ہے اور اگر کھیل بگڑا تو بس تم یہ سمجھ لو کہ میں بھی تمہیں بتائے بغیر جو میرا دل چاہے گا کر ڈالوں گا۔"

"کر ڈالنا، کر ڈالنا میں منع نہیں کروں گا تمہیں۔"

"اوکے۔" میں نے غصیلے لہجے میں کہا اور حسن پاؤں پٹختا ہوا وہاں سے چلا گیا۔ بس چند لمحے حالات پر غور کرتا رہا اور پھر مجھے بے اختیار ہنسی آ گئی لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہی

میں تھوڑا سا سنجیدہ بھی تھا۔ نہ جانے کیا کرڈالے گدھا کہیں کا۔ الٹا آدمی ہے لیکن بہرحال
اب اس نے مجھے یہ بات کہہ کر خاموش کردیا تھا کہ اگر وہ کچھ نہ کرپائے تو میرا جو دل
چاہے کروں۔ ساری باتیں اپنی جگہ لیکن بہرحال میں نہ اسے چھوڑ سکتا تھا نہ دادا جان کو۔
البتہ میں نے یہ ضرور سوچا تھا کہ حسن کو اس بار مکمل طور پر کچھ کرنے کی آزادی دے
دی جائے۔ خانم میمونہ مجھ سے یہ گفتگو کرنے کے بعد کافی محتاط نظر آرہی تھی۔ ایک بار
مجھے موقع ملا تو میں نے اس سے صرف اتنا کہا۔

"خانم ہماری اس دن کی گفتگو رانا افضال سن رہا تھا۔ وہ اس چٹان کے پیچھے پوشیدہ
تھا۔ جو دوسری جانب تھی۔"

"وری گڈ! تم نے اسے دیکھ لیا تھا۔"

"ہاں! آپ نے وری گڈ کیوں کہا؟"

"اس لئے کہ مجھے بھی یہ بات معلوم ہوچکی ہے۔ رانا افضال نے مجھ سے اس
بارے میں کچھ باتیں کی ہیں۔ اس وقت بھی وہ ہم دونوں کو دیکھ رہا ہے۔ اس لئے میں
زیادہ دیر تمہارے پاس نہیں رکوں گی۔ ویسے صرف ایک بات بتادو۔"

"کیا؟"

"کیوں نہ ہم واپس چلیں۔ یہاں حالات کچھ زیادہ سنگین نہیں ہوگئے۔ خاص طور
سے تم پر حملے کے بعد میں خاصی پریشان رہنے لگی ہوں۔"

"ویسے بھی یہاں رکنے کا کوئی جواز نہیں ہے۔"

"ہاں! لگتا ہے مسٹر آلڈس اور مسٹر مارک نے اپنے طور پر ایک پُراسرار خاموشی
اختیار کی ہوئی ہے۔ میں تمہاری اجازت سے واپسی کی تجویز پیش کردوں۔"

"جی بالکل، مجھے اس سلسلے میں کوئی اعتراض نہیں ہے۔" میں نے کہا۔ اس کے بعد
خانم چلی گئی۔ میں بھی اس بات پر غور کررہا تھا کہ یہاں آنے کے بعد مجھے جو کچھ معلوم
ہوچکا ہے۔ وہ ایک بہترین بات ہے اور اس وقت میرے سامنے یہ چار کردار یعنی مسٹر
آلڈس، مارک، ڈینئل اور اسٹیورڈ ہیں اور ان کے بارے میں یہ اندازہ لگایا جاسکتا ہے
یہ کھیل ان ہی لوگوں سے منسلک ہے۔ یہ بھی بہت بڑی بات تھی۔ اب ان پر نگاہ رکھ
کوئی بہتر عمل کیا جاسکتا ہے۔ جہاں تک حسن کا تعلق ہے وہ اگر کچھ کرسکتا ہے تو کر
شاید آلڈس وغیرہ بھی واپسی کے لئے تیار ہوگئے تھے۔ چنانچہ ملازموں کو احکامات د
دیئے گئے اور پھر پوری ٹیم واپس چل پڑی۔ حسن مسلسل خانم فرقانہ کے پیچھے لگا ہوا تھ

ہم حویلی واپس پہنچ گئے اور پھر اس رات غالباً حویلی واپس آنے کے بعد تیسری رات تھی
یہ۔ میں اپنے کمرے سے نکلا اور آخری راہداری سے گزرتا ہوا کمروں کی قطار سے آگے
بڑھ کر اس علاقے میں پہنچ گیا جہاں خانم میمونہ کا بیڈ روم تھا۔ بیڈ روم کی عقبی کھڑکی کھلی
ہوئی تھی اور اس سے روشنی اندر جھانک رہی تھی۔ خانم میمونہ جاگ رہی تھی۔ اندر
سے مجھے مدہم مدہم باتیں کرنے کی آوازیں سنائی دیں تو میں دبے قدموں اس کھڑکی کے
عقب میں پہنچ گیا۔ یہاں سے میں نے بڑی احتیاط کے ساتھ اندر جھانکا تو مسٹر آلڈس
سامنے نظر آئے۔ خانم میمونہ سے بیٹھے باتیں کررہے تھے کیونکہ قرب و جوار میں مکمل
خاموشی طاری تھی۔ اس لئے ان لوگوں کی گفتگو کی آواز بھی سنائی دے رہی تھی۔ بہت
مناسب وقت تھا اور میرے لئے شاید بے حد کارآمد۔ میں نے مسٹر آلڈس کو کہتے ہوئے
سنا۔

"مگر میری سمجھ میں یہ بات نہیں آتی خانم میمونہ کہ آپ اس سلسلے میں دیر کیوں کر
رہی ہیں؟ سیدھی سیدھی سی بات ہے۔ آپ ہم سے معاہدہ کریں اور وہاں اس زمین کے
آس پاس آپ نے جو وحشی بٹھا رکھے ہیں انہیں ہدایت دیں کہ ہم سے تعاون کریں۔ ہم
آپ کے ایما پر یہاں آئے ہیں۔ ہم یہاں انتظامات کریں گے ایک ایسی کمپنی یہاں موجود
ہے جو اس سلسلے میں ہمارے لئے کارآمد رہے گی۔ یہ ایک تعمیری کمپنی ہے اور آپ کی
حکومت سے اسے باقاعدہ لائسنس حاصل ہے۔ وہ جنگلوں پہاڑوں میں کام کرتی ہے۔
ریلوے لائن بچھاتی ہے۔ پل تعمیر کرتی ہے۔ آپ اس کمپنی سے معاہدہ کریں اور اسے اپنی
زمین پر کچھ تعمیر کرنے کی ہدایت کردیں۔ یہ کام بہ آسانی ہوسکتا ہے۔ اس کے بعد ہم
وہاں ایک احاطہ بنائیں گے اور اپنے کام کا آغاز کریں گے۔ دیکھئے خانم! یہ وعدہ کیا جاسکتا
ہے آپ سے کہ ہم آپ کو وہاں سے حاصل ہونے والے زمرد کی پوری پوری رائلٹی دیں
گے۔"

"آپ ٹھیک کہتے ہیں مسٹر آلڈس لیکن ایک بات آپ کیوں نہیں سمجھتے کہ اگر میں
آپ کو یہ ٹھیکہ دے دوں اور یہاں سے زمرد برآمد ہوں۔ آپ مجھے اس کی رائلٹی بھی
دیں لیکن کام تو غیرقانونی ہوگا۔ حکومت کو اطلاع دیئے بغیر یہ کام بالکل نامناسب ہوگا۔"

"حکومت کو اگر آپ اطلاع دیتی ہیں تو آپ کیا سمجھتی ہیں کیا حکومت آپ کو اس
ملک کی زمین سے ہیرے نکال کر فروخت کرنے کی اجازت دے دے گی؟"

"اسی کشمکش کا شکار تو میں اب تک ہوں۔ ورنہ یہ کام کرلیتی۔"

"آپ یہ کہنا چاہتی ہیں کہ آپ کوئی غیر قانونی کام نہیں کریں گی۔"

"نہیں، کروں گی تو سہی! چونکہ بہرحال میرا آپ سے رابطہ ہے لیکن بس کوئی ایسی ترکیب ذہن میں نہیں آ رہی جس سے میری قانونی بچت بھی ہو جائے۔"

"سوال ہی پیدا نہیں ہوتا قانونی بچت کا۔ ابھی تک آپ نے کیونکہ اپنی حکومت کو اس طرف متوجہ نہیں کیا ہے۔ آپ یہ سمجھ لیجئے کہ دھمکی دے رہا ہوں اور نہ کوئی ایسی بات کر رہا ہوں جس کا آپ کو برا محسوس ہو لیکن دیکھئے، اونٹ کو کسی کروٹ بیٹھنا تو ہوگا اور بہتر ہے کہ وہ ہماری خواہش کے مطابق ہی ہو۔ ورنہ آپ یہ سمجھ لیجئے کہ یہ ایک ایسا کھیل ہے جس میں زندگی چلے جانا بہت معمولی سی بات ہوتی ہے۔ آپ میری بات یقیناً سمجھ رہی ہوں گی۔"

"دھمکی دے رہے ہیں آپ مجھے مسٹر آلڈس؟"

"بالکل نہیں۔ جتنا بڑا ہمدرد میں ہوں آپ کا۔ آپ یقین کیجئے اتنا اور کوئی نہیں ہو سکتا۔"

"ہونہہ آپ کا مطلب ہے کہ مجھے نقصان پہنچانے والے دوسرے لوگ ہوں گے۔"

"ہاں۔ اگر آپ حکومت کو اطلاع دے بھی دیتی ہیں اور اس علاقے پر حکومت اپنا تسلط قائم کر لیتی ہے تو بھی وہ لوگ آپ کو زندہ نہیں چھوڑیں گے۔" خانم میمونہ گردن جھکا کر سوچ میں ڈوب گئی اور پھر اس نے آہستہ سے کہا۔

"یوں کیجئے مسٹر آلڈس کہ مجھے ایک ہفتہ کی مہلت اور دے دیجئے۔ ایک ہفتہ کے بعد میں مکمل فیصلہ کر کے آپ کو اس بارے میں بتا دوں گی۔"

"ٹھیک ہے جیسا آپ مناسب سمجھیں۔" آلڈس نے کہا اور پھر کلائی پر بندھی گھڑی دیکھ کر بولا۔

"وقت بہت ہو گیا ہے اب اجازت۔"

"جی! ایک ہفتے کے بعد میں خود آپ سے اس موضوع پر بات کروں گی۔"

"او کے مجھے یقین ہے کہ آپ سمجھداری سے کام لیں گی خانم۔"

"جی۔" خانم نے کہا اور آلڈس اپنی جگہ سے اٹھ گیا۔ میں پُرخیال انداز میں اپنا رخسار کھجا رہا تھا اور یہ سوچ رہا تھا کہ ابھی جا کر خانم میمونہ سے ملاقات کروں اور بتاؤں کہ میں ساری باتیں سن چکا ہوں۔ یا خانم میمونہ کی سچائی کا اندازہ لگایا جائے۔ وہ خود مجھے

اس بارے میں کچھ بتاتی ہے یا نہیں؟ یہ زیادہ بہتر ہوتا اور میں نے یہی فیصلہ کیا کہ اس طرح کم از کم خانم میمونہ کا کردار سامنے آ سکے گا۔ رباب اور ضیغم کی کہانی تو اس طرح ختم ہو گئی تھی جیسے ان کا اس گھر میں کوئی وجود ہی نہ ہو۔ بہرحال بہت سی ایسی پُراسرار باتیں تھیں جن کا ابھی تک کوئی جواز سامنے نہیں آیا تھا اور بہرحال یہ سوچنے والی بات تھی۔ دوسرے دن کئی بار خانم میمونہ سے میرا سامنا ہوا لیکن میں نے محسوس کیا کہ خانم میمونہ مجھے کوئی خاص بات نہیں بتانا چاہتی تو میں خود بھی محتاط ہو گیا۔ اب اس بات کو کسی طور سامنے نہیں لایا جا سکتا تھا کہ مجھے مسٹر آلڈس اور خانم میمونہ کی گفتگو کے بارے میں کچھ معلوم ہے لیکن بہرحال یہ سارا سلسلہ بڑا سنسنی خیز تھا۔ ذہن کسی ایک جگہ جمع نہیں ہو رہا تھا اور آخری فیصلہ ابھی تک مشکل تھا۔ اس وقت بھی ڈنر ٹیبل پر سب موجود تھے۔ غیر ملکی مہمان بھی اور ہم دونوں بھی۔ حسن فیروز نے جو عام طور سے خانم فرقانہ سے چپکا ہی بیٹھا رہتا تھا۔ کوئی ایسا عمل کیا کہ خانم فرقانہ ایک دم اکھڑ گئی۔ اس نے انگریزی میں حسن فیروز کو گالی دیتے ہوئے کہا۔

"تم سمجھتے کیا ہو اپنے آپ کو، بہت زیادہ شرارتیں بسی ہوئی ہیں تمہارے اندر۔ میں تمہیں اسی چھری سے ہلاک کروں گی۔" سب بری طرح چونک پڑے تھے۔ حسن نے گردن جھکا لی اور مغموم لہجے میں بولا۔

"میری سب سے بڑی خواہش یہی ہے کہ تمہارے ہاتھوں مارا جاؤں ڈارلنگ!"

"میں کہتی ہوں شٹ اپ! اور فوراً اس کرسی سے دوسری کرسی پر جا کر بیٹھو۔"

"اگر میں اس کرسی سے اٹھ کر دوسری کرسی پر جا کر بیٹھ گیا تو دنیا یہ سمجھے گی کہ میں سچا عاشق نہیں ہوں۔" مجھے شدید غصہ آیا تھا۔ خانم میمونہ اور دوسرے لوگ بھی حیرت سے منہ پھاڑے یہ سب کچھ دیکھ رہے تھے۔ خانم میمونہ نے کہا۔

"کیا ہو گیا خانم! کیا بات ہے؟"

"یہ مجھ سے فلرٹ کر رہا ہے۔ جب دیکھو مجھ سے عشق جھاڑتا رہتا ہے۔ جب دیکھو ایسی باتیں کرتا ہے جیسے میرے بغیر جینے کا تصور بھی نہ کر سکتا ہو۔ تم لوگ اس کی اور میری عمر دیکھو۔ آخر مذاق کی بھی ایک حد ہوتی ہے۔ میں نے اسے بچہ سمجھ کر آج تک نظرانداز کیا ہے لیکن ہر وقت ایسی حرکتیں برداشت نہیں ہو سکتیں۔ اسے بتانا ہوگا کہ آخر یہ مجھے سمجھتا کیا ہے؟ بولو، جواب دو کیا سمجھتے ہو مجھے؟" خانم فرقانہ نے خود ہی حسن فیروز سے کہا۔

"جان جگر' نور نظر تیسرا کوئی جملہ میری سمجھ میں نہیں آرہا۔" حسن نے کہا اور اس بار سب بے اختیار ہنس پڑے تھے۔ سب کی سمجھ میں آیا تھا کیونکہ حسن نے یہ جملہ انگریزی میں کہا تھا۔

"ٹھیک ہے ٹھیک ہے۔ جو کہہ رہے ہو سب کے سامنے کہہ رہے ہو۔" خانم فرقانہ بولی۔

"میرا خیال ہے کسی نے آنکھیں نہیں بند کیں۔"

"اچھا' تو پھر ایسا کرو مجھ سے شادی کرلو۔" خانم فرقانہ شدید غصے کے عالم میں بولی اور حسن نے چونک کر چہرہ اٹھایا اس کے بعد پُرمسرت لہجے میں بولا۔

"سچ کہہ رہی ہو یا مذاق سے کہہ رہی ہو؟"

"اور اگر تم نے ایسا نہ کیا تو پھر مجھے معاف کرنا خانم میمونہ۔ میں اسے گولی مار دوں گی۔ نتیجہ کچھ بھی ہو۔"

"میڈم' میڈم' آپ تو سمجھدار خاتون ہیں۔ آپ کیوں اس سے الجھ رہی ہیں۔" خانم میمونہ بولی۔

"اور آپ میری زندگی کی سب سے بڑی خوشی کو کیوں پامال کررہی ہیں۔ انہوں نے جس طرح بھی الفاظ کہے ہیں مجھے منظور ہے۔"

"دیکھو میں جو کچھ کہہ رہی ہوں اگر تم اس سے فرار ہوئے تو تمہارے ساتھ اچھا نہیں ہوگا۔"

"یہ کام کب ہونا چاہئے؟"

"میمونہ! یہ انتظام تمہیں کرنا ہے میں کہہ رہی ہوں۔ اس لئے۔ بولو کب کرسکتی ہو؟" خان میمونہ سنتی رہی تھی۔ پریشان بھی تھی۔ کہنے لگی۔

"بھئی آپ لوگ جب کہیں مگر بات میری سمجھ میں نہیں آرہی۔"

"اب ہم سمجھنے کی حد سے نکل چکے ہیں۔ سمجھیں! یہ کام کردو میرے لئے۔ ورنہ کل دوپہر تک میں واپس چلی جاؤں گی۔"

"اوکے میں کردوں گی۔ کام کیا کرنا ہوتا ہے؟ قاضی صاحب کو بلانا پڑے گا۔ نکاح کرنا ہوگا اور بس اس کے علاوہ اگر کچھ بینڈ باجے وغیرہ کا پروگرام ہو تو مجھے بتا دیجئے آپ لوگ۔" خانم نے کہا اور بے اختیار ہنس پڑی۔

"نہیں بس صرف اتنا کرو جتنا میں نے کہا ہے۔"

"کل ہوجائے گا۔"

"مارننگ میں؟"

"دس بجے تک۔" خانم میمونہ بولی۔

"ہاں ٹھیک ہے۔" خانم فرقانہ نے کہا۔ میں خاموش بیٹھا ہوا تھا۔ حسن بہت تیز آدمی تھا۔ ڈنر کے بعد غائب ہوگیا اور یہ پتا ہی نہیں چلا کہ کہاں ہے؟ میں جانتا تھا کہ میری وجہ سے اس نے راہ فرار اختیار کی ہے۔ کوئی بات سمجھ میں نہیں آرہی تھی۔ خاصی رات گئے تک تین چار بار حسن کے کمرے کے چکر لگائے۔ چوروں کی طرح خانم فرقانہ تک بھی پہنچا اور جب وہاں بھی اسے نہ پایا تو میں سمجھ گیا کہ وہ جان بوجھ کر کہیں چھپ گیا ہے۔ پھر میں نے سوچا کہ بھاڑ میں جائے۔ آخری بار چکر لگا کر کمرے میں واپس آیا تو خانم میمونہ میرے کمرے میں موجود تھی۔ خانم میمونہ نے آلڈس سے ہونے والی گفتگو جس طرح مجھ سے چھپائی تھی۔ اس کے بعد ایک دم میرے ذہن میں اس کے لئے ایک بغض سا پیدا ہوگیا تھا۔ سارا کام بگڑ گیا تھا۔ میں نے سوچا تھا کہ خانم میمونہ کے ساتھ مل کر ان لوگوں کے لئے کچھ نہ کچھ کروں گا لیکن اب صورت حال بالکل ہی تبدیل ہوگئی تھی۔ میں نے خانم میمونہ کو دیکھا۔ تو وہ بولی۔

"یقیناً تم اسے تلاش کررہے ہوگے؟"

"کسے؟"

"اپنے ساتھی کو۔"

"ہاں! واقعی میں اسے ہی تلاش کررہا تھا۔"

"مجھے بھی نظر نہیں آیا وہ۔ ادھر خانم فرقانہ ہے کہ کسی طرح کوئی گفتگو کرنے کے لئے تیار ہی نہیں ہے۔ وہ کہتی ہے کہ مجھے شادی کا بندوبست کرنا ہوگا۔ میری سمجھ میں نہیں آرہا کہ کیا کروں؟ تم اس سلسلے میں کیا کہتے ہو؟"

"وہ میرا صرف ساتھی ہے۔ میرا اس سے کوئی رشتہ نہیں ہے۔ آپ کو شاید یہ بات معلوم ہو کہ کرنل ہمایوں کا پوتا ہے وہ۔ میں نہ اسے سمجھا سکتا ہوں نہ اس کی کسی معاملے میں مداخلت کرسکتا ہوں۔"

"تو جو ہورہا ہے ہونے دوں؟"

"آپ مناسب سمجھتی ہیں خانم' آپ بڑے آرام سے اسے اپنی حویلی سے نکل جانے کے لئے کہہ سکتی ہیں۔"

"عجیب باتیں کر رہے ہو نا کچھ تم؟"

"کیوں، آپ مجھے یہ بتائیے اس میں عجیب بات کون سی ہے۔"

"میں یہ تو نہیں چاہتی کہ تم لوگ نکل جاؤ۔"

"نہیں! اگر آپ نے اسے نکالا تو اس کے ساتھ میرے نکل جانے کا کوئی جواز نہیں ہے۔ جو میری ذمہ داری ہے۔ وہ میں پوری کروں گا لیکن اگر وہ آپ کے لئے درد سر بن رہا ہے تو ظاہر ہے آپ کو اس کا مکمل اختیار ہے کہ ایسی کسی شخصیت کو اپنے پاس نہ رہنے دیں۔ ظاہر ہے کہ خانم فرقانہ بھی جیسا کہ آپ ان کے بارے میں مجھے بتا چکی ہیں ایک باعزت خاتون ہیں۔ اپنا ایک مقام رکھتی ہیں۔ اسے واقعی کوئی حق نہیں پہنچتا کہ وہ خانم فرقانہ کو اس انداز میں پریشان کرنے کی کوشش کرے۔"

"میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں کیا کروں؟"

"خانم! آپ کو مکمل اختیار ہے۔ آپ جو مناسب سمجھیں کریں۔" اس وقت بھی خانم میمونہ نے مجھے آلڈس سے ہونے والی گفتگو کے بارے میں کچھ نہیں بتایا۔ تھوڑی دیر تک رکی اور پھر چلی گئی۔ میں جھلائے ہوئے انداز میں بستر تک پہنچ گیا اور آرام کرنے کے لئے لیٹ گیا۔ خاصا وقت گزر چکا تھا اس کے بعد مجھے نیند ہی آگئی۔ دوسرے دن صبح ناشتے پر بھی حسن میرے پاس نہیں آیا تھا۔ میں نے ناشتہ بھی تنہا ہی اپنے کمرے میں کیا۔ البتہ دس بجے ایک ملازم آیا۔ اس نے کہا کہ خانم میمونہ میرا انتظار کر رہی ہیں۔

"چلو!" میں نے کہا اور ملازم کے ساتھ باہر چل پڑا۔ حویلی کے سب سے بڑے کمرے میں جو کچھ میں نے دیکھا۔ اسے دیکھ کر میرے حلق سے قہقہہ نکل گیا لیکن پھر جھلاہٹ کے عالم میں میں نے اپنے آپ کو سنبھال لیا۔ میں نے دیکھا کہ حسن فیروز ایک خوبصورت لباس میں وہاں بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے گلے میں پھولوں کے ہار پڑے ہوئے تھے۔ قریب ہی ایک عمر رسیدہ قاضی صاحب بیٹھے ہوئے تھے۔ ان کا رجسٹر ان کے سامنے کھلا ہوا رکھا تھا اور وہ تیار تھے۔ رجسٹر میں نام وغیرہ رجسٹرڈ کرا دیئے گئے تھے۔ خانم میمونہ بھی ہنس رہی تھی۔ دوسرے لوگ بھی مسکرا رہے تھے لیکن حسن بالکل سنجیدہ تھا۔ اس نے مجھ سے آنکھیں بھی نہیں ملائی تھیں۔ خانم میمونہ نے کہا۔

"گواہ کے طور پر تمہیں بھی دستخط کرنے ہوں گے۔ مسٹر گل مراد۔"

"جی۔" قاضی صاحب نے مجھے طلب کرلیا اور بولے۔ یہاں دستخط کردیجئے۔ انہوں نے چار کاغذوں پر دستخط کرائے۔ پھر کچھ دیر کے بعد خانم فرقانہ کو اندر لایا گیا۔ دو

ملازمائیں انہیں ساتھ لے کر آرہی تھیں۔ انہوں نے سادہ سا خوبصورت لباس پہنا ہوا تھا۔ گردن میں پھولوں کے ہار پڑے ہوئے تھے۔ وہ سر جھکائے آکر تھوڑے فاصلے پر بیٹھ گئیں۔ قاضی صاحب نے خطبہ شروع کیا۔ میں نے بدحواسی سے حسن فیروز کو دیکھا۔ نہ تو اس کے سر میں پھوڑا تھا نہ پاگل تھا مگر اس وقت یوں لگ رہا تھا جیسے جو کچھ کر رہا ہے کر ہی ڈالے گا۔ بڑی سنجیدگی سے بیٹھا ہوا تھا۔ یہاں تک کہ دستخطوں کا رجسٹر خانم فرقانہ کے سامنے پہنچا دیا گیا۔ قلم ان کے ہاتھ میں دے کر ان سے کہا گیا کہ وہ نکاح نامے پر دستخط کر دیں۔ میں بدحواس نگاہوں سے یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا۔ خانم فرقانہ نے پین ہاتھ میں پکڑا۔ ایک بار حسن فیروز کی جانب دیکھا اور اس کے بعد پین اٹھا کر دیوار پر دے مارا اور پاؤں سے جوتا نکال کر حسن فیروز کی جانب دوڑیں۔

ایک دم ہنگامہ ہوگیا تھا۔ حسن فیروز کے کئی جوتے پڑ گئے اور خانم فرقانہ نے کہا۔

"بدتمیز، کمینے، ذلیل کیا ہوگیا آخر تجھے۔ پاگل ہوگیا ہے کیا؟ یعنی مذاق کی بھی ایک حد ہوتی ہے۔ کیا یہ سب مذاق نہیں ہے۔ پاگل، پاگل، پاگل، دیوانہ بے وقوف۔ میں تیری ماں سے بھی بڑی عمر کی ہوں۔ تیری دادی کے برابر ہوں اور تو مجھ سے شادی کر رہا ہے۔"

حسن فیروز منہ پھاڑے خانم فرقانہ کو دیکھ رہا تھا۔ اس نے کہا۔

"یہ اچانک آپ کو کیا ہوگیا جان جگر؟" لیکن جان جگر نے ایک بار پھر اپنا جوتا حسن پر دے مارا تھا۔ خانم میمونہ ہنس بھی رہی تھی۔ رو بھی رہی تھی۔ بہت پریشان تھی وہ۔ اس نے کہا۔

"سنئے تو سہی خانم سنئے تو سہی۔"

"برداشت کی بھی ایک حد ہوتی ہے۔ میں اس کے مذاق کو آخری حد تک پہنچانا چاہتی تھی۔ میں دیکھنا چاہتی تھی کہ کس وقت یہ اپنا مذاق ختم کرتا ہے لیکن دیکھو تو سہی دیوانے کو۔ ہو کیا گیا آخر اسے؟ کیا ہوگیا آخر اسے۔"

"مطلب کیا ہے آپ کا؟"

"تو مجھے ممی کہہ، سمجھا تو مجھے ممی کہہ۔" خانم فرقانہ نے حسن سے کہا۔

"ممی کہے دیتے ہیں۔ آپ کہیں تو دادی جان کہے دیتے ہیں۔" حسن بولا۔

"کیا پاگل ہے یہ؟ کیا بات ہے، کیا بات ہے آخر۔"

"سوری، سوری خانم چلئے ٹھیک ہے نہیں کرتے ہم دونوں شادی، لیکن آپ بہت اچھی خاتون ہیں۔ آئی ایم سوری، میری ذات سے آپ کو تکلیف پہنچی۔" اچانک حسن

نے کہا۔ اس وقت وہ سنجیدہ ہوگیا تھا۔ خانم فرقانہ اسے دیکھتی رہی۔ پھر آگے بڑھی اور
اس نے اس کا سراپنے سینے سے لگالیا۔

”نہیں بیٹے! مذاق کا ایک معیار ہوتا ہے۔ عمر کا ایک درجہ ہوتا ہے۔ تم شرارت کر
رہے تھے۔ اتنی پختہ اور سنگین شرارت اگر واقعی سنجیدگی سے یہ دستخط وغیرہ ہوجاتے تو کیا
کرتے ہم لوگ؟“

”اب چھوڑیئے ان باتوں کو۔ آپ رجسٹر پر خاک دستخط کرتیں‘ جب یہ رجسٹر میرے
پاس پہنچ جاتا تو شاید میں قاضی صاحب کے ساتھ بھی وہی سلوک کرتا۔ جو آپ نے میرے
ساتھ کیا۔“ اس کے بعد جو قہقہوں کی بارش شروع ہوئی تو سب ہنستے ہنستے بے حال
ہوگئے۔ قاضی صاحب نارمل ہوکر رجسٹر اٹھا کر چل پڑے تھے۔

”تم انتہا پسند ہو۔ اذیت پسند ہو تم۔ میں چیلنج کرکے کہہ سکتی ہوں کہ اگر تمہارا
نفسیاتی تجزیہ کیا جائے تو یقیناً اس کی پشت پر کوئی ایسا عمل نکلے گا جس نے تمہیں شدید
اذیت پسند بنادیا ہے۔ تم اذیت رساں بھی ہو اور اذیت پسند بھی۔“

”اب جوتے تو لگا چکیں آپ مجھے اور بھی جو کچھ کہنا چاہیں کہہ لیں۔ بہرحال آج
سے یہ مذاق ختم۔“

”تھینک یو مائی سن۔ تھینک یو ویری مچ تم نے واقعی مجھے ایک ذہنی بیماری میں مبتلا
کردیا تھا۔ شرارت خدا کی پناہ۔ ایسی شرارت جو انسان کی جان نے لے۔“ بہت سی باتیں
ہوئیں۔ مگر میں حسن فیروز سے مخاطب نہیں ہوا تھا۔ بہرحال لنچ پر سب کچھ نارمل تھا بلکہ
ماحول زیادہ خوشگوار محسوس ہورہا تھا۔ البتہ ایک دوبار میری نگاہیں رانا افضال اور اسٹیور
پر پڑی تھیں۔ ان دونوں کی آنکھوں میں میرے لئے نفرت کی آگ تھی اور میں یہ سوچ
رہا تھا کہ حسن نے اس بارے میں جو کچھ کہا ہے۔ اس کا کیا ردعمل ہوسکتا ہے؟ یعنی یہ کہ
میں خاموشی اختیار کرکے معاملات حسن کے سپرد کردوں یا پھر اپنے طور پر کام کروں لیکن
دادا جان کو جواب مجھے ہی دینا پڑے گا۔ وہ یہ نہیں کہیں گے کہ میں نے حسن کی بات سے
اتفاق کیوں نہیں کیا۔ بلکہ وہ یہی کہیں گے کہ ذمہ داری تو میری ہی تھی۔ بہرحال اس
فیصلہ کرکے کوئی ردعمل ضروری تھا میں نے اس رات بھی حسن کا انتظار کیا لیکن حسن آج
رات بھی اپنے کمرے سے غائب تھا۔ مجھے حیرت ہوئی اور پھر دوسرے دن میں نے ناشتے
کے وقت بھی اس کا انتظار کیا۔ جب وہ نہ ملا تو میں اس کی تلاش میں نکل کھڑا ہوا۔ حویلی
کے عقبی لان پر وہ مجھے نظر آگیا۔ چہل قدمی کر رہا تھا۔ میں اس کی جانب بڑھا تو وہ رک کر

مجھے عجیب سی نگاہوں سے دیکھنے لگا۔ میں اس کے قریب پہنچ گیا۔
”کیا کرتے پھر رہے ہو تم؟“ میں نے غصیلے لہجے میں کہا اور وہ اجنبی نگاہوں سے
مجھے دیکھنے لگا اور بولا۔

”مسٹر گل مراد! آپ کو یہ سوال کرنے کا حق کس نے دیا؟ اس وقت آپ نے جو
لہجہ اختیار کیا ہے آپ کو اس کا اندازہ ہے؟“ اس کا لہجہ اتنا سخت اور کھردرا تھا کہ میں
دنگ رہ گیا۔ میں نے کہا۔

”کیا کہنا چاہتے ہو؟“

”صرف ایک بات! آپ اپنے کام سے غرض رکھئے گا اور اس کے بعد دوبارہ مجھے
اس انداز میں مخاطب کرنے کی کوشش نہ کیجئے گا۔ دوستی اور محبت اپنی جگہ لیکن کوئی رشتہ
نہیں ہے۔ انسان کو اتنا ہی ایثار کرنا چاہئے کہ خود اس کی اپنی شخصیت زخمی نہ ہوجائے۔
اس کے بعد مجھے یقین ہے کہ آئندہ آپ خیال رکھیں گے۔“ وہ تیز تیز قدموں سے آگے
بڑھتا چلا گیا۔ میں ہکا بکا رہ گیا تھا اور ابھی یہاں سے ہٹنے کا ارادہ کر رہی رہا تھا کہ ڈینئل نظر
آئی جو تیزی سے میری جانب آرہی تھی۔ ایک لمحے کے لئے موڈ تو خراب ہوا۔ یہ لڑکی
بلاوجہ کی جہالت کر رہی ہے اور انتہائی فضول حیثیت کی مالک ہے۔ بہرحال میں نے اپنے
ذہن کو سنبھالا۔ وہ میرے پاس پہنچ گئی۔ اس نے بڑی پیار بھری آواز میں کہا۔

”ہیلو ڈیئر! تم نہ جانے کیسے ہو۔ ابھی تک میں تمہیں سمجھ ہی نہیں پائی۔“

”مس ڈینئل آپ کو دنیا میں اور کوئی کام نہیں ہے؟“ میں نے کہا۔

”کیا مطلب؟“

”آپ مسلسل مجھے سمجھنے کی کوشش کر رہی ہیں حالانکہ ان کوششوں میں نہ آپ کو
کوئی فائدہ ہوگا نہ مجھے۔“

”میری سمجھ میں نہیں آتا کہ تم فائدہ اور نقصان کسے کہتے ہو؟ کسی کے دل میں کسی
کے لئے محبت پیدا ہوجائے تو کیا وہ اپنے محبوب کی قربت بھی حاصل کرنے کی کوشش نہ
کرے۔“

”لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ محبت زبردستی تو کسی پر مسلط نہیں کی جاسکتی۔“

”یہی تو تم مشرق کے رہنے والوں کی خوبی ہے۔“ ڈینئل خاصی ڈھیٹ عورت تھی۔

”کیا مطلب؟“

”اصل میں ہر انسان زندگی میں ایک چیلنج چاہتا ہے ہمارے ہاں اگر کسی بوائے فرینڈ

کو محبت کے الفاظ کہہ دیئے جائیں تو وہ ایک لمحے کے اندر اس کے لئے جوابی کارروائی کرتا ہے۔ چاہے وہ کوئی اجنبی ہی کیوں نہ ہو۔ کوئی خوبصورت لڑکی اس سے اظہار عشق کرے تو جواب فوراً ملتا ہے لیکن تمہارے ہاں مردوں کی طرف سے یہ اجتناب، ہم لڑکیوں کے لئے بہت دلچسپ چیز ہوتی ہے۔ میں نے سنا تھا کہ مشرقی نوجوان کچھ اسی فطرت کے مالک ہوتے ہیں حالانکہ میری ساتھی لڑکیوں نے جن کا تھوڑا بہت تعلق مشرق سے رہ چکا ہے۔ یہ بات مشرقی نوجوانوں کا مذاق اڑاتے ہوئے کہی تھی لیکن تم یقین کرو سویٹ ہارٹ کہ مجھے ان کی یہ داستان بہت دلکش محسوس ہوئی تھی اور میں نے اسی وقت دل میں فیصلہ کرلیا تھا کہ اگر مشرق کا کبھی دورہ کرنے کا موقع ملا تو میں یہ تجربہ ضرور کروں گی اب مجھے یقین آگیا کہ وہ بالکل ٹھیک کہتی ہیں۔ چنانچہ میں تم سے یہ سوال کرتی ہوں کہ کیا میں خوبصورت نہیں ہوں؟ جواب دو پلیز۔"

"آپ خوبصورت ہیں مس ڈینئل۔"

"اور میں تمہیں ایک بات بتاؤں میں ایک شریف لڑکی بھی ہوں۔ میں نے کبھی کسی بوائے فرینڈ کو اپنی قربت میں جگہ نہیں دی۔ حالانکہ ایک بات میں تمہیں بتاؤں یہ اسٹیورڈ جو ہے نا اس کی شکست سے سب سے زیادہ خوشی مجھے ہوئی ہے۔"

"کیوں؟" میں نے سوال کیا۔

"اس لئے کہ وہ آدمی مجھے سخت ناپسند ہے۔"

"خیر یہ ایک الگ بات ہے لیکن بہرحال، مس ڈینئل میں آپ سے سوری کہتا ہوں۔"

"کیا تمہیں کسی اور لڑکی سے پیار ہے؟"

"نہیں۔"

"تو پھر؟"

"افسوس میری دنیا میں ابھی اس کی گنجائش نہیں ہے۔"

"کسی مالی مشکل کا شکار ہو؟" وہ بولی اور مجھے ہنسی آگئی۔ بہرحال یہ بھی اس کی کوالٹی تھی۔ میری کسی بات کا برا ہی نہیں مان رہی تھی۔ میں نے کہا۔

"فرض کرو کہ میں اگر تم سے کہوں کہ ہاں۔"

"تو میں تم سے کہوں گی کہ اس خیال کو دل سے نکال دو۔ تمہیں میرے ساتھ یورپ چلنا ہوگا۔ ہمارے پاس بہت کچھ ہے اور میرے ڈیڈی مجھ سے بہت محبت کرتے

ہیں۔ وہ یقینی طور پر مجھے کبھی اس بات سے نہیں روکیں گے کہ میں تم سے شادی کرلوں۔"

"لیکن میں آپ کو پسند نہیں کرتا۔"

"جب دو افراد ساتھ ساتھ رہتے ہیں اور ان میں سے ایک دوسرے کو پسند نہیں کرتا تو دوسرے کو مسلسل یہ کوشش جاری رکھنی چاہئے وہ جو کہتے ہیں نا کہ کسی پتھر پر بھی پانی کی ایک ایک بوند پڑے تو اس میں گڑھا ہوجاتا ہے۔ میں اگر یہ کوشش جاری رکھوں تو کیا حرج ہے۔"

"ٹھیک ہے آپ یہ کوشش جاری رکھیں۔"

"گڈ ویری گڈ۔ اس اجازت کا شکریہ آؤ کہیں بیٹھ کر چائے پئیں گے۔ میں نے ابھی ابھی یہاں کے ایک ملازم سے آپ کے لئے چائے منگوائی ہے۔" حسن فیروز کی بدتمیزی پر مجھے بہت غصہ آرہا تھا اور اس وقت ذہن میں کوئی بات ہی نہیں تھی۔ اپنا دل جلانے سے بہتر ہے کہ اس بے وقوف لڑکی کو ابھی کچھ دیر ساتھ رہنے کا موقع دیا جائے۔ میں اس کے ساتھ آگے بڑھا تو وہ بولی۔

"وہ درخت بہت خوبصورت ہے۔ ہم اس کے نیچے گھاس پر بیٹھیں گے۔ میں ملازم کو یہ بتا کر آئی ہوں کہ چائے یہاں پہنچا دے۔"

"آپ کو یہ بات کیسے معلوم ہوئی کہ میں یہاں موجود ہوں۔"

"وہ دیکھو وہ میرا کمرا ہے۔ میں نے ابھی تھوڑی دیر پہلے تمہیں یہاں دیکھا تھا۔ البتہ تمہارے ساتھی کو تمہارے ساتھ دیکھتے ہوئے یہ سوچا تھا کہ وہ ہمارے راستے کی رکاوٹ بنے گا لیکن پھر بھی میں نے یہ رسک لے لیا۔ ملازم کو یہ بتا کر آئی ہوں کہ چائے یہاں پہنچا دے۔"

"آپ بڑی ہمت والی ہیں مس ڈینئل۔"

"یہ تو ہے، اصل میں یہ میرا اصول ہے کہ جب کسی بات کے لئے دل میں ٹھان لیتی ہوں تو اسے کرکے رہتی ہوں۔ تم مجھے پسند آئے ہو میں نے سوچا ہے کہ آخری حد تک کوشش کروں گی کہ تمہیں حاصل کرلوں۔ اگر ناکام رہی تو اپنے آپ کو سمجھالوں گی کہ تم میری تقدیر میں نہیں تھے لیکن کوشش کرنے میں کسر کیوں چھوڑوں۔" بہرحال ایک عجیب وغریب سچویشن تھی میں ڈینئل کے ساتھ اس کے پسندیدہ درخت کے نیچے جا بیٹھا۔ اچھی خاصی لڑکی تھی لیکن ہوگی۔ کیا فرق پڑتا ہے۔ ڈینئل نے کہا۔

"میں نے یہاں بہت سے نوجوانوں کو دیکھا ہے خود تمہارا اپنا ساتھی ہے اچھی خاصی شخصیت کا مالک ہے لیکن تمہارے اندر کچھ ایسا اپنا اپنا پن سا ہے کہ یوں لگتا ہے جیسے تم یورپ میں ہی پیدا ہوئے ہو۔ تمہارا رنگ و روپ' چہرے کی ملاحت اور دلکشی تمہیں یورپیوں سے بے شک مختلف ظاہر کرتی ہے لیکن پھر بھی تمہارے اندر ایک انوکھا پن ہے۔"

"شکریہ مس ڈینئل۔" میں نے کہا۔

"اب تم یوں کرو کہ روزانہ مجھے تھوڑا تھوڑا وقت دے دیا کرو۔ ہم اس کے لئے سات دن متعین کرلیتے ہیں اگر ان سات دنوں میں تمہارے دل میں میرے لئے محبت نہ پیدا ہوئی تو وعدہ کرتی ہوں کہ تمہارا پیچھا چھوڑ دوں گی۔" میں نے عجیب سی نگاہوں سے اس لڑکی کو دیکھا پھر آہستہ سے بولا۔

"اب میں یہی کہوں گا کہ تم بہت معصوم ہو دیکھو میری زندگی کا ایک مشن ہے۔ میں اس مشن پر کام کر رہا ہوں اور میرے پاس قطعی اس کی گنجائش نہیں ہے کہ میں عشق و محبت کا کھیل کھیلوں۔ نہ میں تمہارے ساتھ یورپ جاسکتا ہوں نہ تم سے محبت کرسکتا ہوں۔ ہاں! ایک اچھے دوست کی حیثیت سے تمہیں یہ مشورہ دے سکتا ہوں کہ ایسے احمقانہ کھیل نہیں کھیلنے چاہئیں۔ تم یورپین ہو۔ واپس اپنے فادر کے ساتھ چلی جاؤ گی۔ تمہارے لئے یہی مناسب ہے کہ وہاں اپنی زندگی کے لئے کوئی ساتھی تلاش کرو۔"

"میں نے کہا نا کم از کم سات دن کا وقفہ مجھے دے دو۔ فیصلہ اس کے بعد کریں گے اور اس دوران تم صرف میرے ساتھ اتنا تعاون کرو کہ مجھ سے مل لیا کرو۔"

"سات دن کے بعد تمہیں دکھ تو نہیں ہوگا۔"

"اس بات کو بھول جاؤ۔ بہرحال میں اپنی کوشش تو کرلوں گی۔" اس نے کہا اور میں ٹھنڈی سانس لے کر خاموش ہوگیا۔ سچ مچ کچھ دیر کے بعد میں نے ایک ملازم کو چائے کے برتن اٹھا کر اس طرف آتے دیکھا تھا۔ ڈینئل سچ مچ پاگل ہی تھی اس دیوانگی کا کیا علاج کیا جاتا۔ بہرحال اس کے ساتھ چائے پی اور کافی دیر کے بعد مجھے اس سے نجات حاصل ہوسکی تھی۔ اس سے پہلے مجھے خود ہی وہاں سے اٹھنا پڑا اور میں اٹھ کر اندر کی جانب چل پڑا۔ ڈینئل نے اخلاقاً میرے ساتھ آنا مناسب نہیں سمجھا تھا اور یہ میری خوش قسمتی تھی راہداری سے گزر کر اپنے کمرے کی جانب جارہا تھا کہ اسٹیورڈ اچانک ایک طرف سے نکل کر میرے سامنے آگیا۔ میں رک گیا تھا۔ اسٹیورڈ کی آنکھوں میں آگ سلگ رہی تھی

اس نے کہا۔

"انسان اتنا کسی دوسرے کے حقوق پر ڈاکا ڈالے جتنا دوسرا برداشت کرسکے۔ اگر قوت برداشت ختم ہوجاتی ہے تو پھر آگ اور خون کے سوا کچھ باقی نہیں رہ جاتا۔"

"نہ جانے آپ مجھے کیا کہانی سنا رہے ہیں مسٹر اسٹیورڈ۔"

"جو کہانی میں سنا رہا ہوں وہ تم سن بھی رہے ہو اور سمجھ بھی رہے ہو۔ بہتر ہے سنو' سمجھو اور اپنے اوپر سے غلط اعتماد ختم کردو۔ بعض اوقات انسان لاتعداد خوش فہمیوں کا شکار ہوجاتا ہے اور اس کا یہ اعتماد اسے لے ڈوبتا ہے۔"

"لگتا ہے اپنے وطن میں تم کہانیاں لکھتے رہے ہو۔ میرا مشورہ ہے کہ کہانیوں کی دنیا سے نکل کر حقیقت کی دنیا میں آؤ۔ حقیقتوں پر غور کرو۔ حقیقتوں کو پرکھو اور پہچانو۔ یہی تمہارا ساتھ دیتی ہیں۔ جو کہنا چاہتے ہو اسے کہانی کے انداز میں بیان نہ کرو۔ صاف الفاظ اور صاف زبان اختیار کرو۔" میں نے کہا لیکن اسٹیورڈ وہ چیز نہیں تھی جو میں اسے سمجھا تھا۔ وہ تلخی سے مسکراتا ہوا آگے بڑھ گیا تھا۔

میں ایک لمحے کھڑا اسے دیکھتا رہا۔ بات سمجھ میں تو آرہی تھی کہ وہ کیا کہہ رہا ہے لیکن بہرحال اس کا انداز ایسا تھا کہ اس پر غصہ زیادہ آئے۔ چنانچہ میں نے اسے جوتے کی نوک پر مار دیا اور وہاں سے آگے بڑھ گیا۔ معاملات اب جو نوعیت اختیار کرچکے تھے۔ میں سمجھتا تھا کہ کسی نہ کسی شکل میں اب کرنل کو اس بارے میں اطلاع ہونی چاہئے۔ ایک ایسا اہم انکشاف ہوگیا تھا جو بہرحال اس سلسلے میں بنیادی حیثیت رکھتا تھا۔ خانم میمونہ کا کردار بھی درمیانہ تھا۔ ایک طرف رانا افضال' دوسری طرف خانم میمونہ بلکہ یہ کہنا چاہئے۔ ایک پارٹی خانم میمونہ تھی تو دوسری پارٹی میں ان غیر ملکیوں کے ساتھ رانا افضال کو بھی شامل کیا جاسکتا تھا لیکن میں یہ تمام باتیں جاننے کے باوجود ابھی تک کوئی ایسا ٹھوس ثبوت نہیں حاصل کرسکا تھا۔ جسے کرنل ہمایوں کے سپرد کیا جاسکے۔ جہاں تک بات رہی حسن فیروز کی تو حسن فیروز کے بارے میں تو صرف ایک ہی بات کہی جاسکتی تھی کہ اس کی کھوپڑی میں پھوڑا ہے۔ یعنی کہ اس سے کبھی سنجیدگی کی توقع نہیں رکھی جاسکتی۔ غیر سنجیدہ عمل میں وہ اپنا ثانی نہیں رکھتا ہے۔ کوئی بھی بے تکی بات کہہ لو اور کروا لو۔ پتا نہیں ابھی تک بے چاری خانم فرقانہ کی جان چھوٹی تھی یا نہیں۔ بظاہر تو یوں لگتا تھا جیسے حسن فیروز کو بھی عقل آگئی ہو۔ مذاق بھی کرتا ہے بدبخت تو اس انداز میں کہ انسان بدحواس ہوجائے۔ خانم فرقانہ نے اسے چیلنج کیا تھا کہ اس سے نکاح کرلے اور وہ نکاح

کرنے بیٹھ گیا تھا۔ سچ مچ خود میرے حواس خراب ہوگئے تھے اس وقت جب یہ نکاح اپنے آخری مراحل طے کر رہا تھا۔ میرے ذہن میں یہ بات آئی تھی کہ کرنل ہمایوں مجھ سے ضرور یہ سوال کریں گے کہ وہ تو ذہنی طور پر دیوانہ ہے میں نے یہ سب کچھ کیوں ہونے دیا۔ میرے پاس کرنل کے لئے بھی کوئی جواب نہیں تھا۔ آخر کیا کہتا ان سے۔

اب کرنا کیا چاہئے؟ سوچنے کی بات یہ تھی۔ مسٹر اسٹیورڈ یقینی طور پر جو چیلنج کر گئے تھے۔ اس کی واحد وجہ ڈینئل ہوسکتی تھی کیونکہ ڈینئل نے خود بھی اس بات کا اظہار کر دیا تھا کہ مسٹر اسٹیورڈ ڈینئل کے چکر میں پڑے ہوئے ہیں۔ جہاں تک اس مقابلے کا معاملہ تھا۔ تقریباً بات ختم ہوگئی تھی۔ اسٹیورڈ پر میری برتری ثابت ہوچکی تھی۔ ڈینئل مجھ سے متاثر تھی۔ اب یہ ساری باتیں اپنی جگہ' آگے کے لئے کوئی مؤثر فیصلہ کرنا تھا۔ حسن اب بھی نہیں ملا۔ ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے حسن مجھ پر نگاہ رکھے ہوئے ہے اور جونہی میں اس تک پہنچنے کی کوشش کرتا ہوں وہ وہاں سے غائب ہوجاتا ہے۔ دوسرے دن صبح کوئی دس بجے کے قریب میں نے ایک جیپ میں اسٹیورڈ اور حسن کو آتے ہوئے دیکھا۔ میری آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ اسٹیورڈ اور حسن ایک ساتھ۔ پھر جیپ سے اترنے کے بعد وہ دونوں ہاتھ میں ہاتھ ڈالے ایک جانب بڑھ گئے تھے۔ میں کچھ لمحے تو غصہ کے انداز میں حسن کو دیکھتا رہا لیکن اس کے بعد اچانک میں سنبھل گیا۔ اس دیوانے سے کوئی بھی بات بعید نہیں ہے۔ نہ جانے کیا الٹا سیدھا چکر چلا رہا ہے۔ دوپہر کو لنچ کے بعد میں نے حسن کو پکڑنے کی کوشش کی تھی۔ لنچ میرے لئے تنہا ہی آیا تھا۔ میں نے ملازم سے پوچھا کہ کیا اس وقت خانم میمونہ موجود نہیں ہے تو پھر اس نے کہا کہ انہوں نے ہدایت کر دی ہے کہ مہمانوں کو ان کے کمروں میں کھانا پہنچایا جائے۔ چونکہ وہ اس وقت کھانے میں شرکت نہیں کریں گی۔

"میرا ساتھی حسن کہاں ہے؟"

"وہ مسٹر اسٹیورڈ کے ساتھ ان کے کمرے میں ہیں۔"

"ان ہی کے ساتھ لنچ کر رہے ہیں؟"

"جی۔" میں خاموش ہوگیا۔ چاہتا تو اس وقت وہاں پہنچ سکتا تھا لیکن میں نے سوچا کہ حسن اگر جان بوجھ کر نظر انداز کرنے کی کوشش کر رہا ہے تو میرا خیال ہے مجھے بھی اس حد تک نہیں گرنا چاہئے۔ وہ جو کچھ کر رہا ہے اسے کرنے دیا جائے۔ بہرحال لنچ کے بعد آرام کرنے لیٹ گیا۔ شام کو کوئی چھ بجے کے قریب تیار ہو کر باہر نکلا۔ اس حویلی کا لان

بے حد خوبصورت تھا اور ایک عجیب انداز میں بنایا گیا تھا۔ یعنی حویلی کا درمیانی حصہ داہنے حصے سے مل کر عمارت کی شکل رکھتا تھا اور لان لا کی شکل میں اس کے گرد بکھرا ہوا تھا۔ سامنے کے لان کا حصہ عقبی لان سے بالکل چھپا ہوا تھا کیونکہ درمیان میں حویلی کی حسین عمارت تھی۔ اگر اس پورے لان کا ایک چکر لگا لیا جائے تو اچھی خاصی ورزش ہوجاتی تھی۔ میں نے حویلی کے سامنے والے دروازے سے ڈینئل کو نکلتے ہوئے دیکھا اور ایک دم سے نگاہیں چرالیں۔ ڈینئل نے ہاتھ اٹھایا تھا لیکن میں اس کے ہاتھ کو نظر انداز کر کے جلدی سے عقبی لان کی جانب بڑھا اور تیز تیز قدموں سے آگے بڑھتا ہوا عقبی لان تک پہنچ گیا۔ میرے دل میں ایک دم سے خوف ابھرا تھا کہ اگر وہ میرا تعاقب کرتی ہوئی عقبی لان تک آگئی تو یہاں سے بھاگنے کا بھی کوئی ذریعہ نہیں ہے لیکن یہ دیکھ کر مجھے خوشی ہوئی کہ وہاں خانم میمونہ موجود تھی۔ وہ بھی شاید چہل قدمی ہی کر رہی تھی۔ مجھے دیکھ کر ایک دم رک گئی۔ کم از کم ڈینئل کی نسبت خانم میمونہ کے ساتھ کچھ لمحات گزارنے میں کوئی حرج نہیں تھا۔ چنانچہ میں اس کی جانب بڑھ گیا۔ خانم کے چہرے پر پذیرائی کے آثار نمودار ہوئے تھے۔ جب میں قریب پہنچا تو اس نے کہا۔

"ہیلو گل!"

"خانم۔" میں نے گردن خم کر کے کہا اور پلٹ کر پیچھے دیکھا۔ ڈینئل دھن کی پکی تھی۔ پہنچ ہی گئی۔ اس نے وہ موڑ بھی کاٹا' جو عقبی لان کی طرف آتا تھا اور پھر جتنی صفائی سے اس نے واپس مڑنے کے لئے ایک چکر کاٹا تھا۔ اس پر مجھے بے اختیار ہنسی آگئی۔ وہ اس طرح ہمیں دیکھ کر واپس پلٹی تھی کہ اس کی بدحواسی کا صحیح طور پر اندازہ ہوجاتا تھا۔ خانم نے کہا۔

"ارے یہ ڈینئل کیوں جھانک کر بھاگ گئی۔ کیا تم لوگ کوئی کھیل کھیل رہے تھے؟"

"جی ہاں۔" میں نے بے اختیار قہقہہ لگا کر کہا۔

"گڈ! تو پھر اب تم اس کا تعاقب کرو گے؟"

"نہیں۔"

"کیا مطلب؟"

"چوہا اگر بلی کے پنجے سے نکل آتا ہے تو یہ تو اس کی خوش قسمتی ہوتی ہے۔ آپ کے خیال میں کیا وہ دوبارہ بلی کے پیچھے دوڑنا شروع کردے؟" خانم ہنس پڑی پھر بولی۔

"چوہا بلی۔"

"جی۔"

"تم دونوں میں سے بلی کون ہے؟"

"جو بلی ہو سکتی ہے۔ اگر بلی کی نسل کی بات ہوتی تو میں بلا ہوتا لیکن میں چوہا ہوں۔" خانم میری بات سن کر خوب ہنسی پھر کہنے لگے۔

"اب ذرا وضاحت بھی کردو۔ آؤ چہل قدمی کرتے رہیں۔" میں نے اس کے ساتھ قدم آگے بڑھاتے ہوئے کہا۔

"کچھ نہیں خانم۔ بس میں سامنے کے حصے میں تھا کہ یہ بلی مجھے دور سے نظر آئی اور میں چوہے کی طرح دم دبا کر ادھر بھاگ نکلا۔ شکر ہے کہ یہاں آپ نظر آگئیں۔"

"پتا نہیں تم مجھے کیا نام دو گے؟"

"نہیں! میں آپ کا بہت احترام کرتا ہوں۔"

"ایک چوہا بلی سے یہ بھی کہہ سکتا ہے۔" خانم نے کہا۔

"بشرطیکہ وہ بلی ہو۔"

"میں نہیں ہوں؟"

"آپ کے لئے اس گستاخی کا میں تصور بھی نہیں کرسکتا۔"

"کبھی کبھی بڑی بڑی قابل احترام شخصیتیں جن کا احترام کیا جاتا ہے اندر سے اس بات کی خواہش مند ہوتی ہیں کہ کوئی ایسا بھی ہو جو ان کا بالکل احترام نہ کرے۔ عام طور سے ان کی ابھی تک یہ خواہش پوری نہیں ہوئی۔ کیا خیال ہے تمہارا؟ کبھی تمہارا کسی سے محبت کرنے کو دل نہیں چاہا۔"

"آپ سے پہلے بھی عرض کرچکا ہوں خانم! بہت سی محبتیں کی ہیں لیکن بس اس سطح کی نہیں۔ جیسے سوچا جاتا ہے۔"

"مگر ڈینگل تمہارے لئے بلی کیسے بن گئی۔"

"خانم' بقول اس کے کہ وہ مجھے پسند کرنے لگی ہے۔ اب یہاں ایک بڑی مشکل ہے۔ ہم تو اگر کسی کو پسند کرتے ہیں تو یہ سوچ کر نہیں کہ اس پر قبضہ بھی جمالیں۔ بس کوئی چیز اچھی ہے تو اچھی ہے۔ ہم اسے محبت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ یہ سوچتے ہیں کہ کیا عجیب شے ہے۔ اب یہ تو نہیں سوچتے کہ اسے اٹھا کر اپنی جیب میں رکھ لیں۔"

"دیکھو بے شک ایک سلیقہ مند اور سمجھدار انسان اسی انداز میں سوچتا ہے لیکن اگر

انسان ہے تو کبھی کبھی اس بات کا آرزو مند بھی ہوتا ہے کہ وہ چیز جسے اس نے پسند کیا ہے۔ اسے حاصل بھی ہوجائے اور کبھی کبھی تو ایسا کوئی محروم انسان جس نے کبھی زندگی میں اپنی پسند کی کوئی چیز نہ حاصل کی ہو۔ کسی پسندیدہ شے کے لئے اس طرح بے قرار ہوجاتا ہے کہ اس کے دل میں بس ایک ہی آرزو رہ جاتی ہے کہ کاش اس کی پسندیدہ شے اسے حاصل ہوجائے۔"

"جی!" میں نے آہستہ سے کہا۔

"مگر معاف کرنا میں تمہارے لئے بلی بننے کی کوشش نہیں کررہی۔ کہیں یہاں سے بھی راہ فرار اختیار نہ کرلینا۔"

"نہیں خانم آپ کیسی باتیں کررہی ہیں؟ میں آپ کے لئے اپنے دل میں بڑے اچھے جذبات رکھتا ہوں۔"

"اظہار تو کبھی نہیں کیا ان کا۔" خانم نے محبوبانہ انداز میں کہا۔

"اظہار کردینے سے جذبوں کا حسن ختم ہوجاتا ہے۔" خانم میرے ان الفاظ پر غور کرتی رہی۔ پھر بولی۔

"ہاں۔ کچھ وہ ہوتے ہیں جنہیں زندگی کا سلیقہ ہوتا ہے اور کچھ ہم۔ جو ہمیشہ اپنی منزل تک پہنچنے میں ناکام رہ جاتے ہیں۔"

"خانم! ضیغم اور رباب کے لئے آپ نے کچھ نہیں سوچا؟" میں نے ایک دم سے بات بدل دی۔

"میرے سوچنے سے اگر کچھ ہو سکتا تو اب تک سوچ کر کرچکی ہوتی۔ میں نے قانون کا سہارا لیا ہے اور قانون کی ہر خواہش پوری کرنے کے لئے تیار ہوں۔ بس اس سے زیادہ فرشتہ بننے کی کوشش نہیں کرسکتی۔ کیونکہ فرشتہ بن نہیں سکتی۔" خانم کا لہجہ کچھ ناخوشگوار ہوگیا تھا۔ غالباً ڈینگل سے اجتناب کے بعد وہ مجھ سے کچھ اور باتوں کی توقع رکھتی تھی اور غالباً یہ سوچ رہی تھی کہ اب میں اس سے التفات کا اظہار کردوں گا لیکن میری کھوپڑی میں کھوڑا نہیں تھا۔ یہاں تک کہ خانم میری جانب سے کسی پذیرائی سے مایوس ہوگئی اور اس کے بعد وہ بولی۔

"میری چہل قدمی کا وقت ختم ہوگیا ہے۔ تم چاہو تو ابھی چہل قدمی کرتے رہو ویسے ڈینگل کا خطرہ ٹل گیا ہے اور اس عقبی حصے میں بھی اندر حویلی میں داخل ہونے کا راستہ ہے۔ وہ دیکھو وہ سامنے عام لوگوں کو اس بارے میں پتا نہیں چل پاتا لیکن وہ راستہ ہے۔"

یہ کہہ کر خانم لان والے راستے میں سے ہی حویلی کے دوسرے حصے کی جانب چل پڑی اور میں نے ایک ٹھنڈی سانس لی۔ خانم نگاہوں سے اوجھل ہوگئی تو میں بھی آہستہ آہستہ چل پڑا۔ بلی قرب و جوار میں موجود نہیں تھی۔ ناراض ہوگئی تھی شاید۔ یورپ کی بے وقوف لڑکی۔ ڈنر پر خانم بھی تھی۔ حسن فیروز بھی' باہر کے مہمان بھی' ماحول کچھ نامانوس سا تھا۔ ایک عجیب سی خاموشی چاروں طرف چھائی ہوئی تھی۔ میں نے غصیلی نگاہوں سے حسن کو دیکھا۔ حسن اس وقت جس طرح مجھ سے بھاگ رہا تھا میں نے اسے ذہن میں رکھا ہوا تھا اور یہ سوچ رکھا تھا کہ اگر حسن مجھ سے ایک قدم پیچھے ہٹتا ہے تو میں بھی اب اس سے دس قدم پیچھے ہٹ کر دکھاؤں گا۔ کام کو بگاڑنے کی ذمہ داری اب میں اپنے اوپر کسی طور قبول نہیں کروں گا۔ بہرحال کھانا کھانے کے بعد کوئی پون گھنٹے تک میں باہر رہا۔ حویلی میں بالکل ایک خاموشی اور سناٹا سا طاری تھا بلکہ یوں لگتا تھا کہ جیسے آج کے ماحول میں کوئی خاص بات ہو۔ کبھی کبھی یہ انسان کے اندر کے احساسات بھی ہوتے ہیں۔ جن کا باہر کی زندگی سے کوئی تعلق نہیں ہوتا لیکن بہرحال جو کچھ بھی ہوتا ہے اور اس ہونے کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ دل تو چاہتا تھا کہ حسن کی طرف رخ بھی نہ کروں لیکن پھر ماحول کے لحاظ سے مجھے اپنے دل کی اس چاہت کو نظر انداز کر دینا پڑا لیکن حسن کے کمرے میں پہنچ کر اندازہ ہوگیا کہ حسن موجود نہیں ہے۔ غصیلے قدموں سے اپنی خواب گاہ میں آیا اور بستر پہ لیٹ کر سونے کی کوشش کرنے لگا۔ تھوڑی دیر کے بعد مجھے نیند آگئی تھی۔ پتا نہیں اتنی گہری نیند کیوں آئی تھی لیکن آنکھ کھلی تو دماغ اور آنکھوں پر ایک عجیب سے بوجھ کا احساس ہوا۔ ایسا بوجھ کسی بیماری کی کیفیت میں ہوتا ہے اور بہرحال مجھے کوئی تکلیف نہیں تھی لیکن سسٹم پر ایک عجیب سی بوجھل کیفیت کا غلبہ تھا۔ میں سوچنے لگا کہ ایسا کیوں ہوا ہے؟ لیکن بات سمجھ میں نہیں آئی۔ آنکھیں بھینچ کر گردن جھٹکی اور اٹھنے کی کوشش کی لیکن پھر اس بری طرح چونکا کہ سنبھلنا مشکل ہوگیا۔ وہ جگہ قطعی نہیں تھی جہاں میں سویا تھا۔ دیواریں کمرہ ہر چیز بالکل مختلف۔ ناقابل یقین کوئی خواب دیکھ رہا ہوں کیا؟ یہ کیا ہوگیا لیکن نہ یہ خواب تھا' نہ وہ کمرہ' نہ وہ ماحول' پھر اپنے آپ پر غور کیا اور ایک دم احساس ہوگیا کہ سسٹم پر جو یہ ناگوار سا تاثر ہے کسی خواب آور دوا کی وجہ سے ہے۔ غالباً کلوروفارم' کرنل ہمایوں نے میری تربیت کے دوران مجھے اس قسم کی چیزوں سے بھی آگاہ کیا تھا۔ کلوروفارم کے بعد ہوش میں آ۔نے کی کیفیت کیا ہوتی ہے۔ سسٹم پر اس کے اثرات کس طرح نمودار ہوتے ہیں۔ یہ میرے علم میں کم از کم تھیوری کی حد تک تھا

لیکن مجھے کس نے بے ہوش کیا تھا اور کیوں؟ یہ جاننے کے لئے اپنے آپ کو گردش دینا ضروری تھا۔ اپنی جگہ سے اٹھا دروازے پر پہنچا۔ یہ اندازہ تو تھا کہ دروازہ باہر سے بند ہوگا۔ کمرے کا بھی جائزہ لے لیا تھا۔ اس ایک دروازے کے علاوہ اور کوئی چیز ایسی نہیں تھی جہاں سے باہر دیکھا یا جھانکا جاسکے۔ البتہ کمرہ ایئر کنڈیشنڈ اور بستر شاندار تھا۔ زور زور سے میں نے دروازہ بجایا اور پھر کسی نے دروازہ کھول دیا لیکن جس نے دروازہ کھولا تھا اسے دیکھ کر دماغ کو جھٹکا لگنا چاہئے تھا وہی لگا تھا اور سچی بات یہ ہے کہ میں ناچ کرہ گیا تھا۔ جو شخصیت اس وقت میرے سامنے آئی تھی اسے اس عالم میں دیکھنا میرے تصور میں بھی نہیں تھا۔ یہ رباب تھی۔ خانم کی کوٹھی کا ایک مظلوم کردار۔ جو اپاہج تھی لیکن اس وقت بالکل تندرست و توانا اپنے پیروں پر کھڑی تھی اور پہلے سے کہیں زیادہ خوبصورت نظر تھی۔ اس کی مسکراہٹ بھی بے حد دلکش تھی۔ مسکراتے ہوئے اس نے مجھ سے کہا۔

"ہیلو!" لیکن ظاہر ہے اس ہیلو کے جواب میں میرے منہ سے کیا نکل سکتا تھا۔

"کوئی ضرورت؟" اس نے پھر سوال کیا۔

"تم رباب ہو نا؟" میں نے پوچھا۔

"میں بھی یہ جاننا چاہتی تھی کہ آپ مجھے پہچانتے ہیں مسٹر گل مراد یا نہیں۔"

"پہچانتا ہوں لیکن کیا یہ ہسپتال ہے؟"

"ہسپتال؟"

"ہاں! جہاں آپ کا علاج ہوا ہو مس رباب!" جواب میں رباب زور سے ہنسی۔ کم بخت کی ہنسی بھی بے حد دلکش تھی۔ حلیہ ہی بدلا ہوا تھا اس وقت اس کا۔ پھر اس نے کہا۔

"بڑا دلچسپ سوال کیا ہے آپ نے۔ ہاں یہ ہسپتال ہے اور یہیں میری معذوری دور ہوئی ہے۔"

"مگر میں یہاں کیوں ہوں؟"

"غالباً آپ بھی معذر ہوگئے مسٹر گل مراد۔"

"اوہ اچھا۔ بھئی بڑے اچھے لوگ ہیں یہاں کے کسی معذور کی درخواست سے پہلے اسے اسپتال میں لے آتے ہیں۔ مس رباب! کیا مسٹر ضیغم بھی یہاں موجود ہیں؟"

"میں اور میرا بھائی۔ یہ سمجھ لیجئے مسٹر کہ ایک جان دو قالب ہیں۔ ہم جہاں بھی ہوتے ہیں ساتھ ہی ہوتے ہیں۔ آپ بتائیے آپ کا کیا پروگرام ہے؟"

"پکنک پر جانا چاہتا ہوں۔" میں نے کہا اور رباب پھر ہنس پڑی۔ پھر بولی۔

"یہ تو شاید ابھی ممکن نہ ہو لیکن اگر آپ باہر آنا چاہتے ہیں تو آیئے۔ بیٹھ کر باتیں کریں گے۔" میں نے ایک لمحے کے لئے کچھ سوچا۔ اس لڑکی کی دلیری قابل داد تھی لیکن کچھ نہ کچھ اور بھی تھا۔ یقینی طور پر اسے اپنے تحفظ کا یقین تھا میں اس یقین کی وجہ بھی جاننا چاہتا تھا۔ بہرحال میں اس کے ساتھ باہر نکل آیا بالکل اجنبی جگہ تھی لیکن ماحول نظام آباد کا ہی تھا۔ وہ ایک خوبصورت لان کے پاس بنے ہوئے برآمدے میں پڑی ہوئی کرسیوں کی جانب بڑھ گئی۔ وقت صبح کا ہی تھا لیکن سورج نکلے دیر ہو چکی تھی۔ البتہ موسم بے حد خوشگوار تھا۔ بادلوں کے آوارہ ٹکڑے سورج کو چھپا لیتے تو سایہ ہو جاتا۔ کافی دیر تک یہ سایہ قائم رہتا۔ پھر سورج بادلوں کے لحاف سے جھانکتا ایک لمحہ کے لئے کسی کی آمد کا احساس ہوتا لیکن پیچھے سے آنے والا کالے بادلوں کا کوئی آوارہ ٹکڑا سورج کا منہ چھپا لیتا تھا۔ میں نے اس سے کہا۔

"تو یہ کہانی ہے آپ کی مس رباب! اب یہ تو سوچا بھی نہیں جا سکتا کہ آپ کو اغوا کر کے یہاں لایا گیا ہے چونکہ کسی اغوا شدہ شخصیت کا انداز اتنا اطمینان بخش نہیں ہوتا۔"

"جی بالکل! ویسے ایک بات کہوں آپ سے مسٹر گل مراد! میں نے سنا ہے کہ آپ بہت طاقت ور ہیں۔ بڑے فنون حرب جانتے ہیں اور بڑی تعریفیں سنی ہیں آپ کی۔ میری صرف ایک درخواست ہے آپ سے۔ یہاں کوئی فن نہ استعمال کیجئے گا کیونکہ اس کے نتیجے میں آپ کو بڑے خطرناک نتائج کا سامنا ہو سکتا ہے۔ میرا مطلب ہے اگر آپ نے کوئی بھی ایسی جنبش کی تو یہاں آپ کی نگرانی کرنے والے لوگ جن کی نگاہیں بھی اس وقت آپ پر ہیں۔ آپ کی ٹانگوں کو زخمی کر دیں گے۔ ان کے نشانے بڑے پکے اور سچے ہیں اور بہرحال میں نہیں چاہتی کہ آپ بھی میری طرح کرسی پر باقی زندگی گزار دیں۔ جب کہ میں تو صرف مصلحتاً یہ کر رہی تھی۔"

"نہیں مس رباب! پہلی بات تو یہ کہ مجھے آپ سے عشق نہیں ہے اور نہ اس بات کا خطرہ محسوس کرتا ہوں کہ ایسا ہو جائے گا۔ اس لئے آپ کے سامنے بہادری دکھانے کی کوشش بالکل نہیں کروں گا۔ البتہ اگر ناشتہ مل جائے تو آپ کا بڑا احسان مانوں گا۔" رباب نے پھر زور سے قہقہہ لگایا تھا۔ وہ معصوم سی شخصیت اس وقت ایک پختہ کار مجرمہ نظر آ رہی تھی۔ پھر اس نے داہنا ہاتھ اٹھا کر کہا۔

"ناشتہ!" قرب و جوار میں کوئی موجود نہیں تھا۔ میں نے ایک سرسری نگاہ چاروں

طرف ڈالی اور اس کے بعد ہنس کر کہا۔

"واہ! کیا آپ نے مؤکل قبضے میں کر رکھے ہیں؟ جس طرح آپ نے ناشتہ طلب کیا ہے۔ اس سے تو یہ احساس ہوتا ہے کہ ابھی آسمان سے ایک خوان اترے گا اور ہمارے سامنے سج جائے گا۔"

"مزیدار باتیں کرتے ہیں آپ۔ نہیں جناب! مؤکلوں کو قبضہ میں کرنا اتنا آسان نہیں ہوتا لیکن جو میں نے کہا ہے اس کی تکمیل اگر ہو جائے تو آپ یہ سمجھ لیجئے کہ اس سے پہلے بھی میں نے جو کہا ہے۔ وہ بھی ایک ٹھوس حقیقت ہے۔" اب میرے مسکرانے کی باری تھی میں نے کہا۔

"نہیں مس رباب! اتنا خطرناک آدمی نہیں ہوں میں۔ لگتا ہے آپ کے وفاداروں نے آپ کو بہت زیادہ خوف زدہ کر دیا ہے میری طرف سے؟"

"بھئی! بہرحال میں ایک لڑکی ہوں۔ کسی بھی طرح جسمانی طور پر آپ سے مقابلہ نہیں کر سکتی۔ مجھے خیال تو رکھنا ہی پڑے گا۔"

"جی!" میں نے گہری سانس لے کر کہا۔ ویسے اس عجیب و غریب سچویشن کا اس سے پہلے کبھی خیال بھی نہیں آیا تھا۔ ذہن گزرے ہوئے واقعات کی جانب سفر کر رہا تھا اور میں یہ اندازہ لگانے کی کوشش کر رہا تھا کہ خانم کی حویلی میں کلوروفارم کے ذریعے مجھے بے ہوش کر کے یہاں لانے والا کون ہو سکتا ہے؟ بہرحال ظاہر ہے تمام فیصلے اتنی آسانی سے نہیں کیے جا سکتے۔ البتہ یہ فیصلہ میں نے ضرور کیا تھا کہ رباب کے ساتھ کوئی سخت رویہ ابھی بالکل اختیار نہ کیا جائے۔ کچھ لمحوں کے بعد ایک ملازم ٹائپ کا آدمی چائے کی ٹرے اٹھائے ہوئے ہمارے پاس پہنچ گیا۔ مقامی ہی تھا لیکن شکل سے ہی غلط کردار کا نظر آتا تھا۔ اپنی طرف سے بڑا باادب ہونے کا اظہار کر رہا تھا لیکن اس کی آنکھوں اور چہرے سے مکاری اور شیطانیت ٹپک رہی تھی۔ رباب چائے بنانے لگی پھر اس نے چائے کی پیالی میری جانب بڑھائی تو میں نے اسے قبول کرتے ہوئے کہا۔

"شکریہ مس رباب۔"

"آپ ناشتہ کیجئے میں کر چکی ہوں۔" اس نے کہا اور میں بے دھڑک ناشتے میں مشغول ہو گیا۔ اب اگر رات جیسی کوئی حرکت کھانے پینے کی کسی چیز میں بھی کی گئی ہے تو میں کیا کر سکتا ہوں۔ میں نے دل میں سوچا تھا۔ رباب نے خود ہی اپنے لئے چائے بنائی تھی اور اس کے چھوٹے چھوٹے سپ لینے لگی تھی۔ میں نے کہا۔

"کچھ لوگوں سے خود بخود ہمدردی ہوجاتی ہے۔ آپ یقین کیجئے مس رباب! آپ جس شکل میں بھی میرے سامنے آئی ہیں۔ اس کا تعین تو خیر بعد میں ہی ہو گا لیکن آپ کو چلتے پھرتے اور صحیح کیفیت میں دیکھ کر مجھے بے پناہ خوشی ہوئی ہے۔ فطرت کا اندازہ تو بعد میں ہی ہوتا ہے کہ کون کیا ہے؟ لیکن ایک اتنی پیاری سی شکل وصورت کی لڑکی معذور دیکھ کر مجھے دلی دکھ ہوا تھا اور میں نے بہت وقت آپ کے بارے میں سوچا تھا۔" رباب نے کوئی جواب نہیں دیا۔ بلکہ تھوڑا سا رخ تبدیل کرلیا تھا اس نے اپنے تاثرات کو چہرہ چھپانے کی کوشش کی تھی۔ چائے کے کئی گھونٹ لینے کے بعد اس نے کہا۔

"آپ کا شکریہ ہی ادا کرسکتی ہوں اس سلسلے میں اور کیا کہہ سکتی ہوں۔"

"نہیں یہ الفاظ میں نے شکریہ ادا کرنے کے لئے استعمال نہیں کئے تھے۔ البتہ اگر آپ کے لئے ممکن ہو اور آپ مناسب سمجھیں تو مجھے تھوڑا سا اپنے بارے میں بتا دیجئے۔ آپ لوگ غائب ہوگئے۔ وہاں پولیس وغیرہ آئی۔ معلومات کی سب سے۔ ابھی تک کسی پر کوئی شبہ نہیں ظاہر کیا گیا ہے لیکن بہرحال یہ سلسلہ جاری ہے۔ ویسے مس رباب! مسٹر ضیغم کہاں ہیں؟"

"یہیں ہیں۔ بات اصل میں یہ ہے کہ ہمیں اس بات کا علم ہوگیا تھا کہ خانم میمونہ نے آپ کو خصوصی طور پر یہاں بلایا ہے اور آپ لوگ محکمہ خفیہ کے کسی ایسے شعبے سے تعلق رکھتے ہیں جو اسپیشل ڈپارٹمنٹ وغیرہ کے ہوا کرتے ہیں۔ ہم لوگ وہاں سے خود ہی نکل آئے تھے خانم جو کچھ بھی ہیں۔ ہمارے لئے سوتیلی ماں ہی ہیں اور سچی بات یہ ہے کہ ہم انہیں ذہنی طور پر کبھی قبول نہیں کرسکتے۔ ان کی اپنی تو کوئی اولاد نہیں ہے بلکہ ایک طرح سے وہ اپنے آپ کو غم زدہ ہی سمجھتی ہیں لیکن یہ بات ہمیں معلوم تھی کہ رانا افضال خانم پر ڈورے ڈالنے کی کوشش کر رہا ہے اور اس چکر میں ہے کہ خانم سے شادی کرلے۔ اس کے بعد صورت حال ذرا مختلف ہوجاتی ہے چنانچہ ہم نے وقت سے پہلے فیصلے کئے اور اپنے تحفظ کا بندوبست کیا۔ ویسے آپ کو یہ سن کر شاید ہنسی بھی آئے اور خوشی بھی ہو کہ رانا افضال بھی اس وقت یہیں موجود ہے۔ رات کو آپ کے اور اس کے دونوں کے خلاف آپریشن کیا گیا تھا۔" مجھے بہرحال ایک عجیب سا احساس ہوا تھا پھر میں نے پوچھا۔

"اور میرا ساتھی حسن؟" جواب میں رباب صرف مسکرا کر خاموش ہوگئی تھی۔ میں نے کہا۔

"آپ نے جواب نہیں دیا مس رباب؟"

"آپ کا ساتھی حسن۔ میں کب کہتی ہوں کہ وہ آپ کا ساتھی نہیں ہے۔"

"نہیں میرا مطلب ہے وہ؟"

"اصل میں تفصیلی کہانی آپ کو میں نہیں سنا سکتی۔ کوئی اور ہی سنائے گا۔ بس یوں سمجھ لیجئے میں نے پہلا استقبال آپ کا کیا ہے؟ لیجئے وہ مسٹر ضیغم بھی آگئے۔" ضیغم باہر سے موٹر سائیکل پر آیا تھا اور پھر اس نے موٹر بائیک ایک طرف کھڑی کردی تھی اور ہنستا ہوا مسکراتا ہوا ہماری طرف بڑھا تھا۔

"واہ! معزز مہمان کی خاطر مدارت ہو رہی ہے رباب!"

"ناشتا کر رہے ہیں۔ آپ کو پوچھ رہے تھے۔"

"ہیلو! ڈیئر گل مراد۔ حیرت تو خیر ہوئی ہوگی آپ کو یہاں آکر۔ یہ نظام آباد ہی ہے اور مسٹر گل مراد آپ ہمارے مہمان ہیں لیکن افسوس' ابھی آپ کو اس بارے میں کوئی تفصیل نہیں بتائی جاسکتی کیونکہ جو شخص آپ کو تفصیل بتائے گا وہ ایک دوسرا ہی آدمی ہے۔ آپ کو یہ تفصیل سن کر خوشی ہوگی۔"

"ٹھیک ہے! میں کیا کہہ سکتا ہوں۔" میں نے جواب دیا۔ ناشتے کے بعد میں وہاں سے اٹھ گیا اور مجھے میرے کمرے میں بند کرتے ہوئے ضیغم نے کہا۔

"ایک اچھے انسان کی حیثیت سے آنے والے وقت کا انتظار کیجئے۔ ہمارا اور آپ کا کوئی جھگڑا نہیں ہے۔ بس کچھ ایسے معاملات ہیں جن کی ترتیب ضروری ہے اور یہ ترتیب ہمیں کرنا ہوگی۔ مجبوری ہے اگر آپ کوئی غلط حرکت کریں گے تو یقین کیجئے ہم آپ کو جان سے مار دیں گے کیونکہ ہمیں آپ کی ضرورت نہیں ہے لیکن ہم آپ کو اپنا دشمن بھی نہیں سمجھتے۔ بس حالات کی مجبوریوں نے آپ کو یہاں لا کر قید کرنے پر مجبور کردیا ہے۔ اوکے۔" اس نے کہا اور باہر نکل گیا۔ پھر اس نے دروازہ بند کردیا تھا۔

دوپہر کا کھانا بھی مجھے یہاں پہنچا دیا گیا۔ شام کی چائے بھی اور اس وقت شام کے سات بجے ہوں گے۔ جب ضیغم کے ساتھ ایک اور شخص اندر آیا اور مجھے باہر چلنے کے لئے کہا۔ ہم سب باہر نکل آئے۔ اس عمارت کے بڑے کمرے میں ہمیں پہنچا دیا گیا۔ یہاں سب سے پہلے جن دو شخصیتوں کو دیکھا تھا۔ انہیں دیکھ کر میں حیران رہ گیا۔ میرے ہوش وحواس ایک لمحے کے لئے بہک گئے تھے۔ جن دو شخصیتوں کو میں نے یہاں دیکھا تھا۔ وہ حسن فیروز اور اسٹیورڈ تھے۔ حسن فیروز کے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی۔ اسٹیورڈ

جلتی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ حسن فیروز نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"مائی ڈیئر گل مراد! پچھلے کیس میں جب ہمیں اس بڑی رقم کی پیش کش کی گئی تھی تو میں نے تم سے کہا تھا کہ یہ رقم وصول کرو اور نکل چلو ہمیں کیا ضرورت ہے کسی لڑکی کو تلاش کرنے کے لئے پہاڑوں پر جانے کی۔ ایک بھاری رقم ہمیں حاصل ہو رہی ہے۔ ہم اس کے ذریعے ایک حسین زندگی گزار سکتے ہیں' لیکن آپ پر نیکی اور شرافت کا بھوت سوار تھا' آپ نے نہ مانا' میں جانتا ہوں کرنل جہانگیر اپنے سوتیلے بیٹے کو کبھی کچھ نہیں دے گا وہاں بھی سوتیلی ماں ہے اور یہاں بھی ایک سوتیلی ماں اور جب میں نے یہ پورا قصہ سنا تو میری شخصیت دو ٹکڑوں میں تقسیم ہوگئی۔ میں اگر تم سے اس وقت بھی یہ کہتا کہ مائی ڈیئر گل مراد وہی کرو جو میں کہہ رہا ہوں تو تم پر نیکیاں سوار ہو جاتیں چنانچہ اس بار میں نے اپنے مستقبل کا فیصلہ خود ہی کرلیا ہے' اصل میں یہ لوگ مجرم ہیں جرائم کرتے ہیں لیکن مجرم کون نہیں ہے؟ کیا مجرم میرے والد کرنل جہانگیر نہیں ہیں؟ کیا میرے گھر میں عزت و آبرو سے رہنے والی وہ خاتون مجرم نہیں ہیں جنہوں نے مجھ سے میرے تمام حقوق چھین لئے ہیں جب یہ لوگ مجرم ہیں تو میں خود بھی کیوں نہ جرم کی دنیا سے متعلق ہو جاؤں حالانکہ اب بھی میں نے مجرم بننے کا فیصلہ نہیں کیا' مجھے اپنے مقصد کے کچھ لوگ ملے' بات میرے سامنے آئی تو میں نے ان سے تعاون کرلیا' خیر! میں سمجھتا ہوں معاملات کچھ زیادہ طویل ہوگئے اب سنو! بات اصل میں یہ ہے کہ یہ کھیل بہت پرانا ہے' مختصر یوں ہے کہ یہاں ایک علاقہ ہے جو خانم میمونہ کی ملکیت ہے اس علاقے کا جائزہ لینے کے بعد ماہرین کی ٹیموں نے یہ اندازہ لگایا تھا کہ یہاں زمرد کی کانیں ہیں اور اس کے بعد ان ماہرین میں آپس میں ہی جنگ چھڑ گئی تھی' کچھ افراد مارے گئے باقی یہاں سے چلے گئے۔ لیکن اس گروپ نے اپنا ایک اور گروپ بنایا' مسٹر آلڈس اس دوسرے گروپ کے سربراہ تھے' مسٹر اسٹیورڈ اور ان کے ساتھی بھی اس میں شامل تھے لیکن اندازہ یہ ہوا کہ مسٹر آلڈس کی نیت خراب ہے اور پھر وہی کھیل کھیلنا چاہتے ہیں جو پہلے کھیلا گیا تھا خانم سے اس علاقے کے بارے میں بات چیت ہو چکی ہے' خانم بس اس کشمکش کا شکار ہے کہ کہیں حکومت اس بات سے واقف ہونے کے بعد خانم کو مجرم نہ قرار دے لیکن ہمیں اس سلسلے میں کارروائی کرنا تھی' میں ہم کا لفظ اس لئے استعمال کر رہا ہوں کہ میں اب مسٹر اسٹیورڈ کے ساتھ ہوں اور تمہیں یہ سن کر بہت تعجب ہوگا میری جان گل مراد کہ میں نے اپنی زندگی کے لئے کچھ نئی منصوبہ بندیاں کرلی ہیں' مثلاً یہ کہ اگر تم میرا ساتھ نہ دو اور مسٹر

اسٹیورڈ میری خدمات کے صلے میں مجھے دو کروڑ ڈالر رائلٹی دیں' تمہیں رائلٹی کے لفظ پر یقیناً حیرت ہوگی' یہ رائلٹی اصل میں زمرد کے اس انبار کی ہوگی جسے حاصل کرنے کے لئے مسٹر اسٹیورڈ' مسٹر آلڈس وغیرہ' یہاں تک پہنچے ہیں اور جس کے بارے میں یہ خطرہ ہے کہ مقامی حکومت کو جب اس کے بارے میں معلوم ہوگیا تو پھر اپنے قانون کے مطابق وہ کسی اور کو اس تک پہنچنے نہیں دیں گے' بہرحال یہ سارا مسئلہ ہے' میں نے وہ بھاری رقم قبول کرلی ہے جو مجھے لندن' پیرس یا نیویارک میں میری پسند کے مطابق پورے اعتماد کے ساتھ حاصل ہو سکتی ہے اور اس میں کوئی فریب نہیں کیا جائے گا کیونکہ یہ لوگ ہمیشہ میری مٹھی میں رہیں گے اور میں جب بھی چاہوں گا انہیں راستے سے ہٹا سکتا ہوں' کچھ ایسا ہی معاہدہ کیا ہے' ہم لوگوں نے اور سنو تم ایک شریف آدمی ہو' میں نے ان لوگوں کو تمہارے بارے میں پوری تفصیل بتا دی ہے' نیک دلی سے کام کرنے کے لئے یہ ضروری تھا چنانچہ اب صورت حال یہ ہے کہ ہم اس سلسلے کا آخری سین مکمل کرنے جا رہے ہیں' یہ پیشکش میں نے تمہیں اس لئے کردی ہے کہ مجھے معلوم ہے کہ تمہارے ساتھ تین افراد اور منسلک ہیں' جنہیں تمہاری رقم کی ضرورت ہے' تم اگر چاہو تو باآسانی دنیا کی نگاہوں سے روپوش ہو سکتے ہو یا میرے ساتھ ان تینوں ملکوں میں سے کسی ملک نکل سکتے ہو' دیکھو ہر ایک کا اپنا مستقبل ہوتا ہے تمہاری ماں اور بہنیں آخر کار تم سے ایک دن جدا ہو جائیں گی اور تم اپنے طور پر تنہا ہو جاؤ گے' ایسی شکل میں کیا فائدہ کہ تمہارے پاس کچھ بھی نہ ہو' بہتر طریقہ یہ نہیں ہے کہ تم عمدگی کے ساتھ اپنا کام سرانجام دو' میرا خیال ہے میں تمہیں ایک بہترین پیشکش کر رہا ہوں جو کچھ مجھے حاصل ہوگا اس کا پندرہ فیصد میں تمہیں دے دوں گا' پندرہ فیصد بہت ہوتا ہے جو تمہیں ملنے والا ہے اس کا اندازہ لگالو اور اب بتاؤ کیا کہتے ہو۔"

میرا ذہن دھواں ہوگیا تھا' یہ شخص اتنا برا تو نہیں تھا' کیا اب یہ اتنا برا ہوگیا ہے' یہ کیسے ممکن ہے؟ یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ میں نے دل میں سوچا لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہی میرے ذہن میں اس کے لئے نفرت کا ایک جذبہ ابھرا' ساری باتیں اپنی جگہ لیکن حسن فیروز کو ایک ملکی مسئلے میں ان مجرموں کا آلہ کار نہیں بننا چاہئے تھا دولت بہت اہم چیز ہوتی ہے اور انسان اس کے حصول کے لئے مجبور' اس میں کوئی شک نہیں کہ اتنی بڑی رقم کا حوالہ دیا جا رہا تھا اگر میں اس کے حصول کے لئے حسن فیروز کی بات مان لیتا تو وہ رقم مجھے حاصل ہوسکتی تھی لیکن اس کے بدلے میں وطن عزیز کی ایک قیمتی شے کا سودا

مجھے منظور نہیں تھا اب پتا نہیں حسن کیا کر رہا ہے جو کہہ رہا ہے وہی سچ ہے یا جو کر رہا ہے وہی رسم ہے البتہ یہ میں نے ضرور سوچا تھا کہ احمقانہ قسم کے جذباتی مظاہرے بعض اوقات بنے بنائے کام بگاڑ دیتے ہیں اور انسان وہ کچھ نہیں کرپاتا جو وہ کرنے کا خواہشمند ہوتا ہے' حسن فیروز اگر میری جانب سے یہ سوچ کر مطمئن ہے کہ میں ٹریپ نہیں ہوں گا اور بات کو سمجھ لوں گا اور میں جذباتیت کا مظاہرہ کروں تو حسن فیروز کو میرے اس عمل سے مایوسی ہوگی' مجھے دونوں صورتوں میں کام کرنا چاہئے' پہلی بات تو یہ کہ میں اسٹیورڈ کو کسی غصے کا شکار نہ ہونے دوں' کیونکہ بہرحال ان کے قبضے میں ہوں دوسری بات یہ کہ اگر حسن فیروز واقعی ٹریپ ہوگیا ہے تو اسے بھی راہ راست پر لانے کے لئے وہ عمل کروں جس سے اس کا دماغ بھی درست ہوسکے' میں پرخیال انداز میں اسے دیکھنے لگا' پھر میں نے کہا۔

"کیا تم مجھے سوچنے کے لئے کچھ وقت دو گے؟"

"فائدے کے جو کام کھلے ہوئے ہوں ان کے بارے میں سوچنے والے اور وقت لینے والے احمق ہوتے ہیں' میں تمہیں وقت بھی دے دیتا لیکن مجبوری ہے کیونکہ تھوڑی دیر کے بعد جیسا کہ میں نے تم سے کہا کہ ہمیں اس ڈرامے کا ڈراپ سین بھی کرنا ہے۔"

"اس ڈراپ سین کے بارے میں نہیں بتاؤ گے تم مجھے۔"

"دیکھو اس میں تمہارا کوئی نمایاں کردار نہیں ہے' سوائے اس کے کہ ہم سے تعاون کرو' تم نے ان دونوں کو دیکھا جن میں سے ایک کا نام ضیغم اور دوسری کا رباب ہے' یہ پہلے اسٹیورڈ کے ساتھی تھے اب اسٹیورڈ نے ان سے کس طرح رابطہ قائم کیا یہ اس کا اپنا مسئلہ ہے اور ہم اس میں اپنی ٹانگ نہیں اڑائیں گے لیکن بہرحال وہ یہاں موجود ہیں اور تم سے مل بھی چکے ہیں' جلدی فیصلہ کرو۔"

"حسن شاید' میرا فیصلہ اس حق میں نہ ہوتا لیکن تم جانتے ہو میرے دوست کہ میں تمہارا کتنا احسان مند ہوں۔"

"ان باتوں کو چھوڑو' دل خوش کردیا تم نے میرا یقین کرو' بس یہی خدشہ تھا کہ کہیں تم جہالت پر آمادہ نہ ہوجاؤ اس دور میں جو آگے بڑھ کے جام اٹھا لیتا ہے وہی عقل مند کہلاتا ہے اور باقی بے وقوف' کیا سمجھے۔" میں مسکرا دیا تھا' حسن نے اسٹیورڈ سے کہا۔

"مسٹر اسٹیورڈ ہمارا یہ آخری آدمی بھی ہمارے ساتھ شامل ہوگیا' اب آپ ماضی کا

ہر لمحہ بھول جائیں' اور آپ اسے جانتے ہیں چنانچہ اس کی ڈیوٹی اس کے سپرد کردی جائے۔"

اسٹیورڈ نے آگے بڑھ کر مجھ سے ہاتھ ملاتے ہوئے کہا۔

"ہم دوست ہیں' مسٹر گل مراد اور اگر تم جیسا طاقتور پھرتیلا شخص میرے ساتھ شامل ہوجائے تو بات یہیں تک نہیں رہے گی' ہم بہت آگے تک ایک دوسرے سے تعاون کرسکتے ہیں' تمہاری شمولیت سے مجھے بہت خوشی ہوئی ہے۔"

"مسٹر آلڈس اور باقی افراد کہاں ہیں؟" میں نے سوال کیا اور اسٹیورڈ کے بجائے حسن بول اٹھا۔

"آنے والے ہیں......... آنے والے ہیں فکر مت کرو۔" ہم اس کمرے سے باہر نکل آئے اور اس کے بعد ماحول بے حد خوشگوار ہوگیا' پھر اس عمارت میں ایک کار داخل ہوئی نظام آباد میں نہ جانے کیا کیا ہو رہا تھا اور خانم بے چاری اس حویلی میں قید اپنا دفاع کررہی تھی' کار سے اترنے والے آلڈس' مارکس اور ڈینئل تھے وہ سب سے زیادہ مجھے اور شاید حسن فیروز کو دیکھ کر چونکے تھے ان کے منہ حیرت سے کھل گئے تھے تو اسٹیورڈ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"آیئے مسٹر آلڈس' آپ کی حیرت اپنی جگہ بالکل درست ہے لیکن آیئے میں آپ کو تمام صورت حال سمجھاتا ہوں۔" اور پھر ہم سب بڑے کمرے میں داخل ہوگئے اور اس کمرے میں پہنچ کر اسٹیورڈ نے کہا۔

"مسٹر آلڈس اور مسٹر مارکس اور مس ڈینئل آپ بھی براہ کرم اپنے ہاتھ پشت پر کردیں ایک تھوڑی سی تکلیف دینی ہوگی آپ کو۔" اس کے ساتھ ہی اس نے رسی کا ایک لچھا' حسن فیروز کی جانب پھینکا اور بولا۔

"مسٹر فیروز ان لوگوں کو باندھ دیجئے۔" فیروز نے لچھا لپک لیا' آلڈس' مارکس اور ڈینئل کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئی تھیں آلڈس نے کہا۔

"یہ سب کیا ہے اسٹیورڈ؟"

"عقل مندی۔" اسٹیورڈ نے جواب دیا۔

آلڈس کے چہرے پر عجیب سے تاثرات پھیل گئے تھے کچھ لمحوں تک حیران رہنے کے بعد اس نے کہا۔

"اس کا مطلب ہے وہی ہوا جس کی پیشن گوئی مارکس نے کی تھی۔" اسٹیورڈ کی

نگاہیں مارکس کی جانب اٹھیں تو مارکس نفرت سے ہونٹ سکوڑ کر بولا۔

"یہ بات اس وقت کہی تھی میں نے آلڈس سے جب آلڈس تمہیں ہمارے درمیان شامل کررہا تھا' میں نے کہا تھا کہ اس شخص کی آنکھوں میں غداری ہے یہ بڑے بڑے آدمیوں میں بہت برا آدمی تصور کیا جاسکتا ہے لیکن آلڈس نے ہنستے ہوئے میری بات نظرانداز کردی۔ وہ کہنے لگا کہ مجھے پیشن گوئیاں کرنے کا شوق ہے اور اس وقت بھی میں اپنے شوق کی تکمیل کر رہا ہوں ورنہ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔" "افسوس میں نے صرف یہ سوچ کر اس شخص کو اپنے ساتھ شامل کیا تھا کہ ہمارے درمیان یہ ایک طاقت ور آدمی ثابت ہو گا۔"

"اپنے درمیان کسی طاقتور آدمی کو شامل کرنا ہی سب سے بڑی حماقت ہے کیونکہ اس طرح طاقت کا توازن بگڑ جاتا ہے۔" مارکس سرد لہجے میں بولا۔

ڈینئل بے بسی سے ان سب کو دیکھ رہی تھی' حسن فیروز جیسے بے تکے آدمی کا معاملہ تھا ورنہ ڈینئل جیسی خوبصورت لڑکی کو باندھ دینا ذرا مشکل ہی امر ہوتا لیکن اس نے ڈینئل کو بھی بری طرح کس کر رکھ دیا تھا اور ڈینئل کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے' پھر تبدیلی رونما ہوئی' ایک گرج دار آواز سنائی دی۔

"تم میرے نشانے پر ہو' اگر تم میں سے کسی نے بھی کوئی گڑبڑ کرنے کی کوشش کی تو بھون کر رکھ دوں گا۔ اسٹیورڈ میں خاص طور پر تم سے کہہ رہا ہوں۔" دروازے میں رانا افضال کھڑا ہوا تھا' اسٹیورڈ نے خوف زدہ انداز میں اپنا رخ تبدیل کیا لیکن اس کے بعد جو کچھ ہوا وہ ہم لوگوں کی توقع کے خلاف تھا اچانک ہی اسٹیورڈ نے بے حد چالاکی سے ریوالور نکال کر رانا افضال پر کئی فائر کئے اور رانا افضال اوندھے منہ زمین پر آرہا' اسے ایک لمحے کی زندگی بھی نہیں مل سکی تھی' اسٹیورڈ نے ریوالور کی نال پر پھونک مارتے ہوئے کہا۔

"یہ بے وقوف جو ہے یہ نہیں سوچتے کہ ان کا واسطہ یورپ سے ہے یہ ہم سے زیادہ ذہین بننے کی کوشش کرتے ہیں۔" اسٹیورڈ واپس پلٹا ہی تھا کہ قریب کھڑے ہوئے حسن فیروز کی لات اس کے پیٹ پر پڑی اور حسن فیروز کو میں نے پہلی بار ایکشن میں دیکھا تھا اس کی لات اسٹیورڈ کے پیٹ پر پڑی تھی اور دوسرا پاؤں اس کے ریوالور والے ہاتھ پر اور پھر اس نے ریوالور جو فضا میں اچھل گیا تھا بڑی آسانی سے کیچ کرلیا اور پوری قوت سے چیخا۔

"آؤٹ۔" لیکن اسٹیورڈ تکلیف کے عالم میں حسن کو گھور رہا تھا۔

"مائی ڈیئر اسٹیورڈ میں نے پہلے ہی تمہیں بتا دیا تھا کہ میری پھوکڑی میں کھوڑا ہے' ہمیشہ الٹی سیدھی باتیں کرنے سے گریز کرنا۔ رانا افضال کو تم نے مار دیا وہ تمہارا ذاتی مسئلہ تھا لیکن اس کے بعد یہ مشرق اور یورپ کا کیا قصہ تھا' کیا میں تمہاری والدہ کا شوہر نامدار ہوں' مطلب یہ کہ میں یورپین ہوں' میرا تعلق بھی اسی مشرق سے ہے بس یہیں سے تم نے میری کھوپڑی کے پھوڑے میں دکھن پیدا کردی' کیا سمجھے' اب جہنم میں جاؤ۔"

"اوہ تم........ تم کہنا کیا چاہتے ہو؟" اسٹیورڈ نے خوف زدہ لہجے میں کہا۔

"یہی کہ تم بھی ختم' مشرق پسماندہ ہے نا' کیوں؟"

"ایک چھوٹی سی بات پر جو غلطی سے میرے منہ سے نکل گئی ہے' سارے منصوبے کو ملیامیٹ مت کرو۔"

"جس کی پھوکڑی میں کھوڑا ہو' اس کی سمجھ میں صرف ایک بات آتی ہے' کرو یا نہ کرو اور تم کیا کھڑے ہوئے منہ دیکھ رہے ہو اسسٹنٹ' باندھو اس بھوتنی کے چکر کو۔"

حسن نے میری طرف رخ کر کے کہا اور ریوالور کی نال میری کھوپڑی کی جانب اٹھا دی۔

"جلدی کرو' ورنہ میری پھوکڑی میں کھوڑا ہے۔" میرے حلق سے قہقہہ نکل گیا تھا اصل میں حسن کی واپسی پر مجھے خوشی تھی بہرحال میں نے اسٹیورڈ کو بھی باندھ دیا اور ہم انتظار کرنے لگے' حسن نے کہا۔

"یہاں ان کے چھ آدمی اور موجود ہیں ان کا تعلق اسٹیورڈ سے ہی ہے یہی وہ چھ آدمی ہیں جنہوں نے تم پر وہاں چٹانی دیوار پر حملہ کیا تھا اسٹیورڈ کے کہنے پر ہی یہ حملہ ہوا تھا اسٹیورڈ نے ان لوگوں کو خفیہ رکھا ہے اور اس لئے رکھا تھا کہ آلڈس وغیرہ جب اپنے مقصد کے حصول میں کامیاب ہو جائیں تو ان پر قابو پایا جاسکے' راستے میں تم آگئے۔" اسٹیورڈ اب گالیاں بکنے لگا تھا' میں نے کہا۔

"مگر حسن وہ چھ آدمی؟"

"فکر مت کرو' میں نے سارا انتظام کرلیا ہے۔" پھر اچانک باہر سے عجیب وغریب آوازیں سنائی دینے لگیں' یوں لگتا تھا کہ جیسے بے شمار افراد اندر آگئے ہوں' حسن نے کہا۔

"اور اب جو کچھ میں کہہ رہا ہوں اسے اردو میں سنو' کرنل نے غالباً اپنے آدمیوں کو بھیجا ہے یا پھر کوئی بھی فورس ہو سکتی ہے انہوں نے باہر موجود لوگوں کو گرفتار کرلیا ہو گا

اگر نہیں کیا ہوگا تو ان میں سے کچھ نکل گئے ہوں گے وہ ایک الگ بات ہے لیکن اس تمام کارروائی کے محرک تم ہو خیال رکھنا' جو کچھ میں کہہ رہا ہوں' میری پھوکڑی میں کھوڑا ہی رہنے دینا۔" بات میری سمجھ میں نہیں آئی تھی لیکن بعد میں سمجھ میں آگئی' اندر داخل ہونے والے فوجی لباس میں ملبوس تھے اور انہوں نے چند لمحوں کے اندر اندر یہاں موجود ایک ایک شخص کو گرفتار کرلیا' حسن کو یا مجھے نہیں گرفتار کیا گیا تھا' باہر نکل کر ہم نے دیکھا کہ حسن کے کہنے کے مطابق وہ چھ افراد بھی فوج کی تحویل میں ہی تھے' باقاعدہ ملٹری تھی جس نے ان سب کو قبضے میں لے لیا تھا پھر ملٹری کے ایک میجر نے میرے پاس آکر کہا۔

"مسٹر گل مراد آپ ہی ہیں؟"

"ہاں میجر۔"

"سر ہم انہیں لے جارہے ہیں آپ کے احکامات کی تعمیل کردی گئی ہے آپ کے لئے پیغام یہ ہے کہ ابھی آپ کو سیکنڈ پوزیشن پر رہنا ہے یعنی خانم میمونہ کی حویلی پر وہاں آپ کو شاید کرنل ہمایوں صاحب سے مل کر صورت حال کا جائزہ لینا پڑے۔ اور پھر وہ لوگ ان چاروں کو لے کر چلے گئے تھے میں اور حسن خانم میمونہ کی حویلی پہنچ گئے' یہاں منظر بھی بدلا ہوا تھا' ملٹری کے بہت سے جوان حویلی کے اردگرد پوزیشن سنبھالے ہوئے تھے اور اندر ڈرائنگ روم میں خانم میمونہ' خانم فرقانہ کے ساتھ کرنل ہمایوں موجود تھے۔ حسن میرے ساتھ اندر داخل ہوا اور پھر الٹے قدموں واپس پلٹنے لگا' تو میں نے اس کی کمر میں ہاتھ ڈال دیا' پھر وہ تقریباً گھسٹتا ہوا میرے ساتھ اندر آیا تھا' صوفے پر بیٹھتے ہی اس نے عجیب سا منہ بنا کر رونا شروع کردیا۔

"میں نے تو مذاق کیا تھا' یہ بڑی بی تو میری دادی جان کے برابر ہیں' دادا جان بھی میں ان سے بدتمیزی کیسے کرسکتا ہوں۔" کرنل ہمایوں نے سنجیدہ نگاہوں سے حسن کو دیکھا اور بولا۔

"حسن پلیز' بہتر ہے اس وقت شرارت نہ کرو۔" حسن آنکھوں پر رومال رکھ کر خاموش ہو کر بیٹھ گیا تھا' کرنل ہمایوں نے مجھ سے کہا۔

"معمول کے مطابق اس شاندار کامیابی پر میں تمہیں مبارک باد دیتا ہوں گل مراد تفصیلات تمہارے علم میں آہی گئی ہوں گی خانم میمونہ اصل میں ایک کمزور خاتون ہیں شوہر کی موت کے بعد انہوں نے بمشکل تمام اس سارے نظام کو سنبھالا ہوا ہے سرحدی علاقے میں ہیں' دشمن کی پہنچ سے دور نہیں ہیں' واقعہ تمہارے علم میں آچکا ہے میں جانتا ہوں' جیسا کہ تم نے مجھے بریف کیا ہے' زمین کا وہ ٹکڑا جہاں خانم نے اپنے آدمیوں کو محافظوں کے طور پر لگایا ہوا ہے ہماری حکومت کے لئے بے حد قیمتی ہے اور صحیح معنوں میں ہمیں ایک بڑی دولت حاصل ہوئی ہے جو آگے چل کر ملکی معیشت میں اہم ستون ثابت ہوسکتی ہے' خانم خلوص دل سے یہ زمین حکومت کے حوالے کرنا چاہتی تھی لیکن رانا افضال نے ان لوگوں سے ساز باز کی اور خانم کے گرد جال پھیلا دیا۔ بہرحال رانا افضال خود اپنی سازش کا شکار ہوگیا۔ زمین اب حکومت کی تحویل میں ہے اور خانم نے خوشی سے اسے حکومت کے حوالے کیا ہے۔ جہاں تک رباب اور ضیغم کا تعلق ہے تو یہ دونوں ان لوگوں کے آلہ کار بنے ہیں جو حکومت کے خلاف' مملکت کے خلاف سازش کر رہے تھے' اس لئے ان پر بھی غداری کا مقدمہ چلے گا۔ ہمارا کام یہاں ختم ہوگیا ہے اس لئے۔"

"واپس چلنا چاہئے؟" حسن فیروز نے پوچھا۔

"ہاں۔"

"خدا حافظ خانم فرقانہ! آپ کے علاوہ کسی کو یاد نہیں کروں گا یہ میرا وعدہ ہے۔" میری بھی جان بچ گئی تھی اگر کرنل ساتھ نہ ہوتے تو نہ جانے خانم میمونہ مجھ سے کیا کچھ کہتی۔

حسن فیروز اس قدر سعادت مندی کا مظاہرہ کر رہا تھا کہ ہنسی آرہی تھی۔ یہاں سب ہی بدمعاشیاں کی تھیں اس نے شاید اسی خوف کا شکار تھا کہ اب کرنل ہمایوں اس کی خبر لے گا۔

واپسی کے سفر میں کرنل ہمایوں نے رازدارانہ انداز میں مجھ سے پوچھا۔

"ویسے تو میں کسی قیمت پر یہ ماننے کے لئے تیار نہیں ہوں کہ حسن فیروز جو کچھ نظر آرہا ہے۔ وہی بن چکا ہے لیکن یہاں کام کرتے ہوئے کیا اس کے اندر کوئی تبدیلی محسوس ہوئی ہے۔" میں نے مسکرا کر کرنل ہمایوں کو دیکھا اور کہا۔

"آپ کچھ محسوس کر رہے ہیں؟"

"ہاں کیوں نہیں۔"

"مجھے بتانا پسند کریں گے؟"

"وہ بہت زیادہ سعادت مندی کا مظاہرہ کر رہا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ کوئی چور

اس کے دل میں ہے اور وہ اپنے آپ کو بہت زیادہ سعادت مند ظاہر کرکے اس بات ا
خواہش مند ہے کہ سزا سے بچے.........“

میں ہنس پڑا میں نے کہا۔

”ظاہر ہے کرنل اس کی رگوں میں آپ ہی کا خون ہے آپ جس قدر بہتر طریق
سے اسے سمجھا سکتے ہیں کوئی دوسرا نہیں۔“

”مطلب یہ ہے کہ میرا خیال ٹھیک ہے۔“

”شرارتوں کے علاوہ اس نے اور کوئی ایسا عمل نہیں کیا جو باعث تشویش ہو۔“

میرے ان الفاظ پر کرنل کے چہرے پر اطمینان کے آثار نظر آئے تھے پھر بہت د
تک وہ خاموش رہا تھا۔

کوٹھی پہنچنے کے بعد کرنل ہمایوں نے میرے ساتھ ایک میٹنگ کی‘ کہنے لگا۔

”گل مراد دنیا کے بڑے بڑے ملکوں نے اپنی سیکرٹ سروس بنائی ہوئی ہے۔ ہر ملک
کے انتظامیہ میں لاتعداد ایجنسیاں کام کرتی ہیں۔ میں نے ایک فوجی کی حیثیت سے ا
وطن کے مفادات کو ہمیشہ اپنی زندگی سے زیادہ قیمتی سمجھا ہے ایک فوجی ریٹائر ہونے ک
بعد بھی اپنے فرائض سے ریٹائر نہیں ہوتا‘ وہ مسلسل مصروف رہتا ہے اور پھر میں تو ای
ٹوٹا پھوٹا کرنل ہوں مجھے اپنے ہاتھ پاؤں درکار تھے اور اس کے لئے ایک طریقہ کار میر
ذہن میں تھا۔ وہ طریقہ کار یہ تھا کہ میں اپنے اردگرد پوری آرمی سجانے کی بجائے
ایسے لوگوں کو اکٹھا کرلوں جو ایک باقاعدہ آرمی ہوں۔ میری نگاہ کی داد دو کہ میں نے
مین آرمی بنائی اور تمہارے اندر سے اپنا مطلوبہ شخص نکال لیا۔ لوگ کہتے ہیں کہ کسی
منہ پر اس کی تعریف نہیں کرنی چاہئے۔ میں ان روایت پسندوں سے اختلاف رکھتا ہو
کسی کو اس کی محنت کا معاوضہ بے شک دو لیکن اس کا صلہ اسے تعریف کی شکل میں
دو‘ تاکہ اس کا حوصلہ بڑھے۔ جب حوصلے بڑھتے ہیں تو کارکردگی بھی بڑھتی ہے۔ میں
سے بہت مطمئن ہوں۔ تم میری جانب سے کبھی مایوسی کا شکار نہیں ہوگے۔ جاؤ باہر کی
میں عیش کرو‘ فی الحال چھٹی ہے۔ اپنی تفریحات اور اپنی پسند کو کبھی دبانے کی کوشش م
کرنا۔ انسان جن ضرورتوں کا عادی ہوتا ہے وہ پوری ہونی چاہئیں۔ اپنے محافظ خود ر
گے۔ کوئی غلط قدم اٹھانے پر مجبور کرے گا لیکن خود اپنا حساب کرکے فیصلہ کرنا۔“

مطلب میں سمجھ رہا تھا باہر نکلا تو حسن فیروز ملا اس نے کہا۔

”خدا کا شکر ہے کہ کرنل جہانگیر محاذ پر ہیں۔ امن چین کا دور ہے۔ حمیرا بیگم بند

سنبھالے پھرتی رہتی ہیں۔ غالباً شوہر کی جانشین بننا چاہتی ہیں۔ تم سناؤ بابا جان سے میری
ساری شکایتیں کر آئے۔“

میں نے غصیلی نگاہوں سے حسن فیروز کو دیکھا اور کہا۔

”اتنے کم ظرف تو تم نہیں ہو حسن کہ ایسے جملے کہو۔“

”میں ہوں نا‘ بس یہی تمہاری زبان سے کہلوانا چاہتا تھا۔ اچھا اب میں چلتا ہوں۔“

”میں یہ نہیں پوچھوں گا کہ کہاں؟“

”بچوں کو یہ باتیں پوچھنی بھی نہیں چاہئیں۔ بس کچھ حسینانِ جہاں ہیں اور جہاں
بھی ہیں وہیں میرے نقشِ پا تلاش کرلینا۔“

”چل چل یار شاعری مت کر تیرے بس کی بات نہیں ہے۔“ میں نے کہا اور حسن
فیروز ہنستا ہوا چلا گیا۔ بہرحال میں مطمئن تھا۔ خوش تھا۔

باغ کے اس مشرقی گوشے میں وہ تینوں مجھے نظر آئی تھیں بہت سی بار مڈبھیڑ ہوچکی
تھی لیکن تینوں ہر بار ایک نیا انداز اختیار کرتی تھیں۔ پتا نہیں میرے بارے میں ان کے
نظریات کیوں بدلتے رہتے تھے۔ انہی تینوں خواتین کی باتیں کر رہا ہوں جو کرنل جہانگیر کی
صاحب زادیاں تھیں۔ یعنی شمسہ‘ صوفیہ اور یاسمین۔ تینوں نے مجھے دیکھا۔ تینوں نے مجھے
ہاتھ سے اشارہ کیا اور میں تینوں کے قریب پہنچ گیا۔

”ہیلو.........“ تینوں بیک وقت بولیں۔

میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے منتشر تار ایک دوسرے سے جڑ گئے ہیں۔“

”بیٹھو۔“ صوفیہ نے کہا اور میں ان کے سامنے پتھر کی بینچ پر بیٹھ گیا۔

”تم لوگ آخر کرتے کیا پھرتے ہو؟“ یاسمین بولی۔

”محنت مزدوری۔“

”کیا۔ حسن بھی؟“

”کیا کہا جاسکتا ہے؟“

”خیر وہ کسی قابل تو نہیں ہے۔“

”آپ لوگوں کا نظریہ ہے؟“

”کس خوب صورتی سے اصل بات اڑا گئے۔“ صوفیہ بولی۔

”بہت چالاک ہے یہ شخص۔“ شمسہ نے کہا۔

"ارے ارے پچھلی بار جب میں آپ کے پاس سے گیا تھا تو آپ لوگوں کے خیالات میرے بارے میں بہت اچھے ہوگئے تھے۔ یہ کوئی تازہ لہر آئی ہے موسم کے ساتھ ساتھ۔"

"نہیں ہم لوگوں نے گفتگو کرکے یہ نظریہ قائم کیا ہے کہ بہت چالاک آدمی ہو۔"

"کیا میں اس عزت افزائی کا شکریہ ادا کروں؟"

"اپنے آپ کو سادہ لوح اور معصوم ظاہر کرکے تم ہم سب کو بے وقوف بناتے ہو۔"

"محترمہ مجھ پر الزام نہ لگائیں جو چیز اللہ نے بنائی ہے میں اسے اپنے نام سے کیسے منسوب کرسکتا ہوں۔"

"کیا مطلب؟" یاسمین بولی۔

"یعنی اگر بے وقوف ہیں آپ تو جو کچھ بھی ہیں اللہ کی بنائی ہوئی ہیں۔ میں بھلا آپ کو کیا بے وقوف بنا سکتا ہوں جو کام کیا ہے اللہ تعالیٰ نے کیا ہے۔"

"بہت زیادہ چرب زبانی کا مظاہرہ نہ کرو ہم تم سے ایک سوال کرنا چاہتی ہیں۔"

"بیک آواز کہیے، مجھے آپ کا یہ انداز بہت اچھا لگا ہے۔"

"میں نے کہا نا بے وقوف بنانے کی کوشش مت کرو۔"

"خیر فرمایئے۔ کیا سوال کرنا چاہتی ہیں آپ........"

"دادا جان آخر کرتے کیا ہیں؟"

"صبح کو اٹھتے ہیں ضروریات سے فراغت حاصل کرتے ہیں۔ پھر ناشتہ کرتے ہیں اس کے بعد اسٹڈی کرتے ہیں تھوڑی سی ورزش کرتے ہیں اور آرام کرتے ہیں۔ اتنا تو مجھے معلوم ہے اس کے علاوہ آپ کچھ اور معلوم کرنا چاہتی ہیں تو یا تو خود کرلیجیے گا یا پھر مجھے اجازت دیجیے کہ میں آپ کی طرف سے یہ سوالات ان سے کروں۔"

"دیکھا تم نے۔" یاسمین، صوفیہ اور شمسہ کو دیکھ کر بولی۔

"ہاں ہاں دیکھ رہی ہوں۔ اچھی طرح دیکھ رہی ہوں بہت اچھی طرح دیکھ رہی ہوں۔"

"اب آپ مجھے حکم دیجیے کہ میں کیا کروں۔"

"ہمارے ایک سوال کا جواب دو۔"

"پوچھیے۔"

"ہم تینوں میں سے تمہیں کون پسند ہے؟"

"آپ تینوں........" میں جواب دیا۔

"بالکل نہیں، ایک کا انتخاب کرو۔"

"جی تاکہ باقی دو مجھے پتھر سے کچل کر ہلاک کردیں۔" میں نے کہا اور وہ ہنس پڑیں۔

"ہو تو تم اسی قابل۔"

"ارے بابا ہوا کیا ہے؟ آپ لوگ تو میرے ساتھ بہت اچھی طرح پیش آرہی تھیں؟"

"جواب دو........ جواب دو........ جواب دو........"

"دیکھیے محترمہ شمسہ، محترمہ صوفیہ، محترمہ یاسمین، جہاں تک میری پسند کا تعلق ہے آپ لوگوں کا نمک خوار ہوں دادا جان مجھ پر اتنا اعتبار کرتے ہیں کہ میں ان کا شکریہ ادا نہیں کرسکتا۔ حسن فیروز بے شک آپ کا سوتیلا بھائی ہے لیکن کہلاتا ہے بھائی۔ وہ میرا دوست ہے اور بہت اچھا انسان ہے چنانچہ ان تمام رشتوں اور ناتوں کے حوالے سے میں آپ کو صرف اپنی بہنیں سمجھتا ہوں۔ دو بہنیں میری، میری بستی میں ہیں اور اس طرح میں پانچ بہنوں کا بھائی ہوں۔ میں اپنی کسی ایک بہن کو دوسری بہن پر ترجیح نہیں دے سکتا بہنوں کی حیثیت سے آپ تینوں مجھے بے حد پسند ہیں اس کے علاوہ اگر میری نگاہوں میں کبھی کوئی کھوٹ اور اور کوئی میل آیا تو اپنی یہ دونوں آنکھیں پھوڑ لوں گا۔ آپ سمجھ گئیں نا اور کچھ پوچھنا چاہتی ہیں مجھ سے........"

تینوں کے چہرے کے نقوش بدل گئے لیکن مجھے اس سازش کا علم نہیں تھا۔ عقب سے حمیرا بیگم نمودار ہوئی تھی یعنی کرنل جہانگیر کی بیگم صاحبہ چہرے پر بڑی محبت اور نرمی کے آثار تھے۔ آگے بڑھیں اور کہنے لگیں۔

"خدا کی قسم حسن نے کبھی ان تینوں کو اس طرح اپنی بہن نہیں کہا تھا تم نے بھائی کی کسر پوری کردی۔ مجھے معاف کرنا بیٹے! میں نے بھی اب تک تمہارے بارے میں غلط انداز میں سوچا تھا کہ انسان کوئی بھی ہو اگر تم اپنے سینے میں یہ جذبہ رکھتے ہو تو قابل احترام ہو۔ جب تم انہیں بہنیں کہتے ہو تو میں تمہاری ماں کی جگہ ہوں اور تم میرے بیٹے کی جگہ۔" حمیرا بیگم نے آگے بڑھ کر میری پیشانی چوم لی۔ میں جانتا تھا کہ لوہا گرم ہے اس وقت ضرب لگانا بہتر ہوگا۔ چنانچہ میں نے کسی قدر سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"بیگم صاحبہ آپ نے اگر اتنی عزت دے دی ہے مجھے جس کے قابل میں نہیں ہوں تو اس کے ساتھ ساتھ ہی مجھے کچھ کہنے کی جرأت بھی حاصل ہوگئی ہے۔"

"ہاں کہو۔ اصل میں یہ تینوں لڑکیاں تمہاری تعریفوں کے اتنے پل باندھا کرتی تھیں کہ مجھے ان پر غصہ آنے لگا تو میں نے کہا کہ جسے تم فرشتہ ثابت کرنے کی کوشش کر رہی ہو' لڑکا ہے۔ نوجوان ہے۔ سے کچھ کہہ دینے سے عمل کی حد میں نہیں داخل۔ میں یقین نہیں کرتی باتوں پر۔ ناراض ہوگئیں کہنے لگیں۔ عملی تجربہ کرکے دکھائیں گی اور واقعی ان کا یہ عملی تجربہ مجھے تسلیم کرنا پڑا ہے۔ کیا کہنا چاہ رہے تھے تم........"

"بیگم صاحبہ حسن فیروز کے بارے میں کچھ کہنا چاہتا تھا۔ بہت اچھا انسان ہے وہ۔ وہ بہت ہی اچھا انسان ہے۔ اگر اچھا نہ ہوتا تو آج مجھے یہ باعزت مقام حاصل نہ ہوتا۔ میں اس سے محبت کرتا ہوں۔ دوست ہے وہ میرا۔ اس کے دل پر زخم ہے اس بات کا کہ اس کا کوئی کائنات میں نہیں ہے اور اس زخم کو لئے ہوئے وہ سڑکوں' گلیوں اور بازاروں میں مارا مارا پھرتا ہے۔ اس نے دوست کی حیثیت سے مجھے سہارا دیا تو میں نے بھی فرض سمجھا کہ اسے سہارا دوں۔ بہت سمجھاتا رہتا ہوں اسے۔ اس کی شکایت ہے کہ اس کی ماں تو اس دنیا کو چھوڑ گئی لیکن اس کے بعد کرنل جہانگیر نے اسے بالکل ہی نظرانداز کردیا۔ آپ کی طرف سے بھی اس کی کوئی پذیرائی نہیں ہوئی۔ بیگم صاحبہ اس دنیا میں رشتے بھی ہوتے ہیں اور انسان بھی۔ انسان سے رشتے بنتے ہیں رشتوں سے انسان نہیں بنتے۔ آپ پہلے اسے انسانیت کے رشتے سے قریب لے آیئے اگر مجھ سے تھوڑی بھی متاثر ہیں آپ تو میں آپ سے یہ صلہ مانگتا ہوں اس تاثر کا.........؟"

حمیرا بیگم خاموش ہوگئیں پھر انہوں نے آہستہ سے کہا۔

"ہاں' یہ کوتاہی میں نے کی ہے۔ ٹھیک ہے جلدی نہ کرنا بگڑی ہوئی بات کو بنانا مشکل کام ہوتا ہے لیکن میں وعدہ کرتی ہوں کہ بگڑی ہوئی بات بناؤں گی۔ لڑکیو تمہیں بھی میری مدد کرنا ہوگی۔"

میرا رواں رواں خوش ہوگیا تھا۔ میں وہاں سے چلا آیا لیکن دل میں بہت خوش تھا۔ حسن کو اس گھر میں ایک مناسب مقام دلوا کر میں واقعی اس کی عنایتوں کا صلہ ادا کرنے کی پوزیشن میں آجاؤں گا۔ بہرحال یہ ایک دلچسپ گفتگو تھی صحیح معنوں میں رزم اور بزم کا مزہ آرہا تھا یعنی میدان جنگ سے گھر کو واپسی اور اس میں ایک خوبصورت انداز' حمیرا بیگم قائل ہوگئی تھیں اس بات پر کہ حسن فیروز کو اس کا مقام ملنا چاہئے بہرحال میرے لئے اس سے زیادہ خوشی کی بات اور کوئی نہیں تھی اور میں اس عمل کا منتظر تھا جو پیش آنے والا تھا۔ زندگی کے شب و روز دلکشی کے حامل تھے اور میں اسے قدرت کا عطیہ سمجھتا تھا

پھر ایک دن ایک عجیب منظر دیکھنے میں آیا۔ حسن فیروز پائیں باغ میں پھول چن رہا تھا کہ عقب سے حمیرا بیگم ان کے پاس پہنچ گئیں۔ حسن فیروز نے چونک کر انہیں دیکھا۔ ہاتھوں میں جو پھول اٹھائے ہوئے تھے وہ سارے کے سارے نیچے گر پڑے غالباً اس نے کچھ کہا بھی تھا۔ حمیرا بیگم نیچے جھکیں' سارے پھول چنے انہیں یکجان کیا اور حسن کی طرف بڑھا دیئے۔ حسن نے حیرانی سے وہ پھول لے لئے تھے حمیرا بیگم نے آگے بڑھ کر اس کی پیشانی چومی اور اس کے بعد اپنی رہائش گاہ کی جانب چلی گئیں۔ میں کھڑکی سے یہ دلچسپ منظر دیکھ رہا تھا اور اس کے بعد حسن فیروز کے چہرے پر اس کا ردعمل تلاش کر رہا تھا کہ میں نے ایک دلچسپ منظر دیکھا۔ حسن فیروز وہاں پتھر کے بت کی مانند خاموش کھڑا رہا تھا۔ پھر اس نے زمین پر بیٹھ کر ان پھولوں کو ایک دائرے کی شکل میں رکھنا شروع کردیا اور اس کے بعد اس دائرے میں سر کے بل کھڑا ہوگیا۔ غالباً ورزش کے دوران اسے الٹا کھڑے ہونے کی عادت تھی اور اس وقت وہ اپنی مخصوص فطرت کے تحت شرارت کا مظاہرہ کر رہا تھا۔ سر نیچے تھا۔ دونوں کہنیوں سے اس نے اپنے آپ کو بیلنس کر رکھا تھا۔ پاؤں اوپر تھے۔ جیبیں الٹ گئی تھیں چونکہ شلوار قمیض پہنے ہوئے تھا اس لئے شلوار کے پائنچے گھٹنوں تک پہنچ گئے تھے۔ میں ہنستا ہوا اپنی جگہ سے ہٹا اور تیزی سے باہر نکل کر اس کے قریب پہنچ گیا۔ حسن اب بھی اسی انداز میں کھڑا ہوا تھا۔ میں اس کے سامنے پہنچا تو اس نے گھبرائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"خدا کا شکر ہے کہ تم آگئے۔"

"کیا ہوا ہے؟"

"یار دنیا الٹ گئی ہے۔ آسمان نیچے آگیا ہے۔ زمین اوپر چلی گئی ہے۔ ذرا مجھے ٹٹول کر دیکھو' میں الٹ گیا ہوں یا دنیا الٹ گئی ہے۔"

جواب میں' میں نے ایک لات اس کی کمر پر رسید کردی اور وہ اوندھا گر پڑا۔

"خدا کی پناہ۔ خدا کی پناہ اب تو یہ دنیا اوندھی ہوگئی ہے۔"

"باز آنا ہے یا کسی سرکس میں کام کی آفر ملی ہے۔ اٹھ کر بیٹھو۔" حسن اٹھ کر وہیں اسی جگہ بیٹھ گیا۔ وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔

"ہوا کیا ہے۔ کوئی غلط چیز کھا گئے ہو کیا؟"

"یار خدا کے لئے مجھے کچھ یقین دلا دو تمہاری بڑی مہربانی ہوگی آج تو میری پھوکڑی کا کھوڑا بھی میرا ساتھ نہیں دے پارہا۔"

میں اس کے قریب ہی بیٹھ گیا تھا بہرحال چونکہ سارا دلچسپ منظر دیکھ چکا تھا اس لئے صورت حال سے آگہی بھی تھی میں نے حسن سے کہا۔

"ہاں بھونکو کیا ہو گیا ہے؟"

"ایک بات بتاؤ؟"

"ہاں........"

"ٹائم کیا ہوا ہے؟"

"پتا نہیں گھڑی نہیں ہے میرے پاس۔"

"ہم دونوں جاگ رہے ہیں نا؟"

"مطلب؟"

"مطلب یہ کہ تم عالم ہوش میں مجھ سے مل رہے ہو نا۔ ذرا میرے ہاتھوں کو نوچ کر دیکھو۔" اس نے اپنا بازو آگے کیا تو میں نے اسے سبق دینے کا فیصلہ کیا اور پھر جب میں نے اس کے بازو میں نوچا تو حسن اس طرح چیخا جیسے بکرے کی گردن پر چھری پھیر دی گئی ہو۔

"خدا تمہیں غارت کرے اب اتنی زور سے نوچنے کو کہا تھا۔ اتنی زور سے اگر تم کسی قبر میں ہاتھ ڈال کر کسی مردے کے بھی نوچو تو وہ قبر سے نکل کر بھاگ جائے گا۔"

"تمہیں یقین آگیا کہ تم خواب نہیں دیکھ رہے۔"

"چولہے میں جاؤ۔ چولہے میں۔" حسن نے غصیلے لہجے میں کہا اور اٹھ کر اپنی جگہ سے آگے بڑھ گیا۔

واقعی اتنی زور سے ہی نوچا تھا میں نے کہ باقی باتیں اس کے ذہن سے نکل گئی تھیں بہرحال ان دلچسپیوں کا آغاز ہو گیا تھا۔ وہ حمیرا بیگم کے بارے میں بتانا چاہتا تھا کہ وہ کس طرح نرم ہو گئیں اور انہوں نے حسن کو پھول پیش کیے لیکن میں نے اسے سب کچھ بھلا دیا تھا۔

بہرحال اس کے بعد بھی میں نے ایسے کچھ مناظر دیکھے حسن نے البتہ مجھ سے اس بارے میں پھر کچھ نہیں کہا تھا۔ میں جانتا تھا کہ وہ مجھ سے ناراض نہیں ہے۔ یہ نمونہ بھی اس کی شرارت کا حصہ ہے۔

ایک ہفتہ بہت عمدہ گزرا۔ کرنل جہانگیر واپس نہیں آئے تھے دلاور خان اپنے حجرے میں گھسے رہتے تھے۔ ایک دن دوپہر کے وقت میں نے ایک ٹیکسی کو کوٹھی کے گیٹ

پر رکتے دیکھی۔ میں اس وقت باغ میں ہی تھا اور گیٹ سے زیادہ دور نہیں تھا۔ ٹیکسی سے جو کوئی بھی نیچے اترا اس کی شکل و صورت اور حلیہ ایسا تھا کہ میں کیا کوئی بھی ہوتا اس سے دلچسپی لئے بغیر نہیں رہ سکتا تھا۔ اس نے ٹیکسی کا بل ادا کیا اور گیٹ سے اندر داخل ہو گیا۔ چوکیدار رحمت خان نے اسے غور سے دیکھا اور پھر شاید اس سے کچھ پوچھنے لگا۔

میں بے اختیار آگے بڑھ گیا تھا میں نے چوکیدار کی آواز سنی۔ "ارے بھائی........ منہ سے تو کچھ بول۔ کون ہے تو کس سے ملنا ہے؟"

قریب سے میں نے اس شخص کو دیکھا۔ بدن بہترین تھا لیکن کچھ عجیب انداز کا بے تکا۔ اس نے ایک بے حد قیمتی سوٹ پہنا ہوا تھا لیکن سائز سے چھوٹا۔ پتلون ٹخنوں سے کوئی چار انچ اونچی تھی۔ گرے کلر کے سوٹ پہ سرخ قمیض۔ ٹائی سے بے نیاز' سر کے بال بھورے اور بہت چھوٹے۔ چہرے کا رنگ سب سے عجیب تھا اور میں نے اس سے پہلے ایسا رنگ نہیں دیکھا تھا۔ بھورے رنگ میں سبز رنگ کی آمیزش تھی۔ یہ اندازہ مجھے ایک لمحے میں ہو گیا کہ وہ مقامی نہیں ہے۔

"آپ کس سے ملنا چاہتے ہیں جناب؟" میں نے اس سے انگریزی میں پوچھا اور وہ میری طرف دیکھنے لگا۔ پھر میرے ذہن کو ایک جھٹکا سا لگا۔ اس نے ہونٹ نہیں کھولے تھے لیکن میرے ذہن سے اس کی آواز ابھری تھی۔

"کرنل........ ہمایوں........" میرے منہ سے دوبارہ جو آواز نکلی تھی وہ بھی میرے اختیار میں نہیں تھی۔ میں نے کہا۔

"آپ کرنل ہمایوں سے ملنا چاہتے ہیں؟" اس کی آنکھیں پھر بول پڑیں۔

"ہاں۔"

"آیئے........!" میں نے کہا اور وہ میرے ساتھ چل پڑا۔ میرا دماغ بند بند سا ہو گیا تھا۔ پھر میں اسے کرنل کے پاس لے گیا۔

کرنل کو میں نے اس کے بارے میں بتایا تو کرنل نے کہا۔ "ٹھیک ہے گل' میں مسٹر سوخان کا انتظار کر رہا تھا۔"

"سو........ خان........" میں نے ناک چڑھا کر پوچھا۔

"تفصیل بعد میں بتاؤں گا........" کرنل نے کہا۔

"آپ کو اس شخص سے کوئی خطرہ تو نہیں ہے۔"

"خطرہ........؟"

"جی...... یہ مجھے کچھ عجیب لگا ہے۔"

"نہیں...... تم جاؤ......" کرنل نے کہا اور میں وہاں سے نکل آیا لیکن میرا دماغ چکرا رہا تھا۔ میں نے باہر آکر محسوس کیا کہ کچھ لمحوں کے لئے میرا دماغ جس کی گرفت میں آگیا تھا۔ وہ منہ سے کچھ بولے بغیر مجھے اپنے خیالات سے آگاہ کر رہا تھا۔

"نہیں...... وہ ہپناٹسٹ نہیں تھا۔" بعد میں کرنل نے مجھے اس کے بارے میں بتایا۔

"لیکن کرنل......!"

"ہاں میں جانتا ہوں اور تمہیں ایک عجیب خطہ زمین سے بھی روشناس کرانا چاہتا ہوں۔ بیٹھو!"

میں بیٹھ گیا تو کرنل نے کہا۔ "مالک کائنات نے اس دنیا میں کیا کیا پیدا کیا ہے۔ صدیوں کی زندگی مل جائے تب بھی انسان سب کچھ جاننے میں کامیاب نہیں ہو سکتا۔"

"میں جانتا ہوں۔"

"وہ زمین کے ایک ایسے پُراسرار خطے سے تعلق رکھتا ہے جہاں زندگی بالکل مختلف ہے۔"

"یعنی؟" میں نے پوچھا اور کرنل نے آنکھیں بند کرلیں۔ کچھ دیر سوچتا رہا پھر بولا۔

"وہاں جادو کا دور دورہ ہے۔ زبان بالکل ناشناسا ہے لیکن یہ شخص قدرتی طور پر ہپناٹسٹ ہے۔ آنکھوں کی زبان سے اپنا مفہوم دوسروں کو سمجھا سکتا ہے۔ دوسروں کا مفہوم سمجھ سکتا ہے۔ یہ اس سرزمین کا باشندہ ہے۔"

"وہ سرزمین کہاں ہے۔"

"دنیا کے نقشے پر نہیں ہے۔"

"مطلب......"

"مطلب یہ کہ انسان اسے تلاش نہیں کرسکا کہ اس کا نقشہ ترتیب دے سکتا۔"

"کیا کہہ رہے ہیں آپ؟"

"ثبوت تم دیکھ چکے ہو۔"

"وہ یعنی وہ شخص۔"

"ہاں۔"

"رنگت اور انداز کے علاوہ کوئی اور خاص بات میں نے اس میں نہیں دیکھی۔"

"اللہ کی مخلوق ہے۔ اس زمین پر' اسی مٹی سے اس کی تخلیق بھی ہوئی ہے۔"

"اس کا لباس بھی عجیب تھا۔"

"ہاں۔ خود کو اس دنیا میں لانے پر مجبور تھا۔ اب ہر سلیقہ تو اسے نہیں آسکتا تھا۔"

"تو آپ نے اسے کسی پُراسرار دنیا کی مخلوق تسلیم کرلیا۔" میں نے سوال کیا۔

"کیونکہ وہ ہے۔"

"آپ کے پاس کیوں آیا تھا؟"

"ایک دلچسپ کہانی لے کر۔"

"وہ کہانی آپ نے قبول کرلی۔"

"سوفیصد۔" کرنل مسکرا کر بولا۔ اور میں ایک گہری سانس لے کر خاموش ہوگیا۔ اس سے زیادہ کرنل کو کراس نہیں کیا جاسکتا تھا۔ میں اس کے بولنے کا انتظار کرتا رہا۔

"بہت دلچسپ بے حد عجیب' ایک لمحہ فکریہ۔ انوکھی سرزمین' ایک پُراسرار جادو نگری۔ یہ کسی پُراسرار کہانی کے عنوانات نہیں ہیں بلکہ ایک شان دار مہم کے آغاز کی باتیں ہیں جن کے لئے تم تیاری کرلو۔ کیوں کیا خیال ہے۔"

"کس بارے میں کرنل۔"

"کیا تم ایک دلچسپ سفر کے لئے تیار ہو۔"

"انکار کا تصور بھی نہیں کرسکتا۔" میں نے کہا۔

"شکریہ۔ مجھے یقین ہے۔ آؤ پھر تمہیں ایک چھوٹی سی کہانی سناؤں۔"

"ہمارے ملک کے انتہائی شمال میں جو علاقے ہیں وہاں کے بارے میں ضرور جانتے ہوگے۔"

"پہاڑی علاقے؟"

"ہاں۔ ترکان' عثمانیہ اور بلالیہ وغیرہ۔"

"حسین کہانیوں کے حامل۔" میں نے مسکرا کر کہا۔

"کبھی دیکھے ہیں؟"

"نہیں۔"

"حالانکہ تم بھی پہاڑی ہو۔"

"پہاڑ تو نہیں ہوں۔ اور پھر ہم جنوب کے رہنے والے ہیں۔ دوڑتے راستوں کے حامل۔"

"روایات یکساں ہیں۔"

"جی!"

"میں خاص طور پر دو قبیلوں کا ذکر کرتا ہوں۔ جس میں سے ایک عثمانیہ ہے اور ایک بلالیہ۔ دونوں قبیلے پرانی دشمنی کے حامل ہیں بلالیہ کا فرقان داہا اور عثمانیہ کا محمود خوارزم کسی زمانے میں دوست رہ چکے ہیں لیکن عرصے سے ایک دوسرے کے دشمن ہیں۔ یہ دونوں اپنے نوجوان بیٹوں کو ہدایت کر چکے ہیں کہ دشمنی کا یہ رشتہ ہمیشہ نبھاتے رہیں۔ یہ دشمنی کبھی ختم نہیں ہو سکتی جب تک اس میں سے ایک یا دونوں کوئی جرأت مندانہ قدم نہ اٹھائیں لیکن ان کی دشمنی ضرور ختم ہونی چاہئے کیونکہ ان کی وجہ سے ایک دور دراز کے قبیلے کو شدید نقصان اٹھانا پڑ رہا ہے جس کا سربراہ سوخان ہے۔ سوخان ان کے مزاج میں تبدیلی چاہتا ہے۔ کیونکہ جو کہانی ان کے درمیان جنم لئے ہوئے ہے اس کے لئے ان دونوں کا ملاپ ضروری ہے۔"

"کہانی کیا ہے؟"

"یہ مجھے نہیں معلوم۔"

"کیا مطلب.........؟" میں چونک پڑا۔

"آگے کی کہانی تمہاری امانت ہے۔"

"میری امانت.........!"

"سو فیصد۔ کیونکہ اسے تمہاری شمولیت کے بعد آگے بڑھنا ہے۔"

"دلچسپ' میرا کام کیا ہو گا؟" میں نے پوچھا۔

"تم......... تنہا' یا اگر مناسب سمجھو تو حسن کے ساتھ سید نگر جاؤ گے جہاں میرے آدمی تمہیں ملیں گے وہ تمہیں آگے کے حالات بتائیں گے۔" کرنل نے کہا۔

"کرنل صاحب........." میں نے احتجاجی لہجے میں کہا' مگر کرنل نے ہاتھ اٹھا کر مجھے روک دیا۔

"جو کچھ تم کہنا چاہتے ہو وہ الفاظ کی شکل میں میرے ذہن تک پہنچ رہا ہے' لیکن یہی ضروری ہے' بے حد ضروری ہے گل مراد۔"

"جی.........!"

"مختصر میں تمہیں بتائے دے رہا ہوں۔"

"جی فرمایئے۔" میں نے کہا۔

"عمران خوارزم' محمود خوارزم کا بیٹا ہے' طاقتور اور پھرتیلا' فنون حرب کا ماہر' اسے اغوا کر لیا جائے گا اور تمہیں اس کی جگہ دی جائے گی۔"

"کیا.........؟" میں اچھل پڑا۔

"ہاں۔"

"مگر کیسے؟"

"میک اپ......... تمہارے چہرے پر عمران کا میک اپ کیا جائے گا۔"

"اس کے بعد؟"

"تم عثمانیہ جاؤ گے' اور اس کے بعد تمہیں اس دشمنی کو ختم کرنے کے لئے کوئی ڈراما کرنا ہو گا۔"

"کیسا ڈراما.........؟"

"کارپورل جہانزیب' عمر اسی سال' تجربہ ساٹھ سال' تمہارا کمانڈر ہو گا۔ ساری ترکیبیں تمہیں اسی سے معلوم ہوں گی۔"

☆========☆========☆

"مجھے صرف ایک بات بتاؤ' صرف ایک بات۔" حسن فیروز نے دونوں ہاتھوں سے سر پیٹتے ہوئے کہا۔

"ہاں' پوچھو۔"

"ان سب کو کیا ہو گیا ہے۔ لڑکیاں مجھے بھائی کہنے لگی ہیں اور......... حمیرہ بیگم' ہاں ایک بات کہوں تم سے گل مراد۔"

"کہو۔"

"نکل چلو' اس گھر سے نکل چلو' اسی میں ہماری عافیت ہے۔"

"کہاں نکل چلیں۔"

"کہیں بھی' دادا جان سے کہو ہم نکلتے ہوتے جا رہے ہیں کوئی مہم دے دیں ہمیں' کہیں بھی بھیج دیں۔"

"دادا جان ستم ظریف انسان ہیں' سوچ لو۔"

"مطلب؟"

"سچ مچ کوئی مہم سپرد کر دی تو۔"

"خدا کی قسم چلیں گے۔"

"پھر کسی پہاڑی مقام پر بھیج دیا تو........"

"جہنم میں جانے کو کہیں گے تو بھی چلیں گے۔"

"کمال ہے یار وہ لوگ تمہارے ساتھ اچھا سلوک کر رہی ہیں نا؟ تم اس سے پریشان کیوں ہو۔"

"بکرا دیکھا ہے؟"

"ہاں۔"

"اور قصائی؟"

"وہ بھی دیکھا ہے۔"

"ذبح کرنے سے پہلے پانی پلایا جاتا ہے اسے۔ ارے باپ رے چھری نظر آ رہی ہے مجھے۔ نکل چل پیارے بھائی' تجھے اللہ کا واسطہ۔" وہ بولا۔

میں دل ہی دل میں ہنس رہا تھا۔ بکرا خود چھری تلے آ رہا تھا۔ کسی دوسری شکل میں ممکن ہے حسن فیروز کو اس مہم کے لئے تیار کرتے ہوئے اس کے بڑے نخرے اٹھانے پڑتے' لیکن اب وہ خود پھنس گیا تھا۔

ٹرین میں سفر کرتے ہوئے اس نے کہا۔ "کوشش کرنا کہ اس بار ہم طویل عرصے گھر سے دور رہیں یار تم نہیں سمجھتے کہ وہ ماں بیٹیاں کس قدر خطرناک ہیں۔"

"ممکن ہے ایسی بات نہ ہو حسن۔"

"دیکھو پلیز' اس موضوع کو یہیں ختم کردو۔ تم یہی کہو گے کہ ممکن ہے اس کے دل میں انسانیت جاگ آئی ہو۔"

"ایسا نہیں ہو سکتا ہے کیا؟"

"پلیز گل!" وہ بولا۔

"او کے او کے' میں تمہاری فرمائش پر اس مہم کو طویل سے طویل کردوں گا۔"

"تم دیکھو گے کہ میں پورے خلوص دل سے تمہارا ساتھ دوں گا۔" اس نے کہا اور میں نے ایک بار پھر دل میں کہا کہ پھنس گیا اپنے دام میں۔

سید پور کے ریلوے اسٹیشن پر اترے تو ایک سرد ترین صبح نے ہمارا استقبال کیا تھا۔ سردی ہڈیوں میں گھسی جا رہی تھی' موٹے لباس ٹرین میں ہی پہن لئے تھے۔ چھوٹا سا پہاڑی اسٹیشن تھا آس پاس کی پہاڑیاں برف میں ڈوبی ہوئی تھیں۔ حسن نے ایک جگہ آگ جلتی دیکھی تو اس طرف بھاگا۔ چائے خانہ تھا۔ چولہے پر چائے کا "سماور" رکھا ہوا

تھا۔ حسن نے قریب جا کر کہا۔

"ربڑ کا پائپ ہے تمہارے پاس؟"

"نہیں صاحب۔" چولہے کے پیچھے بیٹھے معصوم آدمی نے کہا۔

"منگواؤ کہیں سے۔"

"کیا کرنا ہے صاحب؟"

"اس کا ایک سرا سماور سے لگاؤ' دوسرا مجھے دو اور سماور کی ٹونٹی کھول دو۔"

"ایسے آپ کا منہ جل جائے گا صاحب۔" معصوم آدمی نے حیرت سے کہا۔

"تم ایک بہت بڑی چائے دانی بھر کر میز پر پہنچا دو اور دو پیالے' جلدی سے۔" میں نے کہا اور حسن کو لے کر ایک میز پر جا بیٹھا۔

"ارے باپ رے' لگ رہا ہے برف کے پانی میں نہا رہے ہیں۔" حسن کپکپاتا ہوا بولا اور پھر میری طرف دیکھ کر بولا۔ "بھائی فولاد علی تمہیں سردی نہیں لگ رہی؟" میں نے اس کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ کچھ دیر کے بعد ایک ملازم لڑکے نے بڑی سی چائے دانی اور تین پیالے لا کر رکھ دیئے۔ وہ واپس پلٹا تو حسن نے کہا۔

"سنو بچے' دو پیالے چاہئے تھے ہمیں' کیا تمہیں سردی میں دو کے تین نظر آ رہے ہیں؟"

"تیسرا پیالہ میرا ہے۔" ایک آواز ابھری اور ہماری نظریں اس آواز کے مالک کی طرف اٹھ گئیں۔ لمبے چوڑے قد و قامت کا ایک سفید ریش بوڑھا تھا۔ ٹخنوں تک لمبا اوور کوٹ پہنے ہوئے تھا۔ عمر رسیدہ تھا لیکن چہرہ بے حد جاندار تھا۔ اس نے کرسی گھسیٹی اور بیٹھ کر چائے دانی اٹھائی اور تینوں پیالوں میں چائے ڈال لی۔

"ارے یہاں بھیک بھی اس دلیری سے مانگی جاتی ہے' معاف کرنا بابا جی' اس وقت تمہیں۔"

بوڑھے نے چائے کا پیالہ اٹھا کر اس سے ایک گھونٹ لیتے ہوئے مسکرا کر کہا۔ "یہ چائے تو اب تمہارے لئے بیکار ہوگئی' چلو چلو ٹھنڈی ہو جائے گی۔"

"واہ یہ زبردستی دیکھ رہے ہو۔" حسن نے احتجاجی لہجے میں میری جانب دیکھتے ہوئے کہا۔

"حسن........ پلیز........ کوئی بات نہیں........" میں نے کہا اسی وقت چائے خانے کے ملازم لڑکے نے دو پیکٹوں میں مکھن لگے بن لا کر رکھے تو میں نے اسے گھورتے ہوئے

کہا۔

"یہ کس نے منگائے ہیں؟"

"میں نے۔" بوڑھا بولا۔ پھر بن کا ایک پیس اٹھا کر منہ میں رکھتا ہوا بولا۔ "کھاؤ بہت عمدہ بن ہوتے ہیں تمہارے شہر میں نہیں ملیں گے۔"

حسن نے پھر میری طرف دیکھا اور میں نے اسے اشارے سے منع کیا کہ وہ کچھ نہ کہے۔ بوڑھا پھر بولا۔

"میں تمہارے سارے اشارے دیکھ رہا ہوں۔"

"بہت زیادہ اسمارٹ بننے کی کوشش نہ کرو بڑے میاں' ہم تمہیں اچھی طرح جانتے ہیں۔"

"ویری گڈ' کون ہوں میں؟" بوڑھے نے اطمینان سے بن کھاتے ہوئے کہا۔

"مفت خور۔"

"گڈ' تھوڑی سی تشریح کرو گے؟"

"اس طرح دوسروں کے ساتھ کھا پی کر زندگی گزارنے والے کو مفت خور کہتے ہیں۔"

"کیسے پہچانا۔" بوڑھے نے کہا۔

"پہلے ہم بھی یہی کیا کرتے تھے۔"

"مگر میں یہ نہیں کرتا۔"

"اپنی چائے اور ان مکھن لگے بنوں کی ادائیگی تم کرو گے۔"

"بالکل نہیں۔"

"ہم ہی کریں گے نا؟"

"قطعی نہیں۔"

"پھر کون کرے گا۔"

"کوئی بھی نہیں۔"

"میں کوئی ناشائستہ جملہ کہہ دوں گا۔" حسن بلبلا کر بولا۔

"مثلاً یہی نا کہ کیا یہ ہوٹل میرے باپ کا ہے۔"

"فرض کرو۔" حسن بولا۔

"تو میں جواب دوں گا کہ یہ میرے باپ کا نہیں.......... میرا ہے۔"

"کیا.......؟" حسن چونک کر بولا۔ مجھے بھی حیرانی ہوئی تھی' لیکن میں دلچسپی سے ان دونوں کی باتیں سن رہا تھا۔

"ہاں۔" بوڑھے نے کہا اور سروس کرتے ہوئے ویٹر کو انگلی سے اشارہ کر کے اپنے پاس بلایا پھر بولا۔ "شان خان یہ ہوٹل کس کا ہے؟"

"آپ کا مالک۔" ویٹر نے جواب دیا۔

"یعنی اس ہوٹل کا مالک میں ہوں۔"

"جی مالک۔" ویٹر حیرت سے بولا۔

"کہو کیسی رہی؟" حسن خاموش ہوگیا تھا پھر اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اماں تو کوئی ڈھنگ کی چیز منگاؤ۔"

"انڈوں کے آملیٹ بنواؤں؟" بوڑھا بولا۔

"نہیں جناب! آپ کی مہربانی' ویسے آپ اطمینان سے کھایئے' میرے دوست ذرا پرمذاق آدمی ہیں بھلا آپ ایک کپ چائے اور یہ تھوڑی سی چیزیں ہمارے ساتھ کھالیں گے تو ہمارا کیا بگڑے گا۔" بوڑھے نے غور سے مجھے دیکھا پھر بولا۔

"حالانکہ اس بات کو تمہاری چالاکی سے تعبیر کیا جاسکتا تھا لیکن تم چہرے ہی سے سنجیدہ مزاج آدمی معلوم ہوتے ہو' اس لئے میں تمہاری باتوں کو حقیقت سمجھ لیتا ہوں' لیکن تم بھی میری باتوں کو حقیقت سمجھو' یہ میری طرف سے تمہاری پہلی ضیافت ہے' یعنی ناشتا' اور مائی ڈیئر حسن فیروز! اگر تمہیں سخت سردی لگ رہی ہے تو میں یہ اوور کوٹ اتار کر تمہیں دے دیتا ہوں تمہاری ساری سردی دور ہوجائے گی' کیوں ڈیئر گل مراد؟"

ہم دونوں نے چائے کے پیالے نیچے رکھ دیئے اور پھٹی پھٹی آنکھوں سے اس بوڑھے کو دیکھنے لگے تو بوڑھا جلدی سے ہاتھ اٹھا کر بولا۔

"میں کوئی سنسنی نہیں پیدا کرنا چاہتا اور نہ پیدا کر رہا ہوں' میرا نام کارپورل جہانزیب ہے اور میں جانتا ہوں کہ کرنل ہمایوں نے میرے بارے میں تمہیں تمام تفصیلات بتادی ہوں گی' تمہارے استقبال کے لئے آیا تھا۔ چند منٹ لیٹ ہوگیا۔ پھر جب تم اس ہوٹل میں پائے گئے اور مجھے سردی زدہ نظر آئے تو میں تمہارے پاس پہنچ گیا۔ میں نے سوچا کہ پہلے تم لوگ ناشتا وغیرہ کرلو اس کے بعد تم لوگوں کو اپنا تفصیلی تعارف کراؤں گا۔" بات ہی دوسری ہوگئی تھی۔ حسن فیروز خاموش ہوگیا اب یہ الگ بات ہے کہ کارپورل جہانزیب کے بارے میں خود اسے بھی تفصیلات معلوم تھیں اور اس کا اس طرح

مل جانا حیرت انگیز بات نہیں تھی۔ اب مکمل طور پر خاموشی چھا گئی تھی۔ بوڑھا ایک دلچسپ آدمی معلوم ہوتا تھا۔ میں نے اس سے کچھ کہنا چاہا تو وہ ہاتھ اٹھا کر بولا۔

"اور ظاہر ہے یہ بات حیرت کی نہیں ہے' کرنل ہمایوں ایسے ہی دلچسپ طریقہ کار اختیار کرتے ہیں' چلو چھوڑو' کیا رکھا ہے ان باتوں میں چائے پی لو اور اس کے بعد چلتے ہیں۔"

ہم دونوں کی تو بولتی ہی بند ہوگئی تھی۔ چائے سے فراغت کے بعد کارپورل اٹھا' باہر ایک خوبصورت کار موجود تھی جس کے ساتھ ڈرائیور بھی بیٹھا ہوا تھا۔ سردی کی شدت سے مجبور ہو کر اس نے بھی کار کے شیشے بند کئے ہوئے تھے۔ کارپورل نے ہوٹل سے باہر نکلتے ہوئے واقعی بل وغیرہ نہیں دیا تھا۔ تعجب کی بات بھی نہیں تھی۔ مقامی آدمی تھا۔ ہوسکتا ہے اس کے ذرائع آمدنی یہی ہوں۔ کرنل کے طریقہ کار کے بارے میں تو ایک لفظ بھی نہیں کہا جاسکتا تھا کہ کیا انداز ہے اس کا۔ بہرحال ساری باتیں اپنی جگہ' بوڑھے سے مل کر ایک دلچسپ احساس ہوا تھا جس عمارت میں وہ ہمیں لے گیا وہ بھی اپنی طرز کی منفرد تھی...... بوڑھا ایک پرذوق آدمی معلوم ہوتا تھا۔ عمارت کے آگے جھاڑ جھنکاڑ اس طرح اگائے گئے تھے جیسے کوئی پرندے کا گھونسلا ہو۔ گول دروازہ بھی تنکوں سے ڈھکا ہوا تھا۔ بوڑھا جب اندر داخل ہوا تو حسن بولے بغیر نہ رہ سکا۔

"سنیں سنیں چچا جان سنیں' کیا آپ کے پاس پر لگا کر پرواز کرنے کا انتظام بھی ہے۔"

"چاہو گے تو ہو جائے گا بھتیجے' فکر نہ کرو۔"

میں بھی دلچسپی سے یہ عجیب وغریب گھر دیکھ رہا تھا جو اندر سے انتہائی کشادہ اور حسین تھا۔ میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

"لگتا ہے کارپورل' آپ بھی حسن فیروز ہی کے ذوق کے قائل ہیں۔" کارپورل مسکرا کر بولا۔

"دیکھو بیٹے' اس عمر میں نہ تو مجھے کرنل ہمایوں سے کسی تعاون کی ضرورت تھی نہ ہی ان تمام ہنگامہ خیزیوں کی' عموماً میری عمر کے لوگ گوشہ نشین ہو جاتے ہیں' لیکن میں نے ایسا نہیں کیا۔ اصل میں' میں نے سوچا کہ زندگی کے آخری لمحے تک کو اگر دلچسپیوں میں گزارا جائے تو کوئی حرج تو نہیں ہے۔ اس کے علاوہ وطن کے لئے بھی اگر کوئی کام ہو جائے تو برا نہیں ہے۔ کرنل بے حد نفیس انسان ہیں' کسی زمانے میں' میں بھی فوج میں

تھا۔ ویسے ایک بات بتاؤں کارپورل میرا عہدہ نہیں ہے' جب کارپورل تھا تو لوگ مجھے کارپورل کہا کرتے تھے' یہ نام مجھے پسند تھا اور اسی پسندیدگی کی بنا پر میں مستقل کارپورل ہو گیا۔ ویسے میں میجر کے عہدے سے ریٹائر ہوا ہوں۔"

"ویری گڈ۔"

"اب آؤ تمہیں تمہاری رہائش گاہ دکھا دی جائے تاکہ تم سردی کے احساس کو دور کرلو اور ٹرین کے سفر کی تھکن اتار لو۔ میری تم سے ملاقات دوپہر کے کھانے پر ہوگی اگر تم جاگ گئے بلکہ ایسا کرو مجھے بتا کر اپنے بستر میں جاؤ تاکہ میں دوپہر کے کھانے کا انتظام کرلوں اگر رات بھر کی تھکن مکمل طور پر اتارنا چاہو اور شام کو جاگو تو بھی مجھے بتا دو تاکہ دوپہر کے بجٹ میں کچھ کمی کرلی جائے۔"

"چچا ابا ہوٹل میں مکھن لگا بند اور چائے پلا کر ٹرخا رہے ہو' ناشتا نہیں کراؤ گے۔" حسن فیروز نے کہا۔

"بالکل نہیں۔ طبی نقطہ نگاہ سے اس سفر اور سردی کے بعد اگر تم نے ناشتا کرلیا تو پہلی بات تو یہ کہ تمہارا معدہ خراب ہو جائے گا دوسری بات یہ کہ تم دیر تک سوؤ گے۔ دوپہر کا کھانا اگر کھانا ہے تو مجھے بتا کر سو جاؤ' ورنہ جاگو گے تو کھانا نہیں ملے گا۔" مجھے ہنسی آگئی' میں نے کہا۔

"یوں لگ رہا ہے جیسے کرنل ہمایوں سامنے ہوں۔"

"یار' دادا جان نے تو اپنے جیسے ہی پال رکھے ہیں۔" حسن آہستہ سے بولا۔ میں نے اس کی بات کے اثر کو زائل کرنے کے لئے کہا۔

"ہم دوپہر کا کھانا کھائیں گے۔"

"کیا پسند فرمائیں گے؟"

"جو کچھ آپ کو پسند ہو وہ پکا لیجئے۔" میں نے کہا۔

"نہیں نہیں...... میں تو فرائڈ فش' چکن تندوری' روغنی نان' بٹر سلاد اور اور......" حسن جملہ ادھورا چھوڑ کر خاموش ہوگیا۔ کیونکہ کارپورل اسے مسکراتی نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔

"کیوں جی! آپ ایسے ہنس رہے ہیں جیسے میں لطیفہ سنا رہا ہوں۔"

"نہیں' ایسی کوئی بات نہیں' میں صرف اس بات پر ہنس رہا ہوں کہ یہ سب چیزیں تو تمہیں ہر جگہ مہیا ہوں گی اور تم ان سے لطف اندوز ہوتے ہوگے' تمہیں کوئی ایسی منفرد

ڈش کیوں نہ کھلائی جائے جو ان سب سے مختلف ہو۔"

"ہاں' یہ تو ہے' بہرحال مسٹر کارپورل یہ کوئی ایسی اہم بات نہیں ہے۔ آپ ہمارے بزرگ ہیں آپ کی اتنی خدمت ہمارے لئے اعزاز ہے۔ چنانچہ آپ اس کا بالکل فکر نہ کریں۔"

"واقعی کرنل ہمایوں میں یہ صلاحیت موجود ہے کہ وہ ہمیشہ بہترین ہیرو کا انتخاب کرتا ہے اور یقیناً اس انتخاب میں اس سے آج تک کوئی غلطی نہیں ہوئی' بہرحال اب تم دونوں آرام کرو۔ میں ذرا دوسرے کاموں میں مصروف ہوں۔" اس کے بعد کارپورل چلا گیا تھا اور ہم دونوں اپنے اپنے بستروں پر لیٹ گئے تھے۔

کمرے کا ٹمپریچر اتنا لطیف تھا کہ کروٹ بدلنے کو دل نہیں چاہ رہا تھا لیکن کارپورل جہانزیب کرنل ہمایوں سے زیادہ ستم ظریف تھا۔ میری نگاہ گھڑی کی طرف اٹھ گئی جس کی سوئیاں ڈیڑھ بجا رہی تھیں۔ منٹ کی سوئی اپنا سفر طے کر کے بارہ کے ہندسے پر پہنچی ہی تھی کہ اچانک ایک تیز انسانی چیخ لہرائی اور اس کے ساتھ ہی شور کی آوازیں ابھریں۔

"بھاگو بھاگو' بچو آگ لگ گئی' آگ لگ گئی۔" نہ صرف میں بلکہ سوتا ہوا حسن بھی خوف زدہ ہو کر اٹھ گیا اور پھر بدحواسی سے بولا۔

"آگ' آگ لگ گئی' بھاگو۔"

عین اسی وقت کارپورل اندر داخل ہوا اور کھڑکی کی طرف بڑھ کر اس نے ایک بٹن آف کر دیا۔ شور اور آگ کی اطلاع دینے والے کی آواز بند ہو گئی تو کرنل نے کہا۔

"اس گھڑی کا موجد شین ہوپ تھا۔ سوئس باشندہ' یہ گھڑی اور اس کا ریکارڈ اس نے ایسے مہمانوں کے لئے ایجاد کیا جو دیر تک سونے کے عادی ہوتے ہیں اور میزبانوں کی ناک میں دم کر دیتے ہیں لیکن تم یہ نہ سمجھنا کہ میں نے اسے تمہارے لئے یہاں لگایا ہے۔ یہ پہلے سے یہاں موجود تھی لیکن کام اس نے بروقت کیا ہے جو کھانا میں نے تمہارے لئے پکوایا ہے وہ ایک پہاڑی ڈش ہے اگر ایک گھنٹہ بھی لیٹ ہو گئی تو سمجھو اس کا مزا ختم۔ چنانچہ غسل کر کے جلدی سے آجاؤ۔"

"کیا اس شخص سے جلدی نجات حاصل کر لینا مناسب نہیں ہو گا۔" حسن نے غسل سے فارغ ہو کر کہا۔

"کیوں؟"

"یہ دونوں کرنلوں کا مرکب معلوم ہوتا ہے' سخت گیر بھی اور مسخرہ بھی۔"

"مجھے پسند آیا۔"

"تمہیں۔" حسن آنکھیں نکال کر بولا۔

"ہاں' کیوں۔"

"میرا عہدہ ختم ہو گیا ہے کیا۔"

"کون سا عہدہ۔"

"انچارج کا۔"

"نہیں' نہیں انچارج تو تم ہو۔"

"بے وقوف بنا رہے ہو۔" وہ آنکھیں نکال کر بولا۔

"تمہارے پاس بہت وقت ہے حسن' کام کی باتوں کے بجائے ان فضول باتوں میں وقت ضائع کر رہے ہو۔"

"اوکے' اوکے۔" حسن فیروز نے ہاتھ اٹھا کر کہا' لیکن جو ڈش کارپورل نے تیار کی تھی اس نے واقعی ہم دونوں کے منہ بند کر دیئے تھے۔ اس نے جو کہا تھا کر دکھایا تھا۔

کھانے کے بعد اس نے کہا۔ "اس کے باوجود اگر تم ابھی آرام کرنا چاہو تو میں تمہیں وقت دے سکتا ہوں۔"

"اس کی ایک ہی ترکیب ہے۔" حسن نے کہا۔

"ترکیب؟"

"جی۔"

"میں سمجھا نہیں۔"

"آپ ہمیں کوئی خواب آور دوا دے دیں۔ ہم بے ہوش ہو کر سو جائیں گے۔ اس طرح ہمیں آرام مل سکتا ہے' ورنہ......... کرنل جلیبی کے پاس آرام کی گنجائش کہاں ہے۔"

"کرنل کو کب سے جانتے ہو؟" کارپورل نے پوچھا۔

"جب سے پیدا ہوا ہوں۔"

"مگر تم اسے کیا جانو۔"

"کیا مطلب؟" حسن آنکھیں نکال کر بولا۔

"میں تمہاری پیدائش سے پہلے سے اسے جانتا ہوں' اس کے بارے میں جتنی کہانیاں گردش کرتی تھیں' تمہیں اس بارے میں بھلا کیا معلوم ہو گا۔"

"ہاں' سنا ہے بہت عاشق مزاج تھے۔" حسن نے کہا۔

کارپورل مسکرانے لگا تھا پھر اس نے کہا۔

"ہاں بڑا عاشق مزاج' لیکن جانتے ہو اسے عشق کس سے تھا؟ صرف اپنے کام سے' وہ سیماب تھا سیماب' بس اس کی تعریف کے لئے میرے پاس صحیح الفاظ نہیں ہیں۔"

"ایک سوال کروں۔" حسن نے کہا اور کارپورل اسے دیکھنے لگا اس نے کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ حسن نے کہا۔

"یقیناً تمہیں بہترین معاوضہ ملتا ہوگا۔"

"ہاں' بے شک مجھے بہترین معاوضہ ملتا ہے' میں اس کے ساتھ وطن کی محبت سے سرشار ہوں اور یہی میرا معاوضہ ہے۔"

"سبحان اللہ......... سبحان اللہ۔" حسن نے کہا اور پہلی بار میں نے کارپول کا مزاج بدلتے ہوئے دیکھا۔ پھر اس نے سوالیہ نگاہوں سے مجھے دیکھا تو میں جلدی سے بول پڑا۔

"ہم اپنا کام جاننا چاہتے ہیں کارپورل' جہاں تک حسن کے بارے میں کچھ کہا جاسکتا ہے تو صرف یہ کہ اس کی فطرت میں بکواس شامل ہے' یہ بکواس کرتے رہیں گے آپ ان کی بکواس پر دھیان مت دیجئے گا۔" حسن نے آنکھیں بند کرلی تھیں۔

کارپورل ہمیں ساتھ لئے الگ کمرے میں آیا' یہ ایک لمبا سا گلی نما کمرا تھا جس کے سامنے کے حصے میں اسکرین لگی ہوئی تھی اور بالکل عقب میں ایک بڑا پروجیکٹر میز پر رکھا ہوا تھا جس کے پیچھے ایک کرسی پڑی ہوئی تھی۔ سامنے صرف دو سیٹیں لگی ہوئی تھیں جن کا رخ اسکرین کی جانب تھا۔ کارپورل پتھرائے ہوئے لہجے میں بولا۔

"بیٹھو۔" میں اور حسن کرسیوں پر بیٹھ گئے اور کارپورل پروجیکٹر کے پیچھے پہنچ گیا پھر اس کی آواز ابھری۔

"مختصر سی کہانی سنو اور اپنے ذہن میں بٹھالو' وہاں ان پہاڑوں کے مشرقی حصے میں ویسے تو بہت سی بستیاں آباد ہیں' چھوٹی بڑی بستیاں' اب ریاست اور بادشاہت کا تصور تو ختم ہی ہوگیا ہے' بستیوں کے سردار ہی راجہ' بادشاہ' رئیس' جاگیردار' سب کچھ ہوتے ہیں۔ بہت سے قبیلے یہاں آباد ہیں لیکن میں تذکرہ کروں گا عثمانیہ اور بلالیہ کا' یہ دو ایسے عظیم قبیلے ہیں جن کی سرداری پشتوں سے ان کی اولادوں میں منتقل ہو رہی ہے' بلالیہ کا موجودہ سردار فرقان داہا ہے اور عثمانیہ محمود خوارزم کی ملکیت ہے۔ دونوں قبیلے انتہائی طاقتور جنگ جو اور شاندار روایات کے حامل ہیں لیکن پہاڑوں کی بدقسمتی ان پر بھی مسلط

ہے یعنی یہ کہ ان دونوں میں آپس میں دشمنی ہے اور یہ دشمنی پہاڑوں سے روایت کے مطابق خونریزی کی حامل ہے بہرحال موجودہ سرداری میں خوش بختی سے کوئی ایسا دردناک واقعہ نہیں ہوا جو قتل و خونریزی پر مشتمل ہوتا لیکن یہ کام کبھی بھی ہوسکتا ہے اور کسی بھی وقت' محمود خوارزم کا بیٹا عبران خوارزم جوان ہوچکا ہے اور اسی طرح فرقان داہا کا بیٹا فاخر داہا بھی عبران ہی کا ہم عمر ہے' دلچسپ بات یہ ہے کہ محمود خوارزم اور فرقان داہا دونوں زبردست مہم جو ہیں کئی بار مہمات کے درمیان ان کی مڈبھیڑ ہوچکی ہے لیکن شکر ہے کہ دونوں نے سمجھداری سے کام لیا ہے اور کبھی ان کے درمیان خونریز تصادم نہیں ہوا یعنی ابھی تک ان کی آپس کی کوئی جھڑپ نہیں ہوئی ہے لیکن خاندانی روایات اپنی جگہ ہے اور دونوں ایک دوسرے کو دشمن کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ یہ ان لوگوں کا تعارف ہے پہلے میں تمہیں ان کی شکلیں ذہن نشین کرا دوں۔" کارپورل خاموش ہوگیا اور اسکرین روشن ہوگئی' چند لمحات کے بعد پہاڑوں کے حسین مناظر نگاہوں کے سامنے آنے لگے۔ پھر کی ایک پہاڑی نظر آئی جسے شیر کے سر کی شکل میں تراشا گیا تھا عظیم الشان چٹانوں نے اس کے اطراف احاطہ کیا ہوا تھا۔ شیر کے کھلے منہ میں پہاڑوں سے اندر جانے کا راستہ تھا۔ یقینی طور پر یہ انسانی ہاتھوں کی تراش تھی اور پہاڑوں کو اپنی مرضی کی شکل دی گئی تھی۔ میں خود ایک پہاڑی آدمی تھا لیکن میں نے زندگی میں ایسا منظر نہیں دیکھا تھا۔

جو اس وقت اسکرین پر نگاہوں کے سامنے تھا۔ بلاشک و شبہ اس نے ہمیں بہت متاثر کیا تھا۔ کارپورل کی آواز ابھری۔

"یہ عثمانیہ ہے' محمود خوارزم کا شہر' اس کی آبادی اس کی بستی اس کا گاؤں آؤ یہاں سے اندر داخل ہوتے ہیں۔" پھر ایک تصویر اسکرین پر ابھری' ایک شہری جوان کی تصویر تھی بڑی شاندار شخصیت کا مالک۔ کارپورل نے کہا۔

"یہ محمود خوارزم ہے۔ دوسری تصویر ایک اچھے اسمارٹ نوجوان کی تھی۔ کارپورل نے کہا۔

"اور یہ اس کا بیٹا عبران خوارزم۔" پھر ایک اور آبادی دکھائی گئی جو بلالیہ تھی بلالیہ میں فرقان داہا اور فاخر داہا کی تصویریں بھی سامنے آئیں۔ درحقیقت ان پہاڑوں میں ایسی شاندار شخصیتوں کا ہی تصور کیا جاسکتا تھا' پھر کارپورل نے کہا۔

"قرب وجوار کی آبادیوں کی پہاڑی بستیوں کو دیکھ لو یہ سب تمہارے کام کی چیزیں ہیں' میں تمہیں ایک افسوس ناک خبر سنانے جارہا ہوں' مہم جوئی کے دوران محمود خوارزم

کو ایک ایسی شخصیت ملی جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ ایک طلسمی دنیا کی حامل شخصیت تھی اور اس کے پاس کوئی ایسا راز موجود تھا جو بہت ہی سنسنی خیز اور بڑی ہی اہمیت کا حامل ہے۔ یہ بات کسی بھی طرح سامنے نہیں آسکی' جس جس طریقے سے اس بات کو ہم نے معلوم کیا ہے' تم یہ سمجھ لو دوستو کہ شاید کوئی اور کبھی ایسا نہ کرسکتا بہرحال میں نہیں جانتا کہ محمود خوارزم نے اس سلسلے میں آگے کے اقدامات کیا کئے ہیں لیکن جو دوسری بڑی خبر ہے وہ یہ ہے کہ فرقان داہا کو بھی اس شخصیت کے بارے میں تفصیل معلوم ہے بلکہ یہ کہا جائے تو غلط نہیں ہوگا کہ وہ شخصیت ان دونوں کی مشترکہ ملکیت ہے اور دونوں ہی اس شخصیت کے ذریعے کسی ایسی جگہ پہنچنے کے خواہش مند ہیں جو ایک پُراسرار دنیا ہے' کہا یہ جاتا ہے کہ وہ ایک جادونگری ہے اور اس جادونگری میں ان لوگوں کے لئے بہت کچھ ہے مگر سب سے بڑے دکھ کی بات یہ ہے کہ عبران خوارزم اب اس دنیا میں نہیں ہے۔"

"کیا مطلب؟" ہم دونوں چونک پڑے۔

"ہاں' زیادہ عرصہ قبل کی بات نہیں ہے کہ عبران خوارزم جو سیروشکار کا رسیا ہے اور بہت اچھی شخصیت کا مالک' شکار کھیل رہا تھا کہ برفانی طوفان آگیا اور وہ برف کے سمندر میں غرق ہوگیا لیکن اس طرح کہ اس کے بارے میں صحیح طور پر کسی کو پتا نہیں چل سکا ایک سرکاری پارٹی جس میں تین افراد شامل تھے یعنی میں اور میرے دو ساتھی اس سلسلے میں کہیں کسی کام سے گئے ہوئے تھے ہم لوگ' ہیلی کاپٹر سے سفر کررہے تھے اور ہم نے اپنی آنکھوں سے انہیں غرق ہوتے ہوئے دیکھا' بعد میں پتا چل گیا کہ وہ عثمانیہ کا "ولی عہد" تھا تو پھر ہم اس کو نکالنے کی کوششوں میں مصروف ہوگئے' میں ہیلی کاپٹر پائلٹ کررہا تھا میرے دو ساتھی برف کے اس گڑھے میں اترے جہاں ہم نے اپنی نگاہوں سے ان گھوڑے سواروں کو غرق ہوتے ہوئے دیکھا تھا لیکن بدقسمتی نے ان دونوں کو بھی زندگی نہیں ملی اور وہ بے چارے بھی غرق ہوگئے میں واحد آدمی بچ کر آسکا تھا۔ کسی کو یہ پتا نہیں چل سکا کہ عبران اس طرح گم ہوگیا ہے' دوستو! یہ راز میں اپنے سینے میں اس لئے چھپائے ہوئے تھا کہ میں بھی اس سلسلے میں جواب دہ قرار پاسکتا تھا لیکن مجھے نہیں معلوم تھا کہ وقت فوراً ہی مجھ سے یہ داستان معلوم کرلے گا' یہ میں نے کرنل ہی کو بتایا ہے اور کرنل نے مجھے اس سلسلے میں خاموش رہنے کا اشارہ کیا ہے۔"

"معاف کرنا کارپورل' ابھی تم نے تین سرکاری آدمی کہا کیا تم اب بھی سرکاری

ملازمت میں ہو۔" حسن فیروز نے سوال کیا' کچھ لمحوں کے بعد کارپورل کی آواز ابھری۔

"کچھ باتیں صیغہ راز میں رہنے کے لئے ہوتی ہیں اور ان کے بارے میں کسی کو بتایا نہیں جاتا' مجھے یقین ہے کہ جن باتوں کی وضاحت میں خود نہ کروں تم مجھ سے ان کے بارے میں نہیں پوچھو گے بہرحال کہانی صرف اتنی تھی جو سنانا مقصود تھی' اب آگے کے بارے میں تفصیلات سنو اور فیصلہ کرکے مجھے بتاؤ کہ مجھے کیا کرنا ہے کیونکہ کرنل کی ہدایت یہاں ختم ہوجاتی ہے آخری ہدایت یہ ہے کہ میں اس مہم کے معاملات میں تم سے تعاون کروں' کیا تم مجھے اپنا منصوبہ سنانے کی اجازت دوگے۔"

"آپ سنایئے کارپورل۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔

"چونکہ عبران خوارزم کے بارے میں ابھی اس کے باپ کو بھی یہ بات معلوم نہیں ہے کہ وہ اب اس دنیا میں نہیں ہے اصل میں عبران خوارزم اپنے باپ کی ہی مانند ایک آوارہ گرد مہم جو ہے یا تھا اکثر کئی کئی مہینوں تک وہ ان آبادیوں اور پہاڑیوں میں بھٹکتا رہتا تھا اس لئے محمود خوارزم کو ابھی تک اس بات کا شبہ نہیں ہوسکا کہ اس کا بیٹا اس دنیا میں نہیں ہے' میری رائے ہے کہ تم گل مراد عبران خوارزم کی جگہ لے لو تم اس کی زبان سے بھی واقف ہو اور حالات سے بھی واقف ہوچکے ہو' ایسی شکل میں تم عبران خوارزم کی جگہ لے کر وہاں اپنا ایک مقام بنا سکتے ہو اور اس کے بعد یہ بھی تمہارے شانوں پر ذمے داری عائد کی جاتی ہے کہ ان دونوں قبیلوں کو یکجان کرو اور ان کی دشمنی ختم کراؤ پھر اس کے بعد وہ مہم ترتیب دو جس میں تم لوگ آزادی سے شریک ہوسکو' کیا سمجھے' یہ ہے پورا کھیل' تمہیں اس مہم کو ترتیب دینے کے بعد وہ سارے کام سرانجام دینے ہیں جو اس سلسلے میں اہمیت کے حامل ہیں۔"

"ہاں' لیکن ہمارے چہرے؟"

"حسن فیروز کے لئے چہرہ بدلنا ضروری نہیں ہے کیونکہ عبران خوارزم کے بے شمار دوست ہیں جن کی شناخت ضروری نہیں ہوتی' جہاں تک تمہارا تعلق ہے گل مراد تمہیں عبران خوارزم کا میک اپ کرایا جائے گا اور اس دوران عثمانیہ کے حالات تمہارا جن شخصیتوں سے واسطہ ہے ان کا تعارف اور شناسائی تمہاری ایک باقاعدہ تربیت کی جائے گی تمہیں اس وقت اس لمحے یہ جواب دینا ہے کہ کیا تم اس تمام کام کے لئے تیار ہو؟"

"میں تمام کاموں کے لئے تیار ہوکر ہی یہاں پہنچا تھا کارپورل۔" میں نے جواب دیا اور اس کے فوراً بعد ہی روشنی پھیل گئی۔ گویا کارپورل کا کام ختم ہوگیا تھا۔ اپنی رہائش گاہ

میں پہنچ کر حسن نے کہا۔

"ہماری ملاقات کو کتنا عرصہ ہو گیا۔"

میں نے چونک کر حسن کو دیکھا اور کہا۔

"کیوں پوچھنا چاہتے ہو؟"

"نہیں بس میں سوچ رہا ہوں کہ دو اچھے آدمیوں کو بہت جلد ایک دوسرے سے جدا کر دیا گیا۔" میں نے مسکراتی نگاہوں سے حسن کو دیکھا اور کہا۔

"کون ہیں وہ دو اچھے آدمی۔"

"ایک تم اور ایک میں۔"

"تمہارے اندر کیا اچھائی ہے؟"

"بہت سی خوبیوں کا مالک ہوں میں۔"

"ہو گے۔"

"خیر اب تو میرا خیال ہے کہ تم سے ملاقات بھی ممکن نہیں ہو گی' اس لئے خدا حافظ۔"

"خدا حافظ۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

حسن کے بارے میں مجھے اچھی طرح معلوم ہے کہ وہ کہاں جائے گا' یہی کہتا رہا تھا اکثر کہ میرا اور اس کا ساتھ مختصر ہوتا جا رہا ہے۔ میں نے اس بات پر کسی تردد کا اظہار نہیں کیا تھا بلکہ نہایت سنجیدگی سے اسے یہی مشورہ دیا تھا کہ وہ میرے ساتھ اپنی زندگی ضائع نہ کرے اور وہ بھی سنجیدگی سے مجھے اپنے مستقبل کے پروگرام بتاتا رہا تھا لیکن جب میں تربیت مکمل کر چکا' عثمانیہ' بلالیہ اور ان تمام پہاڑی بستیوں کے بارے میں ان شکار گاہوں کے بارے میں جو اطراف میں پھیلی ہوئی تھیں۔ محمود خوارزم کے بارے میں' اپنی ماں' بہن' باجی سب کے بارے میں جان چکا تو کارپورل نے مجھ سے کہا کہ میں اپنی مہم کا آغاز کر دوں' تیاریاں مکمل ہو چکی تھیں اور میں صحیح معنوں میں اب عبران خوارزم تھا۔ عبران' ایک شاندار شخصیت کا مالک تھا اور میں اس کا اصل روپ بن چکا تھا' مجھے لگتا تھا جیسے واقعی میں عبران ہی ہوں اور میرا خاندان بدل چکا ہے۔ میری دنیا بدل چکی ہے۔ اس طرح یہ شخصیت مجھ پر مسلط ہو گئی تھی کہ اب میں اس کا دوسرا روپ نہیں بلکہ پہلا ہی روپ تھا۔ جب میں نے عثمانیہ کی جانب قدم بڑھائے اور خاصا فاصلہ طے کرنے کے بعد اپنا پہلا قیام برگد کے ایک قدیم درخت کے نیچے کیا تو درخت کے عقب سے سفید رنگ کا

ایک طاقتور گھوڑا اپنے سوار سمیت میرے سامنے آ گیا اور اس کے سوار کو دیکھ کر مجھے ہنسی آ گئی۔ حسن تھا' مقامی لباس میں تھا اور اس کا منہ بنا ہوا تھا۔ مجھے ہنستے دیکھ کر دانت نکال کر بولا۔

"کیوں' زیادہ خوش ہو گیا؟"

"تمہارے حلیے پر ہنس رہا ہوں۔"

"میں تم سے رخصت ہونے آیا ہوں۔"

"رخصت تو ہم وہیں ہو لئے تھے۔" میں نے کہا اور وہ بولا۔

"زیادہ بکواس کرنا اچھی بات نہیں ہوتی' سمجھے۔"

"یار تم پاگل ہو حسن' جب سے تم نے اس مہم سے علیحدگی کے لئے کہا مجھ سے میں نے ایک لمحے کے لئے بھی نہیں سوچا کہ تم مجھ سے علیحدہ رہ سکتے ہو۔ میں تو حیران تھا کہ تم ابھی تک نظر کیوں نہیں آئے اور مجھے اس بات کا بھی یقین تھا کہ تم مجھے سرپرائز دو گے۔"

"بہت زیادہ چالاک بنتے ہو نا' میں واقعی جا رہا ہوں۔"

"بھول جاؤ حسن' تم نہیں جاؤ گے سمجھے' ویسے دیکھ رہے ہو یار جنگل کے یہ جانور ہمیں للکار رہے ہیں۔ ہرن ہمارے سامنے قلانچیں بھرتے ہوئے نکل جاتے ہیں اب تم بتاؤ ان ننھے منے ہرنوں پر کیا گولی چلائی جائے؟" حسن نے کوئی جواب نہیں دیا۔ برگد کے چوڑے تنے والے درخت کے پیچھے گیا اور ایک ذبح کئے ہوئے ہرن کو لا کر میرے سامنے ڈال دیا۔

"ارے ارے......... ارے۔ تم ایک معصوم زندگی لے چکے ہو۔"

"بھوک لگ رہی ہے مجھے اور میری کھوپڑی کے پھوڑے میں تکلیف بڑھتی جا رہی ہے' میں انچارج ہوں اور تم میری مرضی کے بغیر ایک قدم بھی نہیں اٹھا سکتے۔ چلو اس کی کھال اتارو اور اسے بھونو۔"

"یس سر۔" میں نے جواب دیا۔

ہرن کی بھنی ہوئی ران کو حسن اس طرح دانتوں سے ادھیڑ رہا تھا جیسے میری گردن چبا رہا ہو۔ کھانے سے فراغت حاصل کرنے کے بعد اس نے کہا۔

"کیا تمہیں یقین ہے کہ محمود خوارزم تمہیں اپنا بیٹا تسلیم کر لے گا؟"

"ہاں۔" میں نے مختصراً کہا۔

"بہت زیادہ اعتماد ہے خود پر؟"

"ہاں۔" میں پھر اسی انداز میں بولا۔

"اب میرا کیا ہوگا؟"

"اس بارے میں تو کارپول پہلے ہی کہہ چکا ہے کہ عبران کے دوستوں کے لئے کوئی مشکل نہیں وہ بدلتے رہتے ہیں۔"

"اور دھنائی ہوگئی تو؟"

"نہیں ہوگی یار۔"

"پہاڑی لوگ ہیں وہ۔ گولی کی زبان میں بات کرتے ہیں۔"

"میں بھی پہاڑی ہوں۔"

"لعنت ہے یار' دادا جان نے کبھی ہمارے ساتھ انصاف کا سلوک نہیں کیا۔" حسن نے ہتھیار ڈالتے ہوئے کہا۔

میں خود بھی متجسس تھا' اعتماد تو بہت تھا خود پر' جو بریفنگ دی گئی تھی اس سے بھی غیر مطمئن نہیں تھا لیکن انسان بہرحال انسان ہوتا ہے کسی بھی جگہ دھوکا کھا سکتا تھا۔ تاہم اپنے آپ کو مکمل طور پر مطمئن کرلیا تھا میں نے۔ پروجیکٹر کی فلموں کے ذریعے عبران خوارزم کے بارے میں بھی تھوڑا بہت بتایا گیا تھا۔ اس کی چستی' چالاکی' پھرتی اور مستعدی میں دیکھ چکا تھا۔ چنانچہ جب ہم دونوں شیر کے منہ میں داخل ہوئے تو میں نے کسی چیز سے اجنبیت کا اظہار نہیں کیا تھا۔ البتہ چاروں طرف سے جھک جھک کر سلام کرنے والے مجھے راستہ بتا رہے تھے۔ پہاڑ کے پتھروں سے بنی ہوئی عظیم الشان حویلی کے صدر دروازے سے اندر داخل ہوا تو ایک توانا بوڑھے نے میرا استقبال کیا' گھوڑے کی لگامیں پکڑیں اور چوڑا ہاتھ آگے پھیلادیا۔ یہ ہدف خان تھا۔ میرا اتالیق' میرا استاد' میرا بچپن سے ٹرینر۔ میں نے اس کی ہتھیلی پر اپنا ہاتھ رکھا اور نیچے اتر آیا۔ اس کی طاقت بے مثال تھی' میرے پورے بدن کو اس نے اپنے ایک ہاتھ پر برداشت کیا تھا' نیچے اترنے کے بعد میں نے ہدف خان کا سینہ چوما اور ہدف خان نے بڑی بڑی آنکھوں سے مجھے گھورتے ہوئے کہا۔

"سرکشی بہت بری چیز ہوتی ہے۔ تم حد سے زیادہ بگڑتے جارہے ہو۔ باپ بننے کے بعد اگر تم نے باپ کے جذبے کو محسوس کیا تو اس باپ کو کیا حاصل ہوگا جس نے تمہاری پرورش کے لئے اپنی عمر صرف کردی۔ کتنے عرصے کے بعد واپس آئے ہو۔ کیا تم نے اس

دوران نہیں سوچا کہ محمود خوارزم کے دل پر کیا گزر رہی ہوگی۔ جاؤ اسے جاکر سلام کرو' مضمحل نظر آتا ہے۔"

میں نے گردن خم کی اور حسن کے ساتھ آگے بڑھ گیا۔ حسن نے کہا۔

"یار کیا چیز تھی یہ؟"

"ہدف خان۔"

"تم کیسے جانتے ہو؟"

"اس پُراسرار آدمی نے یہاں کی ایک ایک شخصیت سے مجھے روشناس کرا دیا ہے۔ وہ جو بنیادی حیثیت رکھتے ہیں۔" حسن کو مہمان خانے میں ٹھہرا کر میں اندر داخل ہوا۔ محمود خوارزم کے پاس پہنچا' بہت اچھی شخصیت تھی اس کی لیکن کچھ مضمحل نظر آرہا تھا۔ سلام دعا کے بعد بولا۔

"بچے جب جوان ہوجاتے ہیں تو ماں باپ ان سے مرعوب ہوجاتے ہیں' حالانکہ وہ ننھا سا وجود جو پہلی بار ماں باپ کے سینے سے لپٹتا ہے' اس قدر بے بس ہوتا ہے کہ سینے پر ہلکا سا دباؤ بھی نہیں برداشت کرسکتا۔ ماں باپ اسے پھول کی طرح پروان چڑھاتے ہیں اور جب وہ درخت بن جاتا ہے تو انہی سے روگردانی کرنے لگتا ہے' یہی کہوں گا کہ خوش رہو۔ یہ نہیں کہوں گا کہ مجھے بھی خوش رکھو۔"

"مجھے کچھ زیادہ دن ہوگئے بابا صاحب۔" میں نے کہا اور محمود خوارزم نے کوئی جواب نہیں دیا۔

"اگر یہ وعدہ کروں کہ آئندہ ایسے نہیں ہوگا تو معافی پا سکوں گا؟" میرا لہجہ انتہائی نرم اور عاجزانہ تھا۔ محمود خوارزم نے پلٹ کر مجھے دیکھا اور دونوں ہاتھ پھیلائے اور میں اس کے سینے سے جالگا۔

کتنے دکھ کی بات تھی کہ اس باپ کا بیٹا اب اس دنیا میں نہیں تھا۔ ساری آرزوئیں خاک میں مل جائیں گی اس کی۔ دکھ کے سمندر میں ڈوب جائے گا لیکن یہ سوچنا میرا کام نہیں تھا۔ اس نے کہا۔

"دن بہت ہوگئے' ہمارے دشمن بھی ہم سے زیادہ فاصلے پر نہیں ہیں اس لئے تردد ہوتا ہے۔ اتنے دن کے لئے نہ جایا کرو۔"

"وعدہ۔" اور صورت حال ہموار ہوگئی اس نے میری پیشانی چومی' پھر سبھی سے مجھے یہ معذرت آمیز رویہ اختیار کرنا پڑا تھا اور آخر کار یہاں کی فضا بحال ہوگئی تھی۔ حسن

پر ہنسی آ رہی تھی جو صرف ایک مہمان تھا لیکن اس مہمان کی دلجوئی کرنا میں نے ضروری سمجھا تھا کیونکہ کہیں بھی کھیل بگاڑ سکتا تھا۔ پتا نہیں ساری دنیا میں ایسا ہوتا ہے یا نہیں، لیکن کم از کم اپنے معاشرے میں، اپنے ماحول میں، بہن، بھائی، باپ اور جتنے قرب و جوار کے رشتے ہوتے ہیں ان کا انداز ایک ہی ہوتا ہے اور یہی انداز اس پہاڑی آبادی میں بھی تھا۔ میں بالکل اندازہ نہیں لگا سکا تھا کہ وہ پُراسرار وجود جس کا تذکرہ کیا جا چکا ہے کہاں ہے۔ محمود خوارزم نے بھی اس سلسلے میں ایک لفظ مجھ سے نہیں کہا تھا۔ البتہ مجھے ساری صورت حال معلوم ہوگئی تھی۔

حسن تو ویسے بھی کمال کی چیز تھا۔ کہیں بھی کسی ماحول میں ہوتا، اپنے لئے ایک جگہ بنا لیتا۔ پہاڑیوں کے بارے میں، میں نے یہ بتا دیا تھا کہ یہاں ذرا ریت رواج مختلف قسم کے ہوتے ہیں اور کم از کم خواتین کے سلسلے میں محتاط رہنا ضروری ہوتا ہے۔ اس نے کچھ ملازموں سے ساز باز کرلی تھی اور اس کا کام چل رہا تھا۔ چھ دن ہوگئے تھے یہاں آئے ہوئے، ساری معلومات حاصل کرلی تھی۔ محمود خوارزم نے خود ہی کہا۔

"اب میں تمہیں عورتوں کی طرح قید بھی نہیں رکھنا چاہتا، بس میں نے تو تم سے صرف اتنا کہا ہے کہ طویل عرصے میری نگاہوں سے اوجھل نہ رہا کرو، سیر و سیاحت اور شکار کے لئے بھی جاؤ تو تھوڑے عرصے کے بعد واپس آجایا کرو، مردوں کی شان یہی ہے کہ گھوڑے کی پشت پر زندگی گزاریں، گھروں میں عورتوں کی طرح بیٹھ کر ان کی صلاحیتیں متاثر ہوتی ہیں جو میں نہیں چاہتا، جاؤ سیر و شکار کے لئے جاؤ لیکن تھوڑے دن باہر گزارنے کے بعد واپسی بڑی ضروری ہے، کیا سمجھے۔"

"جی بابا صاحب۔" میں نے گردن خم کر کے کہا۔

"خوش ہونا میری اس اجازت سے؟"

"جی۔"

"پھر جاؤ، خدا تمہیں ہمیشہ خوش رکھے۔"

ایک عجیب سا احساس ہوا، بہت ہی عجیب سا احساس، یہ میرا باپ نہیں تھا لیکن باپ بھی کوئی چیز ہوتی ہے۔ فضل خان کی موت کے بعد میں نے نہ جانے اس بارے میں سوچا تھا یا نہیں بات کچھ عجیب سی ہی تھی۔ فضل خان، میرا باپ بہت اچھا انسان تھا۔ بڑا نرم خو اور محبت کرنے والا، اس نے کبھی مجھے برا بھلا نہیں کہا تھا۔ محبت سے میرے ساتھ پیش آتا، سخت گوئی کی عادت ہی نہیں تھی اس میں اور نہ جانے کیوں مجھے یوں محسوس ہوتا تھا

جیسے میرے وجود میں کوئی تشنگی باقی رہ گئی ہے۔ بہرحال یہاں آنے کے بعد مجھے عثمانیہ اور بلالیہ کے بارے میں مکمل معلومات حاصل ہوئی تھیں۔ ان کا ذریعہ ملازمین تھے۔ خود حسن نے بھی اس بارے میں بہت سی معلومات حاصل کرلی تھیں۔

اس بار جب عبران خوارزم شکار کے لئے نکلا تو اس کے ساتھ صرف ایک ہی فرد تھا یعنی حسن۔ کسی اور نے تو کوئی اعتراض نہیں کیا، ہدف خان چونکہ میرا اتالیق تھا، استاد کی شان ہی الگ ہوتی ہے۔ کڑی نگاہوں سے مجھے دیکھ کر بولا۔

"کیوں......... کیا بات ہے، کیا اس بار تمہارے دوستوں نے تمہارا ساتھ چھوڑ دیا ہے۔"

"نہیں خان! میرا یہ دوست میرے ساتھ ہے تو سہی۔ یہ بڑی شخصیت کا مالک ہے۔"

"جنگل کے جانور کسی سے تعارف نہیں حاصل کرتے۔"

"میں اپنا تعارف خود ان سے کرا دیتا ہوں۔" میں نے پُرغرور لہجے میں اس سے کہا اور ہدف خان مجھے دیکھنے لگا، پھر بولا

"سنو! بہت زیادہ ذہین بننے کی کوشش نہ کیا کرو، میں خود بھی تمہارے ساتھ چلتا ہوں۔"

"نہیں بابا خان......... میں یہ بات پسند نہیں کروں گا۔" ہدف خان نے خونی نگاہوں سے مجھے دیکھا اور بولا۔

"جانتے ہو، جب میں کوئی فیصلہ کرلیتا ہوں تو اس میں ترمیم کی گنجائش نہیں ہوتی، جاؤ اپنے باپ سے یہ بات پوچھ لو۔ ہدف خان کو منع کر رہے ہو۔ مجھے جانا ہے تمہارے ساتھ۔"

ہدف خان کو کوئی روک نہیں سکا تھا اور وہ ہمارے ساتھ چل پڑا تھا۔ ایک شاندار لباس میں ملبوس۔ ہم دونوں سے کہیں زیادہ شاندار شخصیت کا مالک نظر آتا تھا وہ۔ حسن نے منہ بنایا تھا، لیکن عثمانیہ کی آبادی سے کافی دور نکلنے کے بعد حسن نے کہا تھا۔

"بڑے میاں کھسک گئے ہیں اپنی جگہ سے۔"

"یار واقعی بڑا ٹیڑھا معاملہ ہے یہ تو۔ کیا کیا جائے۔"

"چکر......... چکر چکر......... کاش تمہاری کھوپڑی میں بھی پھوڑا ہوتا۔"

"کیا چکر دو گے؟"

"جنگل بہت وسیع ہے اور خان صاحب کو کہیں بھی چکر میں پھنسایا جاسکتا ہے۔"

"کیسے؟"

"اے انچارج سے بات کرو سب ٹھیک کر دیں گے۔" حسن نے کہا اور میں نے اسے مسکراتے ہوئے دیکھا پھر بولا۔

"واقعی' اس شخص کی موجودگی ہمارا کام خراب کردے گی۔"

"چلو ٹھیک ہے' دیکھیں گے کسی مناسب جگہ۔"

اور اس کے بعد ہمیں اس منصوبے پر عمل کے لئے مناسب لمحات کی تلاش ہوگئی' ہم لوگ آگے بڑھتے رہے۔ جب میں نے بائیں سمت گھوڑا ڈالا تو ہدف خان نے ہاتھ بڑھا کر مجھے روک دیا اور بولا۔

"نہیں اسی لئے تو کہتا ہوں کہ عقل بڑی چیز ہوتی ہے اور ایک عاقل کا ساتھ ہزاروں مشکلوں سے بچالیتا ہے۔"

"کیا مطلب.........؟"

"تم وہ کرنے جارہے ہو جس کی صدیوں سے مناہی ہے۔"

"میں پھر پوچھوں گا کہ کیا مطلب؟"

"بے وقوف لڑکے اس طرف بلالیہ ہے۔ پہاڑوں کی دیوار سرحد کا کام دیتی ہے اور یہ معاہدہ ہے کہ اس دیوار کے قریب کسی کو نہ دیکھا جائے' کیا سمجھے؟"

"ہاں' یہ تو میں جانتا ہوں لیکن ہم ادھر تو نہیں جارہے۔"

"اس دیوار کے قریب سے گزرنا بھی غلط ہوگا یہ بھی معاہدہ کا ایک حصہ ہے۔"

"تعجب کی بات ہے بابا خان' آخر اس کا انجام کیا ہوگا؟"

"تمہیں حقیقت معلوم ہے۔ یہ بات تم اچھی طرح جانتے ہو عثمانیہ اور بلالیہ کی دشمنی مثالی حیثیت کی حامل ہے اور اس دشمنی کی گواہی قرب وجوار کے سارے قبیلے دیتے ہیں اور یہ بات بھی تم جانتے ہو کہ صدیوں کی اس دشمنی نے ان خاندانوں کے لاتعداد کڑیل جوان موت کی نیند سلا دیئے ہیں' کھیت کھلیان' ہرے بھرے باغ راکھ کے ڈھیر بنتے رہے ہیں' بستیاں اجاڑ دی گئی ہیں۔ دونوں قبیلوں میں سے کبھی کسی نے اس دشمنی میں کمی کرنے کی کوشش نہیں کی' یہ سلسلہ صدیوں سے جاری ہے اور نہ جانے کتنی صدیوں تک جاری رہے گا۔"

"ایک بات بتاؤ بابا خان۔"

"پوچھو۔"

"پرانا دور جاہلیت کا دور کہلاتا تھا اور جہالت جتنے بھی الیے جنم دے کم ہے۔ میں تم سے کہتا ہوں بابا خان کہ بے گناہوں کی زندگی لینا کون سا اچھا کام ہے۔"

"سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ دشمنی کے اس خاتمے کا آغاز کون کرے۔" ہدف خان نے کہا۔

"آغاز تو جب کیا جائے نا بابا خان' جب اجازت ملے۔ میں اگر بستی کا سردار بنا تو سب سے پہلا کام یہی کروں گا۔"

"پوری بستی تمہارے خلاف ہوجائے گی۔ بستی والے بہت اچھے لوگ ہیں لیکن یہ بات کہی جاتی ہے کہ زندگی میں ایک مکھی نہ ماری جائے لیکن دونوں قبیلے کے لوگ ایک دوسرے کو برداشت نہ کریں' کیا سمجھے۔ بات اصل میں یہ ہے کہ وہ لوگ ہم سے واقف ہیں۔ بلالیہ والے جانتے ہیں کہ مستقبل میں ان کا دشمن عمران خوارزم ہے اور عثمانیہ والے جانتے ہیں کہ فاخر داہا ان کا سب سے بڑا مدمقابل ہے۔ مستقبل کے ہونے والے سردار' ان دونوں میں سے کوئی کسی کو مار لے تو یوں سمجھ لو کہ دوسرا قبیلہ اس کے قبضے میں آجائے۔ آج تک سردار' سردار کو نہیں مار سکا۔"

"مارنا بھی نہیں چاہیے۔" میں نے کہا۔

ہم لوگوں نے وہ راستہ تبدیل کرلیا' سامنے کے علاقے بنجر پہاڑوں پر مشتمل تھے۔ تھوڑے فاصلے پر ترگان قبیلے کا علاقہ تھا لیکن یہاں شکار کھیلنا ایک پہاڑی سردار کی شان کے خلاف تھا کیونکہ اس علاقے میں چیتل' سانبھر یا چھوٹی نسل کے ہرن پائے جاتے تھے۔ درندوں میں زیادہ سے زیادہ نظر آئے تو چھوٹی نسل کے ریچھ نظر آجاتے تھے جن کی نظر ویسے ہی کمزور ہوتی ہے' جنہیں شکار کرنا سب سے آسان کام تھا' کیونکہ ان بے چاروں کو کم نظر آتا تھا اور اکثر وہ منہ اٹھائے بندوق کی سیدھ میں آجاتے تھے۔ کسی مرے ہوئے کو مارنا کم از کم ایک بڑے قبیلے کے سردار کی شان کے خلاف تھا۔ بہرحال میں اور حسن تو مسئلہ ہی دوسرا لے کر آئے تھے چنانچہ ایک جگہ موقع پاکر ہم نے سب سے پہلے یوں کیا کہ رات کی تاریکی میں ہدف خان کے گھوڑے کو کھول دیا اور اسے دو چابک لگادیئے۔ کم از کم ہدف خان اب فوری طور پر گھوڑے پر سوار ہوکر ہمارا تعاقب نہیں کرسکتا تھا اور اس کے بعد ہم نے اپنے گھوڑے سنبھالے اور ایڑھ لگا دی۔ گھوڑوں کو ان کی مرضی پر چھوڑ دیا گیا تھا۔ رات کا وقت تھا اور ہم لوگ برق رفتاری سے اپنے گھوڑے دوڑا رہے تھے۔

پھر اچانک ہی حسن نے مجھے مخاطب کیا۔

"او بھائی میرے پیارے بھائی' او پہاڑی جانور' منہ اٹھائے دوڑا جارہا ہے۔ یقین کر ابھی میں نے ان جھاڑیوں میں شیر دیکھا ہے گھوڑے نے بھی اچانک ہی رفتار سست کر دی ہے اور میں نے تجھے آواز دی ہے۔"

"کن جھاڑیوں میں؟" میں نے سوال کیا۔ مہارت خان نے ایک بار میرے بارے میں کہا تھا کہ میں ایک نرم دل شیر ہوں کسی کو نقصان نہیں پہنچاتا' لیکن اگر پہنچانے پر آؤں تو میری تباہ کاری دیکھنے کے قابل ہوں گی۔ میں اسی موڈ میں آگیا تھا۔ میں نے رائفل سیدھی کی اور چوکنے انداز میں جھاڑیوں کا جائزہ لیتا ہوا آگے بڑھنے لگا پھر تھوڑا سا فاصلہ میں نے طے کیا تھا کہ میری نگاہ اس نیل گائے پر پڑی جس کی گردن شیر کے دانتوں کی گرفت میں آکر شدید زخمی ہوگئی تھی۔ اندازہ یہ ہو رہا تھا کہ اس نیل گائے کو چند لمحے قبل ہی شکار کیا گیا ہے اور ابھی وہ زندگی سے دور نہیں ہوئی ہے۔ ہم لوگ زیادہ تجربے کار تو نہیں تھے لیکن جو داستانیں ہم نے سنی تھیں وہ بڑی سنگین تھیں۔ یہ ہوسکتا ہے کہ جو شیر حسن نے دیکھا ہے اسی نے یہ نیل گائے شکار کی ہے اسے کھا رہا تھا کہ ہم لوگوں کو موجود پاکر ہوشیار ہوگیا' حسن کی سہمی سہمی آواز ابھری۔

"میری آخری خواہش تم سن لو اور اپنی آخری خواہش مجھے بتا دو۔ اگر ہم دونوں میں سے کوئی زندہ بچ گیا تو کم از کم ایک دوسرے کے لئے کام تو کرسکے گا اور اگر دونوں ہی نہ بچے تو پھر دیکھا جائے گا۔ ہم کسی درندے سے کوئی درخواست نہیں کرسکتے کہ وہ ہماری آخری خواہش پوری کردے۔"

"کیا بکواس کر رہے ہو؟"

"او میاں شادی نہیں کی مگر باراتیں تو دیکھی ہیں' تمہیں پتا ہے کہ اگر کوئی وحشی درندہ اپنا شکار چھوڑ دے تو کتنا خونخوار ہوجاتا ہے بھاگ لے پیارے بھائی یہاں سے بھاگ لے ورنہ۔"

لیکن میں آپ کو بتا چکا ہوں کہ میری اپنی فطرت میں بھی ایک وحشی پن تھا' جس کی نشاندہی بارہا ہوچکی تھی۔ یہ الگ بات ہے کہ حاجی سراج کو دیکھ کر یہ وحشت ختم ہوجاتی تھی۔ میں گھوڑے سے اتر گیا اور حسن پھر چیخا۔

"مارا جائے گا دیکھ' میں کہتا ہوں مارا جائے گا۔ یہ........"

لیکن میں نے اس کی پوری بات نہیں سنی اور نیل گائے کے قریب پہنچ گیا۔ نیل

گائے کے آس پاس پورا خون کا دریا بہہ رہا تھا' میں نے شیر کے پنجوں کے نشانات بھی دیکھے جو ایک سمت دور تک چلے گئے تھے۔ نیل گائے کا نرخرہ بری طرح ادھڑا ہوا تھا اور اس میں سے خون کی دھاریں بہہ رہی تھیں۔ میں نے بندوق سنبھال لی تھی اور پھر خون آلود پنجوں کے نشانات دیکھتا ہوا آگے بڑھنے لگا۔ حسن اپنے گھوڑے سے نیچے نہیں اترا تھا اور رائفل لئے سہمی ہوئی نگاہوں سے چاروں طرف دیکھ رہا تھا۔ میں جانتا تھا کہ یہ دیوانگی ہے لیکن دیوانگی کا نام ہی تو جوانی ہوتا ہے۔ شیر کے پنجوں کے نشانات پر میں آگے بڑھتا رہا۔ میری نگاہیں بھی چاروں طرف کا جائزہ لے رہی تھیں۔ جھاڑیاں ساکت تھیں اور صورت حال خاصی پُراسرار نظر آرہی تھی۔ پھر اچانک ہی میرے گھوڑے نے مجھے احساس دلایا کہ کوئی گڑبڑ ہے اور میں نے اس طرف دیکھ لیا۔ بڑی نسل کا بڑا شیر تھا یعنی ببر شیر جس کی گردن پر بالوں کے انبار ہوتے ہیں۔ اس کی آنکھوں میں آگ چمک رہی تھی۔ وہ آہستہ آہستہ پاؤں دبائے آگے بڑھ رہا تھا اور جنگل کے ہیبت ناک سناٹے میں کوئی آواز نہیں سنائی دے رہی تھی۔ میں زمین پر تھا اور میرا گھوڑا مجھ سے پیچھے۔ میں نے رائفل سنبھال لی' فاصلہ بہت کم تھا اور مجھے ایک لمحے کے اندر یہ احساس ہو رہا تھا کہ اب کام کرلینا چاہئے۔ چنانچہ میں نے فائر کردیا۔ شیر کی ہیبت ناک غراہٹ بلند ہوئی وہ فضا میں کئی فٹ اوپر اچھلا اور میں نے دوسرا فائر کردیا۔

دوسرے فائر میں شاید کچھ ہوا تھا اور شیر پلٹ کر بھاگا تھا۔ میں اس وقت بالکل دیوانہ معلوم ہو رہا تھا۔ حسن فیروز کیا اس وقت میری ماں بھی ہوتی تو شاید مجھے نہ روک پاتی' دوڑتا ہوا میں آگے بڑھا تو مجھے خون اگلتی ہوئی ایک چیز نظر آئی اور یہ ایک انتہائی دلچسپ چیز تھی۔ آپ تصور کرسکتے ہیں کہ یہ کیا تھا۔ یہ شیر کی لمبی دم تھی۔ میری گولی نے اس کی دم اڑا دی تھی۔ میں شیر کو اونچی اونچی جھاڑیوں کا سلسلہ عبور کرکے بھاگتے ہوئے دیکھ رہا تھا اور دیوانوں کی طرح اس کے پیچھے دوڑ رہا تھا۔ اونچی اونچی جھاڑیوں کا یہ سلسلہ تھوڑا سا آگے جاکر ختم ہوگیا۔ دوسری طرف چھدرے درخت اور گھاس کا میدان پھیلا ہوا تھا لیکن اس کھلی جگہ کو دیکھتے ہی مجھے ایک اور عجیب و غریب واقعے کا سامنا کرنا پڑا۔ میں نے خون اگلتے ہوئے شیر کو خوفزدہ حالت میں بھاگتے ہوئے دیکھ لیا تھا۔ میری گولی اس کی گردن کے نیچے گوشت کے اس تودے پر لگی تھی جو اس کے بازو کا تودا تھا۔ وہ کسی حد تک لنگڑا رہا تھا لیکن اچانک ہی ایک تندرست و توانا جوان اس کے سامنے آگیا تھا۔ شیر غرا کر فضا میں اچھلا اور چند لمحے جاتے تھے کہ وہ اس جوان کے اوپر جا پڑتا جس کے پاس

اس وقت رائفل بھی نہیں تھی بلکہ اس کا گھوڑا اس سے کچھ فاصلے پر کھڑا ہوا تھا زمین پر تھوڑی سی آگ روشن تھی۔ وہ جوان جو مقامی لباس میں ہی تھا' شیر کا شکار بننے ہی والا تھا کہ میں نے یکے بعد دیگرے فضا میں بلند شیر پر دو فائر کیے اور دونوں فائر بالکل صحیح نشانے پر لگے۔ ایک گولی شیر کی کنپٹی پر' دوسری اس کی کمر میں۔ شیر اپنی چھلانگ پوری نہیں کرسکا اور درمیان ہی میں نیچے گرا۔ شیر مرگیا تھا اور اب اس میں زندگی کی کوئی رمق نظر نہیں آرہی تھی۔

پھر تھوڑے ہی فاصلے پر اچانک شور بلند ہوا اور میری نگاہ اس طرف اٹھ گئی' تین چار افراد دوڑے چلے آرہے تھے۔ ان کے ہاتھوں میں بندوقیں تھیں۔ میں آہستہ آہستہ چلتا ہوا شیر کے قریب پہنچا اور اسے دیکھنے لگا۔ وہ نوجوان جو چھ فٹ قدوقامت کا مالک تھا' اس کا خوب صورت چہرہ نوکیلی مونچھیں اس کی نیلی آنکھیں اور شاداب جسامت سب کی سب ساکت ہوگئی تھیں۔ میں نے مسکراتی نگاہوں سے اسے دیکھا اور اس کی جانب بڑھ گیا۔ وہ بھی میری جانب دیکھ رہا تھا۔ میں نے قریب پہنچ کر کہا۔

''نئی زندگی مبارک۔'' میرے ان الفاظ سے جیسے اس کے اندر ایک نئی زندگی دوڑ گئی۔ اس نے اپنا ہاتھ سامنے کیا اور میں نے بھی مصافحے کے لئے ہاتھ بڑھا دیا۔ ہم دونوں کے پنجے ایک دوسرے سے مل گئے تو اس نے کہا۔

''ہوتا ہے' ایسا ہوتا ہے فطرت جب کسی کو کسی کا احسان مند کرنا چاہتی ہے تو ایک شیر اس پر حملہ آور ہوتا ہے اور اس کا محسن اس شیر سے اس کی زندگی بچالیتا ہے' میرا نام فاخر داہا ہے اور میں اپنے محسن کا نام جاننا چاہتا ہوں۔''

میں ایک لمحے کے لئے سکتے میں رہ گیا۔ میں نے بھی دل میں سوچا کہ قدرت جب کسی کو کسی عمل میں سرخرو کرنا چاہتی ہے تو اس کے راستے آسان ہونے لگتے ہیں۔ کیا دلچسپ بات تھی' کوئی بھی ہوتا اس شخص کی جگہ میں اس کی زندگی بچانے کے لئے اپنی بھرپور کوشش کرتا' لیکن میرے سامنے وہ آیا تھا جو میرے پروگرام کا ایک حصہ تھا اور جسے میں نے متاثر کرلیا تھا۔ یہ میری خوش بختی تھی کہ میرے راستے آسان ہوگئے تھے۔ میں نے کہا۔

''میرا نام نہ پوچھو فاخر' تمہیں خوشی نہ ہوگی۔''

''کیوں......کیا اس دنیا میں ایسا کوئی شخص ہوگا کہ کوئی اس کا نام سن کر خوش نہ ہو جس نے اسے موت کی تاریکیوں سے زندگی کی روشنی کی طرف دھکیلا ہو۔''

''ہم روشنی سے اندھیروں کی طرف سفر کرنے والے مسافر ہیں۔''

''میرے ساتھ آؤ' میرے پاس بیٹھو' یہ بتاؤ تم تنہا ہو یا تمہارے ساتھ کوئی اور بھی ہے۔''

''میرا ایک دوست ہے۔''

''کہاں ہے؟''

''میں اسے پکارتا ہوں۔'' میں نے کہا لیکن حسن کو پکارنے کی ضرورت نہ پڑی۔ اس کا گھوڑا مریل قدموں سے چلتا ہوا آرہا تھا لیکن مجھے دیکھ کر اچانک اس میں زندگی دوڑ گئی۔

''وہ کون ہے؟'' فاخر نے پوچھا۔

''میرا دوست۔''

''تم اسی کے بارے میں کہہ رہے تھے۔''

''ہاں۔''

''کوئی اور بھی ہے تمہارے ساتھ۔''

''ایک بوڑھا شخص' لیکن وہ بہت دور رہ گیا ہے۔''

''اسے تلاش کروگے؟''

''نہیں۔''

''تو آؤ میری خیمہ گاہ میں۔ آؤ......!'' اس نے کہا حسن مردہ شیر کے پاس پہنچ گیا۔ پھر اس نے غم زدہ لہجے میں کہا۔

''اس کمبخت کی پھوکڑی میں بھی کھوڑا تھا۔'' میں نے حسن کو ساتھ آنے کا اشارہ کیا اور ہم فاخر کے ساتھ اس کی خیمہ گاہ پہنچ گئے۔

فاخر کے ساتھی انگشت بدنداں تھے۔ فاخر نے ان سے کہا۔ ''شیر کو کھال سمیت محفوظ کرلو۔ مہمانوں کی ضیافت کا انتظام کیا جائے۔'' ساتھی منتشر ہوگئے۔

''میں تمہارا نام جاننے کے لئے بے چین ہوں دوست......'' فاخر نے کہا۔

''اور میں تمہاری آنکھوں میں محبت کی یہ چمک برقرار رکھنے کا خواہاں ہوں۔''

''مطلب؟''

''پہلے بھی کہہ چکا ہوں کہ میرا نام جان کر تمہیں خوشی نہ ہوگی لیکن بہتر ہے کہ تمہارا نمک کھانے سے پہلے میں تمہیں اپنے بارے میں بتادوں۔''

"مجھے تمہاری باتوں پر تعجب ہو رہا ہے۔"

"میرا نام عبران خوارزم ہے اور میں محمود خوارزم کا بیٹا عثمانیہ کا رہنے والا ہوں۔"

کچھ لمحوں کے لئے فاخر پر سکتہ طاری ہو گیا تھا۔ اس کے حسین چہرے پر تاریکیاں رقصاں رہی تھیں۔ پھر جیسے سورج بادلوں کی اوٹ سے نکل آیا اور اس نے مسکرا کر کہا۔

"میری زندگی بچا کر تمہیں افسوس تو نہیں ہوا عبران.........؟"

"یہ سوال تم اس وقت کر رہے ہو جب میں تمہارے ساتھ تمہاری خیمہ گاہ پر آ گیا ہوں......... اور تمہاری خیمہ گاہ پر میں اس وقت آیا ہوں جب تمہارا نام جان چکا تھا۔"

فاخر نے سوچا۔ مجھے دیکھتا رہا پھر بولا۔

"میرے گلے لگو گے.........؟"

"اگر تم چاہو۔"

"میں چاہتا ہوں۔"

"تو پھر آؤ........." میں نے دونوں ہاتھ پھیلا کر کہا اور وہ میرے گلے سے آ لگا۔ ہم دونوں کچھ دیر سینے سے لگے رہے پھر وہ بولا۔

"آؤ......... وہاں چلتے ہیں۔ آرام سے بیٹھیں گے۔ یہ کون ہے؟" اس نے حسن کی طرف اشارہ کیا۔

"میرا دوست۔"

"کیا نام ہے۔"

"حسن فیروز۔"

"تم بھی آؤ دوست۔ ہماری ایک مشکل میں ہماری مدد کرو۔"

ہم خیمہ گاہ سے کچھ دور آ بیٹھے۔ حسن بھی ساتھ تھا اور خوش نظر نہیں آ رہا تھا لیکن وہ بے وقوف انسان تھا کبھی کبھی سخت بور ہو جاتا تھا۔ میں نے اس کی ناخوشگواری کو نظر انداز کر دیا۔

"تفصیل میں جانا بے کار ہے۔ تمہیں ہمارے بزرگوں کے ذہنی بخار کے بارے میں معلوم ہو گا۔"

"تم نے ذہنی بخار کا لفظ بہت اچھا استعمال کیا ہے۔ یہ سچ ہے کہ ہم اسے ذہنی بخار ہی کہہ سکتے ہیں بلکہ ایک تاریخی بخار، جس کا واسطہ ہم سے نہیں بلکہ ہمارے بزرگوں سے ہے۔"

"بالکل اگر تم اس انداز میں گفتگو کر رہے ہو، خیر تو میں تم سے یہ سوال کرتا ہوں کہ پہاڑوں کے اس رسم و رواج کو کب پسند کیا گیا ہے؟ اور کون اسے پسند کرنے والا ہے؟ ہم اللہ کا نام لیتے ہیں، ہم ہر چیز کے پابند ہیں، ہم عبادت کرتے ہیں، کیا ہمیں "کلام الٰہی" سے یہ بات سمجھانے کی کوشش نہیں کی گئی ہے کہ مسلمان کا خون مسلمان پر حرام ہے اور کسی مسلمان کا خون بہانے والا کبھی اللہ کے نیک بندوں میں تصور نہیں کیا جا سکتا کیا کہتے ہو تم اس بارے میں؟ کیا کہتے ہو؟"

"میں تم سے اتفاق کرتا ہوں علم و دین کی روشنی تو صدیوں سے ہمارے راستے منور کئے ہوئے ہے لیکن دنیاوی علم میں بھی اس سے بڑی جہالت اور کوئی نہیں ہو سکتی کہ دادا نے دادا کو قتل کیا ہے پوتا پوتے کو قتل کر کے اس کا بدلہ لے، خون کے بدلے خون کا تصور بے شک ہے لیکن درگزر کو اولیت دی گئی ہے اور پھر ہم تو یہ بھی نہیں جانتے کہ ایسی کون سی بات تھی جس پر دشمنی کا آغاز ہوا تھا اتنی ناواقفیت کے باوجود ہم ان سوچوں میں ڈوبے ہوئے ہیں کہ دو قبیلے ایک دوسرے کے دشمن ہیں تو انہیں صرف دشمنی کے راستے اختیار کرنا چاہئیں، کیا اس سے زیادہ دکھ بھری بات کوئی اور ہو گی........."

"قطعی نہیں، کبھی نہیں، تم تعلیم یافتہ معلوم ہوتے ہو، میں تم سے بھی یہ سوال کرتا ہوں کہ تم نے بے غرض، بے لوث میری جان بچائی اور ایک انسانی فرض پورا کیا، کیا انسان کا فرض یہی نہیں تھا جو تم نے ادا کیا؟"

"بالکل تھا۔"

"آہ تو تم مجھے بتاؤ میرے دوست کہ ہم کیا کریں، کون سا ایسا طریقہ کار اختیار کیا جائے جس کی بنا پر یہ نفرت کرنے والے ایک دوسرے سے نفرت نہ کریں، محبت کے گلزار کھلائے جائیں، ہم دونوں ذہنی طور پر بالغ ہیں، ہمارا یہ دوست چہرے سے ہی ذہین آدمی معلوم ہوتا ہے، اے ذہین انسان ہمیں بتا نفرت کی ان دیواروں کو ہم کیسے گرائیں، قبیلے کے لوگوں کو کس طرح یہ باور کرائیں کہ محبت نفرت سے کہیں بڑی چیز ہے اور محبت کے راستے بہت عظیم ہوتے ہیں۔"

کچھ لمحات کے لئے خاموشی چھا گئی، حسن فیروز اُلوؤں کی طرح دیدے نچا رہا تھا اور اِدھر اُدھر دیکھ رہا تھا۔ پھر اس نے کہا۔

"یہ اتفاق کی بات ہے کہ اس شخص نے بڑے اچھے الفاظ میں مجھے مخاطب کیا ہے اور یہ بات مجھے بہت پسند آئی ہے۔ تو تمہارا نام فاخر داہا ہے۔ سنو میرے دوست فاخر

تمہارے والد کس مزاج کے انسان ہیں۔"

"بڑے اچھے، بڑے سلجھے ہوئے لیکن جو منصب انہیں دے دیا گیا ہے اس سے منحرف نہیں ہو سکتے، مجھے تعلیم کے ساتھ ساتھ یہ تعلیم بھی دی گئی ہے کہ قبیلہ عثمانیہ ہمارا دشمن ہے اور قبیلے کے ہر جوان پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ عثمانیہ کے ایک جوان کو ضرور قتل کرے اسی طرح میں اپنے باپ کا اکلوتا بیٹا ہوں لیکن میرے باپ نے مجھے صرف ایک نصیحت کی ہے۔ وہ یہ کہ میں محمود خوارزم کے بیٹے عبران خوارزم کو جس طرح بھی بن پڑے قتل کروں۔"

"تم اپنے باپ کے اکلوتے بیٹے ہو؟" حسن فیروز نے پوچھا۔

"ہاں........"

"ہمارا کام بن سکتا ہے۔"

"کیسے؟"

"سنو ابھی اپنے آدمیوں میں سے کسی کو یہ بات مت بتانا کہ تمہیں یہ بات معلوم ہے کہ تمہارے دشمن نے تمہاری جان بچائی ہے تمہارے آدمیوں نے یہ تو دیکھ لیا کہ بہرحال اس وقت تم دھوکے میں ہی سہی اس شیر کا شکار ہو سکتے تھے۔"

"ہاں وہ دیکھ چکے ہیں اور ان کی آنکھوں میں عبران کے لئے تعریف کے جذبات ہیں۔"

"بس ایک کام کرو۔"

"وہ کیا؟"

"ہم دونوں کو ساتھ لے کر اپنے قبیلے میں چلو اور یہ مت بتاؤ کہ ہم تمہارے شناسا ہیں یا تم ہمیں جانتے ہو، تم یہی کہو کہ تمہیں یہ بات نہیں معلوم کہ یہ شخص کون ہے؟ لیکن تم گواہی دلواؤ اپنے ساتھیوں سے کہ عبران نے تمہاری زندگی بچائی ہے پھر اگر تم دیکھو کہ تمہارے والد اس بات کو اہمیت دے رہے ہیں تو انہیں بتا دو یا ان کے سامنے نام منظر عام پر لے آؤ اور ان کا رد عمل دیکھو، البتہ یہ ذمے داری تم قبول کر لو کہ اگر تمہارے والد کا رد عمل بہتر نہ رہ سکے تو تم ہمیں موت کی آغوش میں نہ پہنچنے دو گے۔"

"زندگی کی قیمت پر ایسا نہیں ہو سکتا میرے دوست، میں اپنی جان دے سکتا ہوں لیکن اپنی سرحد میں عبران خوارزم کو کوئی نقصان پہنچتا نہیں دیکھ سکتا۔"

"بات ہی ختم ہو جاتی ہے۔" حسن فیروز بولا اور اچانک ہی فاخر چونک کر اسے دیکھنے

لگا۔

"ارے تم تو بڑے زیرک ہو، میں نے کتنی آسانی سے تمہارے یہ الفاظ سنے اور انہیں نظر انداز کر دیا اس سے بہتر تو کوئی تدبیر ہو ہی نہیں سکتی، کیا سمجھے؟"

"بس تو پھر ٹھیک ہے یہی طریقہ کار اختیار کرو، حالانکہ یہ ایک خطرناک کام ہے۔"

فاخر اس بات پر تیار ہو گیا تھا اور پھر اس کے بعد ہماری بہترین ضیافت کی گئی ان لوگوں نے بہت سی چیزوں کے کھانے پینے کا انتظام کیا تھا اور فاخر اس میں پیش پیش تھا، وہ بہت زیادہ متاثر نظر آ رہا تھا، حالانکہ یہ سوچا سمجھا منصوبہ تھا لیکن نہ جانے کیوں مجھے ایک عجیب سی سنسنی کا احساس ہو رہا تھا، آخر کار ہم لوگوں نے قبیلہ بلالیہ کی جانب قدم بڑھا دیئے۔ راستے بہت خوبصورت تھے اور میں ان کا جائزہ لے رہا تھا۔ ہمارے گھوڑے ساتھ ساتھ دوڑ رہے تھے۔ فاخر بھی میرے ساتھ تھا۔ حسن تو قدرتی بیزار تھا چنانچہ اس وقت بھی اس کا منہ بنا ہوا تھا کچھ دیر کے بعد اس نے مجھے پکارا۔

"عبران۔"

میں نے چونک کر اسے دیکھا اور پھر بولا۔ "ہوں۔"

"اس سے پہلے اس طرف آئے ہو۔"

"نہیں........ یہ ممنوعہ علاقے تھے اور کہا گیا تھا کہ اس طرف صرف اس وقت آنا چاہئے جب حملہ کرنے کی نیت ہو۔"

پھر فاخر داہا نے پوچھا۔

"محمود خوارزم کیا انتہا پسند انسان ہیں۔"

"نہیں بلکہ نفیس طبیعت کے مالک۔"

"دوسری طرف بھی تمہیں ایسا ہی ماحول ملے گا۔"

"واقعی؟"

"فرقان داہا کے دل میں صرف اس لئے دشمنی کا تاثر ہے کہ ان کے والد نے وصیت کی تھی۔ ورنہ........ وہ سلجھی ہوئی طبیعت کے انسان ہیں۔"

"کاش........ ہم ایک ہو جائیں۔" اس نے کہا۔

"گل مراد........" حسن فیروز نے بہت دیر کے بعد زبان کھولی تھی۔ میں نے مسکرا کر اسے دیکھا۔ "ایک بات بتاؤ گے۔"

"ہوں۔"

"دادا جان جیسے لوگوں کا اس دنیا میں آنا ضروری ہوتا ہے ایسے لوگوں کی پیدائش کا کیا جواز ہے؟"

"اللہ تعالیٰ انسانوں کی ذمے داری اپنے پسندیدہ بندوں کو ہی سونپتا ہے۔"

"تمہیں خدا سمجھے۔" حسن دانت پیس کر بولا۔

"کیوں؟"

"کبھی تو دل کی بات کہہ دیا کرو۔ زندگی عاجز کردی ہے دادا جان نے۔ اب بتاؤ مصیبت در مصیبت۔ ابے بھائی اگر فرقان چچا کی کھوپڑی گھوم گئی تو کیا ہوگا۔"

منصوبے کے مطابق مجھے حویلی کے مہمان خانے میں پہنچا دیا گیا فاخر زنان گاہ میں چلا گیا۔ منصوبہ یہ تھا کہ شیر فرقان کے سامنے بھیجا جائے گا اور وہی لوگ اسے ساری کہانی سنائیں گے۔ پھر میری طلبی میں دیر نہ لگی۔ ایک عظیم الشان صحن میں بہت سے لوگ جمع تھے۔ درمیان میں شیر کی لاش پڑی ہوئی تھی اور اس کے پاس ایک ببر شیر کھڑا ہوا تھا۔ میں اور حسن وہاں پہنچے تو لوگوں نے احترام سے ہمیں آگے آنے کی جگہ دی۔ میں نے احترام سے فرقان داہا کو سلام کیا۔ جو شیر کے پاس کھڑا ببر شیر ہی لگتا تھا۔ اس نے محبت بھری نظروں سے مجھے دیکھا۔

"تمہارے اس احسان کے لئے کوئی لفظ زبان سے ادا کیا جانا خود کو شرمندہ کرنے کے مترادف ہے۔ ایک ڈوبتے جہاز کو بچا کر ساحل تک لے آنا۔ ایک آگ کے گڑھے میں گرنے والے گھرانے کو آگ سے بچا کر دور کھڑا کر دینا' موت کی گہرائیوں سے پورے گھر کو نکال لانا' اگر صرف ایک شکریہ کا مستحق ہے تو لعنت ہے اس پر جو یہ شکریہ ادا کرتا ہے۔"

"جناب میں۔"

"میری بات سنو۔ تم نے قبیلہ بلالیہ کو لاولد ہونے سے بچایا ہے۔ تم نے ہمارے گھر کی تاریکیوں کو روشن کیا ہے بتاؤ...... اس کے جواب میں تمہیں کیا دیں؟"

"وہ خوشی' جو یہاں آکر افسردگی میں بدل گئی ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"کیا کہا تم نے۔ دوبارہ کہو۔"

"وہ خوشی جو یہاں آکر افسردگی میں بدل گئی ہے۔"

"وضاحت کرو گے جوان......" ایک عمر رسیدہ شخص نے کہا۔ اس وقت ایک ڈرامے کا اہم کردار انٹر ہوا...... یعنی فاخر داہا...... اس کے شانے سے رائفل لٹک

رہی تھی۔

"آہ...... میرے دوست...... تم یہاں ہو...... میں تمہیں مہمان خانے میں تلاش کرنے گیا تھا۔ جانتے ہو بابا جان...... اس نے کیا کیا ہے۔"

"جانتا ہوں۔"

"گویا آپ کو علم ہو گیا۔"

"ہاں' مجھے یاد کرنے دو۔ اس نے ایک عجیب بات کہی ہے۔ وضاحت کرو جوان۔"

"میں نے جان کی بازی لگا کر ایک خوبصورت جوان کی جان بچائی...... جبکہ میں اسے نہیں جانتا تھا۔"

"نہیں جانتے تھے۔" فرقان داہا نے کسی قدر حیرت کا اظہار کیا۔ پھر اپنے مشیر محبت خان کو دیکھا' اس کے بعد بولا۔

"کیا تم ہمارے ولی عہد فاخر داہا کو نہیں جانتے تھے؟"

"صرف نام کی حد تک۔"

"آہ شاید' تم کسی اور بستی سے تعلق رکھتے ہو۔"

"قبیلہ عثمانیہ کا باشندہ ہوں۔" میں نے کہا اور فرقان داہا کے چہرے پر نگاہیں جمادیں۔ نہ صرف فرقان داہا بلکہ وہ دوسرے لوگ بھی چونک پڑے تھے جو فرقان داہا کے سامنے تھے' میں نے فاخر داہا کو بھی دیکھا جو ایک اچھا اداکار تھا اس نے جو تاثر دیا وہ ہر لحاظ سے عمدہ تھا' یعنی اس کے چہرے کے نقوش بگڑنے لگے تھے۔ فرقان داہا بھی کچھ لمحے خاموش رہا' ہم سب ایک دوسرے کے چہرے کے تاثر کا جائزہ لے رہے تھے۔ تب فرقان داہا نے کہا۔

"قبیلہ عثمانیہ کا کوئی باشندہ بلالیہ کی سرحد میں کیسے داخل ہو گیا' وہ کون سا علاقہ تھا فاخر داہا جہاں تم پہنچ گئے تھے کیا تم نے بلالیہ کی سرحد عبور کی تھی۔"

"یہ ایک عجیب بات تھی بابا جان کہ ہم اپنی اپنی سرحدوں کے قریب تھے' یعنی میں اپنی سرحد کے اندر اور یہ شخص اپنی سرحد کے اندر' شیر ادھر سے بھاگ کر ادھر آیا تھا اور میں چونکہ اس بات سے بے خبر تھا۔ بحالت مجبوری یہ شخص اندر گھسا اور اس نے شیر پر حملہ کیا۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے بابا جان کہ اگر یہ بروقت سرحدوں کے جھگڑے کو نظرانداز کر کے شیر پر گولی نہ چلاتا تو شاید شیر مجھے چیر پھاڑ کر رکھ دیتا لیکن اس کے باوجود مجھے غم ہے۔ مجھے افسوس ہے کہ بدقسمتی نے مجھے میرے دشمن کا احسان مند کیا۔ آہ کاش'

مجھے اس بارے میں معلوم ہوتا کاش میں اسے یہاں لانے سے پہلے اس سے اس کے بارے میں پوچھ لیتا' اصل میں' میں اس کے احسان کا شکار ہوگیا تھا۔"

فاخر بہترین اداکاری کررہا تھا' اس کے چہرے پر نفرت کے نقوش بیدار ہوتے جارہے تھے' ادھر فرقان داہا خاموش بیٹھا ہوا تھا عجیب سے انداز میں میری صورت دیکھ رہا تھا۔ پھر اس نے خود کو سنبھال کر کہا۔

"نوجوان' عثمانیہ میں رہنے والے بیشتر لوگ میرے شناسا ہیں' تمہارے باپ کا نام کیا ہے؟؟"

"میں محمود خوازم کا بیٹا عبران خوارزم ہوں۔" ایک اور دھماکا ہوا تھا۔ بڑی نمایاں لرزشیں پارہا تھا میں ان لوگوں کے جسموں میں۔ فرقان داہا کے بدن میں لرزشیں تھیں اور اچانک ہی فاخر نے کاندھے پر لٹکی ہوئی رائفل سیدھی کرلی تھی اور اس کے ٹریگر پر انگلی رکھ دی تھی۔ اس کی آنکھیں خون برسا رہی تھیں' اس نے خونی نگاہوں سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔

"دشمن زادے!! تونے بے شک میری زندگی بچانے کے لئے اپنی زندگی خطرے میں ڈال دی تھی لیکن تیرا زندہ بچ جانا ہمارے لئے ایک گالی کے مترادف ہے۔ ہم تو اسے قدرت کا انعام سمجھتے ہیں کہ وہ کام جو برسوں سے ملتوی ہوتا چلا آیا تھا آج تکمیل کو پہنچ رہا ہے اور......."

میں نے مسکراتی نگاہوں سے فاخر داہا کو دیکھا اور کہا۔

"کوئی حرج نہیں ہے فاخر' اس وقت جب میں نے تمہاری زندگی بچائی تھی بے شک مجھے یہ معلوم نہیں تھا کہ تم قبیلہ بلالیہ کے جوان ہو' میں نہیں جانتا تھا کہ اگر یہ بات مجھے معلوم ہوجاتی تو میں کیا کرتا' لیکن شاید اپنے اندر جھانک کر میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ اس وقت صرف انسانی ہمدردی میرے دل ودماغ میں ہوتی' تم واقعی خوش نصیب ہو کہ تمہارا دشمن تمہارے گھر آگیا ہے۔ گھر آئے دشمن کو ضرور مارنا چاہئے اچھی بات ہے........"

"اس طرح اگر تم اپنی جان بچانا چاہتے ہو تو یہ تمہارے لئے مشکل ہوگا' ایسا نہیں کرپاؤ گے تم' میرے عزیز دوست۔" فاخر داہا نے اس طرح رائفل سیدھی کی جیسے بس اب گولی چلانا ہی چاہتا ہو' حسن منہ پھاڑے اسے دیکھ رہا تھا۔ غالباً اس اداکاری پر وہ خود حیران ہوگیا تھا اور یہ سوچنے لگا تھا کہ کہیں سچ مچ ہی گڑبڑ تو نہیں ہوگئی' پہاڑی قبیلے کے

لوگ تھے کسی بھی طرف رخ بدل سکتا تھا ان کی سوچ کا' لیکن فرقان داہا آخر کار روایتی سردار سے انسان بن گیا۔ اپنی جگہ سے اٹھا میرے سامنے آکھڑا ہوا میری سیدھ میں آگے بڑھا اور پھر اس نے ایک زور دار تھپڑ فاخر داہا کے رخسار پر رسید کردیا اور غرائے ہوئے لہجے میں بولا۔

"اس سے زیادہ بھی گالیاں سننا چاہتے ہو تم۔ اس سے بھی زیادہ ذلیل ہونے کی ہمت ہے تمہارے اندر' سنا تم نے کیا کہہ رہا ہے وہ' اس کا کہنا یہ ہے کہ بلالیہ میں مردوں کی کمی ہے جو اپنا بدلہ دوسروں کے گھروں میں جاکر لیتے ہیں لیکن بلالیہ کے لوگ گھر آئے ہوئے مہمان کو ہلاک کرکے بہادر اور فاتح کہلاتے ہیں۔ تونے اس پر رائفل تان کر یہ ثابت کردیا ہے فاخر داہا کہ ہم ان سے چھوٹے ہیں۔ ہم ان کے مقابلے میں کمتر اور ذلیل ہیں' ہماری رگوں میں وہ خون نہیں ہے جسے ایک شریف خون کہا جاسکے۔ ثابت کردیا ہے تونے ثابت کردیا ہے۔"

"مگر بابا جان۔"

"آہ کاش' تو مجھے بابا جان نہ کہے' وہ جو سر جھکا دیتے ہیں قابل عزت نہیں ہوتے' بہت افسوس کی بات ہے بہت افسوس کی بات۔"

فرقان داہا نے بیٹے کے ہاتھ سے رائفل چھین لی اور بڑی عجیب سی کیفیت کا شکار ہوگیا۔ پھر اس نے کہا۔

"تم مجھے مشورہ دو بزرگ' تم مجھے مشورہ دو۔" وہ محبت خان کی طرف منہ کرکے بولا۔

"بات بالکل بدل گئی ہے۔ مشورہ تو میں بھی تمہیں نہیں دے سکتا' لیکن یہ حقیقت ہے کہ اس نے ایک احسان کیا ہے' یہ احسان اگر جان بوجھ کر کیا جاتا تو اسے ایک سازش سمجھا جاتا' لیکن صاف ظاہر ہوگیا ہے کہ ایسی کوئی بات نہیں ہے' یہ سازش نہیں ہے' بلکہ اتفاق ہے اور اگر برا نہ مانو تو میں یہ کہنے میں حق بجانب ہوں فرقان داہا کہ یہ قدرت کا عمل ہے' قدرت ان دونوں قبیلوں کی دشمنی ختم کرانا چاہتی ہے' سمجھ رہے ہو میری بات۔" محبت خان بولا۔

"ہاں' میں سمجھ رہا ہوں' بہت اچھی طرح سمجھ رہا ہوں۔" پھر وہ آگے بڑھا اس نے دونوں ہاتھ پھیلائے' میری جانب پہنچا اور مجھے سینے سے لپٹالیا' میں نے گرم جوشی سے اس کا جواب دیا تھا اور محسوس کیا تھا کہ جیسے اس نے یعنی فاخر داہا نے شرارت سے مجھے آنکھ

ماری ہو' فرقان داہا نے کہا۔

"بزرگو! سب سے پہلے بلالیہ میں جشن کا اہتمام کرو ہر شخص سے کہو کہ عثانیہ کے نوجوان' سردار کے بیٹے کو خراج عقیدت پیش کریں' تحائف پیش کریں اور اس بات کا اظہار کریں کہ بلالیہ اور عثانیہ کی دشمنی ختم ہو گئی ہے' یہ جرأت مندانہ قدم سردار فرقان اٹھا رہا ہے' اختلاف کرنے والے کو سامنے لایا جائے ہم خود اس کا فیصلہ کریں گے اور اے بے وقوف لڑکے! جذبات کے ہاتھوں مجبور ہو کر تو نے جس طرح اپنے محسن پر رائفل تانی ہے' اب یہ تیرا کام ہے کہ اس کا دل صاف کرے۔"

"یہ فیصلہ میرے اور فاخر داہا کے درمیان رہنے دیا جائے تو مجھے خوشی ہو گی۔" میں نے کہا تو فرقان میری صورت دیکھنے لگا پھر بولا۔

"تم مجھے شکست پر شکست دے رہے ہو لڑکے۔ ویسے میں تم سے اپنے بیٹے کی سفارش کرنا چاہتا ہوں۔"

"آپ میرے بزرگ ہیں۔ ایسی بات نہ کریں مجھے صرف حکم دیں۔"

"اسے معاف کر دو۔"

"اس کے لئے ایک شرط پیش کرنا چاہتا ہوں۔" میں نے مسکرا کر کہا۔

"بولو۔"

"اس نایاب دشمنی کو ہمیشہ کے لئے ختم کر دیجئے جس نے ہم دوستوں کو ایک دوسرے سے الگ کر دیا ہے۔"

"بہت بڑی بات کہہ رہے ہو۔"

"اندازہ ہے۔"

"محمود خوارزم ہماری اس پیشکش کو قبول کر لے گا۔"

"میں نے بابا صاحب کے ہر حکم کو آنکھیں بند کر کے مانا ہے وہ مجھ سے کہتے رہے ہیں کہ میں ان سے کوئی فرمائش کروں اور یہ میری ان سے پہلی فرمائش ہو گی۔"

"قبول ہو جائے گی؟"

"ان سے یہ میری زندگی کی شرط ہو گی۔"

"کیا مطلب؟"

"اگر یہ شرط پوری نہ ہوئی تو میں ان کے سامنے خودکشی کر لوں گا یہ ایک پہاڑی کا وعدہ ہے۔"

"حسن نے عجیب سی نظروں سے مجھے دیکھا' لیکن خاموش ہی رہا البتہ فرقان نے کہا۔

"مجھے منظور ہے۔"

تنہائی میں فاخر سے ملاقات ہوئی تو وہ مسکرا کر بولا۔ "تمہاری ملاقات تاریخ ساز اہمیت کی حامل ہے۔ نہ صرف ہم بلکہ قبیلہ بلالیہ بھی اس خیال سے بہت خوش ہے اور فرقان داہا تمہارے ساتھ عثانیہ جانے کی تیاریوں کا آغاز کر چکے ہیں۔"

واقعات کو اگر طویل کرنے کی کوشش نہ کی جائے تو پھر آگے کی کہانی یوں ہے کہ پورے قبیلے نے تحائف کے انبار لگا دیئے اور ان تحائف کے چھکڑے بھر کر جب فرقان داہا اپنے بیٹے فاخر کے ساتھ میرے اور اپنے مشیروں کے ساتھ عثانیہ کی سرحد میں داخل ہوا تو سرحدی محافظوں نے ان پر رائفلیں تان لیں لیکن اس کے بعد جب انہوں نے مجھے دیکھا تو ان کے چہرے خوف سے سکڑ گئے۔

"ہمیں معلوم نہیں تھا........" محافظوں کے سربراہ نے کہا۔ پھر سب محمود خوارزم کے سامنے پہنچے تو محمود نے انہیں پہچان لیا۔

"یہ بھی ان پہاڑوں کی رسم ہے کہ گھر کے دروازے کے اندر داخل ہونے والا مہمان زندگی سے زیادہ قیمتی ہوتا ہے لیکن یہ سب کیا ہے۔"

"خراج........" فرقان داہا نے کہا۔

"خراج........؟" خوارزم بری طرح چونک پڑا۔

"ہاں!"

"جانتے ہو خراج کسے دیا جاتا ہے۔"

"جسے خود سے طاقت ور تسلیم کیا جاتا ہے جسے اپنے آپ سے بڑا سمجھا جاتا ہے۔"

"تم فرقان داہا ہی ہو نا۔" خوارزم نے بدستور حیرت سے پوچھا۔

"ہاں۔"

"بلالیہ کے سردار!"

"بے شک۔"

"اور جو کچھ تم کہہ رہے ہو ہوش وحواس کے عالم میں کہہ رہے ہو۔"

"سو فیصدی۔"

"مگر کیوں؟"

"اس لئے کہ میں تم سے دوستی کرنا چاہتا ہوں۔ صدیوں کی اس دیوانگی کو ختم کرنا چاہتا ہوں جو ہم نے شروع نہیں کی تھی۔ بزرگ اگر انتہا پسند تھے تو یہ ان کا قصور ہے ہم روشن خیال ہیں۔ اس روشنی میں ہم اس مکروہ دشمنی کو ختم کرنا چاہتے ہیں۔"

"اچانک یہ خیال کیوں آیا؟"

"اس کا محرک تمہارا شیر ہے۔" فرقان نے پوری کہانی محمود خوارزم کو سنادی۔ محمود نے ایک بہت اچھا کام کیا۔ فرقان داہا کی بات کا کوئی جواب دیئے بغیر اس نے فاخر کو دیکھا اور آگے بڑھ کر اسے گلے لگالیا پھر بولا۔

"میں خود بھی بیٹے کا باپ ہوں۔ بخدا اگر کبھی تم میرے ہاتھ لگ جاتے تو میں تمہارے ناخن کو بھی نقصان نہ پہنچاتا۔ خدا تمہیں زندہ سلامت رکھے۔"

دونوں دشمنوں نے دوستی کا ہاتھ ملایا اور اس طرح کرنل ہمایوں کی ہدایت کے مطابق میں نے ایک کام مکمل کرلیا۔ یعنی دو دشمنوں کو یکجا۔ اب دوسرا قدم اٹھانا تھا۔ ابھی تک مجھے اس پُراسرار وجود کے بارے میں کچھ نہیں معلوم ہوسکا تھا جس کی نشان دہی کرنل نے کی تھی لیکن اس میں کوئی شک نہیں کہ کرنل شاید اس کائنات کی سب سے پُراسرار شخصیت تھی۔ فرقان داہا اور محمود خوارزم کے درمیان خوب ٹھنی ویسے فاخر مجھے بہت پسند آیا تھا۔ بے حد نفیس انسان تھا کئی دن قیام کے بعد وہ لوگ واپس گئے تھے۔ ان کے جانے کے بعد ایک شام میں عثمانیہ بستی کے ایک گوشے میں حسن فیروز کے ساتھ مٹر گشت کر رہا تھا اور ہم دونوں اسی موضوع پر بات کر رہے تھے کہ دور سے ہم نے ایک گھوڑے سوار کو آتے ہوئے دیکھا۔ کیونکہ وہ ہماری سیدھ میں آرہا تھا اس لئے ہم اس کی طرف متوجہ ہوگئے۔ کچھ فاصلہ کم ہوا تو ہم نے اسے پہچان لیا وہ کارپورل جہانزیب تھا۔

"کہو بچو۔ کیسے ہو تم........ ویسے تمہیں محبت سے بچو کہہ رہا ہوں جبکہ تم مجھ سے کہیں بڑا عہدہ رکھتے ہو۔ کیا میرے ساتھ کچھ وقت گزارنا پسند کرو گے؟"

"ضرور ہمیں تمہاری تلاش تھی۔"

"خوب........ تو آؤ........" کارپورل نے کہا اور اپنے گھوڑے کا رخ بدل دیا۔ وہ ہمیں جہاں لے گیا وہ اسی بستی کا ایک چھوٹا سا مکان تھا جس کے احاطے میں دس بارہ بھیڑیں بندھی ہوئی تھیں ان کے جسموں پر اون کے انبار تھے۔

گھوڑے احاطے میں ہی باندھ دیئے گئے اور ہم کارپورل کے ساتھ اندر داخل ہوگئے۔ وہ ہمیں ایک دروازے سے اندر لے گیا لیکن اندر ایک کرسی پر ایک اسمارٹ

شخص بیٹھا سرد نگاہوں سے ہمیں دیکھ رہا تھا۔ بلاشبہ اس سے زیادہ اسمارٹ ہماری نگاہ میں اور کوئی نہیں تھا کیونکہ بدن کے بے شمار حصوں سے محروم ہونے کے باوجود وہ شاندار کارکردگی کا حامل تھا۔ آپ سمجھ گئے ہوں گے کہ وہ کون تھا........ یعنی کرنل ہمایوں جو بہت سی سنسنی خیز ہدایت کے ساتھ عثمانیہ آپہنچا تھا۔

حسن فیروز نے تو کرنل ہمایوں کی صورت دیکھتے ہی واپس پلٹنے کی کوشش کی تھی لیکن یہ اس کے مسخرے پن کا انداز تھا۔ وہ ہر معاملے میں اپنی شرارتوں سے باز نہیں رہتا تھا لیکن میں نے اس کے پلٹتے ہی اس کی گردن پکڑی اور پھر اسے سیدھا کرکے اس کا رخ کرنل ہمایوں کی جانب کردیا۔ حسن فیروز نے سرگوشی کے انداز میں کہا۔

"کرنل جلیبی کرنل جلیبی۔" لیکن میں نے دو قدم آگے بڑھ کر کرنل کو سلام کیا تو کرنل نے میرے سلام کا جواب دیتے ہوئے کہا۔

"یہ شخص زندگی میں کبھی انسان نہیں بن سکتا۔ میری یہ بات لکھ لو۔" حسن فیروز نے فوراً ہی جیب سے ایک نوٹ بک نکالی اور اس پر لکھا۔

"یہ شخص زندگی میں کبھی انسان نہیں بن سکتا۔ میں نے لکھ دیا۔ حسن فیروز بقلم خود۔" پھر اس نے کرنل کے سامنے یہ نوٹ بک کرتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے دادا جان! یا اس کے علاوہ بھی کچھ لکھنا ہے۔ ویسے میرے خیال میں اگر آپ گل مراد کا نام بھی لکھوا دیتے تو زیادہ اچھا تھا۔"

"یہ الفاظ میں گل مراد کے بارے میں نہیں۔" کرنل ہمایوں نے اتنا ہی جملہ کہا تھا کہ حسن فیروز نے کارپورل جہانزیب کی جانب دیکھتے ہوئے کہا۔

"نہیں۔ انکل جہانزیب تو خاصے سنجیدہ اور شریف آدمی ہیں۔ پاؤں سے لے کر سر تک یہ مکمل انسان لگتے ہیں۔ آپ کوئی نیا انکشاف کرنا چاہتے ہیں ان کے بارے میں دادا جان!" کرنل ہمایوں نے جہانزیب کی جانب دیکھتے ہوئے کہا۔

"اور بھی سفارش کرنا چاہتے ہو تم اس شخص کی۔" جہانزیب مسکرانے لگا اور اس نے کہا۔

"سوری کرنل۔ درحقیقت بچپن اسی کا نام ہے۔"

"میرا نام حسن فیروز ہے۔ سمجھے آپ کارپورل اور پتا ہے دادا جان موصوف اپنے بارے میں کیا کہتے ہیں۔ کہتے ہیں میجر کے عہدے پر ریٹائر ہوئے ہیں۔ آپ ذرا ان کے جھوٹ کا پول کھول دیجئے۔ مجھے تو یہ کہیں سے میجر نہیں لگتے۔"

"اگر تم چاہو تو کچھ دیر باہر بیٹھ سکتے ہو۔ مجھے سنجیدگی سے کچھ باتیں کرنی ہیں۔"

"ان کا نام سنجیدگی نہیں جہاں تک میرا خیال ہے گل مراد ہے۔ ویسے دادا جان ایک بات بتائیے۔ کیا گل کی بھی کوئی مراد ہوتی ہے۔ بلکہ مسٹر گل گل آپ ہی بتائیے۔ یہ گل مراد کیا نام ہے؟"

"کیا تم دادا جان کے سامنے آکر ضرورت سے زیادہ فضول باتیں کرنے کی کوشش نہیں کر رہے ہو۔" میں نے کسی قدر ناخوش گوار لہجے میں کہا اور حسن فیروز مجھے دیکھنے لگا پھر میرے ہی انداز میں بولا۔

"اور کیا تم دادا جان کے سامنے آکر مجھ پر رعب جمانے کی کوشش نہیں کر رہے ہو۔ جبکہ دادا جان کی غیر موجودگی میں تمہاری ہوا مجھ سے کھسکتی رہتی ہے۔" میں ہنسنے لگا تو حسن فیروز نے کہا۔

"ٹھیک ہے ٹھیک ہے۔ میں چلاجاتا ہوں۔ ویسے بھی دادا جان کرنل جہانگیر کے باپ ہیں اور یہ دو کرنل میرے بدترین دشمن۔ خداحافظ" حسن فیروز باہر نکل گیا۔ نہ جانے کس قسم کا آدمی تھا۔ حالانکہ میرے ساتھ وقت گزار رہا تھا اور کبھی کبھی کسی معاملے میں مجھ سے زیادہ دلچسپی لینے لگتا تھا بلکہ نہ صرف دلچسپی لیتا تھا کوئی ایسی تجویز بھی پیش کردیتا تھا جو بڑی کارگر ثابت ہوتی تھی۔ ابھی چند روز پہلے بھی ایسا ہی ہوا تھا۔ کرنل ہمایوں کی آواز نے مجھے چونکا دیا۔ انہوں نے کہا۔

"آؤ گل مراد بیٹھو۔" ان کی ہدایت پر میں ان کے سامنے ایک کرسی پر بیٹھ گیا تو کرنل نے کہا۔

"تمہاری کارکردگی کے بارے میں مجھے مکمل تفصیلات معلوم ہورہی ہیں اور میں اس بات پر خوش ہوں کہ تم اپنی روایات کے مطابق سارے عمل کر رہے ہو۔ مجھے اس بات کا بھی علم ہوچکا ہے کہ تم نے وہ مشکل کام کر دکھایا ہے جو صدیوں سے بڑے بڑے لوگ نہیں کرپائے۔ یعنی ان دو قبیلوں کی دشمنی کو ختم کرا دینا۔ یہ ساری باتیں معمولی نہیں۔ کم از کم میں ایسا انسان نہیں ہوں کہ اگر کوئی شان دار کارنامہ انجام دے تو اسے سرسری طور پر نظر انداز کردوں۔ بلاشبہ تمہاری اس کارکردگی کو میں دل سے سراہتا ہوں۔"

"شکریہ کرنل۔ یہ سب آپ ہی کی ذرہ نوازی ہے کہ آپ نے ایک ذرے کو آفتاب بنادیا ہے۔"

"خیر اب یہ باتیں کرتے ہوئے ایک شرم سی محسوس ہوتی ہے کہ ذرے میں آفتاب بننے کی صلاحیت تھی۔ میں نے صرف اسے چمکا دیا ہے۔ اچھا اب چھوڑو ان باتوں کو ہم ایک دوسرے کی کافی تعریف کرچکے۔ پہلا سوال میں تم سے یہی کروں گا کہ حسن فیروز کچھ ضرورت سے زیادہ نٹ کھٹ ہوگیا ہے۔ تمہارے لئے باعث پریشانی تو نہیں بن رہا۔"

"نہیں کرنل۔ وہ میرا بہترین دست راست ہے۔"

"تم بھی کمال کے انسان ہو گل مراد۔ خیر یہ تمہارا ذاتی معاملہ ہے میں اس سلسلے میں کیا کہہ سکتا ہوں۔ اور اپنے آپ کو اس بات سے بھی بری الذمہ قرار نہیں دے سکتا کہ بہرحال وہ میرا پوتا ہے اور میں اس کی خوشیاں بھی چاہتا ہوں۔ اب میں تم سے اس پروگرام کے اگلے حصے کے بارے میں گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔ جہاں تک میرا علم ہے تم نے انتہائی خوش اسلوبی سے اپنے آپ کو اس حیثیت سے منوالیا ہے جس حیثیت سے میں نے تمہیں یہاں بھیجا تھا۔ مجھے بتاؤ اس سلسلے میں اسے کوئی شبہ تو نہیں ہوا ہے۔"

"محمود خوارزم کو؟"

"ہاں۔"

"نہیں بالکل نہیں۔ وہ مطمئن ہے اور کہیں بھی اسے یہ احساس نہیں ہوا کہ میں اصل عبران خوارزم نہیں ہوں۔"

"بہت خوب بڑی عمدہ بات ہے۔ وہ تمہیں عبران کی حیثیت سے جانتا ہے۔"

"نہ صرف وہ بلکہ اب تو میں دوسرے قبیلے میں بھی عبران کی ہی حیثیت سے مشہور ہوگیا ہوں۔ اور فاخر داہا میرا بہترین دوست ہے۔"

"ہاں! یعنی ہم اپنے مرحلے میں پہلی کامیابی سے گزر چکے ہیں۔ چنانچہ میں چاہتا ہوں تمہیں اب دوسرے مرحلے میں داخل کردوں۔"

"میں اس سلسلے میں آپ سے ہدایت چاہتا ہوں اور یہ جاننا چاہتا ہوں کہ کرنل اس سلسلے میں آپ کی مداخلت کہاں تک ہے۔"

"مطلب؟"

"جس طرح آپ یہاں قبیلہ عثمانیہ میں وارد ہوئے ہیں۔"

"دیکھو میں ہر اس جگہ اپنی موجودگی ضروری سمجھتا ہوں جہاں مجھے تمہیں آگے کے لئے گائیڈ کرنا ہوتا ہے۔ ورنہ باقی سارے معاملات تو بہترین چل رہے ہیں۔"

"جی کرنل۔"

"بس تو پھر ٹھیک ہے۔ تم اپنا کام خوش اسلوبی سے سرانجام دیتے رہو۔ میرے بارے میں بالکل نہ سوچو۔ یوں سمجھ لو کہ میں تمہارے کام سے بالکل مطمئن ہوں اور یہ میں نے تم سے پہلے بھی کہہ رکھا ہے جہاں کہیں مجھے یہ احساس ہوا کہ تمہیں مدد کی ضرورت ہے تو وہاں میں یقینی طور پر کسی نہ کسی شکل میں تم تک پہنچ جاؤں گا۔"

"یہ بات مجھے بڑی ڈھارس دیتی ہے کرنل۔" میں نے کہا۔

کرنل ہمایوں سوچ میں ڈوب گیا تھا اس نے کہا۔

"اچھا یہ بتاؤ ان ساری کارروائیوں کے دوران تمہیں اس بات کی وضاحت تو نہیں ملی ہوگی کہ اس پُراسرار لڑکی کو دیکھو جو ہمارے کام کا اصل محور ہے۔"

"جی۔ مجھے اس بارے میں ابھی کچھ نہیں علم ہوسکا اور حقیقت یہ ہے کہ میں یہ تک نہیں جان سکا ہوں کہ وہ محمود خوارزم کی شان دار حویلی کے کون سے حصے میں ہے۔"

"اس بارے میں مجھے علم ہوچکا ہے۔ حویلی کا آخری سرا بالکل محفوظ ہے اور وہاں عام لوگوں کو جانے کی اجازت نہیں ہے لیکن وہاں دو ایسے ملازم ہیں جو محمود خوارزم کے یوں سمجھ لو کہ ہر طرح کے راز دار ہیں۔ یعنی وہ اس کی ہر مہم میں بھی شریک رہے ہیں۔ اس کے پاس جتنے نوادرات ہیں ان کی تفصیل بھی انہی کے پاس ہے اور وہ دونوں ایک طرح سے یوں سمجھ لو کہ مقامی لوگ نہیں ہیں۔"

"تو پھر؟"

"افسوس ان کی قومیت کا صحیح اندازہ مجھے نہیں ہوسکا۔"

"پھر ٹھیک ہے۔ آگے۔"

"وہ دو محافظ ہیں اور میں نہیں جانتا کہ محمود خوارزم نے اپنی اس مہم اور اس لڑکی کے حصول کے بارے میں اپنے بیٹے کو بتایا ہے یا نہیں۔ میرا مطلب ہے اسے جو اس دنیا میں نہیں ہے۔ یعنی عبران خوارزم۔"

"جی۔"

"تمہاری اہم ذمے داریوں میں سے ایک ذمے داری یہ ہے کہ تم یہ معلوم کرو کہ محمود خوارزم نے عبران خوارزم کو اس لڑکی کے بارے میں بتایا تھا یا نہیں۔ اگر اس بات کا علم ہوجائے تو لازمی امر ہے کہ صحیح صورت حال پر کام کرنے کا موقع مل جائے گا۔"

"حالانکہ یہ ایک مشکل کام ہے۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ اس کے لئے کیا طریقہ کار

بہتر رہے گا۔"

"تمہیں اس پر ورک کرنا ہے۔ بس یہ سمجھ لو کہ ہمارے کاموں میں اب دوسرا اہم کام یہی ہے۔"

"فرض کیجئے اگر اس نے اپنے بیٹے یعنی عبران خوارزم کو یہ بات بتائی ہوئی تھی تو مجھے اس سلسلے میں کیا کرنا ہوگا۔"

"بعد کی بات بعد میں ہے: ہم اس بارے میں کوئی مناسب فیصلہ کرلیں اس کے بعد ہمارا قدم آگے بڑھانا مناسب ہوگا۔ کوئی ترکیب تمہارے ذہن میں ہے۔" کرنل ہمایوں نے کہا لیکن میں نے کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ البتہ جہاں ہم لوگ بیٹھے ہوئے تھے وہاں عقب میں ایک کھڑکی تھی جو شیشوں سے مرصع تھی اور اس وقت اس کا ایک شیشہ کھلا ہوا تھا۔ اس پر پردہ پڑا ہوا تھا جس کی وجہ سے یہ احساس نہیں ہوتا تھا کہ اس کے پیچھے کوئی موجود ہے۔ البتہ جب ہم سوچوں میں گم تھے تو کھڑکی سے ایک آواز ابھری تھی۔

"اس سلسلے میں سب سے بہتر ترکیب میں بتا سکتا ہوں۔" میں اور کرنل ہمایوں دونوں چونک پڑے تھے۔ کھڑکی کے شیشے سے حسن فیروز جھانک رہا تھا۔ کرنل نے غصیلی نگاہوں سے اسے دیکھا تو حسن فیروز نے کہا۔

"ترکیب اگر شان دار نہ ہو تو جو چور کا حال وہ گل مراد کا۔" مجھے ہنسی آگئی لیکن کرنل سنجیدہ رہا۔ اس نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"ادھر سے گھوم کر اندر آؤ۔"

"ماریں گے تو نہیں۔"

"آؤ........" کرنل کی غراتی ہوئی آواز ابھری اور حسن فیروز نے جلدی سے پردہ ڈال دیا۔ چند لمحوں کے بعد وہ دروازے پر نمودار ہوا اور ڈرے ڈرے سے انداز میں اندر آگیا۔

"اگر کوئی غیر معقول بات کہی تو حسن فیروز اس وقت تمہیں معاف نہیں کیا جائے گا۔ کیونکہ انتہائی سنجیدہ گفتگو ہورہی تھی اور تم نے اس میں مداخلت کی ہے۔"

"یہ تو آپ جانتے ہیں دادا جان کہ میری پھوکڑی میں کھوڑا ہے اور جب اس کھوڑے میں تکلیف ہوتی ہے تو نہ جانے کیا کیا کر بیٹھتا ہوں میں۔ بلاوجہ کسی کی گفتگو میں ٹانگ اڑا کر اپنے لئے مشکلات مول لے لیتا ہوں۔ مگر قصور میرا نہیں ہے آپ میرا علاج کرا دیجئے ہوسکتا ہے ٹھیک ہوجاؤں۔ ویسے اس سلسلے میں جو کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ ہوسکتا

ہے آپ کے کام کی بات ہو۔"

"بکو بکو۔" کرنل نے بدستور غرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"ارے باپ رے۔ معاملات کافی سنگین معلوم ہوتے ہیں۔ اصل میں آپ لوگوں کی گفتگو خود اڑ اڑ کر میرے کانوں تک پہنچ رہی تھی میں کیا کروں آپ جو باتیں کر رہے تھے وہ اتنی سنسنی خیز اور مزے دار تھیں کہ بس میرا کان کھڑکی سے چپک کر رہ گیا۔ وہ جو آدمی آپ کے پاس آیا تھا دادا جان! کیا نام تھا اس کا۔ شاید آپ نے اس کا نام سوخان لیا تھا۔ کیا وہ موجود ہے؟ یا واپس چلا گیا۔"

"وہ واپس چلا گیا ہے مگر تم اس کے بارے میں کیوں پوچھ رہے ہو۔"

"دوسرا سوال!" حسن فیروز نے کرنل ہمایوں کے سوال کو نظرانداز کر کے کہا۔

"کیا محمود خوارزم سوخان کو جانتا ہے؟" کرنل ہمایوں نے چونک کر حسن فیروز کو دیکھا اور بولا۔

"سو فیصد۔ کیوں؟"

"بس تو کام بن گیا۔ سمجھ لیجئے یعنی یہ کہ اگر آپ یہ جاننا چاہتے ہیں کہ محمود خوارزم نے اپنے بیٹے عبران خوارزم کو اس لڑکی کے بارے میں بتا رکھا ہے یا نہیں تو اس کا ایک ہی طریقہ ہو سکتا ہے۔"

"کیا؟"

"آپ کہتے ہیں کہ سوخان یہاں سے چلا گیا ہے۔"

"ہاں! یہ میرا اندازہ ہے۔ اپنا معاملہ میرے سپرد کرنے کے بعد سوخان اپنی دنیا میں چلا گیا۔"

"؟اوپر کی دنیا میں۔" حسن فیروز نے کہا اور کرنل نے جب اسے گھورا تو وہ جلدی سے بولا۔

"میرا مطلب ہے نیچے ہی ہے نا۔"

"ہاں!" کرنل نے بدستور اسی لہجے میں کہا۔

"آپ نے اس شخص کے چہرے پر یعنی اس پہاڑی کے چہرے پر عبران کا میک اپ کرایا ہے اور اتنا کامیاب میک اپ ہے یہ کہ اس کا باپ تک اسے نہیں پہچان سکا۔"

"اس میں گل مراد کی صلاحیتوں کا بھی دخل ہے۔"

"ہاں ہاں! کیوں نہیں کیوں نہیں۔"

"کوئی اور باصلاحیت آدمی بھی مل سکتا ہے آپ کو۔ ایسا جو سوخان جیسا جسم رکھتا ہو اور اس کے میک اپ میں سوخان کا کردار ادا کر سکے۔"

"مطلب۔" کرنل ہمایوں نے پوچھا۔

"اگر ایسا کوئی شخص نظر آجائے تو آپ اس کے چہرے پر سوخان کا میک اپ کرا دیجئے اور کسی طرح سے اسے محمود خوارزم کے سامنے سے گزار دیجئے۔ بس آپ یوں سمجھ لیجئے کہ سارا مسئلہ حل ہو جائے گا۔ محمود خوارزم یقینی طور پر سوخان کو دیکھ کر بے چین ہو جائے گا۔ اور آخر کار اس کا بیٹا اس کی بے چینی کی وجہ تو پوچھ سکتا ہے اور خاص طور پر ایسی شکل میں جبکہ وہ کرنل جہانگیر کے جیسا بیٹا نہ ہو۔" کرنل ہمایوں کے چہرے پر ایک لمحے کے لئے حیرت کے نقوش نمودار ہوئے تھے۔ پھر اس نے میری طرف دیکھا۔ میں بھی سچ مچ حیران رہ گیا تھا۔ حسن فیروز واقعی کبھی کبھی ایسی تجویز پیش کر دیتا تھا جو ہم سب کو حیران کر دیا کرتی تھی۔ ابھی کچھ روز پہلے بھی ایسا ہی ہوا تھا۔ اس وقت کرنل ہمایوں بہت مطمئن نظر آ رہا تھا۔ وہ بار بار حسن فیروز کی صورت دیکھ رہا تھا اور پھر میری۔ اور اس کے بعد اس نے آہستہ سے کہا۔

"حسن فیروز تم باصلاحیت ہو۔" حسن فیروز اکڑ گیا۔ پھر اس نے کہا۔

"اصل میں گل مراد سے میں نے کہہ دیا تھا کہ مجھے ہر مہم کا انچارج بنایا جائے۔ اگر اس مہم میں کامیابی حاصل کرنی ہو تو اور اب تو یہ بات آپ کو معلوم ہو گئی ہو گی کرنل ہمایوں کہ گل مراد کی کامیابی دراصل میری تجاویز کا نتیجہ ہے۔ وہ میرے بغیر کچھ بھی نہیں ہے۔"

"خیر اس میں کوئی شک کی بات نہیں اور نہ ہی اسے مذاق کا درجہ دے سکتا ہوں۔ یہ حقیقت ہے کہ میری ہر کامیابی میں حسن فیروز کا سو فیصد ہاتھ ہوتا ہے۔"

"ارے پیارے بھائی دل پر لے گئے۔ مذاق کا بھی برا مان جاتے ہو۔ نہیں دادا جان پلیز! آئی ایم سوری۔ آپ مجھے بتائیے کہ کیا یہ تجویز اچھی نہیں رہے گی۔"

"بہت اچھی ہے لیکن یہ سارا کام نہایت محتاط طریقے سے کرنا ہو گا۔"

"آپ ہی بتائیے کہ کیا آپ کسی ایسی جسامت والے آدمی کا بندوبست کر سکتے ہیں۔"

"تم دونوں نے بھی اسے دیکھا تھا۔ وہ کوئی ایسی خصوصیات کا حامل نہیں تھا۔ اچھا تندرست اور توانا تھا۔ ہاں! بس اس کے نقوش لیکن یادداشت کی بنا پر میں اس کی تصویر

بتا کر کارپورل جہانزیب کو دے سکتا ہوں۔ کارپورل جہانزیب سارے کام کردے گا اور ایسے آدمی کا حصول بھی مشکل نہیں ہوگا۔ لیکن کام بہت احتیاط کا ہے۔ اسے بس محمود خوارزم کے سامنے سے گزارنا ہے اور محمود خوارزم کو یہ احساس دلانا ہے کہ سوخان یہاں یعنی قبیلہ عثمانیہ میں موجود ہے۔ محمود خوارزم بے چین ہوجائے گا اور یہ سوچے گا کہ سوخان کی یہاں موجودگی کیا معنی رکھتی ہے واہ! بہت عمدہ تجویز ہے۔ میں حسن فیروز تمہیں داد دیتا ہوں۔ کیوں گل مراد۔"

"جناب میں تو ہر دوسرے گھنٹے کے بعد انہیں داد دیتا رہتا ہوں۔"

"مجھے خوشی ہے کہ تم دونوں کے درمیان بہترین انڈر اسٹینڈنگ ہے۔"

"میری طرف سے ورنہ یہ شخص مجھ سے قطعی تعاون نہیں کرتا۔"

"بری بات۔ غیبت نہیں کرتے۔"

"غلط حضور بول رہے ہیں۔ غیبت کسی کی غیر موجودگی میں کی جاتی ہے۔"

"حسن اگر تمہیں میری ذات سے کوئی تکلیف پہنچی تو اس کے لئے دادا جان کے سامنے تم سے معافی مانگتا ہوں۔"

"یہ تم دونوں کا ذاتی معاملہ ہے۔ ٹھیک ہے میں سمجھتا ہوں ایک بہترین آئیڈیا ہے اور اس آئیڈیئے کا نتیجہ تمہیں فوراً معلوم ہوجائے گا گل مراد۔ اگر اس میں کامیاب رہو تو خاموشی اختیار کرنا اور اس کے بعد یہ معلومات حاصل کرنے کی کوشش کرنا کہ لڑکی کا کیا قصہ ہے۔ اصل میں دونوں قبیلوں کو ملانے کا مطلب میں تمہیں بتا دوں کہ لڑکی کے معاملے میں مکمل طور پر فرقان داہا کو بھی معلومات حاصل ہیں اور وہ یہ بھی جانتا ہے کہ لڑکی محمود خوارزم کے قبضے میں ہے۔"

"اگر یہ جانتا ہے تو کرنل ہمایوں پھر آپ مجھے یہ بتائیے کہ خود اس نے اس نفرت کی خلیج کو گرانے کی کوشش کیوں نہیں کی۔ کم از کم اسی نظریئے کے تحت کہ اس لڑکی کے سلسلے میں بات آگے بڑھ سکے۔"

"اصل میں معاملہ شاید خاصا گمبھیر ہے۔ میں تم لوگوں سے پہلے ہی کہہ چکا ہوں کہ وہ شخص جس کا تعلق ہماری آبادیوں سے نہیں تھا۔ بلکہ ایک طرح سے یوں سمجھ لو کہ دنیا کے ایک ایسے پُراسرار خطے سے تھا جس کی تفصیلات آج تک کسی کے علم میں نہیں ہیں۔ اتنی تفصیل سے مجھے نہیں بتا سکا۔ میں یہ سمجھتا ہوں جہاں تک میرا علم ہے کہ کسی مہم کے درمیان جب یہ لڑکی محمود خوارزم کے قبضے میں آئی تھی تو فرقان داہا کو بھی اس بارے میں

علم تھا لیکن ان دونوں کی دشمنی بھی بے مثال تھی۔ چنانچہ فرقان داہا نے یہاں آنے کے بعد لڑکی کے سلسلے میں بھی کوئی کوشش نہیں کی اور ابھی تک یہ بات منظر عام پر نہیں آسکی کہ فرقان داہا اس سلسلے میں کتنا کچھ جانتا ہے۔"

میں اور حسن فیروز اس بار سنجیدگی سے گردن جھکا کر مسئلے کے بارے میں سوچنے لگے تھے۔ لیکن کرنل ہمایوں نے یہ کہہ کر ہماری سوچوں کو ختم کردیا۔

"میں سمجھتا ہوں ہمیں قدم بہ قدم آگے بڑھنا ہوگا کسی بات کی مکمل تفصیل لمحوں میں معلوم نہیں ہوجاتی اس کے لئے شدید جدوجہد کرنا پڑتی ہے اور ہم اسی منزل میں ہیں حسن فیروز کی بات سے مکمل اتفاق کرتے ہوئے میں کارپورل جہانزیب کو ضروری تیاریوں کے احکامات دیتا ہوں اور جیسا کہ میں نے تم لوگوں سے کہا کہ اگر ضرورت پیش آئی تو میں دوبارہ تم سے ملاقات کروں گا ورنہ کارپورل جہانزیب تو موجود ہے ہی اور اب تم چاہو تو جاسکتے ہو۔"

بہرحال ہم واپس آگئے محمود خوارزم نے آج تک حسن فیروز کے بارے میں کچھ نہیں پوچھا تھا اور اس کی وجہ بھی ہمیں معلوم ہوگئی تھی کہ وہ اپنے بیٹے کے مزاج سے واقف تھا حسن فیروز نے البتہ کہا۔

"یار ویسے اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ محمود خوارزم جو ہے انتہائی بور آدمی ہے۔ معاف کرنا اس وقت تمہارے باپ کی جگہ ہے اس لئے میں کچھ نہیں کہوں گا لیکن!"

"ایک منٹ، حسن فیروز ایک منٹ۔" میں نے ہاتھ اٹھا کر کہا اور حسن فیروز چونک کر مجھے دیکھنے لگا۔

"کون ہے کوئی نظر آگیا کیا؟"

"نہیں ایک صاف بات کہنا چاہتا ہوں تم سے۔"

"ہاں ہاں بولو بولو۔"

"تمہیں معلوم ہے کہ میں ایک جاہل پہاڑی آدمی ہوں۔"

"نہیں مجھے نہیں معلوم تھا۔" حسن فیروز نے کہا۔

"سنجیدگی سے سنو۔ میرے ماں باپ اور خاندان کا تذکرہ کرتے ہوئے اپنے لہجے اور الفاظ کو محتاط رکھا کرو۔ ہم لوگ ساری باتیں برداشت کرسکتے ہیں لیکن ایسے جملے برداشت نہیں کرسکتے۔ میں نے اسے باپ کی جگہ نہیں مانا بلکہ مصلحتاً اسے قبول کیا گیا ہے۔" حسن فیروز نے میری صورت دیکھی۔ پھر جلدی سے بولا۔

"سوری کہنے سے کام چل جائے گا۔"

"نہیں۔ بس۔ پلیز! ذرا احتیاط رکھنا۔"

"او کے یار او کے۔" میں خاموش ہوگیا بہرحال بات ختم ہوگئی اب ہمیں انتظار تھا کہ کارپورل جہانزیب اس سلسلے میں کب اپنی کارروائی کرتا ہے اور ابھی تک ہمیں کوئی جواب نہیں ملا تھا اور ہم منتظر تھے کہ کارپورل کی جانب سے ہمیں کوئی جواب موصول ہو اس دن بس بالکل اتفاقی طور پر محمود خوارزم اور میں چہل قدمی کرتے ہوئے اپنے ایک باغ کی طرف نکل آئے تھے یہ باغ انتہائی خوبصورت تھا اور صرف خوبانیوں سے لدا ہوا تھا۔ خوبانیاں پک رہی تھیں اور میں میٹھی خوبانیوں کی خوشبو سے لطف اندوز ہوتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا کہ اچانک ہی میں نے محمود خوارزم کو بھٹکتے ہوئے دیکھا میں چونک کر رک گیا اور میں نے اس سے پوچھا۔

"کیا بات ہے بابا؟" لیکن محمود خوارزم پر ایک بے چینی کی سی کیفیت طاری تھی وہ جبڑے بھینچے ہوئے اس طرف دیکھ رہا تھا جہاں تھوڑے فاصلے پر ایک شخص ہلکے بادامی رنگ کے سوٹ میں ملبوس آگے بڑھ رہا تھا اس کا رخ ہماری جانب نہیں تھا بلکہ وہ سامنے کی سمت دو گھڑسواروں کو آتے ہوئے دیکھ رہا تھا اور صاف اندازہ ہوجاتا تھا کہ وہ اپنے آپ کو ان کی نگاہوں سے چھپانے کی کوشش کر رہا ہے جو سوٹ اس نے اپنے بدن پر پہنا ہوا تھا وہ بالکل تنگ تھا۔ پیروں میں لانگ بوٹ تھے اور وہ بڑی مہارت کے ساتھ پینترے بدل رہا تھا یہاں تک کہ وہ ایک درخت کی آڑ میں ہوگیا۔ گھڑسوار آہستہ آہستہ اسی سمت آرہے تھے لیکن ہم دونوں نے اس کی صورت دیکھ لی تھی اور میں نے اسے ایک لمحے میں پہچان لیا تھا یہ سوخان ہی تھا لیکن میں جانتا تھا کہ وہ سوخان نہیں۔ کرنل ہمایوں کے تربیت یافتہ افراد اس کی سونپی ہوئی تمام مہمات کے دوران مجھے ملے تھے اور دنیا کے مختلف گوشوں میں ملے تھے میں نے ان میں سے ایک سے ایک شان دار صلاحیتوں کا مالک شخص دیکھا تھا اور وہ جو کچھ کرتے تھے وہ بہترین ہوا کرتا تھا میں نے محمود خوارزم کو دیکھا اس کی پھٹی پھٹی نگاہیں اس کی جانب جمی ہوئی تھیں لیکن اس سے پہلے کہ میں محمود خوارزم سے کچھ پوچھتا اور اپنے کام کا آغاز کرتا اچانک ہی میں نے اس شخص کو ایک گھوڑے پر چھلانگ لگاتے دیکھا کیا ہی اعلیٰ چھلانگ تھی گھوڑ سوار اس طرف جاگرا اور وہ شخص گھوڑے کی پشت تک پہنچ گیا اس نے پلٹ کر دوسرے سوار پر بھی حملہ کیا لیکن اتفاق سے دوسرا سوار اس کی زد میں نہیں آیا البتہ وہ بدحواس ہوگیا تھا۔ اس شخص نے فوراً

اپنے قبضے میں لئے ہوئے گھوڑے کو ایڑھ لگا دی اور گھوڑا برق رفتاری سے دوڑتا ہوا غائب ہوگیا لیکن وہ لوگ یعنی وہ دونوں جو اس سے پہلے گھوڑوں پر آرہے تھے پوری طرح بدحواس ہوگئے اور گرا ہوا شخص جلدی سے اٹھ کر دوسرے گھوڑے پر بیٹھ گیا اور دوسرا گھوڑا بھی ہوا ہوگیا میرے ہونٹوں پر بے اختیار مسکراہٹ ابھر آئی تھی لیکن میں نے اپنی اس مسکراہٹ کو سنبھال لیا کیونکہ جو سنسنی میں محمود خوارزم کے چہرے پر دیکھ رہا تھا میرا اس کی جانب متوجہ ہونا ضروری تھا ویسے کرنل نے شان دار ڈراما کیا تھا وہ کام ہوگیا تھا جو وہ کرنا چاہتا تھا میں نے محمود خوارزم کی طرف دیکھا اور کہا۔

"آپ نے دیکھا یہ کیا ہوا۔" محمود خوارزم کے جبڑے بھینچے ہوئے تھے۔ اس نے خاموشی اختیار کئے رکھی تھی میں نے کہا۔

"آپ کو کیا ہوا۔ کیا ہوگیا آپ کو بابا صاحب!" خوارزم نے میری جانب دیکھا دیکھتا رہا پھر آہستہ سے بولا۔

"گھر چلو۔"

"کیا ہوا آپ مجھے بتائیں گے نہیں!"

"مجھے گھر لے چلو ہوسکتا ہے میں بے ہوش ہوجاؤں۔"

"کیوں آخر کیوں ارے آپ کی طبیعت تو مجھے خراب لگ رہی ہے۔"

"وجہ جاننا چاہتا ہوں میں۔"

"تم نے ابھی یہ ساری کارروائی دیکھی۔"

"ہاں، لیکن اسے دیکھ کر آپ کی یہ کیفیت کیوں ہوگئی یہ بات میری سمجھ میں نہیں آسکی ہے۔"

"چلو گھر چلو جلدی پلیز!" بہ مشکل تمام میں محمود خوارزم کو گھر لایا تھا۔ محمود خوارزم کے انداز میں بڑی نڈھال سی کیفیت تھی میں اس کے کمرے میں ٹھہر گیا میں نے کہا۔

"کیا میں اس قابل نہیں ہوں بابا صاحب! کہ آپ اپنی اچانک طبیعت کی خرابی کی وجہ مجھے بتائیں۔"

"مجھے تھوڑا سا سکون لینے دو۔ تھوڑا سا صبر کرلو۔ مجھے براہ کرم۔"

"کیا چاہتے ہیں آپ کیا میں ڈاکٹر کو بلاؤں؟"

"بالکل نہیں بالکل نہیں بس تم ایسا کرو تھوڑی دیر مجھے تنہا رہنے دو اور سنو میرے لئے ٹھنڈا پانی بھجوا دو تم آرام کرو۔"

بہرحال میں نے اس کی ہدایت پر عمل کیا لیکن اپنے کمرے میں آکر یہ سوچنے لگا کہ یہ کارروائی کارپورل جہانزیب نے ہی کی ہوگی۔ کیا ہی کمال کا آدمی ہے یہ بوڑھا شخص۔ یہ دنیا سے دور کے لوگ نہ جانے کیا کیا ہنگامہ آرائیاں کررہے ہیں۔ ویسے مجھے اب اس واقعے میں بھی مزہ آنے لگا تھا نہ جانے دنیا کے کون سے خطے کے لوگوں کا معاملہ تھا وہ شخص جس کا نام سوخان تھا بلاشبہ اس کا کارپورل جہانزیب نے میک اپ کیا ہے اور یہ لباس اسے پہنایا ہے۔ وہ کمال کی چیز ہے چوڑے بدن پر یہ لباس بڑا بے تکا لگ رہا تھا جیسے کسی اناڑی نے زندگی میں پہلی بار سوٹ پہنا ہو اور وہ بھی سائز سے کافی چھوٹا۔ رات کے کھانے پر میں نے محمود خوارزم کو خاصی بہتر حالت میں دیکھا تھا وہ اپنے مخصوص انداز میں چلتا ہوا آیا تھا۔ تندرست و توانا آدمی تھا اور ایسی عمر کے باوجود بے حد سمارٹ۔ میں نے اپنے چہرے پر سنجیدگی طاری کئے رکھی تھی۔ کھانا خاموشی سے کھایا گیا اور اس کے بعد میں اس سے کچھ کہے بغیر چلنے لگا تو محمود خوارزم نے کہا۔

”سنو رکو تو سہی بات سنو میری۔“ میں نے تیکھی نگاہوں سے محمود کو دیکھا تو اس نے کہا۔

”نہیں اپنے دل میں کسی بدگمانی کو جگہ مت دو۔ بات اصل میں یہ ہے کہ تم نوجوان ہو چھوٹی عمر کے مالک جذباتی کیفیتوں کے۔ مجھے ہمیشہ یہ خطرہ رہتا ہے کہ کہیں تم کوئی ایسا قدم نہ اٹھا بیٹھو جس سے تم کو تکلیف ہو۔ بیٹے اس سلسلے میں ایک باپ کے جذبات کو مدنگاہ رکھو۔“

”میں نے آپ سے کوئی بات نہیں کہی بابا!“

”یہ بھی میرے لئے دکھ کی بات ہے کہ کسی بات کو تم اپنے دل میں گھونٹ کر رکھ لو اور مجھے کچھ نہ بتاؤ آؤ میرے ساتھ میرے کمرے میں آؤ۔“

”سنئے آپ کی جو عزت واحترام میرے دل میں ہے وہ کسی بات سے کم نہیں ہوگا آپ میرے معاملات میں مداخلت نہیں کرتے میں کسی ایسے سلسلے میں کوئی مداخلت نہیں کرنا چاہتا جس کے بارے میں آپ مجھے بتانا پسند نہیں کرتے۔“

”میرے ساتھ میرے کمرے میں نہیں آؤ گے۔“

”نہیں میں حکم عدولی کی جرأت نہیں کرسکتا۔“

”تو پھر آؤ۔“ کچھ دیر کے بعد میں محمود خوارزم کے ہمراہ اس کے کمرے میں داخل ہوگیا اس نے مجھے اپنے بستر کے ایک گوشے پر بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

”اصل میں بہت سے معاملات ایسے رہے ہیں جن میں نہ تم نے کبھی دلچسپی لی عبران اور اگر تم نے دلچسپی نہیں لی تو میں نے بھی تمہیں اس بارے میں نہیں بتایا۔ میں نے ہمیشہ یہ کوشش کی ہے عبران کہ تمہیں تمہاری خوشیوں میں آزاد رہنے دوں تم جانتے ہو میں ایک مہم جو آدمی ہوں اور میں نے زندگی کا بیشتر حصہ دنیا کے پراسرار خطوں میں گزارا ہے اس کائنات کی ایسی ایسی کہانیاں میرے ذہن میں ہیں جو عام لوگوں کے علم میں نہیں آئیں میں ان کہانیوں کی کتاب ترتیب دے دیتا لیکن ایک بات میں جانتا ہوں کہ یہ کتاب جب میں ترتیب دوں گا تو دنیا کے بے شمار افراد میری زندگی کے دشمن ہوجائیں گے وہ یہ جاننے کی کوشش کریں گے کہ جو کچھ میں نے اس کتاب میں لکھا ہے ان کی حقیقتیں کہاں تک ہیں اور ہوسکتا ہے کچھ طاقتور افراد مجھے اغوا کرکے آخر تک لے جانے کی کوشش کریں جہاں ایک بار جاکر میں واپس آگیا ہوں۔“

”آپ جانتے ہیں کہ ان تمام باتوں سے مجھے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔“

”ہاں یہی تو میں چاہتا ہوں کہ اب ان تمام باتوں میں دلچسپی لو تم۔ میں تمہارے مزاج کو دیکھ چکا ہوں تم ایڈونچر پسند انسان ہو وہ کچھ کرتے ہو جو عام لوگ نہیں کرسکتے اور اس کی وجہ شاید تم کبھی نہ بتاسکو لیکن میں تمہیں بتاتا ہوں تمہاری رگوں میں جس باپ کا خون ہے اس کی بھی یہی فطرت ہے۔“ میں نے دل ہی دل میں اپنے اس ناجائز باپ کو گالی دی جو مصلحتاً میرا باپ بنا ہوا تھا۔ میں نے اپنے منہ سے ایک لفظ ادا نہیں کیا خاموش رہا تو پھر وہ بولا۔

”میرے بیٹے کوئی ایسا راز نہیں ہے جو تم سے چھپانا ضروری ہو۔ سنو حویلی کے اس آخری گوشے میں جو جگہ بنی ہوئی ہے ایک بار تم اس طرف گئے تھے تو میں نے تم سے درخواست کی تھی کہ اس طرف نہ جاؤ حالانکہ تم نے مجھ سے یہ نہیں پوچھا کہ میں وہاں کیوں نہ جاؤں لیکن میں اس بات کی دل سے قدر کرتا رہا کہ میں نے تم سے جو کچھ کہا تھا تم نے اسے اہمیت دی اور دوبارہ میں نے تمہیں اس گوشے کی جانب نہیں دیکھا۔ وہاں میرے دو آدمی تعینات ہیں۔ میں نے ان سے جب بھی پوچھا انہوں نے یہی بتایا کہ عبران خوارزم اس کے بعد اس طرف نہیں آیا۔ عبران دنیا کی کوئی ایسی بات نہیں ہے جو تم سے چھپانا ضروری ہو۔ کیوں کہ تم میرے ولی عہد ہو۔ جیسا کہ تمہیں پہلے بتاچکا ہوں کہ معاملات اس قدر سنگین نوعیت کا حامل ہے کہ تم سوچ بھی نہیں سکتے۔ ہم ایک ایسے جال میں گرفتار ہوگئے تھے مگر نہیں چلو میں یہ طلسم بھی توڑ دوں۔ پہلے تمہیں وہ سب کچھ دکھا

دوں جو اب تک میں نے تم سے چھپایا ہے۔ وجہ میں بتا چکا ہوں۔ تمہارے پرجوش خون کو متاثر نہیں کرنا چاہتا تھا۔ بس اتنی سی بات تھی۔ آؤ میرے ساتھ۔"

"بابا صاحب۔" میں نے جھجکنے کا اظہار کیا تو وہ بولا۔

"نہیں ساری غلط فہمیوں کو دل سے نکال دو۔ اس وقت میں جو کچھ تم سے کہہ رہا ہوں سمجھ لو وہی سچ ہے۔"

"ٹھیک ہے۔" میں نے کہا۔ دل ہی دل میں' میں بہت خوش تھا کہ کرنل ہمایوں کے کہنے کے مطابق ہم لحہ لحہ کامیابی کی جانب بڑھ رہے ہیں۔ میں کئی راہداریاں عبور کرنے کے بعد آخر کار اس جگہ پہنچ گیا جو اس حویلی کا اختتامی حصہ تھا۔ یہاں ایک بڑے سے کمرے میں ایک در بنا ہوا تھا۔ اس در میں روشنی تھی اور روشنی میں نیچے جانے والی سیڑھیاں نظر آ رہی تھیں۔ در کے قریب دو افراد بیٹھے ہوئے تھے جن کے بارے میں واقعی یہ نہیں کہا جاسکتا تھا کہ ان کا تعلق کون سے ملک سے ہے۔ وہ مسلح تھے' مستعد تھے لیکن ان کے نقوش......... بہرحال ہم در سے اندر داخل ہو گئے۔ نیچے ایک بڑا سا تہہ خانہ تھا جس کے دروازے میں تالا لگا ہوا تھا۔ تالا کھول کر ہم اندر پہنچے تو اندر کا ماحول بے حد پرسکون تھا۔ بڑی ذہانت کے ساتھ ایسے انتظامات کئے گئے تھے کہ اندر بہترین روشنی اور ٹھنڈک رہے اور اس کے علاوہ وہاں آرام و آسائش کے تمام انتظامات موجود تھے۔ وہ لڑکی اس وقت ایک انتہائی نفیس صوفے پر اسی طرح بیٹھی ہوئی تھی جیسے وہ اس ماحول سے کچھ آشنا ہو۔ اس نے لباس بھی بہت اچھا پہنا ہوا تھا البتہ ایک خاص تبدیلی اس کے اندر نمایاں تھی۔ کوئی بھی انسان کسی اجنبی کو دیکھ کر ایک لمحے کے لئے ضرور چونکتا ہے اس کی جانب متوجہ ہوتا ہے' لیکن وہ سامنے دیکھتی رہی تھی۔ اس نے ہمیں دیکھ کر کسی احساس کا اظہار نہیں کیا تھا۔ یہ ذرا غیر حقیقی بات تھی۔ میں نے اس کا چہرہ دیکھا۔ بھرپور جسم و جان کی مالک تھی۔ نقوش بھی بے حد دلکش تھے۔ البتہ یہ بات پورے وثوق کے ساتھ کہی جاسکتی تھی کہ اس کے نقوش میں باہر بیٹھے ہوئے دونوں افراد کی ہلکی پھلکی جھلک موجود تھی۔ محمود خوارزم نے اسے دیکھا اور پھر میری طرف دیکھ کر بولا۔

"میں اس کا نام نہیں جانتا۔ تم اس کا جائزہ لو۔ قریب جا کر اس کو مخاطب کرنے کی کوشش کرو۔" میں اس کے سامنے پہنچ گیا۔ وہ اب بھی اسی طرح پتھرائی ہوئی بیٹھی رہی تھی۔ تب میں اس کے سامنے دو زانو بیٹھ گیا اور میں نے آہستہ سے کہا۔

"ہیلو۔" تو اس نے ایک سرسری سی نگاہ مجھ پر ڈالی لیکن اس کے بعد دیر تک مجھے دیکھتی رہی۔ اس کے چہرے پر کوئی تاثر نہیں ابھرا تھا لیکن اس بات کا میں نے بخوبی اندازہ لگا لیا تھا کہ اس کی نگاہیں میری جانب ہیں۔ چند لمحات اسی طرح دیکھتی رہی اور اس کے بعد اس نے نظریں جھکا لیں۔ میں نے پھر اسے مخاطب کیا۔

"سنو! میں تم سے بات کرنا چاہتا ہوں۔" لیکن اب اس نے نگاہیں نہیں اٹھائی تھیں بلکہ اسی طرح خاموش بیٹھی رہی تھی۔ اس نے اپنے دونوں ہاتھ گھٹنوں پر رکھے ہوئے تھے کچھ لمحے میں اسی طرح چپ رہا اس کے بعد وہاں سے اٹھ گیا لیکن اس نے پھر بھی جنبش نہیں کی تھی۔ محمود خوارزم کے پاس میں نے آ کر کہا۔

"کون ہے یہ۔"

"تم نے اسے اچھی طرح دیکھ لیا۔ میں تمہیں اپنا تجربہ بتاؤں۔ یہ سنتی بھی ہے' سمجھتی بھی ہے پوری طرح ہوش و حواس میں' تھوڑے یہاں کے معاملات بھی جانتی ہے۔ مثلاً غسل خانے میں غسل کرتی ہے۔ یہ لباس' اس کے ماحول سے بالکل اجنبی ہے لیکن وہ یہ لباس نہیں پہنتی ہے۔ اس کے لئے میں نے اسے مقامی لباس کے البم دیئے تھے جن میں لباس کے ساتھ ساتھ تصویریں تھیں اور ان تصویروں کو دیکھ کر اس نے یہ لباس پہننا سیکھ لیا۔"

اس سے پہلے وہ صرف چمڑے کا لباس پہنتی تھی' جانوروں کی کھالوں کا لباس۔"

"کہاں سے ہے اس کا تعلق۔"

"ایک ایسی جگہ سے جس کا نام دنیا کے نقشے پر موجود نہیں ہے۔ تم نے اینافاربیا کا نام سنا ہے؟"

"نہیں۔"

"یقیناً نہیں سنا ہو گا لیکن یہ نام ہم نے اسے دیا ہے یا پھر ڈاکٹر فیٹ نے۔"

"ڈاکٹر فیٹ کون.........؟"

"وہ جس نے ان علاقوں کے بارے میں ایک قلمی کتاب لکھی تھی اور سارا کھیل اسی کتاب کے بعد شروع ہوا تھا۔"

"واہ......... یہ تو انتہائی پراسرار اور دلچسپ کہانی ہے۔"

"سوفیصدی۔ میں یہی تم سے کہہ رہا تھا۔"

"بہت عمدہ بات ہے۔ بہت ہی عمدہ بات ہے۔"

"اگر چاہو تو یہاں سے نکل چلو۔ اس لڑکی کو دکھانا مقصود تھا۔" میں محمود خوارزم

کے ساتھ باہر آگیا۔ اس بار ہم ایک کھلی جگہ بیٹھے تھے۔ محمود خوارزم نے کہا۔

ڈاکٹر فیٹ کے بارے میں بس اتنا ہی کہوں گا کہ ایک پراسرار نام ہے جس نے ایک قلمی کتاب لکھی تھی۔ اس قلمی کتاب کے لئے بڑی ہنگامہ خیزیاں ہوئیں لیکن کسی نہ کسی طرح وہ ہم تک پہنچ گئی۔ میں اس کتاب کو پڑھنے کے بعد اس مہم کی تیاری میں مصروف ہو گیا پھر میں ایک باقاعدہ گروپ کے ساتھ روانہ ہو گیا۔ کہانی بہت طویل ہے راستے بہت دشوار گزار تھے لیکن آخر کار ہم اس وادی میں پہنچ گئے جو اینافاریبا کی وادی کے نام سے پکاری گئی تھی۔ یہ وادی سنکیانگ کے شرقی حصے میں اتنی دور جانے کے بعد شروع ہوتی ہے کہ انسان دشوار گزار راستوں کی بنا پر وہاں سفر مشکل ہی سے کرسکتا ہے۔ اس وادی کے بارے میں عجیب وغریب کہانیاں منسوب کی جاسکتی ہیں لیکن وہ ہماری ہی تخلیق ہوں گی۔ تم یوں سمجھ لو کہ وہ طلسمی وادی ہے۔ وہاں جادو کا دور دورہ ہے لیکن اس طرح کی لاتعداد کہانیوں اور داستانوں کی مانند وہ جادو کی بستی خزانوں کا مسکن ہے۔ وہاں زمین پر قیمتی ہیرے بکھرے پڑے ہیں اور جب رات کی تاریکیوں میں بلند وبالا پہاڑیوں کی چوٹی سے زمین پر نگاہیں دوڑائی جاتی ہیں تو یوں لگتا ہے جیسے ایک کہکشاں آسمان پر ہو اور دوسری زمین پر۔ لیکن ہم اسے رنگین کہکشاں کہہ سکتے ہیں۔ میں نے اپنی آنکھوں سے وہ وادی دیکھی ہے لیکن وہ انتہائی گہرائیوں میں ہے اور ان گہرائیوں کے راز ان کے قومی راز ہیں اگر کوئی کسی بھی ذریعے سے ان گہرائیوں تک پہنچنے کی کوشش کرے تو اسے اس میں کامیابی نہیں ہوسکتی لیکن وہاں کا وچ ڈاکٹر اور ایک مخصوص پجاری اس وادی میں جانے کا راستہ جانتا ہے اصل میں وہ وادی جسے ہم ہیروں کی وادی یا وادی کہکشاں کہہ سکتے ہیں ان کی مذہبی عبادت گاہ ہے اور یہ چمکدار پتھر جو مہذب دنیا کے لئے بے حد قدر و قیمت کے حامل ہیں۔ ان کے دیوتاؤں کے حضور چڑھائے جاتے ہیں۔ یہ ان کی کہانی ہے، اور ہم اس کہانی تک پہنچ گئے تھے لیکن ہمیں وادی میں جانے کا راستہ نہیں ملا۔ اسی دوران کچھ اور مہم جو بھی وہاں پہنچے تھے جن میں فرقان داہا بھی تھا۔ فرقان داہا اپنے طور پر وہاں گیا تھا ہماری وہاں ملاقات ہوئی کیونکہ ہم ایک دوسرے کے دشمن تھے اس لئے فرقان داہا مجھ تک نہ پہنچا لیکن اس کا پیغام مجھے مل گیا جس میں کہا گیا تھا کہ یہ دشمنوں کی سرزمین ہے اور یہاں ہم اپنی دشمنی کا حساب کتاب نہیں کریں گے اس کے لئے ہماری اپنی وادیاں کافی ہیں البتہ......... کیونکہ ہمارا رشتہ دشمنی کا رشتہ ہے اس لئے ہم مل کر بھی کوئی کام نہیں کرسکتے۔ میں نہیں جانتا تھا کہ فرقان داہا نے اس سلسلے میں کیا معلومات حاصل کرلی

ہیں لیکن بہرحال میں اپنے طور پر جو کچھ کر رہا تھا میں نے وہی کیا۔ میں وہاں وادی میں اترنے کی کامیابی تو نہیں حاصل کرسکا لیکن یہ لڑکی میرے ہاتھ لگ گئی۔ جانتے ہو یہ لڑکی کون ہے یہ اس وچ ڈاکٹر کی بیٹی ہے جو وادی میں اترنے کا راستہ جانتا ہے اور میرے علم میں یہ بات آئی ہے کہ یہ لڑکی بھی وہاں تک جانے کا رستہ جانتی ہے بہرحال اس وقت ہم ایک ایسی مشکل کا شکار ہو گئے جسے میں اب بتا رہا ہوں۔ اس شخص کا نام جو وہاں کے امیر کا نگران تھا۔ یا سمجھ لو وہاں کا سردار تھا۔ سوخان تھا۔ سوخان بڑی خطرناک شخصیت کا مالک تھا اس نے جس طرح ہمارا تعاقب کیا تم یوں سمجھ لو میں بتا نہیں سکتا۔ میرے ساتھ ساٹھ (60) افراد تھے میں ان میں سے صرف تین افراد کو زندہ بچا کر لاسکا۔ سوخان نے انتہائی وحشیانہ جنگ کرکے ہمارے ساتھیوں کو مار دیا بس تین افراد میں دو میرے ساتھی تھے اور یہ لڑکی۔ جسے میں بے ہوش کرکے اپنے ساتھ لے آیا تھا اور آخر کار مجھے یہاں پہنچنا پڑا لیکن اس کے بعد میں دوبارہ اس مہم کے لئے اپنے آپ کو تیار نہیں کرسکا البتہ میرے دل میں یہ تصور ضرور ہے کہ ہیرے ملیں یا نہ ملیں لیکن جو غلط قدم میں نے اٹھایا ہے یعنی اس لڑکی کو اپنے ساتھ یہاں تک لانے کا۔ اس کا ازالہ کردوں اور اس لڑکی کو اس کے گھر والوں تک پہنچا دوں۔ یہ ہے وہ ساری کہانی اور اب تمہیں یہ خوفناک بات بتاؤں کہ وہاں جو شخص گھوڑا لے کر بھاگا تھا وہ سوخان تھا۔ اسی وادی کا سردار یعنی اینا فاریبا۔ وہ جدید لباس میں تھا اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اس نے انتہائی جدوجہد کرکے آخر کار یہاں تک کا راستہ معلوم کرلیا اور اب وہ قبیلہ عثمانیہ کے آس پاس ہے اور یقینی طور پر وہ اس لڑکی کو لے جانے کی فکر میں سرگرداں ہوگا۔ میں سمجھتا ہوں کہ میرا ایک بدترین دشمن مجھ تک پہنچ چکا ہے وہ پراسرار قوتوں کا مالک ہے اور نجانے کیا کیا عمل کرڈالے۔ اس کے بارے میں مجھے ساری تفصیلات معلوم ہوچکی ہیں چنانچہ اس شخص کو دیکھ کر میری حالت خراب ہو گئی تھی۔"

میں حیرت ومسرت کے عالم میں یہ داستان سن رہا تھا اور سوچ رہا تھا کہ اگر حسن فیروز کو اس کے بارے میں بتاؤں گا تو وہ سر کے بل کھڑا ہو جائے گا اور جتنا بھی مذاق محمود خوارزم کا اڑائے گا۔ اس سے اس کی زندگی بھی خطرے میں پڑسکتی ہے چنانچہ اب جو کچھ کرنا تھا۔ سوچ سمجھ کر کرنا تھا۔ ویسے اس دوسرے مرحلے میں بھی مجھے کامیابی حاصل ہوگئی تھی۔

"محمود خوارزم خاموش ہو گیا۔ اس کی آنکھیں نیم خوابیدہ ہو رہی تھیں۔ لگتا تھا جیسے

وہ چشم تصور میں اس وقت بھی رنگین کہکشاں دیکھ رہا ہو۔ میں نے اسے مخاطب کیا تو وہ چونک پڑا۔

"ہوں۔" اس نے کھوئے کھوئے لہجے میں کہا۔

"میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی اور محمود خوارزم بدستور کھوئی کھوئی نگاہوں سے مجھے دیکھتا رہا پھر بولا۔

"کیا نتیجہ اخذ کرتے ہو تم اس ساری کہانی سے۔"

"بابا صاحب جو کچھ میں کہوں گا اسے آپ گستاخی تو نہیں تصور کریں گے۔"

"یہ بات میں پورے اعتماد کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ میرا بیٹا گستاخ نہیں ہے۔"

اس کے لہجے میں بے حد اعتماد تھا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ کرنل ہمایوں نے میرے مزاج کا خیال نہ رکھتے ہوئے مجھے ایک ایسا کردار دیا تھا جو میرے لئے مشکل کا باعث بھی ہو سکتا تھا یعنی ہم پہاڑی لوگ کسی اجنبی کو اپنا باپ نہیں کہہ سکتے تھے لیکن مصلحت اور حالات مجھے یہ الفاظ برداشت کرنے پر مجبور کر رہے تھے۔ اس کے ساتھ ساتھ مجھے افسوس بھی ہو رہا تھا کہ اس شخص کو اپنے اس بڑے نقصان کا اندازہ نہیں ہے جو اس کی زندگی کا سب سے بڑا حادثہ ہے جب اسے یہ حقیقت معلوم ہوگی کہ عبران خوارزم اس دنیا میں نہیں ہے اور وہ اپنے بیٹے سے محروم ہو چکا ہے تو پتا نہیں اس کے خیالات کیا ہوں۔ کرنل ہمایوں چاہتا تھا کہ محمود خوارزم اپنے منصوبے کے مطابق ہیروں کی اس وادی میں جائے اور وہاں جا کر ہیرے تلاش کرے۔ آج تک کا جو ریکارڈ تھا وہ یہی تھا کہ خود کرنل ہمایوں کسی بھی شے کا متمنی نظر نہیں آتا تھا۔ وہ ایک وطن دوست انسان تھا اور اپنے وطن کے خزانے میں اتنا بڑا اضافہ چاہتا تھا کہ وطن پر غیر ملکی تسلط قائم نہ رہ سکے۔

محمود خوارزم نے مجھے دیکھا اور بولا۔

"تم نے اپنا جملہ ادھورا چھوڑ دیا۔ شاید یہ تصور کر کے کہ وہ گستاخی ہو۔"

"نہیں بابا صاحب آپ کے مزاج آپ کی عادات کو میں جانتا ہوں' میں تو بس یہ کہہ رہا تھا کہ ہمارے پاس اللہ کا دیا ہوا سب کچھ موجود ہے۔ ہمیں ہیروں کی وادی میں جا کر کیا کرنا ہے۔"

"نہیں بیٹے انسان اپنی زندگی کا ایک مرکز بنا لیتا ہے۔ اس مرکز سے ہٹنا اس بات کے مترادف ہے کہ وہ زندگی سے ناتا توڑ چکا ہے اور میں نے زندگی سے رشتہ نہیں توڑا۔" میں نے آنکھیں بند کر کے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"میرا خیال ہے آپ کے اس جملے میں آپ کا پورا موقف واضح ہو جاتا ہے۔ بابا صاحب آپ نے اگر اس سلسلے میں مجھ پر کوئی بھروسا کیا ہے تو آپ یہ سمجھ لیجئے کہ میں آپ کے اس بھروسے کو پورا کر کے رہوں گا۔" محمود خوارزم کی آنکھیں ایک دم جاگ گئیں پھر اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی' اس نے کہا۔

"ہاں! یقین کرو میں اسی دن کا منتظر تھا اور شاید اب تک میں نے اسی دن کا انتظار کیا ہے اب تم اس خیال کو دل سے نکال دو کہ میں اپنے اس مقصد سے ہٹ سکتا ہوں بس یہ بتاؤ کہ تم خود اس سلسلے میں میری کیا مدد کر سکتے ہو۔"

"بابا صاحب! آپ یوں سمجھ لیجئے کہ ہر وہ مدد کر سکتا ہوں میں جو آپ کے ذہن میں آئے ایک مضبوط اور طاقتور نوجوان ہوں آپ ہی کا پالا ہوا' آپ مجھے آزما کر دیکھئے۔"

"ہاں! اب میں ایسا ہی کروں گا میرا عزم میرے حوصلے تمہاری ان باتوں سے بہت بڑھ چکے ہیں۔ بس یوں سمجھ لو عبران کہ میں نے اپنی جوانی کو پھر سے روشن دیکھ لیا ہے تمہاری شکل میں ہم یہ مہم ضرور اس بار سرانجام دیں گے۔"

"ایک بات بتائیے بابا صاحب' یہ لڑکی آپ کے لئے اس قدر اہمیت کی حامل کیوں ہے؟"

"پہلی بات تو یہ کہ ان علاقوں میں یعنی جس جگہ کا نام میں نے اینا فاربیا لیا ہے یہ لڑکی ایک مقدس حیثیت رکھتی ہے۔ یوں سمجھو یہ ایک عبادت گاہ کی دیوی ہے۔ ان لوگوں کے تصورات بھی صحرائے اعظم افریقا کے رہنے والوں کی مانند ہیں۔ ذرا توہماتی ہیں اور ان کی عبادت گاہوں میں ایک دیوی ہوتی ہے جس کی نسل در نسل چلتی ہے۔ سمجھ لو یہ آنے والی نسل کی دیوی تھی اور میں نے مکمل معلومات کے بعد اپنے قبضے میں کیا ہے۔ اگر یہ دیوی وہاں نہ پہنچی تو اینا فاربیا کی بستیاں تباہی کا شکار ہو سکتی ہیں۔ یہ ان کا عقیدہ ہے۔ دیوی کا محافظ سوخان ہی ہوتا ہے۔ سوخان شاید سردار کا نام ہے بلکہ وہاں کا ہر سردار سوخان ہی کہلاتا ہے۔ یہ وہاں کی کہانی ہے اب میں تمہیں بتاؤں کہ دربار میں میرے کچھ اور ساتھی اینا فاربیا کی تلاش میں جا چکے ہیں لیکن وہ پہاڑی علاقہ ہے برفانی تودے ادھر سے ادھر ہوتے رہتے ہیں انہوں نے راستوں کا حلیہ بگاڑ دیا ہے اور وہ راستے اب اس شکل میں موجود نہیں ہیں جس شکل میں ہم نے انہیں دیکھا تھا لیکن ایک بات میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ یہ پراسرار لڑکی وہ راستے جانتی ہے اور یہی ہمیں وہاں تک پہنچا سکتی ہے۔"

"آپ مزید کوشش کر چکے ہیں۔"

"ہاں۔"

"اور ناکام رہے۔"

"ہاں۔"

"ایک بات اور بابا صاحب!"

"پوچھتے رہو۔ جہاں تک تمہارا ذہن کام کرتا ہے پوچھتے رہو۔"

"آپ کے ساتھ اس مہم میں کوئی اور بھی شریک ہے۔ کوئی ایسا شخص جسے آپ اہمیت دیتے ہیں۔"

"دیکھو ہم پہاڑی لوگ اس وقت تک کسی کو دھوکہ نہیں دیتے جب تک کہ کوئی خود ہمیں دھوکا دینے کی کوشش نہ کرے۔ ہمارے ذہن میں انتقام کے جذبے شدید ہوتے ہیں لیکن دوستی کی شدت بھی اتنی ہی ہوتی ہے پہلی بار جب اس مہم پر گیا تھا تو میرے ساتھ ڈاکٹر مائیکل فورس اور کماری پربھاتیہ تھی کماری پربھاتیہ ایک ایسے علاقے میں ہوتی ہے جس کے بارے میں تمہیں بعد میں تفصیل بتاؤں گا یوں سمجھ لو کہ ہندو ہے لیکن ہندستان میں نہیں رہتی۔ بہت پرعزم اور بہادر عورت ہے۔ عورت کیا ہے بس یوں سمجھ لو جوانی کی عمر ہے۔ بہت چھوٹی سی عمر میں وہ اپنے باپ کے ساتھ مہمات میں شریک ہوتی رہی ہے اور اس کے بعد صورت حال بدل گئی۔ ہر انسان کے ساتھ اپنے واقعات ہوتے ہیں۔ اس کے ساتھ بھی کچھ کہانیاں وابستہ تھیں لیکن نہایت بہادر اور اعلیٰ کارکردگی کی مالک عورت ہے ہم تینوں نے ایک ساتھ مل کر قسم کھائی تھی کہ اگر اس مہم کو سرانجام دینے میں کامیاب ہوسکے تو تنہا نہیں ہوں گے بلکہ ساتھ ساتھ ہی ہوں گے اور اب بھی اگر میں نے اس مہم کے بارے میں سوچا اور قدم آگے بڑھائے تو کماری پربھاتیہ اور ڈاکٹر مائیکل فورس میرے ساتھ ہوں گے۔"

"گڈ۔ اب آپ کیا ارادہ رکھتے ہیں۔"

"یہ ایک عجیب اور دلچسپ اتفاق ہے کہ اس وقت ہمارے ساتھ ایک بہت بڑا اتفاق ہوا ہے۔ تم یقین کرو یہاں سے جاتے ہوئے میرا مطلب ہے قبیلہ عثمانیہ سے باہر قدم رکھتے ہوئے مجھے ہمیشہ بدلے کا خیال رکھنا ہوتا تھا۔ کیوں کہ پہاڑ زادے جب انتقام کے دور میں ہوتے ہیں تو سکون سے نہیں بیٹھتے میں ہمیشہ فرقان داہا کی طرف سے خوفزدہ رہا ہوں کہ عثمانیہ پر حملہ کرکے میرے پیچھے یہ سب کچھ تباہ نہ کردے لیکن اب جو صورت حال پیدا ہوئی ہے بالکل مختلف اور عجیب نوعیت کی حامل ہے۔ یعنی یہ کہ فرقان

داہا ہمارا دوست بن چکا ہے اور یہ بات میں جانتا ہوں کہ میں نے فرقان داہا کو وہاں اینافاریا میں دیکھا تھا اور ہم لوگوں نے اپنی دشمنی بھول کر ایک دوسرے کے ساتھ تھوڑا بہت تعاون بھی کیا تھا۔ یہ تعاون بس اتنا ہی تھا کہ ہم نے ایک دوسرے کے راستے نہیں کاٹے تھے۔ یہ بات میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ فرقان داہا کو بھی وہاں سے کچھ حاصل نہیں ہوا تھا۔ پتا نہیں فرقان داہا نے اس کے بعد ایسی کوئی کوشش کی کہ نہیں لیکن بہرحال کامیاب وہ بھی نہیں ہوسکا اور اب میں اسے تمہارے ذریعے اس مہم میں شرکت کی دعوت دوں گا تاکہ ہم لوگ ساتھ ہوں۔ طاقت بھی بڑھ جائے گی اور سب سے بڑی بات یہ میرے بیٹے کہ اس بار تم بھی میرے ساتھ ہو گے۔" میں نے ایک گہری سانس لے کر گردن ہلائی اور کہا۔

"بابا صاحب! آپ کی ہر خواہش کی تکمیل میرے لئے زندگی کا درجہ رکھتی ہے اور آپ مطمئن رہیں۔ اس بار جب ہم وہاں پہنچیں گے تو ناکامیوں کا رستہ نہیں اپنائیں گے۔ بس یوں سمجھ لیجئے کہ کامیابی ہمارے قدم چومے گی۔"

"مجھے خدا کی ذات کے بعد تم سے ہی امید ہے میرے بیٹے۔"

محمود خوارزم نے کہا اور اس کے بعد یہ جذباتی سلسلہ ختم ہوگیا۔ بعد میں میری ملاقات حسن فیروز سے ہوئی تو اس نے کہا۔

"اور میں یہ سوچ رہا ہوں کہ اب مجھے کوئی ایسا راستہ اختیار کرنا چاہئے جو میرے لئے پسندیدگی کا باعث ہو۔"

"مثلاً۔"

"مثلاً یہ کہ تم ہر جگہ اپنے نمبر بنانے کی کوشش کرتے ہو اور نمبر بنا بھی لیتے ہو۔ میں صرف اس لئے تعاون کرتا ہوں اور سوچتا ہوں چلو کوئی بات نہیں ہے ہم دونوں ہی کرنل ہمایوں کی ایماء پر کام کررہے ہیں کوئی ذاتی معاملہ نہیں ہے تمہارا لیکن جب تم مجھے نظرانداز کرتے ہو تو پھر میرے اندر وحشتیں نمودار ہونے لگتی ہیں۔" میں نے حسن فیروز کے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

"اور جب تم اس طرح کی کوئی بات سوچتے ہو حسن تو مجھے دلی دکھ ہوتا ہے۔"

"بس بس اب تم میرے احسانات گنوانا شروع کردو گے۔"

"ضروری ہے کیونکہ وہی تمہاری زبان بند کرنے کا باعث بنتے ہیں۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ حسن غصیلی نگاہوں سے مجھے دیکھتا رہا۔ کچھ دیر کے بعد میں نے کہا۔

"ہر جگہ کا ایک ماحول ہوتا ہے اور ہر جگہ اسی ماحول کے گرد کام کرنے سے ہمیں کامیابی حاصل ہوتی ہے۔ میرے دوست یہ معاملہ میرا ذاتی ہے اور نہ تمہارا۔ ذاتی زندگی میں اگر کہیں بھی تم سے انحراف کروں تو سمجھ لینا کہ میری رگوں میں دوڑنے والا خون غدار ہے۔"

"تمہیں فوراً ہی جذباتی کردیتا ہوں میں جبکہ حقیقتاً یہ سارا مذاق ہوتا ہے۔ حسن نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا۔ میں آنکھیں بند کرکے مسکرادیا تھا۔ وہ بہرطور ایک اچھا دوست تھا پھر محمود خوارزم سے رات کے کھانے پر دوبارہ میری بات چیت ہوئی۔ وہ مجھے اپنے کمرے میں لے گیا تھا اور وہاں بیٹھ کر اس نے پر یقین لہجے میں کہا تھا۔ "اصل میں اس شخص کا نظر آجانا بڑی سنگین حیثیت کا حامل ہے اور میں یہ سوچ رہا ہوں کہ اب مجھے کیا کرنا چاہئے۔ سوخان یقینی طور پر اس لڑکی کی تلاش میں آیا ہوگا اور اسے اس بات کا علم ہوگا کہ وہ یہاں موجود ہے۔ ایسی صورت میں مجھے بتاؤ میں کیا کروں۔"

"کیا آپ محسوس کرتے ہیں کہ آپ نے لڑکی کی حفاظت کے لئے جو کچھ کیا ہے وہ کافی ہے۔"

"نہیں میں ایسا نہیں سوچتا لیکن جیسا کہ میں تمہیں بتا چکا ہوں کہ یہ لوگ جس وادی کے رہنے والے ہیں وہ وادی جادو کی سرزمین ہے۔ ہرچند کہ ہم لوگ ایسی باتوں کو بہت زیادہ اہمیت نہیں دیتے لیکن میری آنکھوں نے وہاں جو کچھ دیکھا ہے وہ سنگین نوعیت کا حامل ہے اور میں یہ سوچ رہا ہوں کہ ایسی صورت میں مجھے کیا کرنا چاہئے۔"

"اس کا ایک بہترین طریقہ ہے۔" میں نے کہا۔

"کیا۔"

"اس مہم کا دوبارہ آغاز کردیا جائے۔" میرے ان الفاظ پر محمود خوارزم متعجب انداز میں مجھے دیکھنے لگا تھا پھر بولا۔

"مطلب۔"

"سوخان اگر اس لڑکی کو یہاں سے لے جانے کے منصوبے بنا رہا ہے تو اس سے پہلے ہم اسے لے کر یہاں سے نکل جاتے ہیں اور سوخان کے علاقے میں پہنچنے کی کوشش کرتے ہیں۔"

"گویا تم یہ چاہتے ہو کہ ہم دوبارہ ان علاقوں میں جاکر وہاں تلاش کریں۔"

"ہاں!" میں نے جواب دیا اور محمود خوارزم گردن جھکا کر سوچنے لگا اور پھر اس نے

کہا۔

"اب میں بڑے اعتماد کے ساتھ اس کی ہمت کر سکتا ہوں لیکن بہتر یہ ہے کہ ہم فرقان داہا سے بھی ملاقات کرلیں اور اس سے پوچھیں کہ کیا وہ ہمارے ساتھ اس مہم میں شرکت کرنا پسند کرے گا۔"

"غرض یہ کہ میرے اور محمود خوارزم کے درمیان یہ مسئلہ طے پاگیا لیکن اس سلسلے میں اب حسن سے بات کرنا ضروری تھا۔ ظاہر ہے کہ اسے یہیں چھوڑنا ہوگا۔ حسن ہمیشہ ہی مجھے حیران کردیا کرتا تھا۔ جب میں نے اسے تمام صورت حال بتائی تو وہ نہایت سنجیدگی سے بولا۔

"ٹھیک ہے تم بے فکر ہوکر جاؤ اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ ایک عمدہ حل ہے۔ واقعی اس وقت اس کی اشد ضرورت ہے۔"

سارے معاملے بڑے دلچسپ چل رہے تھے۔ اور مجھے اب اس میں لطف آرہا تھا۔ چنانچہ ہم تیاریاں کرنے لگے۔ ایک بہت اچھا یہ عمل کیا گیا تھا کہ محمود خوارزم اور میں تنہا وہاں جانے کا ارادہ رکھتے تھے۔ مجھے اس بات کا یقین تھا کہ ساری باتیں اپنی جگہ لیکن کوئی ایسی بات نہیں ہوگی جو دقت کا باعث بنے۔ بھول کر بھی نہیں سوچا جاسکتا تھا کہ فرقان داہا کسی قسم کی بدعہدی کرلے گا۔ کچھ محمود خوارزم کو بھی بات کا پورا پورا یقین تھا۔ ہم جب اپنے گھوڑوں پر سوار ہوکر باہر نکلے اور سرحد کی حدود میں آئے تو میں نے جگہ جگہ بے شمار گھوڑے سواروں کو مسلح گھوڑوں پر دوڑتے دیکھا۔ یہ گشت پر تھے۔ محمود خوارزم نے کہا۔

"یہ سب سوخان کی وجہ سے کیا گیا ہے۔ ان لوگوں کو اس کا حلیہ سمجھا کر ہدایت دے دی گئی ہیں۔"

"کیا اگر سوخان ان کے ہاتھ لگ جائے تو اسے ہلاک کردیا جائے گا۔"

"بالکل نہیں۔" بلکہ یہ کہا ہے میں نے کہ اگر سوخان نظر آجائے تو اسے ہر قیمت پر زندہ گرفتار کرنے کی کوشش کی جائے۔ اور اگر اس کوشش میں ناکامی ہو تو اسے کوئی نقصان نہ پہنچایا جائے۔" میں نے مطمئن انداز میں گردن ہلادی۔ حالانکہ دل ہی دل میں مجھے ہنسی آرہی تھی۔ سوخان بے چارہ یہاں کہاں۔ وہ تو واپس جاچکا ہے۔ اس سفر کے دوران میں بہت سی باتیں سوچتا رہا تھا۔ بلالیہ کی سرحد میں داخل ہوئے تو وہاں انہوں نے ہمیں دیکھا اور پھر جو احترام ہمیں دیا گیا اس کا تذکرہ الفاظ میں ممکن نہیں ہے۔ فرقان داہا

نے اتنی خوشیوں کا اظہار کیا تھا کہ ہم شرمندہ ہوگئے تھے۔ وہ اس بات سے خوش تھا کہ دوست دوست کی طرح سرحد میں داخل ہوا ہے۔ اس کے ساتھ لشکر یا محافظ نہیں ہے بلکہ باپ بیٹوں نے قبیلہ بلالیہ پر مکمل اعتماد کا ثبوت دیتے ہوئے تنہا یہاں آنے کی ہمت کی ہے۔ یہ بہت بڑی بات ہے۔ فرقان داہا نے ہمارا استقبال کرتے ہوئے کہا۔

"اب یہ شیروں کی شان ہی ہوتی ہے کہ کسی بھی بڑی سے بڑی جگہ داخل ہوتے ہیں۔ بزدلوں میں یہ ہمت نہیں ہوتی بزدل ہمیشہ لاؤ لشکر کے ساتھ سفر کرتے ہیں۔ میں بلالیہ میں عثمانیہ کے شیر کا جوجوش استقبال کرتا ہوں۔"

رات کے کھانے کے بعد محمود خوارزم نے فرقان داہا سے درخواست کی کہ ایک تنہا نشست رکھی جائے جس میں صرف فاخر داہا کو شامل کیا جائے اور ہم دونوں۔ فاخر داہا میری آمد سے بہت زیادہ خوش نظر آرہا تھا۔ بہرحال ہم بیٹھ گئے۔ تب محمود خوارزم نے اپنے مقصد کا آغاز کرتے ہوئے کہا۔

میں وادی کہکشاں کی بات کرنا چاہتا ہوں۔ یعنی اینافاربیا۔ جہاں ہماری ایک دلچسپ ملاقات ہوئی تھی فرقان داہا۔"

"آہ! کیا تم نے پہاڑوں کی بلندیوں سے زمین پر اتری ہوئی کہکشاں کو دیکھا تھا۔ محمود خوارزم۔"

"نہ صرف دیکھا تھا بلکہ آج تک وہ کہکشاں میری آنکھوں میں اتری ہوئی ہے۔"

"اور یقین کرو میں بھی ایک لمحہ اسے فراموش نہیں کرسکا لیکن تمہیں مجھ پر فوقیت حاصل رہی۔ البتہ اب یہ بات کہتے ہوئے میں شرمندگی محسوس کرتا ہوں کہ اس دوران میں تمہاری جاسوسی بھی کرتا رہا ہوں محمود خوارزم۔"

"کیا مطلب۔"

"تم دوبارہ ان علاقوں کا رخ کرچکے ہو اور میں نے خفیہ طور پر تمہارا تحفظ کیا ہے۔"

"کیا واقعی۔" محمود خوارزم نے انتہائی حیرت سے پوچھا۔

"ہاں! لیکن شرمندگی کے احساس کے ساتھ یہ بات میں نے تم سے کہی ہے۔"

"واقعی مجھے بالکل علم نہیں ہوسکا۔ مجھے بالکل پتا نہیں چل سکا۔"

"اور میں نے یہ بھی دیکھا کہ وہ راستے اب وہ راستے نہیں رہے ہیں جن سے گزر کر وہاں آسانی سے پہنچا جاسکتا ہے۔"

"بالکل سچ کہہ رہے ہو تم۔ آہ! میں کتنا حیران ہوا ہوں تمہارے یہ الفاظ سن کر۔"

"یقیناً تمہیں حیرانی ہوئی ہوگی لیکن اگر تم ان راستوں کو عبور کرکے اینافاربیا پہنچ جاتے تو وہاں تم سے میری پھر ایک دوستانہ ملاقات ہوتی۔"

"تم بہت دلچسپ ہو فرقان داہا اور بے حد بہادر بھی۔"

"شکریہ ادا کروں گا ان الفاظ کا۔" فرقان داہا نے پرمسرت لہجے میں کہا۔

"البتہ ایک بات سے تمہیں آگاہ کرنا چاہتا ہوں اور یقینی طور پر صرف میں ہی نہیں بلکہ تم بھی اس مشکل کا شکار ہوسکتے ہو۔"

"بتاؤ میرے دوست۔ ظاہر ہے جب ہم نے غیردانش مندوں کی بنائی ہوئی رسم توڑ دی ہے اور دونوں اس بات پر متفق ہوگئے ہیں کہ ماضی میں جو کچھ ہوا غلط ہوا تو ہمارے مفادات ایک دوسرے سے بہت زیادہ مطابقت اختیار کرگئے ہیں۔ کیا سمجھے۔"

"بالکل........ بالکل ٹھیک کہتے ہو تم۔ تمہیں سوخان یاد ہے۔"

"اینافاربیا کا سربراہ۔"

"ہاں اسی کی بات کررہا ہوں۔"

"اچھی طرح یاد ہے اور یہ بھی یاد ہے کہ کیا ہی شان دار شخصیت کا مالک تھا وہ اور یہ بھی علم ہے تمہیں کہ اس وقت سوخان کی وادی کی وہ دیوی میرے قبضے میں ہے۔"

"ہاں! مجھے معلوم ہے۔ پچھلی دوبار بھی تمہارے ساتھ میں نے اسے دیکھا ہے۔"

"اور یہ بھی جانتے ہو تم کہ اینافاربیا کے خانقاہ میں اس دیوی کو ایک مقام حاصل ہے۔"

"کیوں نہیں........ کیوں نہیں جانتا میں۔"

"تو پھر یہ سمجھ لو کہ سوخان اس دیوی کو لینے کے لئے یہاں آچکا ہے۔"

"ارے ہاں!"

"ہاں!؟"

"کیا تم یقین سے یہ بات کہہ سکتے ہو۔"

"میں نے اپنی آنکھوں سے اسے دیکھا ہے۔"

"کیا یہ نہیں معلوم ہوسکا کہ وہ کہاں ہے اگر تم نے اسے دیکھا ہے تو کیا تم نے اسے گرفتار کرنے کی کوشش نہیں کی۔"

"نہیں ابھی تک تو نہیں کی تھی لیکن اب میں ان کوششوں میں مصروف ہوں۔"

"یہ تو ایک سنسنی خیز خبر ہے۔ پھر کیا ارادہ ہے؟"

"میرے بیٹے کا کہنا ہے کہ اگر سوخان یہاں آیا ہے تو ہمیں اس کی سرزمین پر چلنا چاہئے۔"

"مطلب۔"

"مطلب یہ کہ ہمیں تیسری کوشش کرنی چاہئے اور اگر سوخان ہمارے راستے پر لگ جاتا ہے تو پھر وہی ہمارا راز دار بنے گا۔"

"براہ کرم مجھے وضاحت سے بتاؤ۔"

"یہ بات انتہائی خوشی کا باعث ہے فرقان داہا کہ اب صرف ہم دونوں نہیں بلکہ ہمارے بیٹے ہم دونوں کے راستوں کو آسان بنا رہے ہیں۔ یہ تجویز عبران خوارزم کی ہے کہ اگر سوخان یہاں اس لڑکی کی تلاش میں آگیا ہے تو ہمیں اس مہم کا آغاز کر دینا چاہئے۔ اور اس پیمانے پر کرنا چاہئے کہ سوخان کو ہماری روانگی کا علم ہو جائے اور اس کے بعد سوخان ہی ہمارا رہبر بنے گا۔ یعنی کہ وہ اگر اس لڑکی کو حاصل کر بھی لیتا ہے تو ہم اس کا تعاقب کریں گے اور اس کے نشانات پر سفر کریں گے یا پھر اگر وہ لڑکی کو قابو کرنے میں ناکام رہتا ہے اس کا فیصلہ تو ہم لوگ خود کریں گے تو کم از کم وہ ہمیں صحیح راستوں سے لے جائے گا۔ لڑکی ان راستوں کا تعین کرے گی۔ فرقان داہا سوچ میں ڈوب گیا پھر ایک دم اچھل پڑا۔ پھر خوش ہو کر بولا۔

"آہ! کیا اس وقت اچھی تجویز اور کوئی بھی ہو سکتی ہے۔"

"یقین کرو نہیں ہو سکتی۔"

"ایک سوال اور کرنا چاہتا ہوں محمود خوارزم۔"

"ہاں! پوچھو۔"

"کیا تم مجھے اس مہم میں اپنے ساتھ رکھنا پسند کرو گے؟"

"تمہارے پاس آمد کا یہی مقصد ہے اور اسی لئے میں نے فاخر داہا کو بھی اس گفتگو میں شریک رکھا ہے۔"

"کیا مبارک لمحہ تھا وہ جب یہ دونوں بچے آپس میں ملے۔"

"میرے لئے تو خیر وہ تھا ہی مبارک اس لئے کہ میرے بیٹے کی زندگی بچی لیکن میں سمجھتا ہوں دونوں قبیلوں کے لئے وہ لمحات بے حد مبارک ثابت ہوئے تھے۔ میں کتنا خوش ہوں یہ الفاظ میں بیان نہیں کر سکتا۔"

"میں بھی خوش ہوں فرقان داہا۔ ہم اس رسمی گفتگو کو اگر ترک کر کے کام کی بات کریں تو یہ سمجھ لو کہ ہمارے لئے اس سے عمدہ بات اور کوئی نہیں ہو سکتی کہ ہم اس مہم کے لئے وقت کا تعین کر لیں۔"

"بتاؤ کیا چاہتے ہو۔" فرقان داہا نے کہا اور محمود خوارزم اسے بتانے لگا کہ جتنی جلدی ممکن ہو سکے یہاں سے نکل جایا جائے۔ اس نے کہا۔

"ہم یہاں سے ایک جگہ اور جائیں گے اور وہاں ہم اپنی ایک دوست کماری پربھاتیہ کے ساتھ رہیں گے۔"

"میں جانتا ہوں کماری پربھاتیہ کے بارے میں۔ وہ ایک جانباز عورت ہے اور اس وقت بھی تمہارے ساتھ تھی جب پہلی مہم ہم تم نے سرانجام دی تھی۔"

"یہ اور اچھی بات ہے۔"

"ایک بات اور بتاؤں تمہارے ساتھ ایک انگریز بھی تھا۔"

"ڈاکٹر فورس۔ شاید اس کا نام مائیکل فورس تھا۔"

"خدا کی قسم تم نے اس قدر حیران کیا ہے مجھے کہ میں الفاظ میں بیان نہیں کر سکتا۔ اس کا مطلب ہے کہ تم بھی بہت عمدگی کے ساتھ اپنا کام سرانجام دیتے رہے ہو۔"

"ہاں اس میں کوئی شک نہیں کہ میں نے اس بارے میں بہت محنت کی ہے۔"

"تو میرے دوست ہمیں وقت کا تعین کر لینا چاہئے۔" اور پھر ان دونوں نے گفتگو کر کے بہت قریبی وقت کا انتخاب کر لیا۔ مجھے بھی اس پر کوئی اعتراض نہیں تھا۔ سوائے اس کے کہ میں اپنی روانگی کے بارے میں متعلقہ افراد کو اطلاع دے دوں۔ یعنی کارپورل جہازیب۔ کرنل ہمایوں کے بارے میں تو یہ نہیں کہا جا سکتا تھا کہ وہ کہاں ہو۔ یہاں موجود ہے یا واپس چلا گیا ہے۔ بہرحال اس بارے میں اپنے طور پر کوئی فیصلہ کرنا چاہتا تھا اور پھر ہم وہاں سے واپس چل پڑے۔ جتنی خوشی اور مسرت کا اظہار فرقان داہا نے اس بات پر کیا تھا اس پر محمود خوارزم بھی بہت متاثر تھا۔

بہرحال ہم عثمانیہ کی سرحد میں داخل ہو گئے۔ یہ مرحلہ بخیر و خوبی طے ہو گیا تھا۔ حالانکہ بے شمار گھڑ سوار عثمانیہ کے اطراف میں بھٹک رہے تھے لیکن یہ بھی ضروری تھا۔ بہرحال جو کام جس طرح شروع کیا تھا اس میں کوئی رخنہ اندازی مناسب نہیں تھی۔ یہاں آنے کے بعد محمود خوارزم اس سفر کی تیاریوں کے لئے مصروف ہو گیا۔ میں نے اس سے اس موقع پر پوچھا بھی کہ اس میں میری کیا خدمات ہو سکتی ہیں لیکن اس نے کہا کہ سارے

انتظام ایک مہم جو کے طور پر وہ خود کرے گا مجھے بس اس کا ساتھ دینا ہو گا اس نے کہا۔

"اور میں نہیں چاہتا میرے بیٹے کہ اس مہم کی تکمیل کے بعد تم اپنے باپ کا شوق اپنا لو۔" بات اصل میں یہ ہے کہ زندگی بہت قیمتی چیز ہوتی ہے۔ صرف شوق کے ہاتھوں اپنی ہنسی خوشی کی دنیا کو خیرباد کہہ دینا عقل مندی کی نشانی نہیں ہے۔ میں ساری زندگی مہمات میں گزارتا رہا ہوں۔ اور محسوس کرتا ہوں کہ میں نے زندگی کے بیش قیمت لمحات غیر ضروری عمل میں گزارے ہیں جبکہ میں دوسرے بہت سے کام بھی کر سکتا تھا۔ ایسی شکل میں تمہیں یہی مشورہ دوں گا کہ اپنی دنیا اپنی بستی اپنے لوگوں سے دلچسپی رکھ کے ان کی ترقی کے لئے کام کرو یہ میری زندگی کی آخری مہم ہے۔ جسے میں تمہارے ساتھ سرانجام دینا چاہتا ہوں۔" میں اس کی باتیں سن رہا تھا لیکن ایک بار پھر میرے دل میں افسوس کے تاثرات ابھر آئے تھے۔ بے چارہ محمود خوارزم! میں نے اس سے کہا۔

"بابا صاحب! اس کے علاوہ میں آپ سے ایک اجازت چاہتا ہوں۔"

"ہاں بولو۔"

"اس دوران اگر آپ مجھے اس لڑکی کے ساتھ ملاقات کرنے کا موقع دیں تو ممکن ہے میں کچھ کوششیں کر کے اس سے معلومات حاصل کروں۔ میں جانتا ہوں کہ وہ ہماری زبان نہیں بول سکتی لیکن پھر بھی میں یہ کوشش کرنا چاہتا ہوں۔" محمود خوارزم کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی اس نے کہا۔

"کیا تم اس بات پر یقین کرو گے کہ دوسری بات میں خود تم سے کرنا چاہتا تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ جوانی کی زبان جوانی سمجھتی ہے اور جوانی بہت خوبصورت ہوتی ہے۔ بیٹے یہ بات تم بھی جانتے ہو کہ وہ ایک قبیلے کی لڑکی ہے اور قبیلے والے کسی بھی طور پر یہ نہیں چاہیں گے کہ کوئی اجنبی ان میں شامل ہوں اور اس کے علاوہ یہ بھی ایک حقیقت ہے تم بھی یہ پسند نہیں کرو گے اور میں بھی۔ لیکن تمہارا کہا بالکل سچ ہے۔ ہو سکتا ہے وہ تم سے مانوس ہو جائے اور ہو سکتا ہے اس سے ہمیں ہماری پسند کے مطابق فائدہ حاصل ہو۔ تم بے فکر رہو۔ وہ تمہارا راستہ کبھی نہیں روکیں گے۔"

"شکریہ!" میں نے جواب دیا۔ محمود خوارزم نے غالباً اس سلسلے میں ان کو ہدایت کر دی تھی کیونکہ جب میں وہاں پہنچا تو اس طرح مجھے اندر جانے کا راستہ دے دیا جیسے میرے اوپر سے اب پابندی ہٹ گئی ہو۔ میں سیڑھیاں اتر کر اس تہہ خانے میں جا پہنچا لیکن یہاں دنیا کا ایک انتہائی حیرت ناک منظر میری نگاہوں کے سامنے تھا۔ میں نے یہاں

حسن فیروز کو دیکھا جو اس لڑکی کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا اور لڑکی کسی بات پر ہنس رہی تھی۔ درحقیقت اس وقت مجھے جس قدر حیرت کا سامنا کرنا پڑا تھا شاید زندگی میں ایسی حیرت مجھے کبھی نہ ہوئی ہو۔ آنکھیں یقین نہیں کر پا رہی تھیں۔ دماغ سائیں سائیں کر رہا تھا۔ حسن فیروز تو شاید سب سے بڑا جادوگر تھا۔ لڑکی کی جو کیفیت نظر آ رہی تھی وہ قابل دید تھی۔ اس سے پہلے جب میں محمود خوارزم کے ساتھ یہاں آیا تھا تو لڑکی نے گردن اٹھا کر بھی میری طرف نہیں دیکھا۔ لیکن یوں محسوس ہوتا تھا جیسے حسن فیروز کو وہ اچھی طرح سمجھتی ہو اور اس سے بہت خوش ہو۔ میں شدت حیرت سے گم کھڑا رہا۔ حسن فیروز نے بے پروائی کی نگاہ سے مجھے دیکھا اور پھر لڑکی کی طرف رخ کر کے بولا۔

"چی چوں آچوں ری۔" لڑکی کھکھلا کر ہنس پڑی تھی۔ میں اپنی جگہ کھڑا آنکھیں پھاڑتا رہا تو حسن فیروز نے کہا۔

"تھوڑی سی جگہ خالی چھوڑ دو میرے لئے۔ یہاں بھی آمرے۔" میں چل کر حسن فیروز کے قریب پہنچ گیا میں نے اس سے کہا۔

"اور اگر تم نے یہ کارنامہ سرانجام دے دیا ہے حسن فیروز تو تم یہ سمجھو کہ تم ہمیشہ کی طرح اس بار بھی بازی لے گئے۔ آؤ مجھے پلیز مجھے بتاؤ تو سہی تم نے اس کی زبان کیسے سیکھ لی۔"

"اس کا منہ کھلوا کر۔"

"کیا مطلب!؟"

"میں نے منہ کھول کر اپنی زبان باہر نکالی تو اس نے بھی منہ کھول کر زبان باہر نکال دی۔ بس میں نے اس کی زبان اور اس نے میری زبان سیکھ لی۔"

"حسن پلیز! کیا تم واقعی اس سے بات کرنے میں کامیاب ہو گئے ہو۔"

"نہیں ہوا ہوں تو ہو جاؤں گا۔ آخر تم سمجھتے کیا ہو اپنے آپ کو جو کام تم لوگ نہیں کر سکتے وہ میں کر دیا کرتا ہوں۔ اور یہ الگ بات ہے کہ گدھے اور انسان میں فرق ہوتا ہے۔ تم گدھوں کی طرح ہر کام کا بوجھ اپنی پشت پر لاد لیتے ہو اور میں صرف ایسے منتخب کرتا ہوں جسے محسوس کرتا ہوں کہ تم لوگ نہ کر پاؤ گے۔ بلاؤ ذرا اپنے کرنل صاحب کو کر کے دکھا دیں اس سے گفتگو۔ اسے مخاطب ہی کر لیں تو میرا نام حسن فیروز نہیں۔"

"انچارج صاحب اگر آپ حکم دیں تو میں آپ کے پاؤں بھی پکڑ سکتا ہوں۔ آپ واقعی ایسا ہی کارنامہ سرانجام دیا ہے۔"

"ہاہاہا! حسن فیروز واقعی ایسے کارنامے سرانجام دیتا ہے۔ اصل میں کرنل ہمایوں بد قسمت ہیں ورنہ حقیقت یہ ہے کہ اگر وہ مجھے جنگ کے دوران کسی محاذ پر لے جائیں تو وہ کامیابی دلا سکتا ہوں انہیں جو ان کے تصور میں بھی نہ ہو۔"

"مجھے یقین ہے کہ تم ایسا کر سکتے ہو۔ تم نے ایک تجویز پیش کی اور سارا کام آسان ہو گیا۔"

"کونسی تجویز۔" حسن فیروز اب میری باتوں میں دلچسپی لینے لگا تھا۔

"وہی سوخان والی۔" میں نے کہا اور میں نے ایک لمحے کے لئے محسوس کیا کہ میری زبان سے نکلنے والے اس لفظ پر لڑکی نے چونک کر مجھے دیکھا اور پھر وہ حسن فیروز کو دیکھنے لگی تھی اور اس کی آنکھوں میں ایک دلچسپی کا احساس تھا۔ میں نے حسن سے کہا۔

"میں جا رہا ہوں تمہارے درمیان مداخلت نہیں کرنا چاہتا لیکن پیارے بھائی مجھے صرف اتنا بتا دو کہ لڑکی تو تم نے شیشے میں اتار ہی لی ہے وہ دو آدمی کیسے شیشے میں اتر گئے۔"

"میں نے شیشے میں نہیں بلکہ بوتل میں اتارا ہے۔ بس بہت سے راز ایسے ہوتے ہیں جنہیں راز رکھنا ہی زیادہ مناسب ہوتا ہے۔ وہ جو کہتے ہیں نا کہ بلی نے شیر کو سارے گر سکھائے کچھ گر اپنے پاس محفوظ رہنے بھی دیئے۔ ویسے ہی میں بھی ان کے بارے میں نہیں بتاؤں گا۔"

"ہاں! اگر لڑکی سے کچھ معلومات درکار ہوں تو میری خدمات حاصل کرنا۔"

"حسن مصروف رہو۔ یہ بتاؤ کہ ان دونوں آدمیوں سے تمہارے لئے کوئی خطرہ تو نہیں ہے ورنہ اس کا انتظام کروں۔"

"ابے جاؤ جاؤ کیا میں تمہارے انتظام کے تحت یہاں تک پہنچا ہوں۔"

"ٹھیک ہے، ٹھیک ہے میں چلتا ہوں لیکن اپنی زندگی کا بھی خیال رکھنا۔" میں نے کہا اور واپسی کے لئے قدم بڑھا دیئے۔ درحقیقت میرے قدم لڑکھڑا رہے تھے۔ میرے لئے تو خیر محمود خوارزم نے اجازت دی ہے لیکن حسن نے کونسا چکر چلا دیا ہے۔ واقعی یہ بات میری سمجھ میں نہیں آسکی پھر رات کو بھی حسن موجود نہیں تھا۔ مست ملنگ تھا مرضی کا مالک تھا البتہ یہ آسانی اسے میں نے فراہم کردی تھی کہ میرا ساتھی ہونے کی وجہ سے اسے کسی جگہ روک ٹوک کا سامنا نہیں کرنا پڑتا تھا لیکن باقی سارے کام اس نے کئے تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ جب میں ماضی پر غور کرتا تو آج تک کے کارناموں میں حسن فیروز

ناقابل یقین کارنامے سرانجام دیا کرتا تھا وہ بہت اہمیت کے حامل ہوا کرتے تھے۔ غالباً اس کے اندر صلاحیتیں پوشیدہ تھیں۔ جن کی بنا پر وہ سارے کام کرلیا کرتا تھا۔ بہرحال کرنل ہمایوں نے جو ذمے داری میرے سپرد کی تھی اس میں لمحہ لمحہ مجھے کامیابی حاصل ہوتی جا رہی تھی یہ کارپورل جہانزیب سے ملاقات کوئی مشکل بات نہیں تھی۔ لیکن میں چاہتا تھا کہ جب مکمل منصوبہ ترتیب پائے تو میں اسے آگاہ کروں۔ اس کے علاوہ اب میں بھی چاہتا تھا کہ محمود خوارزم کے سامنے حسن فیروز کی اہمیت واضح کردوں اور اس شام جب محمود خوارزم نے مجھے اطلاع دی کہ وہ ساری تیاریاں مکمل کر چکا ہے تو میں نے اس سے سوال کیا۔

"سوال میں آپ سے یہ کروں گا بابا صاحب کہ یہاں سے ہم کتنے افراد جا رہے ہیں۔"

"ہاں! چونکہ میں اس سے پہلے بھی جیسا کہ تمہیں بتا چکا ہوں کہ دوبارہ یہ سفر اختیار کر چکا ہوں۔ چنانچہ اپنے تجربے کی بنا پر میں نے زیادہ لوگوں کو ساتھ لینے کا فیصلہ نہیں کیا۔ میں تم دو افراد جو لڑکی کے ساتھ ہیں۔ اور لڑکی یہ کل ملا کر پانچ افراد ہوئے اس کے علاوہ میں یہ چاہتا ہوں کہ ایک اور آدمی کو یہاں سے اپنے ساتھ لے لوں۔ ایسے لوگوں کو جو بالکل ہمارے اپنے وفادار ہوں اور باقی تمام لوگوں سے ہٹ کر ہمارا ساتھ دے سکیں۔ اس کے لئے صرف خان میرا بہترین ساتھی ہے۔ باہمت جنگجو اور وفادار۔ اگر تمہارے ذہن میں اور کسی کی شخصیت ہو تو مجھے بتا دو۔"

"آپ نے دوبار اس لڑکی کے ساتھ یہ سفر کیا ہے۔ لڑکی کا رویہ کیا رہتا ہے۔"

"عموماً ہم اسے خواب آور دوائیں دے کر سفر کراتے ہیں۔ جہاں کہیں ہمیں اس کی ضرورت پیش آتی ہے ہم اسے ہوش میں لے آتے ہیں لیکن ابھی تک اس سے کوئی بڑا نتیجہ حاصل نہیں ہو سکا ہے۔"

"کوئی ایسا عمل نہیں ہے بابا صاحب! جس سے آپ اسے ذہنی طور پر اپنا ساتھی بنا لیں۔"

"ابھی تک ایسی ہر کوشش ناکام رہی ہے۔"

"اس کوشش کی کامیابی کا اندازہ آپ کو کیسے ہو سکتا ہے۔" میں نے سوال کیا۔

"میں سمجھا نہیں۔"

"مطلب یہ کہ اگر کوئی ایسا عمل کرلیا جائے جس سے یہ لڑکی تعاون پر آمادہ ہو تو

آپ کو اس کا اندازہ کیسے ہو گا۔"

"لڑکی کی کیفیت سے۔"

"اس نے آج تک آپ سے کوئی لفظ بولا ہے۔"

"بالکل نہیں۔"

"بابا صاحب! میرے ساتھی کے بارے میں آپ جانتے ہیں۔ حسن فیروز ہے اس کا نام!"

"ہاں اور میں نے تم سے آج تک یہ نہیں پوچھا کہ وہ کون ہے اور کہاں سے تمہارا ساتھی بنا۔"

"ایک عجیب و غریب داستان ہے اس کی زندگی کے ساتھ۔ آپ یوں سمجھ لیجئے کہ وہ بڑی پوشیدہ صلاحیتوں کا مالک ہے۔ بابا صاحب! وہ اگر چاہے تو لڑکی کو اپنی جانب متوجہ کر کے اس سے کام لے سکتا ہے یہ اس کی اپنی صلاحیت ہے۔"

"ناممکن ہے۔ بالکل ناممکن ہے۔ میں نے دنیا کی ہر کوشش کر لی لیکن اسے متوجہ نہیں کر سکا۔"

"اگر آپ اس سلسلے میں مجھے تجربہ کرنے کی اجازت دے دیں تو۔"

"اجازت کی ضرورت نہیں۔ اب تو میں نے تمہیں ہر طرح کے اختیارات دے دیئے ہیں۔"

"ٹھیک ہے۔ پروگرام کیا رہے گا بابا صاحب!"

"یہاں سے ہم شہری آبادی میں چلیں گے۔ وہاں قیام کرنا ہو گا۔ وہاں سے میں ڈاکٹر فورس کو اطلاع دوں گا اور اسے مطلوبہ جگہ پہنچنے کے بارے میں کہوں گا۔ ڈاکٹر فورس کماری پر بھاتیہ تک پہنچ جائے گا اور پھر وہ لوگ سارے انتظام کر لیں گے چونکہ کماری پر بھاتیہ اب اسی علاقے میں رہتی ہے جہاں سے ہمیں آگے سفر کرنا ہے چنانچہ یوں سمجھ لو کہ یہ ذمے داری اسی کے سپرد کرنی ہو گی۔ ڈاکٹر فورس پہلے وہاں سے موجود ہو گا اور ہم اس کے بعد مزید انتظامات کر کے آگے کا سفر اختیار کریں گے۔"

"آپ پورے اعتماد سے یہ بات کہتے ہیں کہ آپ ایسا کر لیں گے۔"

"سو فیصد کیوں کہ اس سے پہلے میں ایسا کرتا رہا ہوں۔"

"ٹھیک ہے۔ میں بہت جلد آپ کو اس سلسلے میں رپورٹ دوں گا۔" آپ مجھے اس بات کی اجازت دیں کہ میں حسن فیروز کو اپنے ساتھ لڑکی تک لے جاؤں۔"

"پھر وہی اجازت۔ بیٹے جب اس مہم کی تفصیل میں تمہارے علم میں لے آیا تو سمجھ لو میری طرف سے تمہیں ہر طرف کی اجازت ہے۔" اس واقعے کے تیسرے دن اس وقت جب حسن فیروز لڑکی کے پاس تہہ خانے میں موجود تھا میں محمود خوارزم کو اپنے ساتھ لے کر تہہ خانے کی جانب چل پڑا۔ محمود خوارزم نے کسی قدر الجھے ہوئے لہجے میں کہا۔

"مجھے اس بات پر حیرت ہے کہ سوخان ان علاقوں میں نظر آیا اور اس کے بعد گم ہو گیا۔ میں اس کی طرف سے زیادہ فکر مند ہوں۔ نہ جانے وہ کون سی چال چل رہا ہے۔ نہ جانے وہ کون سا جال بچھا رہا ہے۔"

"میں نے جو کچھ سیکھا ہے آپ ہی سے سیکھا ہے۔ لیکن میں ایک بات پورے وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ اگر کوئی بات ذہن میں الجھی رہے اور اس کا کوئی حل دریافت نہ ہو تو بہتر ہے کہ اسے نظر انداز کر دینا چاہئے۔ جس وقت بھی وہ ہمارے سامنے آئے گا ہم اس کا جائزہ لیں گے اور سمجھنے کی کوشش کریں گے۔"

"ہاں یہ بات تو تم ٹھیک کہتے ہو۔ واقعی یہ بات مکمل طور سے سمجھ میں آتی ہے بالکل ٹھیک بالکل ٹھیک۔ تم اس بات کا خاص طور سے خیال رکھو۔ حالانکہ میں نے فرقان داہا کو بھی یہ پیغام بھجوا دیا تھا۔ اس کے آدمی اپنی سرحدوں میں اور ان علاقوں کے آس پاس سوخان کو تلاش کر رہے ہیں لیکن انہیں کامیابی نہیں حاصل ہوئی۔" پھر ہم خاموش ہو گئے تھے۔ تہہ خانے میں حسن فیروز موجود تھا اور اس وقت وہ لڑکی کے سامنے تھرک رہا تھا۔ اندر داخل ہوتے ہی محمود خوارزم کے منہ سے حیرت ناک آواز نکلی۔ اس نے حسن فیروز کو تھرکتے ہوئے دیکھ لیا تھا۔ اس کے سامنے لڑکی کھڑی ہوئی تھی اور وہ بھی نہایت بھونڈے انداز میں اپنے پیروں کو اسی کے انداز میں جنبش دے رہی تھی اور خوش نظر آ رہی تھی۔ محمود خوارزم کی آنکھیں شدت حیرت سے پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ اس نے مجھے دیکھا اور پھر حسن کو پھر مجھے لیکن حسن نے اب شاید اس کی آواز سن لی تھی۔ وہ ایک دم رک گیا۔ لڑکی نے بھی ہماری طرف دیکھا اور محمود خوارزم کے منہ سے آواز نکلی۔

"میرے خدا دنیا کا سب سے حیرت انگیز منظر میرے سامنے ہے۔"

"ناقابل یقین قسم لے لو۔ ناقابل یقین ہے میرے لئے کیونکہ اس سے پہلے میں نے اس کے اندر اس طرح کی جنبش بھی نہیں دیکھی۔ تو تم نے جو دعویٰ کیا تھا وہ بالکل

درست ہے۔ لیکن یہ شخص کیا یہ جادوگر ہے۔ اس نے یہ کام کیسے سرانجام دیا۔"

"آپ نے دیکھ لیا اب یہ آپ بتائیے کہ مستقبل کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟"

"میرے بیٹے تم اس بات کا اظہار کر رہے ہو۔ جبکہ تم مجھ سے زیادہ اعلیٰ صلاحیتوں کے مالک ہو۔ میں تمہاری کاوشوں کی طرف سے اطمینان کا اظہار کرتا ہوں۔ کامیابی......... ایک اور کامیابی۔ فرقان داہا کو ہم تیار کر ہی چکے تھے۔"

محمود خوارزم حسن فیروز کی طرف سے بھی مطمئن ہو گیا تھا۔ چنانچہ باقی انتظامات بھی برق رفتاری سے کئے گئے۔ اور آخر کار اس دن کا تعین کرلیا گیا جب ہم ایک بڑے شہر روانہ ہونے والے تھے۔ وہاں سے ہمیں باقی کام کرنے تھے۔ میرے لئے اب یہ ضروری تھا کہ کارپورل جہانزیب کو اطلاع دے دوں۔ کارپورل جہانزیب کو تلاش کرنا ہمیشہ کی طرح مشکل نہ رہا اور میں نے اسے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

"میں چاہتا ہوں کہ کرنل ہمایوں کو اس بارے میں علم ہو جائے اور اگر وہ کوئی ہدایت دینا چاہیں تو ہدایت دے دیں۔ ہم جس شہر جا رہے ہیں اس کے بارے میں اب تمہیں معلوم ہو چکا ہے۔"

"آپ مطمئن رہیں۔" طے یہ پایا تھا کہ ہمارا گروپ یہاں سے اس شہر روانہ ہو جائے اور دوسری طرف فرقان داہا اپنے گروپ کے ساتھ اسی شہر پہنچ جائے۔ چنانچہ یہاں ان پہاڑی آبادیوں کا کام مکمل کر کے آخر کار ہم نے شہری آبادی کی طرف قدم بڑھا لئے۔ میں خاصا متجسس تھا۔ جبکہ حسن فیروز جس کے بارے میں مجھے کبھی کبھی یقین ہو جاتا تھا کہ وہ ذہنی طور پر عدم توازن کا شکار ہے۔ بالکل مطمئن تھا حالانکہ ساری تفصیل اسے بھی معلوم تھی لیکن اس کا انداز ایسا تھا کہ کوئی یقین نہ کر پائے۔ وہ بالکل مطمئن اور مسرور نظر آتا تھا۔ کیونکہ اسے اب لڑکی کے ساتھ رہنے کی اجازت دے دی گئی تھی اس لئے زیادہ تر وہ اس کے ساتھ نظر آتا تھا۔ یوں یہ قافلہ شہر روانہ ہو گیا اور میں جو اپنے آپ پر ہمیشہ ہی حیرت کرتا رہتا تھا ایک بار پھر ایک خطرناک مہم کے تصور سے سرشار ہو گیا۔ ویسے تو حسن فیروز نے بہت سارے کارنامے انجام دیئے تھے لیکن اس بار جو کارنامہ سرانجام دے رہا تھا وہ ناقابل یقین سا تھا۔ ہوٹل میں قیام کے دوران میں اچھی طرح دیکھ چکا تھا کہ لڑکی اس سے بے حد مانوس ہے اور ایسا لگتا تھا جیسے وہ ایک دوسرے کی بات سمجھتے بھی ہوں اور آپس میں باتیں بھی کرتے ہوں۔ حسن سے اس بارے میں میں نے سوال کیا تو وہ مسکرا کر بولا۔

"ایک مزے کی بات بتاؤں۔"

"ہاں بتاؤ۔"

"اس کی پھوکڑی میں بھی کھوڑا ہے۔" حسن نے اپنے مخصوص انداز میں کہا اور میں اسے گھورنے لگا۔

"ہمارے درمیان بھی ایک رشتہ ہے اور اس رشتے سے ہم ایک دوسرے کے بہت قریب آگئے ہیں۔ بہت قریب سے میری مراد یہ ہے کہ دو ڈھائی فٹ کا فاصلہ ہے بس۔ جو تم سے نہیں ہے۔"

حسن کی اس تاویل پر مجھے ہنسی آگئی۔ میں نے کہا۔

"حسن عزت کا معاملہ ہے۔ ویسے تم بہت اچھے انسان ہو۔ لیکن پھر بھی میں........"

"ارے ارے کیا فضول باتیں کر رہے ہو۔ کس بے وقوف نے تم سے کہہ دیا کہ میں اچھا انسان ہوں۔ سنو اور ناک کھول کر سنو۔ میں کہہ رہا ہوں۔"

"ناک کھول کر۔"

"اب پتا نہیں یہ ناک یا کان کا کیا سلسلہ ہوتا ہے۔"

"مگر یہ دنیا والوں نے جو بے وقوفی کے محاورے استعمال کر رکھے ہیں مختلف معاملات میں انہی کی مطابقت سے کہہ رہا ہوں۔ اب میری مرضی ہے کان کہوں یا ناک میں تو ہمیشہ دوسروں سے اختلاف کرتا ہوں۔ چنانچہ تم ناک کھول کر سنو میں خود صاحب کردار آدمی ہوں اور جہاں تک لڑکیوں کا معاملہ ہے۔ بس زبان نہ کھلواؤ اور مجھے غلط آدمی نہ سمجھو۔

حسن کی بہت سی باتوں پر مجھے یقین ہو نہ ہو لیکن کم از کم اس بات پر ضروری یقین تھا کہ وہ جو نظر آتا ہے وہ نہیں ہے۔ اس کی شخصیت کو مسخ کر دیا گیا تھا ورنہ وہ اتنا اچھا انسان تھا کہ ایسے لوگ بہت کم ہوا کرتے ہیں۔ انسانی اور اخلاقی قدریں اس کے اندر بے پناہ تھیں۔ مجھے اس پر پورا پورا یقین تھا۔ بہرحال ابھی ہم یہ نہیں کہہ سکتے تھے کہ ہم نے منزل کی جانب سفر کا آغاز کر دیا ہے۔ ابھی تو بس ابتدائی مراحل تھے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ محمود خوارزم کے فرشتوں کو بھی کبھی میری ذات پر کوئی شبہ نہیں ہو سکا تھا۔ ظاہر ہے میرے لئے وہ اپنے دل میں ایسے جذبات رکھتا تھا کہ ان میں کسی کھوٹ کا تصور بھی نہ کیا جا سکے۔ چنانچہ محمود خوارزم مطمئن نظر آ رہا تھا۔ میں نے اس سے سوال کیا۔

"ہمیں اب یہاں سے کہاں روانہ ہونا ہوگا۔"

"بنکاک۔ بنکاک سے ہم مے سوٹ جائیں گے۔" مے سوٹ یوں سمجھ لو برما کی

سرحد ہے۔ اس سرحد سے پتھروں کی اسمگلنگ ہوتی ہے اور اسے اسمگلروں کی جنت کہا جاتا ہے لیکن بہرحال یہاں حادثے بھی ہوتے ہیں۔"

"لیکن ہم مے سوٹ ہی کیوں جارہے ہیں۔"

"مختصراً تمہیں بتا چکا ہوں کہ ہمارا سفر مختلف راستوں سے گزرتا ہوا سنکیانگ کی جانب ہوگا۔ سنکیانگ کے ایک مخصوص علاقے سے ہم بالکل راستہ بدل دیں گے اور ایک ایسی نامعلوم سمت چل پڑیں گے جس کے بارے میں تمہیں میں نے بتا دیا ہے کہ وہ علاقہ ابھی تک غیر مہذب ہے اور وہاں مختلف قسم کے قبائل آباد ہیں۔ تم نے چقمہ قبائل کے بارے میں سنا ہوگا۔"

"ہاں!"

"یہ تو بڑے مہذب لوگ ہیں' لیکن جن علاقوں میں ہم جارہے ہیں وہ کافی آگے جاکر ہیں۔ راستے برفانی ہیں اور اندازہ یہ ہے کہ وہاں جو آبادیاں ہیں وہ قدیم چینی تبتی اور منگولی آبادیاں ہیں۔ یہ ملی جلی نسلیں قبیلوں کی شکل میں آباد ہیں اور یہاں جادو بنیادی حیثیت رکھتا ہے میں خود یہ مناظر اپنی آنکھوں سے دیکھ چکا ہوں۔ انہیں نہیں جھٹلایا جاسکتا اگر کوئی مجھے وہاں کی کہانیاں سنائے یا سناتا اور میں ان کہانیوں میں خود کو شامل نہ کرچکا ہوتا تو شاید کبھی یقین نہ کرتا اور اگر ابھی میں تمہیں ان کے بارے میں بتاؤں گا تو تمہاری کیفیت بھی اس سے مختلف نہیں ہوگی۔ مے سوٹ سے ایک شرقی راستہ قصبہ گھولا کی طرف کٹتا ہے یہ قصبہ کماری پربھاتیہ کا قصبہ ہے۔ کماری پربھاتیہ وہاں ایک نمایاں حیثیت رکھتی ہے کماری پربھاتیہ کے پاس پہنچ کر ہم مائیکل فورس کو فوری طور پر وہیں طلب کرلیں گے ویسے اب سے کچھ دیر کے بعد میں مائیکل فورس سے رابطہ قائم کروں گا۔ بس تمہاری ذمے داری اس لڑکی کو سنبھالے رکھنے کی ہے۔"

"اور فراقان داہا۔"

"فراقان داہا بس کچھ وقت کے بعد پہنچنے والا ہوگا۔ وہ ٹیلی فون پر ہمیں اپنی آمد کی اطلاع دے گا۔ ابھی ابتدائی منزل پر ہم ذرا دیکھ بھال کرلیتے ہیں چونکہ ایک خطرناک شخصیت ہمیں نظر آچکی ہے اور اس کے بعد روپوش ہوگئی ہے ہم صرف یہ جائزہ لینا چاہتے ہیں کہ کیا سوخان مسلسل ہمارے راستے پر ہے اگر وہ کہیں ہمیں نظر آتا ہے تو ہم سب سے پہلے اس سے نمٹنے کی کوشش کریں گے۔"

"فرض کیجئے سوخان ہمیں نظر آجاتا ہے تو اس کے ساتھ ہمارا رویہ کیا ہوگا؟"

"اس کا فیصلہ مشترکہ طور پر ہی کیا جائے گا۔ ہمیں سب سے زیادہ خیال یہ رکھنا ہے کہ سوخان کہیں ہمارے راستے میں آنے کی کوشش نہ کرے۔ بس اس لڑکی کو حفاظت سے اس وادی تک لے جانا ہے کیونکہ اسی کے بل پر ہم سوخان سے سودے بازی کرسکتے ہیں۔ معاملہ بے شک الجھا ہوا اور پریشان کن ہے لیکن یہ ہماری مجبوری ہے کیونکہ اس کے علاوہ ہمیں کامیابی کا کوئی ذریعہ نظر نہیں آتا۔" میں خاموش ہوگیا۔ اسی ہوٹل میں جہاں ہماری رہائش گاہ ایک شام مجھے کارپورل جہانزیب کی صورت نظر آئی۔ وہ سامنے کی راہداری سے گزر رہا تھا۔ یہ ایک فطری عمل تھا کہ میں اس کا تعاقب کروں اور جب میں اس کا تعاقب کرتا ہوا اس کمرے کے دروازے تک پہنچا جس میں داخل ہونے کے لئے وہ دروازہ کھول رہا تھا تو وہ رک گیا اور مسکرا کر بولا۔

"ہاں! یہی ہے اندر آجاؤ۔"

"جہانزیب تم۔"

"نہیں میں نہیں کرنل ہمایوں۔" جہانزیب نے جواب دیا اور میں ششدر رہ گیا۔

"کیا اندر؟"

"ہاں۔"

"مجھے یوں محسوس ہورہا ہے جیسے تمہیں میری موجودگی کا پتا تھا۔"

"کمال کرتے ہو۔ میں تمہیں اپنی جھلک دکھا کر خود یہاں تک لایا ہوں کیونکہ کرنل ہمایوں تم سے ملنا چاہتے ہیں بس اب یہاں کھڑے ہوکر حیرانی کا اظہار کرنا حماقت کے سوا اور کیا ہوسکتا ہے۔" میں اندر داخل ہوگیا۔ کرنل ہمایوں ایک وہیل چیئر پر بیٹھا آرام سے چائے پی رہا تھا۔ سامنے ہی ایک خالی کپ بھی رکھا ہوا تھا۔ مجھے بیٹھنے کا اشارہ کرکے اس نے خالی کپ میں چائے انڈیلی اور بولا۔

"میں نے فیصلہ کرلیا تھا کہ چائے تمہارے ساتھ پیوں گا۔ بیٹھو تمہیں بار بار حیرت ہوتی ہے اور تم شاید یہ سوچتے ہوگے کہ میں اس طرح کی حرکتیں کرکے تمہیں متاثر کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔ ایسی بات نہیں ہے۔ اصل میں ہم ایک طرح کے ڈرامائی اقدامات بحالت مجبوری کرنا چاہتے ہیں کیونکہ ہمارے مدمقابل بھی اپنے اردگرد کے حالات سے باخبر ہوتے ہیں۔" کرنل نے مجھے چائے کی پیشکش کی اور میں بہرطور اس کی ہدایات سے منحرف نہیں ہوسکتا تھا۔ میں خاموشی سے چائے کے گھونٹ لیتا رہا۔ کرنل نے کہا۔

بات اصل میں یہ ہے نوجوان کہ احتیاط کو اگر عادت بنالیا جائے تو ہر لحاظ سے بہتر

رہتا ہے میں تمہیں ایک خطرناک سفر سے محتاط کرنا چاہتا ہوں۔ ہوسکتا ہے آگے چل کر کچھ ایسے معاملات پیش آئیں کہ میں تمہاری مدد کے لئے وہاں موجود نہ ہوں۔ کچھ نہیں کہا جاسکتا کہ صورت حال کس قدر سنگین ہو۔ آخری بار تمہیں اس سے محتاط کرنا چاہتا ہوں۔ میں نے تم سے ڈاکٹر فسٹ کی کتاب کے بارے میں بات کی تھی اصل میں ایک بڑا عجیب معاملہ ہے۔ لوگ اپنی ذہانت اور اپنی عقل کو سب سے زیادہ سمجھتے ہیں۔ وہ سوچتے ہیں کہ ان کا کوئی مدمقابل نہیں ہے۔ یہی سوچنے والے ہمیشہ نقصان اٹھاتے ہیں اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ محمود خوارزم اس علاقے میں پہنچ گیا تھا اور اس نے ایک زبردست کارنامہ سرانجام دیا یعنی اس علاقے کی ایک ایسی ہستی کو اپنے ساتھ لے آیا جو ان لوگوں کے لئے ایک طرح سے مقدس درجہ رکھتی ہے اور ان کی دیوی ہے۔ اس کے ذریعہ محمود خوارزم ان لوگوں سے بہت سی سودے بازی کرسکتا ہے لیکن پُراسرار دنیا کے پُراسرار لوگ کس طرح اپنی کارروائیاں کررہے ہیں اس کا بھی تمہیں اندازہ ہے اور پھر بلاشک و شبہ محمود خوارزم کو یہ بھی پتا چاہئے کہ دو ایسے افراد جنہیں اس بارے میں معلومات حاصل ہیں یعنی ڈاکٹر فورس اور کماری پربھاتیہ۔ یہ فرشتے نہیں ہیں۔ کہیں کسی جگہ وہ ان معاملات کو اپنی زبان سے باہر نکال سکتے ہیں اور کوئی اور بھی اس سے واقف ہوسکتا ہے ایسی شکل میں یہ بھی ہوسکتا ہے کہ کوئی مہم جو ان لوگوں سے پہلے یعنی تم سے پہلے ان علاقوں میں بھٹک رہا ہو یا اس سے زیادہ واقفیت حاصل کرکے ایسی کوئی کوشش کر رہا ہو کہ وہ وہاں تک پہنچ جائے ایسی صورت میں تمہیں جن مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا کیا تم نے اس پر غور کیا ہے؟"

"کرنل ہم جس طرح وہاں کا سفر کررہے ہیں اس میں ہمارے پاس کسی بڑی جنگ کے لئے انتظامات نہیں ہیں۔ اس کے علاوہ ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ ہم کس حد تک وہاں کامیابی حاصل کرسکتے ہیں۔ یہ تو صرف کوشش ہوگی جو کی جائے گی۔"

"بے شک میں جانتا ہوں، بس تمہیں محتاط کرنا چاہتا تھا۔ کسی ایسے تیسرے نئے کردار سے جو تمہارا راستہ روک سکتا۔ اسی لئے میں نے تمہیں تکلیف دی تھی۔"

"ٹھیک ہے کرنل، میں خیال رکھوں گا۔" میں نے جواب دیا۔ کافی دیر تک کرنل ہمایوں کے ساتھ بیٹھ کر میں باتیں کرتا رہا اور اس کے بعد وہاں سے واپس اپنے کمرے میں چلا آیا لیکن اس ملاقات کے بعد جو سنسنی خیز اثرات مجھ پر مرتب ہوئے تھے وہ ابھی تک میرے ذہن میں بھنبھنائے ہوئے تھے اور میں کرنل ہمایوں کے بارے میں سوچ رہا تھا جب

شخص ہاتھ پاؤں سے سلامت ہوگا تو کیا چیز ہوگا۔ محمود خوارزم اپنا کام کررہا تھا۔ مجھے وہ ہر کارروائی سے آگاہ رکھتا تھا۔ اس نے بتایا تھا کہ آگے کے سلسلے میں کیا ہورہا ہے۔ ڈاکٹر فورس کو کیا پیغام دے دیا گیا ہے؟ کماری پربھاتیہ کے بارے میں اس نے کہا تھا۔

"شاید ہمیں بے سوٹ جانے کے بعد کماری پربھاتیہ سے رابطہ کرنا پڑے کیونکہ یہاں سے اس سے رابطہ قائم نہیں ہوسکتا۔ البتہ ڈاکٹر فورس براہ راست وہاں پہنچ جائے گا اور آج رات کو فرقان داہا بھی آچکا ہے۔ میں تم سے مشورہ کرنا چاہتا ہوں۔ یہ بتاؤ یہاں تک کے سفر میں اور پانچ دن کے قیام میں تمہیں کوئی ایسا شبہ ہوا ہے جس سے ہمیں یہ اندازہ ہو کہ سوخان یا ہمارا کوئی بھی دشمن ہماری تاک میں ہے۔"

"بالکل نہیں۔"

"میرا بھی یہی اندازہ ہے اور صدف خان بھی یہ کہتا ہے۔ اصل میں فرقان داہا کے علاوہ ہمیں اس بات کا خطرہ بھی ہے کہ سوخان جو وہاں ان علاقوں میں دیکھا گیا ہے کہیں باقاعدہ ہماری تاک میں نہ ہو اگر........"

"اگر ایسا ہے بھی بابا صاحب تو میرا خیال ہے ہمیں صرف ایسے خوف کا شکار ہونے کے بجائے اپنے آپ کو ہر مشکل مرحلے سے نمٹنے کے لئے تیار کرلینا چاہئے۔ دشمن کا خوف اگر اپنے آپ پر مسلط رکھا جائے تو اس کا تو یہ مطلب ہے کہ ہم اپنا کام ہی نہ کریں۔" محمود خوارزم نے مسکرا کر گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"تم بالکل وہ باتیں کررہے ہو جو جوانی میں' میں کیا کرتا تھا۔ کیا کیا جائے اصل میں جوانی ہوتی ہی سرکش ہے۔ وہ کسی چیز کو خاطر میں نہیں لاتی اور تم اس وقت اسی نوخیزیت میں ڈوبے ہوئے ہو لیکن میں اسے بری بات نہیں سمجھتا۔ جوانی کے اپنے تقاضے ہوتے ہیں اور تم ان تقاضوں کو پورا کررہے ہو۔"

بہرحال پھر فرقان داہا آگیا۔ ان لوگوں کے درمیان رابطہ ہوا ہوگا جس کے بارے میں مجھے علم نہیں ہے لیکن دوسرے دن فرقان داہا اپنے بیٹے کے ساتھ پہنچ گیا۔ فاخر مجھ سے بہت محبت سے ملا تھا۔ تھا ہی اچھا نوجوان مجھے پسند آیا تھا لیکن ایسے بہت سے لوگ پسند آتے ہیں اب اس کا مطلب یہ تو نہیں ہے کہ سبھی سے جدائی کا تصور کرکے افسردہ ہوجایا جائے۔ بہرحال میں جانتا تھا چونکہ میں محمود خوارزم کا بیٹا تو ہوں نہیں جب حقیقتیں سامنے آئیں گی تو ہم لوگوں میں علیحدگی ہوجائے گی اور اس کے بعد یہ پرانا قصہ بن جائے گا لیکن زندگی کے سفر میں بے شمار اچھے برے ساتھی ملتے ہیں۔ انہیں بھولنا ہی پڑتا ہے

کیونکہ منزل کی جانب قدم بڑھاتے ہوئے راستوں کی طوالت بہت سے خیالات دل سے نکال دیتی ہے۔ فرقان داہا اور محمود خوارزم کے درمیان گفتگو ہوئی۔ بڑی کارآمد گفتگو تھی یہ اور اس کے بعد طے کرلیا گیا کہ بنکاک کے لئے روانگی کی تیاریاں مکمل کرلی جائیں پھر ایک طیارہ ہمیں لے کر بنکاک چل پڑا۔ یہ سفر ایک طرح سے ایک تفریحی سفر بن چکا تھا۔ ہم سب بہت خوش تھے خاص طور سے فاخر داہا تو میرے ساتھ اس طرح چپکا تھا کہ ہٹنے کا نام ہی نہیں لیتا تھا۔ ہمارے اہل خاندان یعنی وہ جو ہم سے متعلق ہوگئے تھے وہ بھی بڑے پُرمحبت انداز میں یہ سفر کر رہے تھے۔ بنکاک ایئر پورٹ پر اترے اور اس کے بعد وہاں سے گھولا چل پڑے۔ مے سوٹ برما کی سرحد پر واقع تھا۔ ہمیں مے سوٹ پہنچنے کے بعد گاڑیوں سے سفر کرنا پڑا اور پھر ہمارے سفر کا اختتام ایک انوکھی اور شاندار عمارت پر ہوا۔ بڑے سے دروازے کے دوسری طرف سنگ مرمر سے بنا ہوا ایک وسیع صحن تھا جس کے اختتام پر ایک بڑا سا دالان' صحن میں جگہ جگہ فوارے لگے ہوئے تھے۔ ان کے گرد حسین جانوروں کے مجسمے جو بہت بڑے بڑے تھے قرب وجوار میں بڑے حسین مناظر تھے۔ یہ رہائش گاہ دیکھنے سے تعلق رکھتی تھی۔ ہم اندر آگئے کئی ملازمین ہماری خاطر مدارت میں مصروف تھے اندر پہنچنے کے بعد جو منظر نگاہوں کے سامنے آیا وہ بھی اپنی مثال آپ تھا۔ اعلیٰ درجے کے فرنیچر پڑے ہوئے تھے۔ گول بیڈ جن پر کئی کئی فٹ موٹے گدے اور ان گدوں پر مخمل کی چادر بچھی ہوئی تھی گولائی میں اسی ڈیزائن کے اسٹول پڑے ہوئے تھے جو بیٹھنے کے لئے تھے۔ بہت سی خوبصورت آدھے چاند کی صورت کی میزیں پڑی ہوئی تھیں۔ دیواروں پر قیمتی پردے آویزاں تھے اس کے علاوہ اس عمارت کو مجسموں کی عمارت کہا جاسکتا تھا۔ بہت ہی حسین ماحول تھا۔ جسے دیکھ کر ہم سب ہی کچھ نہ کچھ کہہ رہے تھے۔ بہرحال پھر جو شخصیت ہمارے سامنے آئی وہ بھی قابل دید تھی۔ بھرے بھرے بدن کی ایک دراز قامت عورت جس نے بہت خوبصورت ساڑھی باندھی ہوئی تھی اور جگمگاتے زیور پہنے ہوئے تھے اس کے آگے پیچھے کئی افراد تھے جو گردن جھکائے اس کے ساتھ چل رہے تھے۔ یہ بھی قابل دید منظر تھا۔ محمود خوارزم اور فرقان داہا نے اس کا استقبال کیا۔ یہ کماری پربھاتیہ تھی میں نے البتہ دل ہی دل میں ضرور سوچا کہ جو شان وشوکت دیکھنے میں آرہی ہے وہ تو یہ ظاہر کرتی ہے کہ کماری پربھاتیہ صرف کماری نہیں بلکہ راج کماری ہے۔ یہ تو راجاؤں جیسی شان والا محل ہی تھا۔ بہرسال یہ سوچنے کی بات تھی کہ کیسے کیسے لوگ کیسی کیسی بری عادتوں کا شکار ہوتے ہیں اور اپنے عیش وآرام کی

زندگی چھوڑ کر ایسے فضول کاموں میں پڑجاتے ہیں۔ خزانوں کے حصول کی کوشش میں وہ اپنا حسین تصور بھی کھو بیٹھتے ہیں بہرحال انسانی فطرت کے بارے میں یہ اندازہ مجھے بہت پہلے ہوچکا تھا۔ کماری پربھاتیہ سے سب کا تعارف کرایا گیا۔ اس نے مجھے دیکھا چند لمحے دیکھتی رہی اور اس کے بعد دوسری جانب متوجہ ہوگئی۔ ہم سب کے لئے عمدہ بندوبست کردیا گیا تھا۔ ابھی تک اس سلسلے میں باقاعدگی سے کوئی گفتگو نہیں ہوئی تھی۔ ہم سب کو یہاں پر آرام کرنے کے لئے جگہیں دی گئیں میں ایک الگ کمرے میں تھا یہاں بھی معمول کے مطابق حسن فیروز کو اس پُراسرار اور بے نام لڑکی کے ساتھ ہی چھوڑا گیا تھا جو اس فساد کی جڑ تھی۔ بہرحال یہ سارا مسئلہ بڑا عجیب وغریب تھا۔ کماری پربھاتیہ نے ہمارے لئے بہت سے تفریحی پروگرام ترتیب دیئے تھے۔ بہت دیر تک رقص و سرود کی محفل بھی جمی رہی۔ جس کے لئے مقامی لڑکیوں کو طلب کیا گیا تھا اور انہوں نے بڑے سلیقے سے مقامی پروگرام پیش کئے تھے۔ غرض یہ کہ ہماری آمد کا یہ پہلا دن گزر گیا اور میں نے بڑی عجیب سی کیفیت محسوس کی۔ ہم بڑے پرلطف انداز میں اپنا یہ وقت گزارتے رہے تھے اور پھر دوسرے دن میرے سامنے اس سلسلے میں گفتگو کی گئی۔ فرقان داہا' فاخر' میں اور محمود خوارزم اس میٹنگ میں شریک تھے۔ باقی لوگوں کو دور ہی رکھا گیا تھا۔ کماری پربھاتیہ نے کہا۔

"تو آخر کار اس بار ایک بڑا کام کرڈالنے کا فیصلہ کرہی لیا گیا۔"

"ضروری تھا' ورنہ عمر گزر رہی تھی۔ بوڑھے جسم ایسے کام سرانجام نہیں دے سکتے۔"

"اس بار تو آپ لوگوں نے اپنے اپنے تیر باہر نکالے ہیں دونوں نوجوان لڑکے یقینی طور پر یہ کام سرانجام دیں گے لیکن مجھے ایک بات پر حیرت ہے محمود خوارزم۔"

"کون سی بات پر؟"

"اس لڑکی کا ٹریز کون ہے۔ وہ نوجوان میری نگاہوں میں سب سے زیادہ حیرت ناک ہے کیونکہ اس سے پہلے جب ہم نے دوبارہ کوشش کی ہے تو ایسے محسوس کیا ہے کہ لڑکی کسی بھی طرح قابو میں نہیں آسکتی۔ اسے بے ہوش کرکے کام کیا گیا ہے کیا خیال ہے؟"

"ہاں' یہ بات تو ہے۔"

"دو ایک بار وہ خوش بھی نظر آئی ہے اور یوں لگتا ہے جیسے وہ اپنی مرضی سے سارا سفر کر رہی ہو۔"

"اس میں کیا شک ہے۔"

"لیکن کیسے؟"

"بس یوں سمجھ لو یہ سب کچھ بالکل اتفاقیہ ہی ہے۔ الغرض اس سلسلے میں باتیں ہوتی رہیں۔ اب صرف ڈاکٹر فورس کا انتظار تھا اور ڈاکٹر فورس نے بھی آنے میں دیر نہیں لگائی۔ اس کے ساتھ چار افراد اور تھے جن میں ایک انتہائی خوب صورت لڑکی بھی تھی۔ اس لڑکی کو دیکھ کر نہ جانے کیوں ایک لمحے کے لئے میرے ذہن میں کچھ عجیب سے خیالات پیدا ہوئے تھے۔ وہ خوبصورت ہونے کے ساتھ ساتھ خوش اخلاق بھی تھی۔ اس نے بڑے تپاک سے ہم سب کو سلام کیا تھا اور ہم سے ہاتھ ملایا تھا۔ میں نے محسوس کیا کہ لڑکی نے اپنا ہاتھ دیر تک میرے ہاتھ میں دیئے رکھا ہے۔ اس کا نام جینی فورس تھا۔ جینی فورس بڑی بے اختیار شخصیت کی مالک تھی۔ نہ جانے کیوں بہت دیر تک میں اس کے بارے میں سوچتا رہا تھا۔ ادھر ڈاکٹر فورس بھی اپنی جسامت سے ہی مہم جو معلوم ہوتا تھا۔ اس نے ہم سب سے مل کر بڑی خوشی کا اظہار کیا تھا۔ خاصی فوج جمع ہوگئی تھی۔ ڈاکٹر فورس کے آنے کے بعد ساری تفصیلات اس کے علم میں لائی گئیں اور پھر اس سلسلے میں آخری میٹنگ کا فیصلہ کیا گیا۔ ڈاکٹر فورس نے کہا۔

"ہم جتنے افراد جمع ہوگئے ہیں۔ یہ ایک سنگین صورت حال بھی بن سکتی ہے' میں کہنا چاہتا تھا کہ تمام افراد ایک ہی انداز میں سفر نہ کریں بلکہ ایک مخصوص طریقہ کار اختیار کیا جائے۔"

"اس سلسلے میں جو خیال آپ کے ذہن میں ہے ڈاکٹر فورس آپ بتائیں۔" کماری پربھاتیہ نے کہا۔

"اصولی طور پر ہم چار گروپ ہیں اور چار گروپ جس طرح اپنی اپنی قوت کا مظاہرہ کرسکتے ہیں یہ قابل غور بات ہے۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ ان چار گروپوں کو تین گروپوں میں تقسیم کردیا جائے پہلا گروپ جس میں چاروں گروپوں کا ایک ایک نمائندہ ہو۔ سب سے آگے سفر کرے۔ اس کے لئے اگر آپ لوگ چاہیں تو میں اپنے آپ کو پیش کرسکتا ہوں جن علاقوں کی جانب ہم جا رہے ہیں وہ جس قدر خطرناک ہیں آپ کو اس کا اندازہ ہے۔ چنانچہ پہلا گروپ کوئی دو کلومیٹر کا فاصلہ طے کرکے آگے کا سفر کرے۔ ہمارے درمیان مواصلاتی رابطے ہونے چاہئیں۔ اس کے بعد دوسرا گروپ جس میں وہ لڑکی شامل ہو اپنے سفر کا اسی راستے پر آغاز کرے اور مخصوص طریقہ کار اختیار کیا جائے۔ راستے

چونکہ ہمارے علم میں ہیں اور کافی حد تک ہم ان کے بارے میں جانتے ہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ ان راستوں کی حالت بدل جانے کی وجہ سے ہمیں دقت ہوگی لیکن پھر بھی دوسرے گروپ کی اہمیت اس لئے زیادہ ہے کہ لڑکی اس میں ہوگی۔ جیسا کہ میں نے کہا کہ مواصلاتی ذرائع سے لوگ ایک دوسرے سے لمحہ لمحہ رابطہ رکھیں۔ ایسی صورت میں آپ یہ سمجھ لیجئے کہ دوسرا گروپ ایک طرح سے ہمارے لئے سب سے اہم گروپ ہوگا۔ تیسرے گروپ میں اسی طرح سے نمائندے شامل کئے جائیں گے اور یہ عقب میں سے درمیان والے گروپ کی حفاظت کرے گا اور کسی بھی مشکل مرحلے پر آگے اور پیچھے سے اس گروپ کی مدد کی جائے گی کیونکہ اس کی اہمیت سب سے زیادہ ہے۔" ڈاکٹر فورس کے اس منصوبے کو سب نے تسلیم کرلیا اور پھر جو گروپنگ ہوئی وہ یہ تھی کہ خود ڈاکٹر فورس اپنے آدمیوں کے ہمراہ اور دوسرے گروپوں کے ایک ایک فرد کے ہمراہ گروپ ون کی حیثیت سے لیڈ کرنے گا گروپ ٹو میں کماری پربھاتیہ' وہ لڑکی' میں اور ڈاکٹر فورس کی بیٹی جینی فورس اور مزید دو افراد یعنی صدف خان وغیرہ سفر کریں گے۔ تیسرے گروپ میں فرقان داہا اور محمود خوارزم بقیہ گروپ کے ایک ایک افراد کے ساتھ ہوں گے۔ یہ منصوبہ بندی مکمل قرار پائی۔ کماری پربھاتیہ بھی خوش تھی۔ اس نے ہماری خوب خاطر مدارات کی۔ چونکہ یہ علاقہ اسی کا تھا۔ تھوڑے سے تفریحی مناظر بھی دیکھنے کو ملے اور پھر اس کے بعد کماری پربھاتیہ نے باقی تمام ذمے داریاں مکمل کرنے کے بعد اس سفر کا آغاز کردیا۔ ہم لوگ مختلف ذرائع سے آگے بڑھتے ہوئے ایک پراسرار اور ایک انوکھے خطے کی جانب چل پڑے۔ راستے کی دلچسپیوں سے انکار نہیں کیا جاسکتا تھا۔ کماری پربھاتیہ ایک شاندار عورت تھی اور ہم دیکھ چکے تھے کہ اس کا طرز زندگی کیا ہے لیکن ہم نے یہ بھی دیکھا کہ عام لوگوں کی طرح وہ خچر کی پشت پر ٹانگیں لٹکائے آرام سے ہمارے ساتھ سفر کر رہی تھی۔ وہ ایک حسین اور شاندار عورت تھی اور ابھی تک انتہائی خوش اخلاق نظر آرہی تھی۔ حسن فیروز تو تھا ہی بدمعاش۔ پہلے پڑاؤ میں وہ لڑکی کو اس کے خیمے میں چھوڑ کر میرے پاس آگیا' کہنے لگا۔

"یار تم لوگوں نے تو مجھے اس لڑکی کا ہوا بنا دیا ہے۔"

"ہم لوگوں نے۔ غلط کہہ رہے ہو حسن بالکل غلط کہہ رہے ہو۔"

"سچ کہہ رہا ہوں بالکل سچ کہہ رہا ہوں۔"

"کیوں۔ تم نے تو خود اس کی جانب قدم بڑھائے تھے اور اسی کے ہو کر رہ گئے

تھے۔"

"یہ کب کہا تھا میں نے کہ مجھے مستقل اس کی گود میں بٹھا دیا جائے۔"

"لیکن بہرحال تمہاری وجہ سے ایک بہت بڑی مشکل حل ہو گئی ہے۔ تمہیں علم ہے کہ اس سے پہلے اسے بے ہوش رکھا گیا تھا۔"

"میرا خیال ہے اب بھی اسے بے ہوش کر دینا ہی زیادہ مناسب ہے۔"

"یہ بات نہیں ہے حسن۔ اب تو ان لوگوں کو کامیابی کے راستے قریب نظر آنے لگے ہیں۔ اچھا تم یہ بتاؤ لڑکی سے تمہیں کوئی خاص بات پتا چلی۔"

"بتاؤں گا تو یقین نہیں کرو گے۔"

"مطلب؟"

"وہ پُراسرار دنیا کی انتہائی پُراسرار شخصیت ہے۔ کیا تم یقین کرو گے کہ وہ ہماری زبان بھی جانتی ہے۔ وہ سب کچھ سمجھتی ہے۔"

"ظاہر ہے یقین نہیں کروں گا۔"

"نہیں کرو گے تو بھاڑ میں جاؤ مجھے کیا۔"

"کہنا کیا چاہتے ہو تم؟"

"یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اب میرا دل اس سے اکتا گیا ہے۔"

"اتنی جلدی۔"

"تو اور کیا تمہارا کیا خیال ہے کیا میں نے اسے اپنا جیون ساتھی بنانے کا عہد کر لیا ہے۔"

"یار حسن اگر یہ فیصلہ کر لو تو بہت اچھا نہیں ہو گا۔"

"لعنت ہو تم پر اس کے بعد میں ایک جادو نگری میں رہوں گا اور سر پر پتوں کا تاج پہن کر ہیا ہیا' ہو ہو' ہیا ہیا ہو ہو کرتا رہوں گا۔"

"نہیں لیکن تم ذرا سوچو تو سہی کہ تم کیا حیثیت اختیار کر جاؤ گے۔"

"اچھا اب فضول باتوں سے گریز کرو تم خود بھی عیش کر رہے ہو میں دیکھ رہا ہوں وہ لڑکی جینی فورس تمہارے لئے آنکھوں میں کیا جذبات رکھتی ہے۔"

"تو پھر تم کیوں جل رہے ہو۔"

"یار میری توجہ اب تمہاری پربھاتیہ کی طرف ہو رہی ہے۔ کمال کی شخصیت ہے تمہارا کیا خیال ہے اس کی عمر کیا ہو گی۔"

"اچھا فضول باتوں سے گریز کرو حسن! ہم بابا جان کی ہدایت کے مطابق عمل کر رہے ہیں۔"

"ایک تو یہ بابا جان پتا نہیں اللہ میاں نے ایسے رشتے کیوں بنا دیئے ہیں ایسا دادا یا باپ خداوند عالم کسی کو نہ دے۔" حسن خاصی بیزاری کا اظہار کر رہا تھا میں نے اس سے پھر کہا۔

"ایک بات بتاؤ حسن؟"

"ہاں پوچھو بھائی پوچھو۔"

"تم نے یہ الفاظ کہہ کر مجھے پریشان کر دیا ہے کہ وہ ہماری زبان سمجھتی ہے اور ہر چیز میں حصہ لیتی ہے۔"

"ہاں' ہاں' ہاں۔"

"اس میں کتنا مذاق ہے۔"

"جتنا تم چاہو سمجھ لو' ویسے مذاق مذاق ہے۔" میں خاموش ہو گیا لیکن یہ بات یقین سے نہیں کہی جا سکتی تھی۔ بہرحال ہم لوگ آگے بڑھتے رہے ابھی یہ سفر خچروں پر کیا جا رہا تھا اور منصوبے کے مطابق ہم نے تین حصے بنا لئے تھے کماری پر بھاتیہ نے ہمارے لئے سارے انتظامات کئے تھے اور اس کے بعد ہم ایک ایسی بستی میں داخل ہوئے جس کے اطراف کھیتوں کا سلسلہ پھیلا ہوا تھا۔ انتہائی تندرست عورتیں پیتل کی نتھیں پہنے ہوئے کھیتوں میں کام کر رہی تھیں۔ یہاں سے اسلحہ خریدنا تھا پتا یہ چلا کہ یہاں اسلحے کے سوداگر بڑی عمدگی سے اپنا کاروبار کرتے ہیں۔ حالانکہ مقامی حکومت نے اسلحہ برآمد ہونے پر سزائے موت کا قانون جاری کر دیا ہے لیکن اسلحے کے سوداگر بہرحال کسی نہ کسی طرح اپنا کام چلا ہی لیتے ہیں۔

کافی عمدہ تفریح ہو رہی تھی۔ کھانے پینے کا انتظام بھی بڑی عمدگی سے ہو رہا تھا اور ضرورت پڑنے پر شکار بھی کر لیا جاتا تھا طرح طرح کے مناظر سامنے آ رہے تھے پھر پہلی رات کے قیام کے بعد ہم لوگ آگے بڑھ گئے۔ اس دن دوپہر کے بعد ہم عظیم الشان پہاڑیوں کے دامن میں پہنچے تھے۔ شام تیز رفتاری سے گزرتی چلی جا رہی تھی دور سے ہم نے ایک درہ دیکھا اور ہم درے میں داخل ہو گئے۔ راستہ ہموار تھا۔ درہ عبور کرنے کے بعد جب ہم دوسری طرف پہنچے تو رات ہو گئی تھی۔ ویسے یہ خالص برفانی علاقہ تھا۔ برف باری کا موسم بے شک نہیں تھا اور کہیں بھی برف کی سفیدی نظر نہیں آ رہی تھی لیکن چڑ

کے بغیر پتوں کے درخت ہر طرف بکھرے ہوئے تھے۔ جھاڑیاں بھی بکثرت تھیں۔ پہلا گروپ یہاں سے آگے بڑھ چکا تھا لیکن صرف دو فرلانگ آگے اور تیسرا گروپ دو فرلانگ پیچھے تھا۔ ہم نے وائرلیس پر ایک دوسرے سے رابطے قائم کرکے کیمپ لگانے کا فیصلہ کیا تھا۔ بہرحال ایک بہت بڑے پہاڑی ٹیلے کے درمیان خیمے لگائے گئے اور آگ روشن کرلی گئی جس کے لئے ہمیں ملنے والی سوکھی لکڑیاں بہت معاون ثابت ہوئی تھیں۔ ویسے قرب وجوار کی جھاڑیوں میں سرسراہٹیں ابھر رہی تھیں جس سے یہ اندازہ ہوتا تھا کہ یہاں زندگی باقاعدگی سے موجود ہے۔ جن لوگوں کے سپرد کھانے پینے کا انتظام تھا وہ کھانے کی چیزیں تیار کرنے لگے۔ کماری پربھاتیہ نے اپنے آدمیوں کو تینوں گروپوں میں پھیلا دیا تھا اس کے دو آدمی یہاں بھی موجود تھے جو ان علاقوں کی ہر طرح سے معلومات رکھتے تھے ان میں سے ایک نے بتایا۔

"یہاں سے تھوڑے فاصلے پر چلیں گے تو ہمیں جنگلی بکروں کے غول ملیں گے۔"

"ان جنگلی بکروں کو بڑی ہوشیاری کے ساتھ شکار کرنا ہوتا ہے لیکن آپ کے ہتھیاروں سے نہیں۔" کماری پربھاتیہ نے کہا۔

"یہ لوگ بہت عمدگی کے ساتھ ان جنگلی بکروں کا شکار کرتے ہیں پھینک کر مارے جانے والے خنجر جن کا اگلا حصہ وزنی ہوتا ہے یہ لوگ پھینک کر مارتے ہیں اور ان سے جنگلی بھینسوں تک کا شکار کیا جاسکتا ہے۔"

بہرحال یہاں وقت گزرنے کے ساتھ موسم سرد ہوتا جارہا تھا لیکن کیونکہ آگ روشن کرلی گئی تھی اس لئے سردی نہیں لگ رہی تھی۔ رات کو خاصی دیر تک باتیں ہوتی رہیں اور اس کے بعد ہم لوگ اپنے اپنے خیموں میں چلے گئے لیکن خاصی رات گئے میں خیمے سے باہر نکل آیا۔ حسن مکمل طور اس لڑکی کے ساتھ تھا اور پتا نہیں اب کس عالم میں تھا۔ جانوروں کی سرسراہٹیں سنائی دے رہی تھیں۔ کافی فاصلے پر بھیڑیوں کے بھونکنے کی آوازیں بھی آئی تھیں۔ آدھی رات کے وقت مجھے یہ محسوس ہوا کہ بھیڑیے قریب موجود ہیں۔ میں نے خیمے سے باہر نکل کر دیکھا اور اپنے اطراف میں چمک دار آنکھوں کو پایا۔ سچی بات یہ ہے کہ اس وقت خوف زدہ ہوگیا تھا لیکن پھر میں نے سوچا کہ خیمے میں وقت گزارا جائے۔ آگ بھیڑیوں کو دور رکھے ہوئے تھی۔ کچھ لوگوں کو آگ کی مسلسل فراہمی کے لئے متعین کردیا گیا تھا۔ دوسری صبح دن کی روشنی میں ہم نے اس علاقے کو

غور سے دیکھا۔ خاصا بدشکل اور ویران علاقہ تھا اب یہاں سے ہمیں آگے کی وادیوں کا رخ اختیار کرنا تھا۔ وائرلیس پر ہم سب ایک دوسرے کو اپنے پروگراموں سے آگاہ رکھتے تھے۔ ڈاکٹر فورس ہمیں گائیڈ کررہا تھا۔ راستے ہی میں یہ بات طے پائی تھی کہ گروپوں میں لوگوں کا تبادلہ ہوتے رہنا چاہئے تاکہ کسی ایک گروپ میں کوئی اکتانے کی کوشش نہ کرے۔ دوسرے دن کے سفر میں لوگ سُست رفتاری سے یہ سفر کررہے تھے اور میں یہ مضبوط چوڑے پھلوں والے چھرے پھینک پھینک کر نشانہ بازی کی مشق کررہا تھا اصل میں یہ بات مجھے بڑی دلچسپ محسوس ہوئی تھی کہ ان بڑے بڑے چھروں سے جنگلی بھینسے تک شکار کئے جاتے ہیں اور اندازہ ہورہا تھا کہ کماری پربھاتیہ نے یہ بات غلط نہیں کہی تھی۔ پوری قوت سے یہ چھرے پھینکتے تو ان کے دستے چیڑ کے درختوں میں پیوست ہوجاتے۔ ہم نے خاصی مشق کرلی یہاں تک کہ حسن فیروز کو بھی اس کھیل میں دلچسپی محسوس ہوئی تھی۔ کافی فاصلے پر ہمیں بکروں کا غول نظر آیا اور ہم نے اس کے شکار کا فیصلہ کیا۔ حسن فیروز بولا۔

"حرام وحلال کی تمیز رکھنا بھائی، کہیں ایسا نہ ہو کہ حرام، حلال کو بھی بھول جاؤ۔"

"ٹھیک ہے پرواہ مت کرو۔" پھر تین جنگلی بکرے میں نے اپنے ہاتھوں سے شکار کئے۔

یہاں تھوڑی سی تبدیلی کی گئی تھی اور چونکہ اب تک کا یہ سفر اطمینان بخش رہا تھا اس لئے دوستوں نے یہ فیصلہ کیا کہ آج کی رات یکجا گزاری جائے۔ وہ جو دو فرلانگ آگے تھے رک گئے اور جب ہم ان کے پاس پہنچے تو پیچھے دو فرلانگ آنے والوں کا انتظار کرنا پڑا اور اسی رات خیموں کا اچھا خاصا شہر آباد ہوگیا۔ ہم نے ایک خاص طریقہ کار اختیار کیا تھا جس سے سب دلچسپی لے رہے تھے اور اپنی دلچسپی کا اظہار کررہے تھے۔ ویسے میڈم جینی فورس نے انداز تو ایسا ہی اختیار کیا تھا کہ حسن جیسے لوگ اور خود کماری پربھاتیہ ہمیں دلچسپ نگاہوں سے دیکھتی تھیں لیکن شاید کیونکہ میں نے جینی فورس کی پذیرائی نہیں کی تھی اس لئے مس جینی فورس خاص انداز اختیار نہیں کرسکی تھیں۔ بہرحال یہاں میری اپنی فطرت ابھرتی آرہی تھی۔ کرنل ہمایوں نے مجھ پر جو بھروسا کیا تھا مجھے اس کی تکمیل بھی کرنی تھی ابھی تک ہم بڑی عمدگی سے یہ سفر کررہے تھے۔ رات کو میں نے خاص طور سے محمود خوارزم سے کہا۔

"باباصاحب ہم صرف ایک سیدھی لکیر پر چلے جارہے ہیں۔ آپ کے خیال میں ہمارا

یہ عمل موثر ہے۔" محمود خوارزم نے چونک کر مجھے دیکھا اور بولا۔

"مطلب کیا ہے؟"

"میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ چونکہ آپ لوگ چچا فرقان! میں آپ سے بھی مخاطب ہوں چونکہ آپ لوگ بقول آپ کے ان علاقوں میں تیسری بار آرہے ہیں' ہم راستے میں یہ بات طے کرچکے ہیں کہ ان راستوں میں تبدیلی رونما ہوئی ہے اب تک جو فاصلہ طے کیا گیا ہے کیا آپ کے خیال میں وہ بالکل ٹھیک ہے۔"

"ہاں کیوں نہیں' بالکل ابھی تک ہم بالکل ٹھیک آرہے ہیں تم یہ سمجھو کہ یہ تو ابھی ابتدا ہے ہمیں تو ابھی صحیح معنوں میں راستے کا آغاز کرنا ہے۔ یہاں تو ہم سیدھے سیدھے چلے آرہے ہیں یہ ہمارے شناسا راستے ہیں تم چاہو تو میں تمہیں بتادوں گا کیا سمجھے۔"

"ہاں بالکل ٹھیک میں یہی کہنا چاہتا تھا آپ مطمئن ہیں تو ٹھیک ہے۔" فرقان داہا نے مسکراتے ہوئے مجھے دیکھا اور کہا۔

"اس میں کوئی شک نہیں کہ عبران ایک انتہائی ذہین نوجوان ہے اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ میں اس کی اعلیٰ کارکردگی سے بہت خوش ہوں۔ تم یقین کرو محمود کہ میرا بیٹا فاخر جب بھی کبھی تنہائی میں بیٹھ کر باتیں کرتا ہے تو صرف عبران کے گن گاتا ہے۔ وہ یہ کہتا ہے کہ نشانہ بازی میں یہ شخص بے مثال ہے اور میں نے سنا ہے کہ تم لوگ ان چوڑے پھل والے خنجروں سے نشانہ بازی کی مشق کرتے ہوئے چلے آرہے ہو' کیوں تمہارا کیا خیال ہے بیٹے' کیا ان خنجروں سے ہم کوئی نمایاں کام سرانجام دے سکتے ہیں؟"

"ہاں! چچا فرقان یہ بالکل سچ ہے۔ یہ آتشی ہتھیاروں سے زیادہ موثر ہتھیار ہیں اور ہم انہیں بڑی خوش اسلوبی سے استعمال کرسکتے ہیں۔"

"پھر تو یہ بہت اچھی بات ہے ان میں سے کچھ ہتھیار مجھے بھی دو تاکہ میں بھی ان کی مشق کروں۔ ہتھیاروں کے استعمال کا مجھے بہت شوق ہے۔"

حسن فیروز نے کہا۔

"میرے بارے میں کیا خیال ہے؟" وہ سب چونک کر حسن کو دیکھنے لگے تو محمود خوارزم نے کہا۔

"لڑکے درحقیقت اس مہم میں اس بار جیسے جیسے باہر شامل ہوئے ہیں اس سے میں پورے اعتماد کے ساتھ یہ بات کہہ سکتا ہوں کہ ہم کوئی نمایاں کارنامہ ہی سرانجام دے لیں گے' کیا سمجھے؟"

"مطلب!" فرقان داہا نے پوچھا۔

"مطلب یہ کہ تم نے جس طرح اس پُراسرار قبیلے کی پُراسرار لڑکی کو اپنے آپ سے مانوس کرلیا ہے یہ کام عام لوگوں کے بس کا نہیں تھا جسے تم نے سرانجام دیا ہے۔ یہ بہت بڑی بات ہے۔" میرا دل چاہا کہ اس وقت میں حسن فیروز کے انکشاف کا اظہار کردوں لیکن ابھی تک مجھے حسن فیروز کی بات کا یقین نہیں آیا تھا اس شخص کے بارے میں نہیں کہا جاسکتا تھا کہ یہ کب سنجیدہ ہے اور کب مذاق کیا جارہا ہے۔ چنانچہ میں نے خاموشی اختیار کرلی۔ اس رات کے قیام میں ایک عجیب احساس میرے دل میں جاگزیں تھا۔ نہ جانے کیوں رات کے پُراسرار سناٹوں میں میرا ذہن ایک عجیب سی بے کلی کا شکار ہوگیا تھا اور میں کچھ اس طرح اکتایا تھا کہ اپنے خیمے سے باہر نکل آیا تھا اب اس دنیا سے اتنا ناواقف میں بھی نہیں تھا۔ لوگوں کی نگاہیں اور انداز پہچان سکتا تھا ہرچند کہ کرنل ہمایوں نے مجھے بہت سی ذمہ داریاں سونپ دی تھیں۔ اپنی جسامت اپنے چہرے مہرے اور مہارت خان کی دی ہوئی مہارت نے مجھے شاید ایک بہتر شخصیت بھی بخش دی تھی میں کسر نفسی سے کام نہیں لے رہا' کہنے والوں کو یہی کہتا سنا تھا کہ میری شخصیت میں بانکپن پیدا ہوگیا ہے بہرحال یہ سب کچھ تو زندگی کے ساتھ ہوتا ہی ہے۔ مجھے اس پر کوئی فخر کبھی نہیں ہوا تھا لیکن بعض جگہ پر یہ چیزیں الجھن کا باعث بن جاتی تھیں جینی فورس غیر ملکی لڑکی تھی اور اب کم از کم مجھے یہ اندازہ ہوگیا تھا کہ مشرقی روایات کے برعکس مغربی زندگی میں خاصی بے تکلفی اور بے باکی ہے وہاں کے لوگ اپنی کیفیت کے اظہار میں کوئی تکلف نہیں کرتے جبکہ ہم اس سلسلے میں ذرا مختلف انداز میں سوچتے ہیں۔ ہمارا اپنا ایک مقام ہے اپنا ایک معیار ہے اور اس معیار سے ہٹنا ہمارے بس کی بات نہیں۔ جینی فورس کچھ اس طرح دو تین بار اظہار کرچکی تھی کہ مجھے محتاط رہنا پڑا۔ اس وقت بھی جب میں اپنے خیمے سے باہر نکلا تو باہر کا ماحول انتہائی پرکشش اور دلفریب تھا لیکن میں نے قدموں کی چاپ تک نہ ہونے دی اور اپنی جگہ سے ہٹ کر کافی دور آگیا تھا۔ خوف یہ تھا کہ محترمہ جینی فورس کو میری باہر موجودگی کا علم ہوجائے گا تو کہیں وہ مجھ پر نازل نہ ہوجائیں جبکہ اس وقت میں تنہا بیٹھ کر کچھ سوچنا چاہتا تھا بہرحال خیموں سے تھوڑے فاصلے پر میں بیٹھ گیا میرے ذہن میں بہت سی سوچیں دامن گیر تھیں۔ مثلاً یہ کہ کرنل ہمایوں نے مجھے عثمانیہ بھیجا تھا۔ عبران خوارزم کا میک اپ کرکے یہاں مجھے محمود خوارزم سے مل کر یہ معلومات حاصل کرنا تھیں کہ وہ لڑکی جسے وہ اینافاریا سے لایا تھا کہاں ہے؟ اور محمود خوارزم جو اس

دنیا میں نہیں تھا اسے میں نے چرا لیا تھا۔ میں نے اپنا تمام کام خوش اسلوبی سے ادا کیا تھا اس سلسلے میں سب سے بڑا کام یہ ہوا تھا کہ دو دشمن قبیلے یکجا ہوگئے تھے اور ان کے درمیان سے نفرت کی دیوار ہٹ گئی تھی بذات خود یہ ایک کام بھی بڑی حیثیت کا حامل تھا اور صرف یہی کارنامہ سرانجام دینا ہوتا تو جیسے کم از کم میں اپنی اس کوشش میں کامیاب ہوگیا تھا لیکن اس کامیابی کے بعد ایک دوسری مہم کا آغاز ہوا تھا اور اب میں اس دوسری مہم پر کام کر رہا تھا لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اب تک کی کامیابی کے بعد یعنی کہ ہم بنکاک سے مے سوٹ اور مے سوٹ سے اپنی اس پُراسرار منزل کی جانب چل پڑے تھے جو ہمارے آگے کا راستہ متعین کرتی تھی۔ فرض کیجئے کہ اگر میں ان لوگوں کو کامیابی سے اپنے ساتھ لیتا یا پھر خود ان کے ساتھ لگ کر اینافاریا پہنچ جاتا ہوں اور وہاں ہم وادی کہکشاں میں ان ہیروں کو دیکھتے ہیں اور فرض کیجئے کہ یہ لوگ ہیروں کو حاصل کرنے میں کامیاب ہوبھی جاتے ہیں جیسا کہ ایک طویل کہانی اور ایک عمل کے خواب کی مانند تھا تو اس کے بعد میں کرنل ہمایوں کے لئے مزید کیا کرسکوں گا کیونکہ اگر سچی بات سوچی جاتی تو صرف میں اور حسن فیروز تھے جو اپنا ایک الگ پوائنٹ رکھتے تھے۔ محمود خوارزم کو بے شک میں نے اپنے طور پر اس بات سے متاثر کرلیا تھا کہ میں اس کا بیٹا ہوں اور اسے کوئی شک نہیں ہونے دیا تھا لیکن محمود خوارزم بھی اس سلسلے میں کیا کرسکے گا؟ لیکن آہستہ آہستہ مجھے اپنے سوال کے جواب کا خود ہی اندازہ ہوا یعنی یہ کہ فرض کیجئے کہ اگر اس سلسلے میں ہمیں کامیابی حاصل ہوجاتی ہے تو میرا گروپ محمود خورازم کا گروپ ہوگا اور یہ کہ اس گروپ کو میری وجہ سے فوقیت حاصل رہے گی۔ ہاں یہ ذرا بہتر بات تھی لیکن دوسرے گروپ بھی تھے بلکہ تین گروپ تھے اگر آپس میں ٹھن جائے تو کیا ہم ان تین گروپوں کے مقابلے میں کامیاب ہوسکتے ہیں۔ یہ ذرا سوچنے کی بات تھی اور میں اس وقت اسی مسئلے پر غور کررہا تھا لیکن وہ جو کہتے ہیں ناں کہ شیطان کے بارے میں سوچو تو شیطان تم سے زیادہ دور نہیں ہوتا۔ قدموں کی چاپ پر میں یہی سمجھا تھا کہ شاید جینی فورس کو میری خوشبو آگئی ہے لیکن شکر ہے کہ میری خوشبو جینی فورس کو نہیں بلکہ حسن فیروز کو آئی تھی اور وہ سیدھا میرے پاس چلا آیا تھا' میں اسے دیکھ کر مسکرایا لیکن حسن فیروز کے ہونٹوں پر مسکراہٹ نہیں تھی اس نے کہا۔

"بس یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں میں کہ ان دنوں تم نے مجھے تنہا کیوں چھوڑ رکھا ہے۔" میں نے آنکھ اٹھا کر کہا۔

"حسن! کچھ لوگ تمہاری طرح کے ہی ہوتے ہیں یعنی اگر وہ کوئی جرم یا غلطی کرتے ہیں تو سب سے پہلے اپنے مدمقابل پر الزام لگاتے ہیں کہ وہ جرم کیوں کر رہا ہے۔ ان کا مقصد جانتے ہو کیا ہوتا ہے ان کا مقصد تو صرف یہی ہوتا ہے کہ دوسرے کو خاموش اور لاجواب کردیں لیکن تم جس شخص کو خاموش اور لاجواب کرنا چاہتے ہو اسے اچھی طرح جانتے ہو۔"

"بڑی لمبی تقریریں شروع کردی ہیں یار تم نے حالانکہ یہ تقریر کرنے کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔ ویسے تم کہنا کیا چاہتے ہو؟" حسن فیروز نے کہا۔

"میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ تم اپنا کام کرو میں اپنا کام کررہا ہوں۔ اس انداز میں متعارف ہونے کی کیا ضرورت ہے۔"

"بات یہی سچ ہے بس اس وقت تمہیں یہاں بیٹھے ہوئے دیکھا تو یہاں چلا آیا۔ کہو کیسے حال ہیں تمہارے۔" حسن فیروز نے فوراً ہی اپنا موڈ بدل کر کہا' میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی' میں نے کہا۔

"میں تو بالکل ٹھیک ہوں لیکن تم اس وقت ایک انتہائی پُراسرار کھیل کھیل رہے ہو۔" حسن نے چونک کر مجھے دیکھا اور بولا۔

"پُراسرار کھیل.........؟"

"ہاں اس میں کوئی شک نہیں ہے حسن کہ تم غیر معمولی طور پر کچھ پوشیدہ صلاحیتوں کے مالک ہو۔ خاص طور پر ایسا کام سرانجام دے لیتے ہو جو سمجھ میں نہیں آتا۔"

"ہاں یار' واقعی اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ پچھلے کچھ دنوں سے میری پھوکڑی کا کھوڑا عجیب کارنامے دکھا رہا ہے۔ خانم فرقانہ کے معاملے میں بھی تم یہ سمجھ لو کہ میں بالکل اتفاقیہ طور پر کامیاب ہوا تھا اور اب یہاں اس لڑکی کے سلسلے میں۔"

"حسن دیکھو دادا جان نے ہمیں جو ذمے داریاں سونپی ہیں جب وہ ہمارے سامنے ہوتے ہیں تو ہم ان سے لاڈ کرلیا کرتے ہیں بعض معاملات میں ان کی عزت بھی درمیان میں آجاتی ہے میں یہ کہنا چاہتا تھا کہ دادا جان اس وقت یہاں موجود نہیں ہیں اور ویران صحراؤں میں ہم جو کچھ بھی کر رہے ہیں وہ اللہ کے بعد اپنے بھروسے پر کر رہے ہیں۔ یہاں ہمیں بہت محتاط رہنا چاہیئے۔"

"ٹھیک ہے' آگے کہو۔"

"لڑکی کے بارے میں کچھ مجھے بتانا پسند کرو گے۔"

"وہ کیسے اور کس طرح مجھ سے مانوس ہوئی' یقین کرو میں خود بھی نہیں جانتا بس تقدیر مجھے ایسے موقعے فراہم کردیتی ہے۔"

"چلو ٹھیک ہے یہ بات میں مان لیتا ہوں' لیکن اس کے بارے میں جو کچھ تم نے کہا ہے اس کے لئے کیا خیال ہے۔"

"دیکھو اس وقت سچ بول رہا ہوں' میرے سچ پر شک مت کرنا۔"

"نہیں کروں گا۔" میں نے کہا۔

"زندگی میں اگر میں کبھی شدید حیران ہوا ہوں تو وہ یہی لمحات ہیں اس سے پہلے ہم سنیاسی بابا' الہ آباد والے یا بنگالی بابا چٹاگانگ والے کی حد تک جادو ٹونوں سے واقف تھے یہ بے چارے پیٹ پالنے کے لئے سڑکوں کے کنارے بیٹھ جاتے ہیں بہرحال یہ بھی ان کا کاروبار ہے۔ جادو کے بارے میں' میں نے اس سے آگے کبھی نہیں سوچا' لیکن اب مجھے یہ احساس ہو رہا ہے کہ وہ لڑکی بے حد پُراسرار ہے۔ میں تمہیں اس کا نام بتاؤں۔"

"نام۔" میں نے چونک کر کہا۔

"دیکھو یہ صرف تمہیں بتا رہا ہوں اور یہ بھی کہہ چکا ہوں کہ تم اس وقت میری کسی بات پر شک نہیں کرو گے۔"

"کیا نام ہے اس کا؟"

"نیوبا۔" اس نے جواب دیا۔

"اوہ' یہ نام تمہیں کیسے معلوم ہوا۔"

"اس کی زبانی۔" میں حسن فیروز کو دیکھنے لگا۔ وہ اس وقت سنجیدہ ہی نظر آرہا تھا' میں نے کہا۔

"یہ نام اس نے خود تمہیں بتایا ہے؟"

"ہاں اور وہ مجھے حاسن کہتی ہے۔"

"ہاں! لیکن مخصوص انداز میں اور گل مراد کچھ مخصوص اوقات ایسے ہوتے ہیں جب اس کے گرد ایک عجیب سا چمک دار ہالہ نمودار ہو جاتا ہے۔"

"ہالہ!"

"ہاں' جو اس کے شانوں سے لے کر اس کے چہرے کے گرد ہوتا ہے دن کی روشنی میں بھی ہالہ نمودار ہوتا ہے اور اس وقت اس میں سیاہ رنگ کی شعاعیں ہوتی ہیں جبکہ

رات میں وہ مدھم سی سفید روشنی میں چمکتا ہے۔ اس وقت لڑکی کے چہرے کے نقوش بالکل ماحول آشنا معلوم ہوتے ہیں جہاں تک اس کی سمجھ داری کا تعلق ہے تو تم یہ سمجھ لو کہ ہماری ہر جنبش ہمارے ہر لفظ کو وہ سمجھتی ہے لیکن اسے اپنے اعصاب پر مکمل قابو حاصل ہے اگر تم میں سے کوئی میری مراد محمود خوارزم وغیرہ سے ہے یہ سمجھتا ہے کہ لڑکی کا دماغ درست نہیں ہے۔ وہ ہماری باتوں سے نہ تو دلچسپی لیتی ہے اور نہ انہیں سمجھتی ہے تو یہ سمجھو کہ یہ تم لوگوں کی ناسمجھی ہے' اس کی نہیں۔ ایک ایک بات سمجھتی ہے۔ اپنے حالات سے پوری طرح واقف ہے۔ اور ایک عجیب پُراسرار شخصیت کی حامل ہے وہ۔"

"لیکن......... لیکن یہ بتاؤ تم نے اسے اس طرح بولنے پر کیسے آمادہ کیا؟"

میں نے آمادہ نہیں کیا۔ میں تمہیں سچ سچ بتا رہا ہوں کہ وہ خود ہی میری جانب متوجہ ہوگئی ہے اور یوں لگتا ہے جیسے وہ مجھ پر مکمل بھروسا رکھتی ہو۔"

"اور......... اور کچھ بتاؤ۔"

"شاید لکیروں کی ماہر بھی ہے' کبھی کبھی زمین پر لکیریں کھینچ کر وہ کچھ زائچے بناتی ہے اور پھر انہیں مٹا دیتی ہے۔"

"تمہاری اس سے کافی دوستی ہوگئی ہے۔"

"ہاں' وہ مجھ سے بہت مانوس ہے۔"

"کوئی بات کرتی ہے وہ۔"

"یقین کرو دوست وہ بہت پُراسرار شخصیت کی مالک ہے۔ جب اس کے چہرے کے گرد یہ روشن ہالہ ہوتا ہے تو وہ ہم سے ہماری زبان میں بات کرتی ہے۔" میں نے آنکھیں بند کرلیں حسن کہہ رہا تھا۔

"اور اس وقت وہ ہماری زبان کے لفظ ادا کرتی ہے۔ جہاں تک میرا اندازہ ہے گل مراد یہ الفاظ اس نے ہم سے سیکھے ہیں اور اپنی بہترین جادوئی ذہانت سے کام لے کر ہمارے بولنے کا مفہوم اس نے سمجھ لیا ہے۔ وہ شاید تمام الفاظ ٹیڑھی میڑھی زبان میں اپنے منہ سے ادا کرسکتی ہے لیکن خاموش رہتی ہے بس یوں سمجھ لو کہ ایک انتہائی پُراسرار کردار ہے وہ۔"

"ایک بات اور بتاؤ حسن۔"

"ہاں۔"

"کیا اس کے اندر عورت پن کی جھلکیاں ملتی ہیں۔"

"جس انداز میں تم سمجھ رہے ہو اس انداز میں نہیں۔"

"یعنی کے وہ تم سے رومانس نہیں کر رہی۔"

"بالکل نہیں۔"

"اور تم؟"

"مجھے پاگل سمجھتے ہو کیا۔"

"نہیں حسن! تم سچ بولنے کا وعدہ کر چکے ہو اور میں تمہارے منہ سے نکلے ہوئے ہر لفظ کو سچ سمجھنے کا وعدہ کر چکا ہوں۔"

"ٹھیک ہے میرے دوست اگر یہ بات ہے تو سنو۔ جو زندگی میں نے گزاری ہے اس میں حسن و عشق کی گنجائش بالکل نہیں رہی تھی۔ یوں سمجھ لو کہ جب اس کا دور تھا کہ میں کسی کو اس حیثیت سے پسند کرتا تھا تو میرے حالات اس کا ساتھ نہیں دیتے تھے اور اب مجھے ان تمام فضولیات کی عادت نہیں ہے۔ ہاں! یہ الگ بات ہے کہ تھوڑی سی دلچسپی کے لئے ہر ماحول میں ضم ہو جاتا ہوں جیسے خانم فرقانہ۔"

"گویا اس لڑکی کے سلسلے میں بھی تم۔"

"ہاں اس لڑکی کے سلسلے میں مجھے صرف اس حد تک دلچسپی ہے کہ اس کے ذریعے دادا جان کا ایک کام ہو رہا ہے۔"

"حسن میں یقین کرلوں۔"

"اس کے بعد مجھ سے یہ سوال نہ کرنا ورنہ پھر میری پھوکڑی کے کھوڑے میں تکلیف شروع ہو جائے گی۔" میں ہنسنے لگا میں نے کہا۔

"واقعی تمہارے انکشافات ناقابل یقین ہیں ویسے حسن اس سلسلے میں تمہیں ایک خاص طور سے ہدایت کرتا ہوں۔"

"بولو۔"

"اسے مکمل طور پر اپنے کنٹرول میں رکھنا اور کہیں کسی اور کے کنٹرول میں نہ جانے دینا۔"

"ایسا ہو چکا ہے۔ ان میں سے کوئی بھی اسے کسی کام کے لئے مجبور کر کے دیکھ لے۔"

"اس کے علاوہ حسن ہم اس سے ان راستوں کے بارے میں معلومات حاصل کریں گے۔ کیا تم اسے بلوانے کا کوئی ذریعہ رکھتے ہو؟"

"ہاں تم بے فکر رہو اور وہ مجھ سے بالکل مانوس ہو چکی ہے اور اب میں جو کچھ بھی چاہوں گا وہ کرا سکتا ہوں۔"

"یار حسن! اس میں کوئی شک نہیں کہ خاص طور سے ان معاملات میں یعنی محمود خوارزم کے پاس آنے کے بعد تم نے جس طرح کی تدبیریں بتائی ہیں اور جو کارنامے سرانجام دیئے ہیں میں سمجھتا ہوں وہ بنیادی حیثیت رکھتے ہیں۔"

"اب اگر میں تمہیں لکھنوی انداز میں آداب آداب کرنا شروع کردوں تو ظاہر ہے اس وقت اس کا موقع نہیں ہے اور اب مجھے اجازت دو۔ میرا خیال ہے تم بھی جاکر سو جاؤ کیونکہ ماحول بے حد پُراسرار ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ چاندنی رات بڑی پُراسرار ہے اور اس کا حسن ناقابل یقین لیکن تنہا ایسا کام سرانجام نہیں دیا جاسکتا۔ ویسے اب تم مجھے ایک بات بتاؤ گے۔"

"بولو۔"

"میڈم جینی فورس۔"

"ہاں یار یہ ایک خطرناک لڑکی ہے۔"

"خطرناک۔"

"تو پھر۔"

"خوب صورت نہیں کہہ رہے۔"

"خوبصورت ہے۔"

"اور تمہارے دل میں اس کے لئے کوئی مقام ہے۔" اس نے کہا اور میں ہنسنے لگا اور پھر میں نے کہا۔

"اگر میں تمہیں یہی الفاظ دہرا کر بتاؤں گا تو تم ان پر یقین نہیں کرو گے۔"

"کون سے الفاظ؟"

"جو تم نے ادا کئے۔"

"یعنی یہ کہ تم اس سلسلے میں۔"

"ہاں بالکل یہی سمجھو۔"

"اوکے۔ اوکے ویسے بھی ہمارے بس کی چیز نہیں ہے۔ وہ ڈاکٹر فورس کافی مغرور آدمی معلوم ہوتا ہے اور ایک بات تو مجھے ناپسند ہے۔" حسن نے کہا اور پھر اپنی جگہ سے اٹھ گیا۔

"کیا تم یہیں بیٹھے رہو گے؟"

"ہاں تم جانا چاہو تو جاسکتے ہو۔"

"میں جارہا ہوں میری غیر منکوحہ میرا انتظار کر رہی ہوگی۔" حسن نے کہا اور آہستہ سے چلتا ہوا اپنے خیمے کی جانب بڑھ گیا میں خاموشی سے وہیں بیٹھا رہا تھا۔ مجھے یہ منظر بہت دلکش لگ رہا تھا۔ پُراسرار ہواؤں کی سرسراہٹیں بدروحوں کی مانند گردش کررہی تھیں۔ ہر سمت سے ہوا کے قدموں کی چاپ ابھر رہی تھی جگہ جگہ چیڑ کے ننگے درخت لنگوٹی باندھے سادھوؤں کی طرح کھڑے ماحول کو گھور رہے تھے۔ جگہ جگہ سفید دھبے ابھرے ہوئے تھے۔ بس یوں محسوس ہوتا تھا جیسے بہت سے لوگ سفید چادریں اوڑھے سرجھکائے بیٹھے ہوئے ہوں۔ میں اس عجیب و غریب ماحول کا جائزہ لیتا رہا اچانک مجھے کچھ متحرک دھبے نظر آئے جو نگاہ کی حد کے آخری سرے پر تھے۔ پھر بھیڑیوں کے غرانے کے شور سے فضا گونج اٹھی لیکن اس کے ساتھ ہی مجھے کچھ انسانی چیخوں کی آواز بھی سنائی دی تھی جو صاف اور واضح تھی۔ ایسے موقعوں پر سوچ سے زیادہ اعصاب کی کارکردگی بہتر ہوتی ہے میرے اندر ایک وحشت سی ابھری اور پھر میں برق رفتاری سے اپنے خیمے کی جانب بھاگا۔ یہاں سے میں نے دو ہتھیار اٹھائے یہ چوڑے پھلوں والے ہتھیار تھے جو ہم نے راستے سے خریدے تھے میری بھاگ دوڑ پر غالباً بھیڑیوں کی آواز نے دوسرے لوگوں کو بھی جگا دیا لیکن میں اسی سمت دوڑ پڑا تھا جہاں سے یہ آوازیں ابھر رہی تھیں۔ شور اور بڑھ گیا تھا انسانی آوازوں کا شور بھی بھیڑیوں کی آوازوں میں شامل تھا۔ کافی تیز رفتاری سے دوڑتا ہوا میں اس طرح چل پڑا۔ مجھے اندازہ نہیں تھا کہ میرے عقب میں کون ہے لیکن میں نے بھیڑیوں کو دیکھ لیا تھا۔ خون خوار بھیڑیے کسی پر حملہ آور تھے۔ میں نے برق رفتاری سے یہ دیکھے بغیر کہ جس پر وہ حملہ کر رہے ہیں وہ کون ہے ان پر حملہ کر دیا۔ اس وقت یہ ہتھیار پھینک کر مارنے کا موقع نہیں تھا۔ کیونکہ بھیڑیوں کی تعداد چھ سات سے زیادہ تھی۔ میں نے البتہ بدن کی پوری قوت سے ان ہتھیاروں کو بھیڑیوں کے سینوں میں گھونپ دیا اور دو بھیڑیے فوراً مجھ پر کود پڑے تھے لیکن میں نے انہیں یہ بھی نہ کرنے دیا اور مزید دو بھیڑیئے میرے ان ہتھیاروں کا شکار ہوگئے اور ماحول ان کے خون سے رنگین ہوگیا۔ میرے چہرے اور بدن کے کھلے حصوں پر بھیڑیوں کے خون کے چھینٹے پڑے اور میرے اندر ایک عجیب سی خوفناک کیفیت پیدا ہوگئی بہرحال میں نے پانچ بھیڑیے ہلاک کئے اور اس کے بعد جو بھیڑیے بچے تھے وہ اِدھر اُدھر دوڑ گئے لیکن کوئی بات سمجھ میں

نہیں آرہی تھی میں نے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر چاروں طرف دیکھا سامنے کے حصے سے چند افراد دوڑے چلے آرہے تھے ان میں کماری پربھاتیہ سب سے آگے تھی بلاشبہ وہ ایک شاندار عورت تھی۔ وہ سب میرے قریب پہنچ گئے لیکن مجھے حیرت تھی کہ وہ لوگ کہاں گئے جو بھیڑیوں سے جنگ کر رہے تھے زمین پر بھی ان میں سے کوئی موجود نہیں تھا پھر تھوڑی دیر کے بعد میرے ساتھی میرے پاس آگئے۔ محمود خوارزم بھی تھا۔ اور پھر وہ سب میرے گرد پھیل گئے۔

"کیا ہوا۔ کیا ہوگیا؟" سب ایک ہی سوال کر رہے تھے۔ حسن فیروز بھی تھا اور سنجیدہ نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔

خان اور فرقان داہا وہ سب مجھ سے پوچھنے لگے تو میں نے بڑے پرسکون انداز میں انہیں ساری صورت حال بتادی۔

"اور یہ......... یہ تم نے ہلاک کردیئے۔" کماری میرے ہاتھوں میں دبے ہوئے ہتھیاروں اور ان سے ٹپکتے ہوئے خون کو دیکھ کر بولی۔ میں نے کوئی جواب نہیں دیا تھا تب اچانک حسن فیروز بولا۔

"اوہو......... دیکھو یہ گھڑی یہ رسٹ واچ ہے اور یہ رومال۔" یہ رنگین رومال تھا یہ دونوں چیزیں اٹھالی گئیں لیکن کسی انسان کا کوئی پتا نہیں تھا۔

"واقعہ کیا ہوا تھا۔" ڈاکٹر فورس نے سوال کیا۔

"میں نہیں جانتا۔" میں مطمئن سے لہجے میں بولا نہ جانے کیوں مجھ پر یہ موڈ طاری ہوگیا تھا۔

"ویسے تم بے حد بہادر نوجوان ہو لیکن اس طرح سے کوئی عمل کرنا دیوانگی کے مترادف ہے براہ کرم آئندہ اس سے گریز کرنا۔" کماری پربھاتیہ نے مجھے دیکھتے ہوئے سنجیدہ لہجے میں کہا پھر وہ چاروں طرف پھیل کر جائزہ لینے لگے۔ صاف پتا چل رہا تھا کہ جن لوگوں پر بھیڑیے حملہ آور تھے وہ انسان ہی تھے لیکن حیرانی کی بات یہ تھی کہ وہ اس طرح روپوش ہوگئے تھے جیسے زمین میں داخل ہوگئے ہوں یا آسمان پر پرواز کر گئے ہوں۔ فاصلے اتنے زیادہ بھی نہیں تھے اگر کوئی تھا تو نظر آسکتا تھا لیکن وہ نظر نہیں آرہے تھے یہ حیران کن بات تھی۔ بہت دیر تک ہم جائزہ لیتے رہے اور پھر آہستہ آہستہ اپنے خیموں کی جانب واپس چل پڑے لیکن مجھے یہ احساس ہورہا تھا جیسے میرے قرب و جوار میں پھیلے ہوئے لوگ مجھ سے کچھ خوف زدہ سے ہوگئے ہوں۔ وہ ہتھیار جن سے بھیڑیوں کا خون

ٹپک رہا تھا میرے ہاتھ سے لے لئے گئے تھے اور شاید کوئی انہیں صاف کرنے لگا تھا پھر واپس آکر میں اپنے خیمے میں داخل ہوگیا۔ بستر پر لیٹ کر میں نے اپنے بارے میں سوچا جو کچھ میں نے کیا تھا وہ تو اپنی جگہ تھا لیکن باقی صورت حال دیکھنے اور سوچنے کے قابل تھی حیرانی کی بات یہ تھی کہ آخر وہ کون لوگ تھے؟ دوسرے دن صبح ناشتے کے بعد فوراً خیمے نہیں اکھاڑے گئے بلکہ ہم لوگ اس بات کا اندازہ لگانے کی کوشش کرنے لگے کہ وہ کون لوگ تھے؟ جنہیں وہاں پر بھیڑیوں نے گھیر رکھا تھا رانی پربھاتیہ نے کہا۔

”یہ سوچنے کی بات ہے اور یہ سوچ ہمیں اور زیادہ محتاط کردیتی ہے کہ آخر وہ لوگ کون تھے اور یہاں ہمارے علاوہ بھی انسانوں کا کوئی گروپ ہے جو سفر کر رہا ہے۔“

”کون ہو سکتا ہے؟“ ڈاکٹر فورس نے کہا۔

”دوستو! اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ ڈاکٹر منٹ کی کتاب صرف ہمارے ہاتھ لگی تھی اور کوئی اور نہ اس سے واقف ہے نہ اسے پڑھ سکا ہے پھر یہ تمہاری غلط فہمی ہے۔ یہ تو اچھا ہوا کہ وقت نے ہمیں اس بات کا احساس دلا دیا اور اب ہمیں بہت زیادہ محتاط رہنا ہوگا۔“

میں نے خاموشی سے گردن ہلائی اور ڈاکٹر فورس کی بات کی تائید کی پھر میں نے کہا۔

”ظاہر ہے بھیڑیے انسانوں پر ہی حملہ آور تھے میں نے اپنے کانوں سے انسانی چیخیں سنی تھیں۔“

”لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ آخر گئے کہاں؟“ فرقان داہا نے کہا۔

”ہاں یہی سب سے زیادہ پُراسرار بات ہے۔“

”ویسے ایک بات کہوں۔ برا تو نہیں مانو گے تم لوگ۔“ کماری پربھاتیہ نے کہا۔

”نہیں۔“

”اصل میں ہندو عقیدے میں بھوت پریتوں اور ارواح کا ایک بڑا دخل ہے۔“

”تو آپ کا کیا خیال ہے۔ بھیڑیوں نے ارواح پر حملہ کیا تھا۔“

”نہیں یہ تو میں نہیں کہہ سکتی لیکن آخر کوئی نہ کوئی تو ہوگا۔ ہو سکتا ہے کہ اس میں کسی کی چال ہو۔ ایک فریب ہو۔“

”بھیڑیوں کی لاشیں اگر وہاں موجود نہیں ہیں اور غائب ہوگئی ہیں تو ہم اسے چال بھی مان سکتے ہیں اور فریب بھی۔“

”ہوں۔ مگر اب اتنا فاصلہ طے کرکے ان کو دیکھنے کون جائے گا۔ کماری پربھاتیہ نے پھیکی مسکراہٹ کے ساتھ کہا اور اس کے بعد سب کے سب خاموش ہوگئے لیکن بہرحال

خیمے اکھاڑ کر آگے بڑھتے وقت بھی یہ تصور ہمارے ذہنوں میں جاگزیں ہوگیا تھا کہ کوئی پُراسرار عمل ہمارے ساتھ ساتھ سفر کر رہا ہے لیکن جس کے بارے میں کوئی بات حتمی طور پر نہیں کہی جاسکتی تھی یہ سارے معاملات انتہائی دلچسپ اور دلکشی کے حامل تھے۔ کافی دور تک ہم لوگ گروہوں کی شکل میں چلتے رہے تھے لیکن بھیڑیوں کے اس واقعے کے بعد ایک بار پھر سب لوگ سرجوڑ کر بیٹھے تھے اور اس وقت تو یہ طے کیا تھا کہ ہماری حکمت عملی غلط ہے۔ ایک گروپ کی شکل میں ہم زیادہ موثر طریقے سے کام کرسکتے ہیں۔ اگر کوئی مشکل وقت پیش آئے تو پورے طور پر سب مل کر اس کے لئے عمل پیرا ہوسکتے ہیں۔ بہرحال یہ ہمارا کام نہیں تھا اس سلسلے میں پلاننگ کرنے والے بڑے بڑے مہم جو تھے وہی پلاننگ کر رہے تھے۔ ظاہر ہے ہم لڑکوں کو کچھ بھی اہمیت نہیں دی جاسکتی تھی۔ یہ الگ بات ہے کہ ہماری اپنی اہمیت ہماری اپنی نگاہوں میں تھی۔ میں اور حسن فیروز دو افراد ایسے تھے جن کی سوچ بہرحال دوسرے لوگوں کی سوچوں سے بالکل مختلف ہوسکتی تھی۔ غرض یہ کہ یہ سفر جاری رہا۔ اس رات بھیڑیوں کے واقعے کے بعد دو دن تک ایسی کوئی بات نہیں ہوئی تھی جو قابل غور اور قابل توجہ ہوتی بس ہم اپنے طور پر محتاط تھے نہ ہی یہاں کوئی نقصان ہوا تھا وہ گھڑی اور رومال جو وہاں سے ملے تھے اب تک ایک پُراسرار معمہ بنے ہوئے تھے اور ڈاکٹر فورس کے پاس تھے۔ ڈاکٹر فورس ان پر غور کرتا رہتا تھا۔ گھڑی کے بارے میں اس نے بتایا تھا کہ وہ سوئٹزرلینڈ کی بنی ہوئی ہے رومال غالباً دیسی ہی تھا بس اس سے زیادہ اور کچھ نہیں۔ نشانات وغیرہ بھی تلاش نہیں کئے گئے تھے مجھے بھی اس سے کوئی خاص دلچسپی نہیں تھی۔ اگر کوئی ہوگا تو سامنے آئے گا بہرطور یہ ساری چیزیں اپنے طور پر ایک ایڈونچر کی حیثیت رکھتی تھیں۔ اور میں بھی ان میں دوسروں ہی کی طرح دلچسپی لے رہا تھا۔ میں نے اپنے طور پر کوئی خاص عمل کرنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ حسن مست تھا مجھے اگر سب سے زیادہ فکر تھی تو اسی مسخرے کی تھی کہ کہیں یہ اکتاہٹ نہ محسوس کرے۔ ویسے تعجب کی بات تھی کہ محمود خوارزم نے بھی اور باقی افراد نے بھی حسن کے معاملات میں مداخلت نہیں کی تھی اور ایک طرح سے اس لڑکی کو نظر انداز ہی کر رکھا تھا جس کا نام اب سوائے میرے کسی اور کو نہیں معلوم تھا یعنی میرے اور حسن کے بشرطیکہ حسن نے اس بارے میں سچ کہا ہو۔ اس دن بھی میں نے دیکھا کہ حسن لڑکی کے ساتھ ایک چٹان پر بیٹھا ہوا ہے۔ لڑکی بہت کم اپنے خیمے سے باہر نکلتی تھی لیکن اس وقت وہ حسن کے ساتھ باہر بیٹھی ہوئی تھی نہ جانے مجھے کیا سوجھی کہ میں چھپ کر

چٹانوں کی آڑ لے کر اس طرف بڑھنے لگا جدھر حسن اور لڑکی بیٹھے ہوئے تھے۔ مجھے اس وقت وہ دونوں بے حد پُراسرار لگ رہے تھے۔ باقی لوگوں کو میری اس کوشش کا اندازہ نہیں ہو سکا میں آہستہ آہستہ چلتا ہوا چٹان کے بالکل عقب میں پہنچ گیا اور ان دونوں کو ذرہ برابر احساس نہیں ہوا تھا۔ وہ لڑکی ایک پتھر کا ٹکڑا لئے زمین پر بیٹھی نشانات بنا رہی تھی۔ حسن نے اسے مخاطب کیا۔ لڑکی کی آواز میں نے پہلی بار سنی تھی۔ وہ آہستہ سے بولی۔"

"ٹا۔"

"ہم جن راستوں پر سفر کر رہے ہیں کیا وہ ٹھیک ہیں کیا تم اپنی آبادیوں کی جانب بڑھ رہی ہو؟"

"یو۔ یا........" اس نے جواب دیا۔ بڑی مہین آواز تھی۔ بڑا خوبصورت انداز' میں سحر زدہ ہو گیا تھا۔ لڑکی کے منہ سے الفاظ ادا ہوئے تھے۔ "ٹایو۔" یا حسن نے آہستہ سے کہا۔

"تم خوش ہو؟" اس بار لڑکی نے کوئی جواب نہیں دیا تھا' حسن پھر بولا۔

"کوئی ضرورت پریشانی۔" لڑکی اب بھی خاموش رہی تھی حسن پھر بولا۔

"خدا کرے تمہاری کھوپڑی میں بھی پھوڑا ہو جائے اور تم میری زبان سمجھ سکو۔"

میں لڑکی کے تاثرات کا جائزہ لے رہا تھا۔ وہ مسکراتی نگاہوں سے حسن کو دیکھ رہی تھی اور یہ اندازہ لمحوں میں ہو جاتا تھا کہ اس کی آنکھوں میں پسندیدگی کے آثار ہیں۔ میں نے گہری سانس لی۔ پتا نہیں کون سی دنیا کی مخلوق ہے یہ لڑکی لیکن جس انوکھی مخلوق کے چکر میں پڑ رہی ہے وہ اسے نچا کر رکھ دے گی۔ حسن کے بارے میں مجھے یہ بات اچھی طرح معلوم ہو چکی تھی کہ وہ دنیا کی کسی لڑکی کے لئے کبھی سنجیدہ نہیں ہو سکتا لیکن خیر یہ مسئلہ ہی بالکل مختلف تھا۔ میں وہاں سے واپس پلٹا اس وقت اچھی خاصی رات ہو گئی تھی۔ کھانے پینے سے فراغت حاصل ہو چکی تھی لوگ تھوڑی بہت دیر اپنی نئی قیام گاہ میں چہل قدمی کیا کرتے تھے اور اس کے بعد اپنے خیموں میں چلے جایا کرتے تھے میں آہستہ آہستہ چلتا ہوا اس طرف پہنچا حسن کو یہ بتانا نہیں چاہتا تھا کہ میں اس کی اور اس لڑکی کی باتیں سن چکا ہوں۔ ویسے حسن نے اسے نیوبا کی حیثیت سے ہی مخاطب کیا تھا۔ اس کے مقصد یہ ہے کہ حسن یہ بات سچ کہہ رہا ہے اس کے آواز دینے پر لڑکی نے "ٹا" لفظ ادا کیا تھا اس کا مطلب ہو سکتا ہے کہ ہاں کیا بات ہے وغیرہ وغیرہ........ لیکن حسن نے اسے بولنے پر تو آمادہ کر لیا تھا واقعی حسن کا یہ کارنامہ قابل تعریف تھا۔ ابھی میں سوچ ہی رہا تھا کہ مجھے

جینی نظر آئی۔ وہ میری ہی جانب بڑھ رہی تھی۔ میرے قریب پہنچ گئی اور پھر آہستہ سے بولی۔

"اب تم فوراً یہاں سے اٹھ کر چلے جاؤ گے۔"

"کیوں؟" میں نے تعجب سے کہا۔

"اس سے پہلے ایسا ہی ہوتا رہا ہے۔"

"نہیں مس جینی کیا مطلب ہے آپ کا میں سمجھا نہیں۔"

"بننے کی کوشش مت کرو۔"

"ارے کیا آپ کو مجھ سے کوئی شکایت پیدا ہو گئی ہے۔"

"ہاں۔"

"کیا؟"

"کیا تمہیں اندازہ نہیں ہے؟"

"کس بات کا؟"

"یہی کہ میں تمہاری طرف کس طرح متوجہ ہوں۔"

"مس جینی آپ جو کچھ کہہ رہی ہیں کیا مجھے سمجھانا پسند کریں گی۔"

"نہیں۔"

"تو پھر؟"

"تم خود سمجھنے کی کوشش کرو۔"

"دیکھئے مس جینی میں آپ کا بے حد احترام کرتا ہوں۔ بڑی اچھی شخصیت ہے آپ کی۔ ڈاکٹر فورس بھی بہت اچھے انسان ہیں لیکن آپ کی اس وقت کی بات میری سمجھ میں بالکل نہیں آ رہی۔"

"کیا تم پاگل' بے وقوف ہو پہاڑی آدمی' کیا پہاڑوں پر رہنے والے اتنے ہی بے وقوف اور سادہ لوگ ہوتے ہیں؟"

"آپ نے میرے بارے میں جو الفاظ استعمال کئے ہیں مس جینی عام طور پر لوگ اس طرح کے الفاظ استعمال نہیں کرتے کسی کے بارے میں جب تک کہ ان کے درمیان مکمل طور پر بے تکلفی نہ ہو یا پھر........ یا پھر........" میں نے جملہ ادھورا چھوڑ دیا۔

"میں نہیں جانتی کہ میرے اور تمہارے درمیان کس طرح مکمل بے تکلفی ہو سکتی ہے حالانکہ میں اپنے طور پر بہت کوشش کرتی رہی ہوں۔" میں خاموشی سے جینی کو دیکھنے

لگا۔ آج طوفان پھٹ پڑا تھا اور جینی برانگیختہ ہوگئی تھی جبکہ اس سے پہلے میں بارہا جینی کی کیفیت میں یہ بات محسوس کرچکا تھا کہ وہ میری قربت میں آنا چاہتی ہے۔ چند لمحات کی خاموشی رہی پھر جینی نے کہا۔

"اور اگر تم ذہن میں مجھے کوئی جگہ نہیں دے سکتے تو کم از کم مجھے صاف صاف بتا تو دو۔"

"مس جینی، آپ اتنی آگے کی بات کر رہی ہیں کہ مجھے حیرت ہو رہی ہے۔"

"آگے کی بات سے تمہاری کیا مراد ہے۔"

"میں یہ محسوس کرتا ہوں مس جینی کہ میرے اور آپ کے درمیان ابھی تک اس طرح کی کوئی گفتگو نہیں ہوئی اور نہ ہی میرے اور آپ کے ذہن میں کوئی ایسی تحریک جاگی ہے۔"

"اپنی بات کرو صرف اپنی۔"

"مطلب۔"

"مطلب یہ کہ تم کون سی تحریک کی بات کرتے ہو؟"

"میں اس وقت آپ کی آمد اور آپ کی ناراضگی کا مقصد بالکل نہیں سمجھ سکا۔"

"بننے کی کوشش کر رہے ہو۔"

"نہیں کر رہا، اس بات کا یقین کرلیجئے۔"

"تم تو بالکل بدھو ہو۔" جینی نے کہا اور بے اختیار ہنس پڑی میں خاموشی سے اسے دیکھتا رہا پھر میں نے کہا۔

"آپ کو ان علاقوں میں سفر کرنے کا پہلا اتفاق ہوا ہے۔"

"ہاں۔"

"تبھی، لیکن ڈاکٹر فورس نے آپ کو ان علاقوں میں رہنے والوں کے بارے میں نہیں بتایا۔"

"مشرق کے بارے میں بہت سی داستانیں پڑھ چکی ہوں۔"

"کتابوں میں داستانوں کا پڑھنا ایک الگ بات ہے اور حقیقت کی دنیا اس سے بالکل مختلف ہوتی ہے۔"

"ہوتی ہوگی مجھے اس کی کوئی پرواہ نہیں ہے۔" جینی نے جواب دیا۔ میں چند لمحات خاموشی سے اسے دیکھتا رہا پھر میں نے کہا۔

"اس بات پر میں ہنسنے کے سوا کیا کرسکتا ہوں مس جینی۔"

"دیکھو اپنے حلقوں میں مجھے ایک بے حد مغرور لڑکی تصور کیا جاتا ہے شاید یہ ماحول کا اثر ہے یا مشرق کی رومان پرور وادیوں میں دل میں ایسے احساسات جنم لیتے ہیں کہ انسان بے اختیار ہوجائے۔ تم غلط فہمی کا شکار نہ ہونا۔ میں معمولی شخصیت کی مالک نہیں ہوں۔ یہ مہم جوئی تو ایک شوق ہے ورنہ ڈاکٹر فورس کے بارے میں اگر تم اس کے وطن میں معلومات حاصل کرو گے تو بے شمار نوجوان اس بات کے متمنی نظر آئیں گے کہ انہیں ڈاکٹر فورس کی بیٹی کا التفات حاصل ہوجائے تاکہ ان کی تقدیریں بن جائیں۔" میں نے مسکراتی نگاہوں سے جینی کو دیکھا پھر کہا۔

"کبھی کوئی ایسا ملا ہے جس کا اپنی تقدیر سے ہی جھگڑا ہو۔" جینی میرے سوال کو سمجھنے کی کوشش کرتی رہی پھر بولی۔

"میں سمجھی نہیں۔"

"مس جینی میں اپنی تقدیر نہیں بنانا چاہتا اور جب بھی کوئی میری تقدیر بنانے کی کوشش کرتا ہے تو مجھے اس سے اختلاف پیدا ہوجاتا ہے میرا سب سے بڑا جھگڑا اپنی تقدیر سے ہی ہے۔"

"اپنے آپ کو ایک انوکھی شخصیت بنا کر پیش کرنے کی کوشش کر رہے ہو۔"

"شاید ایسا ہی ہو۔"

"اور ان الفاظ سے تمہارا یہ خیال ہوگا کہ میں ناراض ہوکر یہاں سے چلی جاؤں گی' جا تو رہی ہوں میں لیکن تمہیں سوچنے کے لئے کچھ لمحے دیئے جارہی ہوں۔ میرے بارے میں غور کرنا' میں تم سے محبت کرنے لگی ہوں۔ اگر تم نے میری محبت قبول کرلی تو سمجھ لو کہ اپنے لئے مستقبل کے سونے کے دروازے کھول لئے بس اس۔ سے زیادہ میں اور کچھ نہیں کہنا چاہتی۔" وہ اٹھی اور وہاں سے چلی گئی میں دلچسپی سے اسے دیکھتا رہا' حسن کے لئے ایک عمدہ خبر تھی یہ کہ مس جینی میری تقدیر بنانے کی کوشش کر رہی ہیں لیکن غصہ بھی آیا تھا مجھے اس لڑکی پر' خیر ہوتا ہے ایسی بے وقوفی کی باتیں کرنے کا بھی حق ہر ایک کو حاصل ہوتا ہے لیکن بات صرف باتوں تک ہی رہتی ہے البتہ یہ خیال میرے دل میں ضرور پیدا ہوا تھا کہ مس جینی کہیں آگے بڑھنے کی کوشش نہ کرے۔ اس کا بہترین حل یہی تھا کہ میں یا تو محمود خوارزم سے اس بارے میں کہہ دوں یا پھر براہ راست ڈاکٹر فورس سے بات کروں۔ ان تمام معاملات میں ان ہنگامہ آرائیوں کی گنجائش ہی نہیں تھی مگر میں

کیا کرتا۔ حوا کی بیٹیاں جہاں بھی ہوتی ہیں اپنا کھیل کھیلے بغیر نہیں رہ سکتیں۔ خیر اس دوسرے واقعے کا تذکرہ کرنے سے پہلے میں دوسرے دن کا ذکر ضرور کروں گا۔ ہم سفر کر رہے تھے وہ تجسس اب مدہم پڑ گیا تھا جو رومال اور گھڑی کے ملنے سے پیدا ہوا تھا کوئی حل ہی نہیں نکلا تھا اس بات کا' بس سوچتے رہے تھے ہم اور کوئی فیصلہ نہیں ہو سکا تھا۔ اس وقت شام کے تقریباً چار بج رہے تھے۔ ان خچروں پر بیٹھ کر بہت غصہ آرہا تھا۔ کم بخت رینگنے کی رفتار سے چل رہے تھے لیکن یہ بھی سچ تھا کہ ناہموار راستوں پر ان خچروں کے ذریعے ہی سفر کیا جا سکتا تھا اور اس کے علاوہ کوئی چارہ کار نہیں تھا۔ اس وقت ہم ایک ایسی جگہ سے گزر رہے تھے جو گرم تھی ہمارے بائیں سمت ایک عظیم الشان گھاٹی پھیلی ہوئی تھی اور گھاٹی ایسی نہیں تھی جس کے ڈھلوان ناقابل عبور ہوں نیچے گھاٹی میں سرسبز وشاداب جنگل پھیلا ہوا تھا لیکن ایسا جس میں خود رو پودوں کی بہتات تھی۔ درخت ذرا کم ہی تھے اور ہم نے اس سرسبز وشاداب علاقے میں تین چار گھوڑے دوڑتے ہوئے دیکھے۔ سیاہ رنگ کے شاندار گھوڑے جن کے چکنے ہوئے جسم بتاتے تھے کہ ان میں بجلیاں بھری ہوئی ہوں گی ان سیاہ رنگ کے گھوڑوں کو دیکھ کر میرے منہ میں پانی آگیا۔ فاخر داہا اس وقت میرے ساتھ ہی چل رہا تھا۔ ہم لوگ گھاٹی کی بلندیوں پر اپنے خچروں پر بیٹھے یہ سفر کر رہے تھے میں نے فاخر کو اس طرف متوجہ کیا تو وہ چونک کر بولا۔

"اوہ میرے خدا کیا ہی شاندار گھوڑے ہیں۔"

"فاخر ان کی تعداد چار ہے۔ میرے خیال میں یہ جنگلی گھوڑے ہیں کیا کہتے ہو' کوشش کی جائے۔"

"بالکل اس سلسلے میں ہمیں روکنے والا کون ہو سکتا ہے۔" داہا نے بے خوفی سے کہا۔

"لیکن انہیں پکڑنا آسان نہیں ہو گا۔"

"کوشش کر لینے میں تو کوئی حرج نہیں ہے۔"

"یہیں سے انتظام کر کے چلتے ہیں۔" یہ انتظام اس شکل میں کیا کہ میں نے بہترین رسی کے دو پھندے بنائے ایک فاخر کو دیا دوسرا خود پکڑا اور اس کے بعد ہم خچروں سے اتر پڑے جب ہم یہ رسیاں لے کر ڈھلوان میں اترے تو دوسرے لوگ رک کر ہمیں دیکھنے لگے یہ تو خیر سبھی سمجھ گئے تھے کہ وہ گھوڑے ہماری توجہ کا مرکز ہیں انہوں نے ہمیں روکا نہیں تھا۔ فاخر اور میں آگے بڑھتے رہے تو فاخر نے کہا۔

"سنو عمران! میری بات سنو۔" میں نے قدم آگے بڑھاتے ہوئے فاخر کو دیکھا اور کہا۔

"ہاں بولو۔"

"دیکھو سب لوگ ہمیں دیکھ رہے ہیں اور یقیناً تم یہ بات نہیں چاہو گے کہ وہ میرا مذاق اڑائیں۔ مجھے گھوڑے پکڑنے کی بالکل مہارت نہیں ہے البتہ شاندار گھڑسواری کر سکتا ہوں۔ یار' دیکھو دوستوں کے سامنے کسی بات کا اعتراف کرنے میں کوئی دقت نہیں محسوس کرنی چاہئے اور میں ایسا ہی کر رہا ہوں' کیا سمجھے۔"

"میں سمجھ رہا ہوں۔ جو کچھ کہنا چاہتے ہو کھل کر کہو۔"

"تم کوشش کرنا میں صرف تمہاری مدد کروں گا۔"

"اتنا کافی ہے۔ لو یہ رسا تم پکڑ لو۔" میں نے اسے اپنا رسا دیتے ہوئے کہا اور فاخر نے شکریہ ادا کرتے ہوئے رسا میرا ہاتھ سے لے لیا۔ ہم لوگ تیزی سے نیچے اترتے رہے۔ گھوڑے آرام سے گھاس چر رہے تھے میں نے رسی کا پھندا فاخر سے لیا اور اسے ایک درخت کی آڑ میں کھڑا ہونے کے لئے کہا۔ فاخر رک گیا تھا میں رسی کا پھندا آہستہ سے گھماتے ہوئے آگے بڑھتا رہا پھر اچانک ہی گھوڑوں کو ہماری موجودگی کا احساس ہو گیا۔ انہوں نے کان کھڑے کئے' ہنہنائے اور بھاگنے کے لئے تیار ہو گئے۔ قریب سے ان گھوڑوں کو دیکھ کر میرے دل میں لالچ کی انتہا نہ رہی لیکن ان گھوڑوں کے بھاگنے کا مطلب یہ تھا کہ وہ ہاتھ سے نکل جائیں۔ چنانچہ میں نے فوراً ہی عمل کرنے کا فیصلہ کیا۔ اللہ کا نام لے کر ایک پھندے کو سنبھالا' ہاتھ میں گھمایا' خوش قسمتی سے وہ گھوڑا میرے سامنے ہی سے گزر رہا تھا جسے میں نے سب سے پہلے تاکا تھا۔ بجلی کی سی رفتار سے پھندا میرے ہاتھ سے نکلا۔ آپ یقین کریں میں نے آنکھیں بند کر لی تھیں بس اللہ کا نام اپنی زبان سے لیا تھا لیکن اس کے بعد جو قلابازیاں کھائیں تو مزا بھی آگیا۔ پھندا گھوڑے کی گردن میں تھا اور چونکہ آنکھیں بند کر لی تھیں میں نے اس لئے گھوڑے کی سمت کا اندازہ نہیں لگا سکا تھا۔ گھوڑے نے پلٹ کر دوسری طرف چھلانگ لگائی اور میں قلابازیاں کھا گیا لیکن پھندا میں نے مضبوطی سے اپنے ہاتھ میں پکڑا ہوا تھا یعنی وہ رسی جس میں یہ پھندا بنا ہوا تھا پھندا گھوڑے کی گردن میں تھا چند لمحات تو اس نے مجھے گھسیٹا لیکن اس کے بعد میں نے ایک جمناسٹر کی طرح قلابازی کھا کر گھوڑے کو اپنی جانب کھینچا گھوڑا رک گیا۔ وہ ایک لمحے کے لئے اپنی سرکشی بھول گیا تھا۔ میں نے اسے دوبارہ زور سے کھینچا اور

گھوڑا گرتے گرتے بچا۔ ایک بار پھر اس نے بھاگنے کی کوشش کی لیکن اس بار میں نے پوری قوت سے اسے کھینچا۔ اللہ کی مدد ہی شامل حال تھی ورنہ میں کیا میرا بساط کیا۔ گھوڑا گر پڑا تھا اور میں اس کے سر پر پہنچ گیا تھا پھر گرے ہوئے گھوڑے کو تاک کر میں نے اس کی پشت پر چھلانگ لگا دی۔ گھوڑے نے اگلی دونوں ٹانگیں زمین پر جمائیں اور پچھلی ٹانگیں دوڑائیں اور اٹھ کھڑا ہوا لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہی میں اس کی پشت پر تھا اور اس کے بعد گھوڑے نے جو اچھل کود مچائی وہ واقعی مجھے نروس کر دینے کے لئے کافی تھی لیکن مہارت خان نے جو مہارت مجھے عطیے کے طور پر بخشی تھی اس کا استعمال ایسے موقعوں پر سرخروئی دلاتا تھا۔ گھوڑے کی پشت پر میں مضبوطی سے جما ہوا تھا باقی تین گھوڑے کافی فاصلے پر دور بھاگ گئے تھے۔ فاخر داہا یہ سب دیکھ رہا تھا اوپر والے کیا دیکھ رہے تھے یہ مجھے معلوم نہیں تھا لیکن بہرحال جب میں گھوڑے پر قابو پا چکا تھا تو مجھے یوں محسوس ہوا جیسے گھوڑا بھی انسانوں سے ناواقف نہیں ہے۔ تھوڑی دیر کی اچھل کود کے بعد اس طرح سنبھل گیا جیسے اس نے اپنے سوار کی برتری تسلیم کر لی ہو میں اسے ایک دائرے میں گھماتا رہا۔ اوپر سے کچھ آوازیں ابھری تھیں لیکن وہ اتنی مدھم تھیں کہ میرے کانوں تک نہیں پہنچ رہی تھیں۔ پھر میں نے فاخر داہا کو دیکھا وہ خاموش کھڑا ہوا تھا۔ میں نے رسی کو اپنی کمر سے باندھا رسا بدستور گھوڑے کی گردن پر تھا۔ میں گھوڑے کو چلاتا ہوا فاخر داہا کے پاس پہنچا اور میں نے اس کے ہاتھوں سے وہ دوسرا رسا بھی لے لیا۔ فاخر ساکن کھڑا ہوا تھا۔ میں رسا لینے کے بعد اس کا پھندا گھمانے لگا چونکہ گھوڑے کی گردن میں بندھے ہوئے پھندے کی رسی کو میں اپنی کمر میں باندھ چکا تھا چنانچہ دوسرے گھوڑے کو اس سمت بھگا دیا جدھر باقی تینوں گھوڑے نظر آ رہے تھے۔ وہ اب بھی دوڑ رہے تھے اور الگ الگ راستے بدل رہے تھے۔ میں نے ایک گھوڑے کو تاکا اور اس کے بعد اپنے گھوڑے کو اس کے پیچھے لگا دیا۔ یہ بلاشبہ ایک ایسا کارنامہ تھا جس کے بارے میں، میں آج بھی سوچتا ہوں تو مجھے اس بات کا یقین ہو جاتا ہے کہ اس میں میری کوششوں کا دخل نہیں تھا بلکہ اللہ کی رحمت تھی جو میرے ساتھ شامل حال تھی۔ میں نے اس دوسرے گھوڑے کی گردن میں پھندا ڈالا اور یہ پھندا بڑی عمدگی سے اس کی گردن میں فٹ ہو گیا۔ گھوڑے نے اتنی زور سے مجھے کھینچا کہ میں اپنے گھوڑے کی پشت سے ہو کر اس پر جا گرا لیکن یہ بھی ایک قابل دید کارنامہ ہی تھا۔ میں اس دوسرے گھوڑے کی پشت پر پہنچ گیا اب کیفیت یہ تھی کہ میں دو گھوڑوں پر سوار تھا لیکن ایک گھوڑا تو میری برتری تسلیم

کر چکا تھا لیکن یہ پہلے گھوڑے کی نسبت زیادہ شریف نکلا اور چند ہی لمحوں کے بعد وہ سُت پڑ گیا۔ تب میں دونوں گھوڑوں کو چلاتا ہوا فاخر داہا کے پاس پہنچا اور میں نے اپنے گھوڑے کی جس کی پشت پر میں اس وقت بیٹھا ہوا تھا رسی فاخر کے ہاتھ میں تھما دی اور خود اچھل کر دوسرے گھوڑے کی پشت پر آ گیا۔ ہم نے دونوں گھوڑے پکڑ لئے تھے لیکن بس اس سے زیادہ کارنامے ہم سرانجام نہیں دے سکتے تھے۔ چنانچہ ان دونوں گھوڑوں کو چلاتے ہوئے ہم ڈھلوان سے اوپر کی جانب چلنے لگے اوپر تالیاں بج رہی تھیں، نعرے اور سیٹیاں بجائی جا رہی تھیں۔ گویا ہماری پذیرائی کی جا رہی تھی اور اس کے بعد سب سے پہلے محمود خوارزم نے آگے بڑھ کر میری پیشانی کو بوسہ دیا تھا اور اس کے بعد فاخر داہا کی پشت تھپتھپائی تھی لیکن فرقان داہا کسی قدر مغموم سا کھڑا ہوا تھا۔ محمود خوازم نے کہا۔

”فرقان ہمارے دونوں بیٹے اس قابل ہیں کہ انہیں سونے میں تولا جائے۔ دیکھو کیا زبردست کارنامہ سرانجام دیا ہے انہوں نے۔“ فرقان کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی اور اس نے محمود خوارزم کے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

”تم بڑے آدمی ہو محمود خوارزم تم بہت بڑے آدمی ہو اس کا اندازہ مجھے بہت پہلے سے تھا۔“ رانی پربھاتیہ ہمارے پاس آئی اور اس نے کہا۔

”لڑکو! کاش میں تم سے فرمائش کر سکتی کہ ان میں سے ایک گھوڑا میرے لئے بھی پکڑو۔“

”میرا خیال ہے یہ اب ممکن نہیں۔“ بس اس کے بعد ہم دو گھوڑوں کے مالک بن گئے اور ہمیں فوقیت حاصل ہو گئی البتہ ہم نے دونوں نہایت احترام کے ساتھ یہ دونوں گھوڑے اپنے بزرگوں کو پیش کرنے کی کوشش کی تھی لیکن فرقان داہا نے کہا۔

”نہیں بچو! ان گھوڑوں کی پشت پر تم ہی بہترین لگتے ہو۔ اپنے آپ کو دوسرے لوگوں سے نمایاں ثابت کیا ہے تم نے اور تم سے زیادہ گھوڑوں کا حق دار کوئی اور نہیں ہے۔ چنانچہ انہیں تم اپنے ہی استعمال میں رکھو۔“ بہرحال ہم دونوں گھڑسوار بن گئے تھے اور خچر سواروں کی رہنمائی کر رہے تھے اس کھیل میں بہت لطف آ رہا تھا بے شک فاخر داہا نے گھوڑا نہیں پکڑا تھا لیکن وہ ایک شاندار گھڑسوار ضرور تھا۔ تو میں اس دوسری رات کی بات کر رہا تھا یعنی پہلی رات تومس جینی نے مجھ پر اپنا رعب جمایا تھا اور میری تقدیر بدلنے کا اظہار کیا تھا لیکن اس رات جب ہم کھانے پینے سے فراغت حاصل کر چکے اور اپنے گھوڑوں کو بھی عمدگی کے ساتھ محفوظ جگہ باندھ دیا اور پھر رات کا ایک پہر گزر گیا تو

میرے خیمے کے پردے کو ہٹا کر محترمہ کماری پربھاتیہ نے اندر جھانکا اور بولی۔

"میں جانتی تھی کہ تم جاگ رہے ہو گے آج تم نے باہر کے موسم کو نظرانداز کر دیا جبکہ آج کا موسم کل سے بھی بہتر ہے آؤ تھوڑی سی چہل قدمی کریں گے۔" میں نے پھٹی پھٹی آنکھوں سے رانی پربھاتیہ کو دیکھا لیکن بہرحال میں اپنے خیمے سے باہر نکل آیا تھا۔ معمول کے مطابق گہری خاموشی اور سناٹا طاری تھا۔ مجھے یہ خوف تھا کہیں جینی فورس بھی باہر نہ نکل آئے حالانکہ میرا اس بارے کوئی قصور نہیں تھا لیکن میں یہ نہیں چاہتا تھا کہ میری کارروائیوں میں کوئی رخنہ اندازی ہو۔ ظاہر ہے نہ جینی فورس میرے لئے قابل توجہ تھی اور نہ ہی یہ کماری صاحبہ۔ بس میں تو اپنا کام کرنا چاہتا تھا۔ ویسے بھی میں اتنے بزرگوں کے درمیان تھا کہ بتا نہیں سکتا۔ ان کا احترام میرے دل میں تھا اور پھر سب سے زیادہ بدمعاش حسن فیروز موجود تھا جسے اگر ایسی کسی بات کا شبہ ہو جائے تو میری ناک میں دم کر دے لیکن بہرحال کماری صاحبہ کی شخصیت ویسے بھی قابل احترام تھی۔ یہ عورت جیسا کہ میں پہلے بتا چکا ہوں شاندار اور پرکشش شخصیت کی مالک تھی اور عمر کے لحاظ سے یہ نہیں کہا جا سکتا تھا کہ وہ کم ہے لیکن اس کی شخصیت میں ایک ایسی دلکشی تھی جس پر اگر غور کیا جاتا تو بڑی حیرت ہوتی تھی اس کے جسم سے اس وقت ایک بہت ہی پرکشش خوشبو اٹھ رہی تھی اور وہ بڑی دلکش لگ رہی تھی۔ ہم لوگ اس دن سے بھی زیادہ دور نکل آئے اور میں کسی قدر الجھن محسوس کرنے لگا۔ رانی پربھاتیہ رکنے کا نام نہیں لے رہی تھی۔ کافی دور آنے کے بعد اس نے ایک چٹانی کوہان منتخب کیا اور بولی۔

"یہاں بیٹھیں گے۔"

"خطرناک جگہ ہے۔"

"ہو' کوئی پروا کی بات نہیں ہے۔ تم بہ آسانی بھیڑیوں کو ختم کر سکتے ہو۔" میں ہنسنے لگا پھر میں نے کہا۔

"اس قدر اعتماد مناسب نہیں ہوتا۔"

"اس کے باوجود اعتماد کرنا چاہئے ہر طرح سے ویسے عبران تم ایک انتہائی خوبصورت مرد ہو اس میں کوئی شک نہیں ہے۔"

"شکریہ۔"

"بیٹھو' یہ جگہ بہت پیاری ہے۔" میں بیٹھ گیا۔ وہ خاموش ہو کر دور دور تک دیکھنے لگی پھر بولی۔

"سوچ تو رہے ہو گے کہ تم پر اپنا کیسا حق جتا رہی ہوں لیکن عورت ہوں ناں ورت پن ابھر ہی آتا ہے۔ بلی کے بارے میں جانتے ہو کہ وہ اگر کھاتی نہیں ہے تو لڑھکا تی ہے۔ بس اپنی فطرت میں بھی کچھ ایسے ہی عناصر پاتی ہوں۔ کسی الجھن کا شکار نہ ہونا ل میں کل مجھے جینی فورس کی تمہاری اتنی قربت پسند نہیں آئی وہ تو تمہیں اس انداز ں دیکھتی ہے اور تمہارے بارے میں کچھ اس طرح سے سوچتی ہے جیسے تم اس کی ملکیت و اور وہ تمہیں بہ آسانی خرید سکتی ہو' کیا ایسا ہو سکتا ہے؟" میں مسکرا دیا میں نے کہا۔

"اگر آپ محمود خوارزم کو جانتی ہیں تو مجھ سے پوچھنے کی ضرورت نہیں ہے خود ہلہ کر سکتی ہیں اس بات کا۔"

"ہاں میں محمود خوارزم کو جانتی ہوں۔ پھر وہ لڑکی اس قدر غلط فہمی میں کیوں مبتلا ہے۔"

"لڑکی ہے۔" میں نے ہنس کر کہا۔

"میرے ہاتھوں نقصان اٹھا جائے گی۔" کماری نے ایسے لہجے میں کہا کہ میں چونک کر اسے دیکھنے لگا لیکن میں نے اس بارے میں اس سے کوئی بات نہیں کی تھی' وہ کہنے لگی۔

"میں یہ نہیں کہتی کہ تم مجھ سے محبت کرو۔ مجھے چاہو یا میں تمہیں اپنی ملکیت سمجھنا شروع کر دوں لیکن یہاں میں بھی ہوں اور میں بھی یہ سوچ سکتی ہوں کہ مجھے کسی اچھے ساتھی' کسی اچھے دوست کی ضرورت ہے اور اپنے آپ کو نمایاں کرنے کے لئے اس کی خواہشوں کے بارے میں پوچھنا چاہتی ہوں مجھے بتاؤ اس غیر ملکی چھپکلی کی نسبت میں کیسی لگتی ہوں تمہیں۔"

میں نے ایک نگاہ رانی پربھاتیہ کو دیکھا اور کہا۔

"آپ یقین کیجئے میں آپ کا بے حد احترام کرتا ہوں۔"

"مجھے ذلیل مت کرو' ذلیل مت کرو مجھے احترام سے تمہارا کیا مراد ہے کیا میں اتنی ی عمر رسیدہ ہوں۔"

"نہیں' کماری صاحبہ لیکن اس کے باوجود آپ کے تعلقات محمود خوارزم سے یں۔"

"تو اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔ میرا دل تو کسی کا قیدی نہیں ہے۔ تم میرے بارے یں نہیں جانتے میں تمہیں اپنی کہانی سنانا چاہتی ہوں۔ اس کے عوض تم یقین کرو میرا پورا

یقین کرو کہ میں تم سے کوئی رحم نہیں چاہوں گی کوئی خواہش نہیں کروں گی لیکن بس یہ چاہوں گی کہ ایک اچھی دوستی ہمارے درمیان ہو۔ تم ہنسو اور میرے ساتھ بے تکلفی کا مظاہرہ کرو مجھ سے کوئی اور تمہیں اپنے قریب نہ سمجھ لے۔ یہ اس وقت تک ہوگا جب تک کہ ہم ساتھ ہیں ہم اپنی مہم کو تکمیل دے لیں گے اور زندہ بچے تو واپس لوٹ آئیں گے۔ اس کے بعد اگر تم کبھی میرا نام بھی اپنی زبان پر نہ لاؤ تو مجھے اعتراض نہیں ہوگا۔ کیا سمجھے؟"

میں نے ایک بار پھر اسے دلچسپی اور غور سے دیکھا ایک عجیب سا تصور میرے ذہن میں ابھرا تھا۔ ساری باتیں اپنی جگہ لیکن بہرحال ایک نفسیاتی کردار میرے سامنے تھا۔ وہ خیالوں میں ڈوب گئی تھی۔ اس نے اس بات کا انتظار بھی نہیں کیا کہ میں اس سے اس کے بارے میں سننا چاہتا ہوں یا نہیں اس کا اظہار تو کردوں۔ مجھے یوں لگا جیسے وہ خوابوں میں اپنا ماضی تلاش کررہی ہو۔ کچھ لمحوں کے بعد اس کی خواب ناک آواز ابھری۔

"میرے باپ کا نام راجہ پربھات سنگھ تھا۔ بڑی زمینیں تھیں ہماری۔ باقاعدہ ایک راجدھانی تھی اس راجدھانی کی کماری تھی میری ماں۔ پربھات سنگھ میری ماتا جی کو بہت چاہتا تھا بہت پیار کرتا تھا میری ماتا جی بھی ایک چھوٹی موٹی ریاست کی کماری تھی لیکن راجہ پربھات کے مقابلے میں وہ ریاست کچھ بھی نہیں تھی۔ میری ماتا کے چار بھائی تھے اور یہ چاروں کے چاروں اوباش اور آوارہ فطرت تھے۔ رفتہ رفتہ انہوں نے میرے ناناجی کی ساری ریاست ختم کردی اور سب کچھ لٹا کر بیٹھ گئے۔ راجہ پربھات سنگھ میری ماتا جی کو بہت چاہتا تھا اور برے حالات کے باوجود اس نے میری ماتا جی سے شادی کرلی۔ ناناجی ریاست ختم ہونے کے غم سے مرگئے۔ راجہ پربھات سنگھ بڑی چاہت سے میری ماتا جی کو اپنے گھر لے آیا اور اس کی زندگی کا آغاز ہوگیا۔ میں پیدا ہوئی‘ چھ سال کی تھی میں جب اچانک ایک بار میری ماتا نادانی میں اپنے بچپن کے ایک پریمی کا تذکرہ کر بیٹھی جسے وہ بچپن میں چاہتی تھی اور بہت چاہتی تھی۔ راجہ پربھات سنگھ کا من میری ماں کی طرف سے خراب ہوگیا پھر ایک بار بدقسمتی سے وہ شخص جس کا تذکرہ میری ماں نے کیا تھا کسی طرح گھومتا تلاش کرتا راجہ پربھات سنگھ کی طرف نکل آیا۔ پرانے ناتوں سے میری ماں نے اس سے ملاقات کی۔ میری ماں کے من میں اس وقت اس کے لئے کوئی کھوٹ نہیں تھا۔ راجہ پربھات سنگھ کو پتا چل گیا۔ اس شخص کو کتوں سے نچوا دیا گیا‘ راجہ پربھات سنگھ نے اس کی لاش میری ماتا جی کے سامنے پیش کی تو ماتا جی کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔ جس کی بنا

پر راجہ پربھات سنگھ کا شبہ اس بات پر پختہ ہوگیا کہ میری ماتا جی اب بھی اسے چاہتی ہیں۔ بس راجہ پربھات سنگھ نے انہیں قید میں ڈال دیا۔ دو دن‘ چار دن‘ چھ دن‘ آٹھ دن گزر گئے اور جب ماں کا پتا نہ چلا اور راجہ پربھات سنگھ مجھے جھوٹی تسلیاں دیتا دیتا تھک گیا تو میں نے آخری بار اس سے کہا کہ اگر میری ماتا جی مجھے نہ ملیں تو میں آتما ہتیا کرلوں گی۔

پربھات سنگھ نے نفرت بھرے انداز میں مجھے دیکھا پھر قید خانے میں مجھے میری ماتا جی کے پاس پہنچا دیا گیا۔ اس کے بعد میں نے اپنی جوانی کا ایک بہت بڑا حصہ قید میں ہی گزارا۔ میں اپنی ماتا جی پر ہونے والے ستم دیکھتی تھی۔ مگر میں کیا کرسکتی تھی۔ کیا تم یقین کرو گے عمران کہ میں قید میں ہی جوان ہوئی اور پھر ایک رات میری ماں گردے میں درد اٹھنے کی وجہ سے تڑپ تڑپ کر مرگئی۔ ہم قید میں تھے اور ہمارے پاس کوئی ذریعہ نہ تھا کہ اس درد سے نجات پانے کے لئے کسی کو بلالیں۔ میرے دل میں اپنے پتا جی کے لئے نفرت کا ایک جذبہ پروان چڑھا۔ پتا جی یعنی راجہ پربھات سنگھ مجھے باہر نکالنے کے لئے تیار نہیں تھے کیونکہ انہوں نے ہم دونوں کے بارے میں یہ خبر مشہور کردی تھی کہ ہم ولایت چلے گئے ہیں لیکن میں نے رو رو کر پتا جی سے بنتی کی کہ وہ مجھے میری ماں کی چتا پر جانے کی اجازت دے دیں۔ مجھے ایک ایسی لڑکی کے روپ میں ماں کی چتا تک لے جایا گیا جو ایک گاؤں کی دیہاتی لڑکی تھی لیکن میں نہ دیہاتی تھی نہ گاؤں کی تھی۔ میں انتقام کی دیوی تھی چنانچہ میں وہاں سے نکل گئی اور اس کے بعد بہت دنوں تک راجہ مجھے تلاش کرتا رہا۔ میں پولیٹیکل ایجنٹ کے ساتھ واپس آئی اور کماری پربھاتیہ بن کر آئی۔ مجھے پولیٹیکل ایجنٹ کا تحفظ حاصل تھا۔ راجہ میرا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتا تھا۔ وہ تو یہ کہہ چکا تھا کہ ہم ماں بیٹیاں ملک سے باہر ہیں۔ میں نے یہی ظاہر کیا کہ میں باہر سے واپس آئی ہوں۔ راجہ میرا نقصان نہ کرسکا۔ وہ تلملاتا رہا اور ایک ہفتے کے اندر اندر میں نے اسے قید کرلیا اور اسی قید خانے میں پہنچا دیا جس کے بارے میں صرف مجھے معلوم تھا یا راجہ کو۔ میں تو وہاں قید کے بہت سے دن گزار چکی تھی اور راجہ اب وہاں وہی وقت گزار رہا تھا۔ میں اسے صورت حال سے آگاہ کرتی رہتی تھی۔ یہاں تک کہ میں نے ساری راجدھانی حکومت کے قبضے میں دے دی اور راجہ پربھات سنگھ کو اس کے بارے میں بتاتی رہی۔ مجھے حکومت کی پوری پوری توجہ اور حمایت حاصل ہوگئی تھی۔ اس کے علاوہ مجھے ایک بہت بڑا معقول وظیفہ بھی ملنے لگا تھا۔ میں ذہنی طور پر بالکل ہی باغی ہوگئی تھی اور اس بغاوت نے مجھے دنیا سے بیگانہ کردیا تھا۔ پھر میں نے اپنی راجدھانی چھوڑ دی‘ اپنے اثاثے بیچ دیئے اور یہاں اسی

علاقے میں رہائش اختیار کرلی۔ میں ایک بے باک اور نڈر مہم جو تھی ان لوگوں سے میری شناسائی ہوگئی یعنی محمود خوار زم وغیرہ سے اور پھر یہ سارے سلسلے جاری ہوگئے۔ میں نے اپنے باپ سے انتقام لے لیا تھا۔ جب میں اسے بتاتی تھی کہ میں اس کی جیون بھر کی کمائی خود حکومت کو دے چکی ہوں تو وہ اذیت سے تڑپتا تھا۔ اپنے سر کے بال نوچتا تھا اور اس وقت مجھے اپنی ماں کی بے بسی کی موت یاد آجاتی تھی۔ میں جانتی ہوں کہ تمہیں اس کہانی سے کوئی دلچسپی نہیں ہوگی لیکن کہانیاں تو کہانیاں ہوتی ہیں۔ ہر دل میں کوئی نہ کوئی داستان ہوتی ہے اور وہ داستان دوسروں کو سنانا چاہتا ہے میری کمزوری کو سمجھ لینا بس یہی میری کمزوری ہے تو میں یہ کہہ رہی تھی کہ میں نے ساری زندگی محرومیوں میں گزاری ہے اور اب بھی اسی کیفیت کی شکار ہوں۔ عمر بہت بڑھ گئی ہے میری میں یہ نہیں چاہتی کہ تم مجھے اپنی عورت کی حیثیت سے قبول کرلو۔ میں تو بس تم سے ایک لگاؤ چاہتی ہوں اور وہ بھی اس وقت تک جب تک ہم ساتھ ہیں۔ جب تم اسی جگہ ہوگے تو میں نہیں جانتی کہ میرے دل میں کیا ہوگا۔ ایک بات کا وعدہ ضرور کرتی ہوں تم سے کہ میں تم پر اپنا کوئی حق نہیں جتاؤں گی۔ بولو، ایک چھوٹی سی خواہش پوری کروگے میری۔ بولو، جواب دو۔" میں خاموش ہوگیا تھا۔ بہت دیر تک خاموش رہا تو وہ بولی۔

"اٹھنا چاہو تو اٹھو یا میں جاؤں۔"

"میں کچھ وقت تنہا بیٹھ کر سوچنا چاہتا ہوں۔" میں نے صاف الفاظ میں کہہ دیا۔ واقعی ایک الجھن پیدا کردی تھی اس نے میرے دل میں۔ پھر میں اسے جاتے ہوئے دیکھتا رہا۔ وہ ایک دراز قامت اور بے خوف عورت تھی۔ جب وہ نگاہوں سے اوجھل ہوگئی تو مجھے فاخر داہا کی آواز سنائی دی۔

ایک ہم ہیں کہ ہوئے ایسے پشیمان کہ بس
ایک وہ ہیں جنہیں تصویر بنا آتی ہے

"عزیزم ذرا وہ جادو کی بوٹی ہمیں بھی تو دے دو جو نرم و نازک خواتین کو تمہاری جانب سے اس قدر نرم کردیتی ہے، جذبے تو ہر دل میں ہوتے ہیں۔ چاہتوں کا طلب گار کون نہیں ہوتا۔ اب ذرا سی پابندیاں ہٹی ہیں تو کوئی متوجہ ہی نہیں ہوتا۔" میں چونک کر فاخر داہا کو دیکھنے لگا تھا وہ میرے پاس آبیٹھا پھر جلدی سے بولا۔

"قسم جو دل چاہے لے لو، یہ نہ سمجھنا کہ تمہاری تاک میں تھا بس یہ ہنسوں کا جوڑا دیکھا تو قدم بے اختیار اس طرف اٹھ گئے۔ جوانی کے راز چرانے میں لطف آتا ہے ناں۔

ویسے کماری صاحبہ عمر میں تم سے بڑی ہی ہوں گی۔"

"دیکھو یار، کچھ عجیب سی بات تو نہیں ہوئی ہے۔ فاخر یہ خواتین کسی بھی حیثیت کی مالک ہوں اس کے علاوہ ان کی سوچ اور کوئی سمت نہیں اختیار کرسکتی۔" فاخر داہا نے ہنستے ہوئے کہا۔

"ایسا نہیں کہہ رہا بھائی! زندگی زندگی مشکل چیز نہ بن جائے۔ ارے انہی نرم ونازک مہربان خواتین کی وجہ سے تو اس دنیا میں دل لگا رہتا ہے ورنہ دنیا تو انتہائی بور جگہ ثابت ہو۔" میں ہنسنے لگا تھا۔ میں نے کہا۔

"کاش! ان کا رخ تمہاری جانب ہوجائے۔"

"ان سے تمہاری کیا مراد ہے؟"

"کماری پربھاتیہ اور جینی فورس۔"

"شکریہ، جینی فورس کا نام لیتے ہوئے میں ذرا خوفزدہ تھا۔ میں نے اسے بھی تمہاری قربت میں دیکھا ہے اور ایک بات کہوں حیران تو میں اس پراسرار لڑکی پر ہوں جو تمہارے دوست سے ایسی متاثر ہوئی ہے کہ وہ اگر ذرا بھی کہیں ہٹ جاتا ہے تو وہ اسے تلاش کرتی ہے۔ اس سے پہلے میں نے سنا ہے کہ محمود چچا نے اسے قید کررکھا تھا اور دنیا کو اس کے بارے میں کچھ نہیں معلوم تھا لیکن اب اس وقت۔" وہ خاموش ہوگیا۔

حسن فیروز واقعی اس شکل میں ایک عظیم الشان کارنامہ سرانجام دے رہا تھا۔ وہ ہمیشہ ہی ایسے کارنامے سرانجام دیا کرتا تھا کہ عقل حیران رہ جاتی تھی۔ جہاں کہیں ہماری گاڑی رک جاتی تھی اس کی گاڑی چل پڑتی تھی۔

فاخر داہا کچھ دیر سوچ میں ڈوبا رہا پھر بولا۔

"ویسے تم مجھے اس شخص کے بارے میں بتا سکتے ہو آخر وہ کہاں سے تمہارے ہاتھ لگا۔"

"بس یوں سمجھ لو کہ وہ ایک مست مولا آدمی ہے۔ تم یقین کرو ایک بہت اچھے کردار کا مالک۔ اس کے کردار میں، میں نے کوئی کھوٹ نہیں دیکھا لیکن اس کے اندر بے پناہ صلاحیتیں ہیں۔ بہت سے ایسے واقعات ہیں جو دلچسپ بھی ہیں اور اس کی عجیب شخصیت کی نمائندگی کرتے ہیں۔"

"مجھے اندازہ ہے۔ واقعی انوکھا آدمی ہے۔" ہم لوگ بہت دیر تک باتیں کرتے رہے۔ میرا ذہن تھوڑا سا الجھا ہوا تھا۔ یہ کماری پربھاتیہ اور میڈم جینی فورس خواہ مخواہ کی

خرابیاں پیدا کر رہی تھیں لیکن میرے سپرد ایک کام کیا گیا تھا وہ بڑی اہم نوعیت کا حامل تھا اور میں اپنے آپ کو اس سے ہٹانا نہیں چاہتا تھا پھر بہت دیر تک ہم دونوں باتیں کرتے رہے اور اس کے بعد اپنی جگہ سے اٹھ گئے۔ میں نے کہا۔

"اس کا ایک ہی طریقہ ہے فاخر۔"

"کس کا؟ اور کیا؟" اس نے سوال کیا۔

"یہی کہ میں محمود خوارزم سے کہہ کر اپنے لئے دوسرا گروپ منتخب کرلوں اور اس کے ساتھ سفر کروں۔"

"اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔ وہ لوگ بھی اس گروپ میں پہنچ سکتی ہیں۔"

"اگر ایسا ہوا تو دیکھا جائے گا۔"

"مگر ایسا کیوں کرتے ہو تم۔ زندگی تو ایک رومان ہے میرے دوست۔ اور پھر میں سمجھتا ہوں کہ جینی فورس سے بہتر کماری پربھاتیہ ہے۔ وہ کہتی ہے کہ صرف اس مہم کے دوران تم ذہنی طور پر اس سے منسلک رہو۔ اس کے بعد وہ تمہیں بھول جائے گی۔" میں نے ہنس کر فاخر داہا کو دیکھا اور کہا۔

"میں ایسا کرسکتا ہوں، لیکن ایک شرط پر۔" فاخر داہا نے تعجب بھری نگاہوں سے مجھے دیکھا اور بولا۔

"کیا، مجھ پر کوئی شرط لگائی جاسکتی ہے۔ میں بھلا اس سلسلے میں کیا اوقات رکھتا ہوں۔"

"نہیں، اصل میں تم اپنے آپ کو کچھ زیادہ ہی لئے دیئے رہتے ہو۔ میں کماری پربھاتیہ سے دلچسپی لوں گا لیکن اس شکل میں کہ تم جینی فورس کو سنبھال لو۔"

"ارے باپ رے! کیا خوفناک بات کہہ دی تم نے۔ فرقان داہا اس قدر فراخ دل نہیں ہے کہ میرا ایک غیر ملکی لڑکی کی طرف جھکاؤ دیکھ کر مجھے اور اسے دونوں کو معاف کردیں۔ وہ خاموشی سے ہمیں دور کہیں لے جاکر دونوں کو گولی مار دیں گے۔ کیا سمجھے۔" میں ہنسنے لگا تھا۔ میں نے کہا۔

"وہ سب تو ٹھیک ہے محمود خوارزم بھی اس قدر فراخ دل نہیں ہیں۔"

"ہیں! اگر وہ نہ ہوتے تو تمہارے دوست کو اس طرح اس لڑکی کے ساتھ نہ چھوڑ دیتے۔"

"وہ تو ایک الگ مسئلہ ہے، یوں سمجھ لو کہ ہم سب کی ضرورت۔"

"بزرگوں کا کہنا ہے کہ عشق بھی انسان کی ضرورت ہے۔"

"تو پھر تم اس سلسلے میں فرقان داہا سے بات کرسکتے ہو اگر وہ تمہیں روکنے کی کوشش کریں۔"

"میرا خیال ہے اب چلو تم بہت خوفناک باتیں کرنے لگے ہو۔" اس نے کہا اور ہم دونوں وہاں سے واپس چل پڑے۔ چند ہی قدم چلے تھے کہ اچانک ہی فرقان داہا نے میرا بازو پکڑا اور آہستہ سے بولا۔

"وہ ادھر۔ اس طرف........" اس کے لہجے میں کچھ ایسی سنجیدگی تھی کہ میں چونکے بغیر نہ رہ سکا۔ پھر میری نگاہیں بھی اس طرف اٹھ گئیں جدھر اس نے اشارہ کیا تھا اور میں خود حیران رہ گیا۔ وہ روشنی بہت تیز تھی اور یقینی طور پر یا تو کسی پیٹرومیکس لیمپ کی تھی یا پھر کسی اور ایسے لیمپ کی جسے جنگل میں بہ آسانی روشن کیا جاسکتا تھا۔ اس نے ایک بہت بڑا علاقہ منور کررکھا تھا اور سب سے بڑی بات یہ کہ اس روشنی کے سائے میں کچھ انسانی جسم متحرک نظر آرہے تھے۔ ہمارے تمام آدمی اس وقت ساتھ تھے یعنی تینوں گروپ یکجا تھے۔ پھر یہ کون لوگ ہوسکتے ہیں؟ اور مجھے بھیڑیوں کی وہ کیفیت یاد آگئی وہ رومال وہ گھڑی اس کے بارے میں ان خدشات کا اظہار کیا گیا تھا کہ ممکن ہے کوئی اور گروپ بھی یہاں ہو۔ فاخر داہا نے کہا۔

"جو کچھ تم سوچ رہے ہو میں جانتا ہوں، کیا خیال ہے ذرا چل کر جائزہ لیں۔"

"مناسب ہوگا۔"

"اتنے پوشیدہ طور پر چلیں گے کہ کسی کو اندازہ نہ ہوسکے۔" میں نے ایک لمحے کے لئے کچھ سوچا پھر میں تیار ہوگیا۔ دل تو چاہتا تھا کہ حسن فیروز کو اس بارے میں اطلاع دوں، کوئی بھی واقعہ کوئی بھی حادثہ پیش آسکتا ہے لیکن پھر اسے مناسب نہ سمجھ کر فاخر داہا کے ساتھ اس جانب چل پڑا۔

ہم دونوں کے ذہنوں میں تجسّس تھا۔ دونوں ہی نوجوان جسم اور تیز رفتار دوڑتا ہوا خون رکھتے تھے۔ خوف و دہشت نہ میرے دل میں تھی۔ نہ فاخر کے دل میں۔ بڑی احتیاط سے ایک ایک قدم پھونک پھونک کر آگے رکھ رہے تھے۔ ہماری خواہش تھی کہ ہم کامیابی سے اپنا سفر پورا کریں اور یہ جائزہ لینے کی کوشش کریں کہ وہ لوگ کون ہیں؟ جن کا نشان ہمیں پہلے بھی مل چکا ہے۔ یہ تمام تفصیلات جاننے کا شوق ہمیں اس طرف لئے جارہا تھا۔ ہم راستوں کے پیچ و خم سے گزرتے رہے۔ بے شمار چٹانیں درمیان میں بکھری

پڑی تھیں۔ سامنے سے ہیبت ناک راستے طے کرتے ہوئے آخر کار ہم ایسی جگہ پہنچ گئے جہاں سے سو قدم چلنے کے بعد ڈھلان شروع ہوجاتی تھی اور ان ڈھلانوں سے روشنیاں صاف نظر آرہی تھیں۔ ہم کنارے پر پہنچ گئے اور ہر طرح کی احتیاط برتتے رہے۔ پہلے ہم نے کنارے پر بیٹھ کر یہاں سے تمام صورت حال کا جائزہ لیا۔ بہت بڑی وادی تھی اور اس وادی میں بے شمار خیمے لگے ہوئے تھے۔ ان خیموں سے روشنی جھلک رہی تھی۔ اندازہ یہی لگایا گیا کہ شاید پیٹرومیکس روشن ہیں اور انہی سے یہ روشنی جھلک رہی ہے۔ اس روشنی کے سائے میں کچھ لوگ چلتے پھرتے نظر آرہے تھے۔ دو تین جگہ الاؤ بھی روشن کرلئے گئے تھے۔ ان لوگوں کی صحیح تعداد کا اندازہ تو نہیں لگایا جاسکا تھا لیکن یہ اندازہ ضرور لگالیا تھا ہم نے کہ ان کی تعداد ہم سے کہیں زیادہ ہے اور یہ صورت حال بہرحال ہمارے لئے سنسنی خیز تھی۔ فاخر نے سرگوشی میں کہا۔

"یہ لوگ ہمارے لئے بہت خطرناک ثابت ہوسکتے ہیں۔ ان کی تعداد بھی بہت زیادہ ہے۔"

"بالکل ٹھیک کہہ رہے ہو۔"

"تو پھر کیا کیا جائے؟"

"ذرا ان کا جائزہ لیتے رہنا ضروری ہے۔ ویسے بھی اب ہم ان کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کے لئے نکل چکے ہیں تو پھر ان کے بارے میں اندازہ تو لگانا ہی ہوگا۔" ہم لوگ یہ فیصلہ کرنے میں کامیاب ہوگئے کہ یہ جو کچھ بھی ہے ان کے بارے میں معلومات حاصل کرکے ہی واپس لوٹیں گے چونکہ یہ معلومات ہمارے تینوں گروپ کے لئے بے حد ضروری تھی۔ فاخر نے کہا۔

"اگر وہاں ہماری تلاش بھی شروع ہوجائے تب بھی ہمیں پروا نہیں کرنی چاہئے کیونکہ دشمنوں سے ہوشیار رہنا بے حد ضروری ہوتا ہے۔"

"ٹھیک ہے........" ہم نے اپنی جگہ برقرار رکھی۔ ہماری آنکھیں وادی میں ان خیموں پر لگی ہوئی تھیں۔ رفتہ رفتہ ان خیموں کے درمیان خاموشی چھا چکی تھی لیکن پھر بھی ہم دیکھ رہے تھے کہ کچھ لوگ مستعدی سے پہرہ دے رہے ہیں۔ ساری رات یہاں گزار دی۔ صبح کا وقت تھا۔ اجالا نمودار ہونے لگا۔ ہمیں اس بات کا اندازہ تھا کہ دن کی روشنی ہمیں چھپا نہیں سکے گی اور اس بات کے امکانات ہیں کہ وہ لوگ ہماری جانب متوجہ ہوجائیں۔ میں نے چاروں طرف نگاہیں دوڑائیں اور پھر ایک طرف اشارہ کرکے

کہا۔

"ادھر دیکھو فاخر........" میرا اشارہ درختوں کے جھنڈ کی جانب تھا۔ فاخر نے اس طرف دیکھا اور بولا۔

"اگر ہم احتیاط سے چل کر ادھر پہنچ جائیں تو ہمارے چھپنے کے لئے اس سے اچھی جگہ کوئی نہ ہوگی۔ وہاں سے ہم ان پر نگاہ رکھ سکتے ہیں۔"

"ٹھیک ہے........ پھر آؤ چلتے ہیں۔" پھر ہم چھپکلیوں کی طرح رینگتے ہوئے آگے بڑھنے لگے۔ درختوں کا فاصلہ کافی تھا لیکن بہرحال اس میں بھی کوئی شک نہیں تھا کہ وہاں سے ہم آسانی کے ساتھ ان لوگوں کا جائزہ لے سکتے تھے۔ کافی مشکلات کا سفر طے کرکے آخر کار ہم درختوں کے جھنڈ تک پہنچ گئے۔ یہ مضبوط شاخوں والے درخت تھے۔ جن کی جڑیں نیچے ڈھلان میں لٹک رہی تھیں۔ ان کی شاخوں پر بھی ایسی ہی لچکدار جڑیں بکھری ہوئی تھیں۔ جنہیں آپس میں مضبوطی سے باندھ کر ہم دونوں نے جھولے سے بنالئے اور پھر انہی درختوں پر ہم نے وقت گزارا۔ ہماری نگاہیں اب یہاں سے آسانی کے ساتھ خیموں کے مکینوں کا جائزہ لے سکتی تھیں۔ وہ اب جاگ اٹھے تھے اور اندازہ یہ ہورہا تھا کہ وہ بھی مہذب دنیا کے فرد ہیں۔ بے شک ان کے اوپری جسم لباسوں سے عاری تھے ور وہ صرف پتلونیں پہنے ہوئے تھے۔ ان کے درمیان لڑکیاں بھی تھیں اور نوجوان ورتیں لیکن ان کے لباس بھی مختصر تھے۔ صحیح طور پر یہ اندازہ نہیں ہورہا تھا کہ ان کا علق کہاں سے ہے؟ میں نے فاخر سے پوچھا۔

"کچھ اندازہ لگا سکے ان کے بارے میں؟"

"بالکل نہیں........ بڑی خوفناک صورت حال ہے ادھر ہماری تلاش بھی شروع گئی ہوگی۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ لوگ ادھر نکل آئیں۔"

"تمہارا کیا خیال ہے عمران۔ کیا یہ لوگ بھی خزانوں کی تلاش میں ہی آئے ہوں گے؟"

"دعوے سے نہیں کہا جاسکتا۔ ہوسکتا ہے صرف مہم جو ہی ہوں اور ان پراسرار یوں میں سیاحت کے لئے آئے ہوں۔ ویسے دلیر اور جیالے معلوم ہوتے ہیں۔ ذرا وان کے ساتھ سازوسامان کتنا شاندار ہے۔ ویسے ایک بات کہوں کہ اگر یہ لوگ بھی نے کی تلاش میں آئے ہیں تو ہمارے گروپ آسانی سے ان کا مقابلہ نہیں کرسکیں ے۔"

"ہاں......... یہ ذرا قابل غور بات ہے۔"

"دیکھو......... وہ لوگ خیمے اکھاڑ رہے ہیں۔" فاخر نے کہا اور ہم دونوں ادھر دیکھنے لگے وہ تمام لوگ سفر کی تیاریاں کر رہے تھے خیمے اکھاڑ کر یاکوں پر بار کیے جا رہے تھے۔ سامان کے تھیلے کمر سے باندھے جا رہے تھے۔ ان کے پاس پستول اور دوسرے آتشی ہتھیار بکثرت نظر آرہے تھے لیکن ان کی فطرت میں ایک وحشت سی محسوس ہوئی تھی۔ آن کی آن میں انہوں نے میدان صاف کردیا۔ تب میں نے پہلی بار اس دراز قامت عورت کو دیکھا۔ تقریباً پونے چھ فٹ قد کی مالک تھی۔ چست چمڑے کا لباس پہنے ہوئے تھی اور وہاں موجود لوگ شاید اس کے احکامات کی پابندی کر رہے تھے۔ ہم خاموشی سے ان کی کارروائی دیکھتے رہے۔ پھر ہم نے انہیں قطار کی شکل میں ایک جانب جاتے ہوئے دیکھا۔ فاخر نے کہا۔ "ان کی رفتار بہت تیز ہے۔"

میں نے کہا۔

"آہ......... ان کا رخ واقعی اس علاقے کی جانب ہے۔ جدھر ہم جا رہے ہیں۔"

"سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اب ہم کتنا فاصلہ طے کریں اپنے ساتھیوں سے ویسے ہی ہم بہت دور ہوگئے ہیں۔"

"ہمیں......... بہرحال ان کا تعاقب جاری رکھنا ہوگا اور اپنے ساتھیوں کو اطلاع دے کر انہیں اس سمت بلانا ہوگا۔"

ہم نے واپسی کا سفر شروع کردیا۔ ہمارا خیال درست تھا۔ وہ سب کے سب بے چینی سے ہمارا انتظار کر رہے تھے۔ ہم رات بھر جاگتے رہے تھے۔ ہماری بری حالت تھی لیکن ہم یہ بات جانتے تھے کہ اگر اس وقت ہم نے فاصلے زیادہ کردیئے تو ہمارے لئے مشکلات ہو جائیں گی۔ محمود خوارزم اور فرقان داہا دونوں ہی پریشان تھے باقی سب افراد کی کیفیت بھی مختلف نہیں تھی۔ پربھاتیہ اور مائیکل فورس سب کے سب ہمارے گرد جمع ہوگئے۔

"کیا واقعہ پیش آیا تم لوگوں کو.........؟ تم سب خیریت سے تو ہو۔" مائیکل فورس نے ہمیں گھورتے ہوئے کہا۔

"ہاں......... ہم دونوں خیریت سے ہیں اور آپ پر کچھ انوکھے انکشافات کرنا چاہتے ہیں۔"

"کیا مطلب؟"

"ایک گروپ کے بارے میں اگر ہم آپ سے یہ کہیں کہ وہ انہی راستوں کی جانب

سفر کر رہا ہے۔ جدھر ہمیں جانا ہے تو کیا آپ لوگ فوری طور پر اس کا تعاقب کرنا پسند کریں گے یا پہلے اس کے بارے میں معلومات حاصل کرنا چاہیں گے۔" میرے اس سوال پر وہ سب ایک دوسرے کی صورت دیکھنے لگے تھے۔ آخر کار فاخر داہا نے کہا۔

"ان کے پاس آتشی ہتھیاروں کا بہت بڑا ذخیرہ ہے اور ان کا گروہ تقریباً ساٹھ ستر افراد پر مشتمل ہے۔ وہ سب کے سب چاق و چوبند اور وحشی صفت ہیں اور اس بات کے امکانات ہیں کہ اگر ہماری ان سے مڈبھیڑ ہوگئی تو ہمیں خطرناک حالات کا سامنا کرنا پڑے گا۔" ان تمام انکشافات پر یہ سب لوگ حیران رہ گئے اور ان کے چہروں پر تشویش کے آثار نظر آنے لگے۔ محمود خوارزم نے خصوصی طور پر مجھ سے کچھ سوالات کیے۔ جن کے جوابات میں نے اسے دیئے اور اس کے نتیجے میں مائیکل فورس نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"اس کا مطلب ہے کہ آگے کی صورت حال خطرناک ہو گئی ہے۔"

"آپ لوگ ان نشانات کو بھولنے کی بار بار کوشش کر رہے ہیں۔ جو شروع ہی سے ہمارے لئے سنسنی کا باعث ہیں اور اس بات کا اندازہ ہوتا رہا ہے کہ باقاعدہ ایک گروہ ہم سے آگے انہی راستوں کی طرف سفر کر رہا ہے جدھر ہمیں جانا ہے اور یہ اندازہ بھی آپ لوگوں نے بخوبی لگالیا ہے کہ آگے چل کر ہمیں انتہائی سنگین حالات کا سامنا کرنا پڑے گا۔"

"نہیں ایسی بات نہیں......... ہم نے اسے نظرانداز نہیں کیا ہے" میں نے کہا۔ "لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اب ہم کریں گے کیا.........؟"

بات اصل میں یہ ہے کہ اس سفر میں جنگ وجدل کی گنجائش نہیں ہے اور ہمارے پاس تو ایسے ذرائع بھی نہیں ہیں کہ ہم کسی ایسے مسلح گروہ سے جنگ کرسکیں۔ ہمیں صورت حال کی سنگینی کا احساس ہے اور اگر ہم اس وقت تھوڑی بہت کوشش کرسکتے ہیں تو صرف اس شکل میں کہ مصلحت سے کام لیں۔ ان لوگوں کو بھی ہماری موجودگی کا علم ہے اور وہ ہم سے آگے آگے چل رہے ہیں لیکن دیکھنا ہوگا۔ ضرور دیکھنا ہوگا۔"

حسن فیروز بھی ہمارے درمیان آگیا تھا اور اس وقت حیرت انگیز سنجیدگی کے ساتھ ہماری باتیں سن رہا تھا۔ بہرحال......... تشویش کی ایک لہر دوڑ گئی تھی سب کے چہروں پر لیکن کسی کے پاس اس کا کوئی حل نہیں تھا۔ حسن فیروز تو زیادہ تر اس لڑکی کے ساتھ ہی رہتا تھا۔ جس کا نام اس نے نیوبا بتایا تھا اور تمام لوگ حسن فیروز کی اس کارڑوائی سے مطمئن تھے کیونکہ اس نے اس پراسرار لڑکی کو اس طرح سنبھال رکھا تھا کہ دوسرے لوگ

شاید یہ کام نہ کرسکتے۔ حسن فیروز تنہائی میں مجھے ملا اور مسکرا کر بولا۔

"ایک کردار ہوتا تھا پرانے زمانے میں اور اسے سب بوجھ بجھکڑ کہا کرتے تھے یعنی یہ کہ اگر کسی چیز کا کوئی حل نہیں ملتا تھا تو لوگ اس کے پاس جاتے تھے اور وہ انہیں اس کا حل دے دیا کرتا تھا۔"

"تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ تم اس سلسلے میں بھی کوئی ذہانت کا مظاہرہ کرنے کے موڈ میں ہو۔"

"ذہین آدمی ہمیشہ ذہانت ہی کی بات کرتا ہے۔"

"تو پھر اے ذہین آدمی بتا کہ کیا کرنا چاہئے ہمیں اس وقت؟ یہ تو ایک حقیقت ہے کہ آگے کا سفر اس گروپ کی موجودگی میں مشکل ہوگیا ہے اور ہمیں کبھی نہ کبھی اس کے چکر میں پھنسنا ہوگا۔"

"اس گروپ کے بارے میں مکمل معلومات حاصل کرنا ضروری ہے۔"

"واہ......... کیا بات کہی ہے.........؟"

"دیکھو! میری عظیم الشان کھوپڑی گہرائیوں میں سوچ کر حقیقت کو تلاش کرتی ہے۔ اس وقت مذاق اڑانے کی کوشش کی تو برے نتائج ہوں گے۔"

"اے عظیم الشان کھوپڑی......... اس وقت تو ان حالات کے بارے میں کیا کہتی ہے؟"

"کوئی فکر کی بات نہیں تم میں سے چند افراد جن میں' میں نہیں ہوں۔ اس گروپ میں شامل ہوجاؤ۔ اپنے آپ کو ایسے مصیبت زدہ ظاہر کرو کہ جو یہاں آکر میرا مطلب ہے ان علاقوں میں دربدر ہوگئے ہیں......... ذلیل وخوار ہوگئے ہیں۔ اس طرح تم ان کی ہمدردیاں حاصل کرو اور ان کے درمیان گھس جاؤ اور پھر اپنے گروہ کے لئے مخبری کرتے رہو۔ تمام صورت حال سے واقفیت حاصل ہوجائے گی تمہیں اور تم وقت سے پہلے ان لوگوں کو اطلاع بھی دے سکو گے۔ ٹرانسمیٹر جو مائیکل فورس اپنے ساتھ لایا ہے۔ استعمال کرتے رہو اور ایک دوسرے سے رابطہ رکھو......... کیسا.........؟" میں نے دونوں ہاتھوں سے سر پکڑ لیا تھا اور بہت دیر تک اسی طرح بیٹھا رہا تھا۔

"یار میں نے کوئی ایسی بات کہہ دی ہے جو تیرے سر میں کھٹ سے جاکر لگی ہے۔"

"نہیں........." میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا اور اس کے بعد حسن فیروز کے پاس سے اٹھ گیا۔ میں نے پھر رات کو ان لوگوں کی چوپال میں یہ تجویز ان کے سامنے پیش کی تو

نہ صرف مائیکل فورس بلکہ محمود خوارزم......... فرقان داہا......... یہ تمام لوگ بھی شدت حیرت سے آنکھیں پھاڑ کر رہ گئے تھے۔ انہوں نے مجھے سنسنی خیز نگاہوں سے دیکھا اور فرقان داہا نے کہا۔

"محمود خوارزم......... دراصل تمہارا بیٹا ذہانتوں کا تاج محل ہے۔"

"نہیں افسوس ذہانتوں کا تاج محل وہ ہے جس نے اس پراسرار لڑکی کو اپنے قبضے میں کیا ہوا ہے اور اس کے دماغ سے یہ پراسرار باتیں نکلتی ہیں۔ یہ مشورہ اسی نے دیا ہے۔"

"آہ......... وہ شخص مجھے تو اس کے اندر کوئی پراسرار روح محسوس ہوتی ہے۔ واقعی کیا خوبصورت آئیڈیا ہے.........؟" لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اب کیا کریں؟ کون ہے جو یہ کام سرانجام دے گا۔"

"میں........." میں نے جواب دیا اور سب چونک کر مجھے دیکھنے لگے۔

"تم تنہا' سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ محمود خوارزم کے صاحب زادے سے جس وقت سے میری دوستی ہوئی ہے تقدیر نے ہمیں اتنی قربت بخش دی ہے کہ ہم ایک دوسرے کے بغیر کوئی کام کرتے ہی نہیں۔ چنانچہ اس وقت یہ کیسے ممکن ہے کہ یہ تنہا ہوں۔ میں ان کے ساتھ ہوں گا۔" فاخر داہا نے کہا اور فرقان داہا اپنے بیٹے کو تعریفی نگاہوں سے دیکھنے لگا۔ پھر بولا۔

"ان دونوں کی جوڑی کو نظر نہ لگ جائے کیوں مائیکل فورس......... تم کیا کہتے ہو اس بارے میں؟"

"میں سمجھتا ہوں کہ اس سے بہترین پروگرام اور کوئی نہیں ہوسکتا۔ انہیں تیاریاں کرکے اس گروہ میں شامل ہونا ہوگا۔"

"حالانکہ یہ ایک خطرناک کام ہے۔"

"میں اس خطرناک کام کو سرانجام دینے کا بیڑا اٹھاتا ہوں۔" میں نے کہا۔

"ہم تمہیں اس سے روکیں گے بھی نہیں لیکن یہ کام بے حد احتیاط سے کرنا ہوگا۔"

"مجھے اس کی مکمل منصوبہ بندی کا موقع دیا جائے۔ وہ لوگ بے شک آگے نکل گئے ہیں لیکن اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ ہماری رفتار تیز ہوگی اور ہم ان سے جاکر اس صورت حال کا جائزہ لیں گے۔ آپ لوگ پیچھے پیچھے آتے رہیں۔"

"ٹھیک ہے......... ایسا ہی کیا جائے گا لیکن کل صبح تم اس کا آغاز کرو گے۔"

"نہیں......... کل صبح نہیں بلکہ آج ہی رات کے بعد۔"

"ٹھیک ہے۔" یہ تمام مسئلہ اس انداز میں طے ہو گیا کہ رات کے پہلے پہر میرے کرم فرماؤں نے مجھ سے ملاقات کی۔ کماری پربھاتیہ کے چہرے پر میں پہلے ہی ایسے آثار دیکھ چکا تھا جو کافی پریشان کن تھے یعنی یہ کہ وہ نہیں چاہتی تھی کہ میں اس گروپ سے علیحدہ ہو کر ان لوگوں کے درمیان چلا جاؤں چنانچہ اس نے موقع پاتے ہی مجھ سے ملاقات کی۔

"یہ کیا مصیبت مول لے لی تم نے اپنے سر۔"

"کیوں کماری جی؟"

"میں تمہیں نہیں جانے دوں گی۔"

"فیصلہ رات کو ہو چکا ہے۔"

"یہ ان لوگوں کا فیصلہ ہے۔ میرا نہیں۔"

"لیکن...... آپ نے ان کے سامنے کچھ بھی نہیں کہا تھا۔"

"میں ان کے سامنے کچھ نہیں کہہ سکتی تھی۔"

"کیوں؟"

"اس لئے کہ میں اپنے دل کی آواز نہیں سنانا چاہتی۔"

"آپ کے دل کی آواز۔"

"ہاں۔"

"لیکن پربھاتیہ جی اس خطرناک گروہ کے بارے میں معلوم کرنا تو انتہائی ضروری ہے۔"

"کبھی کبھی تو میرا دل چاہتا ہے کہ عبران......... میں تمہیں لے کر جنگلوں میں کسی اور سمت نکل جاؤں۔ میرے پاس بہت کچھ ہے۔ مجھے رنگین کہکشاں میں جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں بالکل نہیں چاہتی کہ تم کسی مشکل کا شکار ہو، تم میرے لئے بہت کچھ بن گئے ہو۔ یہ لوگ اپنا سفر جاری کر دیں گے۔ ہمیں تلاش کریں گے اور ہم بہت عرصے تک ان کو نظر نہیں آئیں گے اور پھر ایسا ہو گا کہ ہم اپنی جگہ پہنچ جائیں گے۔ میں تمہیں پوشیدہ رکھوں گی۔ زندگی عیش و عشرت سے گزرے گی۔ بس یہ سمجھ لو کہ یہ میرا آخری فیصلہ ہے تم نہیں جاؤ گے۔"

"نہیں......... پلیز ایسا نہ کیجئے۔ محمود خوارزم کو تو میں نہیں چھوڑ سکتا۔"

"میرے لئے تمہیں بہت کچھ چھوڑنا ہو گا۔"

"کم از کم ابھی نہیں۔ اس وقت تک بالکل نہیں جب تک ہم اس مہم کو سرانجام نہ دے لیں۔"

"تو گویا تم نہیں مانو گے۔"

"ماننے والی بات تو ماننی چاہئے لیکن آپ خود سوچئے میں یہ سب کچھ کیسے مان سکتا ہوں؟"

"ہوں......... لیکن میں......... میں خود بھی تمہارے ساتھ جاؤں گی۔ میں بات کر لوں گی ان لوگوں سے۔ کہہ دوں گی اس چھوٹی سی مہم میں میری شمولیت ضروری ہے۔" میں ہنسنے لگا اور کہا۔

"ان میں سے کوئی بھی اس بات کی اجازت نہیں دے گا۔"

"کمال کرتے ہو تم......... کسی کے دل پر بنی ہے اور لوگ دولت کے چکر میں ہیں۔" بمشکل تمام کماری جی سے پیچھا چھڑایا اس کے بعد مس جیبی میرے کان کھاتی رہی تھی۔ اس سے فراغت حاصل ہوئی تو حسن فیروز نے حملہ کر دیا میں نے کہا۔

"بھائی......... مجھے سونے دو۔ آدھی رات کے بعد مجھے یہ سفر شروع کرنا ہے۔"

"یار......... میں نے تو مذاق میں ایک بات کہی تھی اور تم تو سنجیدہ ہی ہو گئے۔" حسن فیروز بولا۔

"اس وقت ان لوگوں کے بارے میں جاننا ازحد ضروری ہے فیروز کیونکہ آگے خطرناک حالات ہمارا سامنا کرنے کے لئے تیار ہوں گے۔"

"چلو ٹھیک ہے۔" غرضیکہ میں ان تمام لوگوں سے نمٹتا رہا فاخر داہا مجھ سے کہیں بہتر تھا کہ اسے کہیں ان مصیبتوں کا سامنا نہیں کرنا پڑتا تھا۔ وہ تمام تیاریاں کر رہا تھا۔ آدھی رات کو تو خیر ہم لوگ نہیں نکلے لیکن اس وقت صبح کے چار بجے تھے جب تمام سازوسامان سے لیس ہو کر ہم روانگی کے لئے تیار تھے، محمود خوارزم نے محبت کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

"بیٹے......... بے شک تم ایک جوان آدمی ہو۔ پہاڑوں کے رہنے والے ہو، لیکن پھر بھی یاد رکھنا کہ میرے اکلوتے بیٹے ہو میں تمہیں ہدایت کرتا ہوں کہ ہر حال میں اپنا خیال رکھنا۔ انہیں مہم کو تم لوگ سرانجام دینے جا رہے ہو۔ وہ بے شک بڑی زبردست حیثیت کی

حال ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہی تمہیں اپنی صحت اور زندگی کا بھی خیال رکھنا ہے۔

میں نے محمود خوارزم کو اطمینان دلایا اور کہا کہ میں اس سلسلے میں ذہانت سے کام لوں گا۔ مائیکل فورس نے دو چھوٹے چھوٹے ٹرانسیٹر ہمارے حوالے کردیئے۔ جن کا تعلق یہاں موجود ریسیور سے تھا۔ اور یہ ٹرانسیٹر ریسیور بھی تھے۔ بہرحال......... ہم ان تمام تیاریوں سے لیس ہوکر چل پڑے ہم نے اپنے ساتھ کوئی چیز نہیں رکھی تھی بلکہ خصوصاً پھٹے پرانے کپڑے جو انتہائی گرد آلود اور مٹی سے لبریز تھے پہن کر ہم لوگوں نے سفر کا آغاز کیا تھا کیونکہ ہمیں ان لوگوں کو دھوکا دینا تھا۔ پہلے سے طے شدہ راستے منتخب کرکے ہم نے تیزی سے سفر شروع کردیا اور اپنے گروپ سے الگ ہوگئے ہم نے ان لوگوں سے کہا تھا کہ ہم انہیں صحیح راستوں پر گائیڈ کرتے رہیں گے۔ یہ سفر ہم نے اپنے گھوڑوں پر شروع کیا تھا تاکہ ہم کم سے کم وقت میں زیادہ فاصلہ طے کرلیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ انسان کا بہترین دوست یہ جانور ہوتا ہے جسے گھوڑا کہتے ہیں یوں لگ رہا تھا جیسے ہمارے گھوڑے بھی ہماری اس مہم میں برابر کے شریک ہوں اور ہمارا بھرپور ساتھ دے رہے ہوں۔ ہم گھوڑے دوڑاتے رہے شام ہوچکی تھی اور تھوڑے فاصلے پر ایک بلند وبالا پہاڑی ٹیلا نظر آرہا تھا۔ ہم گھوڑے لے کر اس پہاڑی ٹیلے پر چڑھ گئے اور یہاں رک کر ہم نے تاحد نظر نگاہیں دوڑائیں' اس وقت ہماری خوشی کی انتہا نہ رہی جب ہم نے کافی فاصلے پر گہرائیوں میں اس قافلے کا پڑاؤ دیکھا۔ وہ لوگ بھی بہت زیادہ برق رفتاری سے سفر نہیں کررہے تھے۔ یہ اندازہ تو ہمیں تھا کہ وہ من موجی لوگ ہیں اور انہیں کسی سے کوئی خطرہ نہیں ہے۔ لیکن ہم اس طرح اپنے پہلے مرحلے میں کامیابی حاصل کریں گے اس کا ہمیں اندازہ نہیں تھا۔ ہمارے اطراف میں سرسبز وشاداب میدان بکھرے ہوئے تھے ہمارے وفادار گھوڑوں نے جس کارکردگی کا ثبوت دیا تھا اس کے بعد انہیں آرام کرنے کے لئے وقت دینا ضروری تھا لیکن یہاں تو مسئلہ یہی تھا کہ ان گھوڑوں سے ہمیں نجات بھی حاصل کرنی تھی۔ کیونکہ اب ان کی ضرورت نہیں تھی۔ جس کھیل کا آغاز ہم کرنا چاہتے تھے وہ اس طرح سے شروع نہیں ہوتا تھا اس کے لئے اب ہمیں مشقت کرنا تھی۔

چنانچہ ہم نے اپنے وفادار گھوڑوں کی پشت خالی کردی اور ہاتھ مار کر انہیں دور بھگا دیا مقصد یہ تھا کہ اب ان کا اور ہمارا ساتھ چھوٹ چکا ہے اور ہم ان کے بغیر ہی اپنا یہ سفر جاری رکھیں گے۔ بہرطور یہ سارے مسئلے چلتے رہے ہم یہاں آرام کرکے ان لوگوں پر نگاہ بھی رکھ سکتے تھے۔ ٹیلے پر پہنچ کر ہم نے کھانے پینے کا انتظام کیا۔ بہت بلند ٹیلا تھا جس

کی وجہ سے وہ لوگ نظر آرہے تھے فاخر داہا نے مسکراتے ہوئے کہا تھا۔

"یوں سمجھ لو کہ کامیابی ہمارے قدم چوم رہی ہے اور ہم جس طرح اپنی منزل کو پار رہے ہیں۔ وہ بات انتہائی حیرت انگیز ہے کیونکہ پہلے ہی مرحلے پر اس قافلے کا نظر آجانا ہمارے لئے ایک نیک شگون کی حیثیت رکھتا ہے۔"

"اس بات سے میں مکمل طور پر اتفاق کرتا ہوں۔" میں نے گردن ہلا کر کہا۔ کھانے پینے سے فراغت حاصل کرنے کے بعد فاخر داہا نے اس عظیم الشان قافلے کی طرف دیکھا۔ انہوں نے خیمے تو نہیں لگائے تھے لیکن شاید اتنا سفر کرنے کے بعد وہ آرام کرنے کے لئے بیٹھ گئے تھے اور ابھی ان کی روانگی کے آثار نہیں تھے فاخر داہا نے کہا۔

"اگر ہم کچھ گھنٹے آرام کرلیں تو۔"

"آرام تو کرنا ہوگا۔"

"تو ٹھیک ہے......... آرام سے لیٹ جاؤ۔ بعد میں سوچیں گے کہ آگے کیا قدم اٹھانا ہے.........؟ تقریباً تین گھنٹے تک ہم نے آرام کیا تھا اور گہری نیند سو گئے تھے۔ دو راتوں کے جاگے ہوئے تھے اور دن میں بھی سفر کیا تھا۔ اس لئے ایسی شاندار نیند آئی کہ تین گھنٹے کے بعد ہی آنکھ کھلی تھی۔ جاگنے کے بعد ہم نے سب سے پہلے ادھر دیکھا۔ وہ لوگ ابھی تک اپنی جگہ پر موجود تھے اندازہ ہوتا تھا کہ کم از کم آج وہ اپنے نئے سفر کا آغاز نہیں کرنا چاہتے۔ فاخر نے کہا۔

"عبران......... ہم اگر اب سفر کریں اور سامنے کی پٹی عبور کرنے کے بعد اس طرف پہنچ جائیں جہاں اونٹ کے کوہان جیسے ٹیلے نظر آرہے ہیں تو میرا خیال ہے آسانی سے ان لوگوں کے سامنے آسکتے ہیں۔ کیونکہ اگر وہ سیدھے سیدھے سفر کریں گے تو انہی ٹیلوں تک پہنچ سکتے ہیں۔ فاخر داہا کے اشارے پر میں نے ادھر دیکھا۔ یہ بلند ٹیلا انہی علاقوں میں ہماری رہنمائی کررہا تھا۔ میں نے فاخر داہا سے اس بات پر اتفاق کیا ہم لوگ اب تک آرام کرکے اچھے خاصے پرسکون ہوچکے تھے اور اب ہمیں اندازے سے یہ سفر پیدل ہی طے کرنا تھا کیونکہ ہمارے گھوڑے اب کہیں نظر نہیں آرہے تھے ہم چاہتے بھی یہی تھے کہ وہ اتنی دور نکل جائیں کہ کسی کو شبہ نہ ہوسکے کہ ہم نے ان گھوڑوں پر سفر کیا ہے اس کے علاوہ اس راستے کو عبور کرکے ہماری جو حالت ہوجائے گی وہ ہمارے کام میں مددگار ثابت ہوگی۔ چنانچہ ہم نے سفر شروع کردیا اور اس وقت سورج ڈوب چکا تھا۔ جب ہم ان پہاڑی ٹیلوں تک پہنچے ہم نے اس بات کا یقین کرلیا تھا کہ اب ہم ان سے کوئی چار

میل آگے نکل آئے ہیں اور اگر ہماری تقدیر ہمارا ساتھ دے گی تو ہم اپنے مقصد میں اسی جگہ کامیاب ہوجائیں گے چنانچہ یہاں ہم نے قیام کیا اب ہمیں اس دشمن گروہ کے آنے کا انتظار تھا رات کے کھانے سے فراغت حاصل کرنے کے بعد ہم نے ٹیلے پر اپنے لئے ایک جگہ بنالی۔ ہمارے ننھے ٹرانسمیٹر اس طرح پوشیدہ تھے کہ کوئی اچھے سے اچھا شخص بھی انہیں اس وقت تک تلاش نہیں کرسکتا تھا جب تک ہمیں بالکل ہی بے لباس نہ کردیا جائے غرضیکہ ہم اپنی اس کیفیت سے بالکل مطمئن تھے اور اب تقدیر کا انتظار کر رہے تھے۔ وہ لوگ بھی بڑے مست مولا لوگ تھے۔ دن بھر آرام کرنے کے بعد انہوں نے رات ہی میں سفر کا آغاز کردیا تھا کیونکہ یہاں قیام کے کوئی تین چار گھنٹے کے بعد جب چاند اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ آسمان پر چمک رہا تھا ہم نے دور سے انہیں آتے ہوئے دیکھا۔ وہ روشنیاں جلاتے ہوئے سفر کر رہے تھے اور ایک لشکر کی طرح آگے بڑھ رہے تھے۔ فاخر داہا نے کہا۔

"چلو...... امتحان کا وقت شروع ہوگیا۔" حلیہ تو ہم نے اپنا پہلے ہی خراب کرلیا تھا۔ ہمارے بالوں میں مٹی اٹی ہوئی تھی۔ اس دوران شیو بھی بڑھ گئی تھی اور لباس تو پہلے ہی بوسیدہ تھے کچھ بھی نہیں تھا ہمارے پاس چنانچہ ہم ایک ایسی جگہ منتخب کرکے وہاں اوندھے سیدھے لیٹ گئے جہاں سے ہمیں اس بات کا یقین تھا کہ وہ ہم پر نگاہیں ضرور ڈالیں گے۔ ویسے بھی انہیں ٹیلوں کے درمیان سے آگے بڑھنا تھا۔ پھر قدموں کی چاپ قریب سے قریب تر ہوتی چلی گئی۔ انسانی آوازیں بھی ہمارے قریب تر آتی چلی گئیں اور اس کے بعد بڑے شاندار انداز میں وہ لوگ ہم تک پہنچ گئے۔ چند افراد ہمارے پاس آئے تھے اور پھر ہم نے ایک آواز سنی۔

"آہ...... یقینی طور پر یہ زندہ ہیں...... میڈم...... یہ زندہ ہیں۔ آپ یقین کریں میں نے ان کے جسموں میں سانسوں کا تنفس دیکھا ہے۔"

"اس کے علاوہ میڈم...... یہ مقامی باشندے نہیں ہیں بلکہ مجھے تو یہ ایسے بگڑے ہوئے مہم جو لگتے ہیں جو اپنے گروپ سے بچھڑ گئے ہوں۔"

"اٹھاؤ انہیں...... اور خیمہ لگا دو...... دیکھتے ہیں کہ یہ کون ہیں......؟"

"جی میڈم......" مجھے وہ عورت یاد آئی جسے میں نے اس وقت بھی دیکھا تھا۔ جب وہ لوگوں کو ہدایت دے رہی تھی ویسے بڑی گونج دار آواز تھی۔ دور سے ہی میں نے اس عورت کو دیکھا تھا جس کا قد و قامت زیادہ تھا۔ چمڑے کے انتہائی نفیس تراش کے

لباس میں وہ دور ہی سے شاندار نظر آتی تھی اور اب اس کی آواز...... بہرحال ہمیں اٹھایا گیا تھوڑا سفر طے کرنے کے بعد آخر کار ہمیں نرم گدوں پر ڈال دیا گیا۔ اندازہ یہ تھا کہ یہ گدے خیموں کے اندر ہیں۔ آوازیں ابھر رہی تھیں انگریزی بولی جارہی تھی۔ انہوں نے صرف ہماری وجہ سے یہاں خیمہ زنی کی تھی اور ہم لوگوں پر خاصی کوشش کی جارہی تھی اس کے ساتھ ساتھ ہی وہ جو کچھ کہہ رہی تھی اس سے ہمیں صورت حال کا اندازہ بھی ہوتا جارہا تھا۔ ہم اپنے مقصد میں سو فیصدی کامیاب تھے سارے کے سارے اپنے طور پر ہمارے بارے میں گفتگو کر رہے تھے عورت نے کہا۔

"انہیں ہوش میں لاؤ اور پھر گرم گرم دودھ پلاؤ تاکہ یہ زندہ رہیں۔" ہمیں تقریباً ایک گھنٹے تک یہ اداکاری کرنی پڑی اور اس کے بعد ہم نے کراہ کر اپنے جسموں کو جنبش دی وہ لوگ جو ہمارے نگران تھے فوراً ہمارے قریب پہنچ گئے ان میں سے ایک نے کہا۔

"کیا تم ہوش میں ہو؟"

"آہ...... آہ......" میں نے حلق سے آوازیں نکالیں۔

"ٹھہرو......" اس کے بعد وہ باہر نکل گئے اور تھوڑی دیر کے بعد ہمیں گرم دودھ پلایا گیا بہرحال...... ہم لوگ اپنے طور پر اس وقت تک کی کامیابی پر خوش تھے ہمارے لئے تمام انتظامات کرنے کے بعد وہ لوگ باہر چلے گئے تو میں نے چاروں طرف نگاہیں دوڑائیں۔ خیمہ کافی کشادہ تھا اور صورت حال انتہائی بہتر...... فاخر داہا نے پہاڑی زبان میں کہا۔

"عمران...... کیا خیال ہے؟"

"اب تک تو سب کچھ ٹھیک ہے۔ تم نے اس عورت کو دیکھا؟"

"ہاں...... میں نے آنکھوں میں جھری پیدا کرکے اسے دیکھا ہے۔"

"یار...... کمال کی عورت ہے۔"

"پتا نہیں...... اس کے اندر کیا کمالات ہیں؟"

"ایک بات کہوں؟"

"کہو۔"

"وہ تم پر عاشق ہوجائے گی۔"

"تم تو خاصے پہنچے ہوئے بزرگ بن چکے ہو۔"

"نہیں یار اب تک تو یہی دیکھتا رہا ہوں پتا نہیں تمہارے اندر کیا خوبی ہے......!

حالانکہ تُو گھاس ہی نہیں ڈالتا۔"

"گھاس تو خیر میں بھی نہیں کھاتا۔"

"اب بتاؤ......... کیا کرنا ہے.........؟"

"کچھ نہیں......... ہمیں فی الحال یہی ڈرامہ جاری رکھنا ہے کہانی کا تعین تو ہم پہلے ہی کر چکے ہیں۔" میں نے جواب دیا اور اس کے بعد ہمیں باقی رات خاموشی سے گزارنی پڑی دوسری صبح خیمے کے پردے کے باہر آہٹ سنائی دی اور ایک چوڑے چکلے بدن کا شخص اندر آیا۔ یہ پتا نہیں کون سے قبیلے سے تعلق رکھتا تھا۔ سفید فام ہی تھا لیکن اس کی قومیت کے بارے میں کوئی اندازہ نہیں لگایا جاسکتا تھا اندر آکر اس نے کہا۔

"کیا حال ہے تم لوگوں کا.........؟ کیا تم اپنے بارے میں بتانا پسند کرو گے.........؟ میڈم سنتالیہ نے مجھے تمہاری خبرگیری کے لئے بھیجا ہے اور کہا ہے کہ میں تمہارے بارے میں معلوم کرکے آؤں۔" میں نے کمزور آواز میں کہا۔

"ہم اپنی زندگی ختم کرنے کا خود باعث ہیں چمک دار پتھر اور پیلی دھات کی تلاش میں نکلے تھے۔ ہمارا گروہ چودہ آدمیوں پر مشتمل تھا۔ بھیڑیوں نے ہم پر حملہ کیا اور بارہ افراد بھیڑیوں کا شکار ہوگئے ہم دو نہ جانے کس طرح بچ کر یہاں پہنچے۔"

"کیا کہا تم نے چمکدار پتھر اور پیلی دھات اس سے تمہاری کیا مراد ہے؟"

"آہ......... دنیا کی اس چمک سے ہم اکتا چکے ہیں یہ انسانی زندگیاں چھین لیتی ہے بس ہمیں موت کا انتظار تھا موت ہمارے پاس نہ آئی لیکن تم لوگوں نے ہماری زندگی بچا لی۔"

"کیا تمہیں ان علاقوں کے بارے میں معلومات حاصل ہیں؟"

"ہاں ان کے نقشے ہمارے ذہنوں میں ہیں۔ لیکن......... لیکن........."

"یہ تو اچھی بات ہے۔ میڈم سنتالیہ کے بارے میں تمہیں آہستہ آہستہ تفصیلات معلوم ہوں گی۔ یہ سمجھ لو کہ اب تم میڈم سنتالیہ کے لئے کام کرو گے۔"

"میڈم سنتالیہ......... کون ہے؟"

"ہمارا ایک گروہ ہے اور میڈم سنتالیہ اس گروہ کی سربراہ ہے۔"

"ہم میڈم سنتالیہ کے شکر گزار ہیں کہ اس نے ہماری زندگی بچالی اور ہمیں نئی زندگی دی۔"

"وہ تم سے ملاقات کرے گی اب میں تمہارے لئے صبح کا ناشتہ بھیجتا ہوں۔" اس

وقت چائے کا ملنا بڑا فرحت بخش تھا۔ چائے کے ساتھ ناشتے کا باقاعدہ انتظام ان لوگوں نے غالباً سفر کے لئے تمام انتظامات کئے تھے۔ میڈم سنتالیہ نے ہم سے ملاقات نہیں کی۔ بلکہ شاید ہماری وجہ سے ان کے سفر میں دیر ہوگئی تھی اور وہ اس کی کسر پوری کرنا چاہتے تھے۔ چنانچہ انہوں نے فوراً ہی سفر کا آغاز کردیا اور ہمیں ایک یاک دیا گیا جس پر ہمیں سفر کرنا پڑا۔ یہ سفر شام سورج چھپنے تک جاری رہا۔ ایک پہاڑی عبور کرنے کے بعد ہم ایک گھنے جنگل میں داخل ہوگئے اور یہاں پر ان لوگوں نے قیام کیا۔ ہمارا اندازہ درست نکلا۔ سامان اتارا جانے لگا اور وہ لوگ تیزی سے خیمے نصب کرنے لگے۔ تاریکی مکمل طور پر چھانے سے پہلے وہ اس کام سے فارغ ہوگئے۔ جو شخص ہمارے پاس پہلی بار آیا تھا اس نے اپنا نام ہمیں رتھ مین بتایا۔ اور ہم سے کہا۔

"تم لوگ اس سفر سے تھک گئے ہوگے لیکن اندازہ یہ ہورہا ہے کہ تمہاری حالت پہلے سے بہت بہتر ہے۔ آرام کرو۔ اور ایک بات اور کہی جائے تو یقینی طور پر تمہاری سمجھ میں آجائے گی۔ وہ یہ کہ یہاں سے غائب ہونے کی کوشش مت کرنا۔ ورنہ میڈم سنتالیہ ایسے لوگوں کو کبھی معاف نہیں کرتی جو اس سے غداری کریں۔ اگر چمکدار پتھروں اور پیلی دھات کی خواہش اب بھی تمہارے دل میں ہے تو یہ خواہش میڈم سنتالیہ پوری کردے گی۔ ہمارا گروہ بھی انہی راستوں کی طرف سفر کر رہا ہے۔" بہرحال......... ساری باتیں اپنی جگہ ہم لوگ تھوڑے سے خوفزدہ بھی تھے۔ کیونکہ ان لوگوں کے بارے میں یہ اندازہ ہورہا تھا کہ یہ لوگ خاصے وحشی ہیں پھر بہت وقت اسی طرح گزر گیا۔ ساری رات اسی طرح ہوگئی اور دوسری صبح سنتالیہ نے ہم سے ملاقات کی۔ انتہائی دلکش خدوخال کی عورت تھی لیکن اس کا قدوقامت اور چہرے پر پھیلی ہوئی سنگدلی یہ احساس دلاتی تھی کہ انتہائی سخت دل کی مالک ہے اور یقیناً ان میں سے ہے جو اپنے دشمنوں کو بھی معاف نہیں کرتے۔

ہم چونکہ اب بہتر حالت میں تھے۔ اس لئے میری ہدایت پر فاخر داہا بھی تیار ہوگیا اور ہم لوگ باہر نکل آئے۔ چنانچہ خاصا فاصلہ طے کرکے ہم نے کچھ لوگوں کو دیکھا کہ وہ وحشت خیزی کر رہے تھے۔ کلہاڑیاں' بھالے اور چھری لے کر ان کی ٹولیاں جنگل میں نکل گئیں۔ جو جنگل نہیں گئے تھے وہ یہیں منگل منا رہے تھے فاخر داہا نے ایک طرف اشارہ کیا اور میں نے ادھر دیکھا وہ سنتالیہ ہی تھی۔ اور رتھ مین کے ساتھ ایک طرف جارہی تھی۔ سنتالیہ نہ جانے کہاں گئی تھی.........؟ تھوڑی دیر کے بعد وہ واپس پلٹی اس

نے ہمیں دیکھ لیا تھا۔ ہم بھی اسے دیکھ کر ہٹے نہیں۔ آہستہ آہستہ وہ ہمارے قریب پہنچ گئی۔ اس نے سر سے پاؤں تک ہمیں دیکھا پھر بولی۔

"رتھ مین! تم نے انہیں لباس نہیں دیئے۔"

"میڈم........ آپ کا حکم نہیں تھا۔"

"انہیں لباس دو۔" وہ بولی اور رتھ مین نے فوراً ہی گردن جھکا دی۔ سنتالیہ نے کہا۔

"لباس پہن کر تم میرے پاس آؤ اس جگہ بیٹھ کر بات کریں گے۔" لباس ان لوگوں جیسے ہی تھے۔ چمڑے کی پتلونیں........ کلائیوں کے لئے خاص قسم کے کور اور اس کے ساتھ ساتھ ہی گلے میں باندھنے کے لئے خاص قسم کے پٹے۔ اوپری لباس پہننے کا شاید ان لوگوں میں رواج ہی نہیں تھا۔ اوپری لباس صرف کچھ ہی لوگوں کے پاس تھا اور یہ بھی زیادہ تر جانوروں کی کھال پر مشتمل تھا۔ سنتالیہ بھی چمڑے کا لباس پہنتی تھی۔ بہرحال ہم اسی طرح آگے بڑھے اور سنتالیہ کے پاس پہنچ گئے جو ایک بڑے پتھر پر بیٹھی ایک چمکدار خنجر سے پتھر پر نشان ڈال رہی تھی۔ اس نے ہمیں دیکھا دیکھتی رہی اور جب ہم اس کے قریب پہنچے تو اس نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"تمہارے جسموں سے معلوم ہوتا ہے کہ اپنے گروپ میں تم سب سے نمایاں حیثیت کے مالک ہوگے۔

بیٹھو........ بیٹھو........ تمہارا گروپ کہاں کہاں سے تعلق رکھتا تھا........؟" میں نے اسے دو ایشیائی ملکوں کے نام بتائے اور وہ گردن اٹھا کر بولی۔

"خود میرا بھی یہی اندازہ تھا کہ تم لوگ ایشیائی ہو لیکن بھیڑیوں سے بچاؤ کے لئے تم نے کوئی بندوبست نہیں کیا تھا۔"

"بس........ بندوبست کیا تھا ہم نے لیکن بھیڑیوں نے ہم سے اچھا بندوبست کر رکھا تھا۔ وہ ایسے وقت پر آئے کہ ہم گہری نیند سو رہے تھے۔" میرے ان الفاظ پر وہ خوب ہنسی اور قہقہے لگاتی ہوئی بولی۔

"واہ! تم نے خوب کہا کہ بھیڑیوں نے تم سے اچھا بندوبست کر رکھا تھا۔ ویسے اس میں کوئی شک نہیں کہ جو موقع سے فائدہ اٹھا جائے وہی بادشاہ ہوتا ہے، تمہیں وہ راستے معلوم ہیں جہاں زمین پر کہکشاں اتری ہوئی ہے۔ رنگین کہکشاں۔"

"ہم میں سے کچھ لوگ ایسے تھے جنہیں یہ راستے صحیح طور پر معلوم تھے ہم نے

انہی کی زبانی سنا تھا، کچھ ایسی نشانیاں جو ہمارے علم میں ہیں، مثلاً ٹیلے........ اونٹ کے کوہانوں جیسی شکل رکھتے ہیں۔ ہم آگے چلیں گے تو درختوں کا ایک ایسا جھنڈ ملے گا جو درمیان سے مڑا ہوا ہے اور ان سب کے سرے آپس میں اس طرح سر جھکائے ہوئے ہیں جیسے ہاکی کے کھلاڑی پہلے آپس میں سر جھکا کر مشورہ کرتے ہیں اور اس کے بعد ایک دم فرار ہو جاتے ہیں، پھر پتھر کی ایک چٹان جس کا سر بھیڑیئے جیسا ہے بس ایسے کچھ نشانات ہمیں معلوم ہیں۔"

"ہاں........ تم واقعی سچ کہتے ہو اور مجھے سچ بولنے والے پسند ہیں، بیٹھو میں تمہارے لئے قہوہ منگواتی ہوں قہوے کے گرم پیالے لمحوں میں ہمارے سامنے آگئے خود سنتالیہ بھی قہوہ پی رہی تھی اس نے کہا۔

"فکر کی بات نہیں اب تم ہمارے ساتھ سفر کرو گے اگر رنگین پتھروں کے انبار ہمیں مل گئے تو ان میں تمہارا بھی حصہ ہوگا تم جس طرح کے جسموں کے مالک ہو مجھے اس طرح کے لوگ پسند ہیں، یعنی بامشقت اور ہرحال میں زندہ رہنے والے........ جنگجو........ طاقتور........ یقینی طور پر تم اسلحہ بھی چلا سکتے ہوگے۔"

"ہاں........" میں نے جواب دیا، گرم قہوے کے برتن ہمارے ہونٹوں کو چھو رہے تھے، آسمان ابر آلود تھا پھر آہستہ آہستہ بادلوں کے غول نمودار ہونے لگے اور روشنی کافی کم ہوگئی، موٹی موٹی بوندیں آسمان سے گرنے لگیں اور ہمیں اپنی جگہ سے اٹھنا پڑا لیکن اسی وقت نوجوانوں کا ایک گروہ آتا ہوا نظر آیا اور سنتالیہ کے قریب پہنچ گیا سنتالیہ اپنی جگہ سے کھڑی ہوگئی۔

"کیا بات ہے........؟"

"کچھ نہیں میڈم........ شکار کر کے لائے ہیں اور ہمیں بہت اچھا لگ رہا ہے۔ آپ کو یہ سن کر خوشی ہوگی کہ ہمارے پیچھے آنے والوں نے شیر کا شکار بھی کیا ہے اور کچھ لوگ گھوڑے بھی لا رہے ہیں۔"

"آہ........ کیا واقعی........ ان علاقوں میں گھوڑے بھی پائے جاتے ہیں۔ ایسے سرکش، ایسے شاندار کہ آپ کو بے حد خوشی ہوگی۔" یوں لگا جیسے سنتالیہ کے چہرے پر پھول ہی پھول کھل اٹھے ہوں اس نے کہا۔

"مجھے گھوڑے تو بے حد پسند ہیں۔ میں دیکھنا چاہتی ہوں کہ وہ کون سے گھوڑے ہیں۔" میں نے فاخر کی طرف دیکھا اور فاخر نے میری طرف، ہم دونوں کے ذہنوں میں

ایک ہی خیال ابھرا تھا' کہیں یہ ہمارے گھوڑے نہ ہوں' بہرحال........ اگر تھے بھی ہمارے تو کیا فرق پڑتا ہے........؟ ہم تو ان سے ہاتھ دھو ہی بیٹھے تھے' پھر زیادہ وقت نہیں ہوا تھا کہ نوجوانوں کا ایک غول ایک سرکش گھوڑے کو رسوں سے باندھے ادھر آتا ہوا نظر آیا۔ سیاہ رنگ کا ایک انتہائی قد آور گھوڑا تھا جس کی آنکھیں گہری سرخ ہو رہی تھیں اور اس کے نتھنوں سے آگ نکل رہی تھی' لیکن رسیوں کے پھندے اس طرح اس کی گردن اور ٹانگوں میں کسے گئے تھے کہ وہ ان نوجوانوں کو روند ڈالنے........ چباڈالنے میں ناکام رہا تھا۔ جس طرف کا رخ کرتا اس کی دوسری طرف سے رسیاں تان دی جاتیں اور طاقتور جوان اسے روک لیتے۔

"ونڈر فل........ ونڈر فل۔" سنتالیہ پر مسرت انداز میں چیخی۔ "یہ تمہیں کہاں سے مل گیا؟"

"بہت خونخوار گھوڑا ہے میڈم' لیکن ہم نے اسے قابو میں کر ہی لیا۔"

"ویری گڈ' اس کا مطلب ہے کہ یہاں گھوڑے بھی مل جاتے ہیں' کیا دوسرے لوگ بھی گھوڑے تلاش کر رہے ہیں' اس طرف لاؤ اسے میں اس پر سواری کروں گی۔" سنتالیہ بچوں کے سے انداز میں چیخی۔

بہرحال وقت گزرتا رہا اور ہم ان کے درمیان صورت حال کا جائزہ لیتے رہے اور ٹرانسمیٹر پر ادھر سے بھی کوئی اشارہ موصول نہیں ہوا تھا' وہ لوگ جانتے تھے کہ ہم لوگ خطرناک لوگوں کے درمیان ہیں اور یہ نہیں کہا جاسکتا کہ صورت حال کیا ہے چنانچہ جب تک ہم خود ان سے ٹرانسمیٹر پر بات نہ کریں وہ ہمیں مخاطب نہیں کرتے تھے' وقت گزرتا رہا اور ہم بھی اپنی صورت حال کا جائزہ لیتے رہے پھر میں نے کچھ فیصلہ کرنے کے بعد کہا۔

"موسم کافی سرد ہوگیا ہے ہمارے پاس مناسب لباس نہیں ہیں میرا خیال ہے مجھے اس بارے میں کسی سے بات کرنا ہوگی۔"

"کس سے؟"

"سنتالیہ سے۔" میں نے کہا اور فاخر چونک کر مجھے دیکھنے لگا پھر بولا۔

"اس عورت نما درندے سے کوئی بات کرتے ہوئے بہت غور کرنا پڑے گا۔"

میں مسکرا کر خاموش ہوگیا بہرحال اس وقت سردی واقعی بے پناہ بڑھ گئی تھی اور ماحول ٹھٹھر رہا تھا' جب میں اپنے خیمے سے باہر نکلا تو کافی فاصلے پر مجھے ایک الاؤ روشن نظر آیا اور یہ دیکھ کر میں خوش ہوگیا کہ سنتالیہ اس وقت ایک پتھر پر بیٹھی ہوئی الاؤ کی تپش

سے لطف اندوز ہو رہی تھی' میں آہستہ آہستہ چلتا ہوا اس کے قریب پہنچا اس نے مجھے دیکھا اور اس کے ہونٹوں پر ایک عجیب سی مسکراہٹ پھیل گئی۔

"آؤ' بہت اچھا ہوا کہ تم خود یہاں آگئے' زندگی کے بارے میں کیا اندازہ ہے؟"

"انسان ہر حال میں جینے کا خواہش مند ہوتا ہے۔"

"جیسا کہ میں نے تم سے کہا کہ تم دونوں بڑی شاندار شخصیتوں کے مالک ہو' خاص طور سے تم........ اب یہ بتاؤ کہ کس انداز میں جینا چاہتے ہو؟"

"میں سمجھا نہیں مس سنتالیہ۔"

میرے دوست! یا میرے دشمن' نوجوان ہو' نوجوانی کی زندگی گزارو' دولت کا حصول ہر انسان کی آرزو ہوتی ہے' تمہاری آرزو بھی یہی ہوگی' میں جانتی ہوں کہ زر وجواہر کے وہ انبار جن کے لئے تم نے اتنا لمبا سفر طے کیا اور اپنے ساتھیوں کو کھو بیٹھے' تمہارے لئے کس قدر حیثیت رکھتے ہیں........؟"

"میڈم سنتالیہ ایک بات کہوں' یقین کرلیں گی آپ؟"

"ہاں کیوں نہیں؟"

"تو پھر سنئے' زندگی میں بہت سی ضرورتیں انسان کو دولت کے حصول کے لئے مجبور کردیتی ہیں لیکن ان ضرورتوں میں ایک بہت بڑی ضرورت ایک دوست' ایک ساتھی' ایک ایسے ساتھی کی ضرورت ہوتی ہے جو ساری زندگی کا ہم سفر ہو اور جسے محبت کی نگاہ سے دیکھا جائے' میڈم کم از کم میری خواہش یہی ہے' میں واقعی اپنے گروپ کے ساتھ کہکشاں کی تلاش میں نکلا تھا لیکن وہ گروپ ختم ہوگیا' میرا ایک ساتھی باقی بچا ہے جو میرے ہی جیسا مزاج رکھتا ہے' ہم یہ سوچتے تھے کہ یہاں سے زندہ واپس نکل جائیں' لیکن جب آپ مل گئی ہیں تو ہماری سب سے بڑی آرزو یہ ہے کہ ہم آپ کے ساتھ رہیں اور اس کی وجہ آپ جانتی ہیں کہ کیا ہے؟"

"کیا؟"

"آپ کا قرب۔"

"کیا؟"

وہ تعجب سے مجھے دیکھتی رہی اس کے چہرے پر انوکھی تبدیلیاں ہو رہی تھیں پھر اس نے انگلی اٹھا کر کہا۔

"دیکھو اتنا وقت ضرور گزارو کہ مجھے تمہارے لئے سوچنے کا موقع مل جائے اتنی تیز

رفتاری اچھی نہیں ہوتی۔"

"جیسا آپ کا حکم میڈم! بس ایسے ہی آگیا تھا اور خوش ہوں کہ کام بن گیا اس کے علاوہ مجھے اور کچھ نہیں چاہئے۔" میں اپنی جگہ سے اٹھا اور اپنے خیمے کی جانب چل پڑا اس نے مجھے روکنے کی کوشش نہیں کی تھی' میں اپنے خیمے میں آیا تو فاخر میرا منتظر تھا' میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی' وہ کہنے لگا۔

"خیر میں نے پہلے بھی تمہیں خود سے بڑا سمجھا ہے' تمہارے اندر جرأت بھی ہے' ہوشیاری بھی ہے لیکن اس وقت تم نے جو کام کیا ہے' تم یقین کرو اس نے مجھے لرزا دیا تھا۔"

"کیا مطلب؟"

"شیر کے سامنے' بلکہ یہ کہنا چاہئے کہ شیر کے منہ میں اپنی گردن دے دینا کوئی معمولی کام نہیں ہوتا وہ ایک پاگل عورت ہے اور اس کی دیوانگی کے بارے میں کچھ نہیں کہا جاسکتا کہ کب عروج پر پہنچ جائے۔"

پھر رات گزر گئی' پھر دوسری صبح موسم خاصا خراب تھا' ہوائیں چل رہی تھیں اور کبھی کبھی یہ ہوائیں بہت تیز ہوجاتی تھیں بہت ٹھنڈک ہو رہی تھی لیکن سنتالیہ نے سفر کا آغاز کردیا اور ہم کافی دور نکل آئے اس سفر کے دوران مجھے ایک بار موقع مل گیا تو میں نے محمود خوارزم کو مخاطب کیا وہ لوگ شاید جب سے ہم یہاں پر آئے تھے اس وقت سے لے کر اب تک انتظار ہی کر رہے تھے موقع اچھا تھا میں نے کہا۔

"گروہ تقریباً اسی کے قریب افراد پر مشتمل ہے مختلف نسلوں اور مختلف قوموں کے لوگ ہیں جو عورت ان کی سربراہ ہے اس کا نام سنتالیہ ہے اس قدر خونخوار عورت ہے کہ تصور بھی نہیں کیا جاسکتا یوں سمجھ لیا جائے تو غلط نہیں ہوگا کہ وہ ایک ہولناک شیرنی ہے جو کسی بھی وقت کچھ بھی کرسکتی ہے' کیا آپ لوگوں نے سفر شروع کردیا ہے؟"

"ہاں' اب ہم صرف تمہارا تعاقب کر رہے ہیں' یہ بتاؤ کیا وہ رنگین کہکشاں کی طرف ہی جارہی ہے؟"

"سوفیصد اس کا رخ اسی جانب ہے؟"

"ہمیں کیا کرنا چاہئے؟"

"خاموشی سے پیچھے پیچھے چلے آیئے اب تک یہ معلوم نہیں ہوسکا کہ آپ لوگوں کے بارے میں وہ کیا تاثرات رکھتی ہے' لیکن جیسے ہی مجھے اس بارے میں علم ہوا' میں

آپ کو اطلاع دوں گا۔"

"کیا اس کے پاس ایسے ذرائع ہیں کہ وہ رنگین کہکشاں کی طرف بالکل مناسب سفر کرے؟"

"ابھی تک یہ بھی نہیں معلوم ہوسکا لیکن آپ مجھے گائیڈ کریں کہ کیا وہ صحیح راستوں کی طرف جارہی ہے؟"

"ابھی تک اس کے راستے بالکل درست ہیں۔" بس اس سے زیادہ گفتگو بے مقصد تھی ہم لوگ سفر کرتے رہے دن گزر گیا' دن کے معمولات جوں کے توں تھے اب جس علاقے میں ہم پہنچے تھے وہ اپنی ظاہری حالت سے خاصے ہولناک تھے اونچے اونچے مٹیالے پہاڑ دور دور تک پھیلے ہوئے تھے کہیں کہیں سنگ موسیٰ کے بڑے بڑے ٹیلے نظر آرہے تھے' کالے اور بدنما آخر کار ایک جگہ ہم لوگوں نے اپنا کیمپ لگایا' سنتالیہ پورا دن ہم سے مخاطب نہیں ہوئی تھی اس قسم کی عورت تھی توجہ دیتی تو اس طرح کہ بات ہی بدل جائے اور توجہ نہ دیتی تو یوں لگتا جیسے واقف بھی نہ ہو' رات گہری تاریک ہوگئی' آسمان پر بادل چھائے ہوئے تھے خیموں کے درمیان خاموشی تھی' صرف پہرہ دینے والے ہوشیار تھے اور ماحول پر ایک عجیب سی خاموشی مسلط تھی پھر ہوائیں بند ہوگئیں اور ماحول پر گھٹن سی طاری ہونے لگی' فاخر جاگ رہا تھا۔ کہنے لگا۔

"اگر اس وقت ہم باہر نکلیں تو کوئی خطرے کی بات تو نہیں ہے۔"

"نہیں۔ بنیادی وجہ یہ ہے کہ وہ لوگ بہت مطمئن ہیں اور سنتالیہ نے ہماری طرف سے کسی طرح کی تشویش کا اظہار نہیں کیا ہے جس کی وجہ سے کوئی پریشانی نہیں رہی ہے۔"

"ماحول میں کیسا حبس ہے حالانکہ بارش ہوتی رہی ہے لیکن حبس کا یہ عالم نہیں تھا' چند لمحات کے بعد ہم دونوں باہر نکل آئے ابھی ہم نے باہر قدم رکھا ہی تھا کہ فضا میں ایک عجیب سی سنسناہٹ پیدا ہوگئی کہیں بہت دور سے ایک گونج سی سنائی دے رہی تھی ہم لوگ حیرت سے اپنی جگہ پر ساکت ہوگئے' بات سمجھ میں نہیں آئی تھی لیکن اچانک ہی یہ سنسناہٹ خوفناک گڑگڑاہٹ میں تبدیل ہوگئی جس جگہ ہم کھڑے ہوئے تھے وہاں زمین ہلنے لگی اور فاخر نے گرنے سے بچنے کے لئے میرا سہارا لیا کہیں دور سے ایک آواز ابھری۔

"زلزلہ.......... زلزلہ' ہوشیار!" یہ آواز پہرہ داروں میں سے کسی کی تھی' لیکن ہم

نے بہت فاصلے پر فضا میں ستارے سے چمکتے ہوئے دیکھے تقریباً دو یا اڑھائی میل کے فاصلے پر آتش بازی سی چھوٹ رہی تھی اور گیس کی بو فضا میں پھیلتی جا رہی تھی پھر یہ آتش بازی تیز ہوتی چلی گئی' سرخ پگھلے ہوئے پتھر گیس کے دباؤ کے ساتھ آگ کی لکیریں بناتے ہوئے آسمان کی جانب جا رہے تھے پھر ایک ایسا دھماکہ ہوا کہ ہم دونوں زمین پر گر پڑے آسمان پر سیاہ دھوئیں کے بادل بلند ہو گئے جن میں آتشی پتھر چمک رہے تھے' زمین مسلسل ہل رہی تھی اور ہم اِدھر اُدھر لڑھک رہے تھے اگر کھڑے ہونے کی کوشش کرتے تو زندہ بچنا مشکل ہو جاتا' خیموں میں تمام لوگ جاگ اٹھے تھے لیکن ان لوگوں کی دیوانگی بھی بے مثال تھی کیونکہ ہولناک چیخوں کے ساتھ قہقہے بھی سنائی دے رہے تھے اس لرزہ خیز ماحول میں بھی جنونی ہنس رہے تھے اس سے لطف اٹھا رہے تھے پتھروں کے فضا میں بلند ہو کر گرنے کی آوازیں قریب آتی جا رہی تھیں اور گڑگڑاہٹ سے کان پھٹے جا رہے تھے گرم لاوا خارج ہو رہا تھا اور درجہ حرارت بڑھتا جا رہا تھا ہم نے کبھی آتش فشاں پھٹتے ہوئے نہیں دیکھا تھا لیکن سنا ضرور تھا اس کے بارے میں کہ کیسے اور کیا ہوتا ہے اور اب اس میں کوئی شک نہیں تھا کہ کوئی آتش فشاں پھٹ پڑا تھا اور اس کی شدت بڑھتی جا رہی تھی ہمارے آس پاس کئی جگہ سے زمین میں دراڑیں پڑ گئیں اور اس کے بعد دھماکے سے فضا میں بلند ہونے والے پتھر اولے کی طرح ہمارے آس پاس برسنے لگے' تبھی سنتالیہ کی آواز سنائی دی۔

"اپنے آپ کو بچانے کی کوشش کرو......... اپنے آپ کو بچاؤ ہر شخص پابندی سے آزاد ہے۔" میں نے اِدھر اُدھر دیکھا اور فاخر سے کہا۔

"اگر ہمیں کسی بلند و بالا پہاڑ کی چٹان کے نیچے پناہ مل سکے تو شاید ہماری زندگی بچ جائے۔"

فاخر کے منہ سے کوئی آواز نکلی' وہ واضح طور پر خوف زدہ نظر آ رہا تھا میں اپنے آپ کو بھی سپرمین کہنے کی کوشش نہیں کروں گا اس خوف ناک ماحول کو میں نے پہلی بار دیکھا تھا بے شک میری زندگی بھی پہاڑوں میں گزری تھی لیکن ہماری آبادیوں کے آس پاس کہیں کوئی آتش فشاں نہیں تھا اور کبھی میں نے آتش فشاں پھٹتے ہوئے نہیں دیکھا تھا' ماحول خوفناک سے خوفناک تر ہوتا چلا گیا اور اب خیمے ان جلتے ہوئے پتھروں کا شکار ہو رہے تھے۔ ان میں بھی شعلے بھڑک اٹھے تھے قہقہے لگانے والے اب چیخ رہے تھے اور خیموں میں آگ لگ گئی تھی' لوگوں نے بھاگنا شروع کر دیا میرے ذہن میں اپنے لوگ بھی

ف۔ محمود خوارزم' فرقان دا یا ظاہری بات ہے کہ اتنے وسیع علاقے میں یہ زلزلہ آیا تھا
کل ظاہری سی بات تھی کہ وہ لوگ بھی اس کا شکار ہوں گے' سنتالیہ کی چیختی ہوئی آواز
ائی دی۔ وہ کہہ رہی تھی۔

"اپنی جان بچاؤ' ہتھیار ساتھ رکھو' جس کا جدھر منہ اٹھے بھاگ جائے۔ جسے جہاں
دگی ملے زندگی بچانے کی کوشش کرے۔" اور بھگدڑ مچ گئی' سارے خیمے اب شعلوں
ں طرح جل رہے تھے اور صورت حال انتہائی خوف ناک تھی ایک بڑا سا جلتا ہوا پتھر
رے سامنے گرا اور ہم بے اختیار دوڑ پڑے' اب ہمارے منہ آسمان کی جانب تھے اور
صرف یہ دیکھ رہے تھے کہ کون سا پتھر کون سی سیدھ میں آ رہا ہے ہم لوگ بری طرح
گتے رہے تاریک رات' بھیانک ماحول جس میں صرف پتھروں سے بلند ہونے والی
اریاں روشنی پیدا کر رہی تھیں۔ دل و دماغ پر اب قابو نہیں رہا تھا' سوچنے سمجھنے کی
احیتیں اب ختم ہو گئی تھیں فضا اس قدر گرم ہو گئی تھی کہ گرم ہو کر زبان خشک ہو کر
میں چپک گئی تھی پھر فضا میں روشنی بلند ہونے لگی' جنگل کے درختوں نے آگ پکڑ لی
' جنگل میں آگ لگتے ہی ایک اور مصیبت شروع ہو گئی' جنگلی جانوروں نے میدانوں کی
ب دوڑ لگا دی تھی ان کے چیخنے چلانے کی آوازوں نے فضا کو اور دہشت ناک بنا دیا تھا'
ت کی رات تھی نہ جانے کیا کیا ہونے والا تھا' زمین مسلسل کروٹیں بدل رہی تھی'
ں خاموشی چھا جاتی اور کبھی طوفانوں اور دھماکوں کا مسلسل طوفان شروع ہو جاتا۔ پھر
لک ہی مجھے احساس ہوا کہ میں تنہا ہوں بھٹکتا بھٹکتا نہ جانے میں کس طرف نکل آیا تھا'
نے دہشت زدہ نگاہوں سے اپنے آس پاس دیکھا پھر میرے حلق سے ایک بھیانک
از نکلی۔

"فاخر......... فاخر کہاں ہو تم.........؟" لیکن فاخر کا کوئی نشان نہیں تھا' آہ یہ برا
.... یہ بہت برا ہوا' یہاں اپنے نقصان کا شدید احساس ہوا اس میں کوئی شک نہیں
اس وقت میں جن لوگوں کے درمیان رہ رہا تھا یا جن لوگوں کے ساتھ یہاں تک آیا تھا
میں کوئی بھی میرا خون کا رشتہ دار نہیں تھا' پریشانی تھی تو صرف حسن فیروز کے لئے'
ں اسے کوئی نقصان نہ پہنچ جائے۔ اس کے لئے میں شدید پریشان تھا فاخر بے شک
ے ساتھ تھا لیکن انسان بے شک خود غرض ہوتا ہے اگر اس ہنگامہ آرائی سے زندگی
ئی اور خدانخواستہ حسن فیروز کو کوئی نقصان پہنچ گیا تو میں دادا جان کو کیا جواب دوں گا۔
میری نگاہیں قرب و جوار میں بکھرے ہوئے جلتے ہوئے پتھروں' جنگل میں لگی ہوئی

آگ، فضا سے برستی ہوئی چنگاریوں میں حسن فیروز کو تلاش کر رہی تھیں اور رات تیز رفتاری سے اپنا سفر طے کر رہی تھی یہاں تک کہ میں نے یہ محسوس کیا کہ دن کا اجالا آہستہ آہستہ نمودار ہوتا جا رہا ہے، اس کے ساتھ ہی آتش فشاں کی آتش فشانی میں بھی کمی آتی جا رہی تھی، زمین کی جنبش بھی رک گئی تھی لیکن جنگل جل رہے تھے۔ فضا میں خوف ناک دھواں پھیلا ہوا تھا اور آنکھوں میں جلن ہو رہی تھی میں پاگلوں کی طرح ادھر ادھر دیکھتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا کہ اچانک ہی مجھے ایک پتھر کی آڑ میں پتھر سے چمٹا ہوا ایک انسانی جسم نظر آیا یہ نسوانی جسم تھا رنگین لباس، لمبے لمبے سنہرے بال میری نگاہیں بے اختیار اس طرف اٹھ گئیں ہو سکتا ہے سنتالیہ کی کوئی ساتھی عورت ہو، میں اس کے قریب پہنچا اور میں نے اس کے بازو پر ہاتھ رکھ کر اسے اپنی طرف موڑا، لیکن میرے پورے بدن کو ایک زبردست جھٹکا لگا تھا ایک وحشت ناک چہرہ میری نگاہوں کے سامنے تھا بکھرے ہوئے بال، خشک ہونٹ، آنکھوں کے گرد حلقے، اس کی نگاہ بھی میری طرف اٹھ گئی اور پھر دفعتاً ہی اس کے حلق سے ایک دل خراش چیخ نکلی۔

"عبران تم!" اور پھر وہ مجھ سے اس طرح لپٹ گئی کہ مجھے اپنے آپ کو اس سے بچانا مشکل ہو گیا، یہ جینی فورس تھی، مائیکل فورس کی بیٹی، جینی فورس اس نے ہیجانی انداز میں مجھے اپنے دونوں بازوؤں میں جکڑ رکھا تھا اور اپنا رخسار میرے سینے سے لگا رکھا تھا اس کا بدن کانپ رہا تھا، میں نے بمشکل تمام اپنے آپ کو سنبھالا اور اسے تھپکیاں دیتے ہوئے کہا۔

"ہوش میں آؤ جینی...... ہوش میں آؤ۔" میرے ان الفاظ پر وہ چیخ چیخ کر رونے لگی، میں نے اسے سہارا دیا تھا وہ کہنے لگی۔

"آہ، سب...... سب...... سب بچھڑ گئے۔ سب ایک دوسرے سے بچھڑ گئے کون کہاں ہے؟ کسی کو نہیں معلوم، ہمارے بہت سے ساتھی مر گئے، سب اِدھر اُدھر ہو گئے۔ ڈیڈی مجھے نہیں ملے، اب کیا ہو گا...... اب کیا ہو گا؟"

"خود کو سنبھالو، ابھی ہم مشکل کا شکار ہیں جینی، تم نے کسی کو مرتے ہوئے دیکھا ہے؟"

"کچھ نہیں دیکھا میں نے، سب چیخ رہے تھے، سب زندگیاں بچانے کے لئے بھاگ رہے تھے...... سب بھاگ رہے تھے۔" اس نے یہ الفاظ ادا کئے تھے کہ زمین زور سے ہلی اور میں نے بمشکل تمام اس کو اپنے آپ سے جدا کیا تھا ایک بار پھر وہ مجھ سے لپٹ گئی

دور ایک دھماکہ سنائی دیا اور ہمارے بالکل نزدیک زمین دور تک سرخ ہو گئی آتش فشاں اب بھی پھنکار رہا تھا اور دوسری طرف کے جنگل میں آگ لگی ہوئی تھی، جینی مجھ سے لگی ہوئی بیٹھی رہی، سورج نکل آیا اور ماحول کی وحشت خیزی نمایاں ہو گئی، نقشہ ہی بدل گیا تھا اس علاقے کا، میدان میں پتھروں کے نیچے جھلسی ہوئی بہت سی لاشیں پڑی ہوئی تھیں یہاں بیٹھے رہنا اب ناممکن ہو گیا تھا، میں نے جینی کا ہاتھ پکڑا اور زمین کے پھٹے ہوئے حصے کو عبور کر کے میدان میں نکل آیا جگہ جگہ سامان بکھرا ہوا پڑا تھا اس میں ہتھیار بھی تھے، جتنی لاشیں دیکھی جا سکتی تھیں، دیکھیں۔ کچھ ہتھیار اپنے قبضے میں کئے، پانی کے دو برتن، کھانے پینے کی کچھ اشیاء سنبھالیں اور جینی کا ہاتھ پکڑ کر وہاں سے آگے بڑھ گیا۔ یہ لاشیں سنتالیہ کے ساتھیوں کی تھیں بہت سی عورتیں، بہت سے مرد، سنتالیہ کی لاش اس میں نہیں ملی تھی بہرحال ایک سمت اختیار کی اور اس جانب چل پڑا۔ جینی کو پوری طرح سنبھالے ہوئے تھا درختوں سے اٹھنے والے شعلوں کی تپش یہاں تک پہنچ رہی تھی آگ کی حدت نے زمین تک گرم کر دی تھی ہم تیزی سے آگے بڑھنے لگے، میں نے صرف ایسی سمت کا اندازہ لگایا تھا جو محفوظ ہو اور شام ہوتے ہوتے ہم کافی دور نکل آئے اب ایک چٹیل میدان شروع ہو گیا، سوکھی ہوئی جھاڑیوں کے سوا اور کچھ نظر نہیں آ رہا تھا۔ چاروں طرف وحشت برس رہی تھی ایسا ہول ناک سناٹا چھایا ہوا تھا کہ انسان پاگل ہو جائے اس علاقے میں حشرات الارض بھی نظر آ رہے تھے نہ جانے کیسے کیسے اجنبی جانور، جن میں کہیں کہیں سانپ بھی نظر آ جاتے تھے، بے حد خوفناک نظارہ تھا ہم رکے بغیر آگے بڑھتے رہے، جینی اب بُری طرح لڑکھڑا رہی تھی اس کے چلنے کی رفتار بھی اب سُست ہو گئی تھی اس کے علاوہ بھوک بھی شدت سے لگ رہی تھی مجھے، چنانچہ میں نے بمشکل تمام ایک جگہ منتخب کی اور وہاں سے جو کچھ لیا تھا اسے کھانے پینے کے لئے استعمال کیا، پانی کے ایک ایک گھونٹ سے ہم کھانے کی اشیاء معدے میں اتار رہے تھے تاکہ قوتیں برقرار رہیں اس ہولناک منظر پر میرا دل سخت پریشان تھا، باقی تو سب کچھ اپنی جگہ حسن کا خیال دل میں تھا۔ نہ جانے وہ کس عالم میں ہو جینی نے جو کچھ بتایا تھا وہ تو بے حد ہولناک تھا یعنی یہ کہ سب اِدھر اُدھر منتشر ہو گئے تھے اور کسی کو کسی کا پتا نہیں تھا پھر اچانک ہی جینی نے کہا۔

"وہ دیکھو ادھر، مسٹر عبران ادھر دیکھو۔"

میری نگاہیں اس سمت اٹھیں، بائیں طرف کے ڈھلان کے اختتام پر جنگل نظر آ رہا تھا مجھے تو وہ نظر نہیں آیا تھا لیکن، جینی کی نگاہ اس تک پہنچ گئی تھی ہم لوگوں کو وہ علاقہ

بہت غنیمت نظر آیا ان درختوں کے نیچے زندگی مل سکتی تھی چنانچہ کھانے سے فراغت حاصل کرنے کے بعد ہم اس طرف بڑھ گئے' رات ہونے سے قبل اگر ہم جنگل میں پہنچ جائیں تو شاید کچھ کام بن جائے۔ آتش فشاں کی آتش فشانی سے جان بچ گئی تھی' نہ جانے کون کون زندہ تھا؟ اور کون کون کام آچکا تھا؟ مناظر بدلتے گئے جنگل وسیع اور گھنا نہیں تھا' درختوں کے سلسلے میں داخل ہوئے تھے ایک آبشار گرنے کی آواز سنائی دی' دور تک نگاہیں دوڑا کر اس آبشار کو تلاش کیا' آبشار کے دامن میں سبزہ بکھرا ہوا تھا' جنگل کے کچھ درخت یہاں موجود تھے' یہ پھل دار درخت تھے حالانکہ ہم ان درختوں کے بارے میں کچھ نہیں جانتے تھے لیکن سوچے سمجھے بغیر میں وہاں پہنچ گیا' جینی تو خیر کسی طور بھی یہ پھل توڑنے کے قابل نہیں تھی لیکن میں نے ایک پھل توڑ کر چکھا اور اسے لذیذ پاکر خوب پھل کھائے پھر میں آبشار کے کنارے ایک جگہ لیٹ گیا جینی کچھ زیادہ ہی بے تکلف ہوگئی تھی وہ بھی میرے سینے پر سر رکھ کر لیٹ گئی تھی' تھکن اور رات کی کیفیت سے بدن اس طرح نڈھال تھا کہ ہوش و حواس ایک لمحے کے اندر اندر رخصت ہوگئے اور پھر نہ جانے رات کو کون سا پہر تھا جب آنکھ کھلی جینی بدستور مجھ سے لپٹی ہوئی تھی' میں نے اسے آہستہ سے اپنے آپ سے دور کھسکایا تو وہ ایک دم سے اٹھ کر بیٹھ گئی اس کی آنکھوں میں وحشت تھی اچانک ہی میری نگاہ آبشار سے بننے والی ندی کے کنارے ایک طرف اٹھ گئی اور میں ایک بار پھر خوف زدہ ہوگیا' میں نے اپنے ساتھ لائی ہوئی رائفل سیدھی کرلی اور ادھر دیکھنے لگا جہاں وہ سیاہ جانور آبشار کی ندی سے پانی پی رہا تھا میں نے اسے غور سے دیکھا تو اندازہ ہوا کہ وہ جنگلی گھوڑا ہے' ذہن میں نہ جانے کیا سمائی اپنی جگہ سے اٹھ گیا اور گھوڑے کو قابو میں کرنے کے لئے چمکارتا ہوا اس کے قریب پہنچ گیا' لیکن یہ دیکھ کر میرے اندر ایک عجیب سی کیفیت بیدار ہوگئی کہ یہ کوئی جنگلی گھوڑا نہیں بلکہ ایک لمحے میں' میں نے اسے پہچان لیا' یہ ہمارے انہی دو گھوڑوں میں سے ایک تھا جنہیں ہم نے یہاں آکر چھوڑ دیا تھا' مجھے اس سے ایک شدید محبت کا احساس ہوا' گھوڑے نے بھی مجھے پہچان لیا تھا بہرحال ایک تیسرے جاندار کا اضافہ ہمارے لئے خوشی کا باعث ہوا' جینی بھی اس وقت قابل رحم تھی اس کے چہرے پر خوف و دہشت منجمد تھی جو مجھے متاثر کررہی تھی' میں نے اس سے کہا۔

"جینی تم نے اپنے ڈیڈی کو دیکھا تھا؟"

"کسی کو کسی کی خبر نہیں رہی تھی۔ میں تو اس وقت سو رہی تھی جب یہ سب

ہوا۔"

"ہوں۔" بہرحال ہم بہت دیر تک باتیں کرتے رہے' میں نے ایک مرد ہونے کے ناطے جینی کو تسلی دی اور کہا کہ اگر زندگی ہے تو ہم بہرحال کسی نہ کسی آبادی تک پہنچ جائیں گے' میں نے اس سے کہا کہ جینی مجھے خزانوں سے کوئی دلچسپی نہیں ہے اور نہ ہی میں رنگین کہکشاں تک پہنچنا چاہتا ہوں ان سب لوگوں نے اپنی زندگی برباد کردی بہرحال ہم لوگ باتیں کرتے رہے اور صبح کی روشنی نمودار ہوگئی' دفعتاً ہی میرے ذہن میں ایک خیال گونجا اور میں نے وحشت زدہ انداز میں اپنے بائیں شانے کے قریب تعویذ کی شکل میں بندھے ہوئے اس چھوٹے سے ٹرانسمیٹر کو دیکھا جسے خاص طور سے ہمیں دیا گیا تھا اس خوف ناک کیفیت میں ہمیں اس کا خیال ہی نہیں آیا تھا سب سے پہلے میں نے فاخر داہا کو مخاطب کیا اور چند لمحوں کے بعد فاخر کی آواز سنائی دی۔

"کون......... کون.........؟"

"فاخر تم زندہ ہو.........؟"

"کون......... عبران؟"

"ہاں عبران میں زندہ ہوں' تم کہاں ہو میرے دوست' میں اس وقت جس علاقے میں ہوں وہاں تو بڑی تباہی اور ویرانی پھیلی ہوئی ہے' میں اپنے ساتھیوں تک پہنچ گیا ہوں' کئی لاشیں مجھے دستیاب ہوئی ہیں لیکن یہ زیادہ تر مائیکل فورس کے آدمیوں کی لاشیں ہیں باقی لوگ ادھر ادھر منتشر ہیں۔"

"کیا تم نے کسی کو کسی ٹرانسمیٹر پر مخاطب کرنے کی کوشش کی۔"

"نہیں۔ بالکل نہیں' مجھے اس کا خیال ہی نہیں آیا تھا' ابھی جب اس پر اشارہ موصول ہوا تو مجھے اس کا خیال آیا۔"

"فاخر تم زخمی تو نہیں ہو؟"

"نہیں' میں اللہ کے کرم سے بالکل ٹھیک ہوں' لیکن تم کہاں ہو میرے دوست؟"

"یہ ایک بہت اچھی جگہ ہے جہاں ایک آبشار نظر آرہا ہے اور اس کے دامن میں گھاس پھیلی ہوئی ہے جہاں ایک ایسا جنگل بھی ہے جس میں بڑے لذیذ پھل بھی لگے ہوئے ہیں۔"

"میں تم سے رابطہ قائم رکھتا ہوں' مجھے اپنی جانب گائیڈ کرنے کی کوشش کرو۔"

"ٹھہرو' پہلے میں ان لوگوں سے رابطہ قائم کروں جن کے پاس ٹرانسمیٹر موجود ہے

ان لوگوں سے معلومات حاصل کرنے کے بعد میں تمہیں اپنے قریب بلانے کی کوشش کروں گا۔" میں نے کہا۔

جینی فورس میری صورت دیکھتی رہی اور خاموشی سے میری گفتگو سن رہی تھی۔

بہرحال فاخر داہا سے سلسلہ منقطع کرنے کے بعد میں نے ان لوگوں سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کی اور اس میں بھی مجھے ناکامی نہیں ہوئی' آواز محمود خوارزم کی تھی۔ بڑے دل دوز انداز میں اس نے مجھ سے کہا۔

"عبران' میرے بچے۔ میرے بیٹے زندہ ہو' کیا زخمی ہو' کس حال میں ہو؟"

"ٹھیک ہوں میں' فاخر داہا بھی ٹھیک ہے' اگر فرقان داہا آپ کے پاس موجود ہیں تو انہیں اس کی زندگی اور خیریت کی اطلاع دے دیجئے' سب سے پہلے آپ مجھے یہ بتائیے کہ ہمارے ساتھیوں کی صورت حال کیا ہے؟"

"نو افراد ہلاک ہوگئے ہیں ان میں سے تین ہمارے آدمی ہیں چھ وہ لوگ ہیں جو کماری پربھاتیہ اور مائیکل فورس کے ساتھی تھے۔ ہم سب لوگ خیریت سے ہیں اور اپنے بچے کھچے اثاثے جمع کر رہے ہیں تمہاری طرف سے سخت پریشان تھے' مائیکل فورس کی بیٹی جینی فورس گم ہوگئی ہے اور مائیکل فورس دیوانہ ہو رہا ہے۔"

"جینی فورس میرے پاس موجود ہے' میں خیریت سے اسے آپ کے پاس پہنچانے کی کوشش کروں گا۔"

"اوہ مائیکل فورس...... مائیکل فورس' جینی زندہ ہے' فرقان تمہارا بیٹا فاخر داہا بھی زندہ ہے؟" ادھر اچھا خاصا شور ہونے لگا پھر محمود خوارزم نے کہا۔

"بڑی بھیانک تباہی پھیلی ہے اس گروہ کا کیا حال ہے؟"

"ہم اس سے بچھڑ گئے ہیں ویسے میں نے وہاں ان کے درمیان اپنے لئے ایک جگہ بنائی تھی وہ رنگین کہکشاں کی تلاش میں نکلے ہیں ان کی سربراہ ایک عورت ہے جو بے حد خونخوار اور دیوانی قسم کی عورت ہے اس کا نام سنتالیہ ہے' قومیت کا میں صحیح اندازہ نہیں لگا سکا لیکن انتہائی وحشی گروہ ہے اس کے بے شمار افراد ہلاک ہو چکے ہیں اور گروہ کی تعداد بھی کم ہی رہ گئی ہوگی۔"

"اب یہ بتاؤ وہ کون سی سمت ہے جہاں تم موجود ہو۔"

"یہ ایک جنگل ہے کیا آپ کسی جنگل میں لگی ہوئی آگ کو دیکھ چکے ہیں۔"

"ہاں' ہم اس کے داہنی سمت ہیں اور ہم بھی ایک جنگل دیکھ رہے ہیں جو سرسبز

شاداب ہے اور جہاں ایک آبشار بھی نظر آ رہا ہے۔"

"بس...... بس...... بس' ہم آبشار کے بالکل قریب ہیں لیکن کیا آپ اسی سمت آ رہے ہیں؟"

"ابھی نہیں۔"

"میرے لئے کیا حکم ہے؟"

"بہتر ہے کہ ہم سے فاصلہ ہی اختیار کئے رکھو' اس حادثے سے سنبھلنے کے لئے کوشش کر رہے ہیں' تمہارے لئے اگر ممکن ہو سکے تو تم اس گروہ کو تلاش کرو یہاں سب کا متفقہ فیصلہ ہے کہ سفر جاری رہے گا۔"

"حسن فیروز کس حال میں ہے؟"

"بالکل ٹھیک ہے حیرت انگیز طور پر سب سے محفوظ رہا ہے اور لڑکی اس کے ساتھ ہے وہ اس کی بہترین معاونت کر رہا ہے۔"

"موجود ہے؟"

"ہاں......"

"براہ کرم اس سے میری بات کرائیں۔"

"دیر لگ جائے گی' تو پھر تھوڑی دیر کے بعد سہی۔"

"ہاں یہ ٹھیک ہے۔"

مائیکل فورس نے جینی سے بات کی' لیکن میں نے اس گفتگو کو زیادہ طویل نہیں نے دیا تھا پھر اس کے بعد حسن فیروز سے میں نے بات کی۔

"ہاں حسن فیروز۔"

"کہو کیسے ہو......" حسن فیروز حیرت انگیز طور پر سنجیدگی سے بولا۔

"تم سناؤ۔"

"زندگی کے بڑے بھیانک تجربے سے دوچار ہوا ہوں اور ذہن بہت سی تبدیلیوں کا ار ہوا ہے۔"

"ٹھیک ہو۔"

"ہاں' اپنی بتاؤ' کچھ زیادہ آگے بڑھ چکے ہو اس حد تک تو اجازت نہیں دی گئی ا؟"

"نہیں بس اپنے آپ کو سنبھالے رکھنا۔"

"اوکے اور اس کے بعد سلسلہ منقطع ہوگیا' میں اس سکون کو الفاظ میں بیان نہیں کرسکتا جو حسن فیروز کے زندہ سلامت رہنے کے احساس سے میرے دل میں پیدا ہوا تھا اس میں کوئی شک نہیں کہ معاملہ تو دادا جان ہی کا تھا لیکن حسن فیروز کی اور میری دوستی ضرورت سے کچھ زیادہ ہی سنجیدہ مراحل میں داخل ہوگئی تھی اب اس کے بعد یہ فیصلہ کرنا تھا کہ آگے کیا کرنا ہے' سب لوگوں کی زندگی کا تصور کرنے کے بعد مزاج بدل گیا تھا اور میں اپنے آپ کو خاصا توانا محسوس کررہا تھا۔ ان لوگوں کی رائے تھی کہ مجھے سنتالیہ کے ساتھ ہی رہنا چاہئے' حقیقت بھی یہی تھی اس میں کوئی شک نہیں کہ صورت حال تبدیل ہوگئی تھی لیکن پھر بھی کم از کم یہ تو پتا چل گیا تھا کہ مشن کو جاری رکھنا ہے اور صورت حال کو سنبھالے رکھنا ہے۔

ہم وہاں سے آگے چل پڑے گھوڑا ہماری بہترین رہبری کررہا تھا اور ہم خاصے مطمئن تھے اور تیز رفتاری سے آگے کا سفر کررہے تھے میں دور دور تک پھر کر یہ جاننا چاہتا تھا کہ سنتالیہ اور اس کے ساتھیوں میں سے کون کون زندہ بچا ہے؟ کوئی ملے تو صورت حال کا علم ہو' بہرحال خاصہ وقت اس طرح گزر گیا اور ہم لوگ راستے طے کرتے رہے یہاں تک کہ شام ہوگئی اور ہم نے ایک جگہ قیام کیا میں نے روانہ ہونے سے پہلے کچھ پھل اپنے ساتھ لے لئے تھے جو ہمارے لئے بڑی تقویت کا باعث تھے' رات کو ایک جگہ قیام کیا گیا اور اس کے بعد میں آرام کرنے لیٹ گیا لیکن آدھی رات کے قریب کا وقت تھا کہ اچانک ہی ہمیں روشنیاں نظر آئیں' بہت سی روشنیاں تھیں میں چونک کر اٹھ گیا' میرے ذہن میں ایک تصور بیدار ہوا تھا اور میں فوراً ہی جینی فورس کو جگانے لگا تھا' جینی فورس نے سہمی ہوئی نگاہوں سے مجھے دیکھا اور بولی۔

کیا پھر دھماکے شروع ہوگئے۔"

"نہیں جینی' آؤ اور سنو اپنے آپ کو ہوشیار رکھنا' ہوسکتا ہے کہ کچھ ایسے لوگ ہمیں ملیں جو انتہائی خطرناک ہوں' میں مجبوری کی حالت میں تمہیں وہاں لے جارہا ہوں' کیونکہ تمہیں ان پہاڑوں میں اپنے باپ کے پاس پہنچانے کی نہ تو ہمت کرسکتا ہوں' نہ مجھے اس کے بارے میں اندازہ ہے۔"

"پھر میرا اندازہ بالکل درست نکلا' میں گھوڑے پر بیٹھ کر اس طرف چل پڑا جدھر سے روشنی نظر آرہی تھی اور میں نے انہی لوگوں کو دیکھا ان کے درمیان سنتالیہ بھی صاف نظر آرہی تھی اس کے آدمی مجھے دیکھ کر شور مچانے لگے اور دوڑ کر ہمارے پاس پہنچ

گئے' سنتالیہ بھی ہمارے پاس آگئی تھی اس نے بڑے محبت بھرے انداز میں مجھے گھوڑے سے اتارا لیکن جینی فورس کو دیکھ کر اس کی پیشانی شکن آلود ہوگئی۔

"یہ کون ہے؟" اس نے غرائی ہوئی آواز میں سوال کیا۔

"ایک مظلوم لڑکی جو اپنے گروپ سے بچھڑ کر یہاں تک آگئی ہے۔"

"کیا وہی گروہ جو ہمارے عقب میں چلا آرہا ہے؟"

"مجھے اس کے بارے میں اندازہ نہیں۔"

"خیر ایک لڑکی کو کوئی نقصان پہنچانا ایک جانور پن ہے اور میں یہ حرکت نہیں کروں گی لیکن لڑکی تجھ سے دن کی روشنی میں بات کی جائے گی' آرام سے جاکر اس جگہ لیٹ جا' ہمارے پاس اس سے زیادہ تیری آسائشوں کے لئے کچھ نہیں ہے' چلو اسے لے جاؤ۔"

جینی فورس نے سہمی ہوئی نگاہوں سے مجھے دیکھا تو میں نے غیر محسوس انداز میں اسے اشارہ کردیا' پہلے بھی میں اسے سمجھا کرلایا تھا وہ خاموشی سے وہاں سے آگے بڑھ گئی اور سنتالیہ میرے بالکل قریب پہنچ گئی۔

"تم ٹھیک تو ہونا' زخمی تو نہیں ہوئے۔"

"نہیں میڈم میں ٹھیک ہوں۔"

"آہ کیا خوفناک مناظر تھے' کیا ہولناک تباہی پھیلی تھی میرے بہت سے آدمی ہلاک ہوگئے' ہمارا آدھے سے زیادہ اسلحہ تباہ ہوگیا' صورت حال بہت بدل گئی ہے مجھے امید نہیں تھی اس کی' میرا سارا پروگرام تباہ ہوگیا ہے اور میں بہت پریشان ہوں' تمہارا ساتھی کدھر گیا اور اس کی جگہ یہ لڑکی؟"

"میرا ساتھی گم ہوگیا ہے' یہ لڑکی مجھے جنگل میں پاگلوں کی طرح دوڑتی ہوئی ملی تھی۔ انسانی ہمدردی کی بنیاد پر میں نے اسے اپنے ساتھ رکھا ہوا ہے۔ اپنا نام جینی فورس بتاتی ہے۔"

"میں جانتی ہوں........ ایک گروپ ہمارے پیچھے پیچھے چلا آرہا ہے۔ میں اسے کسی اینگل پر لاکر اپنے قبضے میں کرنا چاہتی تھی کہ یہ مصیبت آگئی لیکن کوئی بات نہیں۔ سب ٹھیک ہوجائے گا........ سب ٹھیک ہوجائے گا۔ کوئی فکر کی بات نہیں ہے۔" سنتالیہ پراطمینان لہجے میں بولی۔ میں حیرانی سے اس کی صورت دیکھ رہا تھا۔ اس قدر خوفناک تباہی کے باوجود اس کے چہرے پر کوئی شکن نہیں تھی اور وہ پہلے کی مانند مطمئن ہی نظر آتی تھی۔ البتہ میرے ساتھ اس کا رویہ خاصا نرم تھا اور عموماً مجھے دیکھ کر وہ مسکراتی ہی رہتی

تھی۔ میں نے اس کے آدمیوں کا جائزہ لیا۔ وہ بھی اس کی مانند وحشی تھے۔ اپنے بے شمار ساتھیوں کو کھو چکے تھے لیکن مطمئن نظر آتے تھے۔ ہنسی خوشی کا وہی عالم تھا۔

میں نے ایک بار پھر فاخر داہا سے رابطہ کیا اور اسے اپنے پاس بلالیا۔ وہ بھی خاصے مشکل حالات میں ہم تک پہنچا تھا۔ سنتالیہ انتظامات کر رہی تھی۔ اس نے اپنے بچے کھچے آدمیوں کو پھر منظم کرلیا تھا اور ایک جگہ باقاعدہ کیمپ لگا دیا تھا۔ زلزلے کی تباہ کاری نے' میں یہ سمجھتا ہوں کہ اچھے اچھوں کو بدحواس کر دیا ہوگا لیکن کم از کم اس لحاظ سے یہ قابل ستائش تھے کہ ان کی پیشانی شکن آلود نہیں ہوئی تھی جینی فورس کو انتہائی احتیاط کے ساتھ میں نے فاخر داہا کے سپرد کردیا تھا اور اس سے کہا تھا کہ وہ جینی فورس کو سنبھالے رکھے۔ آؤٹ نہ ہونے دے جو کہانی میں نے سنتالیہ کو سنائی تھی۔ اس کے تحت جینی فورس کو واپس اس کے گروپ میں نہیں بھجوایا جاسکتا تھا میں نے جینی فورس کو بھی سمجھا دیا تھا اور فاخر داہا کو بھی۔

سنتالیہ اب مجھ سے خاصی مانوس ہوتی جارہی تھی۔ اس نے مجھے اپنی کہانی بھی سنائی تھی۔ جو مجھے بالکل سمجھ میں نہیں آئی تھی لیکن بہرحال میں نے اس سے اتفاق کیا تھا جو کہانی اس نے سنائی تھی وہ یہ تھی کہ کسی زمانے میں وہ ایک گھریلو لڑکی تھی اور اپنے اہل خاندان کے زیر سایہ زندگی بسر کر رہی تھی کہ ایک بار ایک گروہ نے اسے اغوا کرلیا اور اس کے بدلے اس کے باپ سے تاوان طلب کیا۔ سنتالیہ کا باپ انتہائی دولت مند اور کنجوس آدمی تھا۔ وہ اس گروہ سے مذاکرات کر رہا ہے۔ جتنی بڑی رقم اس گروہ نے مانگی تھی۔ سنتالیہ کے باپ نے وہ رقم دینے سے انکار کردیا اور کہا کہ اس میں کمی کی جائے۔ گروہ کے افراد اس میں کمی کرتے رہے اور سنتالیہ کا باپ انہیں بے وقوف بناتا رہا۔ یہاں تک کہ گروپ کے افراد نے ڈیڈ لائن دے دی اور کہا کہ اگر اس وقت تک رقم اسے نہ پہنچائی گئی تو سنتالیہ کو ہلاک کردیا جائے گا۔ رقم نہیں آئی تھی اور وہ وقت آگیا تھا۔ یہاں تک کہ سنتالیہ کو فائرنگ اسکواڈ کے حوالے کردیا گیا اور سنتالیہ کی فطرت مین وحشت ابھر آئی۔ اس نے ایک شخص سے اسٹین گن چھین کر وہاں موجود دو افراد کو اڑا دیا اور اس کے بعد اس کے سربراہ کو اپنے قبضے میں لے لیا۔ اس نے کہا کہ وہ مرنا نہیں چاہتی۔ اس گروہ کے ساتھ شامل رہ کر وہ اس گروہ کے مفادات کے لئے کام کرنا چاہتی ہے اور وہ کوئی بزدل لڑکی نہیں ہے۔ پھر اس نے یہ بھی دعویٰ کیا کہ وہ گروہ کی مطلوبہ رقم اسے فراہم کرے گی گروہ کے افراد بہرحال اس سے مرعوب ہوگئے تھے کیونکہ اس نے چودہ

ادکم کردیئے تھے۔ سنتالیہ نے پہلی بار اپنے باپ ہی کو لوٹا اور اسے پیسے پیسے سے محتاج ریا۔ اس کی ساری رقم اس نے گروہ کے حوالے کردی۔ پھر آہستہ آہستہ وہ اس گروہ مقبول ہوتی گئی اور اس نے بڑے بڑے کارنامے سرانجام دیئے۔ یہاں تک کہ گروہ ے اسے اپنا سردار بنالیا اور اصل سردار کو ہلاک کردیا گیا۔ اس وقت سنتالیہ اس گروہ کی رداری کر رہی تھی۔ وحشی ترین لوگوں کو اس نے اپنے گرد جمع کرلیا تھا۔ اس کے بعد ے رنگین کہکشاں کے بارے میں علم ہوا اور وہ ایک بڑی دولت کے حصول کے لئے ا بڑی بہت سے نقشے ترتیب دیئے تھے اس نے۔ یہ کہانی سنتالیہ نے مجھے سنائی تھی اور ا آنکھیں بند کرکے اس خوفناک عورت کی کہانی سنتا رہا تھا۔ سنتالیہ نے کہا۔

"میں نے اپنے اوپر سے عورت پن کا خول اتار دیا ہے اور جیسی بھی ہوں تمہارے منے ہوں لیکن کبھی کبھی میرے اندر عورت ابھر آتی ہے اور تم میری پسند کے مرد ہو۔ نہ سمجھنا کہ میں عورت کی حیثیت سے تمہیں حاصل کرنا چاہتی ہوں۔ بس یہ سمجھ لو کہ ں اپنی پسندیدہ چیزیں اپنے تک ہی محدود رکھنا چاہتی ہوں اور تم مجھے اس حیثیت سے ل کرو گے۔" میں سمجھ لیا تھا خیر میں بھلا اسے کیا خاطر میں لاتا لیکن میں نے ذہانت سے تالیہ کو اس بات کا یقین دلا دیا کہ اگر زندگی میں کبھی کسی عورت کو قبول کیا تو وہ سنتالیہ ا ہوگی۔ اب یہ الگ بات ہے کہ زندگی میں کسی اور کو قبول کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں تا تھا کیونکہ میری زندگی کے انداز تو بالکل بدل گئے تھے۔ پھر سنتالیہ نے مجھ سے آگے ے نقشوں کے بارے میں بات چیت کی اور کہنے لگی۔

"جہاں تک میری معلومات کا تعلق ہے۔ آگے کا سفر انتہائی خطرناک ہوتا چلا جائے گا یونکہ زلزلے کی تباہی سے ہم راستہ بھول چکے ہیں اور اس خوفناک زلزلے میں ان اقوں کا نقشہ ہی بدل گیا ہے لیکن پھر بھی اگر میرا اندازہ غلط نہیں ہے تو آگے چل کر یں ایسے قبیلوں کا سامنا کرنا پڑے گا جو ان علاقوں میں پائے جاتے ہیں۔ جو بے حد نخوار اور ذہین ہیں اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ اسلحے کے استعمال سے واقف ہیں۔ نہوں نے جدید ترین اسلحہ حاصل کرلیا ہے اور وطن پرستی کا دعویٰ کرتے ہیں۔ یوں سمجھ ر کہ ان کا انداز ریڈ انڈینز جیسا ہے۔"

"ایک خیال میرے ذہن میں ہے سنتالیہ' اگر تم اسے پسند کرو تو........"

"ہاں........ بولو........ جب میں تمہیں پسند کرتی ہوں تو تمہاری کہی ہوئی ہر بات ھے پسند ہو گی۔"

"ہمارے آدمیوں میں کافی کمی ہو گئی ہے۔ میں تو اپنا گروپ کھو ہی چکا ہوں اور ان میں سے کسی کی زندگی کے آثار نہیں ہیں لیکن اب تمہارے گروپ کو تمہارے حوالے سے میں اپنا سمجھتا ہوں۔ زلزلے نے ہمارے بے شمار افراد ختم کر دیئے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ ہمیں افرادی قوت کی زیادہ ضرورت ہے۔ جیسا کہ تم نے کہا کہ آگے چل کر ہمارا واسطہ ان قبائل سے پڑ سکتا ہے۔"

"میں خود اس بارے میں غور کرتی رہی ہوں مگر میری سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا۔ یوں سمجھ لو کہ تھوڑا سا پریشان ہوں میں اس سلسلے میں۔"

"میرے ذہن میں ایک حل ہے سنتالیہ........"

"ہاں........ بتاؤ! ویسے بھی تم مجھے ایک ذہین نوجوان معلوم ہوتے ہو۔"

"سنتالیہ........ جو گروپ تمہارے پیچھے آ رہا ہے اس کے بارے میں تم کیا کرنے کا ارادہ رکھتی ہو........؟"

"یہ سوچ رہی تھی میں کہ کوئی مناسب جگہ مل جائے تو میں انہیں اپنے قبضے میں لے لوں۔ ہم اس طرح اس پر حملہ کریں کہ وہ مدافعت نہ کر سکیں اور ہم انہیں شکست دے دیں اس شکست کے بعد ہم اس سے ایک سودا کریں گے اور اگر وہ دیانتداری سے سودے بازی پر تیار ہوئے تو اپنے سیکنڈ گروپ کی حیثیت سے ہم اسے اپنے ساتھ رکھ لیں گے۔ وہ ہمارے مفادات کے لئے کام کرے گا اور اگر وہ تیار نہ ہوئے تو پھر ان کا ختم ہو جانا ضروری ہو گا۔"

"گڈ........ یعنی منصوبہ وہی ہے جو میرے ذہن میں آیا ہے۔ صرف طریقہ کار بدلا ہوا ہے۔"

"مطلب؟"

"میرا مطلب یہ ہے سنتالیہ کہ بجائے اس کے کہ ہم اس گروپ کو اس طرح اپنے قبضے میں کریں۔ کیوں نہ اس سے مذاکرات کر لئے جائیں........؟ اور فیصلہ کرنے میں دیر نہ کی جائے۔"

"مذاکرات!"

"ہاں........ ہم اسے دعوت دیں گے کہ اگر وہ چاہے تو ہمارے ساتھ شریک ہو سکتا ہے اور اگر کسی غلط فہمی کا شکار ہے تو پھر ہم سے مقابلہ کر لے۔ دونوں میں سے جو بھی فاتح ہو وہ بقیہ گروپ کی سربراہی کرے۔" سنتالیہ کچھ دیر سوچتی رہی پھر بولی۔

"اب جو حالات ہو گئے ہیں اور جس طرح ہمارے افراد میں کمی ہو گئی ہے۔ اس کے بعد ہم دوسرے گروپ کی طاقت کا بھی اندازہ نہیں لگا سکتے بلکہ یہ کہا جائے تو غلط نہیں ہوگا کہ اگر زلزلے نے اس کے زیادہ افراد کو نقصان نہیں پہنچایا تو ہماری اور اس کی کیفیت برابری جیسی ہے۔ ایسی شکل میں اگر اس طریقہ کار پر عمل ہو جائے تو ٹھیک ہے اور اگر نہ ہو تو پھر کوئی اور حل نہیں ہے۔ ہم ان سے شاندار جنگ کریں گے لیکن ان لوگوں سے گفتگو کون کرے گا؟"

"میں........" میں نے جواب دیا اور سنتالیہ مجھے دیکھنے لگی۔ پھر بولی۔

"طریقہ کار کیا ہو گا........؟"

"میں ان لوگوں کے درمیان جاؤں گا۔"

"مگر کیسے........؟"

"اس طرح کہ رات کی تاریکی میں ہم ان کے گرد گھیرا ڈال دیں گے۔ انہیں اپنی رائفلوں کی زد پر رکھ لیں گے، اور اس کے بعد میں ان کے درمیان جا کر اس گروہ کے سربراہ سے بات کروں گا۔ اگر کوئی سنگین صورت حال ہوئی تو پھر میں دیکھ لوں گا اچھی طرح" سنتالیہ سوچتی رہی پھر اس نے کہا۔

"لیکن........ میں تمہیں خطرے میں نہیں ڈالنا چاہتی۔"

"اگر مجھ پر بھروسہ رکھتی ہو سنتالیہ تو اطمینان رکھو کہ وہ مجھ پر قابو نہیں پا سکیں گے۔ میں ایک ہلکا سا اشارہ کروں گا اور تم لوگ ان پر جہنم کا دہانہ کھول دینا۔ اپنا بچاؤ میں خود کر سکتا ہوں۔ اس بات کا اطمینان رکھو۔"

"کیا ہم اس شخص کو نہیں بھیج سکتے........؟ جو تمہارا دوسرا ساتھی ہے۔"

"نہیں........ جو کام ہم نے اپنے ذہن میں ترتیب دیا ہے اسے صرف میں ہی سرانجام دے سکتا ہوں۔ میں تمہیں بھی اپنے ساتھ رکھتا سنتالیہ لیکن یہ خطرہ بھی مول نہیں لیا جا سکتا کیونکہ وہاں اگر صورت حال ہماری خواہش کے مطابق طے نہ پائی تو پھر حملے کی قیادت تم ہی شاندار انداز میں کر سکتی ہو۔" بات سنتالیہ کی سمجھ میں آ گئی تھی۔ میں نے جو فیصلہ کیا تھا وہ انتہائی مناسب تھا چنانچہ سنتالیہ اس بات پر تیار ہو گئی۔ ہم نے طے کیا کہ میں اپنے ساتھ ایک سرخ رومال رکھوں گا۔ ان سے مذاکرات کروں گا اور اگر یہ مذاکرات ناکام ہوئے تو احتیاط کے ساتھ وہ رومال نکال کر لہراؤں گا اور سنتالیہ ان پر حملہ کر دے گی۔ میں جانتا تھا کہ سرخ رومال کو لہرائے جانے کی نوبت کبھی نہیں آئے گی لیکن

سنتالیہ کو اطمینان دلانے کے لئے یہ سارا ڈرامہ ضروری تھا۔ چنانچہ تمام تر تیاریاں کی گئیں اور پھر میں نے ٹرانسمیٹر پر جیسے ہی موقع ملا ان لوگوں کو صورت حال سے آگاہ کیا۔ محمود خوارزم سے ہی بات ہوئی تھی۔ میں نے کہا۔

"ہیلو......"

"ہاں...... کہو تم نے تو ہمیں زندہ درگور کردیا ہے۔ تمہاری اور فاخر داہا کی وہاں موجودگی نے یوں سمجھ لو کہ ہم لوگوں کو سولی پر لٹکا رکھا ہے۔ تیسرا باپ مائیکل فورس ہے وہ اپنی بیٹی کے لئے سخت مضطرب ہے۔"

"میں ایک تجویز پیش کرنا چاہتا ہوں۔ اس پر غور نہ کیا جائے بلکہ عمل کیا جائے تو ہمارے حق میں بہتر رہے گا۔"

"ہاں...... کہو کہو۔"

"اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ جیسا کہ میں نے آپ کو سنتالیہ کے بارے میں بتایا۔ اس کا گروہ ایک خونخوار گروہ ہے۔ وہ نہ زندگی کی پرواہ کرتا ہے اور نہ موت کی۔ جنگ میں جھونک دیا جائے تو ایسا لگتا ہے کہ وہ لوگ موت کو اپنے ہاتھوں میں لپیٹنے کے خواہش مند ہیں۔ اس خوفناک زلزلے نے ان کے درمیان بڑی زبردست تباہی پھیلائی ہے لیکن کسی کی پیشانی پر ایک شکن بھی نہیں ہے اس سے میں آپ لوگوں کو یہ احساس دلانا چاہتا ہوں کہ وہ لوگ انتہائی خونخوار ہیں اور آپ پر حملے کا ارادہ رکھتے ہیں۔"

"حملے کا......؟"

"ہاں...... آپ کو اپنا قیدی بنانے کے لئے۔"

"تب......" محمود خوارزم نے کہا۔

"میں نے اس کی سربراہ سنتالیہ کو اپنے شیشے میں اتارا ہے اور اس کے لئے ایک طریقہ کار کا انتخاب کیا ہے۔"

"کیا......؟" محمود خوارزم نے پوچھا۔

"میں نے ایک منصوبہ بنایا ہے۔ رات کی تاریکی میں ہم آپ لوگوں کو رائفلوں سے کور کریں گے اور ایسی جگہ منتخب کریں گے جہاں سے آپ پر زبردست فائرنگ کی جاسکے۔ اس کے بعد میں آپ سے مذاکرات کرنے کے لئے آؤں گا اور سنتالیہ کو پیش کش کروں گا کہ آپ ہماری قربت قبول کرلیں۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ وہ ذرا نچلے پیمانے پر آپ لوگوں سے تعاون چاہے گی۔ ہوسکتا ہے آپ کو اس کے زیر اثر آنا پڑے لیکن میں یہ سمجھتا ہوں کہ اگر ہم اس کے درمیان داخل ہوجائیں تو دو خطرے ٹل جائیں گے۔"

"دو خطرے۔"

"ہاں...... پہلا خطرہ تو یہ کہ سنتالیہ بہرحال آپ پر حملہ کرے گی اور شاید بہت جلد کرے گی کیونکہ وہ آپ کو قبضے میں لینا چاہتی ہے۔اور اس کی وجہ یہ ہے کہ آگے ہمارا واسطہ وحشی قبیلوں سے پڑے گا۔ سنتالیہ چاہتی ہے کہ قبیلوں سے جھگڑا کرنے کے بجائے وہ آپ لوگوں سے نمٹ لے یا تو آپ کو ختم کردے یا اپنا غلام بنالے۔ ایسی شکل میں خونریزی ہوگی اور جہاں تک میرا تجربہ ہے اس خونریزی کا نتیجہ ہمارے حق میں بہتر نہیں نکلے گا چنانچہ میری رائے ہے کہ آپ لوگ اس کی برتری قبول کرلیں' خلوص کا اظہار کریں اور اس کے ساتھ شامل ہوجائیں۔ مجھے فوری جواب درکار ہے کیا آپ مجھے جواب دینا پسند کریں گے؟"

"مائیکل فورس...... فرقان داہا...... پربھاتیہ سب میرے پاس موجود ہیں اس وقت۔ میں صرف چند لمحوں کی مہلت چاہتا ہوں۔"

"جلدی کریں...... میں نے بڑی مشکل سے یہ لمحات نکالے ہیں جبکہ سنتالیہ مسلسل مجھ پر نگاہ رکھتی ہے۔"

"تم بس کچھ سیکنڈ توقف کرلو۔ محمود خوارزم نے ذہانت کا کام کیا تھا کہ ٹرانسمیٹر آن ہی رہنے دیا تھا۔ مجھے مائیکل فورس...... کماری پربھاتیہ...... محمود خوارزم اور فرقان داہا کی آوازیں مدھم مدھم سنائی دے رہی تھیں۔ گو ان کی باتوں کا مفہوم میری سمجھ میں نہیں آرہا تھا لیکن بہرحال یہ اندازہ ہورہا تھا مجھے کہ وہ جلدی جلدی آپس میں کچھ باتیں کر رہے ہیں اور صورت حال معلوم کرنے کی کوشش کررہے ہیں یہاں تک کہ چند لمحوں کے بعد محمود خوارزم کی آواز ابھری۔

"عمران۔"

"ہاں...... میں بول رہا ہوں۔"

"ہم تیار ہیں عمران...... تم یہ کام بخوشی کرڈالو۔"

"ایک بات کا خیال رکھا جائے جب آپ کو یہ احساس ہو کہ سنتالیہ کے آدمیوں نے آپ کو گھیر لیا ہے تو پتھر کا ایک ٹکڑا بھی اس کی جانب نہ پھینکا جائے ورنہ صورت حال کو سنبھالنا مشکل ہوجائے گا۔"

"ہم بہت زیادہ تباہ حال اور بہت زیادہ خوف زدہ ہونے کا مظاہرہ کریں گے۔" محمود

خوارزم نے کہا۔

ان لوگوں نے میری تجویز بڑی خوشی سے مان لی تھی۔ میں اس بات پر خوش تھا کہ میرے اور ان کے درمیان کوئی اختلاف پیدا نہیں ہوا تھا۔ بہرحال......... سنتالیہ سے میری دوسری ملاقات ہوئی اور اس نے بڑے پر مسرت لہجے میں کہا۔

"مجھے تو خوشی اس بات کی ہے کہ مجھے ایک ذہین ساتھی مل گیا ہے۔ آہ......... یہ بھی ممکن ہے کہ تمہارا اور میرا ساتھ اس مہم کے بعد بھی جاری رہے۔ اس حسین زندگی کے تصور کے بعد یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ماضی میں جو میرے ساتھ ناانصافی ہوئی ہے تمہاری وجہ سے میں اس ناانصافی کو بھی بھول جاؤں اور شرافت کی زندگی بسر کروں۔ حالانکہ میں جانتی ہوں کہ جو لوگ مجھ سے منسلک ہیں وہ مجھے کبھی اپنے آپ سے نہیں ہٹنے دیں گے لیکن کیا فرق پڑتا ہے.........؟ ہم ان سب کو ہلاک کر دیں گے تاکہ ہمارے ماضی کا راز دار کوئی نہ رہے۔"

میں نے خاموشی سے گردن جھکا دی تھی لیکن دل میں اس وحشی عورت کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ یقینی طور پر یہ نارمل نہیں ہے۔ یہ آدھی سے زیادہ پاگل ہے اور پاگل لوگ تو خوفناک ہوتے ہیں مجھے اس بات کا خاص خیال رکھنا تھا کہ مجھے اس پاگل کو ہینڈل کرنا تھا۔ تمام منصوبہ بندی ہوگئی اسی رات اس کام کے لئے طے کر لی گئی تھی اور سچویشن بھی منتخب کر لی گئی تھی۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ ایک سنگین تجربہ تھا۔ رات کے آخری پہر میں ہم لوگ انتہائی احتیاط کے ساتھ اپنی پناہ گاہ سے نکلے اور ایک ایک قدم آگے بڑھنے لگے۔ بڑی احتیاط سے کام لیا جا رہا تھا بلکہ یہ خیال سب سے زیادہ میں ہی برت رہا تھا کیونکہ مجھے اس بات کا علم تھا کہ وہ لوگ آنے والی صورت حال سے باخبر ہیں بلکہ اس بات کے امکانات بھی تھے کہ وہ بھی رات بھر جاگتے ہی رہے ہوں لیکن بہرحال جب ہم ان کے قریب پہنچے تو وہ سونے کی اداکاری کئے ہوئے تھے اور کسی کے انداز سے یہ ظاہر نہیں ہو رہا تھا جیسے وہ ہوشیار ہوں۔ سنتالیہ میرے قریب ہی تھی۔ کہنے لگی۔

"اور میرا زندگی بھر کا تجربہ ہے کہ جو لوگ آرام کی نیند سوتے ہیں وہ ہمیشہ نقصان اٹھاتے ہیں۔ دیکھو ان دہشت ناک جنگلوں میں بھی یہ لوگ کتنے ہاتھ پاؤں پھیلا کر سو رہے ہیں۔ اس بات سے بے خبر کہ کچھ وقت کے بعد ان پر قیامت ٹوٹنے والی ہے۔"

"ہم کیا کریں گے۔"

"پہلے تو ہم تھوڑی سی فائرنگ کر کے یہ اعلان کریں گے کہ ہم نے چاروں طرف

سے انہیں گھیر لیا ہے اور اس کے بعد ان پر اپنا مقصد واضح کریں گے۔"

"یہ کام کون کرے گا.........؟" میں نے سوال کیا۔

"تم........." سنتالیہ بولی اور میں ایک بار پھر تھوڑا سا نروس ہوگیا لیکن بہرحال اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا تھا کام تو کرنا ہی تھا۔ خاص طور سے محمود خوارزم وغیرہ حقیقتوں کو جان چکے تھے۔ بہرحال......... یہ ساری باتیں اپنی جگہ ہم وقت کا انتظار کرتے رہے اور جب اجالوں نے سر ابھارا تو میں تیار ہوگیا۔ سنتالیہ نے اشارہ کیا اور اس کے وحشی ساتھیوں نے اپنے ہتھیاروں کا رخ آسمان کی جانب کر کے فائرنگ شروع کر دی۔ قرب وجوار کی چٹانیں فائرنگ کی بھیانک آوازوں سے گونج اٹھی تھیں۔ پتا نہیں محمود خوارزم اور ہمارے دوسرے ساتھیوں نے اداکاری کی تھی یا پھر وہ واقعی گہری نیند سو گئے تھے کیونکہ اس کے بعد انہوں نے نہایت وحشت کے عالم میں اٹھنے کا مظاہرہ کیا تھا اور انتہائی خوف زدہ نظر آ رہے تھے۔ وہ خوف کے عالم میں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر چاروں طرف دیکھنے لگے اور انہوں نے اس طرح اپنے آپ کو محفوظ کرنے کی کوشش کی جیسے چاروں طرف سے آنے والی ناگہانی موت سے بچنے کی کوشش کر رہے ہوں سنتالیہ ان کی نگرانی کر رہی تھی اور پھر ان کی بدحواسی پر اس نے قہقہے لگائے۔ اس کے بعد بولی۔

"چلو شروع ہو جاؤ۔" فائرنگ ایک دم رک گئی اور میں نے پوری قوت سے چیخ کر کہا۔

"میں تم لوگوں سے مخاطب ہوں جو خوف زدہ ہوگئے ہو۔ خوف زدہ ہونے کی ضرورت نہیں۔ سب سے پہلے اپنے ہتھیار اس سامنے والے حصے میں جمع کر دو اور خبردار رہو کہ تم میں سے کوئی بھی دلیری دکھانے کی کوشش نہ کرے۔ ایک شخص کی دلیری دکھانے کی کوشش تمام افراد کو گولیوں سے چھلنی کر دے گی۔ ہم نے تمہیں گھیر لیا ہے اور ہماری فائرنگ سے تم کو اندازہ ہوگیا ہوگا کہ اگر ہماری رائفلوں کے رخ نیچے کی طرف ہوتے تو اس وقت تمہاری لاشیں خاک وخون میں تڑپ رہی ہوتیں۔ ہم تم سے گفتگو کرنا چاہتے ہیں۔ تم میں سے جو بھی تمہارے گروپ کا سربراہ ہے۔ سامنے آئے اور گفتگو کرے لیکن خبردار اپنے ہاتھ اٹھا کر آمادگی کا اظہار کرو اور اگر سرکشی پر آمادہ ہو تو پھر تم کبھی ہاتھ نہیں اٹھا سکو گے۔" میں نے دیکھا کہ وہاں موجود بے شمار ہاتھ اٹھ گئے ہیں۔ سنتالیہ ہنس کر بولی۔

"میں جانتی ہوں کہ اب ان میں دم خم نہیں ہے لیکن بے وقوف لوگ اگر سنتالیہ

کی غلامی قبول کرلیں تو پھر انہیں کوئی تکلیف نہیں رہے گی۔"

"بالکل ٹھیک کہتی ہو........ کیا میں جاؤں........؟"

"ہاں........ اور بالکل بے فکر رہنا۔ ہم تمہارے سرخ رومال کے اشارے کا انتظار کریں گے۔" پھر میں آہستہ آہستہ آگے بڑھا۔ تمام منصوبہ سوچا سمجھا تھا میں ایک ایک قدم اٹھاتا ہوا اپنے دونوں ہاتھ میں پستول سنبھالے ان کی جانب بڑھ رہا تھا اور سوچ رہا تھا کہ کوئی اور کچھ محسوس کرے نہ کرے لیکن حسن اس بات سے بڑا ناراض ہو رہا ہوگا۔ ویسے حسن سے ملاقات کا تصور میرے لئے سب سے دلکش تھا۔ چند لمحوں کے بعد میں ان کے قریب پہنچ گیا۔ باقی تمام افراد نے بے صبری سے میرا استقبال کیا تو میں نے کہا۔

"نہیں........ آپ سب اپنے آپ کو سنبھالے رکھئے۔ اس وقت واقعی آپ میں سے ہر شخص رائفلوں کے نشانوں پر ہے۔ ہر طرح کی احتیاط برتی جائے۔ ذرا سی لرزش موت کا سبب بن جائے گی۔"

"نہیں........ بے فکر رہو۔ یہ بتاؤ تم خیریت سے ہو۔ آج جو کچھ ہو چکا ہے۔ اس کے بارے میں ہمیں بتاؤ۔ بڑی بربادی ہوئی ہے۔ یہاں بہت کچھ تباہ ہو چکا ہے۔"

"میں جانتا ہوں........ اچھی طرح جانتا ہوں لیکن ہمیں اس پر گفتگو کرنے کے بجائے کام کی باتیں کرنی چاہئیں صورت حال بہت سنگین ہے۔ یہ میں آپ لوگوں کو بتا چکا ہوں۔"

"ہاں........ ہم سے بات کرو ظاہر یہ کرو کہ ہمارے اور تمہارے درمیان مذاکرات ہو رہے ہیں۔ ویسے تم خیریت سے تو ہو نا۔"

"اور........ فاخر کیسا ہے........؟" فرقان داہانے بے صبری سے پوچھا۔

"بالکل ٹھیک ہے........ اور مکمل طور پر محفوظ۔"

"میری بچی........؟" مائیکل فورس بولا۔

"وہ بھی بالکل ٹھیک ہے۔ مسٹر فورس! میں نے بڑی فراست کے ساتھ یہ سب کچھ قابو میں رکھا ہے۔ آپ لوگ اپنی آنکھوں سے دیکھیں گے کہ ایک بھوکی شیرنی کو قابو میں رکھنے کے لئے کیا کچھ کرنا پڑتا ہے۔" میری نگاہ حسن فیروز کی جانب اٹھی وہ ترچھی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا تو میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ میں نے کہا۔

"مائی ڈیئر حسن فیروز افسوس تم سے تفصیلی بات ذرا اطمینان سے ہی ہوگی۔ میں تعاون چاہتا ہوں۔" حسن فیروز نے کوئی جواب نہیں دیا لیکن اس کے چہرے کی تحریر سے

مجھے اندازہ ہوتا تھا کہ وہ مجھ سے بگڑا ہوا ہے لیکن بہرحال اس وقت اس پر توجہ نہیں دی جا سکتی تھی۔ صورت حال ایسی ہی سنگین نوعیت کی حامل تھی۔ میں تقریباً بیس منٹ تک ان لوگوں کو سمجھاتا رہا کہ کیا کیا ہوگا........ اور کس طرح ان لوگوں کو ہمارے حوالے کرنا ہوگا۔ پھر میں تھوڑا سا پیچھے ہٹ کر کھڑا ہو گیا اور انہوں نے اپنا ایک ایک ہتھیار درمیان میں ڈھیر کر دیا اور اس طرح سے انہوں نے اپنے آپ کو سنتالیہ کی تحویل میں دے دیا۔ تب میں نے دونوں ہاتھوں کا بھونپو بنا کر زور سے کہا۔

"میڈم........ اپنے آدمیوں کو بھیج دیجئے تاکہ یہاں کا چارج لے لیں۔ سنتالیہ خود دوڑ پڑی تھی اور باقی لوگ جو یہاں موجود تھے۔ قطار بنا کر کھڑے ہو گئے تھے سنتالیہ کے وحشی تیز رفتاری سے یہاں پہنچے تھے۔ مجھے تو یہ خطرہ تھا کہ کہیں وہ یہاں آتے ہی وحشت خیزی کا مظاہرہ نہ کریں لیکن سنتالیہ نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔

"جب معاہدے ہوتے ہیں اور سچائی کے ساتھ ہوتے ہیں تو کسی کو کوئی نقصان نہیں پہنچایا جاتا۔ خبردار........ تم لوگوں کو ہوشیار رہنا ہے۔ معاہدہ کرنے والوں کو ہم سے کوئی شکایت نہیں ہونی چاہئے۔" سنتالیہ کے ان الفاظ سے مجھے خاصا اطمینان ہوا تھا۔ ادھر چونکہ ان تمام لوگوں کو ہوشیار کر دیا گیا تھا۔ اس لئے یہ بھی مکمل طور پر تعاون کر رہے تھے سنتالیہ نے اپنے آدمیوں کو اشارہ کیا سارا اسلحہ اٹھا لیا گیا۔ سنتالیہ کہنے لگی۔

"اور میرے دوست میرے ابتدائی اقدامات کا برا نہیں مانیں گے کیونکہ اس کے بعد ہمارے درمیان بہترین تعاون کی فضا پیدا ہوگی۔ ہم صرف اور صرف ہتھیاروں کا جائزہ لینا چاہتے ہیں اور اس کے لئے ہمیں تلاشی لینا ہوگی۔"

محمود خوارزم نے کہا۔

"بات اصل میں یہ ہے کہ ہم آپ کو کافی پہلے دیکھ چکے تھے میڈم........ اور ہمیں اندازہ تھا کہ ایک طاقتور گروپ یہاں موجود ہے اور کسی بھی وقت ہمارا اس سے تصادم ہو سکتا ہے لیکن آپ یقین کریں ہماری آرزو تھی کہ خوف و دہشت کی اس دنیا میں ہم کوئی اور خوف اپنے ذہنوں پر قائم نہ رکھیں اور سکون سے وقت گزاریں۔ بدقسمتی ہے ہماری کہ ہم اس زلزلے کا شکار ہوئے اور اس نے ہمارے بہت سے افراد کو ختم کر دیا۔ بہرحال ہم مکمل طور پر اعتماد دلاتے ہیں آپ کو........ کہ ہماری جانب سے نہ تو کوئی غلط بیانی ہوگی اور نہ ہی کسی قسم کا ایسا عمل جو آپ کو ذہنی طور پر ہم سے دور کر دے۔"

بہرحال اسلحہ جو کچھ بھی تھا سارے کا سارا جمع کر دیا تھا اور اس سلسلے میں سنتالیہ نے کوئی

تکلف نہیں کیا اور اسلحہ اپنے قبضے میں کرلیا اور اس کے بعد وہ کہنے لگی۔

"آپ لوگ......... میرے معزز دوست اور معزز ساتھی بن چکے ہیں۔ ہمارے پاس خوراک کے جتنے ذخائر ہیں وہ مشترکہ ہیں۔ اس کے علاوہ ہم مزید خوراک جمع کریں گے۔ ہمارے اور آپ کے درمیان جو مشترکہ مفادات ہیں۔ ان کے سلسلے میں آپ سے گفتگو کی جائے گی۔ میں صرف سربراہ سے تعارف چاہتی ہوں۔ باقی آپ لوگ جس طرح بھی مناسب سمجھیں......... سربراہ کا تعین کرکے اس سے گفتگو کرادیں۔ آپ اطمینان رکھیں کہ میں یا میرے ساتھی آپ کو نہ تو نقصان پہنچانے کے بارے میں سوچیں گے نہ کسی سے عدم تعاون ہوگا۔ سنتالیہ اپنی وحشی فطرت کے باوجود بڑی نفاست سے گفتگو کررہی تھی اور یہ بات باعث حیرت تھی۔

بہرحال یہ لوگ یہاں سے منتقل ہوگئے اور اب تمام لوگ یکجا تھے۔ بعد میں مائیکل فورس کو سربراہ کی حیثیت سے سنتالیہ کے سامنے پیش کیا گیا۔ جینی فورس......... مائیکل فورس کے پاس چلی گئی تھی اور مائیکل فورس کو بڑے جذباتی انداز میں اس سے لپٹتے دیکھا گیا تھا۔ میں حسن فیروز کی تاک میں تھا کافی گھنٹے تک حسن فیروز مجھے نہ مل سکا۔ بعد میں وہ بڑا روٹھا روٹھا سا میرے پاس آیا۔ میں نے کہا۔

"حسن......... کیا قیامت بیتی ہے ہم لوگوں پر.........؟"

"واقعی اس مہم میں تو کرنل ہمایوں نے ہمیں مروا ہی دیا تھا۔"

"کون کرنل ہمایوں......... کون ہو تم.........؟" حسن فیروز نے کہا اور میں ہنسنے لگا۔ پھر میں نے کہا۔

"حالانکہ تمہاری اس ناراضگی کا کوئی جواز نہیں ہے۔"

"خوامخواہ بے تکلف ہونے کی کوشش کررہے ہو میں تمہیں نہیں جانتا۔"

"ٹھیک ہے چیف! غور کرلیجئے۔ آپ خود ہی مجھے اپنی سرپرستی سے نکال رہے ہیں۔"

"الو بنا رہے ہو مجھے۔" حسن فیروز بولا۔

"کیوں........."

"جو کچھ تم نے کیا ہے میرے مشورے سے کیا ہے۔"

"چیف! اگر غور کریں تو آپ کے مشورے کے علاوہ اور کوئی کام ہی نہیں کیا ہے۔ مجھے بتائیے کیا آپ کے مشورے سے ہم خود کو منظر عام پر نہیں لائے؟ کیا اس طرح ہم

نے اپنا وہاں مقام نہیں بنایا.........؟ کیا یہ سب کچھ آپ کے مشورے سے نہیں ہوا تھا؟ جو اس مہم میں آپ نے اس لڑکی کو اپنے قبضے میں لے لیا۔ چیف! ایک بات بتائیے ہر مسئلے میں آپ اتنے بگڑ کیوں جاتے ہیں۔"

"بنا لیا الو......... اور میں بن گیا۔ اعتراف کررہا ہوں۔" حسن فیروز نے کہا اور میں ہنسنے لگا۔ پھر حسن بولا۔

"دیگر......... صورت حال کیا ہے.........؟"

"وہی رپورٹ تو آپ کو دینے جارہا تھا چیف۔"

"اچھا......... اب زیادہ بکواس نہ کرو اور صحیح انداز میں مجھے بتاؤ۔" میں نے مختصراً الفاظ میں سنتالیہ کے بارے میں حسن فیروز کو بتایا تو حسن فیروز کہنے لگا۔

"تم نے اس کی آنکھوں پر غور کیا ہے۔"

"نہیں......... کیوں خیریت.........؟ میرا خیال ہے اس کی دونوں آنکھیں موجود ہیں۔"

"وہ جب دور ہوتی ہے تو تمہیں دیکھتی رہتی ہے اور اس کے دیکھنے کے انداز میں گڑبڑ ہے۔"

"مطلب......... پھر؟"

"سنتالیہ......... پربھاتیہ......... جینی فورس تینوں پر تم نے قبضہ کرلیا ہے۔"

"چیف......... یہ تینوں آپ کی نذر۔"

"نہیں......... میری نظر تو خراب ہوگئی ہے۔ اس نے میرا حلیہ خراب کردیا ہے۔"

"کس نے.........؟"

"نیوبا......... کی بات کررہا ہوں وہی لڑکی نیوبا۔"

"کیوں چیف! اس نے آپ کا حلیہ کیوں خراب کردیا۔"

"یار......... اس طرح چپک گئی ہے کہ چھوڑنے کا نام نہیں لیتی۔"

"یہ تو بہت بڑا کارنامہ ہے آپ کا چیف! میرا خیال ہے کہ کرنل جہانگیر اگر اس کے بارے میں سنیں گے تو پہلی بار انہیں اس بات پر فخر ہوگا کہ ان کا بیٹا ایک جنگلی لڑکی کو بھی اپنے قابو میں لاسکتا ہے۔"

"اچھا......... اب یہ بتاؤ آگے کیا ہوگا.........؟"

"میرا خیال ہے کہ انتہائی احتیاط کے ساتھ ہمیں آگے کا سفر کرنا پڑے گا اور جہاں

تک ایک بات کا تعلق ہے۔ وہ میں محمود خوارزم اور فرقان داہا سے کروں گا اور مائیکل فورس سے بھی۔ نہ ہمارے لئے کماری پربھاتیہ کوئی حیثیت رکھتی ہے۔ نہ جینی فورس لیکن نیوبا کو تم سنبھال کر رکھو گے اور اسے اپنی بیوی ظاہر کرو گے۔"

"شٹ اپ......... شٹ اپ......... شٹ اپ......... ایسے غیر مہذب الفاظ زبان سے مت نکالا کرو۔"

"نہیں حسن فیروز......... یہ تو کرنا ہوگا۔ کسی بھی طرح اس پر سنتالیہ کو شبہ نہیں ہونا چاہئے۔ ورنہ میں دعوے سے کہتا ہوں کہ آگے کسی مقام پر وہ اسے لے کر چمپت ہوجائے گی اور ہم ہاتھ ملتے رہ جائیں گے۔ اس بات کو موقع ملتے ہی محمود خوارزم اور بقیہ افراد کو بھی بتا دینا چاہتا ہوں تم اسے بالکل الگ تھلگ رکھو گے اور اگر کبھی سنتالیہ اس بارے میں پوچھ بھی ڈالے تو کوئی خوبصورت سی کہانی اسے سنا دی جائے گی، جس کی بنا پر یہی کہا جاسکتا ہے کہ وہ ایک صحیح الدماغ لڑکی نہیں ہے اور بس تم سے منسوب ہے۔"

"تم سے عشق کرنے لگی ہے۔"

"پیارے بھائی! وہ جراثیم ہی پیدا نہیں ہوتے میرے اس دماغ میں جو ایسے فضول چکروں میں پڑیں۔"

"یہ جراثیم کیس نہیں ہے۔" حسن فیروز سے میری بہت ساری باتیں ہوئیں اور اس کے بعد موقع ملتے ہی میں نے محمود خوارزم وغیرہ کو بھی اس بارے میں سمجھا دیا اور یہ بھی کہہ دیا کہ ہمارا ایک ایک قدم احتیاط سے اٹھے گا کیونکہ یہ لوگ خود اس غیر متوازن عورت کا جائزہ لے سکتے ہیں جس کی کوئی کل سیدھی نہیں ہے۔ سب نے میری بات سے اتفاق کیا تھا۔ یہاں چوبیس گھنٹے قیام کیا گیا اور اس کے بعد طے کیا گیا کہ اب یہاں سے آگے بڑھا جائے۔ سنتالیہ نے پورے خلوص کے ساتھ تمام لوگوں کے ساتھ بیٹھ کر گفتگو کی تھی۔ اس نے کہا تھا کہ ڈاکٹر نیٹ کی کتاب سے اس نے اس عجیب وغریب وادی کا نقشہ پایا اور اپنے ساتھیوں کو جمع کر کے ادھر چل پڑی۔ یہ نقشہ اس کے پاس محفوظ ہے۔ اس نے یہ بھی کہا کہ وہ جانتی ہے کہ یہ گروپ بھی رنگین کہکشاں کی تلاش میں نکلا ہے اور انہیں اس اعتراف سے گریز نہیں کرنا چاہئے۔ پھر وہ کہنے لگی۔

"دولت میری مٹھی میں ہے۔ میں جہاں اور جس ملک میں بھی چاہوں اپنے قدموں میں دولت کے انبار لگا سکتی ہوں۔ میرا طریقہ کار مختلف ہے لیکن میں بھی ستاروں کی طلب گار ہوں۔ وہ رنگین ستارے جو رنگین کہکشاں میں ٹکے ہوئے ہیں اور ان کی تلاش

میرا اولین مقصد ہے۔ البتہ میں یہ وعدہ کرتی ہوں کہ اس وادی میں پہنچنے کے بعد میں اپنی برتری کا اظہار نہیں کروں گی۔ اگر میرے ساتھ آپ بھی مکمل تعاون کریں ہم لوگ ایک ایک ہیرے کا حساب کریں گے راستے کی ہر سہولت ساتھ ساتھ گزاریں گے اور اس میں بھی کہیں کوئی گڑبڑ نہیں ہوگی لیکن شرط یہ ہے کہ آپ لوگ خود بھی اس طرح کا تعاون کریں۔" پھر اس کے بعد سفر کا آغاز کردیا گیا تھا۔ ویسے میں یہ محسوس کر رہا تھا کہ سنتالیہ کی وحشت خیزی میں اس زلزلے کے بعد کچھ کمی آرہی ہے۔ ادھر میں دوسرے مسائل میں بھی گھرا ہوا تھا۔ اس کی نشان دہی حسن فیروز نے کی تھی۔

"ایک خطرناک بات سے آگاہ کرنا چاہتا ہوں تمہیں۔"

"کہو حسن! کیا بات ہے؟"

"کماری پربھاتیہ اور جینی فورس دونوں ہی اس بات سے نفرت زدہ نظر آتی ہیں کہ سنتالیہ زیادہ وقت تمہارے ساتھ گزارتی ہے۔ جینی فورس تو غصے سے بل کھا رہی تھی جبکہ کماری پربھاتیہ کی اس سے گفتگو ہوئی تھی۔"

"کماری پربھاتیہ کی۔" میں نے دلچسپی سے پوچھا۔

"ہاں۔"

"کیا کہہ رہی تھی؟"

"جینی فورس سے کہہ رہی تھی کہ لڑکی اپنا سر نہ کھپاؤ وہ اب اس کے جال میں پھنس چکا ہے تو جینی فورس نے تیکھے انداز میں کہا تھا کہ خود کماری پربھاتیہ بھی تو ابھی تک اس سے اظہار الفت کرتی رہی ہے۔ کماری پربھاتیہ نے مسکرا کر کہا کہ ہاں......... ایسا ہے وہ مجھے پسند ہے اور ایک بات میں تمہیں بتا دوں جینی فورس تم میں سے کوئی کتنی ہی کوشش کرلے۔ آخر کار وہ میرا ہوگا۔ جینی فورس نے وحشت بھرا قہقہہ لگاتے ہوئے کہا تھا کہ ایسا کبھی نہیں ہوگا۔ وہ راستے کی ہر رکاوٹ کو ہٹا دے گی تو عزیزم! اب بچو......... تین تین بیمار ہیں ایک انار کے لئے۔"

"کمال ہے یار......... یہ سب ایک ہی انداز میں کیوں سوچتی ہیں۔"

"بس......... بس اپنے آپ کو گلفام سمجھنے کی ضرورت نہیں پاگل ہوتی ہیں یہ بے وقوف خواتین۔ خواہ مخواہ تمہارے چکر میں پڑی ہیں۔ اگر مجھ جیسی عظیم الشان شخصیت کا مسئلہ ہوتا تو بات کچھ اور تھی۔"

"بہرحال......... میں خود بھی اندازہ لگا رہا تھا۔ ویسے بڑی عجیب وغریب کیفیت تھی

اس وقت بھی ہم نے رات کا پڑاؤ کیا تھا اور میں حسن فیروز ہی سے باتیں کر رہا تھا کہ سنتالیہ کا پیغام میرے پاس پہنچا اس نے مجھے بلایا تھا۔ میں اپنی جگہ سے اٹھ کر اس کے پاس پہنچ گیا۔ کافی فاصلے پر الگ تھلگ بیٹھی ہوئی تھی۔ میں اس کے قریب پہنچا تو اس نے مجھ سے کوئی بات نہ کی مجھے دیکھتی رہی۔ ایک عجیب سی شکست خوردگی تھی اس کے انداز میں پھر اس نے کہا۔

”بیٹھو ڈیئر عبران۔“ اور میں اس کے سامنے بیٹھ گیا۔ سنتالیہ عجیب و غریب انداز میں دیکھتی رہی پھر بولی۔

”ایک بات بتاؤ......... بے شک میرا اور تمہارا کوئی طویل واسطہ نہیں ہے لیکن اگر میں اس زلزلے اور آتش فشانی میں ہلاک ہو جاتی تو کیا تمہارے ذہن کا کوئی گوشہ متاثر ہوتا؟ کیا تم مجھ پر غور کرتے؟ کیا تمہاری آنکھوں میں میرے تصور سے نمی آجاتی.........؟“ میں نے خاموشی سے سنتالیہ کو دیکھا اور کہا۔

”میں آپ کی شخصیت کو اتنا کمزور نہیں سمجھتا میڈم میں خود بھی زندہ بچ کر یہ سوچتا رہا تھا کہ آپ بھی زندہ ہوں گی۔“

”خوبصورتی سے میرا سوال ٹال رہے ہو۔ میں تم سے جواب چاہتی ہوں۔“

”میں نے سوال ٹالا نہیں ہے بلکہ مناسب جواب دیا ہے۔“

”دیکھو......... میں نے زندگی میں ہمیشہ فتح حاصل کی ہے ہر نقصان کو جوتے کی نوک پر مار دیا ہے۔ کسی نقصان کو نقصان سمجھا ہی نہیں لیکن اب ہار جانے کو جی چاہتا ہے۔ میں شکست کی لذت چکھنا چاہتی ہوں میں نے تم سے کہا تھا کہ زندگی میں ایک بار کسی کے قدموں میں ضرور جھک جاؤں گی لیکن یہ وقت اتنی جلدی آگیا۔ تمہارے بارے میں، میں نے محسوس کیا ہے کہ تم بہت سنگدل ہو۔ تمہارے سینے میں دل کی جگہ پتھر رکھا ہوا ہے۔ میں اس پتھر پر کوئی نشان نہیں لگا سکی۔ میں نے ہار مان لی ہے اور اب میں تم سے محبت کی بھیک مانگتی ہوں۔ ہاں......... میں جھک گئی ہوں تمہارے سامنے مجھے تمہاری محبت چاہیے۔“

اسی وقت عقب سے تالیوں کی آواز سنائی دی اور میرے ساتھ سنتالیہ بھی چونک پڑی لیکن میں نے جو دیکھا اسے دیکھ کر میں ششدر رہ گیا۔ وہ جینی فورس تھی جس کا چہرہ غصے سے سرخ ہو رہا تھا۔ اس نے مذاق اڑانے والے انداز میں کہا۔

”اور جب سے تم ان لوگوں کو ملی ہو یہ تمہارے رعب، تمہاری شخصیت کی تعریف

کرتے رہتے ہیں لیکن آج میں، تمہیں کتیا کی طرح کسی کے پاؤں چاٹتے ہوئے دیکھ رہی ہوں۔ کیا اس کے بعد بھی تم کسی عزت کی مستحق ہو.........؟“ میرے کان بری طرح جھنجھنا اٹھے۔ میں نے گھبرائی ہوئی نگاہوں سے سنتالیہ کی طرف دیکھا جو جینی فورس کے الفاظ سمجھنے کی کوشش کر رہی تھی۔ جینی فورس نے یہیں پر بس نہ کیا۔ وہ آگے بڑھی اور اس نے سنتالیہ کے منہ پر تھوک دیا۔ سنتالیہ ہڑبڑا کر کھڑی ہو گئی تھی۔ اس نے اپنے چہرے پر پڑے ہوئے تھوک کو صاف کیا۔ میری طرف دیکھا اور آہستہ آہستہ اس کا چہرہ سرخ ہونے لگا۔

”کون ہے تو کتیا.........؟ کیا بک رہی ہے.........؟ تجھے اس کا اندازہ ہے۔“

”کتیا میں نہیں تو ہے۔ کس طرح دم ہلا رہی ہے۔ کیا تو......... کیا تو.........“ لیکن جواب میں سنتالیہ کا زوردار تھپڑ جینی فورس کے منہ پر پڑا۔ سنتالیہ ایک طاقت ور عورت تھی جبکہ جینی فورس اس کے مقابلے میں انتہائی نازک اندام۔ جینی فورس بری طرح آگے گری تو سنتالیہ نے آگے بڑھ کر اس کے بال پکڑ لئے اور پھر پوری طاقت سے ایک گھونسا اس کے جبڑے پر رسید کیا۔ اسی وقت میں آگے آیا اور میں نے سنتالیہ کے اور جینی فورس کے درمیان کھڑے ہو کر کہا۔

”نہیں سنتالیہ......... تم کیا کر رہی ہو.........؟ اس طرح سے تمہارا معاہدہ زخمی ہو جاتا ہے۔“

”پیچھے ہٹ جاؤ......... میں اس کتیا کی بچی کو ختم کیے بغیر نہیں چھوڑوں گی۔“

”سنتالیہ پلیز......... ہوش میں آؤ اور تم کیا بک رہی ہو جینی فورس.........؟ میں تمہیں نہیں جانتا تم شاید دیوانگی کا شکار ہو رہی ہو۔ میں کہتا ہوں تم چلی جاؤ یہاں سے۔ ورنہ......... ورنہ اچھا نہیں ہوگا۔“

”نہیں......... ہٹ جاؤ تم آگے سے۔“ سنتالیہ آگے بڑھی۔ جینی فورس ان دو ہاتھوں میں ٹھنڈی ہو گئی تھی۔ وہ بار بار میری طرف ہاتھ ٹکا کر اٹھنے کی کوشش کر رہی تھی لیکن اس سے اٹھا نہیں جا رہا تھا۔ سنتالیہ نے اپنے لباس سے خنجر نکال لیا۔

”میں اسے ایسی شکل دوں گی کہ زندگی بھر یاد رکھے گی۔“

”تم اختیار رکھتی ہو سنتالیہ......... لیکن ابھی جو گفتگو میرے اور تمہارے درمیان ہو رہی تھی۔ اس کے حوالے سے میں تم سے درخواست کرتا ہوں کہ اسے جانے دو۔ یہ پاگل ہو گئی ہے۔ لڑکی اٹھ اور یہاں سے دفع ہو جا۔ کیا تم سچ مچ پاگل ہو گئی ہو؟“ لیکن لڑکی

کے اندر اٹھنے کی سکت نہیں تھی۔ اس کے جبڑے اور شاید گردن کو بھی نقصان پہنچا تھا کیونکہ دو تین بار اٹھنے کی کوشش کرنے کے بعد وہ اوندھے منہ زمین پر لیٹ گئی۔ میں آگے بڑھا اور اسے سیدھا کرتے ہوئے کہا۔

"بے ہوش ہوگئی ہے شاید۔"

"دیکھو عمران۔"

"سنتالیہ.......... درخواست کر رہا ہوں اگر میری درخواست قبول کرو حرکت تو اس نے ایسی ہی کی ہے کہ اسے معاف نہیں کیا جاسکتا۔" میرے الفاظ نے سنتالیہ کو خاصا ٹھنڈا کیا اور اس نے اپنا خنجر اپنے لباس میں رکھ لیا۔ میں نے فوراً ہی ادھر ادھر دیکھا اور پھر آہستہ سے کہا۔

"اگر تم اجازت دو تو میں اسے اس کے باپ کے پاس پہنچا دوں۔"

"کون سا ہے اس کا باپ..........؟"

"مائیکل فورس۔"

"او.......... اس گروپ کا سربراہ۔"

"ہاں۔"

"لیکن.......... لیکن اسے ہو کیا گیا تھا..........؟"

"سنتالیہ! میں نہیں جانتا اگر تم میری بات کا یقین کر سکتی ہو تو کر لو میں نہیں جانتا کہ اسے کیا ہو گیا ہے؟ میرا اس سے کوئی رابطہ نہیں ہے لیکن ایک بات میں نے بارہا محسوس کی؟"

"کیا؟"

"یہ میری جانب متوجہ تھی۔ شاید بے وقوف لڑکی مجھ سے متاثر ہو گئی ہے لیکن یقین کرو اس میں میرا کوئی قصور نہیں ہے۔"

"میں اسے واپس پہنچا دیتی ہوں۔" سنتالیہ نے کہا اور تھوڑی دیر کے بعد اس نے اپنے دو آدمیوں کو طلب کر کے انہیں حکم دیا کہ جینی فورس کو اٹھا کر اس کے ساتھیوں کے پاس پھینک آؤ۔ دو افراد جینی فورس کو لے گئے تھے۔ بہرحال اس کے بعد سنتالیہ مجھے گھورنے لگی۔ اس نے کہا۔

"یہ بات میری سمجھ میں نہیں آرہی کہ اچانک اس مختصر سے وقت میں وہ تم سے کیسے متاثر ہو گئی؟" میرے ہونٹوں میں مسکراہٹ پھیل گئی میں نے کہا۔

"جس طرح میں تم سے متاثر ہو گیا ہوں سنتالیہ۔" میرے ان الفاظ پر سنتالیہ بالکل ٹھیک ہو گئی۔ کچھ لمحے سوچتی رہی تو اس نے گردن جھٹک کر کہا۔

"کمبخت نے سارا موڈ چوپٹ کر دیا۔ میں تم سے جو گفتگو کر رہی تھی۔ اس کے لئے میں نے بمشکل تمام خود کو تیار کیا تھا لیکن.......... لیکن اس کے باپ سے بات کرنا ہو گی مجھے۔"

"سنتالیہ یہ ساری باتیں تم میرے لئے رہنے دو۔ میں ساری صورت حال سنبھال لوں گا۔ میں نہیں چاہتا کہ اس سفر میں کوئی بدمزگی پیدا ہو۔ میں اپنا قبیلہ تو کھو ہی چکا ہوں۔ اپنے ساتھیوں کو کھو چکا ہوں۔ بتاؤ! ایک لڑکی کی بے وقوفی کی وجہ سے صورت حال کتنی خراب ہو جائے گی۔ وہ لوگ تم نے دیکھا کہ ہم سے مسلسل تعاون کر رہے ہیں۔"

"ٹھیک ہے تم کہہ رہے ہو اس لئے خاموش ہو جاتی ہوں۔" بمشکل تمام سنتالیہ کو اعتدال پر لایا تھا اور جب وہ چلی گئی تو میں واپس چل پڑا لیکن ایک ایک قدم ہزاروں دھماکے پیدا کرتا ہوا گزر رہا تھا۔ وہاں سے سیدھا مائیکل فورس کے پاس پہنچا۔ وہاں کھلبلی مچی ہوئی تھی۔ سب جینی فورس کے گرد جمع تھے۔ مائیکل فورس پریشان ہوا جا رہا تھا۔ اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ اس نے کہا۔

"زخمی کر دیا اس کتیا کی بچی نے۔ دیکھو میری بیٹی کو شدید زخمی کر دیا ہے اس نے.......... آہ.......... اس کا جبڑا ٹوٹ گیا ہے.......... جبڑا ٹوٹ گیا ہے اس کا۔" میں نے جینی فورس کو دیکھا۔ غالباً انہی میں سے کسی شخص نے اس کے جبڑے پر پٹی کس دی تھی' وہ مسلسل بے ہوش تھی اور اس کا چہرہ پیلا پڑ گیا تھا' مائیکل فورس نے رندھی ہوئی آواز میں کہا۔

"ہوا کیا تھا آہ میری بچی' پتا نہیں اس کی کیا کیفیت ہوئی ہے اگر وہ زندہ نہ بچی تو.......... تو۔"

"مائیکل فورس میں نہیں سمجھ سکتا کہ اس دیوانگی کا علاج کس کے پاس تھا' میرے پاس.......... تمہارے پاس یا کسی اور کے پاس' میں نہ جانے کیسے کیسے جتن کر کے اس وحشی عورت کو قابو میں کئے ہوئے ہوں لیکن ابھی ساری صورت حال بگڑ گئی تھی' وہ مجھ سے باتیں کر رہی تھی' جینی فورس وہاں پہنچی اور اس نے اس انداز میں اس سے گفتگو کی کہ کوئی بھی ہوتا بری حالت کا شکار ہو جاتا' بڑی مشکل سے میں نے اسے ٹھنڈا کیا ورنہ شاید یہ زندہ واپس نہیں آسکتی تھی۔"

"تم نے.......... تم نے.......... تم نے اس کتیا کو.......... تم نے اس کتیا کو اس درندگی سے کیوں نہیں روکا' کیسے زخمی کردیا ہے اس نے میری بچی کو.......... کیسے زخمی کر دیا ہے۔"

"اگر یقین کرسکتے ہو مائیکل فورس تو یقین کرلو کہ اگر میں وہاں موجود نہ ہوتا تو اس وقت جینی فورس کی لاش تمہارے سامنے پہنچتی' بڑی مشکل سے میں نے اسے باز رکھا ہے۔"

"مگر..........؟"

"نہیں پلیز' ابھی اس کو سنبھالو' میں بعد میں تمہیں ساری تفصیل بتا دوں گا۔"

"محمود خوارزم' فرقان داہا اور کماری پربھاتیہ بھی وہاں موجود تھے۔ کماری پربھاتیہ نے زہریلے لہجے میں کہا۔

"مائیکل فورس' ایک بڑی احمقانہ بات ہے' تم لوگ عورت کو پاؤں کی جوتی بھی سمجھتے ہو' کوئی عزت' کوئی حیثیت نہیں ہے اس کی تم لوگوں کے درمیان لیکن اسے سر پر بٹھاتے ہو تو اس طرح کہ دوسروں کے لئے بھی عذاب بنا دیتے ہو' میں بتاتی ہوں تمہیں ساری صورت حال۔ جینی فورس اپنی فطرت سے متاثر ہوکر' مغرب کی آزادی اور مغرب کے ماحول سے متاثر ہوکر یہاں بھی عشق و محبت کا کھیل کھیلنے سے باز نہیں آرہی تھی وہ ہر قیمت پر عبران داہا کو اپنے جال میں پھنسانا چاہتی تھی جبکہ عبران داہا اس سے مختلف قسم کا انسان ہے وہ اپنی آگ میں جھلستی ہوئی وہاں پہنچ گئی اور اس نے جوش و رقابت میں اس خوفناک عورت کو چھیڑ دیا ہوگا' مائیکل فورس ایک بات ذہن میں رکھو' تمہاری بیٹی یا تم اگر دیوانگی کی حدود میں داخل ہوئے تو ہم تمہارے ساتھی نہیں رہیں گے' یہ بات تمہیں بتانا ضروری ہے اس لئے کہ باقی لوگوں کی زندگی بھی تمہاری وجہ سے خطرے میں پڑ سکتی ہے۔"

مائیکل فورس سناٹے میں رہ گیا تھا' دیر تک وہ کوئی بات نہ کہہ سکا پھر اس نے کہا۔

"آپ لوگوں نے دیکھا ہے کہ اس وحشی عورت نے میری بچی کا کیا حال کیا ہے میں محسوس کررہا ہوں کہ اس سے ہمدردی کرنے کے بجائے آپ مجھے کچھ حقیقتیں سمجھا رہے ہیں۔"

بہرحال اس کے بعد باقی لوگ بھی منتشر ہوگئے' خاص طور سے تھوڑی ہی دیر کے بعد فرقان داہا نے مجھ سے ملاقات کی اور میرے قریب پہنچ کر بولا۔

"تم ایک مثالی نوجوان ہو' میں تم پر رشک کرتا ہوں درحقیقت تم نے وہ کچھ کیا ہے جو اس دور کے نوجوانوں سے متوقع نہیں ہوتا میں خود اپنے بیٹے کی بات کرتا ہوں اتنا بڑا انسان نہیں ہے وہ' داد دیتا ہوں اور خراج عقیدت پیش کرتا ہوں' محمود خوارزم کو کہ وہ تم جیسے بیٹے کا باپ ہے۔"

"اور اگر تم یہ سمجھ رہے ہو کہ تمہاری یہ گفتگو میں نہیں سن رہا تو اس خیال کو دل سے نکال دو' میں چھپ کر تمہاری باتیں سن رہا ہوں۔" محمود خوارزم نے عقب سے کہا اور مسکراتا ہوا ہمارے پاس آگیا' فرقان داہا ہنسنے لگا تھا پھر اس نے کہا۔

"چلو یہ اچھی بات ہے تمہاری تعریف تمہارے سامنے نہ ہوئی تاکہ کل یہ نہ کہہ سکو کہ میں نے جان بوجھ کر یہ تعریف کی تاکہ تم خوش ہوجاؤ۔"

بہرحال سفر جاری رہا اس دوران دو تین بار میں نے جینی فورس کو دیکھا تھا اب اس کی آنکھوں میں ایک جنون سا نظر آتا تھا اگر وہ کبھی مجھے دیکھتی تو اس کی آنکھوں میں ایسی آگ سلگ رہی ہوتی کہ بعض اوقات تو خود میری نظریں جھک جاتیں' لیکن میں نے اسے چھیڑنا مناسب نہیں سمجھا تھا۔

اس شام محترمہ کماری پربھاتیہ ٹہلتی ہوئی میرے پاس آگئیں اصل میں جنگل میں اور تو کوئی خاص کام نہیں تھا دن میں سفر کیا جائے کھانے پینے کے بعد تھوڑی سی باہر کی سیاحت اور اسی میں گڑبڑ ہوجاتی تھی یا تو گروپ بنا کر نکلا جاتا یا پھر ایسے ہی۔ بے چارہ فاخر اپنے معاملات میں مصروف رہتا تھا' حسن فیروز صاحب تو اس طرح نیوبا کے ساتھ نظر آتے تھے جیسے وہ ان کی منکوحہ ہو اور ان پر تمام ذمہ داریاں ہوں' بعض اوقات تو مجھے بڑی ہنسی آتی تھی لیکن ایسے موقع پر حسن فیروز کا چہرہ بری طرح بگڑ جاتا تھا اور وہ گھورنے لگتا تھا مجھے۔ میں بھی سوچتا تھا کہ بے چارے کو بلاوجہ تنگ کرنے سے کیا فائدہ' بہرحال اس وقت بھی باہر نکل آیا تھا اور تھوڑی سی تنہائی چاہتا تھا لیکن مجھے تنہا نہ رہنے دیا گیا وہ جناب محترمہ کماری پربھاتیہ تھیں جو چوری چھپے میری طرف آرہی تھیں' قریب پہنچ کر بولیں۔

"خدا کا شکر ہے تنہا ہی ہو۔"

"بہت عرصے سے تنہا ہوں' کیوں خیریت۔"

"بس آپ نے ہمیں گھاس ہی نہیں ڈالی۔"

"نہیں کماری آپ تو بہت بڑی شخصیت ہیں' گھاس سے آپ کا کیا تعلق؟" میں نے کہا اور پربھاتیہ زور سے ہنس پڑی۔ پھر کہنے لگی۔

"ایک بات کہوں' تمہاری ایک بات نے مجھے خوابوں کی وادی میں دھکیل دیا ہے۔"

"اللہ خیر کرے! اب یہ بتایئے کہ میں رسی ڈال کر آپ کو اس وادی سے نکالوں یا آپ خود ہی کوشش کریں گی۔"

"مذاق مت کرو' یہ نہیں پوچھا تم نے کہ میں کون سی بات کا تذکرہ کر رہی ہوں۔"

"بتانا پسند فرمائیں تو بتا دیجئے گا' میں اپنی غلطی پر شرمندہ ہو جاؤں گا۔"

"جو کچھ بھی ہو تم نے کہا تھا کہ یہاں ان پہاڑوں میں' تم حسن و عشق کے کھیل کے لئے نہیں آئے ہو' نہ تمہیں جینی فورس سے کوئی دلچسپی ہے اور نہ ہی سنتالیہ سے' تمہارے چاہنے والوں میں تو میں بھی ہوں' میرے بارے میں تو تم نے کچھ نہیں کہا کیا میری تقدیر کے ستارے عروج تک پہنچ رہے ہیں۔" میں نے خوفزدہ انداز میں کماری پربھاتیہ کو دیکھا اور پھر کہا۔

"ایک بات آپ سے بھی عرض کروں کماری جی۔"

"ہاں بولو۔"

"سنتالیہ کے سامنے کبھی آپ اتنی لگاوٹ کا اظہار نہ کریں' جینی فورس ابھی تک بستر پر ہے' آپ کا کیا ہو گا۔"

"میرے لئے تم جو ہو۔"

"میرا کیا ہو گا۔" میں نے کہا وہ ہنسنے لگی پھر بولی۔

"ایک بات کہوں تم سے۔"

"ہاں کہیے۔"

"اگر ممکن ہو تو اپنے فادر (ڈیڈی) سے پوچھ لینا میرے بارے میں' میں بہت ٹھنڈی عورت ہوں' ہمیشہ دماغ سے کام لیتی ہوں' جذبات سے نہیں' سنتالیہ کے لئے بھی اگر کوئی ضرورت پیش آئی تو اسے میں خود اپنے ہاتھوں سے قتل کر دوں گی اور للکار کر کروں گی' تم دیکھو اتنا معمولی نہ سمجھو مجھے۔"

"جی!" میں نے کہا اور پھر کافی دیر تک ہم لوگ' باتیں کرتے رہے تھے' کماری پربھاتیہ کو بھی برداشت کرنا پڑا' یہ الگ سے ڈیوٹی تھی میری' جس کے بارے میں بعد میں' میں نے حسن فیروز سے کہا تو وہ بولا۔

"یار تم سے بڑا شاطر میں نے اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھا۔"

"تم بھی یہی بات کہو گے۔"

"مجھے اس جنگلی لڑکی کے چکر میں پھنسا کر تم نے اس بار چاروں طرف دانہ ڈال دیا ہے حالانکہ میں یہ کام بہت آسانی سے کر سکتا تھا' خانم فرقانہ کو تم بھول نہیں سکے ہو گے۔"

میں ہنسنے لگا میں نے کہا۔

"یقین کرو حسن فیروز میں خوفزدہ ہوں' خاص طور سے جینی فورس کی آنکھوں میں جو جنون نظر آتا ہے وہ مجھے اس بات کا احساس دلاتا ہے کہ اس کی غلط حرکت ہم سب کے لئے کہیں عذاب نہ بن جائے۔"

"ہم دو کو نکال کر باقی جہنم میں جائیں' مجھے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔"

میں خاموش ہو گیا اس دن کے بعد سنتالیہ سے اس قسم کی کوئی گفتگو نہیں ہوئی تھی وہ بڑی شرافت سے ہم لوگوں کے ساتھ پیش آ رہی تھی اور اس دن بھی اس نے مائیکل فورس' محمود خوارزم فرقان داہا وغیرہ کو طلب کر کے ایک میٹنگ کی تھی وہ کہنے لگی۔

"آپ لوگوں کے ساتھ میں جس انداز میں پیش آ رہی ہوں میرا خیال ہے کہ اس سے آپ نے یہ بالکل محسوس نہیں کیا ہو گا کہ میں اپنے آپ کو کسی شکل میں آپ سے برتر سمجھتی ہوں اور نہ ایسی بات ہے' میں آپ سے یہ کہنا چاہتی ہوں کہ اب ہم لوگ جتنا فاصلہ طے کر کے آگے آ گئے ہیں اس کے بعد ہمیں ایک بار بیٹھ کر راستوں کے بارے میں تعین کر لینا چاہئے اگر میرا اندازہ غلط نہیں ہے تو اب کچھ وقت کے بعد ہمیں اس وادی میں پہنچ جانا چاہئے' جس کی نشاندہی ایک سوکھے ہوئے درخت کے ذریعے کی گئی ہے اس کے چاروں طرف اونچے اونچے پہاڑ ہیں اور صرف سرنگوں ہی کے ذریعے ہمیں دوسری طرف جانے کا راستہ مل سکتا ہے کیا خیال ہے آپ کا اس وادی کو تلاش کرنے میں ہمیں کوئی دقت ہو گی۔"

"بالکل نہیں اگر ہمارا اندازہ غلط نہیں ہے تو ہمیں آج شام تک یا کل صبح کو تھوڑا سا فاصلہ طے کر کے اس وادی کے قریب پہنچ جانا چاہئے۔"

"میں آپ سے اتفاق کرتی ہوں محمود خوارزم' ویسے آپ لوگ بڑے اعتماد کے ساتھ بات کرتے ہیں' حالانکہ آپ نے مجھے یہ نہیں بتایا کہ آپ کے پاس راستوں کا تعین کرنے کے لئے کون سے ذرائع ہیں۔"

"میڈم سنتالیہ صرف ڈاکٹر نیٹ کی کتاب!" محمود خوارزم نے کہا اور سنتالیہ ہنس پڑی پھر بولی۔

"کبھی کبھی تو مجھے ایک عجیب سا احساس ہوتا ہے۔"

"کیا؟"

"یہ ڈاکٹر نیٹ جو تھا یہ کوئی انتہا پسند آدمی تھا اور اس نے دنیا کے ذہین ترین لوگوں کو مصیبت میں ڈالنے کے لئے ایک کتاب لکھ ڈالی اور دیکھو کیسے کیسے لوگ مصیبت میں پھنسے ہوئے ہیں۔"

بہرحال شام کا پڑاؤ اس وادی سے تھوڑے فاصلے پر ہوا تھا چونکہ جب پہاڑوں نے راستہ روک لیا تھا تو آگے بڑھنے کا فیصلہ ترک کردیا گیا تھا اور اس کے بعد سنتالیہ فرقان داہا وغیرہ کے پاس پہنچ گئی۔

"میں سمجھتی ہوں یہ لوگ کھانے پینے کا بندوبست کرتے ہیں ہم لوگوں کو اس پہاڑی کو عبور کرنے کے لئے سرنگیں دریافت کرنا ہوں گی اور یہ کام ہم میں کوئی ایک آدمی نہیں کرسکتا۔"

"ٹھیک ہے۔"

پھر یہ کام شروع کردیا گیا' سنتالیہ کی ذہانت اس سلسلے میں بھی کام کرتی رہی تھی اور آخر کار ایک ایسی سرنگ دریافت کرلی گئی تھی جس کے بارے میں لازمی طور پر یہ اندازہ لگا لیا گیا تھا کہ اس سرنگ کے ذریعے دوسری طرف پہنچا جاسکتا ہے اس بات سے مطمئن ہونے کے بعد سب لوگ واپس آگئے اور کھانے پینے کا سلسلہ شروع کردیا گیا' طے یہ کیا گیا تھا کہ صبح کی روشنی میں اس سرنگ میں داخل ہوکر دوسری طرف پہنچا جائے گا۔

پھر اسی رات موسم کافی خراب ہوگیا' تیز ہواؤں کے جھکڑ چلنے لگے اس کے ساتھ ساتھ ہی سردی بھی اچھی خاصی تیز ہوگئی ان علاقوں کے بارے میں کبھی کوئی بات حتمی طور پر نہیں کہی جاسکتی تھی کہ کب کیا ہوجائے' موسم کے بارے میں دن میں کوئی تاثر نہیں تھا لیکن اس وقت موسم کافی خراب تھا میں نے قرب وجوار کا ایک جائزہ لیا یہ اندازہ لگانے کی کوشش کررہا تھا کہ اس خراب موسم سے کسی کو کوئی نقصان تو نہیں پہنچا میں باہر نکل آیا اور ایک ٹیلے پر کھڑے ہوکر دور دور تک دیکھنے لگا ہوا کے تیز جھکڑ پیروں کو زمین سے اکھاڑے دے رہے تھے اور اسی رات میں نے جینی فورس کو اپنے خیمے کے عقبی حصے سے باہر نکلتے ہوئے دیکھا وہ عقبی حصے کا نیچے کا پردہ اٹھا کر باہر نکلی تھی میں نے ایک لمحے میں اسے پہچان لیا اس کے اس طرح نکلنے کا انداز سمجھ میں نہیں آیا تھا لیکن بہرحال کوئی نہ کوئی سنسنی خیز بات ضرور تھی میں نے اسے نگاہوں میں رکھا اور آہستہ آہستہ ٹیلے

سے نیچے اترنے لگا' جینی فورس جس طرف جارہی تھی اس کا بھی مجھے اندازہ ہوگیا اس کا رخ سنتالیہ کے خیمے کی جانب ہی تھا ایک بڑی سی چٹان کے قریب سنتالیہ کا خیمہ لگا ہوا تھا میں تیز رفتاری سے چلتا ہوا جینی فورس سے پہلے سنتالیہ کے خیمے کے پاس پہنچ گیا اور میں نے ایک ایسی جگہ اپنے بدن کو سمیٹ لیا جہاں سے میں تھوڑا سا پردہ ہٹا کر خیمے کے اندر جھانک سکتا تھا' جینی فورس خیمے کا پردہ ہٹا کر اندر داخل ہوگئی خیمے کے اندر اندھیرا تھا' جینی فورس غالباً اس اندھیرے میں آنکھیں پھاڑ رہی تھی کہ اچانک تیز روشنی ہوگئی' یہ ایک بیٹری لیمپ تھا جس نے پورے خیمے کو منور کردیا تھا' جینی فورس اچھل گئی تھوڑے فاصلے پر سنتالیہ ایک چھوٹی سی کرسی پر بیٹھی ہوئی تھی اور اس کے ہونٹوں پر ایک سنسنی خیز مسکراہٹ تھی۔

"حیران ہونے کی ضرورت نہیں آؤ آگے آؤ' میں اس وقت باہر تھی جب تم چوری چوری میرے خیمے کی جانب بڑھ رہی تھی' اندازہ ہوگیا تھا مجھے کہ تم میرے خیمے میں ہی آرہی ہو' کیا بات ہے.........؟ کیا چاہتی ہو.........؟"

"تمہیں قتل کرنا چاہتی ہوں میں' تمہیں زندگی سے محروم کردینا چاہتی ہو۔"

"کیوں؟"

"اس کے لئے جو مجھے بہت پیارا ہے........." جینی فورس نے کہا۔

"تم اسے حاصل کرنا چاہتی ہو۔"

"ہاں' چاہے مجھے اس کے لئے اپنی پوری کائنات کو ختم کرنا پڑے۔"

"اور اگر میں تم سے یہ کہوں کہ میں بھی اسے اتنا ہی پسند کرتی ہوں اور میں نے زندگی میں جب بھی کسی کو پسند کیا ہے وہ میرا ہوئے بغیر نہیں رہ سکا' کوئی جاندار شے ہو یا بے جان......... اگر تم اسے پسند کرتی ہو تو میں تمہیں اس دنیا میں پسند نہیں کرتی۔ بولو کیا کہتی ہو؟"

"تب میں تمہیں ختم کردوں گی۔" جینی فورس نے کہا اور ایک لمحے کے اندر میں نے جینی فورس کے ہاتھ میں ایک چوڑا اور مڑا ہوا خنجر دیکھا اس نے نہایت ہی برق رفتاری سے سنتالیہ پر حملہ کردیا تھا لیکن سنتالیہ اپنی جگہ سے ہلی بھی نہیں تھی اس نے بیٹھے بیٹھے جینی فورس کی کلائی پکڑی اور دوسرے لمحے جینی فورس کو ایک زور کا جھٹکا دیا' جینی فورس کے حلق سے کراہ نکل گئی' میں نے اس کے خنجر والے ہاتھ کو شانے کے پاس سے جھولتے ہوئے دیکھ لیا تھا غالباً اس کا یہ ہاتھ بازو کے پاس سے ٹوٹ گیا تھا' خنجر اس کے

ہاتھ سے نیچے گر پڑا اور دوسرے ہاتھ سے اس نے اپنے بازو کو پکڑ لیا وہ بری طرح لڑکھڑا رہی تھی۔ سنتالیہ نے بیٹھے ہی بیٹھے وہ خنجر پاؤں سے اپنی جانب کھسکایا اور پاؤں ہی سے اسے اچھال کر دستے کے پاس سے پکڑ لیا۔

"لڑکی پہلی بار میں نے تجھے چھوڑ دیا تھا اور اب دوسری بار میں تجھے چھوڑ نہیں سکتی کیونکہ یہ میرے اصول کے خلاف ہے۔" جینی فورس اب بھی لڑکھڑا رہی تھی' سنتالیہ اپنی جگہ سے اٹھی اور اس کے بعد میں کچھ بھی نہ کرسکا' سنتالیہ نے یہ خنجر جینی فورس کے سینے پر دل کے مقام پر داخل کردیا تھا اور پھر ایک بار نہیں بلکہ کئی بار اس نے جینی فورس کو اس خنجر سے زخمی کیا اور اس کے بعد ایک زور دار لات مار کر اسے نیچے پھینک دیا' جینی فورس کے حلق سے آواز بھی نہیں نکلی تھی' میرے اوسان خطا ہوگئے تھے اور میں اپنی جگہ کچھ لمحات کے لئے ساکت ہوگیا تھا' یہ جو کچھ بھی ہوا تھا ایک بہت بڑی تباہی کا پیش خیمہ تھا' پھر مجھ سے نہ رہا گیا میں لڑھکتا ہوا خیمے سے دور نکلا' چٹان کے عقب میں کھڑا ہوا اور اس کے بعد میں نے اتنی برق رفتاری سے دوڑ لگائی کہ چند ہی لمحوں کے اندر اندر اس جگہ پہنچ گیا جہاں ہم لوگ تمام ساتھیوں کے ساتھ مقیم تھے' میرا سر چکرا رہا تھا اور میں فیصلہ نہیں کر پا رہا تھا کہ مجھے کیا کرنا چاہئے۔ صورت حال کی نوعیت جس قدر سنگین ہوگئی تھی اس کے تحت باقی لوگوں کو اس ہنگامے سے دور رکھنا تھا کیونکہ حرکت جینی فورس کی تھی' لاپرواہی' مائیکل فورس کی۔ شکار سب ہوسکتے تھے نہ مجھے جینی فورس سے دلچسپی تھی اور نہ مائیکل فورس سے' اب زبردستی تو نہیں ہے کہ کوئی کسی سے عشق کرے اور دوسرا اسے اس کا جواب دینے پر مجبور ہوجائے کیا کرنا چاہئے مجھے صورت حال کو سنبھالنا ضروری تھا بہرحال پہلے میں نے اپنے آپ کو سنبھالا اور پھر آہستہ آہستہ مائیکل فورس کی طرف بڑھ گیا تاکہ اسے اس ہولناک واقعہ کی اطلاع دوں اس کے لئے کوئی مناسب الفاظ درکار تھے لیکن بہرحال حقیقت تو بتانی ہی تھی۔ میرے قدم اس جانب اٹھ گئے' جہاں مائیکل فورس سو رہا تھا۔

اس پورے سفر کے دوران جس قدر سنگین یہ واقعہ پیش آیا تھا میرے خیال میں اس سے زیادہ سنگین واقعہ اور کوئی نہیں ہوسکتا۔ مائیکل فورس اپنی بیٹی پر جان دیتا تھا جینی فورس کی موت اسے پاگل کردے گی اور اس کے بعد جو کچھ ہوگا۔ اس کا مجھے بخوبی اندازہ تھا۔ ایک بار پھر میں نے اس بارے میں غور کیا مائیکل فورس کو فوری اطلاع دینے سے پہلے میرے خیال میں اپنے طور پر فیصلہ کرنا ضروری تھا اور اس وقت ان تمام لوگوں سے زیادہ

اہم شخصیت میری نظر میں حسن فیروز کی تھی۔ ادھر تو وہ واقعہ ہوچکا تھا مجھے اندازہ ہوگیا تھا کہ جینی فورس اب اس دنیا میں نہیں ہے لیکن اس کے بعد کے واقعات کے لئے مجھے اپنے آپ کو سنبھالنا تھا۔ فاخر داہا بھی اس وقت کوئی اہم حیثیت نہیں رکھتا تھا۔ بلکہ اس سے پہلے حسن فیروز ہی سے مشورہ کرنا مناسب تھا۔ چنانچہ میں نے راستہ بدل دیا اور حسن فیروز کی طرف چل پڑا پھر میں نے جو منظر دیکھا......... وہ میرے لئے بڑا دلچسپ تھا لیکن اس وقت اس دلچسپ منظر سے لطف اندوز ہونے کا موقع نہیں تھا۔ منظر یہ تھا کہ حسن فیروز کسی پنڈت کی طرح اوندھا لیٹا ہوا تھا اس کی کمر اوپر تھی اور سر سجدے کے انداز میں' گھٹنے مڑے ہوئے تھے لیکن وہ سو رہا تھا اور واقعی سو رہا تھا۔ اس سے تھوڑے فاصلے پر وہ پراسرار لڑکی جس کا نام نیوبا تھا آرام سے سو رہی تھی مگر حسن فیروز کا اس طرح سونا میری سمجھ میں نہیں آیا۔ دل میں انتہائی سنسنی خیز کیفیت تھی لیکن بہرحال......... جو ہونا تھا وہ تو ہو ہی گیا تھا۔ اب بعد کے اثرات سنبھالنے تھے چنانچہ حسن فیروز کے قریب بیٹھ کر میں نے اسے زور سے جھنجوڑا اور مجھے اس بات کا یقین ہوگیا کہ حسن فیروز اداکاری نہیں کر رہا ہے بلکہ واقعی گہری نیند سو رہا ہے۔ خاصی دیر جھنجوڑنے پر وہ جاگا تھا۔ اور آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر مجھے دیکھنے لگا تھا۔ پھر ایک دم سنبھل گیا تھا اور اس کے بعد اس نے کہا۔

"لحد میں بھی میرے شانے ہلائے جاتے ہیں اے پیارے فرشتے منکر نکیر کے اسسٹنٹ ہو' یا خود منکر نکیر ہو۔"

"فضول باتیں کرنے پر آتے ہو تو یہ نہیں سوچتے کہ کیا بک رہے ہو۔"

"تمہاری آواز جانی پہچانی محسوس ہوتی ہے۔"

"حسن اٹھ کر بیٹھو......... یہ مذاق کا وقت نہیں ہے۔"

"سونے کا وقت ہے اٹھ کر نہیں بیٹھ سکتا۔ مذاق کا وقت نہ سہی۔"

"حسن پلیز۔"

"لاحول ولا قوت یہ انگریزوں نے ایسے بے تکے الفاظ ایجاد کردیئے ہیں دل چاہتا ہے کہ جوتے سے اپنا سر پیٹا جائے کوئی کمینگی کی حرکت کردو......... سوری کہہ دو......... کسی کا دل کسی کام کے لئے چاہے نہ چاہے۔ پلیز کی چھری گھونپ کر اس کی زبان بند کردو۔ ابے کیا ہوا ہے تمہیں......... کیا مصیبت نازل ہوئی ہے۔ رات کے اس حصے میں؟؟"

"مصیبت ہی نازل ہوئی ہے۔" میں نے کہا اور حسن چونک کر اٹھ گیا۔ پھر بولا۔

"تم پر بھی نازل ہوگی۔"

"کیا؟"

"مصیبت کی بات کر رہا ہوں۔"

"یار تھوڑی دیر کے لئے سنجیدہ ہو جاؤ تمہاری بڑی مہربانی ہو گی۔"

"اب رات کے اس حصے میں سنجیدہ ہونا تو نہیں چاہئے لیکن تم نے پلیز نہیں کہا ہے اس لئے سنجیدہ ہوا جاتا ہوں......... ویسے مجھے اس لفظ پلیز سے بڑی نفرت ہے۔" وہ سیدھا ہو کر بیٹھ گیا تو میں نے کہا۔

"یہ تم سو کیسے رہے تھے؟"

"یہ ایک قومی راز ہے۔"

"نہیں......... بتاؤ کیا تم واقعی سو رہے تھے؟"

"کمال گدھے ہو یار۔" حسن جھلا کر بولا۔

"کمال تو تم کر رہے تھے۔ اس طرح سوتے ہوئے پہلی بار میں نے کسی کو دیکھا ہے۔"

"جس طرح تم نے پہلی بار کسی کو مصیبت زدہ بھی دیکھا ہو گا۔"

"مطلب........." میں نے چونک کر کہا۔

"یہ میری خالہ کی نانی ہے یا نانی زاد نواسی........." حسن نے جھلائے ہوئے انداز میں لڑکی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"خیر مجھے اس سے تمہارا رشتہ تو پتہ نہیں۔"

"دیکھو......... ہمیشہ مجھے مصیبت میں پھنسا دیتے ہو۔ اب تمہاری چالاکی میں اچھی طرح سمجھ چکا ہو۔ آج سے تم باس اور میں اسسٹنٹ......... اسسٹنٹ رہ کر فائدہ اٹھاتے ہو اور مجھے باس بنا کر مصیبت میں گھسیٹ دیتے ہو۔" حسن نے اس انداز میں کہا کہ مجھے ہنسی آ گئی اور میں نے کہا۔

"حسن......... میں اس وقت ہنسنا نہیں چاہتا۔ جب تم سنجیدہ ہو جاؤ تو مجھے بتا دینا۔"

"لو سنجیدہ ہونے کے بعد بھی بتا دینے کی گنجائش رہتی ہے۔ میرے خیال میں سنجیدگی موت کا دوسرا نام ہے لیکن پیارے بھائی......... میں ہاتھ جوڑ کر تم سے درخواست کرتا ہوں کہ اب تم باس بن جاؤ اور مجھے اسسٹنٹ بنا دو۔ اسسٹنٹ بڑے مزے میں رہتا ہے۔ اور باس......... توبہ توبہ۔"

"مگر تم یہ سو کیسے رہے تھے۔"

"جانتے ہو......... کیا ہوتا ہے.........؟"

"کیا مطلب.........؟"

"میرا مطلب ہے مجھے اس لڑکی کے ساتھ جوڑ دیا گیا ہے اور زمانے بھر کی عورتیں ایک جیسی ہوتی ہیں۔ رات کو سوتے ہوئے مجھ سے لپٹ جاتی ہے اور میرا سارا کردار خراب ہو جاتا ہے۔ اگر دونوں کرنلوں میں سے کوئی ایک دیکھ لے تو میرا کورٹ مارشل کر دے۔ میں بھی سویا ہوا ہوتا ہوں۔ جاگتا ہوں تو عجیب سا محسوس کرتا ہوں لیکن کیا بتاؤں......... کبھی اس طرح سو کر جاگوں تو میرا چہرہ دیکھو......... شرم سے سرخ ہوتا ہے۔ چنانچہ بڑی مشکل سے میں نے اس طرح سونے کی عادت ڈالی ہے۔ کم از کم اونٹ کی طرح بے کل ہو جاتا ہوں۔ جس کی کوئی کل سیدھی نہیں ہوتی اور جب کوئی کل سیدھی نہیں ہوتی تو اس کی بے کلی کو بھی سکون مل جاتا ہے اور یہ اس طرح سو جاتی ہے۔" حسن کی بات پر دل تو چاہا کہ پیٹ بھر کر قہقہے لگاؤں لیکن جینی کو جس انداز میں دیکھ آیا تھا اس سے دل کو افسردگی بھی ہوتی تھی۔ بیوقوف لڑکی اپنی محبت میں ماری گئی۔ میں نے کہا۔

"حسن......... ایک انتہائی سنگین واردات ہو گئی ہے۔ میں تم سے اس سلسلے میں ایک مشورہ کرنا چاہتا ہوں۔ دیکھو سب سو رہے ہیں۔ تم جو بھی مشورہ دو گے میں اس پر عمل کروں گا۔" حسن کے چہرے پر ایک لمحے کے لئے سنجیدگی پیدا ہو گئی تھی۔ اس نے مجھے غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"کیا بات ہے؟"

"جینی......... قتل کر دی گئی۔"

"ایں!"

"ہاں۔"

"کس نے مار دیا.........؟"

"سنتالیہ نے۔"

"ارے باپ رے۔ کیسے......... کیا ہوا.........؟ تمہارے لہجے کی سنجیدگی بتاتی ہے۔ یہ سچ ہے۔"

"میں تم سے جھوٹ نہیں بول رہا۔"

"ہوا کیا.........؟"

"سنتالیہ مجھ سے باتیں کر رہی تھی۔ جینی پر پاگل پن کا دورہ پڑ گیا۔ خنجر لے کر اس

پر دوڑ پڑی۔ کہاں جینی........ کہاں سنتالیہ۔ سنتالیہ نے جینی کو قتل کر دیا۔"

"مر گئی؟"

"ہاں۔"

"مائیکل فورس کو پتہ ہے۔"

"بالکل نہیں۔"

"کہاں ہے وہ........؟"

"سو رہا ہے۔"

"یہ تو بہت گڑبڑ ہو گئی........ اب کیا کریں........؟"

"اسی لئے تمہارے پاس آیا ہوں۔" حسن سوچ میں ڈوب گیا' میں بھی پریشان بیٹھا ہوا تھا۔ ابھی تک یہاں سونے والوں میں کسی کے اندر جاگنے کے آثار نہیں تھے۔ سب گہری نیند سو رہے تھے۔ کافی دیر کے بعد حسن نے کہا۔

"مائیکل فورس تو دیوانہ ہو جائے گا۔"

"میں جانتا ہوں۔"

"پھر کیا کریں؟"

"یہی میں سوچ رہا ہوں۔ میں مائیکل فورس کو اس کی اطلاع دینے جا رہا تھا لیکن میں نے سوچا کہ پہلے تم سے مشورہ کر لوں۔"

"ہاں........ بات واقعی سنسنی خیز ہے۔ بڑی پریشانیوں کی حامل۔"

"سوچو........ سوچو........ غور کرو۔" ہم دونوں خاموش ہو گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد حسن نے کہا۔

"دیکھو........ سنتالیہ اور اس کا گروپ بہت خطرناک ہے۔ ہتھیار ان کے قبضے میں ہیں' ہم نے اگر اس وقت کوئی عمل کیا تو ہم بے موت مارے جائیں گے۔ میرا خیال ہے کہ مائیکل فورس سے ہاتھ دھو لئے جائیں۔"

"مطلب۔"

"مائیکل فورس کو الگ لے جاؤ اور خفیہ طور پر اسے اطلاع دو کہ کیا ہو گیا ہے........؟ یہیں پر اس کے کانوں میں یہ بات نہ بتاؤ یہ کام تمہیں ہی کرنا ہو گا کیونکہ تمہیں سارا واقعہ معلوم ہے۔ مائیکل فورس خود دوڑا جائے گا اور اس کے بعد سنتالیہ اس کے ساتھ جو بھی عمل کرے۔ میرا خیال ہے کہ ہمیں باقی لوگوں کی زندگی کے لئے مائیکل

فورس کی قربانی دینا ہو گی۔" میں خاموشی سے حسن فیروز کی صورت دیکھتا رہا۔ پھر میں نے کہا۔

"حسن۔"

"جانتا ہوں کہ کیا کہو گے........؟ انسانی اقدار کا حوالہ دو گے اگر میری بات نہیں مان سکتے تو جو دل چاہے کرو۔ میرے ذہن میں اس کے علاوہ اور کوئی ترکیب نہیں آتی۔ مائیکل فورس ویسے بھی دیوانہ آدمی ہے اور میں تمہیں بتاؤں........ کہ میری چھٹی حس کہتی ہے کہ وہ ہم سے مخلص بھی نہیں ہے۔ اگر ہم رنگین کہکشاں تک پہنچ گئے تو مائیکل فورس پہلا آدمی ہو گا جو سب سے پہلے ہمیں راستے سے ہٹانے کی کوشش کرے گا۔ وہ غیر ملکی ہے اور جس نسل سے تعلق رکھتا ہے۔ اس کے بارے میں نہ تمہیں غلط فہمی میں رہنا چاہئے نہ مجھے۔"

"کیا مائیکل فورس کو اس واردات کی اطلاع دینے سے پہلے ہم دوسرے لوگوں سے مشورہ لیں۔ چاہے وہ خفیہ ہی کیوں نہ ہو؟" میں نے کہا تو حسن کہنے لگا۔

"بالکل نہیں........ ہر شخص اپنی اپنی رائے دے گا اور اس خطرے کو نہ روک سکیں گے جو ہمارے سر پر پہنچ چکا ہے۔" بہرحال حسن کی بات سے اتفاق کیا گیا تھا اور چند لمحے کے بعد میں ایک مکمل منصوبے کے تحت مائیکل فورس کے پاس پہنچ گیا۔ میں نے اسے بھی جھنجوڑ کر جگایا اور مائیکل فورس اٹھ گیا۔ میں نے سرگوشی کے انداز میں کہا۔

"مسٹر فورس........ براہ کرم میرے ساتھ آیئے۔" مائیکل فورس چونک کر میری صورت دیکھنے لگا پھر کہنے لگا۔

"کوئی خاص بات ہے۔"

"ہاں........" میں نے جواب دیا۔

"کیا بات ہے؟"

"آپ آنا پسند کریں گے میرے ساتھ۔"

"ہاں چلو........" مائیکل فورس اپنی جگہ سے اٹھا اور حیران حیران سا میرے ساتھ چلتا ہوا تھوڑا سا آگے آ گیا میں نے مائیکل فورس سے کہا۔

"مائیکل........ میں نے جینی کو سنتالیہ کی طرف جاتے دیکھا ہے۔ اس کے ہاتھ میں ایک خنجر ہے۔ مجھے خطرہ ہے مائیکل فورس! کہ جینی کہیں خطرناک ارادے سے نہ وہاں گئی ہو۔"

"کیا.........؟" مائیکل فورس پریشان لہجے میں بولا۔

"ہاں مائیکل فورس......... اور......... اور میں نے جینی کی چیخ بھی سنی ہے۔ مائیکل سب کو جگانے کے بجائے میں نے پہلے آپ کو بتانا ضروری سمجھا۔"

"چیخ سنی ہے۔"

"ہاں۔" میں نے جواب دیا اور نتیجہ میری توقع سے بھی زیادہ تیز رفتار نکلا۔ مائیکل فورس تحقیقات کئے بغیر سنتالیہ کی جانب دوڑ پڑا تھا اور میں نے ایک ٹھنڈی سانس لی تھی۔ پھر خاموشی سے اپنی جگہ کھڑا پیش آنے والے واقعے کا منتظر تھا اور چار یا پانچ منٹ کے بعد فائرنگ کی آواز سنائی دی اور اس کے ساتھ ہی مائیکل فورس کی چیخ۔ میں نے ایک ٹھنڈی سانس لی اور واپس دوسرے لوگوں کے پاس آگیا۔ جنگل میں گونجنے والی فائرنگ کی آواز اس قدر بھیانک تھی کہ اگر اس وقت بھی یہاں موجود لوگ سوتے رہتے تو ہم اسے نارمل بات تسلیم نہ کرتے بلکہ یہ ایک حیرت ناک عمل ہوتا۔ وہ سب جاگ گئے تھے۔ جاگنے والوں میں فرقان داہا۔ محمود خوارزم وغیرہ بھی تھے اور پریشانی سے ادھر ادھر دیکھ رہے تھے۔ میں ان کے قریب پہنچ گیا۔ مائیکل فورس کے مسئلے میں ان لوگوں کو بتانا بھی ضروری تھا جب مجھ سے اس بارے میں سوال کیا گیا تو میں نے کہا۔

"ایک انتہائی افسوس ناک واقعہ پیش آچکا ہے۔ آپ لوگوں کو ذہنی طور پر اس کے لئے تیار ہونا ہوگا۔"

"کیا ہوا......... کیا بات ہے.........؟" سب سے پہلے محمود خوارزم نے مجھ سے سوال کیا۔

"اس بات کے امکانات ہیں کہ مائیکل فورس اب ہمارے درمیان نہ ہو۔"

"کک......... کیا مطلب......... کیا تمہیں اس بارے میں کچھ معلوم ہے.........؟"

"ہاں۔"

"کیا.........؟ بتاؤ۔" محمود خوارزم نے اس انداز میں کہا جس سے یہ احساس ہوتا تھا کہ وہ اپنی حیثیت کو استعمال کرنا چاہتا ہے یعنی وہ حیثیت جو اسے مجھ پر فوقیت کی شکل میں حاصل ہے۔ میں نے مختصر الفاظ میں کہا۔

"اصل میں جینی فورس پر دیوانگی طاری ہوئی تھی۔ وہ سنتالیہ کو ہلاک کرنے کے لئے دوڑ پڑی تھی لیکن آپ لوگ بھی جانتے ہیں یہ بات کہ سنتالیہ کو ہلاک کرنا اتنا آسان کام نہیں تھا۔"

"کیا؟"

"ہاں......... اور اس دیوانگی کا اگر مجھے پہلے علم ہوجاتا تو شاید میں جینی فورس کو روک لیتا لیکن افسوس......... اس نے جو کچھ بھی کیا اپنے طور پر کر ڈالا......... اور اس کا نتیجہ بھی بھگت لیا۔"

"مگر ہوا کیا.........؟"

"میرا خیال ہے......... جینی فورس کو سنتالیہ نے فوراً ہی قتل کردیا۔ مائیکل فورس کو جب اس بارے میں اطلاع ملی تو وہ سنتالیہ کی طرف دوڑ پڑا اور فائرنگ کی یہ آواز یقینی طور پر مائیکل فورس کے لئے کوئی تکلیف دہ عمل ہی ہوگی۔ اب یہ الگ بات ہے کہ ہمیں اس کے بارے میں معلوم نہیں ہوسکا۔"

"او......... میرے خدا......... تمہارا مطلب ہے کہ سنتالیہ نے مائیکل فورس کو.........؟"

"ہاں......... میرا یہی مطلب ہے اور امکانات بھی یہی ہیں۔"

"تو اب ہم کیا کریں.........؟"

"انتظار......... اگر مائیکل فورس کے آدمی سنتالیہ پر دوڑ پڑیں تو ہمیں ان میں شریک نہیں ہونا ہے۔ اس بات کا آپ لوگ خیال رکھیئے گا۔" وہ سب عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگے اور میں خاموشی سے واقعات کا منتظر رہا۔ میرا اندازہ غلط نہیں نکلا۔ تھوڑی ہی دیر کے بعد سنتالیہ کے آدمی مائیکل فورس اور جینی فورس کی لاشیں اٹھائے ہوئے قریب آئے۔ ان میں سے کچھ کے ہاتھوں میں رائفلیں دبی ہوئی تھیں جن کا رخ ہم سب کی طرف تھا۔ ان میں سے ایک نے کہا۔

"کوئی بھی جذباتی ہونے کی کوشش نہ کرے۔ ہمیں ہدایت کی گئی ہے کہ جس کے جذبات زیادہ بھڑکیں اسے ہلاک کردیا جائے یہ حکم ہمیں میڈم سنتالیہ نے دیا ہے۔ اس لڑکی نے میڈم سنتالیہ پر خنجر سے وار کئے تھے۔ مجبوراً میڈم سنتالیہ کو اسے ہلاک کرنا پڑا۔ اس کے بعد یہ شخص میڈم سنتالیہ پر دوڑ پڑا تھا اور حالت مجبوری اسے بھی ہلاک کرنا پڑا۔ ان دونوں لاشوں کو سنبھالو اور خیال رکھو کہ میڈم سنتالیہ......... بہرحال تم لوگوں کی حکمران ہے اور اس کے خلاف کوئی عمل تمہارے لئے موت کا سبب بھی بن سکتا ہے۔" سب سکتے میں رہ گئے تھے اور سب کے چہرے اتر گئے تھے مائیکل فورس کے آدمی بھی جذباتی نہ ہوئے اور خاموشی سے مائیکل فورس اور جینی کی لاشوں کو دیکھتے رہے۔ بے شک

یہ بدترین حادثہ تھا اور اس سے سب متاثر ہوئے تھے لیکن اس حادثے پر سنبھلنا تھا۔ رات بھر سب جاگتے رہے۔ دوسری صبح سنتالیہ خود ہمارے درمیان پہنچی اس کے چہرے پر گہری سنجیدگی تھی اس نے کہا۔

"اس لڑکی نے دیوانگی کی انتہاء کردی تھی۔ مجھے اس کی موت کا اور اس کے باپ کی موت کا افسوس ہے لیکن میں خود بھی تو مرنا نہیں چاہتی تھی۔ میں پھر تم لوگوں سے کہہ رہی ہوں کہ نہ میں تمہاری دشمن ہوں نہ تمہارے ساتھ سخت سلوک کرنا چاہتی ہوں لیکن اگر میرے مزاج کے خلاف کسی پر جنون طاری ہوا تو معافی چاہتی ہوں کہ میں اسے معاف نہیں کروں گی تم لوگوں کو اس بات کا خیال رکھنا ہوگا۔ آج کا دن ہم آگے کا سفر نہیں کریں گے۔ تم ان لاشوں کی تدفین کرو۔ اور سنو......... اگر کسی کے ذہن میں میرے خلاف کوئی جذبہ ابھرتا ہے تو میں پورے خلوص سے اس سے کہتی ہوں کہ جس طرح بھی چاہے سامنے آکر مجھ پر وار کرے مجھے ہلاک کردے یا پھر خود ہلاک ہوجائے اور اگر خود ہلاک نہیں ہونا چاہتے تو پھر اس بات کو ذہن میں رکھنا کہ اگر چھپ کر کوئی وار کرنے کی کوشش کی گئی تو بقیہ تمام افراد کو بھی اس کی سزا بھگتنا ہوگی بس یہ کہنا چاہتی ہوں میں۔"

اس کے بعد وہ واپس چلی گئی سب خاموشی سے اسے دیکھ رہے تھے۔ مائیکل فورس کے آدمیوں کے چہروں پر جنون کے آثار تھے۔ لیکن بہرحال ان میں سے کسی نے بھی دیوانگی کا مظاہرہ نہیں کیا تھا۔ پھر مائیکل فورس کے آدمی مائیکل فورس کے سلسلے میں مصروف ہوگئے۔ محمود خوارزم، فرقان داہا اور فاخر وغیرہ میرے پاس آگئے تھے۔ فرقان داہا نے کہا۔

"بات کچھ اور لگتی ہے پتہ نہیں......... دل کیوں ان تمام حقیقتوں کو اس انداز میں تسلیم نہیں کرتا۔ جس انداز میں یہ سامنے آکر ختم ہوگئی تھیں۔ اس کے پس منظر میں کچھ ہے اور اگر کوئی نہ ہو تو براہ کرم اس پس منظر سے ہمیں آگاہ کیا جائے۔" بہرحال فرقان داہا بے وقوف نہیں تھا۔ محمود خوارزم نے بھی مشتبہ نگاہوں سے مجھے دیکھا تھا اور کہا۔

"عبران بیٹے......... کیا تمہیں اس سے زیادہ بھی کچھ معلوم ہے۔"

"ہاں۔"

میں نے کہا اور وہ سب چونک پڑے۔ فرقان داہا نے کہا۔

"بتاؤ۔"

"جینی فورس نے سنتالیہ پر حملہ کیا تھا اس پر دیوانگی طاری ہوگئی تھی۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ سنتالیہ وحشی عورت ہے اور جینی فورس کو ایسا نہیں کرنا چاہئے تھا۔ اس نے

یہ عمل کیا اور یہ بات میرے علم میں آگئی۔ میں جانتا تھا کہ اس کے نتیجے میں سنتالیہ کیا کرے گی۔ سنتالیہ نے جینی فورس کو قتل کردیا لیکن اسی کے خنجر سے......... میں نے یہ منظر اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا میں اس وقت جینی فورس کی کوئی مدد نہیں کرسکتا تھا میں جانتا تھا کہ اگر مائیکل فورس کو یہ تفصیلات دن کی روشنی میں اگر ہوش وحواس کے عالم میں ملتیں تو وہ اپنے آدمیوں کے ساتھ سنتالیہ پر حملہ کرتے اور سنتالیہ بالکل یہ نہ سوچتی کہ حملہ آور صرف مائیکل فورس ہے۔ ہم سب اس کا شکار ہوجاتے اور جو نتیجہ نکلتا وہ آپ لوگوں کو معلوم ہے۔ ایسی شکل میں ضروری تھا کہ میں کوئی موثر اقدام اٹھاؤں۔ میں نے صرف مائیکل فورس کو خفیہ طریقے سے اس بارے میں اطلاع دی اور مائیکل فورس تنہا وہاں دوڑ گیا اور نتیجے میں وہ بھی مارا گیا۔ یہ مجبوری تھی اور ضروری تھا اس ضرورت کو ٹالا نہیں جاسکتا تھا۔ مجھے افسوس ہے کہ ہمارے دو ساتھی کم ہوگئے لیکن مجبوری بھی تھی۔"

یہ ساری تفصیلات سننے کے بعد وہ لوگ خاموش ہوگئے تھے۔ بہرحال مائیکل فورس کی آخری رسومات ادا کردی گئیں۔ پورا دن سوگ میں گزرا تھا سنتالیہ کی طرف بھی خاموشی تھی فاخر نے موقع ملتے ہی مجھ سے کہا۔

"یہ تو بڑی عجیب صورت حال ہوگئی۔ اب کیا کرنا چاہئے۔"

"میرے ذہن میں تو صرف ایک ترکیب آتی ہے اور وہ یہ ہے کہ جس طرح بھی بن پڑے سنتالیہ سے چھٹکارا حاصل کیا جائے اس کے لئے کوئی بہتر منصوبہ بنانا ہوگا۔" میں اور فاخر سوچتے رہے اور اس کے بعد آخر کار ایک نتیجے پر پہنچ گئے۔ رات کو کماری پربھاتیہ کھسک کر میرے پاس آگئی اس نے کہا۔

"جینی فورس کے بعد میری باری ہے۔" میں نے چونک کر کماری پربھاتیہ کو دیکھا اور کہا۔

"میں سمجھا نہیں۔"

"میں بھی سنتالیہ کے ہاتھوں مرنا چاہتی ہوں۔"

"ایک بار پھر میں یہ کہوں گا کماری پربھاتیہ کہ میں سمجھا نہیں۔"

"جینی فورس کیوں ماری گئی.........؟"

"اپنی دیوانگی میں۔"

"یہ دیوانگی اس پر کیوں طاری ہوئی تھی؟"

"کیا کہا جاسکتا ہے؟" میں نے بے پروائی سے کہا تو کماری پربھاتیہ بولی۔

"تم اچھی طرح جانتے ہو...... بہت اچھی طرح جانتے ہو۔"

"کماری پربھاتیہ! میں حیران ہوں کہ ایسے حالات میں بھی جب ہم اپنی دنیا سے دور خوفناک جنگلوں میں ایک مشکل سفر کر رہے ہیں۔ ان باتوں کی گنجائش ہوتی ہے۔"

"ہوتی ہے۔" کماری پربھاتیہ آنکھیں بند کر کے مسکرائی۔

"آپ یقین کیجئے کہ مجھے سخت حیرت ہے۔"

"دل پر چوٹ نہیں کھائی نا ابھی تک...... کیوں سچ کہہ رہی ہوں نا؟" وہ بولی۔

"پتہ نہیں...... یہ چوٹیں کیسے کھائی جاتی ہیں۔ میں نہیں جانتا۔" میں نے جواب دیا اور کماری پربھاتیہ ایک ٹھنڈی سانس لے کر خاموش ہو گئی۔ پھر بولی۔

"خوش نصیب ہو...... کسی نے تمہارے لئے قربانی تک دے ڈالی۔ بڑی بات ہے...... بڑی بات ہے۔" میں ان فضول باتوں میں زیادہ وقت نہیں گنوا سکتا تھا میرا ذہن مسلسل سوچوں میں ڈوبا ہوا تھا اور پھر میں نے اپنا منصوبہ مکمل کر لیا۔ اس منصوبے میں فرقان داہا اور محمود خوارزم کو بھی شریک کرنا تھا چنانچہ حسن سے آخری مشورہ کیا گیا میں نے حسن سے کہا۔

"حسن! ساری صورت حال کا تمہیں علم ہے۔"

"ہاں...... واقعی مجھے اندازہ نہیں تھا کہ ایسا بھی ہو جائے گا۔"

"حسن! میرا خیال ہے کہ ہمیں سنتالیہ سے چھٹکارا حاصل کرنا ہوگا۔"

"کیسے؟"

"ایک منصوبے سے...... ویسے تو سارے منصوبے تم ہی ترتیب دیتے ہو لیکن یہ منصوبہ میں نے ترتیب دیا ہے اور اس سلسلے میں تم سے مشورہ کرنا چاہتا ہوں۔" حسن بہت زور سے ہنسا پھر بولا۔

"یار تم نے آج تک یہ بات تسلیم نہیں کی کہ میری کھوپڑی میں پھوڑا ہے اور جب کھوپڑی کا یہ پھوڑا درد کرتا ہے تو فضول باتیں میرے ذہن میں آتی ہیں اور اس دنیا کے بارے میں تم جانتے ہو اور میں بھی جانتا ہوں بلکہ ہم دونوں ہی اس دنیا کو جانتے ہیں کہ جب کھوپڑی میں پھوڑا ہوتا ہے اور فضول باتیں منظر عام پر آتی ہیں تو وہی اس دنیا کا معیار بن جاتی تھیں۔ لوگ بھی حقیقی باتوں کو نہیں سراہتے۔ آپ زیادہ سے زیادہ احمقانہ بات کہہ دیجئے وہ پذیرائی ہو گئی آپ کی کہ رہے نام سائیں کا اور اگر عقل کی باتیں کہنے پر آ گئے تو زہر کا پیالہ تیار ہوتا ہے۔ اور زہر پینا پڑتا ہے۔ خیر...... میرا خیال ہے میں فلسفہ

بولنے لگا۔

"کیا مقصد ہے کیا کہنا چاہتے ہو۔"

"بس...... سنتالیہ سے پیچھا چھڑانا ہے ہر قیمت پر...... کیا سمجھے۔"

"طریقہ کار۔"

"ایک نقشہ ترتیب دیتے ہیں۔" میں نے اپنا مکمل منصوبہ حسن فیروز کو بتایا تو وہ تشویش بھری نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگا پھر بولا۔

"یار اپنی کھوپڑی چیک کراؤ میرا مطلب ہے اپنے دماغ کا ایکسرے کراؤ۔"

"وہ کیوں؟"

"مجھے لگتا ہے تمہاری کھوپڑی میں بھی پھوڑا نمودار ہو رہا ہے یعنی تم بھی اتنی گہری باتیں سوچنے لگے ہو۔"

"اچھا یہ بتاؤ تم اس بات سے اتفاق کرتے ہو یا نہیں۔"

"یا کمال کا منصوبہ ہے......" بعد میں میں نے یہ منصوبہ محمود خوارزم...... فرقان داہا...... اور کماری پربھاتیہ کے سامنے پیش کیا تو ان سب کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

"ذرہ ایک بار پھر وضاحت کرو۔"

"ہمیں ایک نقشہ ترتیب دینا ہے۔ اس کے لئے ہمیں پرانا کاغذ اور ایسی چیزیں استعمال کرنا ہوں گی یا نہ سہی پرانا کاغذ آپ لوگ یہ سمجھ لیجئے کہ آپ ان راستوں کا ایک نقشہ تیار کریں گے اور ایک غلط سمت اس میں دکھائیں گے...... پھر میں یہ نقشہ چرا کر سنتالیہ کو دوں گا اس سے پہلے میں اس نقشے کا تذکرہ اس سے کروں گا سنتالیہ کہ یہ نقشہ پہنچایا جائے گا اور میں انہیں بتاؤں گا کہ آپ لوگوں کا ایک گروپ جو زبردست ہتھیاروں سے مسلح ہے پیچھے آ رہا ہے اس کے لئے مجھے یہ ٹرانسمیٹر بھی سنتالیہ کو دینا ہوگا جو مرحوم مائیکل فورس نے مجھے رکھنے کے لئے دیا تھا مکمل منصوبہ ان لوگوں نے سنا فرقان داہا تو مجھ پر نثار ہو رہا تھا۔

وہاں سے کیمپ اکھاڑ لیا گیا اور ہم لوگ منصوبے کے مطابق آگے بڑھنے لگے۔ موسم بہتر ہو گیا تھا آتش فشانی کے بعد جو تباہ کاریاں ہوئی تھیں اب ان کا نشان ان علاقوں میں نہیں ملتا تھا جن میں ہم سفر کر رہے تھے سنتالیہ پوری طرح ہماری نگرانی کرتی رہتی تھی۔ میں اور فاخر داہا...... اکثر الگ تھلگ ہی رہا کرتے تھے۔ یہ سب ایک منصوبے

کے تحت تھا۔ اس رات الگ تھلگ بھی جب قیام کیا گیا تو سنتالیہ نے اپنا رخ میری طرف کیا۔ وہ بیٹھی ہوئی تھی میں اس کے پاس پہنچا تو کہنے لگی۔

”تم ان لوگوں کے درمیان کیوں گھسے رہتے ہو.......... مناسب تو نہیں ہے۔ وہ یقینی طور پر ہمارے خلاف منصوبہ بندیاں کرتے رہتے ہوں گے۔ تمہیں بھی کہیں ان منصوبوں میں شریک نہ کرلیں۔“ میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی میں نے کہا۔

”آپ کا کیا خیال ہے میڈم سنتالیہ کیا میں آپ کے خلاف کسی منصوبہ بندی میں شریک ہو سکتا ہوں۔“

”پھر بھی.......... میں نہیں چاہتی کہ.......... تم ان کے درمیان رہو۔“

”اگر آپ یہ حکم دیتی ہیں تو میں اسے ماننا اپنا فرض سمجھتا ہوں کیونکہ بہرحال آپ میری محسن ہیں.......... میڈم.......... لیکن میں اپنے کچھ فرائض بھی سمجھتا ہوں جو واقعہ پیش آیا ہے میں جانتا تھا کہ اس کے بعد وہاں کوئی رد عمل ضرور ہو گا اور بھلا میں آپ پر کیا احسان کروں گا لیکن ہر طرح کی اطلاع دینا تو آپ کو ضروری ہے.......... میڈم وہ لوگ بڑے پریشان ہیں اور میں ایک ایسا راز معلوم کر کے آیا ہوں جو آپ کے لئے بڑی اہمیت کا حامل ہو گا۔“

”کیا؟“

”ان لوگوں نے مائیکل فورس کی موت جس خاموشی سے برداشت کرلی ہے‘ وہ خاموشی بے معنی نہیں ہے ان کا ایک بہت بڑا گروپ جو زبردست ہتھیاروں سے مسلح ہے.......... اور جس میں تقریباً ساٹھ افراد شامل ہیں تیز رفتاری سے آرہا ہے یہ گروپ ابھی کافی پیچھے ہے اور اندازہ یہ ہے کہ دو یا تین دن میں وہ یہاں تک پہنچ جائے گا ان لوگوں کا یہی منصوبہ ہے میڈم کہ وہ گروپ ہم لوگوں کو گھیرلے گا اور اس کے بعد صورت حال الٹی ہو جائے گی یعنی یہ کہ ہم ان کے قیدی ہوں گے..........“ سنتالیہ کا منہ حیرت سے کھل گیا۔ وہ کچھ لمحے خاموشی سے میری شکل دیکھتی رہی پھر آہستہ سے بولی۔

”تمہیں.......... یہ سب کیسے معلوم ہوا۔“

”جس بات پر آپ ناراض ہو رہی ہیں وہی بات میرے لئے کارآمد رہی ہے۔ میں نے خود بھی ان لوگوں سے دکھ کا اظہار کیا ہے اور یہ سمجھتے ہیں کہ میں ان کے وفاداروں میں سے ہوں اور مائیکل فورس کی موت پر افسردہ ہوں۔“

”مائیکل فورس کی موت مجھے بھی خوش نہیں کر رہی ہے لیکن جو بدتمیزی ان لوگوں

نے کی تھی اگر میں اسے برداشت کرلیتی تو.......... خود میرے لئے مشکل ہو جاتی میں بہت مختلف مزاج کی مالک ہوں اگر کوئی بات میرے ذہن پر بار بن جاتی ہے تو میں پرسکون نہیں رہ سکتی بلکہ ایک عجیب سی اذیت مجھ پر طاری ہو جاتی ہے اس اذیت کو برداشت کرنا میرے لئے دنیا کا سب سے مشکل کام ہوتا ہے۔“

”مزاج کی بات ہے۔ میڈم.......... میں تسلیم کرتا ہوں کہ یقیناً ایسا ہوتا ہوگا۔

”مگر یہ تم نے بڑی خطرناک بات سنائی۔ اگر ایسا ہے تو ہمیں اس کا تدارک کرنا ہوگا ویسے ایک بات بتاؤں.......... کیا.......... تم ان لوگوں کی گہرائیوں میں اتر سکتے ہو..........؟“

”میڈم اگر حکم دیں تو میں ہر طرح کا خطرہ مول لینے کے لئے تیار ہوں ہر وہ کام کرنے کے لئے جو میڈم کے مفاد میں ہو۔“

”میں نے تمہارا انتخاب غلط نہیں کیا تھا۔ تم درحقیقت قابل اعتماد دوست اور ایک اچھے ساتھی ہو‘ ساتھ میں ذہین بھی ہو تمہیں بالکل سچ بتا رہی ہوں اس وقت میں نے زندگی میں کبھی اپنے اندر لچک نہیں پائی کسی انسان کے قابو میں نہیں آئی میں لیکن تمہارے بارے میں جب بھی غور کرتی ہوں اپنے اندر ایک عجیب سا ہیجان محسوس کرتی ہوں.......... مجھے یوں لگتا ہے جیسے تم میرے ہوش و حواس پر چھاگئے ہو خیر اس وقت ان باتوں کا تذکرہ نہیں کروں گی تم سوچو گے کہ شاید اپنی مقصد براری کے لئے میں تم سے یہ لگاوٹ کی باتیں کر رہی ہوں۔“

”کیا میڈم میرے بارے میں اس انداز سے بھی سوچ سکتی ہیں کہ میں آپ کے بارے میں غلط سوچوں گا؟“

”نہیں.......... یہ میرے اپنے خیالات ہیں بے شک تم اس طرح سوچو یا نہ سوچو میں ایک اور بات کہنا چاہتی ہوں تم سے۔“

”آپ بے دھڑک ہو کر کہیں.......... یہ نہ کہا کریں کہ آپ یہ بات کہنا چاہتی ہیں بلکہ کہہ دیا کریں۔“

”شکریہ..........! اچانک ہی میرے دل میں خیال آیا ہے کہ وہ لوگ اس منصوبے کے تحت یہ سفر کر رہے ہیں یقینی طور پر وہ موثر ہو گا۔ ان کے پاس رنگین کہکشاں کے راستے کا نقشہ ضرور ہو گا۔ جبکہ میں یہ سمجھتی ہوں کہ میں اس سلسلے میں کوئی مکمل اور بہتر نقشہ نہیں رکھتی۔ کیا تم ان سے وہ نقشہ حاصل کرسکتے ہو؟“ وہ بات سنتالیہ نے کہہ دی تھی جو میں کسی اور طریقے سے گھما پھرا کر اس سے کہنا چاہتا تھا۔ اداکاری ضروری تھی۔

فوراً ہی تیار ہو جانا تو عجیب سا لگتا ہے۔ میں نے چہرے پر گہرے غور و فکر کے آثار بیدار کیے اور پھر کہا۔

"اس سلسلے میں مکمل کوشش کی جاسکتی ہے۔"

"تو پھر مجھے وہ نقشہ چاہیے۔"

"ایک خیال دل میں آیا ہے۔ سوال پوچھنے کی اجازت چاہتا ہوں۔"

"ہاں کہو۔"

"اس سے ہمیں کیا فائدہ ہوگا؟ وہ تو تمہارے قبضے میں ہیں۔"

"نہیں........ میں ان سے دور ہٹ جانا چاہتی ہوں میں اس راستے پر تیزی سے بڑھ جانا چاہتی ہوں اور انہیں اس نقشے سے محروم کر دینا چاہتی ہوں۔"

"گڈ........ اچھا آئیڈیا ہے میں خود بھی یہی سوچ رہا تھا میڈم نہ جانے اس سلسلے میں کیا فیصلہ کریں۔ ہمیں ان سے بہرحال احتیاط تو کرنا ہوگی۔"

"بہت ضروری ہے۔" اگر میرے تمام آدمی موجود ہوتے اور زلزلے کا شکار نہ ہوتے تو مجھے ان کی تعداد کی بالکل پرواہ نہ ہوتی لیکن میں اپنی طاقت کھو چکی ہوں۔ میرے پاس اب اتنی پاور نہیں ہے کہ میں کسی دشمن کا بھرپور مقابلہ کرسکوں میں بے مقصد ہلاکت بھی نہیں چاہتی۔ بہترین طریقہ یہاں سے فرار ہو جانا ہے۔ تم کیا کہتے ہو اس بارے میں........؟"

"مناسب خیال ہے۔ بہت ہی عمدہ۔"

"لیکن ساری ذمہ داریاں تم پر آپڑی ہیں۔ ان ذمہ داریوں کو قبول کرو گے۔"

"دل و جان سے........ زیادہ سے زیادہ مجھے کیا نقصان پہنچ سکتا ہے۔"

"بھول جاؤ........ کوئی نقصان نہیں پہنچے گا تمہیں اور اگر کسی نے تمہیں نقصان پہنچانے کی کوشش بھی کی تو اپنی زندگی کا بدترین گناہ کرے گا جس پر اسے کبھی معافی نہیں مل سکتی۔"

"آپ بالکل بے فکر رہیے لیکن مجھے تھوڑی سی اجازت دیجئے کہ میں ان میں تھوڑا سا شامل رہوں۔"

"اجازت ہے۔" سنتالیہ نے کہا۔

پھر دوسرے دن کے سفر اور اس کے بعد رات کے قیام میں، میں سنتالیہ کے پاس پہنچا تو مکمل منصوبہ بندی کرلی تھی۔ محمود خوارزم اور فرقان داہا نے کماری پربھاتیہ کے

ساتھ مل کر بہت ہی دلچسپ نقشے تیار کیے تھے اور یہ نقشے بڑی ذہانت سے ترتیب دیئے گئے تھے ان نقشوں کو بڑی عمدگی کے ساتھ ایک ایسی سمت ظاہر کرتے ہوئے دکھایا تھا جو بظاہر تو رنگین کہکشاں کی طرف جاتی ہے لیکن وہ راستے انتہائی بھیانک اور ان لوگوں کے تجربے کے مطابق بہت ہی خوفناک تھے۔ یہاں زندگی کی تلاش ایک مشکل کام کہا جاسکتا ہے۔ چنانچہ نقشوں کے ساتھ ساتھ میں وہ ٹرانسمیٹر جو میرے پاس موجود تھا شامل کرلیا گیا۔ میں بڑی وفاداری کا ثبوت دے رہا تھا اور میں نے دونوں چیزیں سنتالیہ کو پیش کردیں۔

"یہ........ یہ کیا ہے........؟" سنتالیہ نے ننھے سے ٹرانسمیٹر کو حیرانی سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"میں سمجھتا ہوں میڈم! کہ یہ ایک ایسا کارنامہ ہے جسے یقین کیجئے آپ کہ اسے میرے علاوہ اور کوئی سرانجام نہیں دے سکتا تھا۔"

"مگر یہ ہے کیا؟"

"وہ ٹرانسمیٹر جس پر یہ لوگ اپنے گروپ سے رابطہ قائم رکھے ہوئے ہیں۔" سنتالیہ کی آنکھیں شدت حیرت سے پھیل گئیں تھیں۔ وہ ٹرانسمیٹر کو دیکھتی رہی پھر بولی۔

"تم نے یہ بھی حاصل کرلیا۔" میں نے خاموشی اختیار کی تھی تب سنتالیہ بولی۔

"اب........ آؤ کسی پوشیدہ جگہ بیٹھتے ہیں جہاں کسی کی نگاہ نہ پڑے ٹھہرو........ میں اپنے ساتھ ٹارچ لے لوں پھر ایک دور دراز علاقے میں ہم بیٹھ کر ٹارچ کی روشنی سے یہ نقشے دیکھنے لگے۔ سنتالیہ نچلا ہونٹ دانتوں میں دبا کر گردن ہلا رہی تھی پھر بہت دیر تک وہ پُرخیال انداز میں گردن ہلاتی رہی پھر بولی۔

"بالکل صحیح نقشے ہیں۔ ان نقشوں سے کہیں زیادہ موثر جو مجھے معلوم تھے وہ جو اب میرے پاس نہیں ہیں۔"

"زلزلے نے بہت کچھ چھین لیا ہے ہم سے۔ بہت نقصان ہو چکا ہے ہمارا خیر........ اب یہ بتاؤ کیا پروگرام رکھا جائے........؟"

"میڈم........ میں یہ جرأت نہیں کرسکتا۔ آپ جیسے بھی مناسب سمجھیں۔"

"کل تک تو ان کا گروپ یہاں نہیں پہنچ رہا۔"

"میرا خیال ہے........ ابھی اسے دو یا تین دن پہنچنے میں لگیں گے۔"

"تم ایک کام کرسکتے ہو۔"

"جی بتایئے۔"

"کل کا دن تو ہم گزار لیتے ہیں۔ رات کو جب یہ لوگ سو جائیں گے تو میں خاموشی سے اپنے گروپ کو لے کر یہاں سے نکل جاؤں گی لیکن تمہیں انہی لوگوں کے ساتھ رہنا ہوگا اور تم انہیں بھٹکاتے رہو گے۔ غلط سمت لے جاؤ گے مجھے تمہاری ذہانت پر مکمل اعتماد ہے۔ تم میرے بجائے ان کا ساتھ دینے کی کوشش کرو۔ ایک مخصوص فاصلے تک جس کا تعین ہم کئے لیتے ہیں۔ نکل کر میں تمہارا انتظار کروں گی۔ دوسری رات تم انہیں ڈاج دے کر اپنے ساتھی کے ہمراہ نکل آنا اور پھر ہم ان نقشوں کے مطابق آگے کا سفر شروع کر دیں گے۔" میں نے حیرت سے آنکھیں پھاڑتے ہوئے کہا۔

"میڈیم......... اس سے شاندار منصوبہ اور کوئی نہیں ہوگا آپ مکمل اطمینان رکھیئے۔ میں انہیں غلط راستوں پر لگادوں گا اور اگر پہلی رات میں آپ تک پہنچ نہ بھی سکوں۔ دوسری رات آپ میرا انتظار کیجئے گا میں پہنچ جاؤں گا۔"

"اوکے۔" سنتالیہ نے مسکراتے ہوئے کہا اور محبت بھری نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی۔ کمبخت عورت ہو اور صاحب اختیار ہو تو جو کچھ کرے کم ہے۔ اس وقت اس نے اپنی اسی قوت سے فائدہ اٹھایا اور مجھے چند لمحوں کی ذہنی اذیت سے گزرنا پڑا لیکن کبھی کبھی مصلحت ایسے کام بھی لے لیا کرتی ہے۔ ٹرانسمیٹر کا اشارہ موصول ہوا تھا اور سنتالیہ ایک دم چونک پڑی تھی یہ سب منصوبے کے مطابق تھا۔ میں نے ٹرانسمیٹر آن کیا اور سنتالیہ نے سانس روک لی۔ دوسری طرف گفتگو ہونے لگی اور گفتگو کچھ یوں تھی۔

"ہیلو......... اوور۔"

"کیا پوزیشن ہے!؟"

"سر......... ہم لوگ ریڈ سٹون کے پاس ہیں۔ یہ سرخ چٹان جو ایک نوکیلے ٹیلے پر ٹکی ہوئی ہے۔"

"گڈ......... یہ ہمارا نشان ہے لیکن ابھی تم ہم سے کوئی سو کلو میٹر دور ہو۔ رفتار بڑھاؤ وقت ضائع ہو رہا ہے۔"

"سر! سب سے بڑی دقت ہمارے پاس سواری نہ ہونے کی ہے ورنہ ہم آپ تک پہنچ چکے ہوتے۔ سو کلو میٹر کا فاصلہ آسان نہیں ہے۔"

"خیر جس طرح بھی ہوسکے دن رات سفر کر کے منصوبے کے مطابق یہاں پہنچو اور خوراک کے ذخیرے کی کیا کیفیت ہے۔"

"بدقسمتی سے وہ بھی ختم ہوگیا ہے، اور ہمیں شکار پر گزارا کرنا پڑ رہا ہے۔"

"ہتھیار بھی سنبھال کر رکھے ہیں یا........."

"نہیں سر......... ہمارے پاس دستی بم، آٹومیٹک رائفلیں ریوالور کافی تعداد میں موجود ہیں، کاش ہم انہیں خوراک کے طور پر استعمال کرسکتے۔"

"زیادہ پرمذاق بننے کی کوشش مت کرو۔ ہتھیاروں کے استعمال سے گریز کرو۔ خبردار! رات کی تاریکی میں خاص طور سے فائر کی آواز بہت دور تک سنی جاسکتی ہے۔ ہم نہیں چاہتے کہ کوئی ہوشیار ہو۔ سفر کی رفتار تیز کرو۔"

"آپ مطمئن رہیں سر اوور اینڈ آل۔" اور اس کے بعد گفتگو کا یہ سلسلہ ختم ہوگیا۔ سنتالیہ پرخیال انداز میں گردن ہلا رہی تھی اس نے مسکراتے ہوئے مجھے دیکھا اور بولی۔

"زبردست چیز کیا میں اسے اپنے پاس رکھ لوں۔"

"ایک درخواست کرنا چاہتا ہوں۔"

"ہمیشہ وہی الفاظ کہتے ہو۔ ان الفاظ میں یہ تبدیلی پیدا کرو۔"

"میں یہ ٹرانسمیٹر واپس وہاں پہنچا دینا چاہتا ہوں جہاں سے میں نے حاصل کیا ہے۔ تاکہ ان میں سے کسی کو شبہ نہ ہوسکے اور وہ اپنے منصوبے نہ بدل دیں۔" سنتالیہ کچھ دیر سوچتی رہی پھر بولی۔

"تم بہت ذہین انسان ہو ٹھیک ہے......... بلکہ بالکل ٹھیک ہے۔ انہیں واقعی کوئی شبہ نہیں ہونا چاہئے۔ اس وقت ہم حیرت انگیز طور پر خراب پوزیشن میں آگئے ہیں اب اس کا خیال کرنا ہوگا۔"

"جی میڈم......... مجھے اس کا اندازہ ہے۔"

"اس کے باوجود میں کسی بات سے خوف زدہ نہیں ہوں لیکن پھر بھی احتیاط اچھی چیز ہوتی ہے تو پھر ابھی تو ہمارے پاس تھوڑا سا وقت ہے۔ تم پوری طرح ان لوگوں کے ساتھ رہو اور اگر کل دن میں ہماری ملاقات نہ ہوسکے تو اس کی فکر نہ کرنا۔"

"آپ کا جو حکم میڈم۔" میں نے کہا اور اس کے بعد سنتالیہ سے رخصت ہوگیا۔ وقت کا تقاضا یہی تھا کہ خطرناک عورت سے جتنا دور رہا جائے اچھا ہے۔ میں نے محسوس کیا کہ دوسرے دن سنتالیہ غیر معمولی طور پر اپنے معاملات میں مصروف رہی۔ اب ایک طرح سے ہم پر اس کی حکمرانی تھی۔ وہ آگے سفر کا منصوبہ بناتی تو ہم بھی سفر کے لئے تیار ہوجاتے حالانکہ میں جانتا تھا کہ دو پہاڑیوں کو ایک عورت کی حکمرانی کس قدر ناگوار گزر

رہی ہے لیکن مصلحت کے تحت وہ خاموش ہیں اور انہوں نے فیصلہ کرلیا تھا کہ حالات سے پورا پورا سمجھوتہ کریں گے۔ اس کے علاوہ جو منصوبہ میں نے ان کے سامنے پیش کیا تھا وہ سب نے پسند کیا تھا۔ سب سے پہلے وہ سنتالیہ کی گرفت سے نکل جانا چاہتے تھے تاکہ آگے اپنی مرضی کے مطابق کام کرسکیں۔ دن جس طرح گزرا وہ ایک دلچسپ صورت حال تھی۔ سبھی کو اس بات کا انتظار تھا کہ سنتالیہ دفعان ہوجائے تو اس کے بعد وہ آگے کے فیصلے کرسکیں۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ مائیکل فورس کے لئے کسی کے ذہن میں یہ بات نہیں تھی کہ وہ اچھا آدمی ہے۔ ہم لوگ اپنے طور پر تو سب کچھ کرسکتے تھے لیکن مائیکل فورس کے شامل ہوجانے کے بعد کچھ ایسے واقعات پیش آئے تھے جو غور کرنے پر مجبور کردیتے تھے۔ چنانچہ اب بات ذرا سنسنی خیز ہوگئی تھی لیکن......... مائیکل فورس اور جینی فورس کی موت کا سبھی کو صدمہ تھا البتہ سنتالیہ کے خلاف وہ کوئی عمل نہیں کرسکتے تھے۔

رات ہوگئی معمولات میں کسی خاص تبدیلی کا اظہار نہیں کیا گیا تھا پھر اتنی رات ہوگئی کہ بقیہ افراد تو سوگئے لیکن مجھے بھلا نیند کہاں تھی۔ اب میں نے ان لوگوں کو اس قدر بھی حالات سے باخبر نہیں رکھا تھا کہ ان کی بھی نیندیں میری طرح حرام ہوجاتیں۔ رات کے ساڑھے بارہ کا وقت تھا جب میں نے سنتالیہ اور اس کے ساتھیوں کو دبے پاؤں آگے بڑھتے ہوئے دیکھا اور خود ایک ایسی جگہ پہنچ گیا جہاں سے میں سنتالیہ کا جائزہ لے سکتا تھا۔ سنتالیہ نے بھی وہی انداز اختیار کیا تھا یعنی سفر کی رفتار اتنی تیز رکھی تھی کہ جلد از جلد دور سے دور نکل جائے۔ میرے دیکھتے ہی دیکھتے وہ آنکھوں سے اوجھل ہوگئی تھی اور میں......... دلچسپی سے سوچ رہا تھا کہ بہرحال میرا داؤ کارگر ہو ہی گیا۔ ابھی میں واپس پلٹنے کا ارادہ کر ہی رہا تھا کہ مجھے اپنے عقب میں سرسراہٹ محسوس ہوئی اور میں برق رفتاری سے پلٹا۔ حسن تھا جو کئی قدم پیچھے ہٹ گیا تھا اور اس نے دونوں ہاتھ اوپر اٹھا دیئے تھے۔

”حملہ اتنی تیز رفتاری سے نہیں ہونا چاہئے کہ پتہ ہی نہ چل سکے کہ مدمقابل کون ہے؟ یہ میں ہوں......... چیف! میں ہوں۔“ میں ہنس پڑا میں نے کہا۔

”حسن......... کیا کہا تم نے مجھے.........؟“

”لعنت ہے اس عہدے پر جو انسان کو مردہ بنا دے میں نے تمہیں چیف کہا ہے۔“

”نہیں حسن! تمہارے منہ سے یہ لفظ اچھا نہیں لگتا۔“

”ارے......... ارے......... ارے......... کیوں خیریت.........؟“

”ایک بات بتاؤں پیارے بھائی! زندگی میں کبھی سات دن سے زیادہ کسی دلربا' مہ جبین' گل رخ وغیرہ کو برداشت نہیں کیا ہے اور اس وقت بھی میرے ساتھ خاتون ہیں نا......... نہ وہ دلربا ہیں نہ مہ جبین......... نہ گل رخ......... بہت ہوگئی اپنا بوجھ خود سنبھالو۔“

”انجوائے کرو حسن! انجوائے کرو۔“

”انجوائے کی بھی ایسی تیسی۔“ حسن نے کہا اور مجھے بڑی زور کی ہنسی آگئی اور میں بولا۔

”پرابلم کیا ہے تمہیں؟“

”یار بہت نہیں ہوگئی کیا۔“

”ابھی تو آغاز ہوا ہے اور پھر ایسی لڑکی جس کا تعلق ہماری دنیا سے ہے بھی نہیں۔ تم سے کس قدر مانوس ہوگئی ہے۔“

”ایک بات بتاؤ۔“ حسن نے تیکھے انداز میں کہا۔

”ضرور ضرور......... ضرور پوچھو۔“

”فرض کرو اگر مجھے اس سے عشق ہوجائے۔“

”کیا مطلب.........؟“

”عشق کا مطلب عشق ہوتا ہے۔“

”وہ تو ہوتا ہے مگر......... تمہیں نہیں ہوتا۔“

”کیوں......... کیا میں انسان نہیں ہوں.........؟“

”انسان تو ہو مگر تمہاری کھوپڑی میں پھوڑا ہے۔“ میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

”نہیں......... واقعی سنجیدگی سے مجھے بتاؤ۔ اگر ایسا ہوجائے تو۔“

”بھئی......... یہ تو قدرتی عمل ہے۔ میں کیا کرسکتا ہوں اس بارے میں.........؟“

”اسے میرے لئے حاصل کرلو گے۔“ حسن بولا اور میں واقعی حیرانی سے اسے دیکھنے لگا۔

”مطلب نہیں سمجھا۔“

”دو ہی باتیں ہوں گی۔ تم لوگ جا رہے ہو رنگین کہکشاں کی تلاش میں۔ میں ویسے ہی باغی قسم کا آدمی ہوں۔ نہ مجھے کرنل ہمایوں سے دلچسپی ہے نہ کرنل جہانگیر سے بس خاموشی سے اسے لے کر کہیں نکل جاؤں گا اور اس کے بعد ہم وہ جو کہتے ہیں نا.........

سنسار وغیرہ بسانے والی بات........ تو اپنا کہیں سنسار بسالیں گے۔ پندرہ بیس بچے پیدا کریں گے اور بس کہانی ختم ہوجائے گی۔

"واقعی........ لگتا ہے تمہاری کھوپڑی کے پھوڑے میں زیادہ تکلیف ہو رہی ہے۔ ہوش قائم رکھو........ جان من........ ایڈونچر سے لطف لو۔ دیکھو کیا کیا کچھ ہو رہا ہے۔"

"چھوڑو یار........ جنگلوں میں بھی کوئی زندگی ہوتی ہے۔" حسن نے کہا۔

"جنگلوں کی زندگی کا مزہ ہی کچھ اور ہوتا ہے اور پھر ایک جنگلی حسینہ........ تم تو خوش نصیب ہو کہ عیش کی زندگی گزار رہے ہو۔"

"تم گزار لو مجھے کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔ میں نے اپنی محبوبہ تمہیں بخشی۔"

"یہ تو کوئی بات نہ ہوئی حسن! انسان کو چیلنج قبول کرنے چاہئیں۔ تم کوئی ایسا انوکھا کارنامہ سرانجام دو جس پر خود تمہیں ناز ہو۔ خیر........ تمہیں اس سے زیادہ ہدایت دینے کی جرأت تو میں نہیں کرسکتا لیکن اس بات کی امید ضرور رکھتا ہوں کہ تم جو کچھ کرو گے حیرت انگیز ہوگا۔" اور حسن واقعی حیرت انگیز انسان تھا۔ سمجھ میں آئے تو معمولی سی بات سمجھ میں آجائے نہ سمجھ میں آئے تو زمین آسمان سڑک پر رکھ دو اس کی کھوپڑی سے گزر جائے۔ بہرحال........ میں اسے سمجھا بجھا کر واپس لے آیا تھا اور اس کے بعد جیسے قبر میں سوئے ہوئے مردے جاگ اٹھے تھے۔ میرا خیال بالکل غلط تھا۔ میں یہ سمجھ کر سنتالیہ کو دیکھنے گیا تھا کہ باقی لوگ خواب خرگوش کے مزے لے رہے ہیں اور آرام سے سوگئے ہیں لیکن وہ سب ایک دم اٹھ کر بیٹھ گئے تھے اور مجھے انہیں کچھ سمجھانے کی ضرورت پیش نہیں آئی تھی فاخر داہا' خوارزم' فرقان' کماری پربھاتیہ اور باقی افراد سبھی غالباً یہ دیکھ چکے تھے کہ سنتالیہ جاچکی ہے۔ فرقان داہا نے سب سے پہلے کہا۔

"کیا ہم تیاریاں کریں........؟"

"جتنی جلدی ممکن ہو۔"

"تو میں چلوں........ یہ سمجھو کہ ہماری تیاریاں مکمل ہیں۔ تم ادھر اپنا کام سرانجام دے رہے تھے اور ادھر ہم۔" بس پھر اس کے بعد برق رفتار سفر جاری ہوگیا تھا۔ ہم نے بالکل ہی مخالف سمت اختیار کی تھی۔ ویسے بھی سنتالیہ کو جو نقشے بنا کر دیئے گئے تھے وہ بالکل ہی غلط نقشے تھے اور سنتالیہ ادھر جاکر مصیبتوں کا شکار ہوسکتی تھی کیونکہ وہ راستے بے حد خطرناک تھے لیکن بہرحال........ خطرناک عورت سے پیچھا چھڑانے کے لئے یہی کیا جاسکتا تھا۔ وہ خود ہی ہمارے دو ساتھیوں کو ختم کرچکی تھی۔ پھر جس طوفانی رفتار سے سفر کیا

گیا اس سے یہ اندازہ ہوتا تھا کہ وہ لوگ سنتالیہ سے کس قدر خوفزدہ ہیں لیکن جو بہترین منصوبہ میں نے بنایا تھا اسے سبھی نے پسند کیا تھا۔ یوں لگا جیسے انہوں نے طے کر رکھا ہو کہ ایک ایک پل کامیابی سے گزاریں گے۔ لطف کی بات یہ تھی کہ جب صبح کا اجالا پھوٹا تو فرقان داہا نے ہی پہلے سے طے شدہ اور تیار شدہ ناشتہ سب کو پیش کردیا اور طے یہ کیا گیا کہ سفر کی رفتار کو سست نہیں کیا جائے گا گویا دن کی روشنی میں بھی سفر جاری رہے گا کسی کو بھی اعتراض نہیں ہوا تھا۔ سبھی سنتالیہ کی گرفت سے دور نکل جانا چاہتے تھے چنانچہ اس دن شام کو ساڑھے پانچ بجے تک سفر کیا گیا جنگلوں کے راستے طویل ہوتے رہے اور پھر اس کے بعد ایک گھاٹی میں اترنا پڑا۔ ڈھلان خاصے زیادہ تھے لیکن گھاٹی بے حد شاندار تھی۔ یہاں خاص قسم کے چھوٹے چھوٹے کوئی دو فٹ کے درخت پھیلے ہوئے تھے اور ان کا ڈیزائن بھی بے حد عجیب تھا۔ ایسا لگتا تھا جیسے یہ گھاٹی زمین کا دوسرا حصہ ہو۔ ڈھلانوں کے بعد جب ہموار زمین شروع ہوتی تھی تو اس کا خاتمہ کہیں نظر نہیں آتا تھا۔ گویا بلندیوں کے بعد زمین کی ان گہرائیوں کا ہی سفر کرنا تھا البتہ راستے میں یہ بات ضرور ہوئی کہ ہم رنگین کہکشاں کے راستے کا اصل حصہ تلاش کرسکیں گے یا نہیں۔ گویا اس سلسلے میں فرقان داہا اور محمود خوارزم پوری طرح متفق تھے کہ آگے جاکر وہ صحیح راستے تلاش کریں گے۔ حسن بھی بے چین نظر نہیں آیا تھا اور اس کے ساتھ اس لڑکی کو بھی مطمئن دیکھا جاتا تھا۔ قیام کے بعد محمود خوارزم ہی نے بتایا۔

"ایک بات میں پورے وثوق سے کہہ رہا ہوں وہ یہ کہ اگر ہمارے راستے غلط ہوتے تو لڑکی کے انداز میں بے چینی پائی جاتی۔ ذرا حسن سے بات کرو تاکہ صورت حال معلوم ہوسکے۔" اور پھر یہ ذمے داری میرے علاوہ کسی اور کو کہاں سونپی جاسکتی تھی میں نے حسن سے کہا۔

"حسن! محمود خوارزم کا کہنا ہے کہ اگر ہم غلط راستے پر جارہے ہوتے تو لڑکی اس قدر پرسکون نہ ہوتی۔ تمہارا کیا خیال ہے۔ کیا وہ کچھ بے چین نظر آرہی ہے؟"

"پوچھ رہی تھی مجھ سے کہ اگر میں نے اس سے شادی کی تو اسے کون سا مذہب اختیار کرنا ہوگا۔" حسن بولا اور میں ہنسنے لگا پھر میں نے کہا۔

"اس کا انتظام میں کردوں گا اور میرا خیال ہے کہ اگر تم اس کی آبادی میں پہنچ گئے تو مذہب کا جھگڑا ہی ختم ہوجائے گا۔ ہوبالا........ ہوبالا........ ہوبالا........ ہوبالا اور تم شہ بالا بن جاؤ گے اور اس کی بالی سی عمریا تمہاری ہوجائے گی۔"

"یہ غالباً جنگل کی شاعری ہے۔" حسن بولا۔ بہرحال پتا یہ چلا کہ لڑکی مطمئن ہے۔
محمود خوارزم کا یہ تصور تھا تو کسی کو کیا پڑی تھی کہ خواہ مخواہ اپنی تشویش کا اظہار کرتا چنانچہ یہ مرحلہ ہی طے ہوگیا لیکن شام کے آرام سے یہ بات مدنگاہ رکھی گئی تھی کہ سنتالیہ کا خیال رکھا جائے۔ امید تو یہی تھی کہ سنتالیہ خوب برق رفتاری سے سفر کرے گی۔ مخالف سمت کا سفر ہوگا اور اگر اسے یہ احساس ہوا کہ اس کے ساتھ فریب ہوگیا ہے اور وہ واپس بھی پلٹی تو اس میں بھی اسے خاصا وقت لگے گا اور اس وقت تک ہمارا یہ سفر کافی طویل ہوچکا ہوگا چنانچہ ہم مطمئن ہوگئے۔ باقی رات بھر میں کوئی ایسی خاص بات نہیں ہوئی جو قابل ذکر ہوتی۔ اتنا طویل سفر کرنے کے بعد سبھی تھکے ہوئے تھے۔ پہرے کا انتظام تو بے شک کیا گیا لیکن جن لوگوں کو پہرے پر متعین کیا گیا تھا وہی دوسرے دن سب سے دیر میں جاگے تھے اور آرام سے سوگئے تھے کسی نے پہرہ وہرہ نہیں دیا تھا۔ بہرحال.........
دوسرے دن تھکن تقریباً دور ہوچکی تھی۔ طے یہ کیا گیا کہ آج کا سفر بھی برق رفتاری سے کیا جائے اور اس کے بعد مطمئن ہوجایا جائے کوئی مشکل نہیں ہے اور آگے کا سفر پرسکون ہے۔ البتہ جن علاقوں میں یہ سفر کیا جارہا تھا وہ ذرا کچھ عجیب وغریب سے لگ رہے تھے اور ان کے لئے نیوبا کے انداز میں تو کوئی بے چینی نہیں تھی لیکن جغرافیائی لحاظ سے تھوڑے سے بہتر اور باہر لوگ اس علاقے کے بارے میں تشویش کا اظہار کررہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ بارانی علاقہ ہے کہیں کوئی مشکل پیش نہ آجائے۔ بہرحال......... یہ سارے معاملات چل رہے تھے اور لوگوں کو کسی قدر اطمینان تھا لیکن تیسری رات ایک اور واقعہ پیش آیا وہ لوگ جو مائیکل فورس کے ساتھی تھے۔ جمع ہوکر محمود خوارزم اور فرقان داہا کے پاس پہنچے ان میں سے ایک نے کہا۔
"یہ جو افراد آپ کے پاس آئے ہیں۔ انہوں نے مجھے اپنا نمائندہ بنا کر مجھ پر مکمل اعتماد کا اظہار کیا ہے کہ جو بات وہ سب کرنا چاہتے ہیں میں اس کی ترجمانی کروں۔"
"جی......... آپ ضرور کہئے کیا بات ہے۔" فاخر داہا نے نرم لہجے میں کہا۔
"ہم لوگوں کو بے شک ان ہیروں اور سونے سے دلچسپی تھی جن کا تعلق اس وادی سے بتایا جاتا ہے۔ رنگین کہکشاں کی اس وادی میں جو کچھ موجود ہے وہ ایک الگ بات ہے لیکن یہ بات آپ لوگ اچھی طرح جانتے ہیں کہ ہم مسٹر مائیکل فورس کے وفادار تھے۔ سنتالیہ کا تعلق اگر آپ سے ہوتا تو لازمی بات تھی کہ ہم سنتالیہ سے جنگ بھی کرتے اور آپ سے بھی لیکن آپ لوگ اس سلسلے میں بالکل بے قصور ہیں۔ تاہم اپنے لیڈر کی

موت کے بعد ہم مسلسل ذہنی کشمکش میں مبتلا ہیں۔ اب اس سے آگے جانا نہیں چاہتے۔"
"یعنی آپ لوگ واپسی کے خواہشمند ہیں۔"
"ہاں۔"
"آپ کو ان خطرات کا احساس ہے جو واپسی کے سفر میں آپ کو پیش آسکتے ہیں۔"
"ہمیں ان خطرات کا احساس بھی ہے جو آگے کے سفر میں ہمیں پیش آسکتے ہیں۔ دونوں طرف ہی خطرات ہیں جن خطرات سے نمٹ کر ہم یہاں پہنچے ہیں وہ ہمارے علم میں ہیں......... آگے جو خطرات پیش آنے والے ہیں۔ وہ ہمارے لئے نامعلوم ہیں ہم ان نامعلوم خطرات کو مول نہیں لینا چاہتے اور یہ ہمارا متفقہ فیصلہ ہے کہ ہم واپس چلے جائیں۔ ہمارے دل میں کوئی بددیانتی نہیں ہے ورنہ رات کی تاریکی میں ہم یہ ضروری سامان اٹھا کے اسی طرح فرار ہوجاتے جس طرح آپ لوگ سنتالیہ سے بچ کر یہاں آئے ہیں لیکن اس کی ضرورت نہیں تھی ہمیں اس دوران اچھی طرح اندازہ ہوگیا ہے کہ ہم شریف لوگوں کے درمیان ہیں اور بس مشکل حالات کا شکار ہوگئے ہیں۔ آپ لوگ فراخ دلی سے کام لے کر اگر ان اشیاء میں سے ہمیں کچھ دینا چاہتے ہیں تو دے کر ہمیں واپسی کی اجازت دے دیں۔ بس......... اور اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو ہم اس طرح آپ سے کچھ لئے بغیر یہاں سے چل پڑیں گے۔"
"نہیں نہیں......... آپ کیسی باتیں کرتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ ہم آپ کے دوست ہیں دشمن نہیں، لیکن بس اتنی سی تشویش ہے کہ آپ کو کوئی تکلیف نہ ہو واپسی میں۔" محمود خوارزم نے کہا۔
"نہیں......... ہم سوچ سمجھ کر آپ کے پاس پہنچے ہیں اور یہ ہمارا آخری فیصلہ ہے۔"
"تو پھر یہ سب کچھ جو آپ کے سامنے موجود ہے۔ آپ کی مرضی کے مطابق اس میں سے آپ جو کچھ لینا چاہیں لے لیجئے۔ ہمیں اعتراض نہیں ہوگا۔ ظاہر ہے کہ ہم آپ کو روک نہیں سکتے چنانچہ افسوس کے ساتھ ہمیں آپ کو رخصت کرنا پڑ رہا ہے۔"
وہ لوگ اسی رات چلے گئے اور تھوڑی سی مزید افسردگی پیدا ہوگئی لیکن بہرحال......... جانے والوں کو کون روک سکتا ہے۔ البتہ رات کو نہ جانے کون سے وقت تک اس کے بارے میں گفتگو ہوتی رہی۔ فرقان داہا نے کہا۔
"خیر......... ہم ان کے فیصلے سے اختلاف نہیں کرسکتے اس کا انہیں حق حاصل تھا

لیکن کون جانے کہ واپسی کا سفران کے لئے فائدہ مند رہے گا کہ آگے کا سفر فائدہ مند رہتا۔ اب یہ تقدیر کے کھیل ہیں تقدیر ان کے بارے میں جو بھی فیصلہ کرے۔ ہم سے وہ الگ ہوگئے۔" دوسری صبح ہم نے اپنے تمام افراد کو منظم کیا۔ کماری پربھاتیہ کے ساتھ چھ افراد تھے اس کے علاوہ فرقان' محمود' فاخر' میں اور حسن ہم لوگ بھی اپنے ساتھ تقریباً نو افراد لائے تھے اس طرح نو اور چھ پندرہ........ چھ ہم اکیس افراد کا یہ قافلہ آگے بڑھنے کے لئے تیار ہوگیا اور ہم نے اس دن بھی بڑی برق رفتاری سے سفر کیا اور رات کو اس وادی میں سفر کرتے ہوئے ایک سرسبز شاداب علاقے میں جانکلے یہاں حیرت انگیز طور پر عجیب وغریب قسم کے پہاڑی ٹیلے پھیلے ہوئے تھے اور ان ٹیلوں میں بڑے بڑے غاروں کے دہانے نظر آرہے تھے یوں لگتا تھا جیسے یہ غاروں کی وادی ہو لیکن رات کا وقت تھا اس کی تحقیق صبح کے لئے چھوڑ دی گئی۔ علاقہ البتہ بھیانک اور ویران تھا اور ایک عجیب سی دہشت ناک کیفیت وہاں پھیلی ہوئی تھی۔ ساتھ ہی ساتھ ایک بدبو بھی جو بڑی عجیب محسوس ہورہی تھی۔ رات کی تاریکی میں قرب وجوار کے ماحول کو مکمل طور پر نہیں دیکھا جاسکتا تھا۔ تاہم رات پرسکون گزری البتہ صبح پرسکون نہیں تھی۔ وہ بدبو جو رات بھر ہمیں آتی رہی تھی اب بھی آرہی تھی۔ یہاں چھوٹی چھوٹی جھاڑیاں اگی ہوئی تھیں جن پر عجیب سی نیلاہٹ لئے ہوئے پتیاں پھیلی ہوئی تھیں' لیکن جس چیز نے یہاں سنسنی پھیلائی وہ ایک انسانی لاش تھی جو تھوڑے فاصلے پر پڑی ہوئی تھی اور اسے ہمارے آدمیوں میں سے ایک نے دیکھا تھا چنانچہ اس نے دوسروں کو اطلاع دی اور ہم سب لاش کے قریب پہنچ گئے لیکن تھوڑی دیر کے بعد ایک اور طرف سے چیخ سنائی دی اور ہمیں پتا چلا کہ وہاں بھی ایک لاش پڑی ہوئی ہے جس لاش کو ہم دیکھ رہے تھے وہ چند روز پرانی ہی معلوم ہوتی تھی اور اس کا گوشت سڑ رہا تھا لیکن حیرانی کی بات یہ تھی کہ یہ شخص جسم پر مکمل اور جدید لباس پہنے ہوئے تھا۔ یہ ذرا حیران کن بات تھی۔ اس کا تعلق ویسے کسی یورپین نسل سے ہی معلوم ہوتا تھا اور وہ دوسری لاش بھی ویسے ہی آدمی کی تھی لیکن تھوڑے فاصلے پر مزید چھ سات لاشیں ہمیں نظر آئی تھیں۔ یقینی طور پر یہ بھی مہم جو تھے لیکن حیرانی کی بات یہ تھی کہ لاشوں کے جسموں پر زخموں کے نشانات نہیں تھے اس سے یہ اندازہ ہوتا تھا کہ یہ کسی ایسے ہنگامے میں ہلاک نہیں ہوئے........ پھر یہ پراسرار موتیں کس طرح واقع ہوئیں لاشیں اس قدر خستہ ہوچکی تھیں کہ انہیں اٹھا کر ایک جگہ جمع کرنا مشکل تھا۔ تاہم سب سے زیادہ حیرانی کی بات یہ تھی کہ ان کی موت آخر کس طرح واقع

ہوئی۔ ناک پر رومال رکھ رکھ کر لاشوں کا تجزیہ کیا گیا ان کی جیبیں تلاش کی گئیں۔ تھوڑی سی کرنسی کچھ دوسری چیزیں دستیاب ہوئیں جس سے یہ بات ثابت ہوئی کہ وہ ایک یورپین ملک کے باشندے تھے لیکن باقی کیا قصہ تھا یہ کچھ پتا نہیں چل سکا البتہ جب تمام لوگ ایک جگہ جمع ہوکر ان چہ میگوئیوں میں مصروف تھے کہ لاشوں کے بارے میں اس سے زیادہ تحقیقات نہیں کی جاسکتی تو ایک آواز سنائی دی تھی۔

"ماسٹر........ ماسٹر آپ کے پاس آنا چاہتا ہوں کسی خوف اور غلط فہمی کی وجہ سے آپ لوگ مجھے ہلاک کرنے کی کوشش نہ کریں........" سبھی کی نگاہیں اس طرح اٹھ گئیں تھیں آنے والا دبلے پتلے جسم کا مالک ایک ایسا شخص تھا جو اپنے جسم پر بیک وقت بہت سے کپڑے پہنے ہوئے تھا اور عجیب وغریب نظر آرہا تھا اس کے چہرے مہرے سے کوئی اندازہ لگانا مشکل تھا کہ کون سی نسل کا باشندہ ہے بس مناسب چہرہ تھا البتہ آنکھوں کی جگہ دو لمبی لمبی لکیریں کھنچی نظر آئی تھیں یا تو وہ آنکھیں کھینچ کر رکھنے کا عادی تھا یا پھر اس کی آنکھیں تھی ہی ایسی باریک سی مونچھیں بلی کی مونچھوں کی طرح ہونٹوں کی دونوں طرف نکلی ہوئی تھیں۔ ہونٹ پتلے اور باریک تھے قریب سے دیکھنے پر فولادی جسم کا مالک نظر آیا تھا حالانکہ جسامت زیادہ نہیں تھی' لیکن ایسے لوگ انتہائی پھرتیلے اور طاقت ور ثابت ہوتے ہیں۔ پیشانی کشادہ تھی بلند ظرفی کی علامت تھی دونوں ہاتھ اٹھائے ہوئے ہمارے قریب پہنچا تھا اور پھر اس نے کہا۔

"سب سے پہلے آپ میرے جسم کی تلاشی لے لیں۔ میرے پاس ہتھیار نام کی کوئی چیز نہیں ہے آپ لوگوں کو میری ذہانت سے کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ میرا تعلق بھوٹان سے ہے فی الحال اپنے بارے میں اتنا بتادینا کافی ہے۔ اگر آپ مجھے اپنے درمیان اجازت دیں۔"

"کیا تم ہمیں ان لاشوں کے بارے میں بتا سکتے ہو۔" محمود خوارزم نے اسے بغور دیکھتے ہوئے کہا۔

"ہاں! میرے علاوہ ان لاشوں کے بارے میں آپ کو کوئی اور نہیں بتا سکتا اور میرا آپ تک پہنچنا ویسے بھی بہت ضروری تھا میں اگر چاہتا تو خاموشی سے چھپ کر یہ دیکھتا رہتا کہ آپ لوگ کیا کر رہے ہیں اور پھر جب آپ لوگ بڑھ جاتے تو میں اپنے بارے میں سوچ لیتا لیکن انسانی ہمدردی کی بنیاد پر میں یہ نہیں چاہتا کہ آپ میں سے بھی کسی کی موت اس طرح واقع ہو جس طرح یہ سب میری ہدایت کی پروا کئے بغیر اپنی زندگیاں کھو

بیٹھے ہیں۔" اس کے الفاظ بڑے سنسنی خیز تھے۔ ہم سب حیران نگاہوں سے اس کا جائزہ لینے لگے۔ یہ اندازہ لگانے کی کوشش بھی کی جارہی تھی کہ یہ شخص کیا کرتا ہے کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ یہ اپنی اہمیت بڑھانے کے لئے فضول قسم کی باتیں کر رہا ہو اور مستقبل میں ہمارے لئے نقصان دہ ثابت ہو......... لیکن بہرحال اس پر اعتماد تو کرنا ہی تھا۔ محمود خوارزم نے کہا۔

"پہلے یہ بتاؤ کہ تم کیا چاہتے ہو۔"

"ماسٹر! ہم آبادیوں سے اتنی دور ہیں کہ ہم میں سے کوئی بھی تنہا انسان اگر اپنے طور پر جینے کا فیصلہ کرے اور آبادیوں کی تلاش میں نکلنا چاہے تو ممکن نہیں ہوگا میں تنہا رہ کر بے چارگی کی موت نہیں مرنا چاہتا بلکہ اس بات کا خواہش مند ہوں کہ یہ گروہ جو مجھ سے چھوٹ گیا ہے اب میرے پاس تو نہیں ہے لیکن تقدیر نے مجھے آپ لوگوں کے ساتھ کردیا ہے تو آپ مجھے زندہ رہنے کے لئے اپنے ساتھ رکھیں اور میں جو ان علاقوں کا ماہر ہوں اور یہاں بہت مشکلات سے آپ کو بچا سکتا ہوں آپ کے ساتھ رہوں۔ ظاہر ہے کہ آپ بھی زندگی چاہتے ہوں گے اور موت کی تلاش میں نہیں نکلے ہوں گے۔ آپ ضرور اپنی دنیا میں واپس جائیں گے۔ کاش! میں بھی آپ کے ساتھ واپس جاسکوں۔"

"تم ہو کون.........؟"

"مجھے ایک گائیڈ سمجھ لیجئے۔ یہ جو لاشیں آپ کو سڑتی نظر آرہی ہیں ان کا چیف مسٹر ہارلے تھا۔ چودہ افراد پر مشتمل یہ قافلہ رنگین کہکشاں کی تلاش میں نکلا تھا۔ ایک نامعلوم وادی میں ہیرے بکھرے پڑے ہیں اور جب آسمان پر چاند نکلتا ہے تو زمین کی کہکشاں بننے لگتی ہے۔ درحقیقت اس وقت اس کہکشاں کے سامنے چاند ستارے ماند پڑجاتے ہیں۔ وہاں اتنے بڑے ہیرے موجود ہیں کہ ستاروں کے جھرمٹ میں چاند ہی محسوس ہوتے ہیں۔ انہی داستانوں کی تلاش میں مسٹر ہارلے سرگرداں تھا۔ میں صرف راستوں کا گائیڈ تھا۔ یہ نہ سمجھ لیں ماسٹر! کہ میں اس کہکشاں کا راستہ جانتا ہوں۔ وہ تو ایک پراسرار طلسمی وادی میں ہے اور یہ طلسمی وادی جو اینافاریبا کہلاتی ہے ایک نامعلوم علاقہ میں واقع ہے۔ ماسٹر! یہ سارا مسئلہ ہے اب آپ یہ بتائیے کہ آپ مجھے قبول کرسکیں گے؟" محمود خوارزم نے فرقان داہا کی طرف دیکھا اور داہا نے شکریے کے انداز میں گردن جھکا دی یعنی یہ کہ محمود نے خود ہی فیصلہ نہ کرلیا بلکہ فرقان داہا کے مشورے کو فیصلہ میں شامل رکھا۔ فرقان داہا نے کہا۔

"پہلی بات تو یہ ہے کہ ہم تمہیں کس نام سے مخاطب کریں۔"

"شرفا ہے میرا نام۔"

"پہلی بات تو یہ ہے شرفا! کہ سب سے پہلے تمہیں انسانیت کی بنیاد پر زندہ رکھنا چاہیں گے اور اگر تم ہم میں شامل ہونے کے خواہش مند ہو تو تمہاری زندگی کے لئے سوچیں گے۔ اس کے بعد اگر تم ہمارے لئے کچھ فائدہ مند ثابت ہوسکتے ہو تو وہ تمہارا فرض ہوگا۔ البتہ ہم خود بھی رنگین کہکشاں کی تلاش میں نکلے ہیں اور آخری حد تک کوشش کریں گے کہ وہ ہمیں نظر آجائے۔ کیا سمجھے.........!"

"ٹھیک ہے ماسٹر! بہت بہت شکریہ تقدیر اپنے فیصلے خود کرتی ہے انسان لاکھوں فیصلے کرلے سب بے مقصد اور فضول ہوتے ہیں۔ میں یہ سوچ رہا تھا کہ آخرکار میں ان ویرانوں میں مرجاؤں گا لیکن تقدیر نے مجھے زندگی آپ کی شکل میں دکھائی ہے۔ اس کے لئے بہت بہت شکریہ......... سب سے پہلی بات میں آپ کو یہ بتاؤں کہ ہمیں جس قدر جلد ممکن ہو اس جگہ سے آگے بڑھ جانا چاہئے۔ یہ وادی زہریلی وادی ہے۔ آپ لوگ یہ چھوٹی چھوٹی بوٹیاں دیکھ رہے ہیں یہ زمین میں جو پودے اگے ہوئے ہیں یہ طلسمی پودے ہیں۔ یہ تو اس وقت ہوا نہیں چل رہی۔ اگر اس وقت ہوا چل رہی ہوتی تو انہیں چھو کر منتشر ہونے والی ہوا ذہنوں پر سرور طاری کرتی ہے اور انسان اس سرور میں گم ہوجاتا ہے۔

ہوا یوں کہ مسٹر ہارلے اور اس کے ساتھی اس وادی میں پہنچے۔ نشہ آور ادویات کے رسیا جب یہاں پہنچے تو انہیں ان ہواؤں میں سرور محسوس ہوا اور مسٹر ہارلے نے اس بوٹی کو دریافت کیا۔ میں بھی اس کے بارے میں جانتا تھا اور اس کی کہاناں سن چکا تھا میں نے مسٹر ہارلے کو بتایا کہ اس بوٹی سے بے شک بہت سرور حاصل ہوتا ہے لیکن اس میں جو نشہ پایا جاتا ہے وہ زہریلا نشہ ہوتا ہے اور سرور کے بعد انسان کو موت کے سرور کا نشہ چکھنا پڑتا ہے لیکن مسٹر ہارلے مالک تھے اس بوٹی کو چکھا گیا اور یہ فیصلہ کیا گیا کہ یہ تو دنیا کی بہترین شراب ہے یعنی یہ کہ ایسا سرور تو کسی اور نشے میں نہیں ہے اور ماسٹر! میری بات نہ مانی گئی۔ انہوں نے بہت سی بوٹیاں توڑیں ان کا عرق نکالا گیا اور پی لیا گیا۔ یہ ایک رات کی بات ہے۔ میں ایک پتھر پر بیٹھ کر ان کے لئے رونے لگا اور وہ آپس میں ہنسی مذاق کرتے رہے۔ پھر ایک ایک کرکے زمین پر دراز ہوگئے یہاں تک کہ آخر رات کو زہر نے اپنا کام شروع کردیا اور وہ دیوانوں کی طرح ادھر ادھر دوڑنے لگے۔ ان کے جسموں

میں آگ بھڑک اٹھی تھی اور یہ آگ آخر کار ان کی موت کے بعد ٹھنڈی ہو سکی۔ آپ لوگ جگہ جگہ ان کی لاشیں بکھری ہوئی دیکھ رہے ہیں۔ وہ بھاگ بھاگ کر ان جگہوں پر پہنچے تھے۔ وہ زندگی تلاش کر رہے تھے مگر انہوں نے اپنے شوق میں خود اپنی زندگی کو موت کے حوالے کیا تھا۔ ماسٹر! یہ کہانی ہے ان بدنصیبوں کی جن کے جسم تک نہیں اٹھائے جاسکتے کیونکہ ان کے جسموں کا زہر آپ کے ہاتھوں کو چھو کر آپ کو بیمار کر سکتا ہے۔ اتنی خوفناک باتیں تھیں شرفا کی کہ سب کے جسموں پر کپکپی طاری ہوگئی لیکن اس کا کہنا غلط نہیں ہو سکتا تھا۔ ہم سب ایک عجیب سے خوف کا شکار ہوگئے۔ فرقان داہا نے سنسنی خیز لہجے میں کہا۔

"اس سے پہلے کہ زہریلی ہوائیں چلنا شروع ہوں ہمیں یہاں سے نکل جانا چاہئے۔" محمود خوارزم نے بھی اس بات سے اتفاق کیا اور ظاہر ہے کہ بات ایسی تھی کہ میں بھی اس کی نفی نہ کر سکا لیکن یہاں سے آگے قدم بڑھانے سے پہلے شرفا نے کہا۔

"افسوس بھی ہے......... مجبوری بھی' ضرورت بھی ماسٹر اس دوران میں ان کا سامان اکٹھا کر کے ایک غار میں جمع کرتا رہا ہوں یہ کھانے پینے کا بہترین سامان بھی ہے اور ہماری ضرورت بھی اب یہ آپ کی ملکیت ہوا کیونکہ یہاں بے کار پڑا رہ کر یہ تباہ ہوجائے گا۔" خود غرضی نے ہمارے دلوں میں ایک عجیب سی خوشی پیدا کی اور اس کے بعد ایک ٹیلے میں بنے ہوئے غار کے وسیع دہانے میں وہ سامان دیکھا گیا اور ہمارے جسموں میں مسرت کی لہریں بیدار ہوگئیں۔ واقعی یہ تقدیر نے بہت بڑی رہنمائی کی تھی بہترین اسلحہ گیس اسٹو......... کھانے پینے کی اشیاء کے انبار جو ہمارے لئے بہت کافی تھے۔ کینوس کے بڑے بڑے تھیلے جن میں یہ چیزیں بھری ہوئی تھیں۔ تمام لوگ خوشی سے ناچنے لگے۔

بہرحال اس خود غرضی کا احساس تو دل میں تھا لیکن انسانی مجبوریاں تو بعض اوقات اس سے بھی زیادہ کچھ کرا لیتی ہیں۔ اس سامان کو ان تھیلوں میں تقسیم کر دیا گیا تاکہ وزن اٹھا کر لے جانے میں آسانی ہو حقیقت یہ ہے کہ سنتالیہ کی قید میں آنے کے بعد جو نقصانات اٹھانے پڑنے تھے اور جس سے یہ احساس ہونے لگا تھا کہ اب صورت حال خراب ہوجائے گی۔ اچانک ہی قدرت نے یہ انتظام کر دیا تھا کہ حالات سنبھل گئے تھے لیکن اب شرفا کی ہدایت کے مطابق اس جگہ کو چھوڑ دینا بے حد ضروری سمجھا گیا تھا چنانچہ سب سے پہلے کام یہی کیا گیا اور ہم لوگ برق رفتاری سے فاصلے طے کرنے لگے۔ غالباً ہمارے ساتھیوں کے دلوں میں یہ خیال تھا کہ جلد از جلد کوئی ایسی جگہ منتخب کر لی جائے

جہاں قیام کر کے اب تک کی تمام مشکلات کا ازالہ کیا جاسکے اس لئے رفتار بے حد تیز رکھی گئی تھی اور شرفا کے بیان کے مطابق زہریلی نشہ آور بوٹیوں کی یہ وادی آخر کار خالی کر دی گئی اور ہم اس سے بہت دور نکل آئے جس برق رفتاری سے سفر کیا گیا تھا اس کے بعد آرام بھی بے حد ضروری تھا چنانچہ ہم لوگ شام ہونے سے کچھ پہلے ہی ایک ایسی جگہ پہنچ گئے جو قیام کے لئے اچھی تھی اس دوران سب اپنے اپنے طور پر سوچوں میں ڈوبے رہے تھے اور کسی نے بھی اس موضوع پر بات نہیں کی تھی کہ آگے کا کیا پروگرام رہے گا قیام کے بعد گیس کے چولہوں کے جائزے لئے گئے سارے ہی چولہے گیس سے بھرے ہوئے تھے لیکن یہ بات ہم جانتے تھے کہ اس گیس کو انتہائی احتیاط کے ساتھ استعمال کرنا ہے کیونکہ آخر کار یہ ختم ہوجائے گی اور ہمیں پھر اوقات پر آنا پڑے گا یہ سوچنے کے بعد سب سے پہلے چھوٹے چھوٹے چار برتنوں میں چائے کا پانی چڑھا دیا گیا کیونکہ اس دوران خاص طور سے ہم چائے سے محروم رہے تھے......... حسن فیروز لڑکی کے ساتھ منسلک تھا میں نے دور سے اسے دیکھا تو احساس ہوا کہ خوش ہے میرے پاس آبیٹھا......... کہنے لگا۔

"تم دیکھ رہے ہو وقت اور حالات کیسے کیسے زاویے بدل رہے ہیں کیا کوئی لمحہ ایسا ہوتا ہے جس کے بارے میں ہم یہ کہہ سکیں کہ ہمارا شناسا لمحہ ہے۔"

"بالکل نہیں۔" یہی تو زندگی ہے وقت گزرتا رہا کھانے پینے سے فراغت حاصل کرنے کے بعد سب لوگ آرام کرنے کے لئے لیٹ گئے۔ کھانے پینے کی اشیاء جدید ترین تھیں اور لگ رہا تھا کچھ دن بڑے شاندار گزریں گے شرفا بھی اچھا ساتھی ثابت ہوا تھا وہ ان علاقوں کے بارے میں کافی اچھی طرح جانتا تھا۔ اس نے کہا۔

"مسٹر ہارلے مجھ سے علاقوں کے بارے میں مشورے کرتا رہتا تھا۔ اگر آپ لوگوں کو بھی رنگین کہکشاں کی تلاش ہے تو اس کے لئے یہ راستہ بہت اچھا ثابت ہوگا میں بتا سکتا ہوں کتنے فاصلے پر کون سی جگہ موجود ہے۔ یہ میری معلومات نہیں بلکہ میرے اندر کچھ ایسی حسیں ہیں جن سے میں بہت سے خطرات کو سونگھ سکتا ہوں یہ حسیں مجھے میرے باپ سے ورثے میں منتقل ہوئی تھیں۔ میرا باپ ان علاقوں کا ڈاکٹر تھا اور بہت سی پراسرار باتیں جانتا تھا لیکن بڑا کنجوس اور بہت سنگدل تھا۔ ساری باتیں اس نے مجھے نہیں بتائیں لیکن میں نے کچھ باتیں اس سے سیکھ ہی لی ہیں۔ بہرحال شرفا بہت سی باتیں بتاتا رہا ہم نئے سرے سے چست وچالاک ہوگئے تھے۔ صبح سورج کے ساتھ ساتھ ہمارا یہ سفر جا رہا اور کافی فاصلہ طے کرنے کے بعد ہم دوسرے جنگلوں کے ایک عظیم الشان سلسلے تک

دیکھنے لگے لیکن اس کے ساتھ ہی آسمان بادلوں سے ڈھکتا چلا گیا۔ شرفا نے تشویش زدہ نگاہوں سے آسمان کو دیکھا اور بولا۔

”سر! بارش ہوگی اور بارش اس علاقے میں بڑی خطرناک ہوتی ہے کیونکہ بلندیوں سے بہہ کر آنے والا پانی ان علاقوں کو جل تھل کر دیتا ہے۔ شرفا کا کہنا بالکل درست نکلا۔ جونہی ہم نے جنگل میں قدم رکھا بارش شروع ہوگئی۔ شرفا واقعی ایک پراسرار شخصیت کا مالک تھا۔ موٹے کپڑنے کی پتلون اور قمیض میں ملبوس وہ بہت عجیب لگتا تھا اس کے کہنے کے مطابق ہم نے سفر کی رفتار تیز کر دی لیکن یہ بات سمجھ میں نہیں آرہی تھی کہ اس تیز رفتاری سے ہمیں کیا فائدہ ہوگا؟ کیونکہ قرب وجوار میں کوئی ایسی جگہ نظر نہیں آتی تھی جہاں پناہ لی جاسکتی اس میں کوئی شک نہیں کہ جنگل تھوڑا فاصلہ طے کرنے کے بعد کافی گھنا ہوگیا تھا اور یہاں بارش کی شدت کا احساس نہیں ہو رہا تھا لیکن جب ہم کسی ایسی جگہ پہنچتے جہاں درخت چھدرے ہوتے تو یوں لگتا جیسے آسمان سے پانی کی دھاریں بہہ رہی ہوں۔ فرقان داہا نے محمود خوارزم سے کہا۔

”محمود خوارزم! یہ بارش خطرناک ہوسکتی ہے۔“ محمود خوارزم نے سوالیہ نگاہوں سے فرقان کو دیکھا تو وہ بولا۔

”اصل میں علاقے اجنبی ہیں اور نہیں کہا جاسکتا کہ نشیب کہاں کہاں اور کتنے گہرے ہوں۔ تم ان بلندیوں کو نہ بھولے ہوگے جن سے گزر کر ہم اس وادی میں آئے ہیں۔“ محمود خوارزم نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”دوست! اسی کو تو مہم جوئی کہتے ہیں۔ گھر کی چاردیواری میں بیٹھ کر بھلا یہ لطف کہاں.........؟ ویسے اگر ہم تیزی سے یہ سفر کریں تو ہوسکتا ہے کہ جنگل سے گزر جائیں اور اس کے بعد ہمیں کوئی مناسب جگہ مل جائے۔“ فرقان داہا خاموش ہوگیا بادل گہرے سے گہرے ہوتے جارہے تھے حالانکہ دن کا وقت تھا۔ پہلے تو جنگل کے گھنے درختوں کی چھاؤں اور اس کے بعد بادلوں کی تاریکی آہستہ آہستہ گہری ہوتی جارہی تھی اور یوں لگ رہا تھا جیسے رات ہوگئی ہو لیکن اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ اس علاقے میں جنگل کا حسن بے مثال تھا۔ تیز بارش کی وجہ سے جانوروں میں افراتفری پھیلی ہوئی تھی اور وہ ادھر سے ادھر بھاگتے ہوئے نظر آرہے تھے۔ چونکہ چلنے کی رفتار سست ہوگئی تھی۔ ان جانوروں کا بھی پورا پورا خیال رکھنا تھا۔ کماری پربھاتیہ میرے نزدیک آگئی اور ہنس کر بولی۔

”ایک بات کہوں تو غلط نہیں ہوگا ڈیئر عمران خوارزم!؟“

میں نے سوالیہ نگاہوں سے اسے دیکھا اس کے چہرے پر ایک عجیب سی مسرت نظر آرہی تھی کہنے لگی۔

”میرے راستے کی رکاوٹیں خود بخود ہٹ گئی ہیں اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ تقدیر مجھ پر مہربان ہے۔“ بات سمجھ میں آگئی تھی لیکن میں نے اجنبی بن کر کہا۔

”کون سے راستے کی رکاوٹیں اور کون سی رکاوٹیں.........؟“

”خطرناک عورت جس سے واقعی میں بھی خوفزدہ ہوگئی تھی یعنی سنتالیہ! اور اس کے بعد جینی فورس......... معاف کرنا اس بات کا تو مجھے یقین ہے کہ اس کے لئے تم جذباتی نہیں تھے لیکن پھر بھی اتنا ضرور کہوں گی کہ مجھے اس کی موت کا افسوس ہے۔ میں انسانی خود غرضی کو بھی نظرانداز نہیں کرسکتی کیونکہ تم میری بھی پسند ہو۔ یہ ماحول......... یہ خوبصورت زندگی میں سمجھتی ہوں کہ تقدیر ہمیں آگے چل کر کوئی خوبصورت موقع ضرور دے گی لیکن ایسا نہ ہو کہ تم اس وقت بھی مجھے نظرانداز کرنے کی کوشش کرو۔“

”کماری جی! آپ کو یہ بات معلوم ہے کہ ہم کس ماحول میں سفر کر رہے ہیں۔ کیا ایسے ماحول میں ہمارے پاس رومان کی گنجائش ہے۔“ جواب میں کماری نے کھنکتا ہوا قہقہہ لگایا اور بولی۔

”نوجوان! جس قدر حسین ہو۔ میں تم سے اتنی ہی حسین باتوں کی توقع رکھتی ہوں۔ دیکھو......... زندگی میں کچھ ہی لمحات تو ملتے ہیں انسان کو زندگی میں جو اس کے لئے یادگار بن جاتے ہیں اور وہ اپنی پسند کے لمحات حاصل کرلیتا ہے ورنہ کہاں وقت ملتا ہے ان باتوں کا.........؟ چلو چھوڑو......... بعد میں بات کریں گے۔ ذرا دیکھو تو سہی پانی کی یہ دھاریں کیسی حسین لگ رہی ہیں۔“

”ابھی تھوڑی دیر کے بعد سیلابی ریلے ان کے حسن میں اور اضافہ کردیں گے۔“ میں نے کہا تو اس نے برا ماننے کے بجائے ایک قہقہہ لگایا اور خاموشی ہوگئی لیکن اس وقت میری زبان بڑی کالی زبان ثابت ہوئی تھی۔ بارش بدستور جاری تھی اور آسمان سے اندھیرے اتر رہے تھے پھر غالباً اس وقت شام کے سات بجے ہوں گے۔ درختوں کے پتوں سے بارش کے قطرے چھن رہے تھے۔ بحالت مجبوری قیام تو کرہی لیا گیا تھا لیکن چونکہ بارش ہو رہی تھی اس لئے تازہ خوراک تیار کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ البتہ جو چائے وغیرہ موجود تھی اسی سے کام چلایا گیا۔ تاہم......... سچی بات ہے مرنے والوں کے

لئے دعائے مغفرت کیا کرتے تھے کہ انہوں نے اپنی موت ایک معمولی سے انداز میں قبول کر کے ہم پر زندگی اتار دی تھی اور ہم اس سے لطف اندوز ہو رہے تھے۔ کھانے وغیرہ سے چند ہی لمحوں میں فراغت حاصل کرلی گئی۔ خوراک بھی کئی مرحلوں میں تقسیم کرلی گئی تھی۔ ابتدائی سفر میں ایسی چیزیں عام طور پر استعمال کی جاسکتی تھیں اور کئی دنوں تک کارآمد رہ سکتی تھیں۔ انہیں استعمال کرنے کا فیصلہ کیا گیا تھا۔ اس کے بعد وہ خشک اشیاء جو بڑی احتیاط سے محفوظ کی گئی تھیں۔ خشک کئے ہوئے پھل۔ بہرحال یہ سارا سلسلہ جاری رہا۔ بدن خوراک حاصل کرنے کے بعد جس طرح سے ساتھ چھوڑتے ہیں ہمارے بدن بھی اسی عمل کے حامل تھے۔ چنانچہ سبھی کے انداز میں کاہلی پائی جاتی تھی البتہ شرفا نے کہا۔

”سر! آپ لوگ سو جایئے آپ کا غلام جاگ رہا ہے۔“

”نہیں......... تم کب تک جاگتے رہو گے۔ سونا تو ہے تم بھی آرام سے سو جاؤ۔“

”نہیں سر! ایک آدمی کو ضرور جاگنا چاہئے تاکہ حالات پر نظر رکھے اور میں نے آپ سے پہلے بھی کہا ہے کہ ان علاقوں کی بارش بڑی خطرناک ہوتی ہے۔ آپ لوگ آرام سے سو جایئے میں جاگ رہا ہوں۔“

”دیکھو......... کیا کر سکتے ہیں؟“ بہرحال ہم لوگوں نے اپنے لئے مناسب طریقہ کار اختیار کیا۔ میں محمود خوارزم اور فرقان داہا اس وقت ایک ہی جگہ تھے فرقان داہا نے کہا۔

”ویسے تو یہ آدمی بڑا کارآمد معلوم ہوتا ہے لیکن وہی والی بات ہے محمود! کہ انسان بعد میں صرف افسوس کرتا ہے یعنی اسی وقت جب نقصان اٹھا چکتا ہے۔“

”مطلب؟“

”کیا یہ آدمی تمہیں قابل اعتبار معلوم ہوتا ہے۔“

”شرفا؟“

”ہاں۔“

”میرا خیال ہے کہ مکمل طور پر قابل اعتبار ہے کیونکہ جو کچھ اس نے ہمارے حوالے کیا ہے اگر چاہتا تو خاموشی سے اس غار میں مقیم رہتا ہم ان لاشوں کو دیکھتے ہوئے یہاں سے گزر جاتے۔ صحیح معنوں میں اس نے تو ہمارے لئے زندگی کا بندوبست کر دیا ہے۔“ فرقان داہا یہ کہہ کر خاموش ہو گیا۔ کچھ دیر کے لئے خاموشی طاری رہی۔ پھر اس کے بعد اس نے کہا۔

”بارش تو واقعی بہت خطرناک ہو رہی ہے اور ہمیں یہ بھی یاد ہے کہ ہم بلندیوں سے نیچے اترے ہیں۔ ویسے تو پانی اپنا مقام خود بنا لیتا ہے اور اسے پھیلنے کے لئے راستے مل جاتے ہیں لیکن اگر واقعی کسی جگہ جمع ہو گیا تو کیا خطرناک ثابت نہیں ہوگا۔“

”امکان ہیں اس بات کے۔“ اس کے بعد خاموشی چھا گئی تھی۔ بارش واقعی بڑی ہولناک ہو رہی تھی۔ آگے کے سفر کا کوئی امکان نہیں رہا تھا۔ ساری رات بارش ہوتی رہی۔ تیز بارش کی وجہ سے جنگل کے جانور بھی پریشان ہو رہے تھے۔ کبھی کبھی شیروں کی خوف ناک دہاڑ بھی سنائی دے جاتی تھی اور اس عالم مین نیند آنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ شرفا پتھر کے بت کی مانند بندوق پر پلاسٹک ڈالے ہوئے بیٹھا تھا۔ اس کے بدن میں جنبش تک نہیں تھی۔ کئی بار مجھے شبہ ہوا کہ وہ بیٹھے بیٹھے سو گیا ہے اور جب اسے جاگنے کے لئے آواز دی گئی تو چاک و چوبند لہجے میں بولا۔

”آپ سونے کی کوشش کیجئے تاکہ دن کی روشنی میں آپ کو کوئی پریشانی نہ ہو۔“

بہرحال رات اسی عالم میں گزر گئی۔ بلکہ رات کے آخری پہر میں تو بارش کی رفتار اتنی تیز ہو گئی کہ سب لوگ پریشان ہو گئے لیکن صبح کو جب آخری پہر گزرا تو بارش اچانک ہی رک گئی۔ بارش رکنے کے بعد ہم سب نے طے کر لیا کہ آگے کا سفر شروع کر دیا جائے کسی ایک جگہ رکنا مناسب نہیں ہے یہ اندازہ اچھی طرح ہو گیا تھا کہ بارش کی وجہ سے جنگل خطرناک ہو گیا ہے لیکن بہرحال......... یہاں اس وحشت ناک جگہ کہیں قیام تو کیا نہیں جاسکتا تھا۔ ویسے بھی مہم جو حضرات ایسی پریشان کن زندگی کو ہی مہم جوئی کا حصہ سمجھتے تھے۔ میں نے بھی زندگی کے بہت سے سال مشکلات میں گزارے تھے لیکن جو مشکلات اب پیش آ رہی تھیں وہ واقعی بڑی پر لطف تھیں۔ جنگل جل تھل ہو رہے تھے۔ دوران سفر ہمیں کئی جگہ خطرناک جانور نظر آئے جو پریشان حال ہمارے سامنے سے گزر گئے بڑا لطف آ رہا تھا ان حالات میں۔

اِدھر ہمیں ایک بہت ہی دلچسپ کردار مل گیا تھا یعنی شرفا' جو کہ بڑا ہی مست آدمی تھا۔ وہ ہماری ہی مانند اس سفر میں دلچسپی لے رہا تھا۔ بارش رک گئی تھی اور کچھ دیر کے لئے سورج بھی نظر آیا تھا لیکن صرف تھوڑی دیر کے لئے اس کے بعد دوبارہ درختوں کی چوٹیاں سیاہ ہونے لگی تھیں۔

”بارش کے امکانات ابھی ختم نہیں ہوئے۔“ فرقان داہا نے کہا۔ ابھی اس کے جملے پورے بھی نہیں ہوئے تھے کہ بارش کے قطرے ٹپ ٹپ کر کے ٹپکنے لگے اور ایک بار پھر

یہ قطرے موسلادھار بارش کی شکل اختیار کر گئے لیکن اب ہمارے پاس بارش سے بچاؤ کا کافی سامان تھا۔ ہم نے برساتیاں اوڑھ لی تھیں۔ جنہوں نے ہمارے شانوں پر پڑے تھیلوں کو بھی ڈھک لیا تھا اور ہم تیز رفتاری سے اپنا یہ سفر کر رہے تھے۔ جنگل میں بارش کے شور کے علاوہ اور کوئی آواز سنائی نہیں دے رہی تھی۔ اس لئے اس وقت شرفا سے پوچھا گیا۔

"یہ بتاؤ......... یہ جنگل کتنا طویل ہے.........؟"

"طویل......... نہیں زیادہ طویل نہیں ہے لیکن میں اس کی نوعیت سے اندازہ لگا رہا ہوں کہ یہ بے حد خطرناک ہے۔"

"خطرناک......... کس عالم میں.........؟"

"سر! آپ کو پتا ہے جنگل میں درندے ہوتے ہیں دلدلیں ہوتی ہیں حشرات الارض ہوتے ہیں اور بارش جب زمین کی گہرائیوں میں پہنچتی ہے تو یہ حشرات الارض گہرائیوں سے اوپر آجاتے ہیں۔ اس وقت یہ خطرناک ہو جاتے ہیں۔ ویسے اس عالم میں آپ بہترین شکار کر سکتے ہیں اگر آپ شکار کا شوق رکھتے ہیں تو۔" اس موقع پر محمود خوارزم نے ایک اچھی بات کہی۔ کہنے لگا۔

"دیکھو......... شکار بے شک ایک دلچسپ شوق ہے لیکن اگر دلیر شکاری ہے تو درندوں کو للکار کر شکار کرتا ہے بارش کی وجہ سے بے گھر پھرنے والوں کو گولیوں کا نشانہ بنانا اچھی بات نہیں ہے۔"

"ویری گڈ سر! ویری گڈ......... درحقیقت ایک دلیر شکاری میرے سامنے ہے۔" شرفا نے کہا۔

آسمان کے گویا بند ٹوٹ گئے تھے۔ لیکن ابھی تک جنگل میں پانی جمع نہیں ہوا تھا۔ بلکہ جگہ جگہ تیز دھاریں درختوں کے درمیان بل کھاتی اپنی سمت نکل رہی تھیں۔ دن کا وقت تھا لیکن بجلی کے کوندے صاف محسوس ہو رہے تھے۔ بادل بھی خوب گرج رہے تھے۔ ہم صبر و سکون کے ساتھ آگے بڑھتے رہے۔ نہ جانے کتنا سفر اسی طرح طے ہو گیا۔ پھر درختوں کی شکلیں تبدیل ہونے لگیں اب درخت اتنے گھنے نہیں رہے تھے بلکہ ان کے نیچے کہیں کہیں پتھریلی زمین نظر آنے لگی تھی۔ بارش کا شور بدستور تھا لیکن اچانک ہی کانوں نے ایک اور شور سنا اور ایک لمحے کے لئے ہمارے قدم ٹھٹک گئے یہ بارش کا شور نہیں تھا بلکہ ایک عجیب سا خوف ناک شور تھا۔ جس میں جانوروں کے چلانے کی آوازیں

بھی شامل تھیں۔ ہاتھیوں کی چنگھاڑ کے ساتھ بھینسوں کے ڈکرانے کی آوازیں۔ پھر اچانک ہی دل ہلا دینے والا دھماکا ہوا اور فضا میں ایک مسلسل گرج سنائی دینے لگی۔ اس گرج میں درختوں کے ٹوٹنے کی آوازیں بھی شامل تھیں۔ ہرچند کہ یہ آوازیں دور سے آرہی تھیں لیکن خاص طور پر یہ محسوس ہو رہا تھا کہ آوازیں آگے بڑھ رہی ہوں اور یہ بات سمجھ میں نہیں آرہی تھی لیکن اچانک ہی شرفا نے کہا۔

"سر......... سر......... بہت ہی بڑا خطرہ ہم لوگوں کی طرف آرہا ہے۔" ہم سب چونک کر شرفا کو دیکھنے لگے تو وہ بولا۔

"طوفانی ریلا......... یقینی طور پر کوئی طوفانی ریلا ہے۔" ابھی اس نے اتنا ہی کہا تھا کہ ایک دم کچھ فاصلے پر بائیں سمت ہمیں اونچے درختوں کی چوٹیاں سرنگوں ہوتی دکھائی دیں۔ ان کے موٹے تنے تڑخ کر ٹوٹ رہے تھے اور میلے ملگجے دھندلکے میں پانی کی ایک طوفانی دیوار برق رفتاری سے اپنی زد میں آنے والی ہر شے کو سمیٹتی ہوئی ہماری طرف بڑھ رہی تھی اسی وقت پھر اس نے کہا۔

"سر! زندگی بچانے کی کوشش کیجئے۔ زندگی بچانے۔ ادھر......... ادھر........." اس نے کہا اور ہم سب بے اختیار دوڑ پڑے۔ وہ تڑاخیں......... وہ آوازیں۔ وہ دھماکے جانوروں کا شور یہ ساری چیزیں اس بات کا احساس دلا رہی تھیں کہ موت برق رفتاری سے ہماری جانب لپک رہی ہے۔ اب حسن اور نیوبا بھی ہمارے ساتھ دوڑ رہے تھے۔ نیوبا کے چہرے پر میں نے پہلی بار خوف کی علامات پائی تھیں۔ ادھر پانی کی وہی دیوار ہولناک گرج کے ساتھ قریب سے قریب آتی جارہی تھی اور اب کسی کے کہنے کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔ ہم لوگوں کو خود اندازہ ہو گیا تھا کہ موت نے اچانک ہمیں تاک لیا ہے اور برق رفتاری سے ہماری طرف لپک رہی ہے۔ اس حالت میں فطری طور پر پانی کے مخالف سمت دوڑنا ہی ایک عمل تھا لیکن یہ کوئی حل نہیں تھا کیونکہ ہماری رفتار پانی سے زیادہ تیز نہیں ہو سکتی تھی اور پانی کا یہ طاقتور ریلا جس نے بڑے بڑے درختوں کو جڑوں سے اکھاڑ کر اپنے بہاؤ پر لے لیا تھا بھلا ہمارے لئے کیا اہمیت رکھتا تھا یا ہم اس کے لئے کیا اہمیت رکھتے تھے؟ چنانچہ اس وقت صرف ایک ہی طریقہ کار تھا کہ زندگی بچانے کے لئے جان توڑ کر دوڑا جائے۔ سب سے زیادہ رفتار شرفا کی تھی۔ اس کے ذہن میں شاید کوئی خاص بات تھی کیونکہ اچانک ہی اس نے سیدھ میں دوڑتے دوڑتے رخ چینج کر لیا تھا اور چیختا ہوا بولا تھا۔

”ادھر......... ادھر آجایئے......... سب ادھر آجایئے۔“ بے اختیار اس کی تقلید کی گئی اور اس میں کوئی شک نہیں کہ اس وقت شرفا نے اپنا فرض پورا کردیا ورنہ وہ درخت ہم نہیں دیکھ سکتے تھے جس کا تنا انتہائی لمبا چوڑا تھا اور جس کی شاخیں اس طرح دور دور تک پھیلی ہوئی تھیں کہ باقاعدہ ایک بستی سی آباد ہوگئی تھی۔ یہ شاخیں بھی اتنی موٹی تھیں کہ عام درختوں کے تنے موٹے نہیں ہوتے۔ میں سب سے پہلے دوڑا اور کسی بندر کی طرح درخت کے تنے پر چڑھ گیا اور اس کے بعد ہم سب یہ کوشش کرنے لگے۔ نیوبا نے تو کمال ہی کیا تھا۔ بالکل پھرتیلی بلی کی طرح درخت پر چڑھتی ہوئی اوپر پہنچ گئی تھی حسن نے بھی اس کا تعاقب کیا تھا۔ واقعی دیکھنے کے قابل منظر تھا۔ زندگی بچانے کے لئے انسان کس قدر چاق وچوبند ہوجاتا ہے۔ اس کا اندازہ اس سے زیادہ اور کہیں نہیں کیا جاسکتا تھا۔ درخت کی شاخوں کے پھیلاؤ میں ہم لوگ بلندی تک پہنچ گئے۔ پانی کی تیز رفتار روانی لمحوں کے اندر ہمارے قریب پہنچ گئی تھی پانی کا بھی اندازہ نہیں ہوسکا تھا کہ کتنا اونچا آجائے گا۔ اس لئے ضروری تھا کہ زیادہ بلندی پر پہنچا جائے۔ بس یہ ایک اضطراری کوشش تھی ورنہ کیا کہا جاسکتا تھا کہ جس طرح لاتعداد درخت پانی کے اس ریلے میں بہہ گئے ہیں یہ درخت اس کا مقابلہ کرسکے گا یا نہیں لیکن یہ حتمی کوشش تھی۔ ہم سے اچھا تو شرفا نے سوچا تھا جو ہمیں اس درخت تک لے آیا تھا۔ بہرحال ہم برق رفتاری سے اوپر تک پہنچ گئے اور پانی کا خوف ناک ریلا ہمیں چھونے کے لئے درخت کا فاصلہ طے کرنے لگا وہ پوری برق رفتاری کے ساتھ ہرشے کو دھکیلتا ہوا اس درخت کی طرف لپک رہا تھا اور جب وہ پوری قوت سے اس درخت سے ٹکرایا تو درخت بری طرح ہل گیا۔ اس کا سارا تنا پانی سے ڈھک گیا اور پھر شاخیں بھی آہستہ آہستہ پانی میں ڈوبنے لگیں ریلا آگے بڑھ گیا تھا۔ خوف ناک گرج سماعت کی برداشت سے کہیں زیادہ تھی چنانچہ ہمارے دماغ سن ہوگئے تھے اور کچھ دیر کے لئے یوں لگا جیسے ہم گہری نیند سوگئے ہیں۔ آخر کار پانی کا ریلا آگے بڑھ گیا تو کیفیت بہتر ہوئی۔ پانی اب بھی درخت کو ٹکریں مارتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا اور ہمیں اس میں جو کچھ نظر آیا تھا وہ جان لئے جارہا تھا درختوں کے ٹوٹے ہوئے تنے۔ شاخیں ان شاخوں سے لپٹے ہوئے سانپ ننھے ننھے کمزور جانور جو پانی کی ضرب سے ہی مر گئے تھے دیوہیکل درندے اور نہ جانے کیا کیا۔ آنکھیں کھولنا مشکل ہوا جارہا تھا۔ میرے بالکل قریب فاخر داہا موجود تھا۔ اس نے چند لمحوں کے بعد اچانک حلق پھاڑ کر کہا۔

”شرفا......... شرفا......... کہاں ہے؟؟“

”میں موجود ہوں جناب......... آپ میری فکر نہ کیجئے۔“ شرفا کی آواز سنائی دی۔ وہ آرام سے ایک درخت پر پاؤں لٹکائے سیدھا بیٹھا ہوا تھا۔ بہرحال اس وقت سب کی حالت بہت خراب ہورہی تھی۔ سامان کے تھیلے سنبھال کر رکھے ہوئے تھے۔ ایک عجیب وغریب صورت حال تھی زندگی موت کے قریب سے گزر گئی تھی......... اور لگتا تھا کہ گزرتی جائے گی حالانکہ پانی اب بھی تھوڑا سا درختوں سے ٹکرا کر گزر رہا تھا اور اس کے ساتھ ہی بہنے والی بہت سی چیزوں کو اس مضبوط درخت کے سہارے رکنے کا موقع مل گیا تھا۔ چنانچہ تنے کے گرد نہ جانے کیا کیا الا بلا بکھر گئی تھیں۔ اسی وقت بالکل اوپر کی شاخ سے کماری پربھاتیہ کی آواز سنائی دی۔

”مسٹر عبران!“ میں نے چونک کر اوپر دیکھا تو کماری مسکرا رہی تھی کہنے لگی۔

”ایک بات کہوں۔“ میں کچھ نہیں بول سکتا تھا البتہ یہ سوچ رہا تھا کہ کماری پربھاتیہ کیا زبردست اعصابی قوتوں کی مالک ہے۔ اس وقت بھی اس کے چہرے پر جو تاثرات نظر آرہے تھے وہ نارمل نہیں تھے کیونکہ ہر ایک کا چہرہ خوف سے زرد تھا......... مناظر ہی ایسے سامنے آرہے تھے جب میں کچھ نہ بولا تو وہ پھر بولی۔

”ایک بات کہوں۔“

”ہوں۔“

”میں تم سے محبت کرنے لگی ہوں۔“ مجھے بے اختیار ہنسی آنے لگی۔ اس وقت میرا دل چاہا تھا کہ حسن کو زور زور سے آوازیں دوں اور کہوں کہ دیکھ اکیلے تیری ہی کھوپڑی میں پھوڑا نہیں ہے اور بھی تجھ جیسے دنیا میں موجود ہیں۔ کماری پربھاتیہ موت اور زندگی کی کشمکش میں گرفتار تھی اور اپنی محبت کا اعلان کررہی تھی کہنے لگی۔

”کچھ بولوگے نہیں؟“

”کاش! میں تمہاری طرح بہادر ہوتا کماری۔“

”نہیں! بلکہ یہ کہو کہ کاش تم بھی میری طرح مجھ سے محبت کرتے۔ کہو تو پانی میں کود جاؤں؟“

”ارے کیوں؟“ میں تعجب سے بولا۔

”اپنی محبت کا ثبوت دینے کے لئے۔“

”نتیجہ کیا ہوگا؟“ میں نے کہا۔

”مرجاؤں گی۔“

"نہیں......... کماری جی میں آپ کی زندگی چاہتا ہوں۔"

"کیا واقعی؟"

"جی۔"

"تم تو مجھ سے محبت کا اعتراف کرو۔"

"دیکھئے......... پلیز ہماری باتیں دوسرے لوگ بھی سن رہے ہوں گے اور آپ کو معلوم ہے کہ یہاں پر اس وقت کیسے کیسے محترم لوگ موجود ہیں۔"

"سوری......... سوری!" وہ ایک دم خاموش ہوگئی۔

چنانچہ میں بھی خاموش ہوگیا تھا کماری کی اس وقت کی بکواس......... اس میں کوئی شک نہیں کہ عقل سے تعلق نہیں رکھتی تھی۔ حالانکہ اس وقت ہر شخص اعصابی دباؤ کا شکار تھا سب کی زبانیں بند تھیں ان کی وحشت زدہ پھٹی ہوئی آنکھیں پانی کی حشر سامانیاں دیکھ رہی تھیں مناظر ہی ایسے تھے میں نے دیکھا کہ پانی کے ساتھ ساتھ بہتا ہوا ایک کالا چیتا پوری قوت سے درخت کے تنے سے ٹکرایا اس کے نوکیلے خون خوار پنجوں نے درخت کے تنے کو پکڑنے کی کوشش کی لیکن پانی کی ایک لہر اسے طوفانی رفتار سے بہاتی ہوئی آگے لے گئی۔ لمبے لمبے سانپ بے بس ہوجاتے تھے بلکہ ایک بار تو شرفا نے بڑی ذہانت سے کام لیا۔ وہ سانپ نہیں بلکہ اژدھا تھا اپنی تمام تر قوتوں کے ساتھ ساتھ پانی پر تیرتا ہوا درخت تک آیا تھا اور پھر ایک عجیب وغریب طریقے سے اس نے اپنے بڑے سے سر کو درخت کے تنے پر مارا تھا اور اچھل کر اوپر آیا تھا لیکن اس وقت شرفا نے اس سے بھی زیادہ حیران کن انداز کا مظاہرہ کیا اس کے پستول سے دو گولیاں نکلیں اور اژدھے کے پھن کے چیتھڑے اڑ گئے تھے۔ ایک لمحے کے اندر اندر وہ پانی میں دوبارہ بہتا ہوا دور نکل گیا تھا۔ ہم نے شرفا کی کارروائی دیکھی معمولی بات نہیں تھی......... پھر پانی کا زور ٹوٹنے لگا۔ اب یہ آس ہوگئی تھی کہ پانی اس سے اوپر نہیں آئے گا لیکن اس وقت اس تناور درخت نے ہماری زندگی بچانے میں اہم کردار ادا کیا تھا اور اس وقت زندگی بچ جانے کا سہرا شرفا کے سر بھی تھا۔ نہ جانے یہ درخت اس نے کب اور کیسے دیکھ لیا تھا یا پھر اس بات کے امکانات بھی تھے کہ بے تحاشا دوڑتے ہوئے اسے یہ درخت نظر آگیا تھا اور بروقت ہی اس کی جانب دوڑنے کی سوجھ گئی تھی۔ ریلے کی توڑ پھوڑ کی آواز اب کافی دور سے سنائی دے رہی تھی اور رفتہ رفتہ اس طرف اب سکون پھیلتا جارہا تھا لیکن پانی کے بہاؤ میں اب بھی کوئی کمی نہیں ہوئی تھی۔ اندازہ تھا کہ جب تک یہ ریلا اپنے سارے حجم کے

ساتھ پھیل نہیں جاتا پانی ساکت نہیں ہوگا۔ اب ساعت بھی بہتر ہوگئی تھی اور لوگ بولنے چالنے لگے تھے۔ محمود خوارزم نے فرقان داہا سے پوچھا۔

"کہو......... کیسا لگا یہ سب کچھ۔"

"خدا کی پناہ......... خدا کی پناہ!"

"سر......... کیا خیال ہے؟ چائے بنائی جائے؟"

"کیا......... کون بنائے گا چائے؟"

"میں بناؤں گا سر۔ آپ مجھے بتاؤ۔"

"کیا......... تمہارا دماغ خراب ہوگیا ہے؟"

"سر......... آپ چائے پینے کی بات کرو میں چائے بناتا ہوں۔" اور پھر اس نے جو کچھ کیا وہ واقعی قابل داد تھا کم از کم میں اس بات کی داد دیئے بغیر نہیں رہ سکا۔ شاخوں پر گیس کا چولہا جلا کر چائے کے لئے پانی رکھ دیا اور تھوڑی دیر کے بعد چائے سب کو تقسیم کردی گئی۔ انسان بھی کیا عجیب وغریب چیز ہوتی ہے ایک لمحے پہلے زندگی بچانے کا تصور ہی عجیب ہوگیا تھا اور اب ہم چائے پی رہے تھے اچانک ہی محمود خوارزم نے کہا۔

"شرفا یہ پانی کہاں سے آیا؟"

"سر......... بارش اتنی تیز تھی......... اور میں نے آپ سے کہا تھا کہ ہم گہرائیوں میں سفر کر رہے ہیں کہیں کوئی گڑبڑ نہ ہوجائے سر یہ پانی بلندیوں سے بہہ کر آیا ہے......... جنگل کی حالت خراب کردی ہے اس نے۔"

"کیا خیال ہے یہ پانی کب تک اتر جائے گا؟"

"میرا خیال ہے سر بہت زیادہ وقت نہیں لگے گا۔ بس بارش رک جائے اگر بارش ہوتی رہی اور پانی بڑھتا رہا تو دوسرا ریلا بھی آسکتا ہے۔" محمود خوارزم خاموش ہوگیا......... سب پر خاموشی طاری تھی۔ میں نے حسن کی طرف دیکھا......... وہ آنکھیں بند کئے درخت کی ایک شاخ پر اس طرح لیٹا تھا جیسے کسی آرام دہ کرسی پر لیٹا ہو۔ لڑکی اس کے سینے پر سر رکھے برابر کی دوسری شاخ پر تھی حسن......... اب اس کا عادی ہوگیا تھا۔ بہرحال میں اس وقت اسے متوجہ نہیں کرنا چاہتا تھا چائے اسے بھی دی گئی لڑکی کو بھی پلائی گئی نیچے پانی میں جھاڑیوں میں لپٹے ہوئے لاتعداد حشرات الارض نظر آرہے تھے یہ خطرہ بھی تھا کہ اگر درخت کا پانی نیچے گر گیا تو یہ جانور بے اختیار درخت پر چڑھنے کی کوشش کریں گے چنانچہ اس خطرے کو مد نظر رکھتے ہوئے ہلکی بندوقوں اور پستولوں کو سنبھال لیا

گیا جنہیں اب تک برساتیوں کی آڑ میں چھپائے رکھا تھا تاکہ کارتوس خراب نہ ہوجائیں......... میں ساری زندگی میں اس سے زیادہ خوفناک حالت کا شکار کبھی نہیں ہوا تھا اور شاید اس کیفیت کو مرتے دم تک فراموش نہیں کرسکتا تھا۔ ہم جانوروں کی طرح درخت کی شاخوں سے لپٹے ہوئے تھے اور نیچے تاحد نگاہ پانی بہہ رہا تھا۔ درخت کے تنے کے نشان سے اندازہ ہوتا تھا کہ پانی کی گہرائی اس وقت کس قدر ہولناک ہے بارش بے شک رک گئی تھی لیکن آسمان پر بادلوں کے غول کے غول گشت کررہے تھے یوں لگتا تھا جیسے دشمن کی فوجیں ہتھیار سنبھالے ہوئے سامنے سے گزر رہی تھیں۔ بادلوں کی گڑگڑاہٹ سے جنگل گونجنے لگتا تھا۔ وقت آہستہ آہستہ گزر رہا تھا پھرپانی نیچے اترنے لگا اور خدا خدا کرکے زمین نظر آنے لگی لیکن اس میں بھی بہت زیادہ وقت گزر گیا تھا۔ ہم لوگ نیچے اتر آئے اور دور دور تک تکتے ہوئے وہاں سے آگے بڑھنے لگے۔ آگے بڑھنے سے پہلے شرفا سے اس بارے میں پوچھ لیا گیا تھا۔

”بارش تو بند ہوچکی ہے اور پانی بھی اپنے لئے راستہ بنا چکا ہے تمہارا کیا خیال ہے شرفا آگے کے لئے سفر کا آغاز کردیا جائے۔“

”سر......... سفر تو کرنا ہی ہے ہم یہاں تو وقت نہیں گزار سکتے۔“

”نہیں......... میرا مطلب ہے کہ کہیں دلدلیں نہ بن گئی ہوں۔“

”شرفا دور سے سونگھ کر دلدلوں کے بارے میں بتا دیتا ہے چاہے وہ عارضی طور پر ہی کیوں نہ بنی ہوں۔“ یہ بات نہ صرف میں نے بلکہ سب نے دل و جان سے تسلیم کی کہ شرفا اس سفر میں ہمارے لئے نعمت خداوندی ہے اور وہ ہمارے بہترین کام آسکتا ہے ہم آگے بڑھ رہے تھے تھوڑا سا سفر طے کرنے کے بعد اندازہ ہوگیا کہ اس زبردست پانی کی ہولناک تباہ کاریاں درختوں اور ہر جاندار پر اثر انداز ہوئی تھیں۔ لاتعداد درخت جڑوں سے اکھڑ کر پانی کے ریلے کے ساتھ بہہ گئے تھے ان کی جڑوں کی جگہ گہرے گڑھے ہوگئے تھے اور ان میں پانی بھرا ہوا تھا۔ جھاڑ جھنکار ٹوٹنے سے درختوں کی شاخیں جگہ جگہ سے لٹک کر راستہ بند کرنے کا باعث بن گئی تھیں اور ان کے درمیان سے بڑی مشکل سے گزرا جاسکتا تھا۔ سب سے زیادہ ہولناک منظر ان میں پھنسی ہوئی جانوروں کی لاشیں تھیں۔ نیل گائے......... بارہ سنگھے ہرن اور کئی شیر بھی اس آفت کا شکار ہوکر زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھے تھے فرقان داہا نے اداس لہجے میں کہا۔

”اللہ کا جس قدر شکر ادا کیا جائے کم ہے۔ اگر وہ درخت ہمارا سہارا نہ بنتا تو ہم کہاں

ہوتے.........؟“

”تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔ ویسے میرا خیال ہے کہ اب سفر کی رفتار تیز کردینی چاہئے۔ ورنہ یہ لاشیں سڑنے لگیں گی اور تعفن کے ساتھ جراثیم پیدا ہوجائیں گے۔“ محمود خوارزم نے کہا۔

”اس میں کوئی شک نہیں.........“ اس کے بعد رفتار تیز کردی گئی اور راستے کی مشکلات کے باوجود شام ہونے تک ہم کافی اوپر نکل آئے۔ آہستہ آہستہ رات کا اندھیرا پھیلتا جارہا تھا اور ہم میں سے ہرایک یہ بات جانتا تھا کہ اس وقت رات کو سفر کرنا ممکن نہیں ہے لیکن یہ رات خوشگوار نہیں تھی دن بھر کے سفر کے دوران تیز دھوپ پڑی تھی۔ اس لئے اطراف میں بکھری لاشیں سڑنے لگی تھیں اور ہلکی ہلکی سی بو فضا میں پھیلتی جارہی تھی جو صبح ہونے تک اور بڑھ گئی چنانچہ جونہی تھوڑی سی روشنی کا آغاز ہوا ہم نے سفر دوبارہ شروع کردیا کیونکہ یہ تیاری پہلے ہی کرلی گئی تھی اور اب سفر دوڑ کے انداز اختیار میں کیا گیا تھا۔ شرفا ہر حالت میں معاونت کررہا تھا۔ سب سے آگے وہی دوڑ رہا تھا حالانکہ ہم کئی بار اس طرح تیزی سے چلنے سے منع کرچکے تھے کہ کہیں وہ کسی حادثے کا شکار نہ ہوجائے۔ پھر اس وقت گھڑی کی سوئیاں ایک بجا رہی تھیں جب ہم نے ایک جگہ محسوس کیا کہ اب تباہ کاری کے آثار نہیں ہیں۔ زمین خشک ہوگئی ہے اور جنگل بھی اچھی حالت میں ہے چنانچہ ہم اس طرف چل پڑے اور تھوڑی دیر کے بعد وہاں پہنچ گئے ہم سب اس صورت حال کا جائزہ لے رہے تھے۔ اندازہ ہوا کہ بائیں سمت دریا ہے اور دائیں سمت کے علاقے بارش کی زد میں نہیں آئے۔ اس سیلاب کا آغاز بائیں سمت سے ہی ہوا ہے۔

”یہ علاقہ طوفان کی زد میں نہیں آیا۔“

”ہاں......... دریا نے طوفان کا رخ بائیں جانب موڑ دیا۔“

”اگر ہم سیدھے چلتے رہیں تو اسی علاقے میں کافی دور تک نکل جائیں گے کیونکہ اس طرف ہم زیادہ تیز رفتاری سے چل سکتے ہیں۔ چنانچہ یہاں سے آگے کا سفر اختیار کرلیا گیا تقریباً ڈھائی یا تین گھنٹے تک یہ سفر تیزی سے جاری رہا اور اس کے بعد درختوں کا سلسلہ ختم ہوگیا۔

درختوں کی دوسری طرف چٹانی سرزمین تھی۔ ناہموار اور خشک' ماحول پر ایک ہلکی سی دھند سوار تھی۔ وسیع و عریض چٹانی میدانوں میں ہر طرف جانوروں کے غول نظر

آرہے تھے۔ ننھے معصوم جانور ساکت ایک دوسرے میں سر گھسائے کھڑے ہوئے تھے۔ ان میں چتیل سانبھر اور بھورے ہرن وغیرہ تھے۔ ان کے اطراف میں کہیں کہیں چیتے اور شیر بھی نظر آجاتے تھے۔ ہاتھیوں کا ایک غول خاندان کی شکل میں نظر آیا۔ عجیب منظر تھا۔ بے حد عبرت ناک یہ سب سیلاب کے پناہ گزین تھے اور سیلاب سے انہیں بچ جانے کا موقع مل گیا تھا۔ زندگی سب کو عزیز تھی چنانچہ سبھی دوڑ پڑے تھے اور موت کے مرحلے سے نکلنے کے بعد ایک بار پھر طاقت کا قانون لاگو ہوگیا تھا۔ اب یہ کمزور جانور وحشی جانوروں کے رحم وکرم پر تھے اور وحشی جانور تھرتھرائے تھرتھرائے پھر رہے تھے۔ جنگل کا خوف معصوم جانوروں کو واپس جانے سے روک رہا تھا۔ ادھر بھی موت نظر آرہی تھی اور سامنے بھی موت تھی چنانچہ وہ اپنی نسلوں کے ساتھ ایک دوسرے میں گھسے' سر جھکائے کھڑے تھے۔ رہے وحشی درندے' تو سب سے بڑی حیرت انگیز بات یہ تھی کہ اس وقت انہوں نے اپنی برتری کا احساس ترک کردیا تھا۔ سبھی موت سے خوف زدہ ہوگئے تھے گویا انہیں احساس ہوگیا تھا کہ ان سے بھی بڑی قوت ہے جو ان پر حاوی ہوگئی تھی اور اب جب انہیں زندگی ملی ہے تو ضروری ہے کہ وہ انہیں پناہ دیں جو کمزور ہیں کاش........ طاقت کا یہ قانون انسانوں پر بھی لاگو ہوجائے۔ ہر طاقت ور یہ سوچے کہ اس سے کمزور اس کا پناہ گزین ہے۔ وہ اسے مٹانے کے بجائے اس کی حفاظت کرے تو شاید اس کائنات میں پھول ہی پھول کھل جائیں۔ یہ عبرت ناک منظر ہمیں گھائل کئے دے رہا تھا اور ہم سکوت کے عالم میں اسے پتھرائی ہوئی نگاہوں سے دیکھ رہے تھے ہمارے منہ سے آواز تک نکل نہیں پا رہی تھی۔ سب پر ایک ہی کیفیت طاری تھی اور بہت دیر تک یہ سحر قائم رہا۔

پھر ہم وہاں سے آگے بڑھتے چلے گئے خاصی دیر تک یہ سفر جاری رہا اور رات ہوئی تو ہمیں ایک بہت اچھا علاقہ پناہ گاہ کے طور پر مل گیا اس علاقے میں ہم پچھلے تمام سفر کے مقابلے میں بڑے پرسکون تھے' یہ عجیب وغریب قسم کی چٹانیں تھیں' اگر ذرا بھی ذہن کو بھٹکنے کا موقع دیا جاتا تو یہ تصور ذہن میں ابھر آتا تھا کہ یہ جگہ یقینی طور پر کبھی انسانوں کا مسکن رہی ہوگی اور ان چٹانوں کو سائبان کی شکل میں تراش کر اپنے لئے رہائش گاہیں بنائی ہوں گی۔ ایسی ہی چٹانیں تھیں جن کے درمیان گہرے گہرے کٹاؤ تھے اور ان کٹاؤ میں خاصا سکون محسوس ہوتا تھا نتیجے میں یہ گہرے گہرے کٹاؤ والی جگہ ہمارا مسکن بن گئی۔ شرفا تو تھا ہی کمال کی چیز........ طے یہ کیا گیا کہ یہاں ایک دن نہیں بلکہ کئی دن قیام کرکے اب تک کے سارے سفر کی کھولت اور تھکن دور کرلی جائے........ شرفا نے کہا۔

"سر آگے جانے کے لئے ہم یہاں سے گوشت بھی اکٹھا کرسکتے ہیں۔ میں حاصل شدہ گوشت کو محفوظ کرنے کا ایک خاص طریقہ جانتا ہوں۔ وہ بالکل پاک صاف رہے گا۔"

"ایک بات اور شرفا........ تم بے شک شکار کرو گے لیکن ہم اپنے مذہب کی بنیاد پر تمہارا کیا ہوا شکار کھا نہیں سکتے۔ ہمارے پاس اس کے لئے خاص طریقہ کار ہے۔"

"تو کوئی فرق نہیں پڑتا سر........ آپ شکار کھیلئے گا اور اپنے مذہب کے مطابق کام کرلیجئے گا' میں تو صرف گوشت محفوظ کرنے کی بات کرتا ہوں۔"

"ہاں........ ٹھیک ہے۔" ہم نے اعتماد کا اظہار کردیا۔ پھر جگہ جگہ ڈیرے بنالئے گئے اور ہم ان قدرتی کیمپوں میں فروکش ہوگئے۔ واقعی بڑی پرسکون جگہ تھی' شام کے ساتھ ساتھ ٹھنڈک کا احساس بڑھتا چلا گیا لیکن سائبان نما جگہ کے اندرونی حصوں میں ٹھنڈک کا بالکل اثر نہیں ہوتا تھا' یہ حصے زیادہ گہرے بھی نہیں تھے اور خاصے پرسکون تھے' چنانچہ ہر شخص نے اپنے لئے جگہ کا انتخاب کرلیا' ہم لوگوں نے زیادہ فاصلہ نہیں اختیار کیا تھا کیونکہ ہمیں یہ نہیں معلوم تھا کہ ان جنگلوں کی کیفیت کیا ہے' ہوسکتا ہے دن کی روشنی اور ہو اور رات کی تاریکی اور........ لیکن یہ میں نے سوچا تھا' جب اس سلسلے میں محمود خوارزم سے بات ہوئی تو محمود خوارزم نے کہا۔

"میں تو بس اس بات پر حیران ہوں کہ تم نے نہایت ذمے داری کے ساتھ اب تک اپنا فرض پورا کیا ہے اور یہ ایک سچی حقیقت ہے کہ مجھ پر تمہارے جوہر اب کھلے ہیں۔" محمود خوارزم اپنے ہی سر میں بولتا تھا اور جب وہ مجھے عمران خوارزم سمجھ کر مجھ سے بات کرتا تھا تو حقیقت یہ ہے کہ میرے دل میں اس کے لئے ہمدردی ابھر آتی تھی اور میں سوچتا تھا کہ جب اس شخص کو یہ بات معلوم ہوگی کہ اس کا بیٹا اب اس دنیا میں نہیں ہے اور میں اسے دھوکہ دیتا رہا ہوں تو اس کی کیفیت کیا ہوگی۔ مشکل سے برداشت کرسکے گا۔ تاہم یہ وقت ایسی باتیں سوچنے کا نہیں تھا۔ میں نے کہا۔

"اصل میں میرے ذہن میں بس یہی بات ہے کہ جنگل سے نکل کر جنگلی درندے یہاں نہ آجاتے ہوں۔"

"نہیں اگر ایسا ہوتا تو ہمیں ان کے نشانات کسی نہ کسی شکل میں مل جاتے' کھائے ہوئے چھوٹے جانور یا پھر ان کی گندگی........ جبکہ تم دیکھ رہے ہو کہ قرب وجوار کے علاقے بالکل صاف ہیں۔" میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی' میں نے کہا۔

"یہ ایک مہم جو کا تجربہ ہے اور ظاہر ہے میری زندگی کی یہ پہلی مہم ہے۔"

"آؤ بیٹھو......... ہم جیسے عجیب وغریب حالات سے گزرے ہیں اس کے بعد سے اب تک میرے اور تمہارے درمیان تو کوئی بات چیت ہی نہیں ہوئی۔"

"ہاں......... واقعی........."

"دیکھو، اب ہم بقول کسی کے اپنے جہاز جلا چکے ہیں جن راستوں سے ہم گزر کر آئے ہیں ان راستوں کا تم نے تجزیہ کرہی لیا ہے، ہم یقینی طور پر اپنی منزل تک پہنچ جائیں گے لیکن تم یہ سوچ لو کہ اب منزل تک پہنچنا ہماری اہم ضرورت ہے۔ میں خاص طور سے سوخان کی طرف سے پریشان تھا، لیکن شکر ہے کہ ابھی تک ہمیں سوخان کا نشان نہیں ملا۔"

میرے ذہن میں کچھ کلبلاہٹیں ہونے لگیں، میں نے کہا۔

"ایک بات بتایئے مجھے۔"

"ہاں......... پوچھو........."

"آپ کا کہنا ہے کہ آپ بہت پہلے بھی اس جگہ آچکے ہیں؟"

"کہنا ہے سے کیا مراد ہے......... یہ تو ایک بڑا سچ ہے۔"

"اور آپ......... جیسا کہ آپ کے سنائے ہوئے واقعات سے علم ہوتا ہے، اس لڑکی کو یہاں سے لے کر گئے تھے۔"

"سوفیصد......... وہ لڑکی اسی لئے تو ہمارے لئے سب سے اہمیت کی حامل ہے۔"

"تو پھر آپ کو ان راستوں کے بارے میں علم نہیں تھا۔"

"جہاں یہ واقعات پیش آسکتے تھے۔"

"نہیں......... یہ وہ راستے نہیں ہیں۔ ہم راستہ بھٹک چکے ہیں۔ ہمیں پہلی بار یہ تمام جگہیں نہیں ملی تھیں، اصل میں تم خود سوچو اس علاقے کی وسعتوں کا تو تمہیں اندازہ ہوچکا ہے کہ لامحدود ہیں۔ ہم وہیں پہنچ جائیں گے۔ اس کا ہمیں پورا پورا یقین ہے، لیکن یہ بھی ایک مسئلہ ہے کہ ہم واپس دوسرے راستے سے جائیں گے اور وہ راستہ اس راستے کی نسبت زیادہ آسان ہے، اپنی منزل پر پہنچ کر ہم صحیح معنوں میں واپسی کے راستے کے نشانات بنا سکتے ہیں اور ہمیں اتنی دقت نہیں ہوگی، ویسے کچھ عجیب وغریب صورت حال نظر آرہی ہے جو سمجھ میں نہیں آتی۔"

"وہ کیا.........؟"

"نہیں......... نہیں......... میرا مطلب ہے کہ یہ اندازہ نہیں ہورہا ہے کہ ہم کتنا

فاصلہ طے کرکے اپنی منزل تک یعنی رنگین کہکشاں تک پہنچیں گے۔"

"بہرحال جب آپ کو اس بات کا یقین ہے کہ یہ راستہ وہیں جاکر ختم ہوگا تو تھوڑا سا فاصلہ اور سہی، کیا فرق پڑتا ہے۔"

"بالکل......... بالکل......... میں بھی اصل میں یہی کہنا چاہتا تھا۔" تھوڑی دیر تک خاموشی طاری رہی اس کے بعد محمود خوارزم نے کہا۔

"بہرحال ان ساری باتوں کے ساتھ ساتھ اپنی حفاظت کا بھی خیال رکھنا۔ ویسے میں ایک بات کی داد دیتا ہوں تمہیں۔"

"کیا.........؟"

"تمہارے ساتھی حسن فیروز نے کمال کیا ہے۔"

"لڑکی کے سلسلے میں.........؟"

"ہاں۔"

"وہ بہت باکمال انسان ہے۔"

"مجھے احساس ہوچکا ہے۔ بے مثال شخصیت کا مالک ہے۔ میں تو اس پر شدید حیران ہوں۔ میں محسوس کررہا ہوں کہ لڑکی اس سے انس طرح مانوس ہوگئی ہے کہ شاید ہم میں سے کسی سے اتنی مانوس نہ ہوتی۔"

"جی........."

"اور ایسا لگتا ہے جیسے وہ دونوں ایک دوسرے کی زبان بھی سمجھتے ہوں۔"

"میں یہ تو نہیں کہتا کہ وہ ایک دوسرے کی زبان سمجھتے ہیں لیکن بہرحال ہم حسن فیروز کے ذریعے اپنے تمام مقاصد حاصل کرسکتے ہیں۔"

بہرحال اب جس جگہ قیام کیا گیا تھا وہاں کی داستانیں نرالی تھیں۔ میں بھی اس ماحول سے لطف اندوز ہورہا تھا پھر مختلف دلچسپ واقعات میں ایک اور نئے دلچسپ واقعہ کا علم ہوا۔ ہم لوگ چونکہ یہاں طویل قیام کا فیصلہ کرچکے تھے اور واقعی جس قدر ہولناک واقعات سے گزرے تھے اس کے بعد یہ قیام بے حد ضروری تھا۔ ہر شخص تھکا تھکا سا محسوس ہورہا تھا۔ زندگی اور موت کی کشمکش بڑی تھکا دینے والی چیز ہوتی ہے اور اگر موت کی آغوش میں جاتے جاتے زندگی مل جائے تو ان لمحات میں اس کا احساس اور شدید ہوتا ہے چنانچہ اب اس طویل قیام کے دوران سب ہی مستیاں کر رہے تھے اس وقت میں ایسے ہی ایک پہاڑی کٹاؤ کے عقب میں پہنچا تھا کہ مجھے باتیں کرنے کی آواز سنائی دی اور

میں رک گیا۔ یہ تو نہیں دیکھا تھا کہ دوسری طرف کون ہے؟ لیکن آوازیں خوب صاف آرہی تھیں اور اس سے صاف ظاہر ہوگیا تھا کہ کماری پربھاتیہ اور فاخر داہا ہیں' کماری صاحبہ کہہ رہی تھی۔

"تم پہاڑی لوگ کیا خود بھی چٹانوں کی طرح سنگین ہوجاتے ہو۔"

"میں سمجھا نہیں کماری جی؟"

"حالانکہ تم سمجھ رہے ہو۔"

"آپ یقین کریں میں نہیں سمجھا۔"

"مجھے اس شخص کے بارے میں بتاؤ۔"

"کس شخص کے بارے میں؟" فاخر داہا ہنس کر بولا۔

"تمہارا دوست۔"

"یہاں تو سب ہی میرے دوست ہیں۔"

"میں عمران کے بارے میں پوچھ رہی ہوں۔"

"عمران خوارزم۔"

"ہاں......... ہاں......... ہاں۔"

"آپ کیا پوچھ رہی ہیں اس کے بارے میں۔"

"اچھا ایک بات بتاؤ۔"

"ہاں پوچھیں۔"

"تم لوگوں کے بارے میں تو میں نے یہ سنا تھا کہ جس طرح دوستیاں نبھائی جاتی ہیں اسی طرح دونوں قبیلے دشمنیاں نبھا رہے ہیں۔"

"آپ نے خود ہی ایک اچھا جملہ استعمال کرلیا کماری جی۔" فاخر داہا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کون سا جملہ؟"

"دشمنی نبھانے والا۔"

"کیا میں غلط کہہ رہی تھی۔"

"بالکل نہیں۔ اصل میں ہماری دشمنی براہ راست نہیں تھی خاندان والے یہ ورثہ چھوڑ گئے تھے۔ بزرگوں نے یہ دشمنی ہمیں ترکے (ورثے) میں دی تھی اور ہم اس ترکے کی حفاظت کر رہے تھے ورنہ اصولی طور پر آپ ہمیں خود یہ بتایئے کہ اگر میرا آپ سے

براہ راست کوئی جھگڑا نہیں ہے تو میں کس بنیاد پر آپ کو برا کہوں گا۔"

"وہ تو ہے......... لیکن تم پہاڑی لوگ ایسا ہی کرتے ہو۔"

"ہاں' میں اس سے انکار تو نہیں کروں گا۔"

"تو کیا تم نے وہ روایت توڑ دی۔"

"روایت تو خیر کبھی نہیں ٹوٹتی' ہم نے تھوڑی سی ذرا عقلمندی سے کام لیا۔"

"مجھے بتاؤ۔"

"جیسا کہ آپ کو معلوم ہے کماری جی! کہ یہ دشمنی ہماری تو نہیں تھی بلکہ ہمیں ورثے میں ملی تھی۔ آپ عمران کے بارے میں پوچھ رہی تھیں نا' عمران ہی نہیں بلکہ محمود خوارزم بھی اتنا ہی بلند انسان ہے کہ انسان کو اس پر فخر ہو اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ عمران اس وقت یہ نہیں جانتا تھا کہ میں فاخر داہا ہوں' اس کے قدیم دشمنوں میں سے ایک۔ اس نے میری جان بچائی' آپ یقین کیجئے مجھے مرجانے کا اتنا افسوس نہ ہوتا' جتنا اس بات کا افسوس ہوا کہ میرے دشمن نے میری زندگی بچائی' مجھے عمران کا نام جان کر افسوس ہوا لیکن وہ اس قدر بلند ظرف تھا کہ آخر کار میرا افسوس ختم ہوگیا۔"

"کیا عجیب نہیں ہوتے تم لوگ.........؟"

"آپ کے لئے عجیب ہوسکتے ہیں مگر یہ ہماری روایات ہیں۔"

"خیر......... تو پھر اس طرح تمہاری دشمنی ختم ہوگئی۔"

"ہاں' بھلا اس کے بعد دشمنی کا کیا سوال رہ سکتا تھا۔"

"اور تم دوست بن گئے۔"

"بہترین دوست۔"

"تو مجھے بھی مشورہ دو نا۔"

"کیسا مشورہ؟"

"میں بھی اس کی دوستی چاہتی ہوں۔"

"کیا وہ آپ کا دشمن ہے؟"

"دوست بھی نہیں ہے۔"

"دوستی سے آپ کی کیا مراد ہے۔"

"دیکھو فاخر وہ ایک مرد کی حیثیت سے میرے لئے بے حد پُرکشش ہے۔ میں اس کی قربت چاہتی ہوں۔ میں کھلی طبیعت کی عورت ہوں۔ اپنی کیفیتوں کو لفافے میں نہیں

رکھتی سامنے کردیتی ہوں۔ یہاں تو عجیب ہی صورت حال ہوگئی تھی۔ بے چاری جینی فورس اس کی محبت میں گرفتار تھی پھر اس کے بعد وہ بدبخت عورت آگئی جس کا نام سنتالیہ تھا اور یوں سمجھ لو کہ میری تو کوئی حیثیت ہی نہیں رہ گئی۔ حالانکہ ایسی بات نہیں ہے' تم مجھے ایک بات بتاؤ کیا میں کوئی بدصورت عورت ہوں؟"

جواب میں فاخر داہا ہنس پڑا تو وہ بولی۔

"میرا مذاق اڑا رہے ہو۔"

"نہیں بالکل نہیں' آپ یقین کیجئے بالکل نہیں۔"

"تو میرے سوال کا جواب دو۔"

"نہیں آپ بدصورت عورت نہیں ہیں۔"

"خوبصورت ہوں؟"

"جی بالکل ہیں۔"

"تو پھر وہ مجھے کیوں پسند نہیں کرتا۔"

"ایک بات کا جواب دیجئے آپ۔"

"ہاں پوچھو۔"

"آپ کے کہنے کے مطابق جینی فورس اس سے محبت کرتی تھی۔"

"ماری ہی اس چکر میں گئی بے وقوف۔"

"اور سنتالیہ؟"

"ہاں وہ خوف ناک عورت اپنی تمام تر شخصیت بھول کر اس کے جال میں گرفتار ہوگئی اور دیکھ لو اس نے کس طرح اسے راستے سے ہٹا دیا۔"

"جب اس نے ان دونوں سے گریز کیا اور انہیں خاطر میں نہ لایا تو آپ کیا سمجھتی ہیں کیا وہ آپ کے پیچھے دم ہلائے گا؟" فاخر داہا نے کہا اور میں نے بڑی مشکل سے اپنی ہنسی روکی۔ بے شک میں ان کے چہرے نہیں دیکھ رہا تھا لیکن مجھے اندازہ تھا کہ فاخر داہا کے اس سوال پر کماری پربھاتیہ کی شکل کیسی ہوئی ہوگی اس کی دیر تک کی خاموشی میرے خیال کی تصدیق کرتی تھی۔ کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد وہ کہنے لگی۔

"یہ تو کوئی بات نہیں ہوئی۔"

"نہیں کماری جی! میں نے ایک ایسا سوال کیا ہے آپ سے جو حقیقت سے دور نہیں ہے۔"

"اچھا ایک بات بتاؤ۔" کماری پربھاتیہ نے کہا۔

"آپ پوچھئے' کھل کر پوچھئے جو آپ کا دل چاہے؟"

"کیا تم میرے لئے اپنے دل کے گوشے نرم کرسکتے ہو۔"

"باپ رے باپ' یہ کوئی انتقامی کارروائی ہے؟" فاخر داہا بھی بہت ستم ظریف تھا مجھے پھر بے اختیار ہنسی روکنی پڑی۔

"نہیں قاعدے سے بات کرو۔" کماری پربھاتیہ کی غراہٹ ابھری۔

"میڈم آپ جو کہہ رہی ہیں اگر مجھے اس کا مطلب بتا دیں تو میں آپ کو جواب دوں گا۔ ایسے ہی جواب دے کر پھنسنا نہیں چاہتا۔"

"کیا مطلب ہے تمہارا یعنی......... یہ کہ تم میرے التفات کو پھنسنا کہتے ہو۔"

"نن نہیں ایسی بات نہیں' میں صرف یہ عرض کرنا چاہتا تھا کہ آپ یہ سوال مجھ سے کیوں کر رہی ہیں۔"

"چھوڑو تم سب ایک ہی طرح کے لوگ معلوم ہوتے ہیں۔ صرف مجھے یہ بتاؤ کہ میں کیسے اسے اپنی جانب متوجہ کرسکوں گی۔"

"کماری جی اب آپ سنجیدگی سے بات کرنے پر مجبور کر رہی ہیں مجھے تو میں سنجیدگی ہی سے آپ سے عرض کر رہا ہوں کہ ہم لوگ اقدار کے بہت پابند ہوتے ہیں ہم صرف برائیاں نہیں کرتے پھرتے' ہمارے نزدیک عورت کا ایک مقام ہوتا ہے' جب وہ ماں ہوتی ہے تو ہم اسے ماں کی نگاہ سے دیکھتے ہیں' بہن ہوتی ہے تو اسے بہن کی نگاہ سے دیکھتے ہیں' بیٹی ہوتی ہے تو بیٹی کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور جب وہ ہمارے مذہبی عمل کے مطابق ہماری زندگی میں عورت کی حیثیت سے آتی ہے تو ہم اسے اپنے مذہبی عمل کے مطابق ایک بھرپور تحفظ دیتے ہیں۔ ہماری نسلیں اس سے چلتی ہیں' آپ سمجھ رہی ہیں نا کماری پربھاتیہ جی' وہ عورت ہماری ہم مذہب بھی ہوتی ہے۔ ہمارے ان تمام مذہبی امور کی امین بھی جو ہم سے متعلق ہوتے ہیں تو کماری جی ایسی شکل میں آپ سے تو ہمارا سلسلہ نہیں ہوسکتا۔ اگر آپ یہ سمجھتی ہیں کہ صرف ایک ذہنی لگاؤ رکھا جائے اور وہ ذہنی لگاؤ جسمانی لگاؤ بھی بن جائے تو کم از کم ایک پہاڑی مسلمان سے یہ توقع رکھنا بالکل فضول ہے۔ آپ اپنے ذہن کو پاکیزگی کی طرف منتقل کیجئے' زندگی میں کسی ساتھی کا انتخاب کیجئے اور اس کے ساتھ اپنی زندگی کے راستے استوار کیجئے باقی تو سب مشکل ہے۔"

"لیکن ایک بات تم بھی کان کھول کر سن لو فاخر داہا' میں بھی ضدی عورت ہوں

میں کسی نہ کسی طرح اس کی قربت حاصل کروں گی یہ میرا اٹل فیصلہ ہے۔"

"جب آپ ایسا کرلیں تو مجھے ضرور اطلاع دیجئے گا میں ضرور آپ کو مبارک باد دوں گا۔" فاخر داہانے کہا۔ کماری پربھاتیہ غالباً وہاں سے چلی گئی تھی اس قیام کے دوران مجھے بہت سی باتوں کا موقع مل گیا تھا میں گل مراد کو یاد رکھنا چاہتا تھا اور اب طویل عرصہ ہوگیا تھا کہ گل مراد ایک طرح سے گم ہی ہوگیا تھا یہاں صرف حسن فیروز تھا جو گل مراد کو جانتا تھا اس وقت شدت سے اس کی ضرورت محسوس ہوئی حسن فیروز اس پہاڑی کٹاؤں میں نہیں تھا جو اس نے اپنے لئے منتخب کیا تھا چنانچہ میں اسے ادھر ادھر تلاش کرنے لگا۔ یہاں آکر تو سب کے ہی عیش ہوگئے تھے خاصی تلاش کے بعد حسن فیروز مجھے ایک بڑی سی چٹان کے عقب میں مل گیا اور میں مسکراتا ہوا اس کے پاس پہنچ گیا' حسن فیروز سے کوئی چھ سات گز کے فاصلے پر وہ لڑکی بیٹھی ہوئی چھوٹے چھوٹے پتھروں سے کھیل رہی تھی حسن فیروز ایک پہاڑی چٹان سے ٹیک لگائے آنکھیں بند کئے نیم دراز تھا اسے شاید میری آمد کا کوئی پتہ نہیں چلا تھا میں نے پہلے اسے غور سے دیکھا پھر لڑکی کو دیکھا' پتھروں سے وہ لکیریں بنا بنا کر ان پر پتھر رکھ رہی تھی' بہت مطمئن نظر آئی تھی یہاں تک کہ میں حسن فیروز کے پاس بیٹھ گیا لڑکی نے نگاہ اٹھا کر مجھے دیکھا اور پھر اپنے کام میں مصروف ہوگئی۔ میں نے کہا۔

"اور میں جانتا ہوں کہ تم سو نہیں رہے۔" میرے ان الفاظ پر حسن فیروز چونک کر سیدھا ہوگیا اور اس نے مجھے دیکھا اور اس کے بعد سنبھل کر بیٹھ گیا پھر اس نے پلٹ کر لڑکی پر نظر ڈالی مگر وہ ہم دونوں سے بے خبر اپنے کام میں مصروف تھی۔

"شکر ہے تمہیں فرصت مل گئی۔" حسن فیروز نے اپنے مخصوص لہجے میں کہا۔

"یار مجھے تو صحیح معنوں میں اب یہ اندازہ بھی نہیں رہا کہ میں کتنی بیویوں کا شوہر ہوں۔" میں نے کہا اور حسن فیروز مجھے گھورنے لگا اور بولا۔

"کیا........کیا........کیا........کیا بکواس کر رہے ہو۔"

"واقعی حسن کچھ سمجھ میں ہی نہیں آرہا کہ کیا قصہ ہے۔ کیا کروں اور کیا نہ کروں۔ ہر شخص مجھ پر اپنی اجارہ داری ظاہر کر رہا ہے۔"

"جی نہیں' مجھے آپ سے ایسی کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ آپ کے اپنے مشاغل ہیں' جینی فورس تھی' پھر سنتالیہ اور اب کماری پربھاتیہ اور اس کے بعد دیکھو نہ جانے کون کون۔ ویسے مجھے امید نہیں تھی کہ دو روٹیاں کھلا کر کوئی اس طرح میرا مالک بن جائے

گا۔" حسن فیروز تو بکواس کرنے کا عادی تھا جو کہہ رہا تھا اسے خود بھی نہیں سمجھ آرہا تھا لیکن مجھے ہنسی آگئی میں نے کہا۔

"اب تم خود دیکھ لو کیسے ناز بھرے انداز میں تم مجھ سے شکوے شکایت کر رہے ہو۔"

"دیکھ بھائی تجھے پتا ہے کہ میری کھوپڑی خراب ہے مجھ سے قاعدے کی بات کیا کر۔"

"چیف کون ہے؟" میں نے سوال کیا۔

"ایسی تیسی چیف کی۔" حسن نہ جانے کیوں جھلایا ہوا تھا۔

"بات کیا ہے پیارے بھائی ویسے تم نے اس لڑکی کو جیسے سنبھال رکھا ہے' میں یہی کہہ سکتا ہوں حسن کہ تم نے اپنی کھوپڑی میں زبردستی ایک پھوڑے کا اعلان کر رکھا ہے ورنہ تم سے زیادہ شاندار کھوپڑی بہت کم دیکھنے میں آئی ہے۔"

"یہ مارجرین ہے یا کسی اور قسم کا مکھن۔" حسن نے کہا اور اچانک ہی میرے کانوں نے لڑکی کی ہنسی کی آواز سنی۔

میں نے چونک کر ادھر دیکھا لیکن وہ خاموشی سے پتھروں کا کھیل کھیل رہی تھی۔ میرا دماغ واقعی چکرا گیا ہنسی کی آواز اتنی نمایاں تھی کہ میں اسے نظرانداز نہیں کر سکتا تھا' اگر وہ نہیں تھی تو پھر کون ہنسا تھا۔ اس کی آنکھوں میں مسکراہٹ ضرور تھی لیکن گردن اسی طرح جھکی ہوئی تھی اور وہ پتھروں کا کھیل کھیل رہی تھی۔ میں نے حسن سے کہا۔

"حسن تم نے کچھ سنا۔"

"نہیں سنا نہیں میں نے۔ مکھن کے بارے میں پوچھا تھا۔"

"لعنت بھیجو مکھن پر یہ بتاؤ ابھی کون ہنسا تھا۔"

"بے وقوف بنا رہے ہو۔"

"نہیں خدا کی قسم میں نے ہنسی کی آواز سنی تھی۔"

"سنی ہوگی۔"

"یہاں پربھاتیہ کے علاوہ اور کوئی عورت نہیں ہے۔"

"وہ کون ہے جو سامنے بیٹھی ہوئی ہے۔"

"تو کیا وہ ہنسی تھی؟"

"پتا نہیں........ لیکن میرا خیال ہے تم مجھے بے وقوف بنا رہے ہو۔" حسن نے

غصیلے لہجے میں کہا۔

"یار میں قسم کھا کر کہہ رہا ہوں کہ جب میں نے...... میرا مطلب ہے تم نے مکھن اور مارجرین کی بات کی تھی تو کوئی ہنسا تھا۔"

"کوئی پرندہ ہنسا ہو گا۔" حسن نے کہا۔

"وہ پرندہ نہیں پرندی تھی۔"

"پھر پرندی ہنسی ہو گی' پریشانی کی کیا بات ہے اس میں۔"

"یار کمال کر رہے ہو تم۔"

"دیکھو استاد تم بہت چالاک ہو' تمہیں گل مراد کہتے ہوئے تو اب ذرا احتیاط کرنی پڑتی ہے۔ جناب عمران خوارزم صاحب! چالاکی کا مظاہرہ میرے سامنے مت کیا کریں' اب مجھے بتاؤ کیا میں نے یہ بات نہیں کہی تھی کہ یہ کرنل جلیبی جو ہیں نا' یہ ہمیں کہیں ایسی جگہ چوڑے میں مروائے گا کہ ہم سوچ بھی نہیں سکتے۔"

"حسن' کرنل ہمایوں کے بارے میں کچھ کہتے ہوئے صرف یہ مت سوچا کرو کہ وہ تمہارے دادا ہیں۔ ہر شخص کے جذبات ہوتے ہیں۔ وہ میرے استاد ہیں اور میں ان کا اپنے ایک بزرگ کی حیثیت سے احترام کرتا ہوں۔ ایک اچھے دوست کو دوسرے دوست کے جذبات کا خیال رکھنا چاہئے۔"

"چلو ٹھیک ہے۔ اگر توہین کے کچھ جملے میری زبان سے نکل گئے ہوں تو انہیں واپس لیتا ہوں اور معافی چاہتا ہوں مگر تم خود بتاؤ کرنل نے ہمارے ساتھ کیا سلوک کیا ہے۔ یہ خوف ناک سیلاب کیا ہماری زندگیاں نہیں لے سکتا تھا۔ بچ ہی گئے ہیں قسمت سے ورنہ ختم ہو گئے ہوتے۔ کرنل ہماری مدد کو آتے۔"

"انسان اپنے گھر کی چار دیواری میں بھی مرجاتا ہے۔ دنیا کا کوئی بھی کام کرنے کے لئے اسے ہر طرح کے خطرات مول لینا پڑتے ہیں۔ کرنل نے ہمیں یہاں پہنچانے کے بعد یہ سیلاب تو ہمارے پیچھے نہیں بھیجا تھا پھر تم یہ کیوں کہتے ہو کہ کرنل کی وجہ سے ایسا ہوا۔ اور اس کے بعد بھی...... یہ ہو سکتا ہے کہ ہم کسی اور بڑی مصیبت میں گرفتار ہو جائیں' ایسی شکل میں اس مصیبت کا ذمے دار کیا تم صرف کرنل کو قرار دو گے؟"

"ٹھیک ہے بھائی۔ ٹھیک ہے۔ میرے لئے کیا حکم ہے۔"

"چلا جاؤں یہاں سے' برا لگ رہا ہے تمہیں میرے ساتھ کھڑا ہونا۔"

"بالکل برا نہیں لگ رہا لیکن مجھے صرف ایک بات بتاؤ۔ مجھے کیا کرنا چاہئے۔"

"جو کر رہے ہو اس سے مطمئن نہیں ہو۔"

"کیا کر رہا ہوں۔"

"بھائی...... ٹھیک ٹھاک وقت گزار رہے ہو اور کوئی پریشانی نہیں ہے۔ ایک بہت اچھی ساتھی ملی ہے تمہیں۔ اس کے ساتھ خوب صورت لمحات گزر رہے ہیں۔"

"وضاحت کرو۔" اس نے مجھے گھورتے ہوئے کہا۔

"کیا مطلب ہے؟ کس بات کی وضاحت کروں۔"

"میرا مطلب ہے تم نے جو کچھ کہا ہے اس کی تفصیل بیان کرو۔ خوبصورت لمحات سے تمہاری کیا مراد ہے۔"

"دیکھو...... میری کھوپڑی خراب مت کرو۔ میرا خیال ہے میری کھوپڑی میں بھی ایک پھوڑا ہوتا جا رہا ہے۔" میرے ان الفاظ پر ایسا محسوس ہوا جیسے اسے خوشی ہوئی ہو اس نے فوراً اپنا انداز بدل کر خوشگوار لہجے میں کہا۔

"کیا واقعی۔ ابے نہیں...... سچ کہو' بالکل سچ کہو...... غلط تو نہیں کہہ رہے۔" میں نے برا سا منہ بنا کر خاموشی اختیار کرلی تھی تو وہ خوشامدانہ لہجے میں بولا۔

"آج کل تو چیف تم ہو نا...... چیف کی حیثیت سے میرا خیال ہے تمہیں کچھ نہ کچھ رعایت کرنی چاہئے۔ اچھا خیر چھوڑو میرا خیال ہے ہم بے کار باتوں میں وقت ضائع کر رہے تھے اب یہ بتاؤ کہ آگے کیا کرنا ہے ہمیں۔"

"آگے...... کچھ بھی نہیں کرنا' بس سفر جاری رکھنا ہے۔"

"یعنی...... ایک بے مقصد سفر۔"

"نہیں...... رنگین کہکشاں کی تلاش کے لئے...... کرنل نے بھی ہمیں اجازت دی ہے اور ہمیں بہرحال اپنا یہ کام کرنا ہے' پچھلی تمام کارروائیوں میں ہم نے کرنل کی مرضی کے مطابق ہی کام کیا ہے اور اب بھی ایسا ہی کریں گے اور نتیجے کا انتظار کریں گے ویسے میرے ذہن میں اگر تشویش ہے تو صرف ایک۔"

"وہ کیا......؟" حسن فیروز نے سوال کیا۔

"کیا یہ راستے جن پر ہم جا رہے ہیں ہمیں واقعی رنگین کہکشاں کی طرف لے جائیں گے یا ان مسلسل آفات کی وجہ سے ہم راستہ بھٹک چکے ہیں۔"

"نہیں یہ راستے بالکل ٹھیک ہیں۔" ایک بار پھر مجھے یہ الفاظ ایک بہت ہی دلکش نسوانی آواز میں سنائی دیئے اور میں چونک کر آنکھیں پھاڑنے لگا' قرب وجوار میں آس

پاس چٹانوں کے عقب میں تاحد نظر دور دور تک اس وقت حسن فیروز نیوبا یا میرے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔ پہلے ہنسی کی آواز اور اب یہ الفاظ نسوانی آواز میں مجھے سنائی دیئے تھے۔ ایک بار پھر میرا منہ شدت حیرت سے کھل گیا تھا' میں حیران نگاہوں سے اب اس لڑکی کو دیکھ رہا تھا جو اب بھی پتھروں کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں کو ادھر سے ادھر کر رہی تھی' لکیریں کھینچ رہی تھی اور اپنے کام میں منہمک تھی۔ پھر یہ آواز........ یہ آواز کس کی ہے اور کہاں سے آئی ہے میرے پاس اس سوال کا کوئی جواب نہیں تھا۔

بہرحال ان الفاظ کو نظرانداز بھی نہیں کیا جاسکتا تھا۔ بڑی عجیب وغریب صورت حال تھی اگر یہ آواز نیوبا ہی کے منہ سے نکلی تھی تو یقینی طور پر یہ ایک حیرت انگیز بات تھی کیونکہ وہ ہماری زبان میں بولی تھی۔ کیا وہ یہ زبان جانتی ہے۔ کیا اب تک ہم بے وقوف بنتے رہے ہیں' لڑکی سب کچھ سمجھتی رہی ہے لیکن ایک اور پراسرار احساس ہمارے دل میں تھا وہ یہ کہ لڑکی بہرحال ایک عجیب وغریب شخصیت کی مالک تھی' میں نے حسن فیروز سے کہا۔

"استاد محترم لگتا ہے آپ اول درجے کے گدھے بن گئے ہیں۔ یہ تو سب کچھ سمجھتی اور بولتی ہے۔" حسن فیروز نے کوئی جواب نہیں دیا وہ خاموشی سے لڑکی کی جانب دیکھ رہا تھا' پھر اس نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ چند گھنٹوں کے اندر اندر یہ بات معلوم ہو جائے گی کہ وہ ہماری زبان سمجھتی اور بولتی ہے یا نہیں۔"

"کیا کرو گے........؟" میں نے سوال کیا اور وہ مجھے گہری نگاہوں سے دیکھ کر خاموش ہوگیا' کچھ دیر تک ہم بالکل خاموش رہے پھر میں نے کہا۔

"ساری باتیں اپنی جگہ' لیکن اس نے صحیح راستوں کی تصدیق کردی ہے۔ ہمیں انہی راستوں پر آگے بڑھنا ہوگا۔" حسن فیروز نے اس بات کی تائید کردی' ہم لوگوں کا ایک مقام تھا جو کچھ ہم کہتے تھے اس کی اہمیت تھی چنانچہ انہی راستوں پر آگے بڑھنے کا فیصلہ کرلیا گیا اور ایک بار پھر سفر کا آغاز ہوگیا' آج کا یہ سفر بڑا سنجیدہ اور بے حد تیز رفتار تھا' ہر شخص نہ جانے کیوں ایک انوکھی سنجیدگی کا شکار نظر آرہا تھا یوں لگتا تھا جیسے آج سب کو جیسے اپنے مشن کی اہمیت کا اندازہ ہوا ہو۔

مناظر بدلتے رہے اس دوران ہم نے یہ کوشش بھی کی تھی کہ اس خوفناک عورت کے سفر کو ذہن میں رکھیں جسے ہم نے دھوکا دے کر روانہ کر دیا تھا' سنتالیہ بہت ہی

خوفناک تھی اور اگر ایک شاندار چال نہ چلی جاتی تو ان لوگوں کو اس کی غلامی سے نکالنا بے حد مشکل کام ہوتا' اب وہ عظیم الشان خزانے کے حصول کے لئے تنہا ہی چلی گئی ہے۔

غرضیکہ یہ سفر رات کو اختتام پذیر ہوا۔ ایک عجیب سا ویرانہ تھا جہاں اونچے اونچے پہاڑی ٹیلے بکھرے ہوئے تھے' لیکن اس قدر عجیب کہ بات سمجھ میں نہیں آتی تھی یوں لگتا تھا جیسے یہ ٹیلے پگھل رہے ہوں وہ راکھ کے ٹیلے نہیں تھے نہ ہی ان کی مٹی باریک تھی بلکہ چھوٹے چھوٹے پتھر ایک طرح سے جھرنوں کی شکل میں بہہ رہے تھے اور ان کے انبار لگتے جارہے تھے' یہاں ذرا سنجیدہ صورت حال کا سامنا کرنا پڑا چونکہ رات ہوچکی تھی اور ہم جس جگہ تھے وہاں ایسے ٹیلے میلوں کے علاقے میں بکھرے ہوئے تھے' محمود خوارزم نے فرقان داہا سے کہا۔

"راستے بالکل اجنبی ہیں اور ان پتھروں کا گرنے کا انداز عجیب۔ البتہ ایک بات سمجھ میں نہیں آتی اگر یہ اسی طرح گرتے رہتے ہیں تو ان ٹیلوں کو تو ختم ہو جانا چاہئے تھا اور جگہ جگہ پتھروں کے ڈھیر نظر آنے چاہئے تھے۔"

"میں خود یہی کہہ رہا ہوں' کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ زمین میں کوئی تبدیلی رونما ہونے والی ہو اور یہ اسی کا اعلان ہو۔" بہرحال اس جگہ سے نکلا بھی نہیں جاسکتا تھا کیونکہ جتنا وسیع علاقہ تھا اس کے مطابق تو ساری رات کے سفر میں بھی اس جگہ سے نہیں ہلا جاسکتا تھا۔ البتہ ان ٹیلوں سے بالکل دور ایک ایسی میدان نما جگہ پر قیام کیا گیا تھا جہاں ہر قسم کے خدشات سے نمٹا جاسکے اور یہ رات خاصی خوفناک رات تھی۔ صبح سورج نکلا بھی نہیں تھا کہ ناشتہ وغیرہ کئے بغیر یہاں سے آگے کا سفر اختیار کیا گیا۔

ہم لوگ برق رفتاری سے یہ سفر کرتے رہے اور آخر کار ہماری تیز رفتاری نے دوپہر کو کوئی بارہ بجے کے قریب یہ مشکل حل کردی۔ بہت دور ایک پہاڑی سلسلہ نظر آرہا تھا جس کی چوٹیاں بالکل ایسی تھیں جیسے کسی قلعے کے برج تراشے گئے ہوں اور انہیں دیکھتے ہی محمود خوارزم اور فرقان داہا چیخ پڑے۔

"اینا فاربیا!" ہم سب شدید سنسنی کا شکار ہوگئے تھے خاص طور سے میں اور حسن فیروز' حسن میرے بالکل قریب آگیا تھا' اس نے کہا۔

"لڑکی کے انداز میں جس قدر تبدیلیاں نمایاں ہیں ان سے ان لوگوں کی آوازوں کی تصدیق ہوگئی ہے یعنی ہم اینا فاربیا آپہنچے ہیں۔" میرے منہ سے آواز نکل سکی تھی ہم یہاں جس انوکھے مقصد کی تکمیل کے لئے آئے تھے۔ وہ ان لوگوں کے مقاصد سے بالکل

مختلف تھا یعنی یہ کہ ہمیں تو ہدایت تھی کہ نیوبا کو سوخان کے حوالے کردیا جائے اور بس اس کے بعد ہمارا کام ختم' کرنل ہمایوں کو نہ کسی خزانے سے دلچسپی تھی اور نہ ہی اپنے اس مقصد کی تکمیل کے سوا وہ کچھ اور چاہتا تھا۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ان لوگوں کا کیا ردعمل رہے گا۔ میں نے حسن فیروز سے کہا تو حسن فیروز نے مسکراتے ہوئے میری طرف دیکھا اور بولا۔

"اصل میں ایک اچھے انسان کی حیثیت سے مجھے دعا کرنی چاہئے کہ ہر شخص کی پھوکڑی میں ایک کھوڑا ہوجائے۔"

"اب بھی فضول بکواس کئے جاؤ گے۔"

"یار تمہیں عنان حکومت سنبھالنے کا شوق بھی ہے اور عنان حماقت بھی سنبھالے ہوئے ہو۔ کرنل ہمایوں کا براہ راست تعلق سوخان سے تھا اور سوخان جب اپنی امانت وصول کرے گا تو ظاہر ہے ہمیں آگے کے مسئلے بھی معلوم ہوں گے۔"

"ٹھیک......... بالکل صحیح........." میں نے اس سے اتفاق کرکے کہا۔ محمود خوارزم اور فرقان داہا بے حد پُرجوش ہوگئے تھے اور ان کے جوش نے فاصلے کم سے کم کردیئے۔ وہ پہاڑی دیوار عبور کرکے ہم آخرکار ایک ایسی جگہ پہنچ گئے جسے قابل یقین کہا جاسکتا تھا۔ یہاں سے بائیں سمت تو ایک پہاڑی سلسلہ چلا جاتا تھا لیکن داہنی سمت ایک ایسی ناقابل یقین وادی جس میں سفید سفید دھواں بھرا ہوا تھا۔ اتنا گہرا اور اتنا گاڑھا دھواں کہ بس وادی کی سطح برابر نظر آتی تھی۔ اگر دھوئیں کے مرغولے نہ اٹھ رہے ہوتے تو کوئی بھی اس وادی کی جانب دوڑ لگا کر موت کے مزے لے سکتا تھا۔ ہم سب دنگ رہ گئے تھے سب کے چہروں پر عجیب سے آثار پھیلے ہوئے تھے' فرقان داہا کے منہ سے نکلا۔

"رنگین کہکشاں......... آہ ہم اینا فاربیا پہنچ گئے اور چونکہ پہلے اس راستے سے کبھی نہیں آئے یہ راستہ تو سیدھا رنگین کہکشاں تک آتا ہے۔"

"تم کیسے کہہ سکتے ہو کہ یہ وادی رنگین کہکشاں کی وادی ہے.........؟" محمود خوارزم نے کہا تو فرقان داہا مسکرا دیا۔

"اس لئے کہ کچھ باتیں مجھے خاص طور سے معلوم ہوگئی ہیں۔" بہرحال وہ لوگ یہ باتیں کررہے تھے اور میں اور حسن فیروز اب ذرا دوسری مشکل میں گرفتار ہوگئے تھے ظاہر ہے ہمیں ایک الگ ہی کردار ادا کرنا تھا چنانچہ ہم ذرا دوسرے لوگوں سے الگ تھلگ ہوگئے۔ باقی لوگوں کو بھی یہ بات معلوم ہوگئی تھی کہ ہم رنگین کہکشاں تک پہنچ گئے ہیں'

چنانچہ مال و دولت کے دیوانے اس وادی کے گرد چکرانے لگے تھے وہ طرح طرح کی باتیں کررہے تھے۔ خود محمود خوارزم اور فرقان داہا' یہاں تک کہ فاخر داہا بھی اپنے دوسرے ساتھیوں کے ہمراہ تھا اور رنگین کہکشاں کے بارے میں بات ہو رہی تھی' حسن فیروز نے کہا۔

"تمہیں اپنے آپ سے الگ دیکھ کر محمود خوارزم کو حیرت نہ ہو کیونکہ صورت حال وہی ہے۔"

"میں جانتا ہوں لیکن میں ان لوگوں کے ساتھ اس دیوانگی میں شریک تو نہیں ہوسکتا دادا جان نے اس کی ہدایت تو نہیں کی تھی۔"

"میرا خیال ہے ہمیں رات ہونے کا انتظار کرنا ہوگا۔"

"بالکل یہی مناسب ہے۔"

بہرحال جو لمحات یہاں بیت رہے تھے ان کا ایک ایک پل شدید سنسنی کا حامل تھا مال و دولت کے دیوانے جنون کی حدوں کو چھو رہے تھے ان کا بس نہیں چلتا تھا ورنہ ابھی اس وادی میں کود جاتے۔ طرح طرح کی باتیں ہو رہی تھیں اور ہم بڑے عجیب سے انداز میں سوچ رہے تھے۔ یہاں تک کہ سورج ڈھلنا شروع ہوا اور اس کے ساتھ ہی ہم نے اللہ کی اس کائنات میں اس کے عطا کئے ہوئے عجوبے کا ایک حصہ دیکھنا شروع کیا۔ جیسے جیسے سورج ڈھلتا جارہا تھا وادی کا سفید دھواں ہلکا ہوتا جارہا تھا۔ یوں لگ رہا تھا جیسے ڈھلتا سورج اس دھوئیں کو اپنے حلق میں کھینچ رہا ہو وادی کے پتھر واضح ہوتے جارہے تھے اور اس کے ساتھ ہی ایک ناقابل یقین سا منظر نگاہوں میں ابھرتا آرہا تھا۔ نیلی' پیلی' سرخ' ہری' نارنجی روشنیاں اس طرح فضا میں منعکس ہونے لگی تھیں کہ دیکھنے والے کی آنکھیں خیرہ ہوجائیں۔ یوں لگ رہا تھا جیسے ننھے ننھے رنگین بلب روشن ہوتے جارہے ہوں' ان کی روشنی بلبوں کی روشنی کی مانند نہیں تھی بلکہ اس روشنی میں انوکھی سی پیاس نمایاں تھیں ایک ایسی پیاس جسے صحیح الفاظ نہ دیئے جاسکیں' کسی بھی رنگ میں کوئی گاڑھا پن نہیں تھا' ہلکے ہلکے رنگ جو انتہائی جاندار تھے انہیں دیکھ کر انسانی ذہن خودبخود ایک عجیب سے احساس کا شکار ہوجاتا تھا۔

پھر سورج ڈوب گیا اور اس کے بعد وادی اس طرح روشن ہوگئی جیسے کسی البیلی اسٹریٹ پر موجود دکانوں نے اپنے سائن روشن کردیئے ہوں اور ہر طرف رنگ و نور کی بارش شروع ہوگئی ہو' وادی کا ننھے سے ننھا پتھر بھی صاف نظر آرہا تھا اور اس کے بعد جو

منظر نگاہوں میں ابھرا اس نے لوگوں کے دل دہشت سے دہلا دیئے' ان لاشوں کو باآسانی دیکھا جاسکتا تھا۔ جو وادی کے پتھروں پر پڑی ہوئی تھیں' ان کی شناخت بھی باآسانی ہوسکتی تھی کیونکہ ان کے جسموں کو نقصان نہیں پہنچا تھا۔ پہلی لاش جس پر میری نگاہ پڑی وہ سنتالیہ کی تھی' اس خوفناک عورت کی لاش جو انسانی زندگی کو بالکل بے مقصد اور بے وقعت سمجھتی تھی' سنتالیہ ایک پتھر پر پڑی ہوئی تھی اور اس کے تقریباً تمام ہی ساتھی نیچے اوندھے سیدھے پڑے ہوئے تھے' محمود خوارزم کے منہ سے نکلا۔

"میرے خدا' یہ کیا ہوا۔ کیا ان لوگوں نے اس وادی میں چھلانگیں لگادیں' کیا وہ ہیروں کے جنون کا شکار ہوگئے ایسا ہی لگتا ہے۔ ایسا ہی لگتا ہے' ممکن وہ سفید گاڑھے دھوئیں کو نہ سمجھ پائے ہوں اور اس میں کود گئے ہوں۔" فرقان داہا نے کہا۔

"ذرا ایک چیز کو غور سے دیکھو' دیکھو تو سہی ذرا' ان کے جسم اس طرح نیلے ہوئے ہیں جیسے وہ شدید زہر کا شکار ہوگئے ہیں۔ آہ کتنے واضح اور نمایاں ہیں ان کے بدن۔" اسی وقت شرفا کے حلق سے دہشت بھری آواز نکلی۔

"ہیرے ہیرے ہی ہیرے' یہ سب میرے ہیں میں انہیں حاصل کرلوں گا' ہیرے بہت سارے ہیرے!" یہ کہتے ہی اس نے ڈھلانوں میں قدم رکھ دیئے اور وادی میں دوڑنے لگا۔ رنگین پتھر اس کے پیروں سے ٹھوکریں کھا رہے تھے۔ اپنی جگہیں تبدیل کر رہے تھے' وہ نیچے پہنچا اور اس نے کئی پتھر اپنے ہاتھوں میں اٹھالئے۔ پھر اچانک ہی بہت سے بلوں سے مختلف رنگوں کے سانپ نکلنا شروع ہوگئے۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے کسی انسان کے جسم کی بو پاکر محافظ سانپ اپنے اپنے بلوں سے نکل آئے ہوں اور غصے سے پھنکاریں مار رہے ہوں۔ وہ برق رفتاری سے شرفا کی طرف بڑھے اور شرفا نے انہیں دیکھا اور ایک دم دہشت زدہ ہوگیا اس نے بھاگنے کی کوشش کی' لیکن کہاں بھاگتا' دو قیمتی ہیرے اس کے دونوں ہاتھوں میں تھے جن سے روشنی پھوٹ رہی تھی اور پھر اس کی دلدوز چیخیں بلند ہونے لگیں اور دیکھتے ہی دیکھتے وہ زمین پر گر پڑا' دو چار بار تڑپا اور پھر اس نے دم توڑ دیا۔

اوپر سے یہ منظر دیکھنے والے ساکت رہ گئے تھے' بہرحال ہیروں وغیرہ سے دلچسپی کا تو ہم تصور بھی نہیں کرسکتے تھے' سارے کا سارا کھیل فریب پر چل رہا تھا۔ کرنل ہمایوں کی ہدایت پر یہ سب کچھ ہو رہا تھا۔ وہ لوگ سر جوڑ کر بیٹھ گئے اور کہکشاں اپنے رنگ بکھیرتی رہی۔ بہت ہی عجیب وغریب صورت حال تھی اور ہم بڑی سنگین کیفیت کا شکار ہوئے تھے' کوئی بات سمجھ میں نہیں آرہی تھی۔ فاخر داہا' محمود خوارزم اور دوسرے بہت سے

لوگ وادی کے کنارے اس طرح ڈیرہ جما چکے تھے جیسے زندگی وہیں گزارنے کا ارادہ رکھتے ہوں لیکن میں اور حسن فیروز اپنے مقصد کی تکمیل کے لئے چاروں طرف نگاہیں دوڑا رہے تھے جیسا کہ ہمیں بتایا گیا تھا کہ سوخان ہم سے یہاں ملاقات کرے گا اور اس کے بعد نیوبا کو اس کے حوالے کردیا جائے گا۔

چنانچہ ہم ان سے دور ہٹتے چلے گئے۔ نیوبا بھی ساتھ ہی تھی اور اس وقت چاند اور رنگین کہکشاں کی وادی نے جو قیامت خیز منظر پیدا کردیا تھا دنیا کے رہنے والے اگر اسے دیکھتے تو یقینی طور پر ذہنی توازن کھو بیٹھتے۔ جو لوگ وہاں موجود تھے وہ اسی کیفیت کا شکار نظر آرہے تھے کسی کو کسی کی پرواہ نہیں تھی بس وہ بے چین تھے کہ کس طرح خوفناک سانپوں کی اس وادی میں داخل ہوکر ہیروں پر قبضہ کرلیں اور ادھر ہماری اس جدوجہد کی آخری منزل طے ہو رہی تھی۔ ہماری نگاہوں نے بہت فاصلے پر دو کالے دھبے اپنی جانب آتے ہوئے دیکھے تھے۔ ان کی رفتار بے پناہ تھی اور رات کے سناٹے میں گھوڑوں کی ٹاپیں صاف سنائی دے رہی تھیں۔ رنگین کہکشاں کے شیدائی اگر پوری طرح سے اس طرف متوجہ نہ ہوتے تو گھوڑوں کی یہ آواز ضرور سن لیتے۔

جب گھوڑے قریب آگئے تو ہم نے دیکھا کہ ان میں سے ایک کی پشت پر ایک قوی ہیکل شخص سوار ہے۔ پہاڑی باشندہ جو سوخان کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا دوسرا گھوڑا خالی تھا۔ سوخان پورے اعتماد کے ساتھ یہاں پر آیا تھا اور جب وہ بالکل قریب پہنچا تو نیوبا کی چیخ نے ہمیں دہلا دیا۔ نیوبا کی آواز سیٹی کی طرح نکلی تھی اور وہ دوڑتی ہوئی سوخان کے پاس پہنچ گئی تھی۔ سوخان گھوڑے سے نیچے اترا اور نیچے جھک کر اس نے نیوبا کے دونوں گھٹنوں کو بوسہ دیا پھر ہم دونوں کی جانب متوجہ ہوا۔ اس نے اپنے سینے کے پاس سے ایک لفافے جیسی چیز نکالی' اسے دونوں ہاتھوں پر رکھا اور ہماری جانب قدم بڑھائے۔ پھر اس نے جھک کر بڑے احترام سے یہ لفافہ ہمارے سامنے پیش کیا' میں نے لفافہ اس کے ہاتھوں سے لے لیا تھا کیونکہ اس وقت میں نے جو منظر دیکھا وہ بڑا عجیب تھا۔

حسن فیروز کے چہرے پر غم کے شدید تاثرات تھے۔ وہ نیوبا کو دیکھ رہا تھا اور نیوبا اسے' وہی انسانی عمل شروع ہوگیا تھا جو فطرت کا ایک حصہ تھا' سوخان نے انگلی سے ا جانب اشارہ کیا اور اس طرف ہمیں دو اور گھوڑے نظر آئے جنہیں ہم نے پہلے ن دیکھا تھا۔ طاقتور اور توانا گھوڑے جو ہر طرح کے ساز وسامان سے لیس تھے' سوخان چند قدم الٹے قدموں پیچھے ہٹا۔ ایک بار پھر اس نے دونوں ہاتھ سینے پر باندھے اور ہماری

جانب جھکا اور اس کے بعد نیوبا کا بازو پکڑ کر گھوڑوں کی جانب بڑھ گیا۔ دونوں گھوڑوں پر سوار ہوئے اور گھوڑوں کا رخ تبدیل ہو گیا۔ حسن فیروز ادھر ہی دیکھ رہا تھا لیکن نیوبا نے گردن نہیں گھمائی تھی' وہ سیدھی چلی جا رہی تھی۔ جب وہ دونوں نگاہوں سے اوجھل ہو گئے تو حسن فیروز نے ایک ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔

"دھت تیرے کی' یہ سسرا پھوکڑی کا کھوڑا کبھی کبھی بالکل ہی ڈبو دیتا ہے' کیا خیال ہے؟"

"خوش قسمتی سے میری پھوکڑی میں کوئی کھوڑا نہیں ہے۔" میں نے کہا اور سوخان کے دیئے ہوئے لفافے کو چاک کرنے لگا اس میں سے ایک تہہ کیا ہوا کاغذ برآمد ہوا تھا۔ کرنل ہمایوں کی تحریر لاکھوں میں پہچانی جا سکتی تھی' لکھا تھا:

"شاباش بچو! مجھے تم سے یہی امید تھی' میں نے شیر پالے ہیں گیدڑ نہیں۔ سوخان نے تمہیں گھوڑوں کے بارے میں بتا دیا ہو گا۔ ضرورت کی تمام چیزیں اس نے وہاں مہیا کر دی ہوں گی مجھے یقین ہے' واپسی کا نقشہ اول تو تمہارے ذہن میں ہو گا' نہیں ہے تو اس کاغذ کی پشت پر دیکھو۔ ہر چیز پر ریسرچ کر کے یہ نقشہ بنایا گیا ہے۔ تمہارے لئے بے حد کارآمد ہو گا۔ بس چل پڑو اور جو تمہارے ساتھ یہاں تک پہنچے ہیں ان سے تمہارا کوئی ذہنی رابطہ نہیں ہونا چاہئے۔ ہم لوگ تو انہی منزلوں کے راہی ہیں۔ ہمارے سامنے منزل کا لفظ ضرور ہے' لیکن علامہ اقبال کی وہ نظم تمہیں یاد ہو گی کہ۔

تو رہ نوردِ شوق ہے' منزل نہ کر قبول

منزل قبول کر لینے کا مطلب ہے موت' اور میری دعا ہے کہ تم طویل زندگیاں پاؤ۔ جذبات کا اگر کوئی قدم تمہیں روکنے کی کوشش کرے تو اسے اس طرح ٹھوکر لگاؤ کہ ریزہ ریزہ ہو جائے۔ میں تمہارا انتظار کر رہا ہوں۔"

میں نے یہ پرچہ پڑھ کر حسن فیروز کے حوالے کر دیا۔ حسن فیروز نے اسے پڑھا اور اس کا ایک زوردار قہقہہ بلند ہو گیا پھر اس نے بڑے مستانہ وار کہا۔

"آہ...... دادا جان بذات خود پھوکڑی کا کھوڑا ہیں۔"

واپسی کے سفر کی داستان وہاں تک جانے سے مختلف نہیں تھی۔ بس احساسات کا ایک سرمایہ تھا جو رنگین کہکشاں سے لے کر آئے تھے۔ محمود خوارزم نے اپنے بیٹے عمران خوارزم کی تلاش کے لئے کیا کیا ہو گا۔ بہت سے سوالات تھے جو دل میں رہ گئے تھے' ہم تو مشینی انسان تھے' لیکن غلط' مشینوں میں جذبات کہاں ہوتے ہیں ہم ان لوگوں کے دکھ کا شکار تھے جو رنگین کہکشاں کے پاس پہنچ کر ہیروں کے حصول میں ناکام رہے تھے' تھوڑا سا دکھ تو اس عورت سنتالیہ کے لئے بھی تھا جو دولت کی دیوانی دولت تک پہنچ گئی تھی' لیکن نہ جانے کیا ہوا تھا اس کے ساتھ۔ ہاں اگر جذبات کی زندگی کا تعین کیا جاتا تو اس وقت میں یقینی طور پر یہ تجزیہ کر سکتا تھا جب میں نے اپنا استقبال کرنے والوں میں صرف کرنل ہمایوں کو نہیں دیکھا بلکہ حسن فیروز کی تینوں بہنیں یاسمین' شمسہ وغیرہ کے ساتھ مجھے شیرانہ اور نورما بھی نظر آئیں اور اس کے ساتھ ہی میری ماں بھی جس نے آگے بڑھ کر مجھے سینے سے لگایا تھا اور میری پیشانی بار بار چومی تھی۔

"ماں! آپ یہاں کہاں؟"

"بس بیٹے! کرنل صاحب ہمیں یہاں بلا لائے' حاجی سراج اور اس کے ساتھیوں کو کرنل صاحب نے گرفتار کرا دیا کیونکہ وہ حد سے زیادہ بڑھنے لگے تھے۔ اب وہ جیل میں ہیں اور ان پر مقدمہ چل رہا ہے۔ کرنل صاحب نے کہا کہ ان حالات میں وہ ہمیں دوآبہ میں نہیں چھوڑ سکتے' بیٹے یہ تو بہت ہی اچھے آدمی ہیں۔ اتنی محبت سے ہم لوگوں کے ساتھ پیش آ رہے ہیں جیسے اپنے سگے ہی ہوں۔"

کرنل ہمایوں نے بعد میں مجھ سے کہا تھا۔

"ایک لفظ فضول نہیں سنوں گا تم لمبی ڈیوٹیوں پر نکل جاتے ہو' ان بچیوں کو اور ان خاتون کو میں کسی کے رحم و کرم پر نہیں چھوڑنا چاہتا۔"

"یس سر۔" میں نے سیلوٹ مار کر کہا۔ حسن فیروز برا سا منہ بنائے ہوئے کھڑا تھا۔ ناک چڑھا کر بولا۔

"بعض لوگوں کو صرف مارجرین کا معاوضہ ملتا ہے۔" میں مسکراتا ہوا اس کے پاس پہنچ گیا تھا۔

تمت بالخیر